أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ الرَّشِيد

حقیقی دستاویز

فی تائید

تاریخی دستاویز

وفی ردِّ

تحقیقی دستاویز



عالمی مجلسِ تحفظ اسلام

اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ الرَّشِیْد

حقیقی دستاویز
فی تائید
تاریخی دستاویز
و فی ردّ
تحقیقی دستاویز



ناشر
حضراتِ تحقیقاتِ اسلامی
پاکستان

Qamar Pac 7x4

نام کتاب .... حقیقی دستاویز
مصنف .... مولانا ابوالحسنین ہزاروی
ناشر .... حضار اتحقیقات اسلامی، پاکستان
تعداد .... گیارہ سو(1100)
ای میل ایڈریس .... hizara313@gmail.com

فہرست

انتساب

سنی قوم غفلت کی نیند سو رہی تھی اور پاک سرزمین پر ایک کالا سیاہ خونی انقلاب برپا کرنے کی مکمل تیاری کی جا چکی تھی قریب تھا کہ ایران کی طرح پاکستان خونی دریا عبور کر کے سنی اقلیت ملک بن جاتا کہ خاصانِ خدا میں سے رہا ہوا جھلیوں میں سے لعل نکلا اور خود کو شمع کی طرح پگھلا کر اپنی قوم کو اندھیروں میں روشنی دیتا ہوا جنت کی روشنیوں میں جا پہنچا پھر امیر عزیمت کے جانشین نے تاریخی دستاویز لکھ کر دشمن ملک وملت کو زہر کا پیالہ پینے پر مجبور کر دیا وہ مکین جنت ہوا تو عزم وہمت کے کوہ گراں نے ایوانِ بالا میں ملک وملت کے دشمنوں کے چہرے سے تقیہ کا نقاب نوچ ڈالا۔ اِس مشن حق کی پاسبانی میں کوئی سولی پہ جھول گیا تو کسی نے جوان خون سے صحابہ کا قصیدہ رقم کیا جامعہ محمودیہ کے ریاض الجنۃ میں قطار وار قافلہ حق کے صف شکن رہنما اپنی قوم کو آج بھی یہ پیغام سنا رہے ہیں۔

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقاء کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

گلشن جھنگوی شہیدؒ کا سیرابی اپنی اِس حقیر کاوش کو پھول میں خوشبو کی طرح ہر ذرہ جسم میں بسیرا فرمانے والے

حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید

مجاہد ملت حضرت مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ

میرے ممدوح ومقتدا مؤرخ اسلام حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ

عزم وہمت کے کوہ گراں میرے محبوب قائد حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ

شہزادہ اہلسنت حضرت مولانا اظہار الحق جھنگوی شہیدؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا مختار سیالؒ

اور

مجاہد ملت شہید اسلام غازی حق نواز جھنگویؒ

یعنی جامعہ محمودیہ میں جلوہ فگن شہیدانِ حق کی گرامی قدر ہستیوں کی طرف منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف

ابوالحسنین ہزاروی

پیش لفظ

ارباب دانش اچھی طرح جانتے ہیں کہ وطن عزیز ملک خداداد پاکستان پلیٹ میں ڈال کر بطور تحفہ کے باسیان پاکستان کو عنایت نہیں کیا گیا بلکہ 1857ء کی جنگ آزادی سے 1940ء کی قرار دِ پاکستان تک اور 14 اگست 1947ء کی بھارت سے پاکستان ہجرت تک خون کے کئی دریا عبور کیئے گئے بچے، بوڑھے، جوان، ہر دحتی کہ عورتیں تک صرف ایک جذبہ اور اعلان پر مال جان اور اولاد قربان کرتے رہے کہ پاکستان ایسا وطن اور سرزمین ہوگی جہاں اسلام کے سایہ امن و عافیت میں زندگی گزارنے کا موقع نصیب ہوگا۔ ہر تحریک پاکستان کے قائد و کارکن کی زبان پر بس ایک ہی صدا تھی پاکستان کا مطلب کیا "لا الہ الا اللہ" تحریک پاکستان کا ورق ورق اس حقیقت کا شاہد عدل ہے۔ لاہور کا مینار پاکستان کئی فٹ بلندی پر سر نکال کر با آواز بلند زندہ دلان لاہور سمیت باسیان وطن عزیز کو جو پیغام سنا رہا ہے آزادی چوک پر جلی حروف سے وہ خوشنما حروف میں رقم ہے کہ پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس پاکیزہ کلمہ کی محبت میں سرشار علماء، طلباء، عوام و خواص نے اپنے لہو سے پاک مٹی کو لالہ زار کیا لاکھوں فرزندان توحید شہید ہوئے، عزتیں قربان ہوئیں، بوڑھے بچے اور عزت مآب خواتین اسلام نے جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔

بالآخر مسلمانان وطن عزیز کی اس دن خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی جب 14 اگست 1947ء کے دن قائدین تحریک پاکستان اور لاکھوں مسلمانان پاکستان کی موجودگی میں حضرت تھانویؒ کے روحانی فرزند حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سابق استاذ الحدیث دار العلوم دیوبند نے کراچی میں اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے ڈھاکہ میں اپنے مبارک ہاتھوں سے پاکستان کا سبز ہلالی پرچم بلند کر کے پاکستان کی آزادی کا مژدہ سنایا۔

قیام پاکستان کا مقصد ایک ایسی اسلامی ماڈل ریاست کا قیام تھا جہاں بندوں کی بجائے خالق کائنات کا دیا ہوا نظام نافذ کیا جائے گا جس نے زمین کو امن و عافیت سے بھر دیا تھا۔ چنانچہ یہ ایک ناقابل انکار تاریخی حقیقت ہے کہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے بعد خالص اسلام کے زیر سایہ زندگی گزارنے کے جذبہ سے سرشار مسلمانوں نے ہند سے پاکستان کی طرف ہجرت کی ہے۔ گویا اسلامی تاریخ میں محض اسلام اور ایمان کے تحفظ کیلئے کی جانے والی یہ دوسری ہجرت ہے۔

قیام پاکستان کے بعد پاکستانی مسلم قوم نے بجا طور پر اپنے بزرگوں کے ورثہ اور قومی سرمایہ کی حفاظت کی اگرچہ اس قربانی کے عوض سینوں پر بھاری پتھر اور زہر کے پیالے ہی کیوں نہ نوش کرنا پڑے۔ ارباب علم و دانش اچھی طرح جانتے ہیں کہ مسلمان قوم نے مذہب کے نام پر خون ریزی، سیاسی قوت کا مظاہرہ، مذہبی منافرت پھیلانے کے مختلف حربے برداشت کئے۔ باوجودیکہ شیعہ سنی اختلاف اصولی یعنی عقائد و نظریات کا ہے کہ سنی جس قرآن کو تحریف سے پاک بالکل حق اور درست

جانتے ہیں شیعہ اس کا انکار کرتے ہیں، سنی انبیاءؑ کے بعد کسی کو معصوم نہیں کہتے شیعہ انبیاء کے بعد اپنے مزعومہ ۱۲ اماموں کو معصوم مانتے ہیں اور عقیدہ امامت کی پاداش میں عقیدہ ختم نبوت کو نہیں مانتے وغیرہ۔ مگر یہ سب کچھ برداشت کیا، اہل اسلام کے گھروں، بازاروں، محلوں اور مسجدوں کے سامنے محرم کے جلوس، نوحہ خوانی اور مجالس کا بازار گرم رہا۔ محرم کے پورے دس دن اور محرم کے بعد سوئم، چالیسواں وغیرہ کے نام پر مذہب اسلام کو جس روپ میں پیش کیا جاتا رہا وہ ایک مضحکہ خیز کہانی ہے۔ پھر مجلسوں میں خاندان رسول پر جو رکیک حملے ہوئے یقیناً وہ کسی بھی غیور مسلمان کے لیے قابل برداشت نہ تھے۔ مگر حضرت تھانویؒ، علامہ اقبالؒ، بانی پاکستان محمد علی جناح کی اس عظیم وراثت کی حفاظت کیلئے وطن عزیز کے بیٹوں نے نہ صرف مذہبی عدم رواداری اور ناروا سلوک کو برداشت کیا بلکہ پہاڑ جتنے کلیجے اور اعلیٰ ظرفی کی ناقابل فراموش تاریخ رقم کرتے ہوئے پاک مٹی کے باسیوں کی ہر جائز و ناجائز رسم پوری کرنے کی کھلی اجازت دی۔

محترم قارئین ہمارا وطن پاکستان ایک ہنستے مسکراتے گھرانے کی طرح پیار و محبت سے زندگی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ اگرچہ گھریلو معمولی اختلافات کی طرح کوئی اکادکا نامناسب واقعات رونما ہو جاتے تھے مگر مجموعی طور پر گویا یہ گھرانہ خوشحالی اور زندگی کے خوبصورت دن گزار رہا تھا۔ کہ اسی اثناء میں پڑوس ملک میں اسلام کے نام پر 1979ء کا ایک انقلاب رونما ہوا (جس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا) جس میں شاہی دور زوال پذیر ہوگیا اور ایک خاص نظریہ کے حامل طبقہ نے اقتدار سنبھال لیا۔ بس اس انقلابی نظریہ کے حامل حکومت کا معرض وجود میں آنا تھا کہ پوری اسلامی دنیا کی طرح وطن عزیز کی مذہبی فضا خطرناک حد تک خراب ہوگئی چنانچہ 1979ء کے اس انقلاب کے بعد وطن عزیز میں اس انقلاب کے بانی نے ہدایات جاری فرمائیں، اور ایک جماعت تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے نام سے معرض وجود میں آگئی۔ جس نے مذہبی منافرت کو ہوا دیتے ہوئے اپنی فقہ کا نفاذ اسلامیات کی علیحدگی، زکوٰۃ سے انکار وغیرہ جیسے اسلام دشمن مطالبات منوانے کی زبردست تحریک شروع کر دی۔ اس تحریک سے خاص طور پر یہ تاثر ابھر کر سامنے آیا کہ سنی اور شیعہ دو الگ الگ اسلام ہیں۔ دونوں کا کلمہ، اذان، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح، طلاق وغیرہ الغرض زندگی کے تمام دینی معاملات بالکل جداگانہ حیثیت کے حامل ہیں۔

بین الاقوامی اصول کے تحت ہر شخص کو اس مذہبی اختلاف کے باوجود اپنے مطالبات ارباب اختیار کے سامنے پیش کرنے کا حق حاصل ہے۔ چنانچہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ دائرہ قانون میں رہ کر ملکی مفاد پر حملہ آور ہوئے بغیر ایسا کرتی تو کسی کو دکھ نہ ہوتا مگر اس وقت صورتحال باسیان وطن کے لئے انتہائی اذیت ناک بن گئی جب کہ جلاؤ، گھیراؤ، قبضہ، لوٹ مار اور مار دھاڑ کا بازار گرم ہوگیا۔ پارلیمنٹ پر قبضہ، کوئٹہ میں قاتلانہ حملے کھلے عام جنگ حتیٰ کہ مردوں کا قتل اور مسلمان خواتین کے پستانوں تک کو کاٹ دینا وطن کے محافظ پولیس والوں کو قتل کے بعد وردیوں سمیت توہین آمیز حرکات کرتے ہوئے انہیں درختوں سے لٹکا دینا اور پھر بم دھماکے اور قتل و غارت کے ذریعے ملکی استحکام کو بدترین نقصان پہنچایا جانے لگا۔

وطن عزیز کے معزز منصب کے عہدہ پر فائز شخص کو کھلے عام منافق، شیطان کہا جانے لگا۔ حتیٰ کہ مخالف جرنلوں اور عہدوں پر فائز اہم شخصیات کو برملا دھمکیاں دی جانے لگیں۔ بالآخر قتل کئے جانے لگے۔ اور اندرونِ خانہ ملکی و بیرونی

اشاروں اور دھمکیوں پر اپنے ہی عقائد کے حامل لوگوں کو کلیدی عہدوں پر مقرر کرایا جانے لگا۔ اسلحہ کی کھلے عام نمائش کی جانے لگی۔ انقلابی حکومت کے وطن عزیز میں موجود سفیر کھلے عام مخالفین کو قتل کرنے کی منصوبہ بندیاں کرنے لگے اور اپنے انقلاب کو بزور بازو وطن عزیز میں برآمد کرنے کی پوری پوری منصوبہ بندی کر لی گئی۔

یہ وہ حالات تھے جو پڑوسی ملک کے انقلاب نے وطن عزیز میں پیدا کر دیئے حتیٰ کہ وطن عزیز محبان وطن کے ہاتھوں سے سرکتا ہوا صاف دکھائی دینے لگا۔ ان حالات میں پاک مٹی کے محافظ جان کو ہتھیلی پر رکھ کر میدان کارزار میں اترے۔ ملک دشمن عناصر کے خلاف چلّانے اور غافل قوم کو بیدار کرنے لگے۔ ان کی درد بھری صداؤں اور آہوں نے گویا آسمان سر پر اٹھالیا۔ وہ ماضی و حال کے واقعات سے بخوبی اندازہ لگا چکے تھے کہ اگر قوم یوں ان دھوکہ بازوں کے دام فریب سے نہ نکل سکی، غفلت کی نیند سوئی رہی تو آزاد وطن کا مہکتا چمن اہل اسلام کے خون سے لالہ زار بن جائے گا اور ایک بار پھر وطن عزیز کو آزادی حاصل کرنے کیلئے ایک طویل قربانی دینا پڑے گی جن کے دل پاک وطن کی مٹی سے والہانہ محبت اور انتہائی عقیدت رکھتے تھے وہ ماضی کے دریچے میں پڑوسی ملک کے انقلابی سفر کا بخوبی اور گہرا مطالعہ کر چکے تھے۔ کہ شاہ کے خلاف جو حربہ آزمایا گیا وہی حربہ پاکستان میں بھی آزمایا جانے لگا تھا جس پر یہ محبان وطن تلملا اٹھے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کی سنی نہ گئی۔ مگر وہ وطن عزیز سے وفا کر گئے کل جب تاریخ کا سربستہ راز کھلے گا اور تعصب کی گرد کچھ بیٹھ جائے گی مطلع صاف ہوگا تو ہر آنکھ دیکھ لے گی کہ کون ملک دشمن تھا اور کون آبروئے وطن پر قربان ہوا۔

معزز قارئین کرام وطن کے بیٹوں نے وطن کی آزادی پر حملہ آوروں اور وطن عزیز کی نظریاتی سرحدوں کی کھلی مخالفت کرنے والوں کے خلاف اس لئے صدا بلند کی کہ اب مسئلہ ملکی سالمیت اور شہداء و قائدین کی وراثت محفوظ رکھنے کا ہے۔ جب ان کی اس تکلیف دہ صدا پر کان نہ دھرے گئے تو یہ حضرات پھر عوام کی عدالت میں آ حاضر ہوئے اور ان کو بیدار کرنے لگے۔ ان حضرات کی انتہائی کوشش تھی کہ ارباب اختیار ملکی سالمیت پر حملہ آوروں کی چالوں سے کسی طرح واقف ہوسکیں۔ اس مقصد کیلئے وہ ایوان اقتدار تک رسائی کیلئے قومی اسمبلی کے امیدوار کے طور پر سامنے آئے۔ عوام سے لیکر عدلیہ انتظامیہ پارلیمنٹ اور پھر اصحاب اقتدار کے دروازوں تک دستک دی۔ حوصلہ اور امید کی کئی کرنیں نظر بھی آنے لگیں۔ مگر پھر غیبی طاقتیں اپنے ہاتھ کی صفائی دکھاتی رہیں اور یوں وطن عزیز کے اہم ترین مسائل کا حل تلاش کرنے سے گریز کیا جاتا رہا۔ اہلسنت والجماعت کی طرف سے قیام امن کی ہر طرح کی کاوشیں کی جاتی رہیں تاکہ ملک دشمن عناصر بے نقاب کئے جاسکیں اور حقیقت حال سے ارباب اقتدار کو باخبر کیا جاسکے۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے تاریخی دستاویز کے نام سے ایک عکسی مجموعہ تیار کر کے ارباب اختیار کے سامنے پیش کیا کہ وہ انقلاب جو وطن عزیز میں برآمد کرنے کی عام کوششیں کی جارہی ہیں اس انقلاب کے خدوخال کیا ہیں اور ایسا مذہب وطن عزیز کی بربادی میں کس قدر خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ اس دستاویز کو دیکھنے والوں میں کچھ وہ بھی ہیں جنہوں نے یہ کچھ جان کر آنکھوں پر ضبط نہ کر سکے اور آنسو بہہ نکلے مگر پھر نہ جانے وہ کس مصلحت کا شکار ہو کر چپ سادھ بیٹھے۔ کتاب تاریخی دستاویز کی اشاعت کے بعد گمراہ کن

پروپیگنڈہ اور روایتی طرز تقیہ اختیار کرتے ہوئے پڑوسی ملک کے انقلابی پروردہ نے اس کتاب کا جواب دینے کی کوشش کی اگرچہ دونوں کتب کو سامنے رکھ کر جائزہ لینے والا بخوبی جھوٹ سچ میں امتیاز کرسکتا ہے اور شاید اسی وجہ سے اکابرین اہلسنت و الجماعت نے اس کتاب کا جواب دینے کی ضرورت نہیں سمجھی مگر راقم طالب علم کا خیال ہے کہ دھوکہ بازی اور جھوٹ کو بے نقاب نہ کرنا اپنی قوم کے ساتھ وفا نہیں۔ ممکن ہے کہ کچھ کم علم یا صرف اکیلی رافضی دستاویز کو پڑھ کر کوئی ان کے دام فریب میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اسلئے مناسب خیال کیا گیا ہے کہ اس کتاب کا جواب لکھ کر جھوٹ اور تقیہ کی چادر کو تار تار کر دیا جائے تاکہ کوئی فریب کھانے والا بارگاہ رب العالمین میں شکوہ نہ کر سکے کہ حق بات سے ہمیں آگاہ نہ کیا گیا تھا۔

چنانچہ شیعہ تصنیف تحقیقی دستاویز کی دھوکہ بازی سے ارباب اختیار، بہی خواہان وطن عزیز اور ملت اسلامیہ کو آگاہ کرنے کیلئے یہ آئینہ حاضر ہے۔

ہم باسیان وطن عزیز کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ پڑوسی ملک اپنا مذہبی انقلاب وطن عزیز میں برآمد کرنے کیلئے مسلسل مذہبی فسادات کروا رہا ہے۔ تاکہ وطن عزیز کو کمزور ریاست میں تبدیل کر کے یہاں اپنے مطلب کی حکومت قائم کر سکے اور پھر بزور شمشیر قلعہ موسیٰ (جو کہ شارجہ کا حصہ تھا اور ایران نے بزور بازو 1993ء میں اس پر قبضہ کرلیا) کی طرح یہاں پر بھی تسلط قائم کرلیا جائے (خدا نہ کرے وہ برا وقت باسیان وطن عزیز کو دیکھنا پڑے)۔

ارباب اختیار کی خدمت میں دردمندانہ گزارش ہے کہ ارض پاک کی حفاظت و سالمیت ہم سب کی ضرورت اور جان سے زیادہ محبوب ہے لہٰذا ملکی مفاد کے خلاف مذہب کے لباس میں جارحانہ اقدامات کا فوری سد باب کیا جائے۔ محض زبانی جمع خرچ اور حب الوطنی کے نعرے کافی نہیں بلکہ اندرونی و بیرونی سفارشات وغیرہ سے بالاتر ہو کر وطن دشمنوں کا محاسبہ کیا جائے۔ غیر ملکی آلہ کاروں کی ملک دشمن سیاسی و مذہبی کاروائیوں سے پاک وطن کی گلوخلاصی کروائی جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم سب کو وہ برا وقت دیکھنا پڑے جب کہ غلامی کا طوق ہمارے گلے میں پڑ چکا ہو اور اپنی زمین سے غداری کرنے کی سزا میں قید ہو کر زنجیر ہلاتے ایام زندگی گننے لگیں۔ ہم اپنے رب کے حضور اپنے وطن کی سالمیت، حفاظت اور درازی عمر کیلئے دست بدعا ہیں۔ مالک کریم بصیرت و بصارت کی روشنی سے مالا مال فرما کر دوست دشمن میں پہچان نصیب فرمائے۔ حق جاننے ماننے اور عمل میں لانے کی سعادت سے مالا مال فرمائے۔ عالمی سامراج ملت اسلامیہ کیلئے آستین کے سانپ اور ملک کے ازلی دشمنوں سے اللہ کریم وطن عزیز کے ہر ذرہ خاک کو محفوظ و مامون رکھے۔ (آمین یا ربنا)

حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل نعم المولی و نعم النصیر

احقر الانام

ابو الحسنین ہزاروی



کچھ تاریخی دستاویز کے بارے میں

سچ بولنا اور سچی گواہی پر قائم رہنا مسلمانوں کا شعار ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور محسن انسانیت ﷺ کی مبارک تعلیم ہے۔ اس کے برعکس شیعہ قوم تقیہ (دین چھپانا) کو نہ صرف لازم اور اپنے لئے واجب جانتی ہے بلکہ امام جعفر صادق کی روایت "لا دین لمن لا تقیة له" (کافی) کے پیش نظر تقیہ نہ کرنے والوں کو بے ایمان بتاتی ہے۔ تقیہ ایسا خطرناک حربہ ہے جس کی موجودگی میں شیعہ قوم کو جاننا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ چنانچہ جب کبھی شیعہ مذہب سے کسی کو کچھ واقفیت ہوئی ہے تو وہ ڈبل مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔ ایک تو شیعہ کی بدترین چالوں سے بچنے کے لئے کئی طرح کی پریشانیاں اور دوسرا اپنوں ہی کی زبان درازیوں کا شکار ہونا۔ چنانچہ اپنی قوم کو رافضی قوم کی چالوں سے آگاہ کرنے کی جب کبھی کوشش کرتا ہے تو اپنے ہی مسلمان بھائی اس پر چڑھ دوڑتے ہیں کہ تم جھوٹ بولتے ہو شیعہ تو ایسے نہیں کہتے۔ ہم نے خود شیعوں سے پوچھا ہے وہ تو خود کہتے ہیں کہ ہم اسی قرآن کو مانتے ہیں، صحابہ کو مانتے ہیں، امہات المومنین کو مانتے ہیں وغیرہ۔ اب یہ بیچارہ جرم حق گوئی کی سزا پاتا ہے بلاشبہ شیعہ حضرات تقیہ کے خرمن سے ایسی ہی گولہ باری کرتے ہیں جس کی تاب نہ لا کر بے شمار مسلمان دھوکہ دہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

پاکستان میں بھی ایرانی انقلاب برپا کرنے کی اندھا دھند تیاری ہونے لگی تو محبان وطن نے قوم کو بیدار کرنا چاہا مگر جب کبھی کوئی مسلمان شیعہ مہربانوں سے سوال کرتا تو وہ تقیہ کے خوبصورت غلاف میں جھوٹ کا گند ڈال کر سائل کے ہاتھوں تھما دیتے۔ یوں وہ سائل حق گوئی اور حب الوطنی کو دشمنی اور فساد جاننے لگتا اور شیعہ کی "مسلمانی" کا تہہ دل سے معترف ہوتا۔

اس صورتحال سے محبان وطن، علمائے امت بے حد پریشان تھے کہ اس کا کیا حل تلاش کیا جائے۔ یہاں تک کہ علام الغیوب نے یاوری فرمائی اور محبّ وطن پاسبان ملت محسن وطن عزیز عالم دین حضرت مولانا علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے شیعہ کی اصل کتابوں کا عکس لے کر دو سو سے زائد کتابوں سے سینکڑوں حوالوں پر مشتمل ایک مجموعہ تاریخی دستاویز کے نام سے مرتب فرما کر وطن عزیز کے حکام کو تھما دیا۔ ظاہر بات ہے کسی بھی قوم کا مذہب اس کی مذہبی تعلیم پر مشتمل کتابوں سے ہی معلوم ہو سکتا ہے۔ دنیا کے کسی مذہب کا اصول تو ہرگز یہ نہیں کہ مذہبی کتابوں میں جو عقیدہ لکھا گیا ہو اس مذہب کے پیروکاروں کا عقیدہ لکھے ہوئے عقیدے کے برعکس ہو۔ چنانچہ تاریخی دستاویز ایک ایسا زبردست اور کامیاب ترین اقدام تھا جس نے خرمن تقیہ کو سرعام نذر آتش کر دیا اور ملت اسلامیہ کے زعماء وبہی خواہ سر پکڑ کر بیٹھ گئے کہ ہم کیا جانتے تھے اور یہ کیا نکلا۔

تاریخی دستاویز نے شیعہ نظریات سے وہ نقاب اتار پھینکا جو سالہا سال تک شیعہ قوم کی نظریاتی سلطنت پر پڑا ہوا تھا۔ شاید مذہب کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہو کہ کسی مذہب کی کتابوں کے اصل عکس جمع کر کے اس مذہب کا اصلی روپ بے نقاب کیا گیا ہو۔ چنانچہ تقیہ کی آڑ لے کر جو روافض یہ کہتے ہیں کہ ہم تو قرآن کو مانتے ہیں انکے سامنے انکی اصل الاصول اور بنیادی ماخذ کتاب اصول کافی ایران سے چھپی ہوئی اور پاکستان میں اردو ترجمہ کیا ہوا کا عکس پیش کر کے انکی قرآن پر بد اعتقادی اور انکار پر مشتمل تحریر پیش کر دی گئی اور پھر ایک دو نہیں دسیوں کتب سے پے در پے کئی حوالے پیش کئے گئے جس میں شیعہ مجتہدوں اماموں اور آیت اللہ وغیرہ مقتداؤں کی تحریریں تھیں کہ قرآن پاک مکمل دنیا میں سوا امام مہدی کے کسی کے پاس نہیں ہے اور وہ بھی ابھی غار میں ہے اس کی سترہ ہزار آیات ہیں۔ یہ قرآن شراب خوار خلفاء کی خاطر بدل دیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ جب تاریخی دستاویز کے یہ عکسی حوالے منظر عام پر آئے اور ایک ذمہ دار اجلاس میں پیش کیے گئے تو شرکائے اجلاس چونک اٹھے، تعجب وحیرت میں ڈوب گئے اور وقت کے وفاقی وزیر برائے مذہبی امور نے علی الاعلان اعتراف کیا کہ واقعی یہ کتب گندے عقیدوں پر مشتمل ہیں اور اب میرا ایک ہی کام ہے کہ سپاہ صحابہ کی طرف سے پیش کی جانے والی ان کتابوں پر پابندی عائد کروا کر دم لوں گا۔

1992 کا اجلاس جس میں شیعہ مجتہد کا جھوٹ پکڑا گیا

عین اس وقت جب تاریخی دستاویز نے تقیہ کی متعفن لاش کو دفن کر دیا شیعہ زعماء کے پیروں تلے سے زمین سرکنے لگی اور پھر سے اپنی عادت شریرہ کا مظاہرہ فرماتے ہو تو یا تقیہ المدد کا نعرہ مستانہ لگاتے ہوئے کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہم ان کتابوں کو نہیں مانتے، اس پر علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید نے فرمایا اس میں تو اصول کافی جیسی کتابیں اور خمینی کا لٹریچر بھی موجود ہے تو شیعہ رہنما ریاض حسین نقوی نے کہا تحریک جعفریہ نے تو ان کو نہیں چھاپا اس پر علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی نے کھڑے ہو کر کہا یہ صحیفہ انقلاب میرے ہاتھ میں ہے اسکے پیچھے لکھا ہوا ہے شائع کردہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ۔ اس میں صحابہ کرامؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھیوں سے ایرانی فوجیوں کو افضل قرار دیا گیا ہے۔ تو پھر کیا تھا شیعہ مقتدا پر ایک ہو کا عالم طاری ہو گیا نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔ بالآخر کہنے لگے کہ جی جس وقت یہ کتاب چھپی تھی اس وقت یہ گستاخانہ عبارت ہمارے علم میں نہ تھی۔

قارئین محترم 2 جولائی 1992 کے اس اجلاس کی کاروائی اور سفارشات وزیر اعظم سیکرٹریٹ میں آج بھی نیازی کمیٹی کے نام سے موجود ہیں نیز تاریخی دستاویز کے صفحہ 31 پر اسکی تفصیلات ملاحظہ فرما سکتے ہیں ہم صرف اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ تاریخی دستاویز کی کاری ضرب کی تاب نہ لا کر شیعہ قوم جو بوکھلائی تو یہ بھی خیال نہ رہا کہ زبان سے کیا بول رہے ہیں اگر کوئی صاحب فراست ہو تو شیعہ قوم کی فریب کاری اور وفاداری جانئے کا یہ بہترین موقع ہے جب نقوی صاحب گوہر افشانی فرما رہے تھے کہ ہم ان کتابوں کو نہیں مانتے آپ اندازہ فرمائیں کہ مشکل وقت میں جو اپنے علمی سرمایہ لیۃ اللہ وں اور شریعت مداروں کی مقدس کتابوں پر یوں تھوک دیتے ہیں اور انکار کر دیتے ہیں وہ اوروں کے ساتھ کتنی وفا کریں گے حالانکہ انہیں

کتابوں میں ان کے امام خمینی کی بھی کتابیں ہیں جن کی تصویروں کو چاٹتے چاٹتے منہ کا لعاب ختم کر بیٹھتے اور جن کی ثناء خوانی میں گلے خشک کر بیٹھتے ہیں مگر جان پر پڑی تو صاف انکار کر دیا کہ ہم ان کو نہیں مانتے اگر کسی میں سوچنے کی تھوڑی سی بھی خاصیت ہو تو وہ اس واقعہ سے عبرت حاصل کر سکتا ہے۔

بہی خواہان ملت، محبان وطن اپنی بھولی قوم کو عرصہ سے آگاہ کر رہے ہیں کہ شیعہ قوم ''ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور'' کی مانند ظاہر و باطن میں زمین و آسمان کا فرق رکھتی ہے۔ وہ تقیہ کی آڑ میں ہمیشہ ملت اسلامیہ اور حکام بالا کو دھوکہ میں رکھ کر عین وقت پر ایسی ضرب لگاتے ہیں کہ عقل ٹھکانے آجاتی ہے۔ تاریخی دستاویز کے مجموعہ سے دردمندان قوم نے اپنی انتہائی کوشش کر ڈالی ہے کاش اب تو وطن عزیز کے بھولے لوگ جاگ جاتے اور دوست دشمن میں تمیز کر پاتے۔

ہمارا مقدمہ آپ کی عدالت میں

محترم قارئین تاریخی دستاویز اہل سنت والجماعت کی طرف سے آپ حضرات کی عدالت میں ایک مقدمہ ہے۔ اصول پسند عدالت ہمیشہ دعویٰ اور پھر فریقین کے دلائل اور شہادت کی روشنی میں فیصلہ کرتی ہے۔ آپ یوں خیال فرمائیے کہ آپ جج ہیں اور آپ کی عدالت میں ہم استغاثہ دائر کرتے ہیں۔ ہمارے دعویٰ پر دلائل و شہادت آپ تاریخی دستاویز میں ملاحظہ فرمائیں جب کہ جواب دعویٰ کے طور پر آپ شیعہ مرتبین کی تاریخی دستاویز کے جواب میں لکھی گئی کتاب تحقیقی دستاویز پیش نظر رکھیں اور ہماری یہ گزارشات ان غلیظ الزامات کا جواب تصور کی جائیں۔

اسلامی قضاء و عدل کا اصول رحمت عالم ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا ہے ''**الشهادة علی المدعی و الیمین علی من انکر**'' گواہ پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے اور انکار کرنے والے پر قسم ہے۔ ایک شخص مثلاً دعویٰ کرتا ہے شیعہ اثنا عشری اپنے عقائد کی روشنی میں کافر ہیں۔ اب مدعی پر لازم ہے کہ وہ اپنا یہ دعویٰ ثابت کرے یا تو مجرم اعتراف جرم کرے تو ایسی صورت میں خود بخود مدعی کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا اور اگر بالفرض مدعا علیہ اعتراف جرم نہ کرے تو پھر مدعی پر لازم ہے کہ وہ اس دعویٰ پر دلائل قائم کرے۔ شہادت کے ذریعہ اپنے دعویٰ کو محقق کرے۔ ان دلائل و شہادات پر مدعا علیہ کو حق حاصل ہے کہ وہ جرح کرے کہ مثلاً یہ شہادتیں فلاں فلاں بنا پر کمزور ہیں۔ ان شہادتوں پر عدم اعتماد کی قابل قبول وجہ بیان کرے اگر شہادت ثابت ہوگئی اور مدعا علیہ شہادت پر معقول قابل قبول جرح نہ کر سکا تو یہ دعویٰ ثابت ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

شہادت کیلئے اسلام میں کچھ قیودات محفوظ ہیں۔ مثلاً یہ کہ عام دعویٰ کیلئے دو گواہ (جن میں گواہی کی شرائط پائی جاتی ہوں) کافی ہیں۔ جب کہ اہم اور سخت معاملات میں چار گواہ مطلوب ہیں۔ جیسے زنا کا الزام ثابت کرنے کیلئے گواہی کا نصاب چار مقرر ہے۔ بطور گواہ کسی کو پیش کرنے کیلئے ایسے شخص کا انتخاب ضروری ہے جو مدعا علیہ کے ہاں معتبر ہو۔ ظاہر ہے کہ شیعہ کے خلاف اگر سنی عالم کی گواہی پیش کی جائے گی تو شیعہ اس کو قبول نہ کرے گا بلکہ یہ طریقہ الجھاؤ پیدا کرے گا البتہ اگر شیعہ کے خلاف شیعہ امام نائب امام یا مجتہد کی شہادت پیش کی جائے گی تو اِس شہادت سے انکار و اعراض کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے کیلئے وہ جن، پر اعتماد کرتا ہے اور ان کی باتوں کو قبول کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ خصومات میں

بھی وہ ان کی بات پر اعتماد کرے گا۔ اب جیسے شیعہ کے خلاف سنی کی گواہی پیش کرنا مناسب نہیں ایسے ہی شیعہ کا اپنے مقتدا و پیشوا کی گواہی کو رد کر دینا بھی بد دیانتی کی دلیل ہوگا۔

ان گزارشات کے بعد ہم عرض کرتے ہیں کہ ملت اسلامیہ یعنی سنی برادری کا یہ اعلان اور دعویٰ ہے کہ اثنا عشری شیعہ اپنے کفریہ عقائد کی بنا پر غیر مسلم ہیں۔ سنی قوم نے اس دعویٰ پر نا قابل انکار دلائل قائم کر دئے ہیں جو اپنے اس دعویٰ پر براہین و دلائل قائم کئے اور اس پر شہادات پیش کی ہیں۔ شیعہ برادری کے بس میں نہیں کہ وہ ان کو رد کر سکیں۔ چنانچہ تاریخی دستاویز کے صفحہ 52 پر شیعہ کے کفریہ عقائد اکابرین اسلام کے فتاویٰ جات شیعہ سے امت مسلمہ کا اصل اختلاف اور پھر صفحہ 131 سے لے کر تا آخر تقریباً 6 صد شہادات پیش کی گئی ہیں اس پر یہ دعویٰ بھی موجود ہے کہ ان تمام تحریرات و شہادات میں کوئی ایک کتاب بھی ایسی نہیں جو شیعہ مذہب کی نہ ہو۔ گویا تاریخی دستاویز میں موجود بصورت تحریر پیش کئے جانے والے گواہ بانگ دہل ان کفریہ عقائد کی طرف واشگاف لفظوں میں دعوت دے رہے ہیں جو شیعہ قوم کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ اربابِ نظر اِس بات کو نوٹ فرمالیں کہ ایک طرف دعویٰ اور اُس پر شہادات کا انبار لگا ہوا ہے جبکہ اس کے جواب میں شیعہ دستاویز جواب دعویٰ یا شہادت پر جرح کرنے سے مکمل باز رہی ہے البتہ یہ الزام ضرور اہل سنت پر دھرا گیا ہے کہ اس طرح کی باتیں تو سنی کتابوں میں بھی ہیں۔ الحمدللہ اہل سنت نے اس الزام کو حقیقی دستاویز میں ذرات خاک کی طرح فضاء میں اُڑا دیا ہے۔ اِس صورت حال کو سامنے رکھیے انشاء اللہ فیصلہ کرنا بہت آسان ہوگا۔

تحقیقی دستاویز کی الٹی گنگا

اب عدل و انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ جواب مرتب کرنے والے افراد جواب دعویٰ میں ملت اسلامیہ کی طرف سے کئے جانے والے دعویٰ کو رد کرتے کہ ہمارے یہ عقائد نہیں ہیں اور ان شہادات پر جرح کرتے جو ان کفریہ عقائد کی شیعہ مذہب کی طرف نسبت کو ثابت کرتی ہے۔ مثلاً جواب دعویٰ میں وہ یہ کہتے کہ یہ ہمارے عقائد ہیں یا انکار کرتے کہ یہ ہمارے عقائد نہیں ہیں۔ دوسری صورت اختیار کرتے ہوئے پھر وہ تاریخی دستاویز میں موجود کتب یا مصنفین یا حوالہ جات پر اعتراض کرتے کہ مثلاً یہ کتابیں ہماری نہیں۔ بلکہ غیر شیعہ مصنفین کی ہیں۔ وہ یہ عذر بھی کر سکتے تھے کہ یہ اور اس طرح کی دوسری کتابیں جن میں ان کفریہ عقائد کی حمایت اور دعوت کا ثبوت پایا جاتا ہے دراصل یہ یہودیوں، عیسائیوں، قادیانیوں یا بھارتی ایجنٹوں کی تصنیفات ہیں جو انہوں نے شیعہ مذہب کو بدنام کرنے اور پوری ملت اسلامیہ سے ان کو جدا کرنے اور لڑانے کے لئے تحریر کی ہیں یا یہ کہتے کہ ان مذکورہ کتابوں کے محررین و مصنفین امریکی اسرائیلی یا بھارتی ایجنٹ ہیں جنہوں نے ہمارے مذہب شیعہ کو عوام الناس اور مسلمان برادری میں بدنام کرنے کیلئے تحریر کی ہیں۔ محترم حضرات شیعہ کرم فرماؤں کیلئے اس طرح کے عذر کرنا بالکل دشوار نہیں ہے۔ آج کل حالات پر نظر رکھنے والا ہر مسلمان بخوبی جانتا ہے کہ ہمارے کرم فرما اکثر و بیشتر شیعہ ایجنڈے سے روگردانی کرنے والے حاکم، عالم، مقرر و مصنف وغیرہ کو ایسے تمغے بالکل مفت عنایت فرماتے رہتے ہیں ان کے نزدیک صرف اثناء عشری ہی پکا مومن اور جنتی ہے باقی اسلام کے دعویٰ دار مدینہ منورہ کے ہوں یا مکہ مکرمہ

کے بغداد کے ہوں یا پاکستان کے جہاں بھی وہ بستے ہوں اور عملی طور پر جتنے بھی زاہد و عابد ہوں ان کا اسلام امریکی اسلام ہے۔ حقیقی اسلام صرف ایران کے اسسٹنٹ امام خمینی کے پاس ہے اور بس۔ شیعہ کرم فرماؤں کے لیے ایک صورت یہ بھی تھی کہ دستاویز کا جواب لکھنے والے مہربان ان حوالوں پر جرح کرتے کہ یہ حوالے درست نقل نہیں کئے گئے جن کتابوں کی طرف یہ حوالے منسوب کئے گئے ہیں ان میں تو سرے سے ہی یہ صفحہ یا عبارت موجود نہیں وغیرہ۔

کسی کتاب کا جواب لکھنے کیلئے بنیادی طور پر اہم پہلو یہی ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً

1- دلائل دعویٰ کے مطابق نہیں
2- عبارات کا ترجمہ درست نہیں
3- عبارات اس کتاب سے نہیں جس کی طرف منسوب کی گئی ہیں
4- حوالہ غلط ہے جس میں صفحہ جات کی صحت پر جرح ہو
5- کتاب ہماری نہیں
6- معتبر نہیں
7- مصنف قابل قبول نہیں وغیرہ

اور یہ بات تو ثابت ہے کہ جواب اسی کا لکھا جاتا ہے جس کو آدمی درست نہ سمجھتا ہو۔

مگر محترم قارئین شاباش ہے مرتبین تحقیقی دستاویز کو کہ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بھی وہ نہ کسی کتاب پر جرح کر سکے کہ یہ کتاب سنیوں کی ہے شیعوں کی طرف اس کی نسبت ہی غلط ہے۔ حالانکہ تاریخی دستاویز کے مصنف نے جناب خامنہ ای ایرانی صدر کے نام خط میں یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ اس مجموعہ کی جملہ کتب شیعہ مذہب کے ہاں مسلمہ حقیقت کی حامل ہیں لہذا شیعہ مرتبین تحقیقی دستاویز کیلئے بالکل آسان کام تھا کہ وہ تاریخی دستاویز میں پیش کی جانے والی کتابوں پر جرح کر کے تاریخی دستاویز کے دعویٰ کو ہوا میں اڑا دیتے۔ یوں ان کا کام بہت آسان ہو جاتا مگر اس دعویٰ پر پوری تحقیقی دستاویز میں حرف غلط کی طرح کوئی لب کشائی نہیں کی جا سکی۔ یوں تاریخی دستاویز نے دیانت داری اور حوالہ جات کی نقل میں امانت وصداقت کا لوہا اپنے دشمن سے منوالیا ہے۔

اسی طرح کتاب کے مصنف اور حوالہ کے نقل پر بھی اعتراض کی جرات نہ ہو سکی باقی ترجمہ یا صفحہ کا جھگڑا تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ان معاملات میں تاریخی دستاویز کا دیانتدار مصنف پوری طرح تصرف کرنے سے باز رہا ہے۔ محض سہولت کیلئے سرخی اور عنوان قائم کیا گیا ہے جو اصل زبان سے ناواقف کی ایک طرح سے رہنمائی ہے۔ تاکہ وہ کتاب کا اصل صفحہ دیکھ کر تسلی کرے۔ ہمارے معزز قارئین عدل و انصاف کا تقاضا تھا کہ شیعہ برادری اپنے اوپر عائد شدہ اس الزام اور اس الزام پر قائم شدہ شہادات و دلائل کو رد کرتی تاکہ عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے والا شخص استغاثہ کی کمزوری، دلائل کا وزن شہادتوں کا پس منظر وغیرہ سامنے رکھ کر فیصلہ کرتا مگر آپ یقین جانئے شیعہ مرتبین کا قلم ان براہین کو رد کرنے میں بانجھ ہو

گیا۔ ایسے چپ لگ گئی جیسے اسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ وہ تاریخی دستاویز کی ضرب کاری کی تاب نہ لاکر دبک کر رہ گیا۔

شیعہ دستاویز کی بوکھلاہٹ اور تاریخی دستاویز کے تاریخی براہین

حضرات ان دونوں کتابوں کا جائزہ لینے والا تحقیقی دستاویز کی لڑکھڑاہٹ سے ہی پتے کی بات پالیتا ہے کہ کس طرح شیعہ مرتبین کا قلم اپنے ہی جگر کا خون چاٹنے پر مجبور ہوگیا ہے اور دوسری طرف تاریخی دستاویز کے واشگاف براہین اور سورج کی کرنوں کی طرح روشن کرنے والا دعویٰ کس صفائی اور سادگی کے ساتھ ملت اسلامیہ کے زعماء واکابرین نے اپنے پرائے ہر ایک کے سامنے رکھ دیا ہے۔ اس سے ہر قاری کتاب دن ورات کا فرق بڑی آسانی سے سمجھ لے گا۔ قلم کاران ملت شیعہ کا البتہ یہ کارنامہ فراموش کر دینا ہمارے بس میں بھی نہیں کہ دھوکہ دینے میں یہ کوفہ کے شیعان علی سے بھی دو ہاتھ آگے نکل گئے ہیں۔ یوں کہیئے ان مہربانوں نے کوڑ تمے کا خربوزہ ہونا ایسی خوبی وصفائی سے بیان کیا کہ عقل والوں کو بھی اس کوڑ تمہ کے خربوزہ ہونے میں کلام نہ رہا۔ تقیہ ایک مقدس فرض ہے اس سے راہ فرار اختیار کرنا شیعہ برادری کیلئے تو ممکن نہیں۔ مگر اس فن کا استعمال بھی فنکاروں کو ہی آتا ہے۔ اب بھلا کون زہر کو چینی بنا کر بازار میں فروخت کرسکتا ہے۔ ہاں یہ فن شیعہ برادری کے گھر کی لونڈی ہے۔ ”لکل فن رجال“

چنانچہ ایک ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل تحقیقی دستاویز میں نہ حوالوں پر اعتراض نہ کتابوں پر جرح، نہ دعویٰ کے اوپر دلائل۔ اگر ہے تو فلاں دہشت گرد ہے اور فلاں بنیاد پرست ہے اور نیزوں کی انیوں کے سامنے جسم پیش کرنے اور تیروں کی نوکوں کے سامنے اپنے سینے حاضر کرنے کی داستانیں ہیں (صفحہ 15) اب بھلا بندہ پوچھے نیزوں اور تیروں کی دھمکیاں سنانا اور تلواروں کی باڑوں پر گردنیں رکھنا بھلا کونسا امن قائم کرے گا اور اس سے کون سا اسلام اور مومن ہونا ثابت ہوگا۔ کیا اپنے مذہب کی حقیقت ثابت کرنے کا طریقہ یہی نیزے تلواریں اور تیروں کا کاروبار کرنا ہے اور وطن عزیز میں امن قائم کرنے کا یہی فلسفہ ہے۔

شیعہ ملت کا رویہ اور اُن کا گمراہ کن پروپیگنڈا

محترم قارئین آپ بھی ذرا اس کتاب کا صفحہ 15 کھول کر پڑھیں تاکہ پتہ چلے کہ پوری تاریخ اسلام میں کیسے شیعہ قوم ہر دور میں مسلمان خلافت سے ٹکراتی اور ملتِ اسلامیہ کو کمزور کرتی رہی ہے۔ بہر حال تحقیقی دستاویز کا مواد اسی طرح کی نوازشات سے مرکب ہے۔ اور تو اور وہ تمام گند جو نجس عقائد کی صورت میں شیعہ قوم نے پالا پوسا اور جنم دیا تھا سب اٹھا کر اہل سنت والجماعت کی مسجد میں ڈال دیا کہ ہم نہیں اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ کی بے ادب جماعت، رسول اللہ ﷺ کی توہین کی مرتکب، صحابہ رضوان اللہ علیہم کے مخالف، اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے گستاخ ہیں وغیرہ۔ الغرض عنوان لگا کر وہ تمام گند ہمارے کھاتے میں ڈال دیا جو ان کی غلاظت ونجاست سے مولود ہوا اور پروان چڑھا تھا۔ ہم اس جرات و ہمت پر حیران ہیں کہ بھلا جن لوگوں نے زندگی بھر ناموس رسالت کی پہرے داری کی ہو، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت میں جانیں قربان کی ہوں، اہل بیت پاک وآل رسول ﷺ کی محبت میں پروان چڑھے ہوں، زندگیاں قرآن کریم

کی خدمت، تعلیم وتدریس میں کھپا دی ہوں وہ بھی اگر شیعہ عقائد کی طرح گستاخ رسول ﷺ، گستاخ صحابہؓ ہیں تو دنیا میں مسلمان کون ہوگا؟

اہل السنہ والجماعہ ہر گندے عقیدے سے بے زار ہے

محترم حضرات قارئین تاریخی دستاویز کے جواب میں شیعہ اپنے کفریہ عقائد کا انکار نہیں کر سکا اور کر بھی کیسے سکتا ہے کہ انہی کافرانہ عقائد کی بنا پر یہ فرقہ معرض وجود میں آیا۔ اب جب شیعہ قوم نے اپنا گند ہمارے اوپر انڈیل دیا تو ہم برملا اعلان کرتے ہیں کہ شیعہ اسلام دشمنوں نے جو کفریہ عقائد ہماری طرف منسوب کیے ہیں حاشا وکلا وہ عقائد ہمارے نہیں ہیں۔ ہمارا عقیدہ وعمل محبوب کائنات ﷺ کے مبارک فرمودات کی روشنی میں قائم ہے۔ ہم ہر کفر عقیدے سے بری ہیں جس کی کوئی سند اللہ تعالیٰ نے نہیں اتاری۔ ہم ان شاء اللہ تحقیقی دستاویز کے دجل وتقیہ سے پردہ اٹھا دیں گے۔ واضح کریں گے کہ آل رسول ﷺ کے نام پر دجل وفریب کے تاجروں نے سادہ لوحوں کو کیسے گمراہ کیا۔ اپنی، قادیانیوں اور خارجیوں وغیرہ کی کتابوں کو ہمارے کھاتے میں ڈالا اور پھر خوب شور مچایا کہ ہم نے یہ کرتوت نہیں کیے بلکہ یہ تو تمام کیا دھرا سنی برادری کا ہے۔ جواباً عرض ہے کہ ہم قوم کی آنکھوں پر پٹی باندھنے اور راہ حق سے گمراہ کرنے کی راہ نہیں چلتے۔ اندھیروں میں بھٹکنے والوں کا ہاتھ تھام کر انعام یافتہ بندگان حق کی راہ لگاتے ہیں۔ اس لئے تحقیقی دستاویز کے قلم کاروں کی طرح چیلنج کی حقیقت کے نام سے دھوکہ نہیں دیں گے جس کی تفصیل اپنے مقام پر ملاحظہ فرما سکیں گے۔ بلکہ ہم کتاب میں دیئے گئے ہر حوالہ کا نمبروار ایسا پوسٹ مارٹم کریں گے کہ شیعہ محرروں کی سات پشتیں یاد رکھیں گی۔

ہم ایک دو حوالے لے کر کیچڑ اچھالنے اور منہ زوری دکھانے کو خلاف دیانت جانتے ہیں۔ اس لئے ہر حوالہ کا نمبروار جواب اپنی جگہ پر آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ

سردست اتنا عرض کرتے ہیں الحمد للہ ہمارا کوئی عقیدہ خرافات پر مبنی نہیں بلکہ ہمارا ہر عقیدہ ایسے براہین قاطعہ پر مبنی ہے جس کو جھٹلانا عنقاء کا وجود ثابت کرنے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔

یہ شیعہ برادری کی چابک دستی ہے کہ انہوں نے ہدیۃ المہدی جیسی گمراہ کن کتاب کہ جس کے سرورق یعنی ٹائٹل پر شیعہ برادری کا مونوگرام صاحب الزمان صاف لفظوں میں لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح کی کئی کتب جو شیعہ مصنفوں نے رقم کیں وہ سنی برادری کے کھاتے میں ڈال دی گئی ہیں۔ جن کی تفصیل اپنے موقع پر آیا چاہتی ہے۔

اب آپ پر فرض ہوگا کہ دونوں کتابوں کا جائزہ لے کر اور ہماری معروضات کو ٹھنڈے دل سے ملاحظہ فرما کر انصاف فرمائیں کہ اب بھی ہمارا دعویٰ محض تعصب پر مبنی ہے؟ ہم پرامید ہیں کہ آپ انصاف سے کام لیتے ہوئے حق کا ساتھ دیں گے۔

''وضاحت'' کی وضاحت

تحقیقی دستاویز کے صفحہ 8 پر مؤلفین نے وضاحت کی ہے کہ انہوں نے اکابرین سپاہ صحابہ کی بنیادی کتب ''صحاح ستہ'' کے سرورق اور متعلقہ صفحات کے عکس دیئے ہیں۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ اس مقام پر ''ایک وضاحت'' سے زیادہ موزوں

جملہ ایک دھوکہ بنتا ہے کہ مرتبین نے عالم اسلام کو دھوکہ دیتے ہوئے سپاہ صحابہؓ (جو ایک جماعت کا نام ہے) کو ایک مذہب کے روپ میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ یوں تو کتاب کا ہر ورق تقیہ کی چادر میں چھپایا گیا ہے اور سنی برادری کو دھوکہ دینے کی بھرپور جسارت کی گئی ہے۔ مگر یہاں خاص طور پر تفرقہ اور عالم اسلام کے مسلمانوں کو کئی حصوں میں تقسیم شدہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس سے رافضی قلمکاروں کا مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ شیعہ کے کفر کا اعلان صرف سپاہ صحابہؓ ہی کرتی ہے جو خود ایک الگ فرقہ ہے:

جب کہ حقیقت یہ ہے:

1- سپاہ صحابہؓ ایک جماعت ہے جس کی بنیاد ستمبر 1986ء میں رکھی گئی۔

2- اِس جماعت کا مشن کسی نئے مذہب کی بنیاد رکھنا نہیں ہے بلکہ یہودیوں کے جاسوسی مشن اور اُن کے آلہ کاروں اور اہل کاروں سے امت کو آگاہ کرنا ہے کہ بعض سادہ لوح یا فریب خوردہ لوگ جن کو مؤمن خیال کر رہے ہیں وہ درحقیقت تمہارے دشمنوں کے جاسوس ہیں۔

3- شیعہ محررین نے جو کتابیں درج کی ہیں جیسے بخاری مسلم وغیرہ وہ کتابیں جماعت بلکہ بانیان جماعت کی پیدائش سے پہلے کی تحریر شدہ ہیں۔

4- ان کتابوں میں اہلسنت والجماعت کے صرف حنفی حضرات کی ہی کتب نہیں بلکہ شافعی، مالکی اور حنبلی حضرات کی کتب بھی شامل ہیں۔

5- مؤلفین تحقیقی دستاویز کا یہ جملہ انتہائی دجل پر مبنی ہے کہ ''جن پر دیوبند مکتبہ فکر کی عمارت کا انحصار ہے''۔

(تحقیقی دستاویز ص ۸)

اوّل اس لئے کہ مذکورہ بالا کتب پوری ملت اسلامیہ کی ہیں جن میں حنفی، حنبلی، شافعی، مالکی تمام اہلسنت شامل ہیں۔ لہٰذا صرف دیوبندی یا حنفی نہیں بلکہ پوری مسلم برادری کیلئے یہ کتب قابل تعظیم ہیں۔ صرف دیوبند کا لفظ بول کر مؤلفین نے دھوکہ سے کام لیا ہے۔ ثانیاً اہلسنت برادری خواہ اکابرین دیوبند علمائے احناف ہوں یا شوافع یا حنابلہ اور مالکیہ ان کی ایمانی عمارت میں اساس اور بنیاد کتاب اللہ یعنی قرآن پاک ہے۔ جیسے شیعہ برادری کیلئے تقیہ، متعہ محبوب و مرغوب چیزیں ہیں۔ اور ان پر ان کو ناز ہے۔ اہل سنت والجماعت کو اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمت قرآن پاک پر نہ صرف ناز ہے بلکہ محبت کا ایسا رشتہ اس کتاب سے قائم ہے کہ عقیدہ وعمل کے باب میں یہ حضرات قرآن پاک سے ہی پوچھتے ہیں قرآن کریم سے دلیل ملتی ہے۔ تو سر آنکھوں پر اسے قبول کر کے اپنے دلوں میں جگہ دیتے ہیں اور اگر قرآن پاک سے دلیل نہ ملے تو اس سے اعراض کرتے ہیں (ادلہ اربعہ میں سنت اجماع اور قیاس کا مستدل بھی قرآن ہے کہ قرآن اصل الاصول ہے) لہٰذا تحقیقی دستاویز والوں کو چاہیے تھا کہ وہ قرآن کا لفظ سب سے پہلے لکھتے اس لئے بھی کہ ان اہل حق کا انحصار قرآن مجید پر ہے اور اس لئے بھی کہ شیعہ برادری اس قرآن پر ایمان نہیں رکھتی بلکہ ابھی وہ زمانہ انتظار کی کٹھن منزلوں سے گزر رہی ہے کہ جب تک

بارہواں امام تشریف نہ لائے سترہ ہزار آیات پر مشتمل وہ قرآن جو حضرت علیؓ نے جمع فرمایا تھا (اور شیعہ قوم کا اس پر ایمان ہے) منظر عام پر نہیں آسکتا۔

6- ان معروف اور مسلمہ کتب کا نام درج کر کے مرتبین نے یہ دھوکہ دینے کی بھی کوشش کی ہے کہ واقعی ان میں کفریہ کلمات پائے جاتے ہیں اور شیعہ برادری کی تصنیفات کی طرح یہ بھی واہی تباہی پر مشتمل ہیں حالانکہ ان شاء اللہ اپنے موقع پر آجائے گا کہ ان کتابوں میں کوئی بات یا عقیدہ کفریہ نہیں نہ ہی ان میں خرافات کا ڈھیر لگایا گیا ہے۔ البتہ شیعہ صاحبوں نے عامۃ الناس کو اندھیرے میں رکھنے کیلئے یہ دجل ضرور کیا ہے کہ ان معتبر کتابوں کی فہرست پیش کر کے ان کی آڑ میں حوالے "ہدیۃ المہدیٰ" وغیرہ جیسی بے ہودہ کتابوں سے دیے ہیں۔ جس کا لکھاری تقیہ باز شیعہ ہے۔

7- ایک وضاحت کے ضمن میں رقم ہے کہ "توہین آمیز اور کفریہ کلمات دراصل ان کی اپنی کتب میں موجود ہیں"۔ (تحقیقی دستاویز) اتنی بات ہر شخص پر واضح ہے کہ کفریہ کلمہ بولنا یا کفریہ عقیدہ رکھنا کسی مسلمان کا کام نہیں ہوسکتا۔ جو کوئی گستاخانہ یا کفریہ عقیدہ رکھے خود شیعہ بھی انہیں مومن نہیں تسلیم کرتے۔ چنانچہ تحقیقی دستاویز میں جو گستاخانہ یا کفریہ عبارتیں مختلف عنوانات مثلاً عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت ﷺ عقیدہ تحریف قرآن وغیرہ میں پیش کی گئی ہیں اس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ چونکہ یہ عبارات کفریہ ہیں لہٰذا ان عبارات کے رقم کرنے والے مسلمان نہیں۔ جب فریقین میں یہ بات مسلم ہوگئی کہ تحریف قرآن صحابہ کرام و اہل بیت کی گستاخی وغیرہ کفریہ عقائد ہیں تو ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ عقائد شیعہ کے ہیں اہل سنت کے نہیں کیونکہ شیعہ دستاویز میں یہ الزام برملا طور پر قبول کرلیا ہے کہ تاریخی دستاویز کی تمام کتب شیعہ مصنفین کی ہی ہیں کسی ایک کتاب کا نام لے کر نہیں بتا سکے کہ یہ کتاب تو شیعہ کی نہیں بلکہ سنیوں کی ہے اور تاریخی دستاویز میں عکسی صفحات پیش کر کے واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ شیعہ اِن مذکورہ کفریہ عقائد کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جب کہ اس کے مقابل تحقیقی دستاویز میں شیعہ، لامذہب اور خارجیوں آزاد پرستوں کی کتابوں کو اہلسنت کے کھاتے میں ڈالنے کی ناروا کوشش کی گئی ہے۔ جس کی تفصیل اپنی جگہ پر آیا ہی چاہتی ہے۔ لہٰذا فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت ایسے تمام کفریہ عقائد سے بری اور بیزار ہے جن کو رافضی قوم اپنا مذہبی سرمایہ اور علمی اثاثہ جانتی ہے۔

محترم قارئین! بخاری مسلم وغیرہ کتابیں محض سپاہ صحابہ کی نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کا علمی سرمایہ ہے۔ صرف فقہی مختلف الخیال حضرات ہی نہیں بلکہ بریلوی، دیوبندی، اہلحدیث بھی اپنی تمام تر علمی پیاس ان جیسی کتب سے بجھاتے ہیں۔ لہٰذا اِن کتابوں کو کفریہ عبارات کا خزانہ قرار دینا دراصل پوری ملت اسلامیہ کو کافر قرار دینا ہے۔"

صرف سپاہ صحابہ کا نام لکھنا اور اِن کتابوں کو اُن کی طرف ہی منسوب کرنا محض خود فریبی اور طفلی تسلی ہے ورنہ اِس شیعہ دستاویز کو دیکھنے والا بے اختیار پکار اُٹھتا ہے شیعہ بڑے بدبخت ہیں جو ایک طرف شیعہ سنی بھائی بھائی کا نعرہ لگاتے ہیں تو دوسری

طرف سنیوں کی کتابوں کو کفریہ عبارات کا خزانہ کہتے ہیں۔ نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ جس طاہر القادری سے اتحاد کو اپنا فخریہ کارنامہ بتاتے ہیں یہ بھی دراصل سیاہ کارنامہ ہے کہ طاہر القادری بھی بخاری مسلم وغیرہ کتابوں کو مانتا ہے لہٰذا تحقیقی دستاویز کے فرمان میں وہ بھی کافر ہوا اور کافر سے اتحاد کسی مؤمن کے نزدیک تو فخریہ کارنامہ نہیں ہو سکتا ہاں البتہ یہ قاعدہ سامنے رکھا جائے کہ ''الجنس یمیل الی جنسہ'' تو البتہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نشانہ خطا گیا ہے۔ بہرحال قلم کاران شیعہ دستاویز کو جان لینا چاہیے کہ ان کے اس حربے اور دھوکے نے ملت اسلامیہ میں تفریق پیدا کرنے میں کامیابی تو نہیں پائی البتہ غافلین کو اس دستاویز کے پڑھنے سے یہ جاننے میں ضرور مدد ملی ہے کہ تمام ملت اسلامیہ شیعہ قوم کے مقابلے میں یکساں طور پر متحد کھڑی ہے۔ ان کے درمیان میں فقہی اختلاف جتنے سخت ہی کیوں نہ ہوں مگر جب شیعہ قوم کے مخالف گفتگو کا آغاز ہوتا ہے تو کیا ابن حنبل اور کیا امام شافعی، کیا امام اعظم اور کیا امام مالک، کیا دیوبندی اور کیا بریلوی، کیا مقلد اور کیا غیر مقلد سب ایک صف میں کھڑے نظر آتے ہیں جب کہ دوسری طرف سیاہ لباسوں میں مرثیہ نگار اپنی قسمت پر ماتم کرتے تن تنہا کھڑے نظر آتے ہیں۔

چیلنج کی حقیقت: ایک اور دھوکہ

''شیعہ دستاویز کے صفحہ 11 پر چیلنج کی حقیقت'' میں تاریخی دستاویز کے چیلنج پر پنجہ آزمائی کی ہے۔ چنانچہ چیلنج کے الفاظ نقل کئے ہیں کہ ایک کتاب بھی جعلی ہو یا ایک عبارت بھی من گھڑت ہو۔ ایک اشاعت بھی غیر حقیقی ہو یا حوالہ مندرجہ اصلی نہ ہو تو ایک ایک حوالے پر دس ہزار روپے انعام دیا جائے گا۔ (لیجئے ہم یہاں صرف چند حوالے درج کر رہے ہیں جن سے اس تاریخی دستاویز اور سپاہ صحابہ کے چیلنج کی حقیقت طشت از بام ہو جاتی ہے اور فاروقی صاحب کا دجل وفریب اور فراڈ آشکار ہو جاتا ہے)۔ (تحقیق دستاویز ص 11)

مرتبین کی یہ عبارت عام قاری کو یہ تاثر دیتی ہے کہ تاریخی دستاویز کا چیلنج ایک دھوکہ، فراڈ اور دجل ہے اور تحقیقی دستاویز والوں نے اسے ننگا کر دیا ہے اس کا مطلب ہے کہ روافض کی طرح اہل سنت بھی لوگوں کو فریب میں مبتلا کرتے اور اپنے مذہب کو ثابت کرنے کیلئے جھوٹی باتیں پھیلاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ مرتبین تحقیقی دستاویز نے اپنے ترکش کا پہلا اور مایہ ناز تیر پھینکتے ہوئے تاریخی دستاویز کے صفحہ 29 کا حوالہ دیا ہے کہ جس میں 28 ستمبر 1991ء کے تاریخ ساز اجلاس کی مکمل کاروائی کا ذکر ہے۔ اس میں علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی نے فرمایا (جب سے سپاہ صحابہ قائم ہوئی ہے اس وقت سے لیکر آج تک سپاہ صحابہ کے کسی ایک چھوٹے سے چھوٹے کارکن نے زبان وقلم سے یزید کی تعریف نہیں کی)۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سپاہ صحابہ اور دیوبند کے اکابرین نے یزید ملعون کی مدح وستائش کی ہے۔ (شیعہ تحقیقی دستاویز صفحہ 11)

اے عقلمند دوستو آپ ہی کہو ان عقل دشمن حاسدوں کو کیا نام دیا جائے۔ سچ ہے ''عقل پچھے موجاں''۔ قلم ان مرثیہ نگاروں کی دھوکہ بازی پر نوحہ کناں ہے۔ اب بندہ ایسے بھنگ کے نشے میں مست بے حواسوں کو کیا کہے جو کتاب کے حوالہ اشاعت اور اجلاس کی کاروائی وغیرہ کے فرق کو بھی نہ جان سکیں اور پھر بھرپور بے شرمی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے ایک دیاستدار

عالم کو دجل فریب اور فراڈ کا مرتکب قرار دینے چل پڑیں۔ دراصل "المرء یقیس علی نفسہ" ہر شخص دوسروں کو اپنے جیسا خیال کرتا ہے۔ کہ جیسے وہ خود ہے دوسرے بھی اسی جیسے ہوں گے۔ دھوکہ باز جب دیانت و امانت کو بھی دھوکہ قرار دینے لگے اور وہ بھی ملت جعفریہ کے مقتداء اور محافظ ہو کر تو پھر چھوٹوں کا اللہ حافظ۔ یہی کہا جا سکتا ہے کہ بربادی گلستاں کے لیے ایک ہی الو کافی تھا جبکہ یہاں تو

"ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے، انجام گلستاں کیا ہوگا"

ممکن ہے ملت جعفریہ بھی اسی نشہ بھنگ میں بے خود ہوگی۔ ہماری گزارشات پر دھیان دینے کی شاید انھیں توفیق نہ ہو۔ ہم اپنے محترم قارئین کرام کی خدمت میں درخواست گزار ہیں۔ وہ چیلنج کے الفاظ اور مہربانوں کے اعتراض پر ذرا غور فرمائیں۔ چیلنج میں فرمایا گیا ہے کہ

1- کتاب جعلی ہو۔

2- عبارت من گھڑت ہو۔

3- اشاعت غیر حقیقی ہو۔

4- حوالہ مندرجہ اصلی نہ ہو۔

اب ذرا معترض کی سنیے اور فرمایئے۔ 28 ستمبر 1991ء کا یہ اجلاس کونسی کتاب ہے جس کے جعلی ہونے پر لالچی قلم کار انعام پانے کے چکر میں معترض ہوا۔ یا یہ کس کتاب کی طرف منسوب من گھڑت عبارت ہے جس پر کرم فرما نالاں ہیں۔ یا کس کتاب کی جعلی اشاعت سے یہ اقتباس پیش کیا گیا یا کس کتاب کا یہ درج شدہ حوالہ ہے کہ جو اصلی نہیں بلکہ من گھڑت ہے۔ آپ یقین جانئے، چیلنج اور پھر اس پر کئے جانے والے اس اعتراض پر بندہ حیرت و تاسف میں ڈوب جاتا ہے۔ خدا خیر کرے جب کسی مذہب کے مقتداء اور ملت کی پوری کشتی بحفاظت ساحل تک پہنچانے کے ذمہ دار ناخداؤں کی سمجھ اور عقلمندی کا یہ عالم ہے تو پھر اس کشتی کے سواروں کا عالم کیا ہوگا۔ اتنا واضح اور صاف لفظوں میں لکھا گیا چیلنج جسے پرائمری کا طالب علم بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ چیلنج کتابوں کے ان عکسوں سے متعلق ہے جو شیعہ کتب کی مذہبی نمائندہ ہیں کہ وہ تمام کتابیں بالکل اصلی۔ ان کے حوالے انہی کتابوں سے لئے ہوئے ہیں۔ نہ اپنی طرف سے کوئی کتاب سرمن رائے کی غار سے نکال کر پیش کی ہے کہ غار کے علاوہ عالم دنیا میں اس کا کوئی وجود نہ ہو اور نہ ہی کوئی کتاب اپنی طرف سے چھاپ کر اس میں قطع برید کر کے ان کی طرف منسوب کر کے اس میں سے حوالے نقل کئے گئے ہیں۔ بلکہ پوری دیانتداری اور احتیاط سے ساتھ یہ فرض انجام دیا گیا ہے کہ انسان کی روحانی زندگی، اخروی حیات اور ایمان و کفر کی حساس بحث ہے جس میں ذرا سی بے احتیاطی انسان کو جہنم کا ایندھن بنا ڈالتی ہے۔ مگر حضرات محترم ہمیں جن کرم فرماؤں سے واسطہ پڑا ہے ان کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ وہاں عقل نقل سے زیادہ عیش و راحت کے اسباب اہمیت رکھتے ہیں۔ انہیں اس سے کیا کہ کوئی کتنی دردمندی سے ہماری ہی آخرت برباد ہونے سے بچانے کی فکر میں چلا رہا ہے اور ہماری ہی اخروی تکلیف کا احساس اسے راتوں کو چین

نہیں لینے دیتا۔ وہ ہمارے لیے ہی ماہی بے آب کی طرح تڑپتا، بادل کی طرح برستا اور آہیں بھرتا ہے۔ انہیں تو ہر سچی بات کا انکار کرنا اور ظالموں کی راہ چلنا ہے۔ اگرچہ اس کے بدلے عقل کا جنازہ ہی کیوں نہ نکالنا پڑے۔ بھلا ہو ان بھلے مانسوں کا کہ انہیں دور کی سوجھی۔ چیلنج پڑھا اور اعتراض کر دیا کہ 1991ء کے اجلاس میں فاروقی صاحب نے یوں کہا تھا اور حقیقت یوں ہے۔ بھائی اگر عقل سے اتنی ہی دشمنی تھی تو تھوڑی دیر کیلئے ذرا ادھار پر ہی لے لی ہوتی یوں جگ ہنسائی تو نہ ہوتی۔

اجلاس کی کاروائی پر اعتراض عقل دشمنی کا منہ بولتا ثبوت

اچھا چلو آپ کو اجلاس کی بات پر اعتراض ہے تو اعتراض میں دیانتداری سے کام لیا ہوتا مگر صد افسوس کہ ہر طرف دھوکہ ہی دھوکہ ''سچ ہے''، ''اذا فاتك الحياء فاصنع ما شِئتَ'' جب حیاء ہی نہ رہے تو پھر جو مرضی کرے کون روک سکتا ہے۔ حضور والا حضرت مولانا علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب نے فرمایا کسی سپاہ صحابہ کے چھوٹے سے چھوٹے کارکن نے زبان وقلم سے یزید کی تعریف نہیں کی۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ سپاہ صحابہ ایک جماعت ہے مسلک نہیں۔ علمائے دیوبند کی کئی جماعتیں مختلف محاذوں پر خدمت دین میں مصروف عمل ہیں۔ اگرچہ سپاہ صحابہ میں غالب اکثریت دیوبند مکتبہ فکر کی ہے مگر اس میں بریلوی وغیرہ حضرات بھی ہیں علمائے دیوبند اگرچہ سپاہ صحابہ کو شیعہ جارحیت کے جواب میں نظریہ اور عقیدہ کی حفاظت کرنے پر تحسین کی نظر سے دیکھتے ہیں مگر بعض علمائے دیوبند طریقہ کار سے اختلاف بھی رکھتے ہیں۔ کبھی کبھی اس میں شدت بھی آجاتی ہے۔ اس لئے سپاہ صحابہ اورر دیوبند کہہ کر جس دھوکہ بازی کا بازار گرم کیا گیا ہے اس پر تو شرم وحیا کے مارے بھی جھکے چلے جارہے ہیں۔ آپ کو چاہیے تھا۔ آپ اس فاروقی صاحب کے دعویٰ پر سپاہ صحابہ کے کسی ذمہ دار یا کارکن کا نام لیتے جس نے تقریر یا تحریر سے یزید کی مدح وستائش کی ہوتی مگر آپ کے قلم میں اتنی ہمت کہاں کہ حقائق کی دنیا میں کوئی ایسی دلیل لائیں جو عقلمندوں کو مطمئن کر سکے۔ مگر فراڈ تو فراڈ ہی ہوتا ہے۔ سیانوں کا کہنا ہے کہ'' آنکھوں میں پیاز لگا کر رونے سے چپ اچھی'' رونا ہی تھا تو کچھ کام کا رویا ہوتا۔ الٹا اپنا ہی ستیاناس کیا اور ہاتھ بھی کچھ نہ آیا۔ آپ کو جاننا چاہیے کہ

زیادہ سے زیادہ حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ کا ''میرے شیخ القرآن'' نامی کتاب لکھنا آپ کو تکلیف دے رہا ہے کہ شیخ القرآن نے حیات یزید نامی کتاب پر تقریظ لکھی تھی۔

ہم عرض کرتے ہیں کہ جناب اوّل تو تقریظ لکھنا ہی ثابت نہیں اور اگر ہو بھی تو معاف کرنا قاسمی صاحب نے شیخ القرآن پر لکھا ہے یزید پر نہیں۔ آپ کو اگر فاروقی شہید کی عبارت سمجھنے میں دقت ہو رہی ہے تو کسی انڈر میٹرک سٹوڈنٹ ہی سے عبارت کا مطلب جاننے میں مدد حاصل کر لیں۔ فاروقی صاحب نے اس اجلاس میں یہ نہیں کہا کہ جب سے سپاہ صحابہ قائم ہوئی ہے کسی چھوٹے سے چھوٹے کارکن نے شیخ القرآن کی قلم وزبان سے تعریف نہیں کی بلکہ یزید کے بارے میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہیں:

جناب والا اپنے حاشیۂ خیال کی لکیروں کو درست فرمالیں۔ ہم عالم اسلام کے ہر مسلمان کی خدمت میں عرض گزار ہیں کہ الحمد للہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہم یزید کے طرف دار نہیں اور نہ یزیدیوں کے طرف دار ہیں۔ ہمارا مسلک احناف کے

ارشاد فرمودہ اصول کے عین مطابق ہے۔ سپاہ صحابہ کا کارکن ہو یا عہدیدار وہ اپنے اکابرین کے مسلک و مشرب کا پابند، پاسدار اور محافظ ہے۔ ہم خاندان رسول ﷺ کے در کے نوکر، سیدہ طیبہ فاطمۃ الزہرا کے لاڈلے سیدنا حضرت حسنؓ ہوں یا سیدنا حضرت حسینؓ ان کی محبت سے لبریز دل رکھتے ہیں۔ ہم جن کے لب ہمارے محبوب کریم ﷺ نے چوسے اس علیؓ بن ابوالعاصؓ، حسنؓ بن علیؓ، حسینؓ ابن علیؓ و زینب الزہراءؓ، فاطمۃ الزہرآؓ کی جوتیوں پر لاکھوں یزید قربان کر دیں۔ کوئی پروپیگنڈائی آل قاتلان حسینؓ ہمارے عقیدے پر الحمدللہ بھٹہ نہیں لگا سکا۔

محترم قارئین کرام یہ ہے وہ فراڈ جسے شیعہ دستاویز کے قلمکار آشکار کرنے چلے تھے کہ فاروقی صاحب نے دجل وفریب اور فراڈ کا ارتکاب کرتے ہوئے گویا تاریخی دستاویز میں ان جرائم کا ارتکاب کیا ہے مگر یہ بھی نہ جانا کہ چاند پر تھوکنے والے اپنے منہ کو انجام بد سے کبھی نہیں بچا سکتے۔

چیلنج کی حقیقت واضح کرنے کا واویلا اور حواس باختی کے نظارے

2- تاریخی دستاویز کے صفحہ 717 پر صفحہ غلطی سے دوسرا لگ گیا ہے۔ دراصل یہ عبارت صفحہ 21 پر موجود ہے جبکہ انہوں نے گویا تاثر دینا چاہا کہ یہ حوالہ غلط ہے۔ حوالہ غلط نہیں بلکہ صفحہ آگے پیچھے ہو گیا ہے۔

3- شیعہ دستاویز کو یہ بھی اعتراض ہے کہ تاریخی دستاویز کے صفحہ 742 ساتویں باب میں فرق شیعہ نامی کتاب کا عکس دیا گیا ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شیعہ فرقوں میں یہ بھی ایک فرقہ تھا جس میں مرد کا مرد سے نکاح جائز تھا مگر اب تو یہ فرقہ فنا ہو گیا ہے۔ لہٰذا یہ حوالہ پیش کر کے مؤلفین تاریخی دستاویز نے بدنیتی سے اسے ملت جعفریہ کے سر تھوپ دیا ہے۔ شیعہ اثناعشری اس فرقے کو کافر خیال کرتے ہیں۔

ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ

(الف) عالی جاہ آپ کو کتاب، حوالہ یا اس کی اشاعت وغیرہ پر اعتراض کرنا چاہیے تھا کہ مثلاً یہ کتاب شیعہ مصنف کی نہیں اور جعلی ہے یا حوالہ درست نہیں۔ یہ کیا آپ کو سوجھی جو نیک نیتی یا بدنیتی کا فیصلہ کرنے بیٹھ گئے۔ کم از کم اتنی بات سے تو آپ کو بھی انکار نہیں کہ یہ کتاب تو آپ کے بزرگوں کی ہی ہے۔ اور حوالہ بھی ٹھیک اسی کتاب کا ہے۔ نہ اس میں قطع و برید ہے اور نہ اپنا کوئی تصرف۔

(ب) جب یہ امور آپ کے ہاں بھی قابل قبول ہیں تو پھر آپ اس کو فریب اور فراڈ قرار دے کر کس کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ چیلنج کو براہ کرم ایک بار پھر دھیان سے پڑھ کر اس کے مطابق پرچہ حل کریں ورنہ آپ جانتے ہیں کہ نمبر نہیں ملا کرتے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ فرقہ فنا ہو گیا ہے۔ بھلا آپ کے ہاں یہ کام کونسا مشکل کام ہے کہ کسی کو فنا کر دیں یا فنا چیز کو صدیوں تک غار میں بٹھا کر پھر اپنی مرضی سے واپس بلا لیں۔ ہمیں تو فقط یہ عرض کرنا تھا کہ شیعہ لوگ وہی کچھ کرتے ہیں جو ان کا مذہب ہے۔ اور ان کی اپنی کتابوں میں زندہ ہے۔ آپ نے مار دیا تو آپ کی اپنی مرضی ہمارا مدعی پھر بھی ثابت رہے گا۔ ہاں اگر عبارت یوں ہوتی کہ تحریک جعفریہ کا یہ رات دن کا معمول ہے تو البتہ آپ

اعتراض کرنے میں حق بجانب ہوتے حالانکہ تاریخی دستاویز کے مذکورہ صفحہ کے اوپر ہی یہ رقم ہے۔ ''شیعہ اور متفرق مسائل'' اور مذکورہ فرقہ کا شیعہ ہونا تو آپ کے ہاں بھی مسلم ہے کہ تحقیقی دستاویز میں آنجناب نے ان کا شیعہ ہونا قبول فرمالیا ہے۔ اور یہی بتانا ہمارا مقصود ہے۔

(ج) آپ نے لکھا کہ اس فرقہ کو اثنا عشری کافر قرار دیتے ہیں ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ ان سے ذرا پوچھیں وہ آنجناب کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ ظاہر ہے جب آپ اُن کے بارے میں یہ کہتے ہیں تو کچھ تو وہ بھی کہتے ہوں گے جب بقول آپ کے ہم مذکورہ فرقہ کو کافر مان رہے ہیں، تو دیانت داری یہ ہے کہ اُن کی سُن کر ہمیں اُن کی بھی تائید کرنی چاہیے، لہٰذا اِس فرقہ کی طرح آپ کو بھی صبر سے کام لیتے ہوئے آسمان سر پر نہ اُٹھانا چاہیے، اور اگر آپ ذرا انصاف سے کام لیں تو جب ایک شیعہ فرقہ کو ان کے کفریہ عقیدہ کی وجہ سے آپ نے کافر مان لیا ہے اگر ہم نے بھی ایک شیعہ فرقہ کو اُن کے کفریہ عقائد کی وجہ سے کافر کہا تو کیا بے جا کیا، آپ اگر شیعہ فرقہ کو کافر مانیں وہ عین انصاف اور حق ہو ہم اگر وہ کچھ کریں جو آپ نے کیا تو ہم بُرے کیوں ہوئے۔ کیا یہی تمہارا انصاف ہے؟

(د) آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ تاریخی دستاویز کے مولفین نے اپنی بدنیتی سے اسے ملت جعفریہ کے سر تھوپ دیا۔ (تحقیقی دستاویز) محترم نیت دل کا فعل ہے جس کے درست اور نہ درست ہونے کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ آپ کو یہ کیسے اندازہ ہوا کہ تاریخی دستاویز کے چھ سو سے زیادہ حوالے تو عین حسن نیت وخلوص نیت کے ساتھ پیش کیے گئے جبکہ یہ ایک حوالہ بدنیتی پر مبنی بھی مولفین تاریخی دستاویز نے لکھ دیا۔ اللہ جانے نیت تک جانے کی راہ اور اسکے ٹھیک یا غلط ہونے کا پتہ معلوم کرنے کا طریقہ شیعہ ملت نے کہاں سے سیکھا ہے، حال دل تو اللہ ہی جانتا ہے پھر وہ علم الٰہی ملت جعفریہ تک لانے والے نامعلوم کشمیری فرشتے ہیں جن کا ماڈل ٹاؤن لاہور کے منہاج القرآن میں قیام ہوتا تھا۔ یا ٹیچی ٹیچی فرشتہ تھا۔

کوئی بات تو ہے کہ ملت جعفریہ نیتوں کے فیصلے صادر کرتی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ حضرت علیؓ نے جو نمازیں خلفائے راشدین ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ کی اقتداء میں ادا کیں اُس وقت حضرت کی نیت کیا تھی، اور جب نبی ﷺ کے پیچھے پڑھیں اُس وقت کیا تھی، حضرت حسنؓ وحسینؓ کی حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرتے وقت نیت کیا تھی، وغیرہ یہ سب نیتوں کے اُتار چڑھاؤ جانتے ہیں، اب اگر حضرت فاروقی صاحب کی تاریخی دستاویز کے اس حوالے پر بدنیتی جان گئے تو یہ کوئی نیا کارنامہ نہیں، البتہ اس سے کم از کم یہ ضرور لازم آتا ہے کہ باقی تمام حوالے واقعی خلوص نیت اور جذبہ خیر خواہی کے تحت پیش کیے ہیں، پھر جب اتنے نیک نیتی پر مبنی حوالوں اور عکسوں نے قلم کاران شیعہ پر اثر نہیں کیا تو اس ایک حوالے کی بدنیتی سے کیا نقصان ہوگا؟ مگر ہم عرض کرتے ہیں کہ ان کو ان کا نفس دھوکہ دے رہا ہے، حقیقت میں تاریخی دستاویز کے مرتبین نے انتہائی پر سوز اور درد دل کے ساتھ شیعہ ملت کو آگاہ کیا ہے کہ تم اندھیری راہ کی طرف دھکے کھاتے جا رہے ہو، خدارا اپنا اور اپنی قوم کا بھلا سوچو دھوکہ میں رکھنا اور دھوکہ میں مبتلا رہنا کسی کو عذاب الیم سے نہیں بچا سکے گا۔

اب اگر ہمارے مہربان نہ مانیں تو وہ جانیں۔ہم نے اپنا فرض اور اب قرض بھی اتار دیا۔ نیز ہم یہ بھی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ فرق شیعہ نامی کتاب خود شیعہ مصنف کی تحریر ہے۔ اور اس میں اس نے شیعہ فرقہ کا عمل اور اعتقاد ہی نقل کیا ہے۔ جسے مؤلفین تاریخی دستاویز نے من وعن عکس کے ساتھ پیش کر دیا۔ اب اگر ملت جعفریہ کو شکوہ ہے کہ یہ ذلیل اعتقاد اُن کے سر کیوں تھونپا جا رہا ہے۔تو بصد معذرت ہم پر تبرا کرنے سے قبل آئینہ فرق شیعہ میں خود اپنا چہرہ دیکھ لیا جائے۔ ہمارا قصور صرف اتنا ہے کہ ہم نے وہ جو تمہارے گھر کا راز سربستہ تھا تقیہ کے غلاف سے نکال کر عوام میں نمایاں کر دیا ہے اور بس، لہذا آپ فرق شیعہ میں سے کوئی فرقہ ہیں تو یہ الزام سایہ کی طرح آپ کے ساتھ رہے گا۔ اور اگر کسی اور فرقہ کے ساتھ آپکا رشتہ قائم ہے تو پھر خود بخود یہ الزام آپ سے ایسے غائب ہو جائے گا جیسے گدھے کے سر سے سینگ، لہٰذا آپ کو پورا اختیار ہے۔ جس کے ساتھ ملنا چاہیں دنیا میں آخر عیسائی، یہودی، سکھ، پارسی، ہندو وغیرہ بھی تو ہیں۔

(ر) چیلنج کو فراڈ ثابت کرنے کیلئے تاریخی دستاویز کے صفحہ 382 کو بھی پیش کیا ہے کہ تحفہ حنفیہ در جواب تحفہ جعفریہ کے عکسی صفحہ پر مصنف نے اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہیں لکھا، جواب کے طور پر عرض ہے کہ سوال کچھ اور جواب کچھ والی بات ہوئی، کہ چیلنج کو فراڈ ثابت کرنے کے لیے مذکورہ صفحہ پر کیا ہے کیا نہیں اس سے بحث کی آخر کیا ضرورت پیش آئی مؤلف تاریخی دستاویز نے جو چیلنج کیا تھا معترض کو وہ چیلنج درست یا غلط ثابت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، مثلاً یہ کتاب جو بطور حوالہ پیش کی گئی ہے یہ ہماری نہیں کسی یہودی عیسائی کی ہے یا یہ کتاب من گھڑت ہے یا حوالہ غلط ہے وغیرہ کہ چیلنج ان پر تھا، نہ کہ حوالہ میں کیا لکھا ہے کیا نہیں اُس پر۔ مگر غالباً گمراہ قلم کار نے اپنی قوم سمیت سب قاریوں کو جو تحقیقی دستاویز پڑھنا چاہیں گمراہ کرنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ اب کون تحقیق کرے گا کہ یہ عبارت اور عبارت میں تحریر کی گئی کتب وغیرہ کس کی ہیں۔ عقلمند قلم کاروں کی طرح آخر ملت جعفریہ کے فرزندانِ قابلِ قدر بھی تو ایسے بلکہ اس سے بڑھ کر عقلمند ہوں گے۔ وہ تو یہی کہیں گے ناں، کہ دیکھا ہم نے سنیوں کا فراڈ آشکارا کر دیا۔ مگر اللہ کی زمین ابھی بانجھ نہیں ہوئی کہ اندھیر مچانے والوں کو کوئی نہ پوچھے گا۔

محترم حضرات تاریخی دستاویز کی ذمہ داری تھی کہ کتاب اور حوالہ درست درست قوم کے سامنے رکھ دے۔ سو انہوں نے علی وجہ الکمال اپنا فرض ادا کر دیا، تحقیقی دستاویز والوں کا ارشاد کہ اس مذکورہ صفحہ پر توہین کا کوئی پہلو ہی نہیں حضور والا اگر واقعی اِس صفحہ پر توہین کا کوئی پہلو ہی نہیں اور اس حوالہ کے پیش کرنے سے تاریخی دستاویز والوں کا مطلب حل نہیں ہوتا تو اس پر تو آپ کو خوش ہونا چاہیے اعترض کا کون سا موقع ہے پھر یہ بھی کہ تاریخی دستاویز والوں کو انکی دیانت داری پر داد دینی چاہیے۔ کہ اُنہوں نے عبارت اور کتاب پیش کرنے میں ہرگز کوئی خیانت نہیں کی اگر چہ اُن کا اس سے مطلب بھی حل نہیں ہوتا، یعنی اُنہوں نے اپنا مطلب حل نہ ہونے کا نقصان اٹھانا قبول کر لیا مگر کتاب کے مطلوبہ صفحہ کو من وعن پیش کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ نیز مؤلفین تحقیقی دستاویز کا ارشاد ہے کہ مصنف نے اپنی طرف سے کوئی لفظ بھی نہیں لکھا۔ (تحقیقی دستاویز)

اے رافضی کاتب! اگر خدا آنکھیں نصیب فرمائے اور مذکورہ کتاب دیکھنے کی توفیق ملے تو ذرا مذکورہ صفحہ کی پہلی سطر ہی

پر نظر ڈالنا اگر نہیں تو کسی آنکھوں والے کو بُلا کر جو پڑھ بھی سکتا ہو اُسی سے پوچھ لینا صفحہ 65 کی پہلی سطر پر لکھا ہے جناب معاویہ بی بی عائشہ کے قاتل ہیں، یہ الفاظ مصنف کی بجائے کسی غار والے کے لکھے ہوئے ہیں؟ جھوٹ بولتے اور دغا دیتے ہوئے کچھ تو شرم بھی چاہیے۔ اِس سے بڑھ کر اور کیا جھوٹ ہو سکتا ہے کہ مصنّف نے اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہیں لکھا: حالانکہ پہلی سطر کے الفاظ خود مُصنّف کتاب کے ہیں۔ ہمیں حیرت ہے کہ عقائد و نظریات کا معاملہ زیرِ بحث ہے اور ہمارے کرم فرما اس نظریاتی عمارت کے قیام میں بھی قدم قدم پر دھوکہ فراڈ اور تقیہ سے کام لینے پر تلے ہُوئے ہیں۔

ایسے کرم فرماؤں سے ہم کیا کہیں تسلی کے لیے اپنے قارئین کرام سے ہی عرض کرتے ہیں کہ جو لوگ اتنے صاف صاف جُھوٹ بول جاتے ہیں کہ صاف کتاب پر مصنف کی عبارت اور وہ بھی جلی حروف میں اور پہلی سطر پر موجود ہے۔ مگر پھر بھی یہی اِرشاد کہ مصنف نے کچھ نہیں لکھا آپ ہی بتائیے جو اُخروی حساس معاملات میں یہ کچھ ہیں وُہ باقی معاملات میں کیا گُل کھلائیں گے۔

(س) تاریخی دستاویز کے صفحہ 395 کے حوالے سے سیاست راشدہ نامی کتاب کا جو عکس دیا گیا اس پر بھی مہربانوں کا فیصلہ ہے کہ اس صفحہ پر ازواجِ مطہرات کی توہین نہیں۔ محترم حضرات آپ ملاحظہ فرمائیں نہ کتاب پر اعتراض نہ نقل کی بابت کوئی لفظ اگر کہا تو یہ کہ اس صفحہ میں تو کوئی توہین آمیز لفظ نہیں، توہین آمیز لفظ ہے یا نہیں پر تاریخی دستاویز نے حوالہ نقل کرنے میں تو خیانت نہیں کی، آپ جو اُن کے چیلنج کا فراڈ آشکارا کرنے چلے تھے تو وہ کام کرتے جسکا ذمہ اٹھایا تھا اس سے فاروقی صاحب کا فریب و فراڈ کہاں سے آشکارا ہو گیا مگر دھوکہ دینے کا فرض جو ادا کرنا ہے سو کیے جاتے ہیں۔ مذکورہ صفحہ پر سیاست راشدہ کے مصنف نے جو کرتوت کیے ہیں اگر ہمارا مقصد اس کتاب کا جواب لکھنا ہوتا تو اس پر بھی ہم بحث کرتے۔ قارئین کرام اتنا جان لیں کہ آخر وہ بھی تو تحقیقی دستاویز کے قلم کاروں جیسا گامن سچیار ہے اپنی عادت سے کہاں باز آئے گا لکھتا ہے کہ تقریباً سب ہی علمائے اہلِ سنت اس بات کو تسلیم کرتے ہیں سوائے چند ایک کے: اِن سے نہ رہا گیا تو انھوں نے ازواج کو بھی اہلِ بیت میں شامل کر کے پاک کر دیا۔ (سیاست راشدہ) کون عقل دشمن ہو گا جو اس عبارت کو پڑھ کر کہے گا کہ ازواجِ مطہرات کی کوئی اہانت نہیں عین ادب واحترام ہے کہ سب سنی بھی تو تسلیم کرتے ہیں کہ ازواجِ مطہرات غیر طاہر اور غیر پاک تھیں صرف چند ایک سنی ایسے ہیں جن کو ازواج کے طاہر بنانے کے لئے اہلبیت میں داخلے کا سہارا لینا پڑا اس کا مطلب ہے معدود چند ایک کے دنیا بھر میں بسنے والے بھی شیعہ عقائد کے حامل لوگ بستے ہیں کیوں کہ جو عقیدہ شیعوں کا ہے کہ ازواج مطہرات اہل بیت میں سے نہیں وہی بات تقریباً سب علماء اہل سنت تسلیم کرتے ہیں! اگر یہ بات درست ہے جو سیاست راشدہ کے قلم کار نے رقم کی ہے تو پھر تحقیقی دستاویز والے کیوں چلا رہے ہیں کہ بنی امیہ اور بنو عباس کے ظالم اور متشدد حکمرانوں نے شیعان حیدرِ کرار کو اپنے مظالم کا نشانہ بنائے رکھا انکی تبلیغ اور مذہبی احکام کی ادائیگی پر پابندی عائد کئے رکھی، جب دنیا میں سارے ہی لوگ تمہارا عقیدہ رکھتے تھے تو پابندی کس تبلیغ پر تھی؟ کہ جو پھیل ہی

نہ سکا اب ان دونوں میں سے کون سچا ہے سیاست راشدہ والا یا تحقیقی دستاویز والا؟ محترم قارئین ایک ایک جملے میں ہمارے کرم فرما کئی طرح کے دھوکے دیئے چلے جا رہے ہیں حالانکہ کسی بھی مذہب کے داعی اور رہنماؤں کو یوں کھل کر جھوٹ سے اجتناب کرنا چاہیئے کہ اس صورت حال سے انکا مذہب بدنام ہو کر رہ جائے گا۔

(ش) صفحہ 570، 571 کے حوالے پر بھی مؤلفین تحقیقی دستاویز نے یہی اعتراض اٹھایا کہ اس مذکورہ صفحہ پر سنیوں کی کتابوں کے حوالے دے دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح صفحہ 586، 588، 589، 591، 592، 615، 632، 715 کے صفحات پر یہی ایک راگ الاپا گیا ہے کہ یہ سنیوں کی کتابوں سے حوالے لیئے گئے ہیں وغیرہ۔

ہم اپنے دانشمند قاری حضرات سے عرض کرتے ہیں کہ نہ حوالے پر اعتراض کیا گیا اور نہ ہی کتاب یا اس کی اشاعت کے بارے میں کوئی لفظ لکھا جا سکا البتہ یہ بڑھ ضرور ماری ہے کہ یہ مواد ہم نے سنیوں کی کتابوں سے لکھا ہے'' جن کتابوں سے رافضی اپنے خبث باطن کو تسکین دیتے ہیں وہ تاریخ کا جمع شدہ مواد ہے اور تاریخی کتابوں کی جو حیثیت ہے وہ ہم الگ عرض کریں گے سر دست اتنا عرض ہے کہ دو قسم کی مکھیاں دنیا میں پائی جاتی ہیں ایک شہد کی مکھی اور ایک عام گندی جگہوں پر پائی جانے والی مکھی۔ شہد کی مکھی کس قدر قیمتی نعمت ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انہیں کے لبوں سے نکلا ہوا پھولوں وغیرہ کا رس شہد کہلاتا ہے اس مکھی کی یہ خاصیت ہے کہ یہ کبھی گندی چیز یا گندی جگہ پر آپ کو بیٹھی ہوئی نظر نہیں آئے گی جبکہ وہ مکھی جو اس کے علاوہ ہے عام طور پر گھروں میں گلی بازاروں میں اڑتی بھنبھناتی نظر آئے گی آپ دیکھیں گے کہ صاف ستھری خوبصورت خوشنما اور بہت ہی خوشبودار جگہ چھوڑ کر صرف اس جگہ قیام کرے گی جہاں گندگی ہو چنانچہ اگر کہیں جسم میں پھوڑا پھنسی نکل آئے تو یہ مکھی پورا صاف ستھرا جسم چھوڑ کر صرف گند اور پیپ والی جگہ پر جا بیٹھے گی ان دونوں مکھیوں میں عادات اور خاصیت میں بڑا فرق ہے جو غبی کو بھی سمجھ آ سکتا ہے۔

محترم حضرات! ہمارے کرم فرماؤں کا یہ ارشاد کہ ہم نے سنیوں کی فلاں فلاں کتاب کا حوالہ بھی لکھا ہے لہٰذا یہ ان کی اپنی کتابوں سے ہے اول تو یہ بات ہی غلط ہے کہ جو مطلب شیعہ مہربان کشید کرتے ہیں وہ سنی کتابوں کا مواد نہیں ہے اور بفرض محال تسلیم کر لیا جائے تو اتنی بات ہر شخص جانتا ہے کہ صحابہ کرام کی مدح وستائش پر سینکڑوں کتابیں، احادیث کی کتب میں باقاعدہ مناقبت پر ابواب، مرویات صحابہ و فضائل صحابہ پر باقاعدہ اجزاء اور تصنیفات لکھی جا چکی ہیں، صحابہ کرام کی عظمت پر لکھنے والوں نے کمال کی حد تک لکھا ہے کہ یہی جماعت عالم دنیا کے تمام مسلمانوں کی استاد ہے اور استاد کی عظمت سے انکار کوئی شقی و بد بخت ہی کر سکتا ہے مگر ان کرم فرماؤں کو آئینہ تاریخ میں صرف وہی مواد نظر آیا جس سے بزعم خود وہ صحابہ کرامؓ سے اپنے خبث باطن کا اظہار کر سکیں، گویا صحابہ کرامؓ کی عظمت و بلند مقام کا خوشبودار پہلو اور صاف ستھرا علمی مواد چھوڑ کر تنقید کے گند پر ہی جا بیٹھنا بتاؤ کس کی خصلت ہے۔

مانا کہ تاریخ کے دریچے میں ہر طرح کا رطب و یابس اچھا برا شہد کی طرح میٹھا اور پیپ کی طرح گندا مواد سب کچھ ہے مگر صفائی و نظافت اچھائی و حُسنِ ظن کا اور قرآنی ارشادات کا خوشبودار پہلو چھوڑ کر تاریخ کے گند پر جا بیٹھنا اور صرف انہی

پھوڑے پھنسیوں کی پیپ جمع کر کے کوئی ''سہم مسموم''، ''تحفہ حنفیہ''، ''سیاست راشدہ'' وغیرہ کا نالا یا تالاب لبالب بھر لینا گندی مکھی کی گندی خصلت ہے جبکہ اہل بیت پاک وآلِ رسول کو ایک آنکھ، صحابہ کرام کی مطہر جماعت کو دوسری آنکھ قرار دے کر رحمۃ للعالمین ﷺ کے تمام سرمایہ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھنا، بتقاضائے بشریت کچھ نامناسب امور سرزد ہو جانے کی صورت میں انہیں یکسر نظر انداز کر کے ان ہر دو مقدس آنکھوں کے مناقب وفضائل اور حسنِ ظن پر اپنی عقیدت ومحبت کی بنیاد رکھنا ان ہر دو سرمایہ محبوب خدا جماعتوں کی عظمت پر رطب اللسان رہنا ہمیشہ ان کی اچھائی ہی لکھنا، بولنا، سننا، اور سنانا، یہ ہے شیوا اہل سنت والجماعت کا اور اسی کو شہد کی مکھی سے قریب کی مشابہت ہے اب ہر دو قسم کے لوگوں کا اپنا اپنا نصیب ہے کوئی تو صرف مدح وثناء کے پھولوں کا رس چوستا پھولوں کی خوشبو سے مالا مال ہوتا اور اپنے خوبصورت عمل کا شہد تیار کرتا ہے اور کسی کے مقدر میں ہمیشہ پیپ وگندے خون کی تلاش، نجاست کی جاء سے محبت اور پھولوں کے چمن سے نفرت ہے۔ متلاشیانِ حق اگر غور فرمائیں گے تو ضرور شک وشبہ کے مرض سے شفایاب ہوں گے۔ انشاء اللہ!

شیعوں کا تاریخی پس منظر۔

شیعہ دستاویز کے صفحہ 15 سے 43 تک تشیع کا تعارف، تشیع قرآن وحدیث میں شیعہ کا تاریخ ساز کردار اور اتحاد وحدت کے لیے شیعہ قوم کی کوششوں کے عنوانات قائم کر کے ناواقفوں کو گمراہ کرنے کی جسارت کی ہے جبکہ حقیقت حال کچھ اس طرح ہے کہ شیعہ کرم فرماؤں کی صدیوں پر مشتمل تاریخ کا پس منظر کچھ اس طرح ہے کہ ان کا امام عراق کی سرمن رائے غار میں اور شیعہ قوم تقیہ کے حصار میں اہل اسلام پر حملہ آور رہے چھاپہ مار حملہ آوروں کی طرح مارو اور بھاگ جاؤ کی پالیسی پر ان کا انحصار رہا نہ تو بہادر دشمن کی طرح کھل کر میدان میں اترے اور نہ وسیع الظرف قوم کی طرح شکست ہی قبول کی بلکہ اہل اسلام کو اندھیرے میں رکھ کر بھرپور فائدہ اٹھاتے رہے جب بھی قوت اقتدار سے فیضیاب ہوئے تو اسلام کا خوبصورت چہرہ بدنما بنانے اور کفر کو اسلام کے روپ میں پیش کرنے کی جسارت کی اگر اقتدار سے محروم ہوئے تو اغیار کے ساتھ مل کر اسلامی قوت کو پاش پاش کرتے رہے اور مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلتے رہے جس کا اعتراف تحقیقی دستاویز کے لکھاری نے بھی دبے لفظوں میں کیا ہے ارباب دانش تحقیقی دستاویز کے صفحہ 15 پر تشیع کا تعارف اور قریبی صفحوں پر تاریخ ساز کردار ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

کرم فرماؤں کا ارشاد ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی پردہ پوشی کے بعد خلافت غضب ہوگئی اگر حضرت حیدر کرارؓ کو خلافت ملی تو بھی امیر معاویہؓ سے ہمیں امن نہ ملا اور اس کے بعد تو پھر کیا نہ ہوا گویا ہمیشہ اسلامی خلافت ہمارے خلاف رہی (ماخوذ از تحقیقی دستاویز) اس کا صاف مطلب اسکے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ شیعہ تاریخ اسلامی خلافت سے بغاوت پر مشتمل ہے اور ظاہر ہے کہ جب بزدلوں کی طرح سامنے کا مقابلہ نہ کر سکے اور تیر وسنان کا استعمال ممکن نہ ہوا تو شیعہ نے تقیہ کا ایٹم بم کچھ اس مہارت سے اہل اسلام پر برسایا کہ اسلامی خلافت کپکپاتی رہ گئی۔

شیعہ دستاویز والوں کی درد بھری کہانی میں یہ بھی ہے کہ انھیں کوفہ وبصرہ کے تاریک زندان گھرے اور اندھیرے کنوؤں

کے قید خانوں میں بند رکھا گیا۔ (شیعہ دستاویز صفحہ ۱۵)

اس ضمن میں ہماری گزارش ہے کہ پڑوسی مسلمان ہو یا غیر مسلم اس کا کچھ نہ کچھ حق ضرور ہوتا ہے اسی ناطے سے ہم اِس قید اور کنوؤں میں ڈال دیے جانے بلکہ کنوؤں میں قید کر کے دوسری طرف لکڑیاں ڈال کر زندہ جلا دیے جانے کی الم ناک سزا پر آپ کو سزا یافتہ ہونے کی وجہ سے دُکھی اور مصیبت زدہ خیال کرتے ہیں ظاہرداری کے طور پر ہم یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ہم آپ کے غم میں شریک ہیں البتہ ہمیں آپ پر یہ دُکھ ضرور ہے کہ یہاں بھی آپ نے تقیہ سے کام لیتے ہوئے پوری بات نہ بتائی اور گویا گھٹنے میں ہاتھ مار کر مٹی اڑا دی تاکہ مطلع صاف ہونے سے قبل کچھ نظر نہ آسکے۔ شاید آپ کا خیال ہوگا کہ جب یہ آپ کو دی جانے والی سزائیں ہم پڑھیں گے تو انکار کر دیں گے کہ نہیں یہ سزائیں شیعوں کو نہیں دی گئی یہ صرف اپنے نمبر بنانے کے لیے ایسا کر رہے ہیں مگر ہم کوئی لوط بن یحیٰ زرارہ اور ابوبصیر وغیرہ کی طرح تقیہ باز تو نہیں جو حقائق کا انکار کریں بلکہ ہم صاف صاف اعتراف کرتے ہیں کہ تمہارے بانیانِ مذہب اور قیمتی اثاثہ کو کوفہ کے تاریک کنوؤں میں ڈالا گیا صرف یہی نہیں بلکہ اُن تاریک زندان میں آگ کے دھوؤں سے اذیت دے کر موت کے گھاٹ بھی اُتار دیا گیا تھا مگر جب تمہارے آباؤ اجداد شیعوں کو کوفہ کے تاریک زندان میں ڈالنے والے اور اندھیرے کنوؤں میں قید کر کے آگ کے دھوؤں سے جلانے والے کا نام لیا جائے گا تو تقیہ کے ہٹتے پردوں پر تمہارے پاؤں کے نیچے سے زمین سرکنا شروع ہو جائے گی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جائے گا اور ہانپتی آوازوں سے ضرور چلانے لگو گے کہ نہیں نہیں اُن سزا دینے والے اور شیعوں کو جلانے والے کا نام نہ لو مگر!

نہ دکھ ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

تو سن لیجئے وہ کوفہ کے زندانوں میں اور تاریک کنوؤں میں شیعوں کو جلانے والے حسنین کریمین کے آباء سیدۃ الزہرا کے شوہر رسول اللہ ﷺ کے داماد خلیفہ راشد امیر المؤمنین سیدنا و مولانا حضرت علی المرتضیٰؓ شیر خدا ہیں جن کو تم اپنا معصوم امام اول کہتے ہو اور جلانے کی اس سزا کا اعتراف تو تمہیں بھی کرنا پڑتا ہے۔ ذرا دیکھیے۔ (رجال کشی ص ۱۰۹)

تقیہ بازوں کی شاطرانہ چال

یوں تو رافضی خانہ کا ہر مولود ہی تقیہ کی گھٹی سے پرورش پاتا ہے مگر کوئی کوئی رافضی اِس فن میں باقیوں کا بھی باپ نظر آتا ہے ایسے ہی کچھ تقیہ کے ماہر فن تحقیقی دستاویز کے لکھاری ہیں انہوں نے ص15 سے تشیع کا جو تعارف پیش کیا اس کا حرف اول ہی تقیہ کے گرداب میں کچھ ایسا غرق تھا جس نے پڑھنے والوں کو ورطۂ حیرت میں غرق کر دیا کہ شیعہ مذہب زمانہ پیغمبر اسلام میں موجود تھا الخ۔ (شیعہ دستاویز ص ۱۵)

یعنی حضور اکرم ﷺ کے زمانہ حیات میں تو شیعہ بہت تھے مگر آپ ﷺ کے دارفانی سے رحلت فرماتے ہی یا تو سارے کے سارے شیعہ مر گئے تھے یا بھاگ کر کسی سامرا والی غار میں جا چھپے تھے جب ہی تو شیعہ کے امام اول بالکل بے

یار و مددگار کھڑے رہ گئے، نہ خلافت بچا سکے نہ وراثت اور نہ ہی سیدہ کے معصوم فرزند محسن کو بچا سکے'' قرآن بدلا، حدیث کا علم ہاتھوں سے گیا، دین حق ختم کیا گیا ہزاروں ظلم کی چکیوں میں آل رسول نے وقت گزارا مگر شیعہ مذہب حرکت میں نہ آیا بلکہ دبک کر غار میں بیٹھا ظہور اقتدار علوی کا انتظار کرتا رہا؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

محترم قارئین کرام خود ہی غور فرمائیں کہ رافضی دماغ کو کتنی دور کی سوجھتی ہے کہ خود اپنی بات اپنے ہی قلم سے برباد کر بیٹھتے ہیں مثلاً یہی کہ اگر واقعی زمانہ نبوی میں شیعہ موجود تھے تو رجال کشی وغیرہ کتابوں کی اس مشہور روایت کا کیا بنے گا جس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ وفات کے وقت سوائے تین افراد کے باقی سب مرتد ہو گئے تھے۔ (رجال کشی ص ۱۱)

اور احتجاج طبرسی کا یہ احتجاج کہ حضرت علیؓ کو گلے میں رسیاں ڈال کر لایا گیا اور حضرت علیؓ نے فرمایا اگر میرے ساتھ ۴۰ آدمی ہوتے تو میں اُن سے لڑتا۔ (احتجاج طبرسی ص ۱۰۹ ج ۱، مطبوعہ قم)

تو کیا خیال ہے زمانہ نبوی میں معرض وجود کے اندر آنے والے سارے شیعہ مرتد ہو گئے تھے؟ اور کیا حضرت علیؓ کے ساتھ اس معاملے کو دیکھ کر (جس کا ذکر احتجاج میں ہے) سارے شیعہ خارجی ہو چکے تھے؟ اس کا فیصلہ رافضی کرم فرماؤں کو خود ہی کرنا چاہیے ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

شیعہ مذہب کی اصل اور ابتدا کے بارے میں خود شیعہ کرم فرماؤں کا یہ فرمانا ہے کہ عقیدہ امامت کی پہلی اینٹ جناب ابن سباء نے رکھی تھی۔ (رجال کشی ۱۰۸)

یہ بات مان لی جائے تو کم از کم تحقیقی دستاویز والوں کا جھوٹ ننگا ناچتا نظر آتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ابن سباء نے اول اول شیعہ تحریک کی بنیاد رکھی اور یہ جماعتی وجود حضرت علیؓ کے علم میں آ گیا تو انھوں نے اُن لوگوں کو آگ میں جلا ڈالا۔ (رجال کشی ۱۰۹)

یوں یہ رافضی جماعت ضرب حیدری کی تاب نہ لا کر نذر آتش ہو کر فنا ہو گئی جو کوئی بچا تو تقیہ کی مدد کے سہارے بچا بس تقیہ اکلوتا عمل تھا جو پاس رہا باقی سب کچھ فنا ہو گیا نہ علم رہا نہ عمل۔ چنانچہ جناب سید ظفر حسن نقوی امروہی نے الشافی ترجمہ فروع کافی کی پہلی جلد میں اس کا اعتراف کیا ہے کہ امام باقر سے قبل شیعہ لوگوں کو حدیث لکھنے لکھانے کی قطعاً اجازت نہ تھی۔ امام باقر نے اور ان کے بیٹے امام جعفر نے بنوامیہ اور عباسیوں کی باہمی لڑائی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے احادیث بیان کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ (ملخص)

جہاں تک عمل سے تہی دامنی کا سوال ہے تو اسی الشافی ج ۲ کے صفحہ ۳۲ پر روایت ہے جس میں یہ بھی ہے کہ حضرت (جعفر صادق) سے پہلے شیعہ حضرات حج کے مناسک اور حلال و حرام سے واقف نہ تھے (الشافی ترجمہ اصول کافی کتاب الایمان والکفر باب نمبر ۱۲ ص ۳۲ ج ۲ مطبوعہ کراچی) گویا امام جعفر سے قبل شیعہ حرام کھاتے، بے دینی کی زندگی گزارتے اور جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں جیتے مرتے تھے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس زمانہ دوسری صدی ہجری سے قبل شیعہ مذہب کا کوئی عمل نہ پایا جاتا تھا۔ نہ ان کو حلال کا پتہ تھا نہ حرام کا۔ یہ فرمان تو امام معصوم ابوعبداللہ کا ہے کہ دوسری صدی

ہجری سے قبل شیعہ کا وجود عنقا تھا مگر امام کی دشمنی اور مخالفت میں تحقیقی دستاویز والے اتنے جری ہیں کہ امام معصوم کی پروا کیے بغیر یہ بڑھ جاتی کی ہے کہ شیعہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں تھے۔ یہ ہیں امام کے عاشق۔

شیعہ قوم کا مقدس نظریہ

تقیہ ہی وہ خوبصورت ہتھیار ہے جو ہر دور میں ناقابلِ تسخیر رہا ہے شیعہ قوم کو اس ہتھیار پر بڑا ناز ہے اور بجا طور پر ہونا بھی چاہیئے کہ جب کبھی کشتی بھنور میں پھنسی یا بادِ مخالف نے قدم اُکھاڑنا چاہا ہے تو صدائے یا تقیہ مدد نے بلا تاخیر یاوری فرمائی اور بڑی سے بڑی مشکل ٹل گئی بہر حال ماضی کی اس طویل تاریخ میں تو شیعہ قوم بڑی احتیاط سے مقدس نظریہ تقیہ کے سائبان میں وقت کا انتظار کرتے رہے تا آنکہ 1979ء کے فروری میں ایران کا خمینی انقلاب برپا ہوا، اس انقلاب سے دنیا بھر کی شیعہ قوم کا خوشی میں پھولے نہ سمانا کوئی عجوبہ نہیں البتہ انوکھی تبدیلی انقلاب سے یہ پیدا ہوئی کہ عراق کی سرمن رائے غار سے تو امامِ زمان برآمد نہ ہوئے لیکن تقیہ کا گھونگھٹ اُتار کر شیعہ قوم کا کچھ دھندلا سا چہرہ عامۃ الناس کو دیکھنے کا موقع ملا چنانچہ غالباً یہ پہلا موقع ہے کہ شیعہ قوم نے تقیہ سے بھی تقیہ کرتے ہوئے دنیا بھر میں اپنے مذہب کی اشاعت وتبلیغ کی غرض سے بے شمار کتابیں مختلف زبانوں میں چھپوا کر تقسیم کرنا شروع کیں اردو زبان میں جن قلم کاروں کو یہ فرض سونپا گیا وہ دیگر قلم کاروں سے کچھ زیادہ ہی بے باک نکلے شاید انہیں بازاری زبان کا خاص مہارت سے سلیقہ سکھایا گیا تھا چنانچہ چند سالوں میں وطنِ عزیز کے کتاب بازار انتہائی غلیظ مواد سے لبریز ہو گئے۔

تاریخ کا بے رحم عمل صرف تقیہ کا ہم جولی تو نہیں جو صرف اسی کا رفیقِ سفر ہے بلکہ وہ تو ہر ایک کے ساتھ برابر کا حساب رکھتا ہے چنانچہ ظلم وجبر کی جو راہ شیعہ انقلاب کے بعد وطنِ عزیز کے دشمنوں نے اپنائی تھی محبانِ وطن علمائے حق پرست نے بے سرو سامانی کے عالم میں اُس راہ کے راہیوں کے رخ موڑ دیئے اسلام آباد کے قومی اداروں پر ریہرسل اور قبضہ کے ذریعے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے والوں کو شاید اندازہ نہیں کہ قومی سرمایہ اور وطنِ عزیز کی خاک سے ایک چھٹانک بھر مٹی پر قبضہ جمانے والوں سے وطن کے بیٹے بلا تاخیر اپنا حساب چکا دیتے ہیں جو سرفروش آزادی وطن کے لیے 1857 تا 1947ء مسلسل قربانیاں دے کر وطنِ عزیز کی عزت اور وقار کا نشان سبز ہلالی پرچم لہرانا جانتے ہیں وہ علمائے حق کی اولاد بلند شان پرچم کو شان وشوکت کے ساتھ بلندیوں پر رکھنے کا سلیقہ بھی جانتے ہیں اور سرنگوں ہونے سے بچانا بھی۔

چنانچہ عزیمت کے کوہِ گراں مولانا حق نواز شہید اور ان کے روحانی فرزندوں نے ایرانی انقلاب کی وطن عزیز میں برآمدگی کا رخ ہی موڑ دیا اور دشمن کو منہ کی کھانا پڑی۔ تو دشمن نے طریقۂ واردات بدل کر پھر سے تقیہ خانہ میں جا پناہ لی۔ اور پھر سے پرانے حربے اور تقیہ کے پر زور وار کرنا شروع کر دیئے جس کا اُنہیں نقد فائدہ تو یہ ہوا کہ اصحاب اقتدار اور محبانِ وطن کے درمیان ایک خطرناک خط کھینچ دی گئی۔ مگر عوام الناس کے سامنے اُن کی نہ چل سکی، لہٰذا اب عوام الناس کو گمراہ کرنے کے لیے زورِ قلم کا سہارا لیتے ہوئے تحقیقی دستاویز میں ایک بار پھر تقیہ کا سحر چلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہم امن پسند، قوم و ملک کے خیر خواہ اور وطنِ عزیز کے خادم سچے پکے وفادار ہیں جبکہ حقیقت وہ نہیں جو بتائی گئی ہے۔

شیعانِ علی کا تاریخ ساز کردار کے ضمن میں جو فریب کا کیچومر پیش کیا گیا ہے اربابِ دانش تو اسے پڑھ کر جان ہی لیں گے کہ جو حیدرِ کرار جیسے اسداللہ کو تقیہ کی آڑ میں پناہ لینے پر مجبور کریں اور حضرات حسنین کریمین جیسی بے مثال ہستیوں کو محض تقیہ کی بناء پر امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کروائیں وہ کیا کلمہ حق کہنے کا فریضہ سرانجام دیں گے اور جن کی کوکھ سے ابن علقمی، طوسی، میر جعفر، میر صادق جیسے ننگ دین، ننگ ملت اور ننگ وطن نے جنم لیا ہو وہ کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیں گے البتہ بے علموں کو دھوکہ دینے کا قلم کار نے خوب سامان کرلیا ہے لہٰذا ہمارے کرم فرماؤں کا نقلی چہرہ سامنے آنے کے بعد لازم ہے کہ ان کا اصلی روپ اور تقیہ سے بے نقاب چہرہ بھی دکھا دینا چاہیئے کہ کہیں کوئی رائی کو احد اور زہر کو شہد جان کر اپنی جان کا دشمن نہ بن بیٹھے۔

1- شہزادہ ہرمزان کی سازش سے ابولولوء مجوسی ایرانی نے مراد خاتم الانبیاء داماد حیدرِ کرار سیّدنا فاروقِ اعظمؓ کو مصلی پر شہید کر دیا شیعہ اس دن عید مناتے اور قاتل فاروق اعظمؓ کو بابا شجاع کہتے ہیں فیروزہ نامی انگوٹھی کو متبرک مانتے ہیں۔

2- ابنِ سباء (بانی تحریک شیعہ (رجال کشی) نے ایک طویل جدوجہد کے بعد ایک پارٹی قائم کر کے حضرت سیّدنا عثمان ذُوالنورینؓ کو چالیس دن کے محاصرے کے بعد شہید کر دیا

3- جنگ صفین و جمل کا مرکزی کردار ابنِ سباء کی یہی پارٹی ہے جس نے رات کی تاریکیوں میں مسلمانوں کی دو جماعتوں کو آپس میں لڑا دیا یوں ستر ہزار صحابہ کرام و تابعین کا خون کرنے والی یہ ٹولی اس حادثہ پر خوش ہے جب ہی تو نہ کوئی ان حادثات پر صفِ ماتم بچھتی ہے اور نہ مجلسِ عزا ہوتی ہے۔

4- نہروان کے مقام پر حیدرِ کرارؓ کے خلاف جنگ میں صف آرا ہونے والے ابنِ سباء کے تربیت یافتہ تھے جو شیعانِ علی کا نعرہ لگاتے تھے مگر حضرت علیؓ کے شورائی فیصلے پر ان الحکم الا للہ کا نعرہ لگا کر حضرت علیؓ کے خلاف ہو گئے کہ خلافت صرف خدا کے مقرر کرنے سے ملتی ہے اب کے شیعہ بھی نظریہ امامت میں اُن کے پیرو ہیں۔

5- ابنِ ملجم کٹر شیعہ، مصری بلوائی جو بعد میں سیدنا حیدرِ کرارؓ کا بھی دشمن بن گیا اس نے حیدرِ کرار کو کوفہ میں شہید کر دیا اسی بھائی بندی کا لحاظ ہے جو شیعہ اصحاب ثلثہ پر نماز کے بعد لعنت کرنا ثواب جانتے ہیں۔ مگر ابنِ ملجم پر لعنت نہیں کرتے۔

6- حضرت حسنؓ نے جب امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو ان کو مذل المومنین (مومنوں کو ذلیل کروانے والے) وغیرہ الفاظ سے ستایا اور حملہ آور ہو کر ان کی ران کاٹ دی۔

7- حضرت حسینؓ کو ہزاروں خطوط اور بیسیوں وفد بھیج کر کوفہ بلایا جب حضرت تشریف لائے تو کربلا کے میدان میں انہوں نے جو کچھ کیا وہ ایسی لرزہ خیز داستان ہے کہ لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے. مجالس المومنین .ج2.243 پر قاضی نور اللہ شوستری لکھتا ہے (قاتلانِ خاندانِ رسول) شیعہ ایک مدت کے بعد بیدار ہوئے افسوس کھایا اپنے اوپر لعنت کی کہ دنیا آخرت کا گھاٹا ہمارے نصیب ہوا کیونکہ ہم نے امیرُ المومنین حسین علیہ السلام کو بلایا پھر ہم نے اُن پر تلوار کھینچی اور یہ ہماری بے وفائی سے ہوا جو کچھ ہوا اس جماعت کے سردار یہ اشخاص تھے. سلیمان بن صرد خزاعی، مسیّب

بن نخبہ خزاری، عبداللہ بن سعد ازدی، عبداللہ بن دال تیمی، رفاعہ بن شداد، اور یہ پانچوں حضرت علیؓ کے خاص اور معروف شیعہ تھے۔

8- چند سالوں بعد انتقام حسین کے بہانے بدترین سفاک مختار بن عبید ثقفی اٹھا اور 70 ہزار مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگین کیے، انتقام حسینؓ کی آڑ میں عبیداللہ بن علیؓ کو بھی ساتھ ملانا چاہا مگر وہ ان کی منافقانہ سازش سے باخبر تھے اس لیے اُن کا ساتھ نہ دیا نتیجتاً مختار ثقفی نے انہیں بھی قید کر دیا اب مختار فورس (شیعہ کی جماعت) نے اسی مختار ثقفی کی روش اپنائی ہوئی ہے۔ یہی ظالم حضرت حسنؓ کو گرفتار کر کے دشمنوں کے حوالے کرنا چاہتا تھا اس کے چچا نے ڈانٹا پھر وہ باز آیا۔ (مجالس المومنین)

9- حضرت زید بن علی بن زین العابدین جو آلِ رسول اور خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ ہیں وہ ظالم حکام کے خلاف اُٹھے چالیس ہزار کے لشکر سے عین لڑائی کے وقت تمام رافضی شیخین پر تبرا نہ کرنے کی بنا پر آلِ رسول کو دشمن کے حوالے کر کے گھر جا بیٹھے۔ (مجالس المومنین ج2، ص206)

10- بنوامیہ کے خلاف ایرانیوں نے بنوعباس کے ساتھ مل کر تحریک چلائی اور ہزاروں فرزندانِ توحید کو لقمہ اجل بنا ڈالا ان ظالمانہ کارروائیوں میں اصل کردار ابو مسلم خراسانی شیعہ کا تھا جو عباسیوں کا وزیر مشیر اور بلا خر سیاہ سفید کا مالک بن گیا تھا۔

11- عباسیوں کے دور میں پھر علوی نام سے ایک نیا سلسلہ قتل وغارت ولوٹ مار کا شروع کیا تفصیل شیعہ قلم کار قاضی نور اللہ شوشتری کی مجالس المومنین ص404 ج2 پر ملاحظہ فرمائیں. جب بنوبویہ، ابومسلم خراسانی سیاہ سفید کا مالک بن گیا تو بغداد میں اپنا ایسا راج قائم کیا کہ خلیفہ وقت کو سر عام ڈنڈے مار مار کر قید کر دیا سات سال بعد قید میں وہ مر گیا عاشورہ محرم کی جبراً چھٹی کروائی سنی مساجد پر خلفائے راشدین حضرت امیر معاویہ اور امّ المومنین سیدہ عائشہ الصدیقہؓ پر تبرے لکھوائے شیعہ سنی کو آپس میں لڑوا کر ہزاروں اہلِ سنت کو قتل کروا دیا (مجالس المومنین ص326) حسن بن صباح اسماعیلی شیعہ حاکم بنا تو اس نے فدائین کے نام سے جماعت بنائی جو سنی علماء وخواص کو قتل کرتی رہی قاضی القضاۃ ابو سعید سمیت سنی مفتی اور خاص خاص اکابر اسی کے دور میں قتل کیے گئے۔ (شوستری)

مصر میں فاطمین کے نام سے ان کا اقتدار جما تو فدائیوں کے نام سے یہ شیعہ گروہ مسلمانوں کو قتل کرتا رہا حتٰی کہ ان کے ہاتھ عظیم فاتح سلطان صلاح الدین ایوبی تک جا پہنچے ان کو قتل کرنے کے لیے کئی خطرناک حملے کیئے گئے مگر اللہ پاک نے ان کو سلامت رکھا۔ (تاریخ اسلام نجیب آبادی، ج3 ص436)

16- ابن علقمی شیعہ وزیر نے ہلاکو خان کو بغداد پر حملے کی دعوت دی اور عباسی خلیفہ معتصم کو اولاد سمیت قتل کر کے جسم کے تمام اعضاء الگ الگ کر دیئے لاکھوں مسلمانوں کے خون سے بغداد لالہ زار بن گیا اسلامی خزانہ علم دجلہ کی موجوں کی نذر کر دیا گیا۔ (مجالس المومنین صفحہ 442)

17- آٹھویں نویں صدی ہجری میں شاہ تیمور لنگ نے مسلمانانِ عالم اسلام پر جو مظالم ڈھائے اکبر شاہ نجیب آبادی کی تاریخ اسلام کے صفحہ 478، 481، 491 پر ملاحظہ فرمائیں۔

18- سلطنت عثمانیہ کو اللہ نے دوبارہ حیات دی سلطان محمد خان اوّل وغیرہ نے ملت اسلامیہ کو متحد کیا تو دسویں صدی ہجری میں شاہ اسماعیل صفوی شیعہ حکمران ایران میں برسر اقتدار آ گیا جس نے خلافت کے خلاف زہر اگلا اور سنی مساجد شہید کر دیں بڑے بڑے علماء سولی پر چڑھا دیئے جمعہ کے خطبوں میں خلفائے ثلثہ پر تبرا کرنا لازمی قرار دیا گیا ایک محتاط اندازے کے مطابق 40لاکھ مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا باقیوں کو شیعہ بننے پر مجبور کر دیا گیا کلیات نفیسی مولفہ سید نفیسی پروفیسر تہران یونیورسٹی میں ایک سوال اور اس کا جواب لکھا گیا ہے جب ان سے پوچھا گیا کہ ایران سنی اکثریت کا ملک تھا وہ شیعہ اکثریت میں کیسے تبدیل ہو گیا تو پروفیسر موصوف نے جواب دیا عہد صفوی میں سنیوں کا قتل عام کیا گیا جو بچے ان کو جبراً شیعہ بنایا گیا تفصیل کے لیے دیکھیئے ایران افکار و عزائم (نذیر احمد)

19- ہمایوں کے دور میں ہند میں شیعہ کو برآمد کیا گیا غالی شیعہ قاضی نوراللہ شوشتری کو قاضی القضاۃ بنایا گیا جس نے شاہوں اور شہزادوں کے حرم شیعہ خواتین سے بھر دیئے اور پھر شہزادوں کو اقتدار کی رسہ کشی میں ڈال کر سلطنت کو کمزور کر دیا۔

20- نادر شاہ نے اسی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہند پر حملہ کیا اور کروڑوں کا خراج اور دوسری بار برہان الملک سعادت علی خان رافضی کی غداری سے دہلی کا نہ صرف خزانہ لوٹا بلکہ مسلمانوں کی قوت پامال کر دی۔

(ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ اپریل 1986ء بحوالہ تاریخ فرشتہ)

نمونہ کے چند اشارے دریچہ ماضی سے ہم نے قارئین کرام کی نذر کر دیئے ہیں۔

وطن عزیز کے ساتھ ہمارے کرم فرماؤں کا جو معاملہ اور عہد وفا ہے اگر قارئین کرام ایران افکار و عزائم نامی کتاب کا مطالعہ فرمائیں گے تو حقیقت تک رسائی حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی پاکستان کو دو حصوں میں تقسیم کرنے والا یحییٰ خان سب ہی جانتے ہیں کس ملت کا فرزند تھا پاکستان معرض وجود میں آتے ہی ماتم، مجالس و تعزیہ وغیرہ رسوم کے ذریعے مذہبی افراتفری کی بنیاد کس نے رکھی؟ شیعہ کرم فرما پاکستان سے زیادہ ایران کے وفادار اور محب ہیں ان کو وطن عزیز سے زیادہ ایران کے مفادات عزیز ہیں قلب و جگر کے رشتے اسلام آباد سے زیادہ تہران سے جڑے ہوئے ہیں بلکہ وہاں سے حاصل شدہ ہدایات پر عمل پیرا رہنا ایمان خیال کیا جاتا ہے پاکستان میں ایک غیر ملکی انقلاب برپا کرنے کی نہ صرف تدبیریں ہو رہی ہیں بلکہ غیر ملکی ایماء پر باقاعدہ جماعتیں کارکنوں کی تربیت کر رہی ہیں ملک کے کلیدی عہدوں پر قبضہ کرنے کی پالیسی عرصہ سے اسی خاص نقطہ نظر سے اپنائی جا چکی ہے باقاعدہ اسلام آباد مارچ اور قبضہ کی ریہرسل کی جا چکی ہے اس صورت حال میں ایک محب وطن بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ ہمارے ان کرم فرماؤں کو ملک و ملت سے کتنا پیار ہے اور خیر خواہی کے جذبات میں یہ حضرات کتنے مغلوب ہیں اگر دیانت داری سے وطن کی مٹی پر ہمارے یہ کرم فرما کچھ بھی ترس کر سکتے تو محرم

کے سیاسی مظاہرے، علی الاعلان تبرا اور ملی جذبات کو برانگیختہ کرنے اور نظریہ پاکستان کی دھجیاں اڑانے سے یہ افراد باز آجاتے لیکن مگرمچھ کے آنسو رونے والے رات دن پاک مٹی کو ایرانی باجگزار میں داخل کرنے کی فکروں میں بسر کر رہے ہیں اور ماضی کی طرح وہ ایک اور وار ملت اسلامیہ پر کرنے کی پرزور تیاری کر چکے ہیں کاش نقار خانے میں کوئی صدائے طوطی پر بھی کان دھرتا۔ کاش کوئی وطن کی مٹی کو بے دار مغز ایوبی کا وجود نصیب ہوتا جو اس پاک وطن کو دشمنوں کی چالوں سے محفوظ کرسکتا۔

اتحاد و وحدت کا واویلا اور شیعہ کا بھیانک کردار

ہم ارباب علم کی خدمت میں عرض گزار ہیں تحقیقی دستاویز کے اوراق میں ملت تشیع کی اتحاد و وحدت کے لئے کوششیں اور عیسائیوں کو مسلمانوں کی مساجد میں عبادت کی کھلی چھٹی دینے والے طاہر القادری سے اتحاد وغیرہ کا مطالعہ کرتے وقت سابق رکن کلچرل اٹیچی آفس، سفارت پاکستان تہران کی کتاب ایران افکار وعزائم کے صفحہ نمبر 6 کا ضرور مطالعہ فرمالیں جس میں مصنف رقم فرماتے ہیں!

حالیہ کچھ عرصے سے پاکستان کی شیعہ قیادت نے انٹرنیشنل کیمونزم کے خطوط پر چلائی جانے والی ایران کی انٹرنیشنل شیعت کی تحریک کے پاکستان میں غیر موثر نتائج اور ناکامی کے بعد ایک حکمت عملی اپنائی ہے جس کے تحت اتحاد بین المسلمین، تحریک اخوت اسلامی، اخوت اکادمی، نامی کئی نئی تنظیمیں متعارف کروائی ہیں جن کا مقصد باہمی اختلافات ونظریات سے ہٹ کر اعلیٰ اخلاق و کردار کو فروغ دینا ہے جبکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ ان تنظیموں کی باگ ڈور نوجوان اور فعال شیعہ قیادت کے ہاتھوں میں ہے جو آئے دن مختلف اسلامی اور قومی موضوعات پر مجالس اور سیمینار کا اہتمام کرتے رہتے ہیں ان مجالس میں اکثر و بیشتر ممتاز سنی مسلم مذہبی، ادبی اور سماجی شخصیات کو مدعو کیا کرتے ہیں ان موقعوں پر منتظمین کی طرف سے زیادہ زور قومی مفاہمت اور یکجہتی پر دیکر نہ صرف یہ تاثر عام کیا جاتا ہے کہ شیعہ و سنی دراصل ایک شجر کی دو شاخیں ہیں بلکہ یہ باور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ شیعہ کمیونٹی ہر اعتبار سے بہتر مسلمان اور حب الوطن پاکستانی ہیں اس طرح ان کی غرض و غایت شیعہ نوجوانوں کی قیادت کو سنیوں میں مقبول بنانا ہے اور ایسی سازگار فضا پیدا کرنا ہے کہ مناسب وقت پر جب بھی ملک میں شیعہ انقلاب برپا کرنے کا آغاز کیا جائے تو یہی شیعہ نوجوان طبقہ مسلمانوں کے نمائندوں کی حیثیت سے بلا رکاوٹ اپنا مشن پورا کر سکے یہ ایک دور رس خطرناک گہری سازش ہے جسکا صحیح اور بر وقت ادراک پاکستانی مسلمانوں کو شیعوں کی غلامی سے بچا سکتا ہے (ایران افکار وزائم از نذیر احمد) ٹھیک مرتب شدہ ایرانی پالیسی کے تحت پاکستان کے شیعہ قدم بہ قدم آئے دن طرف سرکتے چلے جارہے ہیں جبکہ وطن عزیز کے باسی اس صورت حال سے بے خبر ہیں۔

شیعت کا تعارف یعنی ریت کی بنیاد پر خیالی عمارت کا وجود

تحقیقی دستاویز کے مولفین نے تشیع کے تعارف میں خواہ مخواہ قارئین کو شک میں ڈالنے کی کوشش کی ہے آسان سے لفظوں میں یوں لکھ دینا کافی تھا کہ رحمت عالم ﷺ کے انتقال پر ملال کے بعد خلیفہ اوّل کے خلاف جس قوم نے اعلان بغاوت کیا اور میدان قتال میں اترے حتیٰ کہ سامان حرب اتارنے کی نوبت آج تک نہ آسکی انہی کو تشیع کہا جاتا ہے: ہر دور

کے صرف مسلمان حکمرانوں کے مظالم برداشت کرنا اور عیسائی یہودی وغیرہ حاکموں کے زیرِ سایہ امن و راحت پانا اور سکون چین کی زندگی جینا سب اسی ایک جملے میں سما جاتا یوں کاغذ، وقت اور پڑھنے والوں کا مال اور کافی کچھ محفوظ رہتا اور شکوک و شبہات بھی پیدا نہ ہوتے، آخر بھی تو اندھے اور عقل کے کورے نہیں ہوتے، جب قاری پڑھے گا کہ بنو امیہ بنو عباس سمیت تمام مسلم حکمران تشیع سے صرف نالاں ہی نہیں تیز دھار تلواروں سے نبرد آزما بھی رہے ہیں یہاں تک کہ تشیع قوم کو تلوار کی باڑوں، نیزوں کی انیوں اور تیروں کی نوکوں پر بسر کرنا پڑی ہے تو عقل ضرور سوال کرتی ہے کہ مسلمان حکام جو عیسائی، ہندو، سکھ، یہودیوں کو کھلی مذہبی آزادی دیتے اور عبادت میں مصروف کسی پر بھی ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے انہیں آخر تشیع پر ہی مذہبی پابندی عائد کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی چلو ذاتی دشمنی بھی ہو تو ایک دو کو ہی ہو گی دنیا بھر کے تمام مسلمان آخر اس کھلی ناانصافی پر کیسے قائم ہو سکتے ہیں پھر مذکورہ سزائیں تو خطرناک ترین مجرموں کو اور وہ بھی سخت مجبوری کی حالت میں دی جاتی تھیں حتیٰ کہ عام ڈاکو چوروں کو بھی کم از کم یوں بے دردی کے ساتھ سزا تو نہیں دی جاتی تھی۔ اب ایک دو حاکم ایسا کرتے تو دل مطمئن بھی ہو سکتا تھا کہ وہ ظالم ہوں گے مگر ساری امت اسلامیہ اور ان کے حکام جن میں بے مثال عادل، زاہد، مجاہد، پارسا بھی ہیں اور عالم قاری اور محدث مفسر فقیہ بھی وہ بھی جن کی برکت سے اسلام کی کرنیں پورے ایشیا اور جنوبی افریقہ کے دور دراز جنگلوں تک جا پہنچیں اور وہ بھی جنکی عنداللہ مقبولیت کرامات کی صورت میں ظاہر ہوتی رہی۔

ایسے نیک دل حکمرانوں سے شیعہ داد تحسین، نظر محبت اور شاباش پانے کی بجائے نیزے کی تلواروں کی نوکیں پاتے ہیں کہ دجلہ نے جن کے لیے راستے چھوڑے افریقہ کے جنگلوں نے اطاعت کی مثالیں رقم کیں اور درندوں نے میدان خالی کر دیئے، مصر کے نیل سے پوچھو تو اس کی روانیاں آج بھی کسی خط لکھنے والے مسلمان عادل حکمران کا پتہ دیتی ہیں ایسے رب ذوالجلال کے مقبول بندے ظالم تو نہیں ہو سکتے لامحالہ ان سزا یافتہ لوگوں کے کچھ کرتوت ایسے ضرور ہوں گے جو ان کی اس سزا کا موجب بنے ایسے خدا ترس حاکموں کے زمانہ عدل میں سوائے چور، ڈاکو، ظالم اور قومی مجرم کے کوئی جیل میں اور تلواروں کی نوکوں پر بھلا کیسے رکھا جا سکتا ہے۔

بالخصوص جب اس طرح کی شیعہ تحریرات پڑھ کر حقیقت حال کی جستجو میں لوگ شیعہ قوم کی اخلاقی حالت کا جائزہ لیتے ہیں تو انکا یہ شک یقین میں بدل جاتا ہے کہ بھنگ کے نشہ میں مست ملنگ جرائم کی آماجگاہ چرس کا اڈا عزت و آبرو کا دشمن نظر آتا ہے ادھر لائسنس یافتہ جسم فروشی کی کاروباری کا مذہبی خانہ نظر سے گزرتا ہے تو یقین جانئے شریف الطبع انسان کی آنکھوں میں جیسے خون اُتر آتا ہو کہ ملک، قوم، ملت اور نظریہ وطن کے دشمن اگر آج یہ ہیں تو کل کیا ہوں گے پھر اگر وہ قاری پڑھا لکھا ہو تو تاریخ کے دریچہ میں جھانک کر ماضی کے خدوخال میں ان کو تلاش کرتا ہے جب وہ ابولولو مجوسی کا خنجر، (جسے ایرانی آج بھی بابا شجاع کہہ کر پکارتے اور فیروزہ نامی پتھر کو مقدس جانتے ہیں) ابن سباء کی سرکردگی میں مدینہ پر چڑھائی، دس ہزار خطوط لکھ کر کربلا کو لالہ زار کرنا، ابن علقمی کے کارنامے، ایوبی پر حملہ آوروں کی شناخت، خلافت عثمانیہ کے باغیوں پر نظر، میر جعفر، میر صادق کا کردار وغیرہ پڑھتا ہے تو اس کا یقین پھر عین الیقین ہو جاتا ہے اب آپ ہی بتایئے آپ کی اس

تعارفی تحریر نے اس قاری کے جذبات محبت کا کیسا نقشہ تیار کیا ہوگا۔

اس لیے ہماری دانست میں قلم کاروں کی یہ تحریر ممکن ہے چند جذباتی اور عاقبت نا اندیشوں کو خوش کرے تو کرے سمجھ دار اور دور رس نتائج پر نگاہ رکھنے والے اپنی تباہی کو بھانپ ہی لیں گے ممکن ہے ہماری اس نصیحت پر کسی کا ذہن اس طرف جائے کہ بھلا آپ کو کیا پڑی جوان کو پتے کی بات بتاؤ اور دنیا میں جوان کی ناک کٹی اسے دوبارہ جوڑنے اور مرہم لگانے کی کوشش کرو حالانکہ وہ لوگ تو تمہیں اور تمہاری ساری ملت کو تباہ کرنے اور رسوا کرنے کے درپے ہیں تو جواباً راقم عرض کرتا ہے کہ ہم تو اس نبی ﷺ کے پیرو ہیں جو زخم کھا کر بھی اپنے دشمن کو دعا دیتے تھے اور میں ایسی قوم کے دنیاوی نقصان اور رسوائی سے نکالنے کی بھلا کیوں فکر نہ کروں جن کی آخرت بچانے اور تباہی کے گڑھے سے نکالنے کو کلیجہ کھولتا اور اندر ہلتا ہے جب میرے اسلاف نے ان کے برے اور ناپاک عقائد چلا چلا کر انہیں بتائے اور دعوت فکر دی توبہ کی راہ دکھائی تو راقم بھی بڑوں کی راہ چھوڑنے والا نہیں اگرچہ میرے اسلاف اور رفتہ محبوبوں کا ظرف بڑا وسیع تھا مجھے تو اس کا ذرہ بھی حاصل نہیں۔

(احب الصالحین و لست منھم۔)

ابن سباء کے بارےمیں شیعہ دستاویز کا واویلا

ہمارے کرم فرماؤں کا عبداللہ بن سباء کو ایک فرضی شخصیت قرار دینا بھی ایک بے وقت کی راگنی ہے۔ ان پڑھوں کو تو بندہ جس راہ چلائے چل پڑتے ہیں مگر جن لوگوں نے تاریخی دستاویز صفحہ 713 پر طبرسی کی الاحتجاج کا صفحہ 101 اور تاریخی دستاویز صفحہ ۱۵۲ پر انوار النعمانیہ صفحہ 234 ج 2 ملاحظہ کر لیا ہے ان کی تسلی کا اب کیا سامان کیا جا سکتا ہے جس میں اہل علم کا قول نقل کیا ہوا ہے ان اہل علم نے بتایا ہے کہ اوّل عبداللہ بن سباء یہودی تھا پھر مسلمانوں کی صفوں میں گھسنے کے لیے مسلمان ہونے کا دعویدار ہوا اور حضرت علیؓ کی ولایت کا اعلان کرنے لگا کہ جیسے یوشع بن نون حضرت موسیٰؑ کے وصی تھے ایسے ہی حضرت علیؓ آپ ﷺ کے وصی ہیں یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علیؓ کی امامت کو فرض بتا کر مشہور کیا اور ان کے دشمنوں سے برأت کا اعلان کیا ان کے کفر اور مخالفت کو واضح کیا اب بقول طبری اول تو یہ قول اہل علم کا ہے جہلا کا نہیں ہاں اگر شیعہ قوم کے ہاں جہلا کی اتباع ہی لازم ہے اور حضرت علیؓ کی اتباع کو لازم قرار دینا یوں ہی اوپر اوپر سے ہے یا تقیتاً ایسا کہتے ہیں حقیقت ایسی نہیں پھر تو یہ روایت ردی کی ٹوکری سنبھال لے گی البتہ اس صورت میں قرآن پاک کی شدید مخالفت مول لینا پڑے گی اور اگر شیعہ کرم فرما اہل علم کی اتباع کا دعویٰ کریں تو اس روایت کو ماننا مجبوری بن جاتا ہے۔

نیز یہ بھی کہ لوگ اتنے بھولے بھی نہیں کہ ذاکر کا کہا ہوا مہدی کا قول جان کر قبول کر لیں آخر اس روایت کو پڑھ کر سوچیں گے نہیں کہ جب حضرت علیؓ کا امام اور وصی رسول اللہ ہونا جس اول استاد کا دیا ہوا سبق ہے وہ تو عبداللہ بن سباء ہے اگر وہی استاد اول ہی فرضی کردار ہے تو پھر یہ عقیدہ بھی کیا فرضی ڈھگوسلہ بن کر ہوا میں نہ اڑ جائے گا ویسے عجیب بات ہے معلم اول کے سارے سبق اچھی طرح رٹے رٹائے من وعن یاد ہیں جیسے حضرت علیؓ کا امام ہونا، وصی رسول اللہ ہونا، خلیفہ بلافصل ہونا خلفائے سابقین کا غاصب ہونا، ان سے برات اور تبرا کا برملا اعلان کرنا اور حیدر کرار کے علاوہ دو چار دیگر

حضرات کو چھوڑ کر باقیوں کے کفر کا فتوٰی صادر کرنا یہ سب سبق نہ بھولے مگر معلم اول صاحب بھلا دیئے گئے گویا ایک فرضی نمونہ ہو کر رہ گئے استاد اول کا جب یہ ادب و احترام اور ان بانی مذہب کے ساتھ جب یہ وفا تو پھر اوروں کو کیا توقع رکھنی چاہیئے؟ بہرحال شیعہ کرم فرما عبداللہ بن سبا والی کہانی نہ دہرائیں تو ان کے لیے بھلے کی بات ہے ورنہ اس راز کو چھپانے کی کوشش میں کئی سربستہ راز طشت از بام ہو جاتے ہیں۔

قرآن کی روشنی عنوان کے تحت شیعہ کی اندھیر نگری

شیعہ دستاویز کے صفحہ 16 سے 20 تک قرآن اور حدیث کی روشنی میں شیعہ قوم کا تعارف پیش کیا گیا ہے دیگر پڑھنے والوں کے تاثرات کیا ہوں گے؟ اس کے بارے میں تو صحیح رائے پڑھنے والے ہی بتا سکیں گے؟ کم از کم راقم کو شک سا ہونے لگا ہے کہ تحقیقی دستاویز والے حضرات شیعہ قوم کے دشمن تو نہیں جو انہیں بدنام کرنے اور اپنے قلم سے اپنے منہ پر کالک ملنے کی ٹھان چکے ہیں کوئی قلم کار اپنے مذہب کی رسوائی گوارا نہیں کرتا اس لیے وہ ایسی کوئی بات یا کوئی دلیل پیش کرنے سے مکمل احتراز کرتا ہے جو کمزور ہو یا کسی پہلو سے اس کے مذہب پر حرف آنے کا باعث بنے مگر ہمارے مہربانوں کا حال کچھ علیحدہ ہی ہے ملاحظہ فرمائیں اپنے حق ہونے کی دلیل میں قرآن پاک کی آیت هٰذا من شيعته وهٰذا من عدوه پیش فرمائی کہ ایک حضرت موسیٰ کا شیعہ تھا اور دوسرا انکا دشمن تھا شاید ہمارے کرم فرماؤں نے جانا ہوگا کہ اس ہماری دلیل والے الفاظ پر قرآن ختم ہو گیا اب بس اس سے آگے کچھ بھی لکھا نہ ہوگا لہٰذا ثابت ہو گیا کہ ایک شیعہ ہوتا ہے اور دوسرا دشمن۔ شیعہ نے زور سے نعرہ لگایا یا موسیٰ مدد، اور جو دشمن تھا وہ بس ایک ہی مکے سے ختم ہو گیا۔ آگے قلم کار حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کے گروہ کو شیعہ کہا گیا ہے کیونکہ حضرت موسیٰؑ شیعہ تھے اور ان کے ماننے والے بحکم قرآن شیعہ تھے یہی معنٰی مفسرین اہل سنت نے کئے ہیں۔ (شیعہ دستاویز ص ۱۶)

جواباً ہم اپنے محترم قارئین کرام کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ سورۃ قصص کی اس آیت سے لے کر دو آیات بعد تک ذرا سادہ سا ترجمہ ملاحظہ فرمالیا جائے تو اس شیعہ صاحب کی پوری شکل اور کارنامے اچھی طرح واضح ہو جائیں گے خلاصہ آیات کا یوں ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے دو آدمیوں کو آپس میں لڑتے جھگڑتے ہوئے دیکھا ان میں ایک تو بنی اسرائیلی (شیعہ) تھا اور دوسرا قبطی فرعونی۔ بنی اسرائیلی (شیعہ) نے حضرت موسیٰؑ کو فرعونی کے خلاف مدد کرنے کیلئے آواز دی تو حضرت موسیٰؑ نے اس (فرعونی) کو مکہ مارا جس سے وہ مر گیا حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ یہ شیطان کا کام ہے بے شک وہ واضح طور پر دشمن درست راہ سے گمراہ کرنے والا ہے حضرت موسیٰؑ نے (بارگاہ رب العالمین میں عرض کیا) اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا پس آپ مجھے معاف فرما دیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو معاف فرما دیا بے شک وہ تو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے تو حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا جیسا کہ تو نے میرے اوپر (معاف فرما کر) انعام فرمایا ہے تو میں بھی اب ہرگز کسی مجرم کا مددگار نہیں بنوں گا۔ (قصص آیت نمبر ۱۵)

پھر ذرا اگلی آیت ملاحظہ فرمایئے جس میں ہے کہ وہ ایک اور قبطی سے اگلے دن دو دو ہاتھ کر رہا تھا حضرت موسیٰؑ کو دیکھ کر

پھر پکارا کہ جلدی جلدی اس کا بھی کام تمام کردو۔ تو حضرت موسیٰؑ نے جو الفاظ فرمائے قرآن پاک سے ہی پوچھ لیجئے وہ کیا ہیں۔
فرمایا "هو عدو لهما" هو ضمیر کا مرجع یہی مجرم اور فسادی شیعہ ہی تو ہے جس کا روزانہ کا معمول لڑائی اور جھگڑا ہی تھا۔ اس شیعہ کو اللہ کے نبی نے عدو قرار دیا ہے۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر مزید آگے کو نگاہ اٹھایئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بنی اسرائیلی کی طرف بڑھے تو اس نے اللہ کے نبی کا اہم ترین راز آؤٹ کر دیا اور عین اس وقت جب کہ حالات خراب اور قاتل کی تلاش جاری تھی۔ اس شیعہ صاحب نے کلیم اللہ کی مخبری ہی نہیں کی بلکہ الزام تراشی سے بھی باز نہ آیا۔

یا موسیٰ اترید ان تقتلنی، کما قتلت نفسا بالا مس ان ترید الا ان تکون جبارافی الارض و ما ترید ان تکون من المصلحین کے الفاظ واشگاف طور پر اس شیعہ مخبر کے کردار سے پردہ ہٹا رہے ہیں۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ وہ شخص جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تعاون کیلئے آواز دی۔

1- شیعہ تھا۔
2- لڑائی جھگڑا اس کا معمول تھا آج اس سے کل اس سے لڑائی جھگڑا کرتا تھا۔
3- دوسروں کو لڑائی کی آگ میں دھکیل کر خود پیچھے بیٹھ کر تماشا دیکھتا تھا۔
4- اسی کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قتل کا فعل سرزد ہوا۔
5- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے (شیعہ کو) مجرم قرار دیا۔
6- (شیعہ نے) دوسرے دن پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے مقصد کیلئے استعمال کرنا چاہا۔
7- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی چال بھانپ کر اسے گمراہ قرار دیا۔
8- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا علاج کرنے کا اقدام کیا۔
9- اس نے خفیہ راز جس کی سزا قتل تھی مشکل وقت میں اسے آؤٹ کر دیا۔
10- الزام تراشی کرتے ہوئے اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نقص امن، لاء اینڈ آرڈر وغیرہ کا مسئلہ قرار دیا۔

محترم قارئین کرام مفسرین کیا فرماتے ہیں یہ تو ایک لمبی بحث ہے جس کا یہ موقع نہیں قرآن پاک کا سادہ سا ترجمہ ہی بندہ دیکھ لے تو بات سمجھ آجاتی ہے اب اگر دور حاضر کے تحقیقی دستاویز والے حضرات وہی شیعہ ہیں تو ہم نے کب انکار کیا ہے بلکہ ہم تو یوں عرض کرتے ہیں کہ وہی بلکہ اس شیعہ سے بھی دو قدم ترقی پذیر یا ترقی یافتہ ہیں اور تقریباً تقریباً وہی عادات اور خصلتیں ان میں بھی پائی جاتی ہیں۔ وہی فساد، وہی شاطرانہ چالوں سے دوسروں کو استعمال کرنا اور اچھی طرح پھنسا دینا پھر آڑے وقت میں آنکھیں پھیر لینا، خفیہ راز دشمنوں تک پہنچانا اور کسی درست بات پر مخالفت کرنے والے کو اس کے مقام و مرتبہ کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے فسادی، دہشت گرد وغیرہ وغیرہ کے اسی اسرائیلی کی تقلید میں الزام عائد کرنا کیا آج کے ان مہربانوں کا وطیرہ نہیں ہے؟

وہ شیعہ اگر وقت کے نبی کو و ما ترید ان تکون من المصلحین کہہ سکتا ہے حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ نبی مصلح ہی ہوتا

ہے پر اس شیعہ نے نبی کو بھی معاف نہ کیا اور ان پر بھی الزام لگا کے ہی چھوڑا۔ تو آج کے مہربان بھی انہیں انبیاء کے وارث اور اصلاح و امن کے داعی، امن و آشتی کے لئے خون جگر کی قربانی دینے والے عالموں کو وہی کہتے ہیں وما ترید ان تکون من المصلحین۔ قرآن پاک کا آئینہ حاضر ہے چہرہ دیکھئے اور پہچانیے اور پھر اپنے مرتبے اور مقام کو متعین فرمایئے۔ جی ہاں واقعی اسی حضرت موسیٰ کے شیعہ کی ذریت آج بھی لڑائی کے لیے سرگرم ہے اور مکہ مارنے کیلئے آئے روز کسی حضرت موسیٰ کے غلام کو دعوت دیتی رہتی ہے۔ پھر بھولے سے کوئی پھنس جائے اور ان کی شاطروں کی چال سے آگاہ ہوکر ان سے جان بچانا چاہے تو جا کر حاکموں کو شکایت کرتے اور راز آؤٹ کرتے ہیں۔

پھر ایک بالکل معصوم بے گناہ کو اپنی شاطرانہ چالوں کی نذر کر کے اپنے خالص شیعہ ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ اے کاش قرآن کی روشنی میں دور حاضر کی شیعہ سنی لڑائی کو کوئی جاننے کی کوشش کرے۔ مگر کون اتنا جوان ہمت پیدا ہو جو پہاڑ جتنا کلیجہ رکھتا ہو۔ کہ ان شاطروں کی چالوں سے کوئی پہاڑ دل آدمی ہی بچے تو بچے ورنہ کوئی امید نہیں۔

ہم نے کئی لوگوں کو اخلاص نیت کے ساتھ اس مسئلے کو سلجھانے کا عزم کرتے دیکھا مگر وہ اس صحرا میں چند لڑکھڑاتے قدم بھی نہ اٹھانے پائے تھے کہ دبک کر وہیں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔

نیازی کمیٹی، نواز شریف کا عزم، ملی یکجہتی کونسل، سجاد علی شاہ چیف جسٹس آف پاکستان کی کاوش، قارئین ہی بتائیں وہ دعوے کوششیں اور محنتیں کہاں گئیں بہرحال اگر شیعہ مہربان اس آیت کو اپنے حق ہونے کی دلیل قرار دیں اور خوشی سے پھولے نہ سمائیں کہ ہمارا تو نام قرآن پاک میں ہے لہٰذا ہم ہی جنت کے حق دار ہیں تو انکی عقلمندی اور کمال فراست ہے۔ جن کو اللہ پاک نے انصاف کی دولت عطا فرمائی ہوئی ہے وہ تو اچھی طرح جان جائیں گے کہ حضرت موسیٰ نے اس شیعہ کو مجرم، گمراہ ؤضال اور اپنا دشمن قرار دیا ہے اور حضرت موسیٰ کے شیعہ کی طرح موجودہ زمانے میں حضرت علیؓ کے شیعہ کہلانے والے بھی کچھ مختلف نہیں ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔ جب یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ آیت شیعہ کی پیغمبر وقت سے دشمنی اور بدترین جاسوسی کا پتہ دیتی ہے تو اب ذرا ملاحظہ فرمایئے جن سنی تفسیروں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان کی حقیقت کیا ہے؟

تحقیقی دستاویز والوں کی دیانت

اس آیت کا ترجمہ لکھنے کے بعد کرم فرما کہتے ہیں اس آیت مبارکہ میں حضرت موسیٰ کے گروہ کو شیعہ کہا گیا ہے۔

ملاحظہ فرمایئے ہمارے کرم فرما خود اپنے نفس کو اور کم پڑھے لکھے اور دینی علوم سے ناواقفوں کو کس طرح دھوکہ میں غرقاب کیے ہوئے ہیں۔

1- آیت میں جسے شیعہ کہا ہے وہ گروہ نہیں ایک خاص شخص ہے جو پہلے دن بھی لڑ رہا تھا اور دوسرے دن بھی لڑ رہا تھا۔ اسی ایک شخص کو شیعہ بھی، مجرم بھی اور عدو بھی کہا گیا۔ اگر یقین نہ آئے تو خود تحقیقی دستاویز پر کیا جانے والا آیت کا ترجمہ ہی ملاحظہ کرلیا جائے۔ جس میں لکھا ہے۔ ''ایک حضرت موسیٰ کا شیعہ تھا (ص ۱۵ آخری پیرا) اب یہی ایک فرد ایک لائن چھوڑ کر اگلی لائن یعنی اگلے صفحہ کی پہلی لائن میں جاتے ہی پورا گروہ کیسے بن گیا؟

اگر ابھی بھی تسلی نہ ہوئی ہو تو اسی صفحہ 17 تحقیقی دستاویز پر جو من پسند تفسیر نقل کی گئی ہے اس میں لکھا ہے یعنی لڑنے والوں میں ایک شیعہ یعنی مومن اور دوسرا کافر تھا یہاں تفسیر میں بھی عدو ایک، ترجمہ میں بھی عدو ایک۔ مگر مؤلفین شیعی دستاویز کے ارشاد میں وہ گروہ ہے۔

اب آپ ہی فرمایئے کیا یہی ہے دیانت داری اور احتیاط؟ اسی کو تفسیر کرنا کہتے ہیں؟

محترم حضرات! جو لوگ قرآن کریم کا یہ حشر کرتے ہیں کہ اس میں بلا خوف وتردد اپنی مرضی سے کچھ کا کچھ بتائے جاتے ہیں انہیں قرآن پاک کا مطلب بدلتے ہوئے اور من گھڑت تفسیر بیان کرتے ہوئے ذرا خوف خدا نہیں آتا وہ دینی رہنمائی میں کس قدر بااعتماد ہوں گے۔

تفسیر بالرائے حرام ہے اس پر سخت وعیدیں موجود ہیں اللہ کا غضب وناراضگی ایسے لوگوں کی طرف اترتی ہے جو اس جرم کے مرتکب ہوتے ہیں مگر اس حرام کا ارتکاب کرنے میں شیعہ قوم پوری بے باکی کا مظاہرہ کرتی ہے یہ ہے وہ فراڈ اور فریب جس میں یہ لوگ امت مسلمہ کو گمراہ کرنے اور مبتلا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور بے سروسامانی کے عالم میں ہم بے بسوں کے پاس یہ نحیف سی صدا ہے جسے کام میں لا کر چراغ ایمان کو روشن رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

شیعہ کے معنی والی تفسیر:

ھذا من شیعته وھذا من عدوہ کے تحت مؤلفین نے دو حوالے نقل کیے ہیں جن سے یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ قرآن پاک والے لفظ شیعہ سے یہی شیعہ گروہ ہی مراد ہے۔

معالم التنزیل اور تفسیر بیضاوی میں شیعہ سے مراد مومن ہے اور پھر یہ تاثر دینے کی کوشش فرمائی گویا ان حوالوں سے سنیوں کے نزدیک بھی ثابت ہو گیا ہمارا نام قرآن میں ہے ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ محض نام کا قرآن میں ہونا دلیل عظمت ہے تو فرعون، ھامان، قارون، نمرود، ابی لہب وغیرہ کنیوں کے نام قرآن میں ہیں اور تو اور بعض قوموں کے کئی کئی رکوعوں پر مشتمل احوال قرآن پاک کا حصہ ہیں۔ جیسے قوم ثمود، قومِ لوط اور قوم ہود وغیرہ تو صرف ان کا نام قرآن پاک میں آجانا ہی ان کے حق ہونے کی دلیل ہے تو پھر ان اقوام کے بارے میں ملتِ جعفریہ کا کیا ارشاد ہوگا؟

نیز قرآن پاک کی تفسیر اور معنی کے تعین کے چھ ماخذ ہیں۔

1- قرآن	2- حدیث	3- اقوالِ صحابہ
4- اقوالِ تابعین	5- لغت عرب	6- تدبر واستنباط

شیعہ کے لفظ سے مومن کی تعیین نہ قرآن پاک سے بیان ہوئی نہ حدیثِ پاک سے اور نہ ہی اقوال اصحابہ سے بلکہ مذکورہ تفسیروں میں تابعین اور لغتِ عرب کا حوالہ بھی نہیں دیا۔ (بلکہ مزے کی بات یہ ہے کہ قرآن کریم میں لفظ شیعہ سے ''شیعہ گروہ'' خود شیعہ مفسرین نے بھی مراد نہیں لیا) آخری اور کمزور اشارے پر ہی ہمارے کرم فرما اپنے خیال کی عمارت کھڑی کر رہے ہیں اور وہ بھی کس طرح۔

توجہ فرمائیے مذکورہ مفسرین نے ان مہربانوں کی مطلوبہ تفسیر قیل کہہ کر بیان فرمائی ہے ارباب علم قیل کے ذریعے منقولہ قول کی حقیقت اس کے ضعف اور کمزوری کو بخوبی جانتے ہیں گویا مذکورہ مفسر یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ شیعہ سے مومن مراد لینا قیل قال ہے اور رہی تفسیر یا اس شیعہ کے لفظ سے مراد تو وہ یوں منقول ہے:

هذا من شيعته اى بنى اسرائيل، وهذا من عدوه اى قبطى، و قيل هذا من شيعته اى سامرى، وهذا من عدو قبطى وهذا طباخ فرعون اسمه خاقون وقيل هذامن شيعته اى مومن وهذا من عدوه اى كافر۔

مفسرین کے نزدیک اس شیعہ سے قومی نسبت کا اظہار مقصود ہے کہ اس سے مراد بنی اسرائیلی ہے جو حضرت موسیٰ کی قوم تھی جبکہ دوسرا جسے عدو کہا گیا وہ دشمن کی قوم سے تھا یعنی فرعون کی قوم سے اہل سنت والجماعت کی تفسیر تو یہ ہے جبکہ قیل سے مختلف اقوال نقل کیے جس کے قائلین کا نام بھی ان تفسیروں میں درج نہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مذکورہ مفسرین نے قیل سے ان تفسیروں کو نہ صرف رد کیا بلکہ ان کے انتہائی کمزور ہونیکی طرف قائل کا نام ذکر نہ کر کے اشارہ فرما دیا کہ یہ اتنا کمزور مطلب ہے جس کا کہنے والا اس قابل بھی نہیں کہ ان مبارک تفسیروں میں اس کا نام لکھا جائے۔

اور مفسرین کا عام طریقہ ہے کہ تفسیر لکھنے کے بعد بعض کمزور خیالات جو اس درست تفسیر سے انحراف کا باعث ہو رہے ہوں۔ ان کو قیل سے نقل کر دیتے ہیں جسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قاری درست تفسیر کو جان لے اور ساتھ ہی یوں ہی چھوڑی ہوئی باتوں سے بھی آگاہ ہو جائے۔

تا کہ کسی سے تفسیروں میں مذکورہ درست تفسیروں کے علاوہ ہوائی تفسیر سننے کے بعد یہ وہم پیدا نہ ہو کہ وہ بھی تفسیر ہے اور یہ بھی تفسیر ہے۔ اس میں سے جس کو چاہے بندہ اختیار کرے کوئی خرج نہیں مگر مذکورہ مفسرین نے قیل کے ذریعے ان اقوال کا نا قابل اعتبار ہونا واضح کر کے پہلے ہی نا درست باتوں کے پیچھے پڑنے سے بچا لیا۔

اب ہم ارباب انصاف سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ شیعہ قوم کی اس چابک دستی اور فریب کاری کا اندازہ لگائیں کوئی حد بھی ہے دھوکہ دینے کی، اہل سنت مفسرین جس بات کو نا قابل اعتبار اور ہوائی بات بتانا چاہتے ہیں شیعہ قلم کار اسی کو اپنے مذہب کی اہل سنت سے تائید نقل کرتا ہے ملت جعفریہ کے بارے میں جب رہنما اتنے بڑے دیانت دار ہیں تو ان مریبوں کی آل کا عالم کیا ہوگا افسوس ان میں کوئی بھی انصاف پسند نہ رہا جو اتنی بڑی ظالمانہ حرکت سے انہیں بچاتا۔

محترم قارئین کرام یہ ہے شیعہ قوم کا قرآن پاک اور تفسیروں سے خود اپنا تعارف پیش کرنا امید ہے اگر نظرِ انصاف سے شیعوں نے ان گذارشات کا مطالعہ کر لیا تو وہ ان شیعہ قلم کاروں کی خوب خبر لیں گے جنہوں نے قرآنِ پاک کے نام سے اپنا تعارف پیش کر کے شیعہ قوم کے پلے کچھ نہ چھوڑا۔

حدیث کے عنوان سے شیعہ کا پیش کردہ تعارف اور اس کا جواب:

''شیعہ احادیث کی روشنی میں'' اس عنوان سے کل آٹھ حوالے نقل کیے گئے ہیں جن میں آخر کے دو حوالے صحابہ کرامؓ مہاجرین وانصار اور امام اعظمؒ کے لیے یہ بتایا کہ وہ بھی شیعہ تھے ملاحظہ فرمائیں۔

(1) پہلا حوالہ کہ حضرت علیؓ کے شیعہ تمام مخلوق سے بہتر ہیں اس میں تفسیر ابن جریر کا حوالہ نقل کر کے بتایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے علیؓ تیرے شیعہ تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔ (ص ۱۷) جواباً ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ بہتر ہونا یا تو جنس کے اعتبار سے ہوگا یا نوع کے اعتبار سے اگر جنس مراد ہو تو بلا شبہ اللہ پاک نے تمام مخلوقات میں سے انسان کو احسن و افضل و اشرف پیدا فرمایا ہر معمولی علم رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ انسان حیوان سے بہتر ہے۔ صرف حیوان سے ہی نہیں بلکہ تمام جاندار، نباتات، جمادات وغیرہ سے حتی کہ بعض بشر (انبیاء علیہم السلام) فرشتوں سے بھی بہتر ہیں۔ مگر اس میں صرف حضرت علیؓ کے شیعوں کی تخصیص کہ وہ بہتر ہیں۔ کیا یہ کتاب اللہ پر زیادتی نہیں۔ کتاب اللہ تو انسان کو باقی تمام مخلوق سے بہتر فرمائے اور ہمارے کرم فرما اللہ پاک کے اس ارشاد کو پس پشت ڈال کر صرف حضرت علیؓ کے شیعوں کو بہتر قرار دینے پر مصر ہو۔ اور اگر یہ فضیلت باعتبار نوع کے ہے کہ انسانوں میں حضرت علیؓ کے شیعہ بہتر ہیں تو شائد اس بات کو عامی شیعہ بھی تسلیم نہ کریں اور کر بھی کیسے سکتے ہیں کہ یہ بات تسلیم کر لینا ایمان کی موت ہی ہے۔

کیونکہ تمام انسانوں میں بہتر صرف اور صرف محبوب کائنات رحمت عالم ﷺ کی مبارک ذات ہے اور اس سے کسی کو مفر نہیں اگر چہ اندر اندر سے نہ مانیں مگر اہل ایمان کے سامنے شیعہ لوگ بھی یہ بات کہنے پر مجبور ہوں گے اور یوں کہا جائے کہ نہیں حضور ﷺ کے بعد حضرت علیؓ اور انکے شیعہ کا نمبر ہے تو یہ بھی غلط بالکل غلط کہ آپ ﷺ کے بعد تمام انبیائے کرامؑ کا بہتر ہونا مسلم ہے۔

لہٰذا ارباب انصاف اول عقل کی ترازو پر تول کر اس روایت کا عقل سے وزن کر لیں اگر اس روایت میں سامعین مجلسِ عزا کی تشفی مقصود ہو تو البتہ بہت کارگر اور مفید مطلب ہے کہ وہ بے چاری پیدل قوم تو ذاکر کی، آواز آئی ہے، پر دھاڑیں مار مار کر رو رہے ہوتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے ابھی ابھی اسی مجلس پڑھتے وقت مرثیہ نگار پر یہ آواز نازل کی ہو۔ اگر چہ وہ آواز کسی کلیسا سے ہی کیوں نہ آ رہی ہو پر وہ حضرت علیؓ کے ارشاد کی طرح اس پر بھر پور ایمان لاتے ہیں لیکن جن کو اللہ تعالیٰ نے کچھ حصہ عقل و فراست کا عطا کر رکھا ہے اگر ان کو بذریعہ روایت ھذا اپنا حق ہونا اور مقبولِ عنداللہ ہونا جتلایا تو پھر اپنا بہت نقصان کیا اپنے پاؤں پر خود ہی کلہاڑی چلائی اور اپنے مذہب کی خود ہی حقیقت کھول دی۔

بھلا وہ لوگ جو عقیدے اور ایمانیات کے باب میں قدم پھونک پھونک کر رکھتے ہیں بات قبول کرنے اور مذہب اپنانے سے قبل ہر پہلو سے بخوبی جائزہ لیتے ہیں ایسے لوگ کیوں کر ایسی واہی تباہی اور من گھڑت کہانیوں کے دامِ فریب میں آئیں گے۔

مانا کہ شیعہ مہربانوں نے اپنی عیاری سے مذہب حق پر اپنے جال خوب ڈالے اور حیرت ناک حربے آزمائے مگر اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمات الی النور، بھلا جن کا اللہ تعالیٰ خود ولی ہو وہ کیوں کر اندھیر نگری میں بسیرا کریں گے۔

چنانچہ ملت اسلامیہ کو اللہ پاک نے ایسے ہتھیاروں سے مصلح کر دیا ہے کہ جس سے وہ ہر فراڈیئے کا فراڈ طشت از بام کر سکتے ہیں اور دھوکہ بازوں کا بھانڈا بیچ چوک میں پھوڑ ڈالتے ہیں حضرات اب ذرا اس روایت کا پھوٹتا بھانڈا ملاحظہ فرمایئے اور کرم فرما شیعوں کو داد دیجئے جواب بھی خدا کے بندوں کو راہِ خدا سے برگشتہ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

اس روایت کے نقل کرنے والے راوی چار ہیں:

1- ابن جریر نے یہ روایت محمد بن حمید سے نقل کی ہے جن کا پورا نام محمد بن حمید بن حیان التیمی ہے جو 182 ہجری میں فوت ہوا اس راوی کا حال اکابرین امت نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

قال نسائی، محمد بن حمید کذاب، قال ابو العباس، سمعت ابن خراش، یقول حد ثنا ابن حمید و کان واللہ یکذب، قال البخاری، فی حدیثہِ نظر، قال الجوز جانی، روی المذھب غیر ثقۃ، قال ابو نعیم بن عدی، سمعت ابا حاتم الرازی فی منزلہ وعندہ ابن خراش و جماعۃ من مشائخ اھل الرای و حفاظھم فذکرو ابن حمید فاجمعوا علی انہ ضعیف فی الحدیث جدا و انہ یحدث بما لم یسمعہ۔ (ذکرہ العقیلی فی الضعفاء: تھذیب التھذیب لابن حجر: ص85، 86، 87 ج5)

ارباب علم کی تشفی کے لیے اصل عبارت نقل کر دی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن حمید، کذاب ناقابل اعتبار، غیر معتبر اور ضعیف راوی تھا ابونعیم کے بقول ایک پوری جماعت نے ان کو حدیث بیان کرنے میں سخت ضعیف بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ ایسی ایسی حدیثیں بیان کرتا ہے جو اس نے سنی ہی نہ ہوتی تھیں۔ عقیلی نے جو لسٹ معتبر اور غیر معتبر راویوں کی تیار فرمائی تھی تو محمد بن حمید کا نام انہوں نے ضعیف راویوں میں لکھا تھا یہ ہے وہ راوی جس کی روایت پر کرم فرماؤں کے مذہب اور عقیدے کا انحصار ہے اکابرین امت جس کو مذکورہ القاب سے یاد کرتے ہیں۔

2- اس روایت کا اوپر والا دوسرا راوی عیسیٰ بن فرقد ہے یہ راوی مجہول ہے سرے سے مدعی ہی غائب ہو گیا نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

3- تیسرے راوی کا نام ابی جارود زیاد بن منذر ہے یہ صاحب پرلے درجے کا رافضی، وضاع الحدیث، کذاب ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

کان رافضیاً، قال احمد، متروک منتقٰی 377، قال ابو حازم، شیعی، ابوحاتم ضعفہ، قال ابن معین، کذاب قال نسائی، متروک، قال ابن حبان رافضیاً یضع الحدیث فی الفضائل والمثالب، قال غیرہ ینسب الجارودیہ، و یقولون ان علیا افضل الصحابہ۔ وتبراء من ابی بکر و عمر و زعم ان الامامۃ مقصورۃ علی ولد فاطمۃ و بعضھم یری، الرجعۃ و یبیح المتعۃ، و روی معاویہ بن صالح عن ابن معین، کذاب عدوا اللہ قال داود کذاب۔ (میزان الاعتدال صفحہ 93 جلد 2 تہذیب التہذیب لابن حجر، صفحہ 386 جلد 1)

عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ منتقٰی میں ہے کہ یہ رافضی کا امام احمد نے اسے متروک کہا ہے۔ ابوحازم فرماتے ہیں یہ

شیعہ ہے ابوحاتم کا قول ہے کہ یہ ضعیف ہے ابن معین فرماتے ہیں یہ جھوٹا ہے۔ امام نسائی نے اسے متروک کہا ہے ابن حبان فرماتے ہیں کہ یہ رافضی تھا جو فضائل و مناقب میں حدیثیں گھڑتا تھا ان مذکورہ حضرات کے علاوہ اہل علم نے اس کو جارودیہ مذہب کی طرف منسوب کیا ہے جو حضرت علیؓ کو صحابہ پر فضیلت دیتے اور شیخین پر تبرا کرتے ہیں ان کا گمان ہے کہ امامت صرف اولاد فاطمہ میں جاری رہ سکتی ہے بعض ان میں رجعت کے قائل ہیں اور متعہ کو حلال کہتے ہیں معاویہ بن صالح عن ابن معین سے روایت کیا گیا ہے کہ یہ اللہ کا دشمن کذاب تھا داؤد نے بھی اسے کذاب کہا ہے۔

اس روایت کا چوتھا راوی، محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب الہاشمی کنیت ابوجعفر انکی والدہ حضرت امام حسنؓ کی بیٹی تھیں۔

یہ 56ھ میں پیدا ہوئے اور 114 یا 115 یا 116 یا 118ھ میں انتقال فرمایا، یہ راوی نقل کرتے ہیں **اولئك هم خير البريه: فقال النبی ﷺ انت يا علی و شيعتك** کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان **اولئك هم خير البريه** کی تفسیر حضور اکرم ﷺ نے یہ فرمائی کہ اے علی (اس سے مراد) تو اور تیرے شیعہ ہیں۔ آپ ذرا اندازہ لگائیں۔ قال النبی ﷺ کہہ کر نقل کرنے والا راوی صحابی نہیں بلکہ آپ ﷺ کے وصال مبارک کے تقریباً آدھی صدی بعد پیدا ہوا۔

آدھی صدی بعد مولود ہونے والے راوی نے کس مواصلاتی رابطہ کے ذریعے یہ روایت آپ ﷺ سے نقل کی۔ محترم حضرات! یہ ہے وہ ناقابل تسخیر دلیل جس نے شیعوں کو خیرالبریہ کے مقام پر پہنچا دیا ہے۔

آپ نے جان لیا کہ ان چاروں راویوں میں سے کوئی ایک بھی نہیں جو قابل اعتماد شخصیت ہو کوئی کذاب اور حدیثیں گھڑنے والا ہے تو کوئی رافضی تبرائی اور کوئی ویسے ہی مجہول کہ (نہ آگے کا پتہ نہ پیچھے کا پتہ) باپ کا پتا نہ دادا کا اور کوئی اس سے روایت نقل کرتا ہے جس کے وصال سے بھی نصف صدی بعد پیدا ہوا۔ کیا ایسی ہی روایات پر ایمان عقیدہ اور مذہب کا مدار رکھا جاتا ہے لکھتے ہوئے کچھ تو انجام کی فکر بھی چاہیے ہم عرض کرتے ہیں کہ شیعہ مذہب ایسی ہی روایات کے سہارے ہچکولے کھا رہا ہے اور ایسی واہی تباہی گھڑی ہوئی کہانیوں پر وہ محبوبان رب العالمین کو کوستے رہتے ہیں یہ درست ہے کہ اس طرح کی افسانوی بنیادوں پر کچھ ان پڑھوں کو تو دھوکہ دیا جا سکتا ہے پر اللہ کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا اور نہ ہی ارباب علم کے ہاں ایسے خیالی پلاؤ سے کوئی عقیدہ ثابت ہو سکتا ہے۔

ہمارے کرم فرما شیعوں نے اہل سنت والجماعت کی کتابوں میں کیسے کیسے اپنے گندے عقیدے شامل کرنے کی کوشش لاحاصل کی ہے اس کی تفصیل تو ہم آگے جا کر تفصیلاً عرض کریں گے کہ تقیہ بازوں نے کس طرح دین حق کو داغدار کرنے میں سیاہ کارنامے انجام دیئے سردست اتنا عرض ہے کہ یہ روایت جس کا حال آپ نے ابھی ملاحظہ فرمایا یہ اہلسنت کی ایک تفسیر کے حوالے سے نقل کی ہوئی ہے۔ جس کے راوی شیعہ ہیں۔

مثلاً محمد بن علی شیعوں کا امام اور مقتدا ہے جو 56 ہجری میں پیدا ہو کر لمبی چھلانگ لگاتے ہوئے حضور اکرم ﷺ سے

روایت نقل کر رہا ہے قطع نظر اس کے کہ اس روایت کے من گھڑت ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ راوی اور مروی کے درمیان نصف صدی سے بھی زائد عرصہ کا فاصلہ حائل ہے۔

دوسرا راوی ابی جارود ہے جو غالی شیعہ، تبرائی اور احادیث گھڑ گھڑ کے پھیلانے میں معروف ومشہور تھا۔علی ہذا القیاس ان شیعہ راویوں کی روایت اور وہ بھی شیعہ مذہب کے اثبات میں اور آپ ﷺ کے وصال سے ساٹھ سال بعد تقریباً معرض وجود میں آنے والی حدیث سنی تفسیر میں سما جانے کی آخر کیا وجہ ہے؟ اسی ایک مثال سے ہی عقل والوں کو عبرت حاصل کر لینی چاہیے کہ شیعہ قوم کے مقتدا سنی کتابوں میں اپنا مواد داخل کرنے کی ناروا کوشش عرصہ سے کرتے آئے ہیں جن کا مقصد صرف دین کو خراب کرنا، فراڈ اور دھوکہ میں ڈالنا اور اللہ تعالیٰ کی روشنی کو گل کرنا ہے۔

خیر البریہ کا درست مفہوم اور صحیح تفسیر

اگر دیانتداری کے ساتھ قرآن پاک کے ارشاد فرمائے الفاظ پر ہی غور کر لیا جائے تو شاید اتنی لمبی بحثوں کی ضرورت نہ رہے۔کافروں کو شر البریہ فرمانے کے بعد ان کے مقابلے میں ایمان والوں اور عمل صالح رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے خیر البریہ ارشاد فرمایا گویا اللہ تعالیٰ کی نظر میں پوری انسانیت دو قسموں پر منقسم ہے۔(1) کافر (2) مومن۔

ایک شر البریہ دوسرے خیر البریہ۔اب اگر صرف حضرت علیؓ اور ان کے شیعہ (یعنی وہ شیعہ جو تحقیقی دستاویز والوں کی مراد ہے) ہی ایمان والے ہیں جیسا کہ ان کا گمان بھی یہی ہے تو پھر تو یہ تفسیر بن سکتی ہے مگر اس صورت میں خود آپ ﷺ اور حضرت عباسؓ سمیت سب کو آپ کا شیعہ بننا پڑے گا۔جب کہ یہ محال ہے اگر حضرت علیؓ کے علاوہ دیگر اصحاب رسول بھی دولت ایمان سے مالا مال تھے تو یہ تفسیر کسی طرح درست نہیں ہے کہ خیر البریہ سے حضرت علیؓ اور شیعہ مراد ہیں۔اگر پھر بھی ہمارے کرم فرما بضد رہیں تو ہم عرض کریں گے کہ پھر ذرا خیر البریہ کا اعزاز جن دو بنیادوں پر حاصل ہوتا ہے ذرا وہ تو اپنے اندر ثابت کر دکھاؤ۔یعنی ایمان اور عمل صالح۔جبکہ صورت حال یہ ہے کہ

قرآن پاک حضرت علیؓ نے جمع کیا مگر آج تک اس کا نفع سر من رائے کے علاوہ کسی کو حاصل نہ ہوا۔حدیث پاک بیان کرنے والے سب دین کو چھوڑ چھاڑ گئے۔آمنوا! کیلئے جن دو چٹانوں پر کھڑا ہونا لازم تھا وہ منہدم ہو گئیں یہاں تک کہ اب صدائے قال ابو جعفر، قال محمد بن علی وغیرہ تو ہے قال النبی ﷺ نصیب نہیں اور زبان سے تو یہی دعویٰ ہے کہ ہم اس قرآن پر ایمان لائے ہیں مگر دس ہزار قال ابو جعفر قال امام محمد، قال امام فلاں بانگ دہل اعلان کر رہے ہیں کہ یہ قرآن پاک بدل گیا وغیرہ وغیرہ۔اب بتاؤ آمنو کی بنیاد ہی نہ رہی تو اس کا فائدہ یا نتیجہ کہاں سے حاصل ہو گا۔باقی رہا عملوا الصّٰلِحٰت تو چونکہ یہ چیزیں مشاہدہ کی ہیں۔لہٰذا عامۃ الناس بھنگ کے پیالے، کالی متاروں کی طوطو، چرس بھری سگریٹوں کے دھوئیں، متعہ اور تقیہ کی صدا بہار فضائیں یہ سبھی کچھ دیکھ چکے ہیں، کیا شیعہ لوگوں کو یہی بتائیں گے کہ یہ سب کرتوت عملوا الصّٰلِحٰت کی کرشمہ سازیاں ہیں؟

خیر البریہ کہلانے کا شوق تو بہت ہے مگر یہ جو شروع کی دو باتیں نہ ہوں تو پھر مزہ تھا۔اس قائل کی طرح:

جی تو کرتا ہے کہ میں بھی شہید ہو جاؤں لیکن سنا ہے کہ ظالم جان سے مار دیتے ہیں

اندازہ فرمایئے ہمارے مہربان کس طرح آنکھوں میں دھول ڈالنے کی جسارت میں مصروف ہیں۔

2- روایت نمبر ۲، ۳ اور ۶ کا جواب۔

دوسری، تیسری اور چھٹی روایت بھی اسی خیر البریہ کے ضمن میں ہے کہ حضرت علیؓ کے شیعہ قیامت کے دن کامیاب خوش و خرم ہوں گے اور حوض کوثر پر ان سے ملاقات ہوگی۔ تینوں روایتیں درمنثور فتح البیان اور فتح القدیر کے حوالے سے بیان کی گئی ہیں۔ ان روایات کو مفسرین نے بلا سند نقل کیا ہے۔ کسی صحاح ستہ یا حدیث کی کتابوں سے نہیں بلکہ تاریخ کی کتاب ابن عدی، ابن مردویہ، ابن عساکر کے حوالے سے منقول ہیں۔ اب ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ

1- عقائد تاریخ کی کتابوں میں نہیں قرآن و حدیث میں بیان کئے جاتے ہیں۔ تاریخ کی ذمہ داری جو سنا اس کو نقل کرنا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ حقیقت میں کیا ہے قصے واقعات کہانیاں لوگوں کا رہن سہن اور خیالات سوچ وفکر کے بارے میں جاننے کیلئے تاریخ سے کسی حد تک مدد لینا تو عقل میں آتا ہے مگر عقائد جن کا تعلق حوض کوثر پر ملاقات کرنے محشر کے میدان میں خوشی یا غمی کے حاصل ہونے اور اخروی کامیابی یا ناکامی کے ساتھ ہے۔ ان کو ابن عدی کی تاریخ سے ثابت کرنا اور اس سے دلیل پکڑنا کم از کم ارباب علم کے قریب پرلے درجے کی حماقت ہے مگر ہمارے کرم فرما حضرت علیؓ سے حوض کوثر پر ملنے چلے اور سہارا ابن عدی کی تاریخ کا لئے ہوئے ہیں۔ حالانکہ الکامل ابن عدی میں تو اکثر ضعیف روایات ہیں۔

2- مذکورہ کتابوں سے ان روایات کا حال جاننے کیلئے وہ طریقہ تحقیق مطلوب ہے جو اڑائی باتوں کیلئے ضرورت پڑتا ہے۔ مثلاً اڑائی بات کے بارے میں کہنے والے سے پوچھا جائے تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں نے فلاں سے سنا فلاں سے پوچھا تو وہ کہتا کہ میں نے فلاں سے سنا یوں سالہا سال تک فلاں فلاں کو تلاش کرتے جاؤ۔ جڑ تک رسائی پھر بھی مشکل رہے گی۔ یہی حال ان روایات کا ہے۔ ناقل کہتا ہے کہ میں نے درمنثور سے روایت لی وہ کہتا ہے کہ میں نے ابن مردویہ سے یہ روایت لی، وہ کہتا ہے میں نے ابن عدی سے لی اور الکامل ابن عدی کتاب ہی وہ ہے جو ضعیف روایات کا خزانہ ہے نہ کہ صحیح روایات کا۔

3- ان روایات کے عبث ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کہ کسی محدث نے ان کو نقل نہیں فرمایا چلو امام بخاری کی شرائط مشکل ہونے کی وجہ سے انہوں نے اسے نا تعلیقاً نقل کیا۔ نہ سنداً تو امام مسلم ہی نقل فرمادیتے، اگر وہ نہ تو امام ترمذی، امام نسائی، چلو وہ نہ نقل فرما سکے تو غیر صحاح میں امام مالکؒ کی موطا، امام احمد بن حنبلؒ کی مسند ابن حنبل، امام محمدؒ کی موطا، کتاب الآثار، مسند حمیدی، مصنف عبدالرزاق وغیرہ بے شمار محدث موجود تھے۔ کوئی تو اسے نقل کرتا، مگر کسی نے بھی ان خانہ ساز روایات کو نقل کرنے کی ضرورت نہ سمجھی جب سب محدثوں نے ان کو رد کر دیا تو پھر معاف فرمانا۔ ملت اسلامیہ کے اسلاف نے جسے رد کر دیا ہو فرزندان توحید ان کو قبول نہیں کر سکتے۔

4۔ اتنی بات ہر کوئی جانتا ہے کہ ہر فن کا اپنا ایک موضوع ہوتا ہے جس سے اس فن میں بحث ہوتی ہے۔ جیسے تاریخ ایک فن ہے اسی طرح حدیث بھی ایک فن ہے۔ یہ تاریخ سے جدا مدون و مرتب موجود ہے۔ جو بات تاریخ سے تعلق رکھتی ہو وہ تاریخ میں اور جو بات حدیث و روایت سے تعلق رکھتی ہو وہ فن حدیث میں پائی جاتی ہے۔ کیا یہ قیامت میں شیعوں کی کامیابی کا اعلان، اس دن ان کا خوش و خرم ہونا اور حوض کوثر پر ملاقات کرنا تاریخی کہانی ہے یا اس کا تعلق روایت و حدیث کے ساتھ ہے؟ تحقیقی دستاویز کے بقول تو یہ حدیث و روایت سے متعلق ہے کہ اس میں فقال النبی ﷺ جیسے الفاظ لکھے ہوئے ہیں جو ان کے حدیث ہونیکی علامت ہیں۔ اگر یہ حدیث ہے تو ابن عدی وغیرہ کی تاریخ میں کس طرح یہ روایت جا ٹھہری اور محدثین نے اسے کیوں نظر انداز کر دیا؟ اسے تو حدیث کی کتابوں میں ہونا چاہیے تھا نہ کہ تاریخ کی کتابوں میں اس حدیث کا تاریخ کی کتابوں میں جا بیٹھنا تو کچھ اور ہی بتاتا ہے۔ جن لوگوں نے احادیث کی جمع ترتیب میں زندگیاں کھپائیں اور ایک ایک حدیث کو پانے کیلئے سالہا سال کی مسافتیں طے کیں، اگر یہ کسی لحاظ سے حدیث ہوتیں تو ضرور وہ ان کو چوم کر سینے سے لگا کر قبول کرتے مگر ان محدثین کا طرز ان احادیث کی حالت بخوبی واضح کر رہا ہے۔

صواعق محرقہ، والی روایات کا جواب:

ص ۱۹ پر دو روایات کرم فرماؤں نے ''الصواعق المحرقہ'' کی پیش کی ہے کہ صرف حضرت علیؓ اور ان کے شیعہ جنت میں جائیں گے۔ دوسری روایت میں ہے کہ شیعہ رسول اکرم ﷺ علی المرتضیٰؓ اور آئمہ کرام کے ساتھ داخل جنت ہوں گے۔ آپ حسنؓ و حسینؓ اور ہماری ذریت ہمارے پیچھے پیچھے ہوگی اور ہماری ازواج ہماری ذریت کے پیچھے اور ہمارے شیعہ دائیں بائیں ہوں گے۔

ہمارے کرم فرما یہ روایت شیعہ مذہب کو جنتی ثابت کرنے کیلئے پیش کرتے ہیں۔ مگر یہ روایت شیعہ کرم فرماؤں کیلئے ذرا بھی مفید نہیں اس لئے کہ

1- جس کتاب سے اس روایت کو نقل کیا ہے وہ کتاب اس روایت کا مقام خود متعین فرما رہی ہے چنانچہ اس روایت کو نقل کرنے کے ساتھ مزید لکھا کہ ''سندھا ضعیف جدا'' (صواعق المحرقہ ص 350 طبع بیروت)

تعجب ہے کہ پوری روایت ہمارے کرم فرماؤں کو نظر آ گئی مگر اس کا حکم یا روایت کی حالت نظر نہ آ سکی۔ بلکہ آگے کے ان الفاظ کو ہضم کر گئے حالانکہ صاحب کتاب خود بتا رہے ہیں کہ یہ روایت سند کے اعتبار سے تھوڑی بہت نہیں سخت ضعیف ہے معمولی درجے کی ضعیف ہوتو چلو فضائل وغیرہ میں قبول بھی کر لیا جائے مگر جداً کا لفظ تو اس کے قابل استدلال ہونے کی سخت نفی کر رہا ہے۔ کتنی حیرت کی بات ہے کہ محض دھوکہ دینے کیلئے روایت نقل کر دی جبکہ اس کا ناقابل استدلال ہونا صاف چھپا گئے۔ آخر کتمان حق کا فرض جو نبھانا تھا۔ بہر حال ان کرم فرماؤں نے چھپایا تو ہر کوئی تو صرف تعصب کی عینک لگا کر ہی نہیں گزر جاتا کوئی تو آنکھیں کھول کر کتاب کو دیکھنے والا ہوگا۔ لہٰذا ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ روایت مصنف کے نزدیک

بہت ضعیف ہے جس سے تو فضائل بھی ثابت کرنا دشوار ہیں۔ چہ جائے کہ روز محشر کی اتنی بڑی خبر اور عقائد و نظریات کی عمارت قائم کرنے کا سہارا معلوم کیا جا سکے۔

2- جو مہربان اس روایت کو اپنا مطلب نکالنے میں پیش کر رہے ہیں۔انہیں کچھ اپنے نظریات پر بھی نظر ڈال لینی چاہیے۔ اگر تو یہ روایت درست ہے جیسا کہ تحقیق والوں کی تحقیق ہے تو پھر شیعہ مذہب نہ صرف جھوٹا پڑتا ہے بلکہ اس کے پلے تو کچھ بھی نہیں رہتا۔ کہ شیعہ مذہب کا سرمایہ ازواج النبی ﷺ پر تبرا اور غلیظ زبان کا ان کے خلاف استعمال کرنا ہے۔ عربی، اُردو، فارسی وغیرہ میں بے شمار کتابیں ازواج مطہرات کے خلاف لکھی پڑی ہیں۔ اب اگر تو ازواج مطہرات جنت میں جائیں گی جیسا کہ اس حدیث میں ہے تو شیعہ مذہب کا جھوٹا ہونا سورج کی طرح واضح ہو گیا اور اگر ازواج مطہرات جنت میں نہیں جائیں گی جیسا کہ روافض کا اعتقاد ہے تو یہ روایت کسی کام کی نہیں رہتی کہ اس میں تو ازواج کا لفظ صاف ستھرا لکھا کھڑا ہے اب اپنے ہاتھ سے لکھی روایت اپنے ہی گلے پڑ گئی نہ نگلی جائے نہ اگلی جائے ہاں یہ روایت اہلسنت والجماعت کی مؤید ضرور بن سکتی ہے کہ وہ ازواج مطہرات کو اپنی امی جان قرار دیتے اور زندگیاں ان کی تقدیس بیان کرتے گزار دیتے ہیں اور ٹھیک ٹھیک وہی ترکیب جو اہلسنت والجماعت کا خاصہ ہے وہ یہاں پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث اہل السنہ کو جنتی ثابت کر رہی ہے نہ کہ دشمنانِ ازواجِ مطہرات و آلِ مجلسی کو کیوں کہ

''ان مذکور فی الحدیث'' چاروں ہستیوں کا جنت میں جانا ہمارے ہاں مسلم اور ہمارے لئے بے شمار راحتوں کا سامان ہے۔ ان کی ذریت اور ازواج مطہرات سب داخل جنت ہوں گی۔ لہٰذا اہلسنت کے حق میں یہ روایت تو مفید ہوئی اور شیعہ کے حق میں کافی مضر ہے کہ دو میں سے ایک راہ بچتی ہے یا ازواج مطہرات کا جنتی ماننا یا اس حدیث کا غلط ماننا۔ البتہ ہمارے کرم فرماؤں کو یہ شکوہ ضرور ہو سکتا ہے کہ حدیث کے آخر میں الفاظ شیعہ کے ہیں نہ کہ سنیوں کے۔ تم تو اہلسنت ہو شیعہ تو نہیں جو اس حدیث کے مصداق قرار پاؤ۔

تو جواباً ہم اس صاحب کو عرض کریں گے کہ اپنی یاداشت کو ذرا درست کرو۔ تحقیقی دستاویز کے اس عنوان میں لائی جانے والی آخری روایت میں تم نے امام اعظم کو شیعہ مان لیا ہے۔ لہٰذا روایت میں امام اعظم اور ان کے مقلدین، اہل السنہ مراد ہیں تو اب تو آپ کا اعتراض بھی ختم ہوا۔

3- روایت کے آخر میں شیعہ کا لفظ دیکھ کر ہمارے کرم فرما پھولے نہ سمائے اور اپنے عقیدے کے خلاف ہونے کے باوجود اس روایت کو اپنے مذہب کے حق ہونے پر پیش کر دیا مگر یہ بھی نہ جانا کہ اس میں تو کوئی بات بھی ہمارے مطلب کی نہیں ہے۔ ذرا روایت کے الفاظ پر غور فرمائیے۔ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ ہمارے شیعہ دائیں بائیں ہوں گے جب سے یہ معروف پارٹی شیعہ کے نام سے معرض وجود میں آئی ہے اس وقت سے تا حال یہ پارٹی شیعہ اپنے آپ کو شیعان علی، شیعان حیدر کرار تو کہتے ہیں مگر رسول اکرم

ﷺ کا شیعہ کہنے کی کبھی توفیق نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے شیعوں کے بارے میں یہ جملے ارشاد فرمائے ہیں نہ کہ معروف پارٹی کے بارے میں کیونکہ

(الف) معروف پارٹی ازواج مطہرات کو نہیں مانتی جبکہ اس روایت میں ان کے لیے بھی جنت کی خوشخبری ہے۔

(ب) آپ ﷺ نے ان شیعہ حضرات کی نسبت اپنی طرف کی ہے اور معروف پارٹی اپنی نسبت اور طرف کرتی ہے۔

لہٰذا روایت میں موجود الفاظ ہمارے کرم فرماؤں کیلئے حوصلہ بخش نہیں ہیں۔ بلکہ اس روایت کو لکھنے چھاپنے اور روپیہ پیسہ اس پر صرف کرنے کے خواہ مخواہ جتن کاٹے ہیں۔ ہاں البتہ آپ ﷺ کے پیارے صحابہؓ مہاجرین و انصار امام اعظمؒ مراد ہوں تو البتہ بات دل کو لگتی ہے کہ بلاشبہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ ملکر دائیں بائیں چلتے جنت جائیں گے۔ اس پر آپ کا یہ اعتراض بے وزن ہوگا کہ بھلا وہ کونسا کوئی شیعہ تھے شیعہ تو ہم ہیں لہٰذا دائیں بائیں جنت میں بھی ہم ہی جائیں گے۔ تو ہماری عرض ہے کہ اپنی سات نمبر کی دلیل میں تم نے خود ہی اقرار کر لیا کہ صحابہ انصار و مہاجر شیعہ تھے (ص۱۹) اب تو تمہارے پاس کہنے کو بھی کچھ نہ بچا۔

تحفہ اثنا عشریہ کا حوالہ اور اس کا جواب

آخر میں تحفہ اثنا عشریہ کے حوالے سے، حضرات صحابہ کرام، مہاجرین اور امام اعظم کا شیعہ ہونا بتلایا ہے۔ اتنی بات تو ہمارے کرم فرما بھی جانتے ہیں کہ یہ حضرات معروف شیعوں والے عقائد سے پوری طرح بیزار تھے۔ جب ہی تو انصار و مہاجرین صحابہ کرام نے صدیق اکبرؓ اور انکے بعد فاروق اعظمؓ پھر عثمان ذوالنورینؓ کی خلافت پر اتفاق و اجماع کیا اور امام اعظم کی فقہ اکبر و کتاب الاثار موطا امام محمد تو مشہور و معروف ہیں جن میں عقائد و نظریات شیعوں والے ہرگز نہیں بلکہ اہل اسلام والے ہیں۔

تو اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ وہ شیعہ ان معروف شیعوں کے علاوہ تھے جن کے عقائد و نظریات، اور طریقہ عبادت معروف شیعہ لوگوں سے علاوہ اور علیحدہ ہے۔ لہٰذا ہمارے کرم فرماؤں نے مہاجرین و انصار اور امام اعظم کا شیعہ ہونا قبول کر کے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ ہر جگہ لفظ شیعہ سے وہی معروف و مشہور شیعہ ہی مراد نہیں ہوتے بلکہ چونکہ اور قسم کے شیعہ بھی ہیں جو عقائد عبادات میں ان سے بالکل مختلف ہیں۔ لہٰذا کہیں کہیں وہ بھی مراد ہوں گے۔ یہ بات شیعہ کی دھوکہ بازی کو کتنا صاف کر دیتی ہے جو ہر جگہ لفظ شیعہ سے معروف شیعہ ہی مراد لیتے ہیں۔ جہاں کہیں لفظ شیعہ دیکھا جھٹ سے اسے اپنے اوپر چڑھالیا۔ کہ جی ہم بھی جنت میں جائیں گے کہ فلاں ضعیف روایت میں شیعہ کے لئے یوں لکھا ہے اور ہم ہی شیعہ ہیں لہٰذا یہ حدیث ہمارے لئے ہی ہے۔ لہٰذا اول تو یہ بات صاف ہوگئی کہ لفظ شیعہ پر کرم فرماؤں کی اجارہ داری نہیں جو یہ کہیں کہ دیکھو ہمارا نام قرآن میں ہے کیونکہ قرآن والوں کیلئے قرآن میں تعریف ہوتی ہے اور قرآن پاک نہ ماننے والوں کیلئے قرآن میں تعریف نہیں البتہ فرعون و ہامان کی طرح تذمیم ضرور ہوتی ہے۔ اگر لفظ شیعہ سے قرآن میں کہیں تعریف ہو بھی تو وہ مہاجرین و انصار صحابہ کرام کیلئے ہوگی کہ وہ نہ صرف حامل قرآن اور عامل قرآن تھے بلکہ خون جگر کی لکیروں سے حفاظت

قرآن کی تاریخ رقم کرنے والے بھی تھے اور انکا شیعہ ہونا تو آپ نے بھی تسلیم کرلیا ہے۔ بصورت دیگر آپ کی طرف اس لفظ شیعہ کا لوٹنا ہم قبول کرتے ہیں ہمیں کوئی ضد نہیں جو انکار ہی کرتے رہیں کہ ہر جگہ لفظ شیعہ سے آپ کے علاوہ دوسرے مراد ہیں بلکہ تقاضائے انصاف پر قائم رہتے ہوئے ہم آپ کا حق آپ کے علاوہ کسی کو بالکل دینے کے لیے تیار نہ ہوں گے۔

صحابہ انصار و مہاجرین اور امام اعظم کو شیعہ مان لینے کے بعد دو باتیں بالکل پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہیں۔ اصول کافی سے لیکر تحقیقی دستاویز تک شیعہ اثناعشریوں نے معاذ اللہ صحابہ کرام کو کافر لکھا ہے۔ چنانچہ تحقیقی دستاویز کے صفحہ 61، 62 وغیرہ پر بھی عیاری سے ان احادیث کا سہارا لیکر (جو اہل بدعت کے لئے ارشاد فرمائی گئی ہیں) صحابہ کرام ﷺ کو اپنے خبث باطن کا شکار بنایا ہے۔

یہ بھی ثابت ہوگیا کہ شیعہ محققین کے ہاں صحابہ مہاجرین وانصار شیعہ تھے جیسا کہ تحقیقی دستاویز صفحہ نمبر 19 پر ہے۔ ان دونوں باتوں کو اگر جمع کرلیا جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ شیعوں کے نزدیک بعض شیعہ کافر ہیں اور ان کے خیال میں ایسا کہنا جرم نہیں کہ بلکہ سچی بات کا اقرار یا اظہار ہے کہ کچھ شیعہ ایسے بھی ہیں جو کافر ہیں۔ اگر یہی جملہ اہل سنت والجماعت کہہ دیں کہ وہ خاص شیعہ فرقہ جو اصول کافی، کشف الاسرار، باقر مجلسی کی تصنیفات پر اعتقاد رکھتا ہے وہ کافر ہے تو انصاف کا تقاضہ ہے کہ ان مہربانوں کو اس سے ہرگز تکلیف نہ ہونی چاہیے بلکہ تھوڑا سا دل بڑا کرکے مان لینا چاہیے۔ مگر صد افسوس کافر کافر کی صدیوں سے رٹ لگانے والے اور اس فتوٰی سے ہزاروں اوراق سیاہ کرنے والے دیواروں پر لکھا ہوا کافر کافر دیکھ کر نہ صرف جل بھن جاتے ہیں بلکہ اسے اپنی توہین اور فرقہ بازی قرار دینے لگتے ہیں۔ حالانکہ یہ خود ان کی اپنی ایجاد ہے اور اہل سنت نے تو صرف ان کی کتابوں سے نکال کر دیواروں تک پہنچا دیا ہے ورنہ یہ انکا اپنا سیاہ کارنامہ ہے کہ صحابہ شیعہ ہیں اور صحابہ کافر ہیں۔ حد اوسط صحابہ نکال دو تو نتیجہ سر نکال کر اعلان حق کر دے گا۔ اب بتاؤ اگر کسی نے آپ ہی کے جملوں کو پھیلانے اور عام کرنے کی کوشش کی تو کیا بے جا کیا، تم اگر شیعہ (یعنی مہاجرین وانصار) کو کافر کہو تو عین انصاف اور اگر اہل سنت شیعہ (یعنی دور حاضر کے تقیہ باز) کو کافر کہ دیں تو یہ تفرقہ بازی اور دہشت گردی قرار پائے کیا خوب انصاف ہے تمہارا۔

شیعہ قرآنی آیات میں تصویر کا حقیقی نقشہ

شیعہ لوگوں نے اپنی دستاویز میں عنوان قائم کرکے گزارے کی ایک دو آیات سے اپنا مطلب نکالنے کی کوشش فرمائی تاکہ سادہ لوحوں پر واضح ہو جائے کہ قرآن تو شیعوں کے ساتھ ہے ورنہ انکا نام قرآن میں کیوں ہوتا؟ جب تذکرہ چل نکلا تو ہم بھی قرآن پاک کی روشنی میں شیعہ کرم فرماؤں کا مختصر سا تعارف ہدیہ قارئین کئے دیتے ہیں۔ تاکہ کھوٹے کھرے میں فرق ہو سکے۔ لیجئے قرآن پاک شیعہ کے بارے میں کیا فرماتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ لفظ شیعہ کا معنی گروہ ہے۔ گروہ اچھا بھی ہوتا ہے اور برا بھی قرآن میں اکثر لفظ شیعہ برے گروہ کے لیے استعمال ہوا ہے چنانچہ قرآن پاک میں لفظ شیعہ کا استعمال ملاحظہ فرمائیں۔

1- ان الذین فرقوا دینھم و کانوا شیعا لست منھم فی شیء۔ (اعراف 20ع)

''بیشک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈالی اور (شیعہ (راقم)) گروہ گروہ ہو گئے تم کو ان سے کسی

معاملے میں سروکار نہیں۔" (ترجمہ مقبول)

ارباب اختیار ترجمہ مقبول کے آخری الفاظ پر گہری نظر رکھیں جو صاف بتا رہے ہیں کہ شیعہ اور پیغمبر اسلام کا آپس میں ذرا بھی تعلق نہیں دونوں کی راہیں جدا جدا ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو فرما رہے ہیں تم کو ان سے کسی معاملے میں سروکار نہیں گویا، لکم دینکم ولی دین، اس صاف ارشاد ربانی سے اس گروہ کو جو اپنا نام شیعہ رکھتا ہے جان لینا چاہیے کہ ان کا اصل ٹھکانہ کہاں اور منزل مقصود کیا ہے اس خوب وضاحت کے بعد متلاشیان حق کو حقیقت حال پانے میں کوئی دشواری نہیں رہتی۔

2- ولا تکونوا من المشر کین من الذین فر قوا دینھم و کانوا شیعاً۔ (روم، رکوع 4)

"اور مشرکوں میں سے نہ ہونا (یعنی) ان میں سے جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور (شیعہ) گروہ گروہ ہو گئے۔"

قرآنی آیت اور اس کا ترجمہ ذرا بار بار ملاحظہ فرمائیں شاید شیعہ کی حقیقت کا انکشاف ہو جائے۔

3- قل ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذاباً من فوقکم اومن تحت ارجلکم اویلبسکم شیعا ویذیق بعضکم باس بعض۔ (انعام رکوع 8)

"کہہ دو کہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب اوپر کی طرف سے بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہارے کئی (شیعہ) گروہ بنا دے اور ایک کی سختی دوسرے کو دکھائے۔"

اللہ تعالیٰ نے نزول عذاب کی جو صورتیں ارشاد فرمائیں کہ اوپر کی طرف سے عذاب نازل کرے یا پاؤں کے نیچے سے وہ اس پر قادر ہے ان میں سے ایک عذاب شیعہ بنا دینا بھی ارشاد فرمایا ہے او یلبسکم شیعاً کا ترجمہ ذرا کھلی آنکھوں سے پڑھیں اور اس میں کیا شبہ جو صحابہ کرام سے بغض و عناد کا عذاب شیعہ بنائے جانے کی صورت میں اترا ہو۔

اب کوئی جرات مند ہی ہوگا جو اس عذاب الٰہی کو گلے کا ہار بنائے گا۔

4- ولقد ار سلنا من قبلك فی شیع الاولین و ما یاتیھم من رسول الا کانوا به یستھزؤن۔ (الحجر، 1 آ)

اور بالتحقیق ہم نے تم سے پہلے اگلے (شیعہ) گروہوں میں بھی رسول بھیجے تھے اور ایک رسول بھی ان کے پاس ایسا نہ آتا تھا کہ وہ اسکی ہنسی نہ اڑاتے ہوں۔"

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ شیعہ انبیاء کرام کے ساتھ کیا سلوک کرتے رہے اب اگر خاتم النبین کی نبوت پر بٹہ لگاتے ہوئے عقیدہ امامت تراش کر اور ازواج النبی ﷺ پر طرح طرح کی الزام تراشیاں کر کے محبوب خدا کی دستار اچھالتے ہیں تو یہ ان کا کوئی نیا کارنامہ نہیں اسی سابقہ روٹین کا حصہ ہے جو عرصہ سے چلی آ رہی ہے

قارئین کرام اس آیت پاک کا ترجمہ ذہن میں رکھ کر اگر پاکستانی شیعہ مجتہد غلام حسین نجفی کی یہ دل خراش عبارت بھی پڑھ لیں تو شیعہ کا حقیقی تصور واشگاف ہو جائے گا حقیقت فقہ حنفیہ صفحہ 64 پر نوٹ لکھا ہے

نوٹ: مکہ کی زلیخا بی بی عائشہ میں کیا رکھا تھا کہ حضور پاک نے اپنی ہم عمر بیویوں کے ہوتے ہوئے یا دوسری جوان عورتوں

کے ملنے کے باوجود چھ سالہ ننھی اماں سے اپنے پچاس برس کے سن میں شادی رچائی (بلفظہ)

5۔ ولقد اهلكنا اشياعكم فهل من مد كر۔ (القمر)

"اور ہم تمہارے ہم سروں کو ضرور ہلاک کر چکے ہیں پس ہے کوئی نصیحت پانے والا۔"

یہاں بھی اشیاع (شیعہ کی جمع) کی ہلاکت کا تذکرہ ہے شیعہ کا ہلاک ہونا کلام رب العالمین نے بیان فرمایا ہے کسی سنی کا لکھا ہوا نہیں جو ان پر دہشت گردی کا الزام دھر دیا جائے دانشمندوں کے لیے شیعہ کی ہلاکت بتانے کے بعد پیغام نصیحت بھی ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ان ہلاک شدہ شیعوں کی ہلاکت سے کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے جواب تو راہ پا کر ہلاک ہونے والوں سے دور ہو جائے، پس اے ارباب دانش ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟؟؟

6- وحيل بينهم وبين مايشتهون كما فعل باشياعهم من قبل انهم كانوا في شك مريب۔

"اور ان کے درمیان اور جن جن چیزوں کی ان کو خواہش ہوگی ان کے درمیان ایک آڑ کر دی جائے گی جیسا کہ ان سے پہلے (شیعہ) گروہوں کے بارے میں کیا گیا ہے بے شک وہ سب کے سب پریشان کر دینے والے شک میں تھے۔" (سبا آخری آیت)

یہاں بھی لفظ اشیاع (جو شیعہ کی جمع ہے) آیا ہے بعض اصحاب لغت وتفسیر نے اشیاع کا معنی امثال بھی کیا ہے یعنی اے اس امت کے مشرکو تم جیسوں کو ہی اللہ نے تباہ و برباد کیا۔

7- ثم لننزعن من كل شيعة ايهم اشد على الرحمن عتيا۔ (مریم)

"پھر ضرور ہم ہر (شیعہ) گروہ میں سے ان کو الگ الگ کر لیں گے جو خدا کے برخلاف زیادہ ہیکڑی کرنے والے تھے۔" (ترجمہ مقبول)

یوں تو رب العالمین کی نافرمانی کرنے والے کچھ کم نہیں مگر ترجمہ مقبول کے آخری الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ نافرمانوں میں انتہا درجے کا ضدی ٹولہ شیعہ کے نام سے بیان ہوا ہے اگر کوئی نظر انصاف سے دشمنوں کا موازنہ کرے گا تو قرآنی آیت کا یہ مفہوم اس کے سامنے سورج سے بھی زیادہ روشن ہو جائیگا، پر کوئی ایسا کرے تو سہی:

8- ان فرعون علىٰ فى الارض وجعل اهلها شيعا...... انه كان من المفسدين۔ (قصص)

"بے شک فرعون اس دنیا میں غالب تھا اور اس کے باشندوں کو اس نے کئی گروہ بنا دیا تھا۔"

جب شیعہ تاریخ کا آغاز ہوتا ہے تو عام شیعہ اپنے آپ کو آپ ﷺ کے زمانے میں موجود بتاتے ہیں تحقیقی دستاویز والوں کا بھی ابن سبا کو بانی شیعہ پارٹی کہنے پر اعتراض ہے بلکہ وہ اپنا وجود آپ ﷺ کے زمانے میں ثابت کرتے ہیں اگر یہ بات درست ہے تو سورۃ قصص کی درج بالا آیت کی ڈسک میں ملاحظہ فرمایا جائے کہ شیعہ کا بانی کون تھا۔

وجعل میں جاعل فرعون ہے تو کیا صاف لکھا ہوا دکھائی نہیں دے رہا کہ شیعہ کا جاعل، بانی مبانی فرعون تھا۔

سورۃ قصص کی آیت 15، 16، 17 کو ساتھ ملا کر ملاحظہ کر لیا جائے تو اسکی وضاحت ذرا مزید کھل کر سامنے آجائے گی

گذشتہ اوراق میں ہم ان آیات کی مختصر وضاحت لکھ چکے ہیں۔

محترم حضرات آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اگرچہ لفظ شیعہ کا لفظی معنیٰ گروہ ہے مگر قرآن پاک میں بیشتر مقامات پر کسی اچھے اور صالح گروہ کے لیے نہیں آیا اگرچہ کسی ایک دو جگہ پر اس لفظ سے کسی اچھے گروہ کو مراد لیا بھی گیا ہو مگر عام طور پر جو مراد ہے وہ گذشتہ آیات سے معلوم ہو چکی۔ اب اس آئینہ میں اگر تحقیقی دستاویز والے حضرات اپنا چہرہ دیکھیں گے تو پورے پورے خدوخال نمایاں طور پر نظر آسکیں گے بشرطیکہ تعصب کی عینک کچھ وقت کیلئے اتار دیں تو! یہ تو آیات قرآنی کی روشنی تھی جس نے اندھیروں میں اجالا کر کے صاف بتا دیا کون کیا ہے۔

اپنے ائمہ کے ارشادات کی روشنی میں

احادیث میں ہمارے کرم فرماؤں کا کیا حصہ ہوگا وہ تو قال ابو جعفر سے آگے کچھ نہیں جانتے۔ یہ تو اہل سنت والجماعت ہیں جو قال اللہ قال رسول اللہ کی مضبوط چٹانوں پر اپنے نظریات کی عمارت تعمیر کرتے ہیں۔ شیعہ لوگ البتہ اپنے اماموں کا خوب پرچار کرتے اور اُن کی بات ماننے کا بہت دعویٰ کرتے ہیں، لہٰذا ان کے اپنے آئمہ کی روشنی میں ان کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟ وہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

1۔ حضرت علیؓ نے اپنے شیعہ کہلانے والوں کی مذمت میں طویل خطبہ میں فرمایا:

فترکتم الائمه فترکوکم ما صحبتم تحکمون باهواءکم. (روضۃ کافی صفحہ 32)

"تم نے اپنے آئمہ کو چھوڑ دیا انہوں نے تم کو چھوڑ دیا اب تم اپنی خواہشات پر فیصلے کرتے ہو۔"

2۔ کافی کتاب الروضۃ صفحہ 734 پر اپنے رافضی نام کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادق سے کہا میں آپ پر قربان جاؤں لوگ ہمیں ایسے گندے لقب سے یاد کرتے ہیں کہ اس سے ہماری کمر ٹوٹ جاتی ہے اور دل مردہ ہو جاتے ہیں اور حکام ہمارا خون حلال جانتے ہیں اس حدیث کی بنا پر جو ان کے علماء نے ہدایت کی ہے فقال ابو عبداللہؑ الرافضه قلت نعم قال والله ما هو سموکم ولکن الله سماکم به۔ تو امام جعفر صادقؓ نے فرمایا رافضہ لقب کی وجہ سے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں (رافضہ کی وجہ سے) آپؓ نے فرمایا اللہ کی قسم انہوں نے تمہیں یہ لقب نہیں دیا بلکہ اللہ نے تمہیں یہ لقب دیا ہے۔

3- جلاء العیون صفحہ 261 پر حضرت حسنؓ کا ارشاد منقول ہے، اللہ کی قسم معاویہ میرے لئے ان لوگوں سے بہتر ہے کہ جو کہتے ہیں کہ وہ میرے شیعہ ہیں حالانکہ انہوں نے مجھے قتل کرنا چاہا میرا مال لوٹا، اللہ کی قسم اگر میں معاویہؓ سے معاہدہ کرلوں اور اپنا خون محفوظ کرلوں اور اپنے بال بچوں سمیت محفوظ ہو جاؤں تو یہ بہتر ہے میرے لئے اس بات سے کہ یہی (شیعہ) مجھے قتل کر دیں اور میرے اہل وعیال ضائع ہو جائیں۔

4- حضرت حسینؓ نے کربلا میں شیعان کوفہ سے فرمایا۔ اے بے وفاؤ غدار و مجبوری کے وقت مدد کے لئے تم نے ہم کو بلایا جب ہم آگئے تو کینے کی تلوار ہم پر چلائی۔ (ن صفحہ 391 منتہی الآمال)

5- حضرت باقرؒ نے اپنے شیعوں کے بارے میں فرمایا:

فیھم التمیز و فیھم التبدیل و فیھم التمحیص ۔ (کافی باب المومن وعلاماتہ)

''ان میں چھانٹی ہوگی ان کے مذہب بدلیں گے اور ان کو جدا جدا کیا جائے گا۔''

یعنی اس طبقہ میں اتنی ملاوٹ اور فریب کاری ہے کہ اصل نقل کا فرق ہی ختم ہو کر رہ گیا ہے۔

6- حضرت علیؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: **قال رسول اللہ ﷺ یظھر فی آخر الزمان قوم یسمون الرافضتہ یرفضون الاسلام ۔** (مسند احمد، ج1، ص103)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک قوم ظاہر ہوگی جن کا نام رافضہ ہوگا جو اسلام کو ترک کر دے گی۔

7- حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے:

کنت عندالنبی ﷺ و عندہ علیؓ فقال النبی ﷺ یا علیؓ سیکون فی امتی قوم ینتحلون حب اھل البیت لھم نبز یسمون الرافضہ فاتلوھم فانھم مشرکون. (رواہ الطبرانی واسنادہ حسن)

''میں آنحضرت ﷺ کے پاس تھا اور آپ نے فرمایا اے علیؓ عنقریب میری امت میں ایک قوم ہوگی جو اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرے گی اس کا لقب اور نام یہ ہوگا کہ ان کو رافضہ کہا جائے گا تم ان سے قتال کرو کیوں کہ وہ مشرک ہیں۔''

محترم قارئین کرام! آٹھ آیات اور 7 ارشادات آئمہ سے تشیع کا تعارف ہم پیش کر چکے ہیں اگرچہ احادیث کے ذریعے بھی تعارفی خاکہ پیش کیا جا سکتا تھا مگر شیعہ جس شہادت کو قبول کرتے ہیں ہم نے اسی شہادت کو پیش کرنا مناسب سمجھا ہے۔ امید ہے کہ اس تعارف کے بعد مزید کسی تعارف کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

شیعہ تاریخ ساز کردار کی حقیقت

تحقیقی دستاویز کے ص 21 پر شیعہ لکھاریوں نے شیعان علیؓ کا تاریخ ساز کردار کے عنوان سے 2 صفحہ پر مشتمل مضمون لکھا ہے۔

اس مضمون کا جواب کئی صفحات کا وجود مانگتا ہے کہ اس مبہم مضمون میں کئی راز چھپے ہوئے ہیں مگر افسوس کہ کتاب کی طوالت تفصیلی جواب کی متحمل نہیں اللہ نے چاہا تو اس پر مستقل کتابچہ لکھا جائے گا یہاں مختصر گزارشات عرض خدمت ہیں، مضمون نگار لکھتا ہے۔

شیعوں نے اپنی گفتار کی بجائے کردار سے خود کو منوایا۔ (ملخص ص21)

مختصراً عرض ہے کہ شیعہ گفتار ''تقیہ'' اور کردار ''متعہ'' ہے۔ متعہ اور تقیہ واقعی ناقابلِ تسخیر ہتھیار ہیں جن کا کردار تاریخ ساز ہی ہو سکتا ہے کہ تاریخ میں یہ دونوں عبادتیں سوا شیعہ قوم کے کسی کے مقدر میں نہیں آ سکی ہیں۔

خلافت کے نام پر قائم ہونے والی ملوکیتیں:

تشیع نے ہر دور میں ان کے وجود کو چیلنج کیا۔ (ص ۲۱)

اربابِ فہم و بصیرت اِس جملے پر خوب غور کریں۔ جی ہاں یہی شیعہ ہیں جو دور اول سے لے کر آج تک اسلام اور اسلامی حکومتوں کو چیلنج کرتے رہے ہیں۔ ہمیں اس تاریخ ساز کردار سے انکار نہیں بلکہ ہم تمام اہل اسلام کو تمہارے اسی تاریخ ساز کردار سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ شیعہ تاریخ ساز کردار ہر دور میں اسلام اور اسلامی حکومتوں سے ٹکرانا اور اُن کو ختم کرنے کی کوشش کرنا ہی رہا ہے اور اسی ایجنڈے پر ابن سبا مختار ثقفی سے لے کر خمینی اور اس کی ذریت تک ہر رافضی لیڈر قائم ہے اور اے کاش مسلم قوم بھی شیعہ کے اس تاریخ ساز کردار سے آگاہ ہو جاتے مگر صد افسوس غفلت کی چادریں تان کر سوئی ہوئی یہ ملت اسلامیہ بیدار ہو کے نہیں دیتی حالانکہ اسے بے دار کرنے کے لیے علمائے ربانین نے خونِ جسم تک قربان کر دیا ہے۔

بہرحال تحقیقی دستاویز والوں کو ہمارا احسان مند ہونا چاہیے کہ ہم ان کے اس تاریخ ساز کردار سے ہی آگاہ کرتے پھرتے ہیں البتہ ہم ساتھ ایسے کردار کے مالک کا شرعی حکم بھی بیان کر دیتے ہیں کہ ایسے اسلامی خلافتوں کے دشمن یہودی یا یہودیوں کے جاسوس ہیں تاکہ غافل قوم اپنے دشمن کو جان پہچان سکے۔

تاریخ اسلام میں رونما ہونے والے ہر انقلاب میں شیعان حیدر کرار کا عظیم انقلابی کردار رہا۔ (ص 21)

وہ انقلابی کردار، مدینہ پر چڑھائی کر کے داماد پیغمبر کو شہید کرنا حیدر کرارؓ کو کوفہ بلا کر جامع مسجد کے سامنے شہید کرنا حضرت حسینؓ کو کربلا بلا کر اُن پر تیروں کی بارش کرنا مختار ثقفی کے ذریعے ہزاروں مسلمانوں کو تہہ تیغ کرنا ایوبی اور نورالدین زنگی کے قتل کی کوششیں کرنا بغداد کے 6 لاکھ مسلمانوں کو ذبح کروانا ہے۔ ماضی قریب کی ایرانی انقلابی حکومت بذریعہ انقلاب برپا ہوئی جس نے صرف ایک سال میں 20 ہزار مسلمانوں کو ذبح کر دیا پوری دنیا میں بالعموم وطن عزیز میں بالخصوص مذہبی فسادات کی آگ جلا ڈالی یہی وہ انقلابی کردار ہے جس نے یہودی ایجنڈے کی آبیاری میں ناقابلِ فراموش کردار ادا کیا ہے۔ ر

مضمون نگار کئی مہاراجوں کے نام بھی گنواتے ہیں کہ وہ تحریک پاکستان میں ساتھ ساتھ رہے ہیں۔

کسی کی نیتوں پہ تو شک نہیں کرنا چاہیے کہ وہ یہ کام کس مقصد کے لیے کرتے رہے البتہ ماضی کی تاریخ سامنے رکھ کر: د خیال ذہن میں آتا ہے وہ کچھ اور ہی ہے۔ انگریزوں نے جن لوگوں کو اپنی حکومت مضبوط کرنے کے لیے استعمال کیا سب جانتے ہیں کہ وہ کون لوگ تھے اور انگریزوں نے لمبی لمبی جائیدادیں اور زمینیں کن کو الاٹ کی تھیں۔ آج بھی نوابوں وڈیروں اور ڈیرہ داروں کی ماضی پر نظر ڈالی جائے تو مطلع صاف ہو جائے گا اس لیے یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ تحریک میں فلاں فلاں بھی ساتھ تھا کہ نامعلوم اس کے مقاصد کیا تھے اور وہ کسی ایجنڈے پر کام کر رہا تھا ہاں اگر وطن عزیز کے لیے خدمات کے حوالے سے تھوڑا سا غور کر لیا جائے تو اچھی خاصی صفائی ہو جائے گی کہ وطن عزیز کے معرضِ وجود میں آتے ہی محرم کے جلوسوں کے ذریعے سے بدامنی کی بنیاد کس نے رکھی؟ متفقہ آئین اور دستور بنانے کے لیے بار بار مخالفت کون کرتا رہا؟ حتیٰ کہ منت سماجت اور محنت شاقہ کے بعد حضرت مولانا شبیر عثمانیؒ، حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ یہ کام بمشکل کر گزرے۔ پاکستان کو دولخت کر کے وطن عزیز سے غداری کرنے والا کون تھا؟ اور حال ہی میں محسن پاکستان جناب محترم ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے

خلاف وعدہ معاف گواہ کا کردار ادا کر کے عالمی سطح پر کس نے اس محسن کے راز فاش کیے کہ جس کی وجہ سے آج وہ قید میں اپنی زندگی کے ایام شمار کر رہا ہے۔ دو مختلف اسلام متعارف کروانے کے لیے سکولوں میں شیعہ اسلامیات اور سنی اسلامیات کے نام سے کون ملی وحدت کو پارہ پارہ کرتے ہوئے جدا ہوا۔ انکار زکوٰۃ کی جڑیں مضبوط کرتے ہوئے مسلمانوں کے نظامِ زکوٰۃ سے کون الگ ہوا؟ وغیرہ ایسے بے شمار سوالات ہیں جس کے جواب میں بغض الوطنی کا نمونہ بن کر شیعہ قوم کا تاریخ ساز کارنامہ ہی سامنے آتا ہے۔ اگرچہ اس مضمون کا ایک ایک جملہ اس لائق ہے کہ اس کی حقیقت تشت از بام کرنا ضروری ہے مگر اختصار کے پیش نظر ہم نے یہ جائزہ پیش کر دیا ہے۔ تفصیل کے لیے اللہ جل شانہ کی توفیق شامل حال ہوئی تو راقم ایک مستقل رسالہ رقم کرے گا۔ انشاء اللہ!

ملت تشیع اور اتحاد وحدت

تحقیقی دستاویز والوں کا کہنا ہے کہ پاکستان میں اتحاد وحدت کے لیے اہلِ تشیع نے بڑی کوششیں کی ہیں پہلی کوشش ۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء میں کی جب ۳۱ علماء نے ۲۲ نکات کی منظوری دی تھی۔ پھر یہ کوشش کچھ میلی ہونے لگی تو دوسری کوشش طاہر القادری اور ساجد نقوی کا دس نکاتی متفقہ اعلامیہ تھا۔ پھر ۱۹۹۰ء میں اتحاد بین المسلمین کمیٹی بنی اور ۲۸ ستمبر ۱۹۹۱ء میں ضابطہ اخلاق کی منظوری دی گئی پھر ۱۹۹۵ء میں ملی یکجہتی کانفرنس بلائی اور ۲۴ مارچ کو اسلام آباد میں ملی وقومی یکجہتی کونسل بنائی گئی۔ اس طرح گویا شیعہ ملت وحدت واتحاد کے لیے ہمیشہ تڑپتی رہی ہے۔ (تاریخی دستاویز 23، 24، 25)

محترم قارئین کرام ملاحظہ فرمایئے 1951ء میں جس 22 نکات کی منظوری کو شیعہ قوم کا اتحادی کریڈٹ قرار دیا جا رہا ہے وہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی دن رات کی جانے والی محنت شاقہ تھی جو اُن کی طرح طرح کی مخالفت ومخاصمت کے باوجود لے دے کے بمشکل منظور ہوئی، دوسری کوشش طاہر القادری کے ساتھ اتحاد کی ہے، جب کہ ہر شخص جانتا ہے کہ جناب طاہر القادری صاحب صرف شیعہ نہیں عیسائی اور یہودیوں سے بھی وہ اسی طرح کا اتحاد کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتے رہے ہیں یہ تو دس نکات ہیں جبکہ قادری صاحب کے نزدیک عیسائیوں کے ساتھ اتحاد کے دس سے بھی زیادہ نکات ہیں جن میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ عیسائیوں کو مساجد میں اپنی عبادت کی کھلی اجازت دی جائے گی یعنی اذان دینے کے لیے اگر لوڈ سپیکر رکھا جائے گا تو عیسائیوں کو عبادت کی غرض سے بلانے کے لیے گھنٹال بھی لٹکایا جائے گا اگر جمعہ کے لیے مولوی صاحب ہوں گے تو عیسائی عبادت کے لیے اس مسجد میں ساتھ ایک پادری بھی رکھا جائیگا صبح کو اگر اذان ہوگی تو 8 بجے کے قریب گھنٹال بھی بجایا جائے گا لہٰذا ایسوں سے اتحاد تو ایسوں کا ہی ہوگا کیونکہ الجنس یمیل الی جنسہ جنس اپنی جنس کی طرف ہی میلان رکھتی ہے۔ باقی رہا ملی یکجہتی کونسل اور ضابطہ اخلاق کا معاملہ تو تاریخی دستاویز میں اس سارے معاملے کی حقیقت جانی جاسکتی ہے کہ یہ وحدت کا راگ الاپنے والے تقیہ باز کس طرح اتحاد و وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور اسلامی قوت کو پامال کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں ہم اس اتحاد دشمن ملت کی اتحاد دشمنی پر صرف دو شہادتیں ارباب انصاف کی ضیافت کے لیے عرض کرتے ہیں تاکہ اس نمونہ کو دیکھ کر وطن عزیز کی ملی کوششوں کو پارہ پارہ کرنے والوں کے چہرے سے تقیہ کا نقاب الٹا جاسکے اور اتحاد بین المسلمین کا راگ الاپنے والوں کی اصلیت سامنے آسکے۔

نمبر 1 ایوب خان کے دورِ حکومت میں شیعہ راہنما سید محمود دہلوی کی سربراہی میں جداگانہ شیعہ حقوق کے لیے ملک بھر میں یہ مہم چلائی گئی کہ شیعہ بچوں کے لیے الگ تعلیمی تدریسی نصاب ہونا چاہیے جب یہ تحریک زور پکڑ گئی تو حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے موچی دروازہ لاہور میں دورانِ جلسہ فرمایا کہ شیعہ اجتماعی دھارے سے علیحدگی کا راستہ اختیار نہ کریں عجیب بات ہے کہ قادیانیوں کو ہم الگ کرنا چاہتے ہیں مگر وہ الگ ہونے کو تیار نہیں ہیں اور تمہیں ہم ساتھ رکھنا چاہتے ہیں مگر تم علیحدگی کے لیے بے تاب نظر آتے ہو۔ (بحوالہ ماہنامہ نصرت العلوم ص20 مارچ 1998)

الگ دینیات کی یہ شیعہ تحریک مسلسل چلتی رہی تا آنکہ ذوالفقار علی بھٹو کے دور اقتدار میں شیعہ کا دین سنیوں کے دین سے قانونی طور پر الگ کر دیا گیا۔ اب سکولوں میں طلباء کو دو اسلام پڑھائے جاتے ہیں ایک شیعہ بچوں کو اور ایک سنی بچوں کو گویا ایک نو عمر بچے کو دینی وحدت کے دھارے میں ڈھالنے کی بجائے تفریق و تقسیم کا سبق دیا جاتا ہے کہ اے شیعہ بچے تیرا دین وہ نہیں جو سنی کا ہے اور اے سنی بچے تیرا دین وہ نہیں جو شیعہ کا ہے گویا اہل حق کا بچہ کہہ دیتا ہے لکم دینکم ولی دین۔ اربابِ انصاف یہ دین الگ کروانے اور دین کو تقسیم کرنے کا ایسا واقعہ ہے جس میں کوئی بناوٹی بات نہیں ملک کا قانونی حل شدہ مسئلہ ہے کہ شیعہ دین کے اعتبار سے قانونی طور پر مسلمانوں سے کٹ کر الگ جا کھڑے ہوئے اور یہ تحریک شیعہ نے چلائی اپنا الگ دین مانگا اور اس کے لیے ہر طرح کے ذرائع استعمال کیے گئے اب آپ ہی بتائیں جنھوں نے دین کو ہی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا وہ اگر یہ کہیں کہ ہم تو اتحاد کے داعی ہیں اور یہ کہ ہم نے اتحاد و وحدت کے لیے رات و دن ایک کر دیا اور بڑی بڑی قربانیاں دے ڈالیں کیا اس دین کی تفریق اور سکولوں میں وحدت کو پاش پاش کرنے والوں کو یہ جملہ کہتے ہوئے چلو بھر پانی میں ڈوب نہ مرنا چاہیے کہ خود ہی تفرقہ ڈالا اور دین کو دو حصوں میں بانٹ دیا اور اب پاکستانی قوم کو یہ بھی باور کرا رہے ہیں کہ ہم نے تو اتحاد کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ مگر شیعوں کا یہ کچھ کہنا کچھ عجوبہ نہیں ان کی تو شروع دن سے عادت ہی یہی رہی ہے کہ وہ دھوکہ دیتے اور اس پر اتنی گرد ڈال دیتے ہیں کہ حقیقت حال کا پتہ ہی نہ چلے حیرت تو ان لوگوں پر ہے جو جھوٹ در جھوٹ کا مشاہدہ بھی کرتے ہیں اور پھر کچھ وقت گزرنے کے بعد انہیں پر اعتبار بھی کر لیتے ہیں کہ نہیں جی وہ جو کہہ رہے ہیں ضرور کچھ نہ کچھ تو کیا ہوگا۔

زکوٰۃ اسلام کا حکم اور فرائض اسلام میں سے ایک فرض ہے وطن عزیز میں قومی سطح پر زکوٰۃ کا نظام جاری ہے پاکستانی تمام مسلمان قانون کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنے کے پابند ہیں۔ مگر شیعہ لوگ اس قومی دھارے سے چھلانگ لگا کر اس صف میں جا کھڑے ہوئے ہیں جس میں ہندو عیسائی یہودی وغیرہ غیر مسلم ہیں اس دینی وحدت اور اجتماعی نظام زکوٰۃ سے نکلنے اور اتحاد کے شیرازہ کو بکھیرنے کے لیے ضیاء دور میں جو کچھ ہوا اسے دہرانے کی ضرورت نہیں جو لوگ اس قدر بے باک ہو کر اتحاد کو فنا کرتے رہے ہوں وہ بھی کہیں کہ ہم اتحاد چاہتے ہیں تو اسے حیرتناک جھوٹ کے سوا کیا نام دیا جا سکتا ہے؟

تحقیقی دستاویز کی رپورٹیں

ص 27 تا ص 44 پر یار لوگوں نے کچھ اجلاسوں کی رپورٹنگ بھی کی ہوئی ہے جس میں اپنی عادات سے مجبور مہربانوں

نے مجبوراً تقیہ وغیرہ کا تھوڑا بہت مصالحہ استعمال کیا ہے تاکہ ٹیسٹ میں کوئی کمی نہ آنے پائے۔ اس سلسلے میں قارئین کرام کی خدمت میں ہماری درخواست ہے کہ وہ تاریخی دستاویز کے ص23 سے 45 تک ضرور مطالعہ فرمالیں تاکہ حقیقت حال کی اطلاع ہو سکے کیونکہ تاریخی دستاویز میں جو رپورٹ لکھی گئی ہے اس کا لکھنے والا خود اجلاس میں شریک اور پل پل کے اتار چڑھاؤ سے واقف رہا ہے جبکہ ابومصعب جوادی نام کا کوئی شخص کسی ایسے اجلاس میں شریک نہیں ہوا جو اس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے یقین نہ آئے تو تحقیقی دستاویز کے مطلوبہ صفحات کا مطالعہ فرمالیں اُن شرکائے اجلاس میں ابومصعب جوادی نام کا کوئی فردشریک اجلاس نہیں تھا خواہ وہ نواز شریف کی زیرصدارت اجلاس ہوا یا طاہرالقادری سے اتحاد کے لیے کوئی اجلاس ہوا اب ظاہر ہے جب جوادی صاحب اجلاس میں شریک ہی نہیں تو ان کو یہ رپورٹنگ زرارہ جیسے راوی کی طرح ہوگی جس کے منہ میں کتے پیشاب کر جاتے تھے۔ (رجال کشی)

لہٰذا درست رپورٹ وہی ہوسکتی ہے جو وہاں موجود عینی شاہد نے لکھی ہوگی۔ چونکہ تحقیقی دستاویز کا رپورٹر شریک اجلاس ہی نہ تھا اس لیے کسی اصول کے تحت بھی وہ رپورٹنگ قابلِ اعتبار نہیں۔

علمی جائزے کا حقیقی جائزہ

تحقیقی دستاویز کے صفحہ 45 سے اہل تشیع پر اعتراضات اور ان کا علمی جائزہ : پیش کیا ہے جس میں محررین نے تاریخی دستاویز میں شیعت پر اٹھائے گئے اعتراضات کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ پہلا اعتراض عقیدہ تحریف پر نقل کر کے اوّل اپنے غم و غصے کا اظہار اور پھر اقوال آئمہ واکابرین شیعہ پیش کر کے بوجھ تحریف، اپنے سر سے اتارنے پر زور لگایا، مصنفین تحقیقی دستاویز کو شکوہ ہے کہ عقیدہ تحریف ان کے کھاتے کیوں ڈالا جاتا ہے حالانکہ ان کے گھروں، باڑوں دکانوں وغیرہ میں یہی قرآن رکھا ہوا ہے لہٰذا خواہ مخواہ فتوٰی فروش ملاؤں نے یہ الزام ان کے سر تھوپ دیا ہے جبکہ ہمارے امام علیؑ نہج البلاغہ میں امام جعفر صادق امالی صدوق میں امام علی نقی احتجاج طبرسی میں اور ہمارے علماء شیخ صدوق، سیّد مرتضٰی، ابوجعفر طوسی، علامہ محمد حسین، شیخ جعفر، سرکار علامہ محمد حسین طباطبائی نے عقیدہ تحریف قرآن سے دھوکر جواب دے دیا ہے اب اتنی بڑی صفائی کے بعد فتوٰی فروش ملاؤں کا ہمیں منکر قرآن کہنا بہت بڑی زیادتی ہے۔ (ملخص تحقیقی دستاویز)

قرآن پاک سے اہلسنت والجماعت کا والہانہ لگاؤ

ہم غلامان آل واصحاب رسول اہلسنت والجماعت عرض کرتے ہیں کہ شیعہ تو شیعہ رہے کوئی یہودی، عیسائی، ہندو وغیرہ مذہب کا شخص بھی ہمارے پیارے اللہ کا نازل کیا ہوا قرآن مان لے اور اس پر ایمان لے آئے تو ہم بے چارے اس ایمان لے آنے والے کو ست بسم اللہ اھلاً وسھلاً جی آیاں نوں، پخیر راغلے، کہیں گے اور اپنا دلی محبوب، جان سے زیادہ عزیز اور اس کی جان و مال عزت کو میدان عرفات، یوم عرفہ اور حرم پاک کی طرح مقدس جانیں گے جان پر کھیل کر بھی قرآن پر ایمان لانے والے بھائی کی جان و مال کی حفاظت کرنا اپنا ایمان جانیں گے اپنے ماں جائے سے بھی زیادہ محبت و پیار اس کا اپنے دل میں رکھیں گے۔

ہمارے دین میں تو ایسے شخص کی زیارت ثواب اور خدمت کرنا دین کا لازمی حکم ہے ایسے پیارے کی فقط زیارت کیلئے لمبے لمبے سفر کرنا کارثواب ہے پر کوئی ہمارے قرآن پر ایمان تو لائے! ہم جو اسی دعوت کو اٹھائے در در مارے پھرتے لوگوں کے در پر دستک دیتے اور سالہا سال تک کے سفر کی مشقت اٹھائے صدا دیئے جاتے ہیں کہ اے بھولی بسری مخلوق اور اللہ کے ہاتھوں سے تعمیر کیئے ہوئے بندو لوٹو قرآن کی طرف اور سنو تمہارا رب تمہیں کیا حکم دیتا ہے۔

اب اگر کوئی قرآن پر ایمان لائے تو کیا ہم ایسے محبوب اور پیارے بھائی کو اپنا دشمن جانیں گے؟ یا قرآن کا منکر بتا کر اپنی محنت پر پانی پھیر دیں گے؟ ہرگز نہیں کوئی پرلے درجے کا پاگل ہی ہوگا جو ایسی سوچ رکھتا ہوگا۔ مانا ہوا ضابطہ ہے کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے قرآن ہماری آنکھوں کا نور دل کی ٹھنڈک، چین اور قرار، اوڑنا بچھونا، رہنما اور ضابطہ حیات ہماری دنیا اور آخرت، تازگی اور حصول رحمت کا ذریعہ ہے۔

ہماری قوم کے لوگ خون پسینے سے کمایا ہوا روپیہ پیسہ دریا دلی سے قرآن کی تعلیم پر خرچ کرتے ہیں عالم کی رات دن کی محنت ،فکر وسوچ تقریر وتحریر قرآن کے لیے اور قرآن کے زیر سایہ ہے ہمارے قاریوں کی زبانیں قرآن سے تر ہیں اور تو اور چند سالہ معصوم بچے قرآن پڑھتے پڑھتے سوتے اور منہ اندھیرے آدھی نیند میں اٹھ کر پھر قرآن کی تلاوت میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اس خدمت اور جذبہ محبت پر خلقت حیران وششدر ہے تو بھلا قرآن پاک سے ایسی والہانہ محبت رکھنے والی قوم قرآن ماننے اور اس پر ایمان لانے والوں سے ناراض ہوگی؟

ہرگز نہیں واللہ نہیں مگر کوئی اللہ کی اس پاکیزہ کتاب پر ایمان تو لائے! اے ارباب عقل ودانش آپ ہی فرماؤ کوئی شخص با آواز بلند قرآن پاک کی تفسیر سنانے کیلئے لوگوں کو جمع کرے اور پھر کہے یہ قرآن تو شراب خور خلفاء کی خاطر بدلا ہوا ہے۔

(ترجمہ مقبول از تاریخی دستاویز ص ۱۹۳)

اس میں تو ایسی باتیں ہیں جن سے کفر کے ستون قائم کئے گئے ہیں۔ (احتجاج طبرسی از تاریخ دستاویز ص ۲۴۶)

اس قرآن میں نبی کی توہین موجود ہے۔ (احتجاج طبرسی)

کوئی شخص اگر دعویٰ کرے کہ اس نے قرآن سارے کا سارا جمع کیا جیسے وہ نازل ہوا تھا تو کذاب ہے۔

(اصول کافی از تاریخی دستاویز ص ۱۸۹)

اب اگر وہ کرم فرما اس قرآن پاک کو جواب تک متواتر نقل کے ساتھ مسلمانوں کے پاس موجود ہے نبی کی توہین کرنے کا مرتکب، کفر کے ستونوں والا، شراب خوروں کی وجہ سے بدلا ہوا کہے تو کیا ایسا ایمان رکھنے والا کسی ذی عقل مسلمان کے نزدیک بھی محب قرآن جانا جائے گا؟

بلاشبہ ہم قرآن پر ایمان لانے والوں کے نوکر ہیں مگر جو اللہ کی اس کتاب پر ایسے خوفناک طوفان باندھے پھر ساتھ یہ راگ بھی الاپے کہ قرآن پاک کو نہ ماننے کا مجھ پر بہتان والزام ہے ہم تو قرآن کو مانتے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں تو ایسی دھوکہ بازی دنیائے مذہب میں سوا تقیہ بازوں کے کسی کے نصیب میں نہیں آئی کوئی ذی شعور شخص حتیٰ کہ کا جائزہ لے تو کرم فرماؤں

کا دجل نصف النہار کی طرح واضح ہو جائے گا اختصار کے ساتھ ہم برادران ملت کے سامنے چند حقائق عرض کرتے ہیں۔

وہ شیعہ روایات جو تحریف قرآن پر واضح طور پر دلالت کرتی ہیں۔

1- **فلما استخلف عمرؓ سال علی ان یوقع الیھم القرآن فیحرفوہ فیمابینکم فقال یااباالحسن ان جئت بالقرآن الذی کنت جئت به الی ابی بکرؓ حتی نجتمع علیه فقال ھیھات لیس الی ذالك سبیل انما جئت به الی ابی بکر ستقوم الحجة علیکم ولا تقولوایوم القیامة اناکناعن ھٰذاغافلین او تقولوا ما جئتنا به ان القرآن الذی لایمسه الا المطھرون ولا و من ولدی فقال عمر فھل وقعت لاظھارہ معلوم فقال علی نعم اذاقام القائم من ولدی یظھر ہ ویعمل الناس علیه فتجری السنه به۔**

مطلب یہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ بنے تو حضرت علیؓ سے حضرت عمرؓ نے عرض کیا اے ابوالحسن وہ قرآن جو آپ حضرت ابوبکرؓ کے پاس لائے تھے وہ لایئے تاکہ ہم اس پر اتفاق کر لیں تو انھوں نے کہا دور ہٹو اس قرآن کی طرف تمہارے لیے کوئی سبیل نہیں میں تو اسے ابوبکر کے پاس اس لیے لایا تھا تاکہ حجت قائم ہو جائے اور تم قیامت والے دن یہ نہ کہہ سکو کہ ہم تو اس (اصلی قرآن) سے غافل (بےخبر) یا تم یہ کہو کہ وہ قرآن تو ہمارے پاس آیا ہی نہ تھا۔ بے شک وہ قرآن ایسا ہے کہ اس کوسوا پاکوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا اور نہ میری اولاد کے سوا کوئی اسے ہاتھ لگا سکتا ہے۔ عمر نے کہا کیا اس (اصلی قرآن) کے ظاہر ہونے کا کوئی مقرر شدہ وقت بھی ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں جب قائم کھڑا ہوگا میری اولاد سے اس وقت وہ اس کو ظاہر کرے گا اور لوگ اسپر عمل کریں گے پس سنت کو اس کے مطابق وہ جاری کرے گا۔

(ترجمہ مقبول تحت سورۃ واقعہ آیت نمبر 79 صفحہ 1071، مقدمہ صافی، ج1، صفحہ 27، احتجاج طبرسی، ج1 صفحہ 228)

2- **عن ابی عبداللّٰه لو قد قری القرآن کما اُنزل لا لتقینا فیه مسمین۔**

کہ اگر میں قرآن ویسے پڑھوں جیسے نازل کیا گیا تو میری گردن مروڑ دی جائے گی۔

(تفسیر عیاشی ج1 ص25، مقدمہ تفسیر صافی، ج1 ص41)

3- **عن ابی جعفر لولا انه زید فی کتاب اللّٰه ونقص ما قضٰی حقنا علی ذی حجٰی.** (تفسیر عیاشی ج1 صفحہ 25)

4- **عن جابر قال سمعت اباجعفر یقول ما ادعٰی احد من الناس انه جمع القرآن کله کما انزل الاکذاب وما جمعه وحفظه کمانزله اللّٰه تعالٰی الا علی ابن ابی طالب والآئمة من بعده.**

(اصول کافی ج1 ص228 از تاریخی دستاویز ص۱۸۹)

''جابر کہتے ہیں میں نے ابوجعفر سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں میں سے یہ دعوٰی کرے کہ اس نے تمام قرآن جمع کیا ہے جیسے وہ نازل ہوا تھا تو وہ کذاب (بہت بڑا جھوٹا) ہے علی بن ابی طالب اور ان کے بعد والے آئمہ کے علاوہ نہ کسی نے قرآن جمع کیا ہے اور نہ حفظ کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی نے اس کو اتارا تھا۔''

5- **ان القرآن الذی جاء به جبریلؑ الی محمد ﷺ سبعة عشر الف آیة۔** (اصول کافی ج4 ص446)

''وہ قرآن جو جبریل محمد ﷺ پر لے کر نازل ہوئے تھے اس میں سترہ ہزار آیتیں تھیں۔''

6- لو شرحت لك كلما اسقط وحرف و بدل مما يحرى هذا لطال وظهر ما تحظر التقيه اظهاره من مناقب الاوليا و مثالب الاعدآ. (الاحتجاج طبرسی صفحہ 254)

''اور اگر میں تمہارے سامنے کھول دوں کہ کیا کچھ قرآن سے نکالا اور بدلا گیا اور اس میں تحریف کی گئی تو بات لمبی ہو جائے گی اور وہ چیز ظاہر ہو جائے گی کہ تقیہ جس کے اظہار سے روکتا ہے یعنی اولیاء کے مناقب اور اعدا کے عیوب۔''

7- ان هٰذاالقرآن الذی عندنا ليس هو الذی انزل الله علی محمد بل غُيّرو بُدّل وزيد ونقص منه۔

''بے شک یہ قرآن جو ہمارے پاس ہے وہ نہیں جو اللہ نے محمد ﷺ پر اتارا تھا۔ بلکہ تغیر وتبدل کیا گیا زیادتی اور کمی کر دی گئی ہے۔'' (فصل الخطاب طبرسی 32)

8- ليس علی الترتيب المرضی عندالله و عند رسوله. (تفسیر صافی ص49 ج1)

''یہ اس ترتیب پر نہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی پسندیدہ ہے۔''

9- قال امام محمد باقران القرآن طرح منه ای كثيرة۔ (تفسیر صافی ص41 ج1)

امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ بے شک قرآن سے بہت سی آیات گرا دی گئی ہیں۔

10- ہمارا اس اصلی قرآن پر ایمان ہے جو اپنے ساتھی کے ساتھ اس دنیا میں موجود ہے جسے غیر مطہرین چھو نہیں سکتے (اے سنیو) تمہارا ایمان صرف نقلی قرآن پر ہے جسے ہر ناپاک چھو سکتا ہے۔ (شیعہ مذہب حق ہے ص116)

وہ روایات جو آیات میں نکالے ہوئے الفاظ کی نشان دہی کرتی ہیں۔

1- عن ابی عبدالله فی قول الله ومن يطع الله ورسوله "الخ" و من يطع الله و رسوله فی ولاية علی و ولاية الائمة من بعده فقد فاز فوزاً عظيما هٰكذا نزلت۔

(اصول کافی ج1 ص414 ترجمہ مقبول ص892 تفسیر قمی ص 192 فصل الخطاب ص207)

ابوعبداللہ سے اللہ تعالی کے ارشاد ومن يطع الله ورسوله "الخ" آیت کے بارے میں روایت ہے کہ یہ آیت یوں نازل ہوئی تھی ومن يطع الله و رسوله فی ولاية علی و ولاية الائمة من بعده فقد فاز فوزا عظيما.

2- عن ابی عبدالله فی قوله تعالی ولقد عهد نا الی ادم من قبل كلمات فی محمد وعلی و فاطمه و الحسن والحسين والائمة من ذريته فنسی هكذا والله نزلت علی محمد.

''اللہ تعالیٰ کے ارشاد ولقد عهدنا "الخ" کے بارے میں ابوعبداللہ سے روایت ہے کہ اللہ کی قسم یہ آیت حضرت محمد ﷺ پر یوں نازل ہوئی۔ ولقد عهد نا الی ادم من قبل كلمات فی محمد وعلی و فاطمه و الحسن والحسين والائمة من ذريته فنسی.

(اصول کافی، ج1 ص416 ترجمہ مقبول ص637، تفسیر صافی ص349، فصل الخطاب طبرسی ص30)

3- عن ابی جعفر قال نزل جبریل بهذه الایة علی محمد هکذا یاایهاالذین اوتوالکتاب امنو بماانزلنا فی علی نورا مبینا۔ (اصول کافی ص 417 ج 1)

ابوجعفر فرماتے ہیں کہ جبریل محمد ﷺ پر یہ آیت یوں لے کر نازل ہوئے: یا ایها الذین اوتوا الکتاب امنوا بما انزلنا فی علی نورا مبینا۔

4- عن الامام الرضاء فی قول الله عزوجل کبر علی المشرکین بولایة علی ماتدعوهم الیه یا محمد من ولایة علی هکذا فی الکتاب المخطوطه. (اصول کافی، ج 1۔ صفحہ 418)

امام رضاء سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں منقول ہے کہ یہ آیت کتاب اللہ میں یوں لکھی ہوئی ہے کبر علی المشرکین بولایة علی علی ما تدعوهم الیه.

5- عن ابی عبداللّٰه فی قو ل الله تعالیٰ فستعنمون من هو فی ضلال مبین یا معشر المکذبین حیث انبأتکم رسالة ربی فی ولایة علی ولآئمةمن بعده من هو فی ضلال مبین هکذا نزلت.

(اصول کافی ج 1 صفحہ 421)

ابوعبداللّٰه نستعلمون من هو فی ضلال مبین کے بارے میں روایت ہے کہ یہ آیت یوں نازل ہوئی: یا معشر المکذبین حیث انبئاتکم رسالة ربی فی ولایة علی ولآئمةمن بعده من هو فی ضلال مبین۔

6- عن ابی جعفر قال هکذانزلت هذه الآیة ولوانهم فعلو اما یو عظون به فی علی لکان خیر الهم۔

(ترجمہ مقبول ص 175، فصل الخطاب طبرسی ص 277، اصول کافی، ج 1 ص 424)

ابوجعفر سے روایت ہے کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی۔

﴿ولو انهم فعلواما یوعظون به فی علی لکان خیر الهم۔﴾

7- قراء رجل عند ابی عبدالله وقل اعملو افسیری الله عملکم ورسوله والمومنون،فقال لیس هکذا هیی انماهی المأمونون. (ترجمہ مقبول ص 404 اصول کافی، ج 1 ص 424)

ایک آدمی نے ابوعبداللہ کے پاس یہ آیت یوں پڑھی وقل اعملوفیسری الله عملکم ورسوله والمومنون ابوعبداللہ نے فرمایا مومنوں کا لفظ نہیں بلکہ الماموئون کا لفظ ہے۔

8- عن ابی جعفر نزل جبریلؑ بهذه الآیة هکذا وقل الحق من فی ولایة علی.

(اصول کافی، ج 1، ص 425، ترجمہ مقبول ص 581)

''ابوجعفر سے روایت ہے جبریلؑ یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے وقل الحق من فی ولایة علی۔''

9- ترجمہ مقبول میں ایک طویل روایت ہے جسے میسرہ نے امام رضا سے روایت کیا ہے کہ امام رضا نے سورۃ رحمٰن کی آیت یوں تلاوت کی:

﴿فیومئذٍ لا یسئل عن ذنبه منکم انس و لاجان﴾

اس قرآن میں منکم تو نہیں فرمایا پہلی آیت جس میں ابن اروی عثمان بن عفان نے تغیر کیا وہ یہی آیت ہے۔

(ترجمہ مقبول ص1063)

10- ﴿لایحل لك النساء۔ الخ﴾ یہ اوپر کی آیت ﴿ترجی من تشاء۔ الخ﴾ سے منسوخ ہے گو ترتیب دینے والوں نے الٹ پلٹ دیا۔ ((بحوالہ تفسیر قمی) ترجمہ مقبول ص847)

11- آیت ﴿ترجی من تشاء۔ الخ﴾ یہ ﴿یا ایها النبی قل لازواجك﴾ کے ساتھ تھی مگر جمع کرتے وقت پیچھے ڈال دی گئی۔ (ترجمہ مقبول صفحہ 840)

نمونہ کی یہ چند روایات ہیں جو ہم نے اختصار کے پیش نظر مختصراً عرض کی ہیں۔

محترم قارئین کرام مزید تسلی کیلئے آپ تاریخی دستاویز کے صفحہ 180 تا 273 پر اور سنی موقف (جو چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ کے سامنے عالمی مجلس تحفظ اسلام پاکستان نے پیش کیا) اس کے صفحہ 21 تا 61 پر کچھ نمونے مزید ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ تحریف قرآن کو ثابت کرنے والی شیعہ روایات چند ایک نہیں جنہیں خبر واحد یا چند لوگوں کی رائے قرار دے کر نظر انداز کر دیا جائے بلکہ دو ہزار سے زائد روایات کا ذخیرہ اس شیعہ عقیدہ کا محرک اور گواہ ہے۔

یہ بات عقلاً محال ہے کہ ہزاروں روایات کو یکسر طور پر نظر انداز کر دیا جائے جبکہ وہ ہزاروں روایات شیعہ عقیدہ کے مطابق معصوموں اور حجۃ اللہ وں وغیرہ سے نقل ہو کر آئی ہیں۔ لہٰذا جب تک یہ شیعہ روایات موجود ہیں شیعہ کیلئے عقیدہ تحریف سے انکار کر دینا ممکن نہیں اس لئے کہ معصوموں کے ہزاروں ارشادات کو رد کر کے شیخ صدوق سید مرتضٰی ابو جعفر طوسی، شیخ جعفر اور سرکار علامہ محمد حسین طباطبائی کا قول اختیار کرنا شیعہ مذہب کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کے مترادف ہے لہٰذا عقیدہ امامت کی طرح عقیدہ تحریف قرآن شیعہ قوم کا نظریاتی سرمایہ اور بنیادی عقیدہ ہے۔ البتہ دھوکہ دینے کے لیے تقیہ کا مقدس ایٹم بم استعمال کرتے ہوئے کسی بڑے سے بڑے عقیدے کا انکار شیعہ کیلئے کوئی ناممکن کام نہیں۔

فتویٰ فروش ملا اور شیعہ

جب کبھی عقیدہ تحریف کے بارے میں شیعہ سے کسی مسلمان کی گفتگو ہوتی ہے تو شیعہ کرم فرما پورے جوش اور ولولے سے عقیدہ تحریف سے انکار اور قرآن پاک کی محبت و حقانیت کا دعویٰ کرتا ہے نہ صرف یہ بلکہ اس عقیدہ کے حاملین پر نفرین سے بھرپور بے زاری کا اعلان کرتے ہوئے صاف کہتا ہے کہ یہ فتویٰ فروش ملاؤں کا ہم پر بہتان ہے۔

محبت قرآن اور اس کی عظمت کے واشگاف اعتراف واقرار کو سن کر یقیناً ایک مسلمان کی طرح ہمارا دل بھی پانی پانی ہو جاتا ہے اور اس شیعہ بے چارے پر بے حد ترس آنے لگتا ہے ساتھ ہی دل ان فتویٰ فروش ملاؤں پر غضبناک حد تک بھر جاتا ہے جی کرتا ہے کہ ایسے ملاؤں کو نشان عبرت بنا دیا جائے جو ان بے چارے سیدھے سادھے سادہ لوگوں کو منکر قرآن بنانے پر تلے ہوئے ہیں اور روایت پر روایت سنائے جا رہے ہیں کہ فلاں امام نے کہا یہ قرآن بدل گیا فلاں نے کہا کہ اس میں

ضالاً کا لفظ بھی ہے جو سراسر گستاخی رسول ہے۔

الغرض ہزاروں روایات کا انبار لگا کر وہ شیعہ کو منکر بنانے پر تلے ہوئے ہیں کتابوں پر کتابیں لکھ ماری ہیں حالانکہ شیعہ لوگ تو اس قرآن پر جان دینے پر پھرتے ہیں جن کا نام یہ لیتے ہیں وہ قرآن کے حافظ عالم تھے بلکہ اسی قرآن کو پڑھ پڑھ کر سناتے تھے ان کے گھروں میں بھی یہی قرآن پاک ہے کوئی دوسرا قرآن ہرگز نہیں پھر ہزاروں روایات لکھ کر اس قوم پر یہ الزام دھرنا کہاں کا انصاف ہے لہٰذا ہم از روئے ایمان پورے اخلاص کے ساتھ یہ چاہتے ہیں کہ جن فتوی فروش بے ضمیر ملاؤں نے نا قابل اعتبار، ضعیف، من گھڑت اور عقیدہ تحریف قرآن کی جھوٹی روایتوں سے اپنی کتابوں کو بھر دیا ہے ان کتابوں کو سر عام نذرِ آتش کر دیا جائے اور لکھنے والے فتوی فروشوں پر سر عام تبرا کیا جائے اور ان کے پتلے جلا کر سر عام ڈنڈے مار مار کر انہیں نشان عبرت بنا دیا جائے تا کہ ہمارے شیعہ دوستوں کے کلیجے اس انتقام سے ٹھنڈے ہو جائیں اور جن ضمیر فروش ملاؤں نے انہیں صدیوں سے بدنام کرنے کا وطیرہ اختیار کیا ہوا تھا وہ اپنے کیے کی سزا پائیں سزا دیتے ہوئے ہرگز اس بات کا خیال نہ کیا جائے کہ وہ کتنا بڑا شخص ہے دسیوں کتابوں کا لکھاری ہے بڑے عہدے پر فائز ہے وغیرہ نہیں بلکہ یہ معاملہ عزت نفس اور پوری قوم کے وقار کا ہے قومی سطح کے معاملات میں رورعائیت جذبہ انتقام کو جنم دے سکتی ہے لہٰذا بالکل برابری کا معاملہ رکھا جائے خواہ وہ کوئی بڑے سے بڑا مجتہد ہو یا شریعت کا مدار: جس نے سینکڑوں روایات جو ہمارے شیعہ دوستوں کے نزدیک بالکل جھوٹی اور من گھڑت ہیں ان کے سہارے ہماری اچھی خاصی آبادی کو منکر بنایا ہو تو بھلا وہ معزز یا قابل تکریم کیسے ہو سکتا ہے؟۔ لہٰذا ہماری ان کرم فرماؤں سے یہ درخواست رہی ہے کہ وہ ایسی روایات لکھنے والوں پر لعنت بھیجیں جو آپ کو بدنام کرواتے اور آپ کا قرآن پاک سے رشتہ و تعلق کاٹنے پر تلے ہوئے ہیں ان سے اپنا تعلق توڑ لیں نہ ان کی مانیں نہ اپنی نسبت ان کی طرف کریں ان کو اسلام کا دشمن ملک و ملت کا غدار قوم کا باغی قرار دے کر ان سے دوری اختیار کریں۔ مگر ہمیں اس بات پر حیرت ہوتی ہے جب وہ ہماری اس گزارش پر ہمیں گھورنے اور تیور چڑھانے لگتے ہیں ان کی کھا جانے والی نظریں ورطہ حیرت میں ڈال دیتی ہیں کہ یا اللہ یہ کیا معاملہ ہے جو دو لمحوں میں ہی بدل گئے جن کو وہ فتوی فروش ملا کہہ رہے تھے اب وہ ان کے محبوب اور عزیز از جان بنے ہوئے ہیں اور ہمارے اس معقول سے مطالبے کو وہ اپنی بے عزتی قرار دینے لگے ہیں حالانکہ یہ کتنی موٹی سی بات ہے کہ جن لوگوں نے عقیدہ تحریف کی جھوٹی من گھڑت روایتیں لکھیں جو بقول ان حضرات کے بالکل نا قابل اعتبار ہیں ایسے لوگوں پر یہ نفرین کریں ان سے برأت کا اظہار کر کے واضح کہیں کہ نہ وہ ہمیں بدنام کرنے والے ہمارے مقتدا اور مجتہد اور نہ ہم ان کے مقلد۔ مگر ہمارے کرم فرما ہماری معقول گزارشات سن کر غصہ سے لال پیلے ہو جاتے ہیں اور، الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے، کے مصداق وہ ہمیں ہی فتوی فروش، اور نا معلوم کیا کیا کہنے لگتے ہیں اس منظر کو دیکھ کر دل میں کھٹکتی ہے کہ ضرور دال میں کچھ کالا کالا ہے۔

عقیدہ تحریف میں شیعت کا واحد سہارا

متقدمین کی صدیوں پر مشتمل شیعہ تاریخ جس میں لاکھوں شیعہ اور ہزاروں ان کے مجتہد، مصنف و محدث وغیرہ کا وجود

پایا جاتا ہے ان ہزاروں محدث، مصنف، علامہ و مجتہدین میں صرف چار ایسے افراد کا وجود دستیاب ہو سکا ہے جنہوں نے عقیدہ تحریف قرآن سے انکار کیا ہے چونکہ ایک مرتبہ پالیسی کے تحت ایرانی انقلاب کے بعد یہ طے کرلیا گیا ہے کہ عقیدہ تحریف قرآن کی موجودگی میں ہمارا اہل اسلام سے اپنا وجود منوانا ممکن نہیں لہٰذا اس عقیدے سے صاف انکار کر دیا جائے اس پالیسی کے تحت پوری تحریک انکارعقیدہ تحریف پر کام کر رہی ہے لہذا اس تحریک میں رنگ بھرنے کیلئے واحد سہارا متقدمین شیعہ میں سے یہی چار اکابر ہیں 1-شیخ صدوق 2-شریف مرتضیٰ 3-شیخ طوسی 4-ابوعلی طبرسی، ان چار بزرگوں کی روایات سے یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ شیعہ موجودہ قرآن کے منکر نہیں ان پر عقیدہ تحریف کا بہتان محض زیادتی ہے پھر اس پر وہ ان چار بزرگوں کے اقوال اور مرویات پیش کرتے ہیں ہمارے کرم فرما محررین تحقیقی دستاویز نے بھی امالی صدوق اور انہیں بزرگوں کے اقوال یعنی جلیل القدر شیعہ عالم شیخ صدوق، سیّد مرتضیٰ، شیخ طوسی، اور دورِ حاضر کے شیخ محمد حسین، شیخ جعفر، اور محمد حسین طباطبائی ایرانی کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ ہم عقیدہ تحریف قرآن کے قائل نہیں ہیں۔

شیعہ کے چار یاروں کا شاخ نازک پر آشیانہ

ہزاروں مجتہد اور شیعہ عالم دین کی موجودگی میں ان چار کا جو وزن ہے وہ ہر ذی عقل کو معلوم ہوسکتا ہے ایک طرف محمد بن یعقوب کلینی اصول کافی کا مرتب، جو زمانہ غیبت صغریٰ کا آدمی دنیائے شیعت کا سب سے زیادہ معتبر شخص کہ جس کی کتاب اصول اربعہ میں پہلے نمبر پر ہے اور اس کے ساتھ ہزاروں محدث و مجتہد جو اپنا قول نہیں بلکہ معصوموں کا قول نقل کرتے ہیں اس کا اعتبار ہوگا یا شیخ صدوق اور ان کے تین کم مرتبہ علماء کا۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے نبی کریم ﷺ کے مقابلے میں حضرت علیؓ کا قول یا صحابی کے مقابلے میں حسن بصری کا قول نقل کرنا: یقیناً بلند مرتبہ شخص کی بات بلند ہوتی ہے اس کے مقابلے میں دوسرے لوگوں کی باتوں کو وزن نہیں دیا جاتا، عقیدہ تحریف میں امام معصوم کے اقوال چھوڑ کر شیخ صدوق کا قول اختیار کرنا شیعہ مذہب سے وفاداری نہیں دشمنی ہے۔

پھر یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ ان چاروں متقدمین شیعہ عالموں نے عقیدہ تحریف قرآن سے تقیہ کی وجہ سے انکار کیا ہے چنانچہ

(الف) علامہ وقت نعمت اللہ الجزائری اپنی کتاب انوارنعمانیہ میں لکھتے ہیں۔ **والظاهر ان هٰذاالقول انما صدر منهم تقيةً لاجل صالح كثيره۔** (انوار نعمانیہ ص358 ج2)

اور یہ بات ظاہر ہے کہ انکار عقیدہ تحریف کا یہ قول انہوں نے تقیہ کی بنا پر اختیار کیا کیوں کہ اس میں بہت ساری مصلحتیں تھیں۔

(ب) احتجاج طبرسی صفحہ 254 کے حوالے سے روایت گزر چکی ہے کہ اگر تمہارے سامنے میں کھول دوں جو کچھ قرآن سے نکالا اور بدلا گیا اور اس میں تحریف کی گئی تو وہ چیز ظاہر ہو جائے گی تقیہ جس کے اظہار سے روکتا

(ج) بقول مرتبین تحقیقی دستاویز ہمیشہ شیعان علی دار و رسن کی آزمائشوں سے گزرتے رہے صفحہ 21 اور نیزوں کی انیوں پہ

ان کو گزارنا پڑی صفحہ 15 اور تقیہ کی ضرورت ایسے ہی موقعوں پر زیادہ پیش آتی ہے چنانچہ تقیہ کے بارے میں مرتبین کا کہنا ہے کہ تقیہ در اصل حفاظت خود اختیاری کو کہا جاتا ہے جس میں حفاظت جان، حفظ مال، حفظ آبرو، اور حفظ ایمان سب شامل ہیں۔ (تحقیقی دستاویز صفحہ 76)

تقیہ کی ضرورت پر بے حد اصرار کیا گیا ہے تقیہ نہ کرنے والے کو بے دین (اصول کافی) اور اپنے مذہب کو ظاہر کرنے والے کو ملعون کہا گیا ہے (اصول کافی) آئمہ دین جو قرآن پاک کو چھپاتے آئے تو وہ بھی ان مذکورہ بالا حفاظتوں میں سے کسی حفاظت کے پیش نظر تھی لہٰذا عقلاً عین ممکن ہے کہ ان مہربانوں نے اپنے اصل عقیدے تحریف قرآن والے کو چھپا کر تقیہ کرتے ہوئے اس کے خلاف کہا ہو جو دل کے اندر تھا۔

ہماری ان گزارشات سے ثابت ہو گیا ہے کہ یہ شرذمہ قلیلہ جس نے عقیدہ تحریف کے باب میں اپنے ہم مذہبوں کی صفیں چھوڑ دیں اور مسلمانوں کی صف میں آ کھڑے ہوئے تو یہ شیعہ عقیدہ نہیں عمل تقیہ کا استعمال ہے اور جو کچھ تقیہ کہا یا کیا جائے وہ عقیدہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے مخالف دوسری بات عقیدہ ہوتی ہے۔

1- اماموں کے مقابلے میں ان چاروں مجتہدوں کی بات (اور وہ بھی بلا دلیل) کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔ جب کہ ان چاروں مجتہدوں کے علاوہ متقدمین میں سے کسی ایک نے بھی عقیدہ تحریف کا انکار نہیں کیا چنانچہ فصل الخطاب طبرسی شیعہ کی معتبر کتاب میں ہے:

لم یعرف الخلاف صریحاًالامن هذهِ المشائخ الاربعه ولم یعرف من القدماء موافق لهم۔

(فصل الخطاب طبرسی ص35)

”کہ ان چار مشائخ کے علاوہ کسی نے بھی صراحتاً اس (عقیدہ تحریف قرآن) کا انکار نہیں کیا اور نہ متقدمین میں سے کوئی ایک ان چار کے عقیدہ (عدم تحریف قرآن) سے متفق ہے۔“

2- یہ بات ثابت ہے کہ اگر یہ قرآن پاک واقعی تحریف سے پاک اللہ تعالیٰ کی وہی کتاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے انسانوں کی ہدایت کیلئے نازل فرمایا تو اس کا منکر اور تحریف وغیرہ کے ذریعے اس پر بد اعتمادی کرنے والا کافر ہے اور اگر واقعی اس میں تحریف و تبدیلی ہو چکی ہے جیسے کہ سوا چار کے باقی تمام مجتہد بیک زبان یہی کہے چلے جا رہے ہیں تو پھر اس قرآن کو جیسے نازل ہوا تھا ویسے ہی صحیح اور درست مان لینا سخت درجہ کی غلطی ہے۔ دو میں سے ایک بات ہو سکتی ہے۔

اول: اس قرآن کو جو اس وقت عالم دنیا میں روئے زمین پر موجود ہے اس کو ہر طرح کی کمی بیشی سے محفوظ کتاب اللہ مان لینا۔

دوم: یا اس قرآن پاک کو جو اب روئے زمین پر موجود ہے اسے شک وشبہ کا محل قرار دینا اور یہ دونوں عقیدے ایک ایمان میں جمع نہیں ہو سکتے اب اگر یہ چاروں مجتہد واقعی سچے دل سے بغیر تقیہ کیئے اس قرآن کو تحریف اور تبدیلی سے پاک

مانتے ہیں تو پھر جو اسے محرف کہتے ہیں انہیں کا فر قرار دینا چاہیئے تھا کہ قرآن کو سچا ماننے والا بھی مسلمان اور محرف ماننے والا بھی مسلمان ہو، ایسا ہونا محال ہے مگر ان حضرات نے منکرین قرآن اور تحریف کا عقیدہ رکھنے والوں کے لیے ایسا خیال کہیں ظاہر نہیں فرمایا جس سے منکرین قرآن کا حکم معلوم ہو سکے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عدم تحریف قرآن کا اظہار ان چار حضرات کی طرف سے کسی خاص مقصد کے لیے تقیہ کے مبارک غلاف میں لپیٹا گیا ہے ورنہ ان چار کا بھی عقیدہ وہی ہے جو باقی ملت جعفریہ کا ہے۔

3- ان چاروں میں بھی بڑے صاحب شیخ صدوق ہیں جن کی من لا یحضرہ الفقیہ اصول اربعہ میں شامل ہے ان کے اس قول عدم تحریف قرآن کو ملاحظہ فرما کر حضرت کی سچائی کو داد دیجئے، ان حضرت نے ثواب الاعمال کتاب خالص اللہ کی رضاء حاصل کرنے کے لیے ترتیب دی ہے مقدمے میں اپنا یہ ارادہ صفائی سے تحریر فرمایا کہ فما اردت بتصنیفہ الا الرغبة فی ثواب اللّٰہ و ابتغاء مرضاتہ۔ الخ (مقدمہ ثواب الاعمال صفحہ 13) کہ سوا اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب کے اس تصنیف سے میرا بالکل اور کوئی ارادہ نہیں ہے اس کتاب میں سورۃ احزاب میں تحریف کے بارے میں روایت نقل کی اس روایت میں صاف، حرفوھا، کے الفاظ موجود ہیں کہ سورۃ احزاب میں تحریف کی گئی ہے۔ (ثواب الاعمال)

یہ وہ حضرت ہیں جو عقیدہ تحریف قرآن سے بیزار اور انکار تحریف میں مشہور و معروف تھے گویا سب سے بڑے عقیدہ تحریف سے منہ موڑنے والے شیعہ رہنما نے کچھ بھی استقامت نہ دکھائی اور جلد ہی وہ بھی دوبارہ تحریف کا قائل ہو گیا حالانکہ تحقیقی دستاویز والوں کو اس پر بڑا اعتبار تھا۔

شیعہ حضرات کے مختلف حربے

ہمارے کرم فرما شیعہ ضرورت حاضرہ کے تحت اسی ایک عقیدہ کو اپنا کر اپنا اسلام ثابت کرنے کے جتن کرتے رہتے ہیں انقلاب ایران کے بعد جب ان کرم فرماؤں کو اُمیدیں لگ گئیں کہ اب تیل کا خزانہ ہاتھ آنے اور ایران کا تخت ملنے کے بعد دوبارہ روم تک ہمارا غلبہ پانا ممکن ہو گیا ہے تو دنیا کو شیعہ نظریات کا اصل دین ہونا دکھانے کیلئے قرآنی سہارے کی ضرورت پیش آئی کہ قرآن پاک کا اعجاز عالم دنیا پر سورج کی طرح طلوع ہو کر اپنے اعجاز کی روشنی سے دنیا کو منور کر رہا ہے نیز مسلمان قوم کو اپنی طرف راغب کرنے کی واحد صورت قرآن پاک کا مبارک نام استعمال کرنا ہے لہٰذا اس خاص مقصد کے لیے زور و شور سے اس پرانے عقیدے سے انکار اور نئے عقیدے کا اظہار کیا جانے لگا ہے (حالانکہ یہ محض ایک وقتی ضرورت کو پورا کرنے کا خوبصورت حربہ ہے حقیقت کچھ نہیں) مگر مشکل یہ ہے کہ اہل حق کا وجود بڑی رکاوٹ بن گیا اور باوجود حفاظتی تدبیروں کے اصل حقائق جاننے میں یہ طبقہ کامیاب ہو گیا چنانچہ اپنے نئے عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے جب مخالف روایات کا انبار گلے کی ایسی ہڈی بن گیا جو نہ نگلی جا سکے اور نہ اُگلی جا سکے تو ان کرم فرماؤں نے طرح طرح کے حیلے بہانے بنانا شروع کیے ہم ان کرم فرمائیوں کو نقل کر کے مختصر جواب عرض کریں گے تاکہ درست بات کو جاننا ممکن ہو سکے۔

1- کبھی فرماتے ہیں تحریف قرآن کی روایات ہماری معتبر کتابوں میں نہیں ہیں۔

جواب: یہ روایات نہ صرف شیعہ کی معتبر کتابوں میں بلکہ اصل الاصول بنیاد اور شیعہ مذہب کا "دھرم" اصول کافی جیسی کتاب میں ہیں اسی طرح روضہ الکافی، تفسیر قمی، تفسیر عیاشی اور ثواب الاعمال وغیرہ بنیادی ماخذ جہاں سے شیعہ نظریات کی ندیاں رواں ہوتی ہیں یہ روایات ایسے ہی چشمہ کی پیداوار ہیں شیعہ خاتم المحدثین کی کتاب فصل الخطاب طبرسی میں ہے، واعلم ان تلك الاخبار منقولة من الكتب المعتبرة التى معول اصحابنا فى اثبات الاحكام الشرعيه و الاثار النبويه۔ (فصل الخطاب طبرسی صفحہ 252) .

ترجمہ: اور جان لے کہ بے شک یہ اخبار (روایات) ایسی معتبر کتابوں سے منقول ہیں جو ہمارے اصحاب کے شرعی احکام کے ثابت کرنے اور آثار نبوی معلوم کرنے کے لیے بنیاد ہیں۔

2- کبھی فرماتے ہیں یہ روایات ضعیف ہیں اور ضعیف روایات پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ مگر یہ بھی غلط بات ہے یہ روایات ضعیف کیا بلکہ متواتر ہیں چنانچہ علامہ نوری طبرسی نے خود اس اعتراض کو فصل الخطاب ص 251 میں اڑا دیا ہے اپنی کتاب فصل الخطاب ص 251 میں علامہ نعمت اللہ الجزائری کے حوالے سے لکھا ہے کہ دو ہزار سے زیادہ روایات ہیں جو تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں علامہ نوری نے ان روایات کو متواتر قرار دیا ہے نیز شیعہ قوم کے مخدوم و محسن ملت جعفریہ کے مایہ ناز علامہ باقر مجلسی نے بھی ان روایات کو متواتر قرار دیا ہے۔ (مراۃ العقول ص 171 ج 1) اور متواتر خبر سے علم یقینی کا حاصل ہونا مسلم ہے ان روایات کی روشنی میں شیعہ کا عقیدہ تحریف قرآن علم یقینی سے ثابت ہے جس کا انکار کرنا سوا دھوکہ بازی اور تقیہ سازی کے کچھ نہیں۔

3- ایک یہ سوال بھی اٹھایا جاتا ہے کہ اس طرح کی روایات ہیں محض روایات ہیں عقیدہ نہیں بلکہ شیعہ مذہب ان روایات کے برعکس ہے۔

جواب: یہ بھی ایک بے بنیاد بہانہ ہے شیعہ علماء و محدثین کا یہی مذہب ہے چنانچہ فصل الخطاب میں علامہ نوری طبرسی تحریف کی روایات تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں وهو مذهب جمهور المحدثين۔ (فصل الخطاب ص 32)

ملا محسن فیض کلستانی نے لکھا ہے کہ جمہور محدثین شیعہ کا یہی مذہب ہے (کہ موجودہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے)

فالظاهر من ثقة الاسلام محمدبن يعقوب كلينى طاب ثراه انه كان يعتقد التحريف و النقصان فى القرآن...... و كذلك استاذه على بن ابراهيم القمى فان تفسير ه مملومنه وله غلوفيه و كذلك الشيخ احمد بن ابى طالب. طبرسى فإنه ايضانسبح منو الهما فى كتاب الاحتجاج۔

(تفسیر صافی مقدمہ نمبر 6 صفحہ 52، ج 1)

"ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی طاب ثراہ کا ظاہر مذہب یہی ہے کہ وہ قرآن میں کمی بیشی کا عقیدہ رکھتے تھے...... اسی طرح ان کے استاذ علی بن ابراہیم قمی کا عقیدہ تھا ان کی تفسیر اسی عقیدہ (کی روایات سے) بھری ہوئی ہے۔

اور وہ اس میں بہت غلو سے کام لیتے تھے ایسے ہی طبرسی کا عقیدہ ہے۔ جو کہ انہوں نے احتجاج طبرسی میں لکھا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ یہ ہمارا مذہب نہیں، غلط ہے کیونکہ متقدمین صاف اس کی وضاحت کر چکے ہیں کہ یہی عقیدہ تحریف قرآن ہمارے مشائخ کا عقیدہ ہے۔

4۔ مرتبین تحقیقی دستاویز فرماتے ہیں، پوری دنیا میں کوئی بھی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس نے شیعہ کے کسی گھر یا مدرسہ سے اس قرآن کے علاوہ کوئی دوسرا قرآن دیکھا ہو۔ (صفحہ 45) یہ اعتراض عام طور پر کیا جاتا ہے کہ ہمارے پاس یہی قرآن ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا قرآن نہیں پھر ہمارے قرآن پر ایمان نہ لانے کا فتویٰ جھوٹ اور بہتان ہے، ایک عام آدمی کی سمجھ میں یہ بات آسانی سے بیٹھ جاتی ہے کہ واقعی ان کی بات تو درست ہے

الجواب: (الف) جہاں تک کوئی اور قرآن نہ ہونے کا تعلق ہے تو یہ بات لوہے پر لکیر ہے کہ صبح قیامت تک کوئی دوسرا قرآن نہ کوئی لایا اور نہ کوئی لاسکتا ہے اگرچہ ساری دنیا مل کر زور لگا لے کہ یہ اللہ ربُّ العالمین کا چیلنج ہے جس کا جواب دینے یا چیلنج قبول کرنے کی سکت دنیا جہاں میں کسی کی نہیں۔ کسی کے گھر میں کسی دوسرے قرآن کا نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں بن سکتی کہ وہ اسی قرآن پر ایمان رکھتا ہے۔ مکہ کے سارے مشرک اس قرآن پر ایمان نہ رکھتے تھے مگر ان کے پاس بھی اس قرآن کے مقابلہ میں کوئی دوسرا قرآن نہ تھا۔ بیت اللہ پر سورۃ کوثر لکھی گئی تو سارے ماہرین فن اس کلام اللہ کے جواب میں کوئی کلام بنا لانے سے عاجز آگئے حالانکہ اس وقت کے لوگوں کے مشترکہ گھر بیت اللہ میں یہ سورۃ قرآنی موجود تھی۔

(ب) اور رہی قرآن بنانے یا مقابلہ کرنے کی کوشش! تو یہ سابقہ ادوار میں مشرکین مکہ بھی کرتے رہے جس کے بعض نمونے تاریخی کتابوں میں موجود ہیں اور دور حاضر میں ہمارے کرم فرما شیعہ بھی کر چکے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ سپریم کورٹ آف پاکستان میں، جسٹس سید سجاد علی شاہ کی عدالت میں پیش کیا جانے والا سنی موقف جسے بعد میں عالمی مجلس تحفظ اسلام پاکستان نے شائع کیا اس کے صفحہ 30 پر ملا باقر مجلسی کی تذکرۃ الائمہ نامی کتاب کے دو عکس پیش کیے گئے ہیں جن میں ایک سورۃ النورین اور دوسری سورۃ الولات ہے۔ یہ دونوں سورتیں قرآن پاک میں نہیں ہیں جبکہ تذکرۃ الائمہ والا اسے قرآن پاک کی سورتیں بتا رہا ہے۔

اسی سنی موقف صفحہ 34 پر ایک اور سورۃ کا عکس دیا گیا ہے جس کا نام، سورۃ الولایۃ ہے۔ ناظرین اگر ان عکسوں کو ملاحظہ فرمالیں گے تو ان پر تحقیقی دستاویز والوں کے دعویٰ سے پردہ اٹھ جائے گا کہ شیعہ صرف اسی قرآن کو پڑھتے ہیں۔

قرآن پاک کے نسخے ضبط

اسی سنی موقف کے صفحہ 33 پر روزنامہ جنگ راولپنڈی 12.12.87 کی خبر کا عکس: کہ ایران میں شائع شدہ ضبط کرلیا گیا۔

تفصیل میں لکھا ہے کہ تحریف شدہ قرآن پاک کے نسخے شائع کر کے پاکستان بھیجے جس کی علماء کرام نے نشان

اور بڑی کوششوں کے بعد یہ نسخے ضبط کروائے گئے تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں 12 دسمبر 1987ء کا قومی اخبار روزنامہ جنگ راولپنڈی۔ ہمارا کرم فرما پڑوسی ملک ہمیں تحفہ میں یا دہشت گردی اور مذہبی فساد کی ریل پیل عنایت فرماتا ہے اور یا پھر قرآن پاک کو محرف شدہ بنا کر اس کے تبدیل شدہ نسخے عنایت کرتا ہے یا پھر وہ کتابیں جو قرآن کو بدلا ہوا بتاتی اور ظاہر کرتی ہیں کاش کوئی تو ان کرم فرماؤں کی مذہبی دشمنی سے آگاہ ہوتا اور اس کا انسداد کرتا تاکہ ہمارا یہ وطن امن کا گہوارہ بن سکتا۔

(ج) 26 اکتوبر 1986ء روزنامہ جنگ لاہور کی خبر ملاحظہ فرمائیں۔

ایران کے شائع کردہ قرآن پر حکومت پاکستان نے پابندی لگا دی:

حکومت نے ایک ایرانی ادارے سازمان چپ واشتہارات جاوداں ایران کے شائع کردہ قرآن کے نسخوں کی ملک میں درآمد اور تقسیم پر پابندی لگا دی ہے اور انہیں ضبط کرنے کا حکم دیا ہے، یہ کارروائی وفاقی وزارت مذہبی امور نے جامع مسجد خضرا کے امام اور ادارہ فکر اسلامی کے ڈاکٹر حبیب الرحمٰن اور بعض دوسرے مسلمانوں کی شکایت پر کی ہے ان کے بیان کے مطابق قرآن پاک کے ان نسخوں کے متن میں مبینہ طور پر ردو بدل کیا گیا ہے، وزارت نے چھان بین کے بعد اس امر کی توثیق کر دی ہے کہ قرآن پاک کے مذکورہ نسخوں کے متن میں تحریف ہوئی ہے جو اشاعت قرآن پاک کے ایکٹ مجریہ 1983 کی خلاف ورزی ہے۔

مذکورہ حقائق سے جہاں ہمارے شیعہ کرم فرماؤں کا دعویٰ ایمان بالقرآن غلط ثابت ہو رہا ہے وہاں مہربانوں کی بے بسی کا نمونہ بھی نظر آ رہا ہے ہاتھ پاؤں تو بہت مارے مگر بنا کچھ نہیں اب جو قرآن پاک شیعہ مہربانوں کے گھروں میں ہے یہ کوئی خوشی سے تو انہوں نے نہیں رکھا ہوا جو ان کے حب قرآن یا ایمان بالقرآن کی دلیل بن سکے یہ تو بہت کوشش کر چکے ہیں کہ کسی طرح مسلمانوں کے مقابلے میں کوئی ایک آدھ سپارہ ہی سہی مگر بنا کر کچھ تھوڑا بہت تو اپنا مدعیٰ بھی ثابت کر لیں اب اگر ان سے نہیں بن سکا اور قرآن کے آگے بس نہیں چلا تو اس میں ان کا کیا قصور وہ تو امام غائب کو بھی بلا بلا کر تھک گئے وہاں سے بھی کچھ نہیں بنا تو مجبوراً اس پر ہی اکتفاء کرنا پڑ رہا ہے اب اس مجبوری کو عدم تحریف قرآن کی دلیل کیسے بنایا جائے گا جب کہ ہمارے ان کرم فرماؤں کا اس موجودہ اھلِ سنت کے قرآن رکھنے اور پڑھنے سے بھی مقصود صحابہ کرامؓ پر تبرا اور ان کے اس جرم تحریف کو مزید پکا کرنا ہے۔

شیعہ موجودہ قرآن پڑھتے ہیں تاکہ صحابہ کا گناہ بڑھتا رہے چنانچہ دہلی کے شیعہ مجتہد مقبول حسین نے اُردو زبان میں قرآن کا ترجمہ اور اس پر حاشیہ آرائی کی ہے اس ترجمہ کو شیعوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور نام کی طرح شیعہ قوم میں یہ ترجمہ خوب مقبول ہوا جس کا اندازہ ان تصدیقات سے ہوتا ہے جو اس ترجمہ کے ابتدائیہ میں عصر حاضر کے بڑے بڑے شیعہ مجتہدوں نے رقم کی ہیں ان مصدقین کی تعداد ایک درجن سے زائد ہے اسی شیعہ کے مقبول و مصدقہ ترجمہ میں صفحہ نمبر ۴۷۹ پر مقبول حسین دہلوی مترجم نے یہی سوال خود اٹھایا ہے کہ جب یہ قرآن بدل گیا ہے تو پھر اسے اصلی ترتیب کے مطابق کیوں نہیں کر دیتے۔ پھر خود اس کا جواب دیا دہلوی کے قلم سے وہ جواب ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتا ہے۔ ہم اپنے امام کے حکم سے مجبور

ہیں کہ جو تغیر یہ لوگ کر دیں تم اس کو اسی حال پر رہنے دو اور تغیر کرنے والوں کا عذاب کم نہ کرو۔ قرآن کو اس کی اصلی حالت پر لانا جناب صاحب العصر کا حق ہے اور ان ہی کے وقت میں وہ حسب تنزیل خدا تعالیٰ پڑھا جائے گا۔ (ترجمہ مقبول ص ۴۷۹)

(د)- امام مہدی کے ظہور سے قبل اس قرآن کو اصلی حالت پر پڑھنا شیعوں کیلئے ممنوع ہے چنانچہ شیعہ رئیس المحدثین سید نعمۃ اللہ الجزائری لکھتا ہے:

قدروی فی الاخبارانهم امروا شیعتهم بقرأة هذا الموجود من القرآن فی الصلٰوة و غیرها و العمل باحکامه حتی یظهر مولانا صاحب الزمان الخ۔ (انوار النعمانیہ ج ۲ ص ۳۶۳)

تحقیق اخبار میں روایات ہیں کہ آئمہ نے اپنے شیعوں کو اسی موجودہ قرآن کو پڑھنے کا حکم دیا ہے نماز وغیرہ میں اور اسی کے احکامات پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے یہاں تک کہ ہمارے مولانا صاحب الزمان (امام مہدی) کا ظہور ہو جائے۔ اور وہ قرآن جس کو امیر المومنین نے لکھا تھا وہ نکال لایا جائے گا اس وقت وہ (اصلی حالت میں) پڑھا جائے گا اور اس کے احکامات پر عمل کیا جائے گا۔

(ر)- ایک شخص نے امام جعفر صادق کے سامنے اصل طریقے سے قرآن پاک کی ایک آیت پڑھی تو امام صاحب نے فرمایا:

کف عن هذه القرأةو اقرء کما یقرء الناس حتی یقوم القائم۔ (انوار النعمانیہ ص364 ج2)

اس طرح قرأۃ کرنے سے رک جاؤ اور جس طرح لوگ پڑھتے ہیں اس طرح پڑھو یہاں تک کہ امام مہدیؑ کا ظہور ہو جائے یعنی جب امام قائم کا قیام ہو جائے گا تو اس وقت کتاب اللہ کو اصلی حالت میں پڑھا جائے گا۔

(اصول کافی ج ۲ ص ۶۴۳، انوار نعمانیہ ص ۳۶۴، فصل الخطاب کرمانی ص ۱۸، الکتاب المبین ج ۲، ص ۵۱۰)

ارباب دانش غور فرمائیں ہمارے کرم فرماؤں کو کبھی بھول کر یا دکھانے کیلئے قرآن پاک پڑھنا بھی پڑ جائے تو انکی نیت اس وقت بھی صحابہ کرام پر تبرے کی ہوتی ہے کہ ان پر عذاب زیادہ ہو جائے۔ (ترجمہ مقبول)

ان واضح حقائق کے بعد بھی کوئی کہے کہ ان شیعوں کا اس قرآن پر ایمان ہے کیوں کہ انکے گھروں میں یہی قرآن ہے اور وہ اسی کو پڑھتے ہیں تو اس کی مرضی کوئی عقل مند ان حقائق کو جان لینے کے بعد تو ہرگز ایسا خیال نہیں رکھ سکتا

شیعت کا قرآن گھروں میں رکھنا اور پڑھنا ایک تیر سے دو شکار کے مترادف ہے۔ ایک تو وہ اس سے سادہ لوح عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ دیکھو ہم بھی یہی قرآن مانتے ہیں۔ دوسرا اصحابہ کرام کی مقدس جماعت پر تبرا کرنا کہ انہوں نے قرآن پاک میں تحریف کر دی اب جتنا تحریف والا قرآن ہم پڑھیں گے اتنا اس کا گناہ ان تحریف کرنے والوں کو ہوگا اس طرح انکا عذاب بڑھ جائے گا۔ **(اعوذ باللہ من هذه الهفوات)**

عدم تحریف قرآن کا عقیدہ اور شیعہ کا دوغلا پن

جیسے ہم عرض کر چکے ہیں کہ اگر شیعہ صدق دل سے قرآن پاک پر ایمان لے آئیں تو یقین جانیے ہمیں انتہا درجے کی

خوشی ہوگی اس سے ملک میں امن وسلامتی کی خوشگوار فضا قائم ہوگی۔ خود ہمارے مہربانوں کو بھی آخرت کی ناقابل برداشت سزا سے نجات نصیب ہو جائے گی اور ہمارا مقصود بھی یہی ہے کہ راہ نار پر چل کر اپنا سب کچھ تباہ کرنے کی بجائے دنیا قرآن پاک سے وابستہ ہو جائے جس کے سایہ میں دنیا و آخرت کے تمام فوائد پائے جاتے ہیں۔ مگر صد افسوس خیر خواہی اور ہمارے جذبہ خلوص کے بدلے میں ہمارے کرم فرما سوا گالیاں دینے کے کچھ بھی نہیں کر پاتے۔ اب ذرا غور فرمائیں دور حاضر میں شیعہ کی تحریک زور سے چل رہی ہے کہ ہم اس قرآن کو مانتے ہیں اس کے سوا ہمارا اور کوئی قرآن نہیں اور یہ کہ انکار قرآن کا ہم پر جھوٹا الزام ہے یہ سب فتویٰ فروش ملاؤں کا کیا دھرا ہے وغیرہ وغیرہ مگر شیعہ مجتہد مشتاق حسین نے ''میں شیعہ کیوں ہوا'' و دیگر کتب میں قرآن مجید کے متعلق 100 سے زائد سوالات کئے ہیں کہ یہ قرآن اصلی ہے تو فلاں آیت کیوں بدلی اور فلاں سورۃ یوں کیوں ہے وغیرہ جس سے ان کے دل کی بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ درج ذیل ۲ سوالوں کو ملاحظہ فرمائیں:

سوال: 1- اگر مذہب سنیہ مدعیٰ ہے کہ قرآن مجید اصلی ہے تو حدیث متواتر سے ثابت کرے کہ قرآن اصلی ہے حالانکہ بلاشک قرآن مجید اصلی ہے۔

2- اتقان میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر نے قرآن جمع کیا ثابت ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے جمع نہ فرمایا تھا۔

محترم حضرات عبدالکریم مشتاق نے سو سے زائد سوالات قرآن کے بارے میں کیے۔ ان نمونہ کے دو سوالات سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ ان کا قرآن پر کتنا ایمان ہے۔ مگر باوجود اس کے پھر بھی یہی دعویٰ کہ ہم اسی قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور انکار قرآن کا ہم پر الزام بے جا ہے۔ ارباب انصاف ان سوالات کا جائزہ لے کر خود ہی انصاف سے کام لیں کہ واقعی وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں یا پھر ملت اسلامیہ کو دھوکہ میں مبتلا کر کے کوئی نیا کھیل کھیلنا چاہتے ہیں۔

ائمہ کرام اور قرآن

ہمارے کرم فرماؤں نے اپنی دستاویز میں کہا ہے کہ ہمارے آئمہ سے منقول ہے کہ یہ قرآن اصلی ہے۔ ہم عرض گزار ہیں کہ اہلبیت، پاک و طاہر نفوس قدسیہ اہل سنت والجماعت تھے۔ ان کے عقائد و نظریات، اعمال و طریق عبادت سبھی کچھ اہلسنت والجماعت کے پاس بطور وراثت علمی کے نہ صرف علم میں بلکہ عمل میں موجود ہے۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان ہمارے ایمان کی سوغات ہیں لہٰذا اہل بیت رسول ﷺ نے جیسے باقی عبادات کے طریقے ہم اہلسنت والجماعت کو عنایت فرمائے یہ پاکیزہ اور مقدس اپنے نانا کا قرآن بھی جان پر کھیل کر بحفاظت ہم تک پہنچایا۔ کربلا کی خاک کو آج تک قاری قرآن کی تلاوت یاد ہے۔ وہ سرزمین نواسۂ رسول کی تلاوت کی آج بھی گواہ ہے ہم اہلسنت والجماعت نے قرآن کے قاری حضرت حسین ابن علیؓ کی قربانی اور جذبہ جہاد کو میدانوں میں زندہ رکھا تو دولت قرآن کو سینوں میں جگہ دی۔ ہمارے مکاتب و مدارس حضرت حسینؓ کی تلاوت قرآن کے آج بھی امین ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ ہر شمر و ابن زیاد کے مقابل تلاوت کرتے قاریوں کی شہادت آج بھی کربلا کا نمونہ پیش کرتی ہے۔

وطن عزیز کے دار الخلافہ میں ہزاروں معصوم فرزندان ملت کی قربانی پھران کی کرامات اور قبولیت کیا شہید کربلا کے وارثوں کی درست نشاندہی نہیں کرتی؟ سینہ زوری سے آل رسول خاندان رسالت مآب ﷺ کو اپنے کھاتے میں ڈالنے کی غاصبانہ حرکتیں بھلا دشمنان قرآن کو مقبولیت سے نواز سکیں گی؟ ہرگز نہیں ممکن ہے چند لوگ دھوکہ میں ڈوب جائیں جو ہمارے کرم فرماؤں کا مطلوب ہے مگر یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ قرآن پاک سے عداوت رکھنے والے اہلبیت رسول کے محب بن سکیں۔

وہ آئمہ ھدیٰ، علم وعرفان کے چراغ، معرفت وتقویٰ کے معدن، مجسمہ اخلاق، زہد و یقین کے منبع، آل رسول، اہلبیت پاک، خاندان محبوب خدا کے چشم و چراغ اسی قرآن کے قاری، عالم، عامل، حافظ ومحافظ تھے۔ جو اس وقت امت اسلامیہ کے پاس موجود ہے۔ بلا شک وشبہ ان کے لب جس قرآن پاک کی تلاوت سے تر رہتے تھے وہی قرآن پاک ہماری مسجد کے منبر و محراب پر جلوہ افروز تقریباً ہر امام کے سینے میں محفوظ ہوتا ہے بلکہ وطن عزیز میں گزشتہ چار سالوں میں کم سن حافظوں کی تعداد بلا مبالغہ 2 لاکھ سے متجاوز ہے یوں کہا جا سکتا ہے کہ وطن عزیز میں 10 لاکھ سے زائد حافظ قرآن اہل سنت والجماعت کے موجود ہیں پر ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو شیعہ ہو۔ یہ قرآن پاک جو حیدر کرار کے سینہ میں قیام پذیر ہوا وہی حضرت حسنؓ و حسینؓ کے سینہ سے ہوتا ہوا انکے روحانی فرزند (اہل سنت) کے سینوں میں قیام پذیر ہوا۔ لہٰذا نہ قرآن سے شیعہ کو سروکار اور نہ قاری قرآن اہلبیت سے۔ یہ دونوں نعمتیں اللہ پاک نے ہم اہل سنت والجماعت کو عطا فرمائی ہیں۔ جیسا کہ اصحاب رسول کی مقدس جماعت سے تعلق ومحبت ہمیں نصیب ہوئی ہے۔

باقی رہا شیعہ قوم کا عقیدہ سو ہم عرض کر چکے ہیں کہ وہ دھوکہ دینے کیلئے تو کہتے ہیں ہم قرآن پر ایمان رکھتے ہیں مگر فی الحقیقت وہ قرآن کے منکر ہیں اگرچہ شیخ صدوق ہو یا کوئی دوسرا مجتہد۔

اہل سنت کی تائیدات اور اس کی حقیقت

مرتبین نے اہل سنت والجماعت کی طرف منسوب چند حضرات کی اس بات پر تائیدات نقل کی ہیں کہ شیعہ تحریف کے قائل نہیں ان میں۔

1- شیخ محمد غزالی شافعی مصری کا قول ہے کہ کسی نے کہا کہ شیعوں کا ایک اور قرآن ہے، میں نے کہا کہاں ہے۔ (شیعہ دستاویز)

جواباً عرض ہے کہ محمد غزالی مصری صاحب کا یہ سوال کہ وہ قرآن جو شیعوں کا ہے وہ کہاں ہے؟ یہ ایسا ہی سوال ہے کہ جیسا طہٰ حسین مصری بانی مذہب شیعہ ابن سباء کے وجود کا انکار کرتے ہوئے یہ کہتا کہ وہ ابن سباء کہاں ہے؟ مصری صاحبان کی اس طرح کی باتیں نئی نہیں پرانی ہیں۔ جیسے ابن سباء کے وجود سے انکار محض ہٹ دھرمی ہے ایسے ہی عقیدہ انکار قرآن سے شیعوں کی جان چھڑانے کے لیے کوشش کرنا مصری صاحبان کی بے ضرورت وکالت ہے۔ بہرحال موصوف مصری صاحب کا یہ سوالیہ انداز بتا رہا ہے کہ یہ صاحب شیعہ مذہب سے واقف نہیں۔ موصوف کی عدم تحقیق پر اتنی بات ہی کافی ہے کہ وہ شیعوں کا قرآن غار کے علاوہ کوئی دوسرا سمجھے۔ حالانکہ ان کے نزدیک اصل قرآن غار میں امام زمانہ کے پاس ہے۔ ان موصوف مولانا صاحب کو تذکرۃ الآئمہ باقر مجلسی کی دیکھ لینی چاہیے تھی اور بالفرض یہ کتاب نایاب ہو تو کم از کم اصول کافی

جو مذہب شیعہ کی بنیادی کتاب ہے وہی دیکھ لیتے مگر معلوم ہوتا ہے کہ موصوف اس میدان کے بالکل بچے ہیں۔ اب ایک شخص کسی مذہب کی الف با سے بھی واقف نہ ہو تو ایسے شخص کی تائید سے ان مذہب والوں کو کچھ نفع نہ ہوگا کہ وہ عدم واقفیت کا شکار ہے اور ہمارے کرم فرما ایسے ہی شخص کی تلاش میں ہمیشہ رہتے ہیں تاکہ اپنا مطلب نکال سکیں۔

2- مولانا رحمت اللہ ہندی عثمانی۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفہ میں اور حضرت مولانا منظور احمد نعمانی نے متفقہ فیصلہ میں فرمایا ہے کہ بعض بزرگان دین شیعہ نظریات سے پوری آگاہی نہ ہونے کی وجہ سے ان کو مسلمان جانتے ہیں اور ان کے بارے میں فتویٰ کفر دینے سے بھی احتراز کرتے رہے۔ لہٰذا موصوف اور حضرت علامہ شمس الحق افغانی، مولانا عبدالحق دہلوی، مولانا نجم الغنی، اور شبلی نعمانی کا یہی حال ہے۔ یا تو یہ حضرات ہندوؤں اور عیسائیوں سے گفتگو کے دوران قرآن پاک کے دفاع میں ایسا فرماتے رہے جیسا کہ مولانا عبدالحق دہلوی کا حال ہے کہ انکی یہ تحریر رام چندر اور عبدالمسیح وغیرہ پادری کے جواب میں تھی جو دفاع پر مجبور تھے یا جیسے شبلی کا حال ہے جو کئی طرح کے حالات وتغیرات کا شکار ہوئے یا پھر شیعہ نظریات سے پوری آگاہی نہ ہونے کی بنا پر محض انکی باتوں پر اور انکے آئمہ کے تقیہ پر مبنی اقوال پر اعتماد کرتے ہوئے لکھا ہے جو حجت نہیں، باقی رہے محمد المدنی مصری ازہر یونیورسٹی کے صاحب اور جیراجپوری علامہ محمد علی اور غلام احمد پرویز جیسے لوگ جو آزاد خیال منکر حدیث اور دھریت پسند لوگ تھے، تو جاننا چاہیے کہ یہ منکر حدیث لوگ اہل سنت نہیں ہیں بلکہ آپ ہی کے بھائی بندوں میں سے ہیں۔ انکے اقوال کو کوئی مسلمان کیسے حجت مانے کہ ہمارے محبوب رسول ﷺ کی مبارک احادیث کا انکار کرتے ہیں۔

وطن عزیز کے پاسبانوں کو دعوت انصاف

ہم اپنے محترم قارئین سے التجاء گزار ہیں کہ شیعہ جو خاص پالیسی کے تحت اپنے عقیدے تحریف قرآن کا صاف صاف انکار کر رہے ہیں ان کے اس انکار میں کہاں تک سچائی ہے۔ آپ ذرا غور فرمائیں کہیں یہ آپ کو اور پوری ملت کو دھوکہ دیکر ملت کا کوئی بڑا نقصان اور تباہ کن منصوبہ تو نہیں تیار کر رہے، ماضی کے احوال سامنے رکھ کر خوب غور فرمایئے ہم چاہتے ہیں اور صدق دل سے چاہتے ہیں کہ شیعہ قرآن پر ایمان لے آئیں مگر وہ دھوکہ بازی کی ہی ڈگر پر چلتے رہیں تو پھر ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم پاسبان وطن کو قبل از وقت آگاہ کریں کہ کہیں ماضی کی طرح یہ امت پھر کسی طوسی کی نذر ہو کر ہلاکو کے رحم و کرم پر نہ چھوڑ دی جائے۔ چنانچہ عقیدہ تحریف پر کرم فرماؤں کے خیالات درج ذیل ہیں۔

1- قرآن جمع کرنے والے غاصب تھے، خلافت اور مال وراثت غصب کر لیا تھا آج تک ان کا یہی عقیدہ ہے۔

2- قرآن جمع کرنے والے کافر، خائن تھے اب تک شیعہ کا متفقہ یہی عقیدہ ہے۔

3- اصل قرآن حضرت علیؓ نے جمع کیا اور وہ اولاد علی میں محفوظ حتیٰ کہ اب غار میں موجود ہے۔

4- تحریف قرآن کی روایات 2 ہزار سے زیادہ ہیں۔

5- یہ روایات صحیح ترین کتب اصول کافی، روضہ الکافی تفسیر قمی وغیرہ میں ہیں۔

اصول کافی کی روایات کی تصدیق وتقریظ امام زماں امام مہدی نے کی ہے معصوم کی تصدیق کی تردید کرنا کسی شیعہ کی جرأت نہیں۔

6- یہ روایات متواتر ہیں بلکہ بقول مجلسی عقیدہ امامت کی طرح متواتر ہیں۔

7- امام جعفر صادق سمیت آئمہ معصومین سے یہ روایات منقول ہیں۔

8- جمہور محدثین ومجتہدین کا عقیدہ انہیں روایات تحریف کے مطابق ہے۔

9- اپنے طور پر شیعہ ہمیشہ اپنا قرآن بنانے کی کوشش کرتے رہے جیسا کہ تذکرۃ آئمہ میں ہے۔

10- وطن عزیز میں محرف شدہ قرآن پھیلانے کی کوشش کی گئی۔

11- قرآن کو ماننے کا دعویٰ کرنے کے باوجود قرآن پاک کے جمع کرنے پر سوسوالات پیش کرتے ہیں۔

اب ایسی صورت میں کیا شیعہ کا قرآن پر ایمان ہوسکتا ہے؟ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ جن کی برکتوں سے قرآن پاک پورے عالم میں پھیلا ان کو غاصب، خائن اور کافر تک کہتے ہیں فرض کریں مان لیا جائے ہزاروں روایات غلط ہیں اور شیعہ کا ان اپنی روایات پر بالکل اعتماد نہیں وہ یہی قرآن صحیح اور درست مانتے ہیں تو آپ خود ہی غور فرمائیں۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ ایسی کتاب جس کو جمع کرنے والے غاصب، خائن، کافر، منافق اور ظالم لوگ ہوں انہیں کے ہاتھوں پورے عالم میں قرآن پھیلا ہو جبکہ (بزعم روافض) معصوم امام کا جمع کیا ہوا قرآن ارباب اختیار قبول نہ کریں جس پر ناراض ہوکر امام وقت اسے ایسا چھپائے کہ ہوا بھی نہ لگنے دے اور نسل درنسل چلتا چلاتا بارہویں امام کے حضور پہنچ کر سرمن رائے غار میں جا بسیرا کرے۔ اس ساری صورت حال کو پیش نظر رکھ کر کیا اعتماد کیا جاسکتا ہے کہ امام حضرت علیؓ کا جمع کیا ہوا قرآن درست نہ تھا اور وہ خلفاء ثلاثہ کا جمع کیا ہوا قرآن بالکل درست تھا؟

روافض کے ہاں یہ دونوں مقدمے مسلمات میں سے ہیں کہ

1- ایک قرآن حضرت علیؓ نے جمع کیا تھا اور حضرت علیؓ معصوم امام اور وصی رسول ہیں۔

2- خلفائے ثلاثہ نے بھی قرآن جمع کروایا تھا اور خلافت، فدک وغیرہ غصب کر کے یہ حضرات آل رسول ﷺ کے حق سے منحرف ہوگئے تھے۔

تو ایک عامی شخص اور معمولی سمجھ والا آدمی بھی باآسانی ان مقدمات کی روشنی میں بات کی حقیقت سمجھ سکتا ہے کہ خائن کے مقابلہ میں عادل، عارف وعالم کی بات کو قبول کیا جاتا ہے۔ کیا روافض اپنے مسلمہ اصولوں کو توڑ کر اسی قرآن پر ایمان لائیں گے جو کہ حضرات خلفائے ثلاثہ نے جمع کیا تھا؟

ان معروضات کی روشنی میں یہ روافض تقیہ کی چادر میں اپنا آپ نہیں چھپا سکتے اور یہ کہ ان کے لیے دوغلی پالیسی کا بچانا مشکل ہوگیا ہے۔

الٹی گنگا

شروع سے ہمارے کرم فرماؤں کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ جب اپنی کتب میں تحریف قرآن کی روایات کا کچھ جواب نہیں بن پڑتا تو ناچار یہ کہنے لگتے ہیں کہ ایسی روایات تو اہل سنت کی کتابوں میں بھی موجود ہیں چنانچہ تحقیقی دستاویز کے صفحہ 56 پر ''ایک نظر ادھر بھی'' کے عنوان سے کچھ ایسا دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ خود اہل سنت کی کتابوں میں تحریف قرآن کی روایات موجود ہیں اور پھر ابن عباس کی روایت بخاری سے ابن علقمہ کی بخاری سے حضرت عائشہؓ کی ابن ماجہ سے ابن عمر کی الاتقان فی علوم القرآن سے ابی بن کعب کی روح المعانی سے عروۃ بن زبیر کی اتقان سے حضرت عائشہ کی تاویل مشکل القرآن سے ابن مسعودؓ کی درمنثور وغیرہ سے روایت پیش کر کے یہ تاثر دیا کہ ایسی روایات اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہیں۔

اہلسنت والجماعت کا عقیدہ قرآن پاک کی تحریف اور اس موضوع پر تفصیلی بحث اللہ نے چاہا تو عقیدہ تحریف قرآن باب نمبر 2 کے ضمن میں آئے گی سر دست اتنا عرض ہے کہ شیعہ لوگوں کا یہ کہنا کہ تحریف کی روایات اہل سنت کی کتابوں میں ہیں یہ محض افتراء اور فراڈ ہے۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ قرآن پاک کے بارے میں نصف النہار کی طرح واضح ہے کہ قرآن پاک نقل تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے جس میں کمی یا زیادتی کا قائل، دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ہماری روایات میں کہیں بھی تحریف کا لفظ ہے اور نہ تحریف کا کوئی معنی نہ ایسی روایات خبر متواتر ہیں نہ صحیح''۔

شیعہ الزام اور اس کی حقیقت

ایسی روایت جو نسخ آیات پر مشتمل ہیں یا قرات شاذ ہو یا اختلاف قرآۃ کی روایات'' ان کا سہارا لے کر یار لوگ عامۃ الناس کو دھوکہ میں مبتلا کرتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت بھی تحریف کے قائل ہیں اور یہ کہ اہل سنت کی کتابوں میں ایسی روایات موجود ہیں جو عقیدہ تحریف پر صاف دلالت کرتی ہیں۔ حالانکہ نسخ خواہ تلاوتاً ہو یا حکماً یہ اللہ عزوجل کا فعل ہے اور اس پر قرآن پاک ناطق ہے۔

ما ننسخ من اٰیة او ننسها نات بخير منها او مثلها الخ۔ (البقرہ)

''ہم کوئی آیت منسوخ نہیں کرتے اور نہ بھلاتے ہیں مگر یہ کہ اس کی جگہ اس سے بہتر یا اُس جیسی آیت نازل کر دیتے ہیں۔''

اب اگر منسوخ التلاوۃ آیات کی نشاندہی کسی روایت میں پائی جاتی ہے تو کوئی جاہل علم دشمن ہی اس کا نام تحریف رکھے گا کیوں کہ منسوخ کرنا اللہ تعالیٰ کا اپنا فعل ہے جو آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہوتا رہا ہے۔ جب کوئی آیت منسوخ ہوگئی تو وہ قرآن نہ رہی لہٰذا اس طرح کی روایت جس میں منسوخ آیت کا ذکر ہو وہ قرآن ہی نہیں کہ منسوخ ہو چکی ایسی روایات کے سہارے اہل سنت کو الزام دینا ایسے ہی لوگوں کا وطیرہ ہو سکتا ہے جن کے دل خوف خدا سے بالکل خالی اور فکر آخرت سے کوسوں دور ہوں۔ چنانچہ ہمارے کرم فرماؤں نے جو مثالیں ارشاد فرمائی ہیں وہ اس طرح کی ہیں۔ ذیل میں انہیں درج کیا

جاتا ہے:

اعتراض نمبر 1

1- بخاری کتاب التفسیر کی روایت وانذر عشیرتك الاقربین و ھطك منھم المخلصین۔

یہ خط کشیدہ الفاظ موجودہ قرآن میں نہیں ہیں۔ جواب نمبر 1۔ اس روایت میں کسی جگہ حرفوہ بدلوہ وغیرہ نہیں یعنی تحریف کے بارے میں ذرا اشارہ بھی اس روایت میں نہیں۔

2- اس عبارت کا حاشیہ اسی صفحہ پر موجود ہے جس پر صاف لکھا کھڑا ہے۔ قرءھا ثم نسخت تلاوتھا۔ حاشیہ ص۱۴۳)

کہ اگلے خط کشیدہ الفاظ پڑھے لیکن بعد میں ان الفاظ کی تلاوت منسوخ ہوگئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ الفاظ جواب قرآن میں نہیں وہ منسوخ ہو چکے ہیں اس کے باوجود یار لوگوں نے اسے تحریف قرار دے کر ہمیں الزام دیا۔ ہم نہیں جان سکے کہ ہمارے کرم فرما اس روایت کے ذریعے کس پر اپنا غصہ نکالنا چاہتے ہیں کیونکہ یہ آیت منسوخ التلاوۃ ہے جیسا کہ صراحتاً لکھا ہوا موجود ہے اور نسخ اللہ ہے نہ کہ بخاری یا اہل سنت کا۔ ہمارے معزز قارئین اچھی طرح جان چکے ہوں گے کہ یہ تیر کس نشانے پر لگتا ہے۔

اعتراض نمبر 2

بخاری کے حوالے سے ابراہیم ابن علقمہ کی روایت جس میں سورہ والیل کے وما خلق الذکر والانثی والذکر والانثی ہے۔

جواب:

اس روایت کے ضمن میں حاشیہ موجود ہے جس میں اس آیت کو منسوخ التلاوۃ بتایا گیا ہے۔ چنانچہ مذکورہ صفحہ میں لکھا ہوا ہے کہ ابن مسعودؓ اور حضرت ابودرداؓ کے علاوہ اس طرح یہ آیت کسی نے تلاوت نہیں کی بلکہ جب ان الفاظ کی تلاوت منسوخ ہوئی تو ان (دونوں حضرات) کو علم نہ ہوا۔ (حاشیہ ص۷۳۲)

وما خلق الذکر والانثی قرأۃ متواترہ ہے۔ (تیسیر الباری ص۷۴۹)

ارباب علم غور فرمائیں جن آیات کا قرأۃ شاذہ ہونا ثابت ہو چکا اور اس کی جگہ نقل متواتر کے ساتھ آیت موجود ہے ہمارے کرم فرما اسے بھی تحریف قرار دینے پر مصر ہیں حالانکہ اس میں نہ تحریف کا لفظ ہے نہ اس کا کوئی شک وشبہ بلکہ یہ قرأۃ شاذہ ہے جس کے بارے میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ قرآن نقل متواترہ کو کہتے ہیں۔

اعتراض نمبر 3

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں آیت "رجم" اور "رضاع کبیر" بکری کھا گئی۔

جواب:

1- اول یہ روایت شاذ اور منفرداً منقول ہے ثانیاً بکری کے کھا جانے سے کونسی تحریف ثابت ہوتی ہے کیا قرآن کا صرف

ایک ہی نسخہ تھا کہ بکری کے کھانے سے کسی کے پاس نہیں رہا۔ قرآن تو سینوں میں ہے کیا سینہ بکری کھا سکتی ہے قرآن کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ حفظ ہے۔ کسی جگہ اگر صفحات کم یا ضائع ہو جائیں تو اس سے اس کا مکمل طور پر مٹ جانا کہاں لازم آتا ہے۔ پھر یہ کہ آیت رجم منسوخ التلاوت ہے اور رضاع کبیر حکماً اور تلاوتاً منسوخ ہے، نیز یہ روایت ہے بھی شاذ اسے شذوذ پسند لوگ جو کہ من شذ شذ فی النار کا مصداق ہیں پسند کرتے ہیں۔ پسند اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا۔

2- ہر وہ روایت جو نا قابل التفات ہو ہمارے کرم فرماؤں کی نظر اسی پر ہوتی ہے ہم عقائد تو عقائد فروعات میں بھی روایت قبول کرنے میں پیمانہ برابر رکھتے ہیں ہمارے مہربانوں نے جو روایت پیش کی ہے یہ روایت قبول کرنے کے معیار پر پورا نہیں اترتی کیوں کہ اس کا راوی ابن اسحاق ہے جو اس روایت کو منفرداً نقل کر رہا ہے اور ارباب جرح و تعدیل کا قول یہ ہے کہ ابن اسحاق کی متفرد روایت قبول کرنے کے لائق نہیں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

1- حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التھذیب جلد 2 میں لکھا ہے کہ ایک شخص ایوب بن اسحاق بن سامری نے امام احمد سے محمد بن اسحاق کی اس حدیث کے متعلق سوال کیا جس میں وہ منفرد ہو تو امام احمدؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا نہیں قبول کی جائے گی۔ (تہذیب التہذیب ج9 ص43)

2- علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابن اسحاق پر بڑی بحث کی ہے آخر میں فرماتے ہیں۔ ''اس کی منفرد روایت منکر ہوتی ہے''۔ (میزان الاعتدال ج3 ص24)

3- علامہ بدر الدین عینی شرح بخاری میں امام بیہقی سے نقل کرتے ہیں کہ جس روایت میں ابن اسحاق منفرد ہو ان کے قبول کرنے سے علماء اجتناب کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری للعینی ج6 ص178 باب الجمعہ فی القریٰ والمدن)

ان اقوال کے بعد یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے کہ محمد بن اسحاق جب کوئی ایسی روایت پیش کرے جس میں یہ منفرد ہو تو ایسی روایت قابل قبول نہ ہو گی چنانچہ اس مذکورہ روایت میں بھی یہ منفرد ہے اور ہے بھی یہ روایت عقیدہ سے متعلق لہٰذا یہ منکر ہے ''دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔''

اعتراض نمبر 4:

حضرت سید انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں قرآن میں لفظی تحریف بھی ہے۔

جواب:

1- فیض الباری وغیرہ حضرت سید صاحب کی اپنی تصنیف نہیں کہ یقین سے کہا جا سکے کہ یہ الفاظ حضرت نے خود لکھے ہوں بلکہ یہ حضرت کی املائی تقاریر کا مجموعہ ہے جن کو ان کی وفات کے بعد ان کے شاگردوں نے جمع کر کے کتابی صورت میں شائع کر دیا لہٰذا سننے اور نقل کرنے میں غلطی کا بہت امکان موجود ہے حضرت شاہ صاحب کے شاگرد رشید حضرت مولانا سید احمد رضاء بجنوری نے انوار الباری شرح بخاری میں ان کتب کے ایسے بے شمار تسامحات کی

نشاندہی فرمائی۔ دیکھیے رکعات تراویح ایک تاریخی جائزہ ص 36

2- اس مقام پر حضرت شاہ صاحب نے کتب سماویہ غیر القرآن کے بارے میں تین مذاہب بیان فرمائے ہیں۔
(1) ابن حزم وغیرہ حضرات کہتے ہیں کہ اُن کتابوں میں لفظی ومعنوی تحریف ہوئی ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج 1 ص 324)
(2) صرف معنوی تحریف ہوئی۔ (3) تھوڑی سی تحریف ہوئی ہے۔ (ابن تیمیہ) لہٰذا اس مقام پر
عبارت میں لفظ فیہ نہیں فیھا ہے اور فیھا میں ھا ضمیر کا مرجع کتب سابقہ ہیں نہ کہ قرآن پاک۔ لہٰذا حضرت کاشمیری کی طرف تحریف لفظی کی نسبت سراسر غلط ہے۔

3- حضرت مولانا انور کاشمیری نے حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی کے متفقہ فتویٰ پر دستخط کیے جس میں عقیدہ تحریف قرآن کے قائل پر کفر کا فتویٰ عائد کیا گیا ہے۔ لہٰذا حضرت لکھنویؒ کے اس فتویٰ سے اتفاق اس بات کی صریح دلیل ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی طرف وہ نسبت صراحتاً بہتان ہے جو یار لوگوں نے تراشا ہے۔

اعتراض نمبر 5:

ابن عمرؓ کی روایت کہ کوئی مکمل قرآن حاصل کرنے کا دعویٰ نہ کرے۔ الخ

جواب:

1- اس پوری روایت میں کہیں تحریف یا تغیر کا لفظ نہیں ملتا۔

2- یہ روایت اتقان میں ''ما نسخ تلاوة دون حكمه'' کے تحت درج کی ہوئی ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ بہت ساری آیات کی تلاوت تو منسوخ ہو چکی ہے اگرچہ حکم منسوخ نہیں ہوا۔ کرم فرماؤں نے کمال بے شرمی سے جان بوجھ کر دھوکہ دینے کیلئے اس روایت کو درج کیا حالانکہ تفسیر اتقان میں صاف طور پر اس کی وضاحت موجود تھی کہ یہ روایت ایسی آیات کے بارے میں ہے جن کا حکم موجود ہے مگر خود ان آیات کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔ مگر دیانت وشرافت کی تمام حدود کراس کرتے ہوئے کرم فرماؤں نے اس روایت سے سادہ لوحوں کو دھوکہ دیا ہے کہ یہ بھی اس طرح کی روایت ہے جس طرح کی روایات اصول کافی وغیرہ میں تحریف کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ کچھ تو انسان کو آخرت کا ڈر اور خدا خوفی کرنی چاہیے اس طرح کے دھوکے دیکر وہ لوگوں کے ایمان برباد کر کے آخر کیا کمائی کرنا چاہتے ہیں؟

3- حضرت ابن عمرؓ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو یقینی طور پر منسوخ شدہ آیات کا علم نہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالی نے کچھ آیات منسوخ فرما دی ہیں جیسا کہ سورۃ البقرہ میں صاف صاف موجود ہے لہٰذا اب کوئی یہ نہ کہے میرے پاس منزل من اللہ تمام منسوخ وغیر منسوخ موجود ہیں۔ کیونکہ منسوخ شدہ آیات کے ساتھ اس کا علم بھی اٹھا لیا گیا ہے۔ لہٰذا کہنے والا یہ کہے کہ جو ان دوگتوں کے درمیان محفوظ ہو چکا ہے وہی میرے پاس محفوظ ہے۔ لفظ ذھب بھی اسی نسخ کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ اب ہمارے کرم فرماؤں نے اس سے تحریف والا مطلب کشید کرنے

کی کوشش فرمائی حالانکہ تحریف لوگوں کا فعل ہے اللہ پاک کا نہیں۔ اور نسخ اللہ پاک کا فعل ہے لوگوں کا نہیں۔ جو فعل ہی اللہ تعالیٰ کا ہے اسے تحریف قرار دینے کی جرأت کرنا دل گردے کی بات ہے۔ یہ ہمت وہی شخص کر سکتا ہے جسے یہ یقین ہو کہ اس نے اللہ تعالیٰ علیم وخبیر کا کبھی سامنا نہیں کرنا ورنہ کوئی شخص جو اپنے مالک سے ملاقات کا یقین رکھتا ہو وہ یہ رویہ نہیں اپنا سکتا۔

4- ابی ابن کعب کی روایت جو روح المعانی میں ان الفاظ کے تحت درج ہے:

انهم (ای اهل السنة والجماعة) اجمعوا علی عدم و قوع النقص فیما متواتر قرانا التی موجود بین الدفتین۔

یعنی اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن پاک کی متواتر قرات میں کمی وغیرہ نہیں ہوئی جو دوگتوں کے درمیان واقع ہے۔ البتہ جو قرات متواترہ نہیں ہے تو ان کی تلاوت منسوخ ہوگئی ہے۔ پھر اس کے تحت یہ منسوخ شدہ الفاظ منقول ہیں۔ (روح المعانی الوسی ص 25 جلد 1)

اب ہم عرض کرتے ہیں کہ اس میں کہاں سے تحریف کا مطلب حاصل کیا گیا۔ کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو آگاہ فرمادیا، نسخ کی وضاحت فرمادی تو یہ تحریف ہے اگر ایسا ہی ہے تو یہ کام کسی سنی کا نہیں بلکہ اس کا فاعل اللہ ہے۔

یہی حال آخر کی روایات کا ہے جس میں مرتبین نے محض عوام الناس کو دھوکہ دینے کیلئے تحریف قرآن کو اہل اسلام کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ تحریف قرآن پاک میں لوگوں کی طرف سے جان بوجھ کر کمی یا زیادتی کرنا ہے اور ان مذکورہ سورتوں میں جان بوجھ کر لوگوں کی طرف سے کمی زیادتی کا کوئی تصور نہیں پایا جارہا۔ عام طور پر منسوخ شدہ الفاظ کا سہارا لیکر اہل سنت والجماعت کو الزام دیا جاتا ہے کہ تمہاری کتابوں میں بھی تحریف کی روایات موجود ہیں جبکہ یہ سراسر دھوکہ بازی ہے کیونکہ نسخ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ما ننسخ من اٰية او ننسها نأت بخير منها او مثلها۔ (البقرة)

ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یا اسے بھلا دیتے ہیں (اس کے بدلے) اس سے بہتر یا اس جیسی اور (آیت) اتار دیتے ہیں۔

اس قرآنی حکم سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مشیت الٰہی سے کچھ حصہ قرآن پاک کا منسوخ کر کے بھلا دیا گیا ہے یہ منسوخ کر دینا یا بھلا دینا نہ تو انسانوں کے دخل سے ہوا اور نہ ہی حاملین قرآن یا جامعین قرآن کی کسی کوتاہی کے سبب ہوا بلکہ خود اللہ تعالیٰ کا اپنا حکیمانہ تصرف ہے کہ وہ خود صاحب کلام ہے اچھی طرح جانتا ہے کہ کس چیز کو باقی رکھنا ہے اور کس چیز کو کس وقت اٹھالینا ہے۔ لہٰذا ان آیات منسوخہ کی بنا پر اہل سنت والجماعت پر اعتراض کرنا (کہ وہ بھی تحریف کے قائل ہیں اور ان کی کتابوں میں ایسی روایات موجود ہیں جو تحریف پر دلالت کرتی ہیں) حد درجہ کی فریب کاری اور دجل ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ حکمتوں والے نے جو کچھ انسانوں کی ہدایت کیلئے ترتیب وار اتارا اور جس کی جتنی ضرورت یا جس وقت تک ضرورت تھی اسے اس وقت تک باقی رکھا اور جب آیت یا حکم کی جگہ کوئی دوسرے حکم کو بھیجنا منشاء خداوندی قرار پایا تو آیت کو منسوخ کر کے بھلا دیا گیا اور حسب حکمت اس کی جگہ جو چاہا وہ فرمایا۔ سورۃ اعلیٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

عنقریب ہم آپ کو پڑھائیں گے آپ نہ بھولیں گے مگر جتنا اللہ بھلانا چاہے:

حرف الا واضح طور پر بتلا رہا ہے کہ قرآن پاک خاتم المرسلین ﷺ کو یاد تھا صرف وہی کچھ بھلایا گیا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا اور اب وہ روایات جو ان قرآنی احکامات کی تشریح و وضاحت میں ہیں کہ فلاں آیت اول نازل ہوئی بعد میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے منسوخ ہوگئی۔ ایسی روایات کو کوئی تحریف قرار نہیں دے سکتا۔

عقیدہ قرآن پر فریقین کے عقائد کا موازنہ

1- الف: مسلمانوں کا عقیدہ قرآن کے بارے میں یہ ہے کہ قرآن پاک نبی اکرم ﷺ سے متواتر منقول ہے اور اہل سنت والجماعت، کی کتابوں میں تحریف کے لفظ سے کوئی متواتر یا صحیح تو کیا کوئی خبر واحد یا ضعیف روایت بھی نہیں ہے۔ جس میں تحریف کا لفظ ہو۔

ب: جبکہ شیعہ کرم فرماؤں کے عقیدے میں قرآن پاک نبی اکرم ﷺ سے متواتر منقول نہیں اور اس کے مقابلے میں قرآن پاک کو غلط بتانے والی روایات صحیح، صریح مشہور بلکہ متواتر ہیں (جیسا کہ گزر چکا ہے)

2- الف: اہل سنت والجماعت کے نزدیک قرآن پاک معصوم طریقہ سے منقول ہے اس کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔ اور اس معصوم طریق کے مقابلے میں اس قرآن کو تحریف شدہ بتانے والا کوئی معصوم قول یا طریقہ موجود نہیں ہے۔

ب: شیعہ کرم فرماؤں کا عقیدہ ہے کہ قرآن غیر معصوم بلکہ غیر مسلموں، کافروں، خائنوں سے مجموع اور منقول ہے اور اس قرآن کو صرف تحریف شدہ کہنے والی روایات ان کے نزدیک ان کے معصومین سے منقول ہیں۔

3- الف: اہل اسلام کی کسی کتاب میں ایسی کوئی روایت موجود نہیں جس میں صراحتاً تحریف کا لفظ ہو یا سنی علماء نے کسی روایت سے تحریف مراد لی ہو۔

ب: جب کہ شیعہ کرم فرماؤں کی روایات میں بصراحت تحریف کے الفاظ موجود ہیں اور یہ روایات تحریف کے باب میں لائی گئی ہیں اور خود شیعہ مجتہدین نے ان روایات سے تحریف ہی مراد لی ہے بلکہ باقاعدہ عقیدہ تحریف قرآن پر مشتمل کتابیں تصنیف کی ہیں۔

4- الف: اہل سنت والجماعت عقیدہ تحریف قرآن کے قائل کو کافر سمجھتے ہیں۔

ب: جبکہ اس کے مقابلے میں شیعہ کرم فرما کبھی تقیہ یا عوام الناس کو فریب دینے کیلئے عقیدہ تحریف قرآن سے انکار کر بھی دیں تو وہ تحریف قرآن کے قائلین کو کافر نہیں سمجھتے بلکہ یہ عقیدہ رکھنے والے اپنے بڑوں کو اپنا بزرگ مجتہد اور پیشوا جانتے ہیں۔

فضائل صحابہ اور شیعیت

تحقیقی دستاویز کے صفحہ 58 پر دوسرا اعتراض نقل کر کے اپنی صفائی دیتے ہوئے اس کی ابتداء ان دلخراش الفاظ سے کی ہے۔ صحابہ کرام کا احترام کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کو خواہ مخواہ اس میں الجھایا جائے۔ شیعہ سنی کا بعض امور میں

اختلاف کا یہ مطلب نہیں کہ شیعہ صحابہ کے قائل نہیں۔ شیعہ کتب اصحاب رسول کے فضائل سے بھری پڑی ہیں۔ شیعہ کے نزدیک مسلم ہے کہ آنکھیں بند کر کے کسی کی اقتداء نہ کی جائے۔ شیعہ صحابیت کی کسوٹی کو پرکھنے کیلئے قرآن وسنت کو معیار قرار دیتے ہیں۔ صحابہ کے بارے میں شیعہ سنی کا موقف ایک ہے وغیرہ۔

تائید میں نواب وحیدالزمان، سید اسعد حیدر، امام جعفر کا ایک قول نقل کر کے انکار صحابہ کو بے جا الزام قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ شیعوں پر تہمت لگائی جاتی ہے کہ وہ صحابہ کو مرتد اور منافق سمجھتے ہیں۔ وضاحت کے بعد عظمت صحابہ کو ایک مفروضہ قرار دیا پھر ایک شبہ کا ازالہ کے ضمن میں اپنی ایک روایت پر جرح کر کے انکار و اقرار کی ملی جلی راہ اختیار کی ہے۔ نیز اہل سنت کی چند احادیث اور ایک مضحکہ خیز خاکہ نقل کیا ہے۔

محترم حضرات! اس اعتراض و جواب کو پڑھنے والا بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ شیعہ دوغلی پالیسی پر چلنے میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ نہیں معلوم کیا جا سکتا کہ اس جواب میں وہ صحابہ پر تبرا کر رہا ہے یا اس اعتراض کو اپنے سر سے اتارنے کی کوشش کر رہا ہے۔ خود لکھتا ہے کہ صحابہ کے بارے میں شیعہ سنی میں بعض امور پر اختلاف کا یہ مطلب نہیں کہ شیعہ صحابہ کو نہیں مانتے (شیعہ دستاویز: ص58 سطر نمبر 13-14) یعنی اختلاف ہے۔ چار لائنیں نہیں گزریں کہ قلم تقیہ پر آمادہ ہو جاتا ہے اور لکھ دیتا ہے کہ اہل تشیع اور اہل سنت دونوں کا صحابہ کرام کے بارے میں ایک ہی مسلک ہے۔ (ص58 سطر نمبر 18) صرف چھ سات لائنوں میں ہی دو متضاد اور مختلف نظریے ان متعصب قلم کاروں کے جہاں دھوکہ وفراڈ کو تشت از بام کئے دیتے ہیں وہاں اس مسئلہ پر شیعت کی پریشانی، اضطراب اور جھنجھلاہٹ کا بھی پتہ دیتے ہیں۔ راست باز تو دل کی بات صاف صاف ہر جگہ کہہ سکتا ہے البتہ دروغ گو کو کچھ دیر سوچنا پڑتا ہے کیونکہ اس نے موقع محل کے مطابق بیان دینا ہوتا ہے نہ کہ سچائی کی بنا پر یہی وجہ ہے کہ وہ کسی اصول پر قائم نہیں رہ سکتا۔ اور کبھی اپنے ہی بنائے جال میں خود آ پھنستا ہے۔ قارئین کرام اس مختصر سی عبارت میں راست گوئی اور دروغ گوئی کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قلم کاروں نے کس قدر دھوکہ بازی سے کام لیا ہے اور ہر دینی مسئلہ میں محض قارئین کی آنکھوں پر پٹی باندھنے اور فریب زدہ بنانے میں اپنا رول ادا کیا۔ شیعہ قلم کار کا یہ کہنا کس قدر تعجب خیز ہے کہ شیعہ کتابیں اصحاب رسول ﷺ کے فضائل سے بھری پڑی ہیں۔ جاننے والے تو اس جملہ کی حقیقت کو بخوبی جانتے ہی ہیں جو حضرات اس میدان میں راہی نہ ہوں انہیں تاریخی دستاویز سنی موقف، امام خمینی اور شیعت۔ شیعہ سنی اختلافات اور صراط مستقیم وغیرہ کتابوں کے ذریعے شیعہ کرم فرماؤں کی صحابہ کرامؓ سے محبت یا دشمنی کا جائزہ لے لینا چاہیے نہیں تو اس تحقیقی دستاویز پر اشکال کا جواب نمبر 2 ہی ملاحظہ فرما لیا جائے جو تقیۃً صحابہؓ کو ماننے کا اعلان کرنا اور اس الزام کہ (شیعہ صحابہ کو نہیں مانتے) کا جواب دینا چاہتا ہے یہ جواب دینے والا بھی بغض اصحاب میں اس قدر بھرا ہوا ہے کہ رہا نہیں گیا۔ جواب 2 اور احادیث رسول ﷺ کے خود کشیدہ مطالب اور محاکمہ کی صورت میں بھی بدزبانی کا فرض نبھانے سے باز نہیں آیا۔ ملاحظہ فرمائیں روافض کی مرتب کردہ تحقیقی دستاویز صفحہ ۵۸، ۵۹، ۶۰۔

کیا صحابہ کرام کا احترام کوئی اہم مسئلہ نہیں؟ تاریخ کا پس منظر:

خلاق عالم نے رحمت عالم ﷺ کے ذریعے نور ایمان کی ضیاء پاشیوں سے ایک جماعت کے قلوب کو منور کیا تو وہ رحمت عالم ﷺ کی اس قیمتی امانت کے نہ صرف امین بلکہ محافظ و داعی بن کر پورے عالم میں پھیل گئے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے اس آفتاب علم و ایمان کی کرنیں جب کرہ ارض کو منور کرنے لگیں تو شیطان کے آلہ کار بغض و حسد کے مریض جل بھن کر رہ گئے۔ جب ''احد و احزاب'' کے پھونکوں سے یہ چراغ نبوت نہ بجھایا جا سکا تو اپنے صدیوں پر مشتمل سابقہ تجربات کی روشنی میں ایک خطرناک چال چلی اور داعیان اسلام کی صفوں میں آ گھسے مسجد نبوی و چبوترۂ اصحاب صفہ کے مقابلے میں ضرار نامی (امام باڑہ) کی بنیاد ڈالنی چاہی صحابہ کرامؓ میں باہمی لڑائی کیلئے پرانی خاندانی لڑائیوں کے تذکرے چھیڑ کر بجھی ہوئی آگ کو دوبارہ جلانا چاہا۔ لیخرجن الاعز منہا الاذل کہہ کر تبرا بازی کی راہ کھولنے پر زور لگایا حتیٰ کہ حرم رسول تک کو مجروح کرنے کی ظالمانہ حرکت کر ڈالی اور افک کے واقعہ میں بعض ایمان والوں کو بھی پھسلا ڈالا مگر زمین پر موجود سایہ رحمت نے بروقت انسداد فرمایا یوں وحی نے صاف صاف ان صفوں میں گھسے اسلام دشمنوں سے حرم رسول، اصحاب نبی، اور تقدس مساجد کو بچا لیا اگرچہ سارا زور صرف کر کے بھی وہ دین حق کے داخلی معاملات کو اپنے اہلوا سے فاسد نہ کر سکے مگر کئی صد سالہ پالیسی کے تحت دھیمی چال چلتے ان بدخواہوں نے اپنا سفر جاری رکھا اور ٹھان لی کہ اس آسمانی مذہب کو داغدار کئے بغیر چین سے نہیں بیٹھنا۔ یوں وہ وحی کے انقطاع کا انتظار کرنے لگے تاکہ ہمارے رازوں سے پردہ چاک کرنے کا سلسلہ بند ہو تو ہاتھوں کی صفائی دکھائیں۔ بالآخر سنۃ اللہ نافذ ہوئی اور رحمت عالم لاکھ سے زائد نفوس قدسیہ کو اللہ کی عظیم الشان امانت تھما کر حجۃ الوداع میں ''فلیبلغ الشاھد الغائب'' چاہیے کہ حاضر غائب تک (یہ دین) پہنچا دے کا حکم دے کر رفیق اعلیٰ کے پاس جا قیام پذیر ہوئے۔ ارباب علم اچھی طرح جانتے ہیں کہ معلم اعظم ﷺ نے جس جماعت کی تربیت فرمائی تھی وہ منتخب شدہ افراد معمولی درجے کے لوگ نہ تھے پھر ان کی تربیت میں کوئی پہلو بھی تشنہ تکمیل نہیں چھوڑا تھا۔ ان کی ظاہری و باطنی تطہیر و تزکیہ پر صاحب نبوۃ نے پوری محنت صرف فرمادی تھی یہی وجہ ہے کہ آفتاب نبوت کے غروب ہوتے ہی وہ دین کی حفاظت میں ایسے جت گئیت تھے کہ کسی کو ... کی ایک معمولی رسی میں بھی خرابی ڈالنے اور انکار کرنے کی ہمت نہ ہو سکی حالانکہ منافقین کے کئی جتھے تین کونوں والے کالے سیاہ جھنڈوں تلے جمع ہو کر چراغ ایمان گل کرنے کیلئے مدینہ کی طرف چڑھ دوڑے تھے کچھ لوگ تو صاف قرآن پاک کی تعلیمات سے انکاری ہو گئے تھے اور کچھ ان میں وہ بھی تھے جو بتدریج اہل ایمان کے ہاتھوں اسلام کے ایک ایک رکن پر بٹہ لگانا چاہتے تھے۔ چنانچہ سہل الحصول اور مادیت پرستوں کی حمایت حاصل کرنے کا بہترین طریقہ اولاً انکار زکوٰۃ کی صورت میں اختیار کیا گیا۔ بالکل اسی طرح ضیاء دور میں تحریک جعفریہ کے اسلام آباد سیکرٹریٹ پر قبضہ اور انکار زکوٰۃ کے مطالبہ کی طرح ان کا بھی یہی کہنا تھا کہ سب کچھ کریں گے سوا زکوٰۃ کے جو ہم ادا نہیں کر سکتے لہٰذا ہمیں زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ شاید اس وقت بھی کوئی آج کے دور جیسا حاکم ہوتا تو یہ ہو جانا ممکن تھا مگر وہ دین کے پاسبان تھے رحمت عالم ﷺ کے تربیت یافتہ اور امانت الٰہی کے حامل تھے اسلام کا دور صدیقی از اول تا آخر شاہد عدل ☆

ہے کہ انقطاع وحی کے منتظروں کو شدید مایوسی کا سامنا کرنا پڑا اور وہ اسلام کا بال بھی بیگانہ کر سکے۔

دشمنانِ اسلام کا خطرناک حربہ

زمانہ نبوت کے بعد بھی جب اپنے حربوں کی ناکامی دیکھی اور دین اسلام کا کوئی ایک بھی ضابطہ توڑنے، مسخ کرنے یا بدلنے میں جب کامیاب نہ ہو سکے تو شیطان کے آلہ کاروں کے پالیسی ساز دماغ جمع ہوئے اور سر توڑ کوشش کے بعد بالآخر صدیوں پر محیط ایک منصوبہ تیار کر ڈالا اس پالیسی یا منصوبہ کے تمام پہلو پوری طرح احتیاط اور رازداری سے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی گئی جس میں پوری مہارت کے ساتھ انسانی ضروریات اور اس کی کمزوریوں کو پیش نظر رکھا گیا۔

پالیسی سازوں نے اسلام جو ایک مقبول اور مرغوب و محبوب مذہب بن چکا تھا اور بندگان خدا اس کی برکات کا مشاہدہ کرنے کے بعد اسی اسلام کے سایہ امن میں پناہ لینا چاہتے تھے۔ لہٰذا عامۃ الناس کی اس محبوب ضرورت کو پورا کرنے کیلئے اسلام کے مقابلے میں ایک اور اسلام تیار کیا جس میں وہ تمام چیزیں تغیر کے ساتھ تھیں جو رحمت عالم ﷺ نے امت کو عنایت فرمائیں تھیں۔ حتیٰ کہ قرآن کے مقابلہ میں ایک اور قرآن بھی شو کر دیا مگر وہ ظاہر کرنے کی بجائے غار سر من رائے میں چھپا کر رکھا گیا۔ پھر اس کو جاذب نظر بنانے کیلئے آل رسول ﷺ اور اہلبیت کی محبت کا رنگ دیا گیا اور اہل اسلام کو غلط بتانے کیلئے مرحلہ وار حربے استعمال کیے گئے۔

اسلام دشمن پالیسی کا سخت وار

سب سے خطرناک وار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذوات مقدسہ کو مجروح کرنے اور ان پر سے اعتماد اٹھانے کا ہے۔ اگر صاف حضور ﷺ سے دشمنی کا اعلان کیا جاتا تو ایک مجہول ترین مسلمان بھی ہرگز اس دعویٰ کو قبول نہ کرتا مگر محبت رسول و آل رسول کی آڑ میں جو زہریلا ترین کھیل کھیلا گیا اس سے عامۃ الناس تو عامۃ الناس رہے بعض اہل علم بھی اس اصل حقیقت سے واقفیت نہ حاصل کر پائے اور اسے محض ایک ترجیح عدم ترجیح والا مسئلہ بنا دیا حالانکہ اصل صورت یہ ہے کہ پالیسی سازوں نے دعویٰ اسلام کو خطرناک حد تک نقصان پہنچانے میں عدالتی طریقہ کار کو پیش نظر رکھا ہے اور اسی بنیاد پر انہوں نے مدعی کی بجائے اس دعویٰ کے گواہوں پر دل کھول کر نہ صرف جرح کی ہے بلکہ ان کو نا قابل اعتماد ثابت کرنے میں کروڑوں اوراق اپنے اعمال نامہ کی طرح سیاہ کر ڈالے ہیں۔ تحقیقی دستاویز کے لکھاریوں کا یہ جملہ کہ صحابہ کرام کا احترام کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کو خواہ مخواہ اس میں الجھایا جائے۔ (تحقیقی دستاویز ص 58) یہ جملہ اس صدیوں پر محیط پالیسی کا تسلسل ہے جس کے ذریعے اسلام کی حقیقی عمارت گرانے اور دعویٰ اسلام کو معاذ اللہ غلط ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

عدالت کا نظام انصاف

عدالت کا نظام دعویٰ جواب دعویٰ اور گواہوں یا مدعیٰ علیہ کی قسم پر منحصر ہے۔ مدعی اپنا دعویٰ پیش کرتا ہے اور منکر اس دعویٰ کا انکار کرتا ہے۔ مدعی سے گواہوں کا مطالبہ کیا جاتا ہے جب گواہ حاضر ہوں اور گواہی پیش کریں تو مدعیٰ علیہ ان گواہوں پر جرح کر کے انہیں نا قابل اعتبار، جھوٹا، ثابت کرنے پر اور اس شہادت کو توڑنے پر ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتا ہے۔

اگر وہ شہادت توڑنے اور گواہوں کو نا قابل اعتبار ثابت کرنے میں کامیاب ہو جائے تو عدالت اس دعویٰ کو نا قابل ثبوت قرار دیتی ہے الغرض عدالت میں فیصلہ گواہوں کی گواہی پر کیا جاتا ہے۔ جس طرح کے گواہ ہوں گے اسی طرح کا اثر اس دعویٰ پر پڑے گا۔ عدالت میں جرح کرنے والا مدعی پر جرح کرنے کی کوشش نہیں کرتا کیونکہ اس سے اس کو کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہوتا بلکہ مدعی کی بجائے سارا زور گواہی توڑنے پر صرف کیا جاتا ہے۔ اس گزارش کے بعد اب ہم عرض کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اسلام کا جو دعویٰ پیش فرمایا صحابہ کرام اس کے گواہ ہیں۔ گواہوں کی سچائی دعویٰ کی سچائی ہے اور گواہوں کا غیر صادق نا قابل اعتبار ہونا ہی اسلام کو نا قابل اعتبار ثابت کرنا ہے۔ دشمنان اسلام نے مدعی اسلام کی بجائے گواہان اسلام کو اپنے نشانے پر رکھا اور ان کو راستے سے ہٹانے کی صدیوں سے کوشش جاری رکھی ہوئی ہے کیوں کہ انہی کی ذات اسلام کے سچا یا جھوٹا ثابت کرنے میں کارگر ثابت ہوگی۔ اب تک کا تمام زور اس بات پر لگایا جاتا رہا ہے کہ صحابہ کرام العیاذ باللہ خائن تھے، کافر تھے، جھوٹے تھے وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے کہ قرآن، حدیث، عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور انسانی حیات کا پورا اسلامی نقشہ صحابہ کرامؓ نے دیکھا اور بعد والوں کو بتایا اب بالفرض 3 کے علاوہ سب نے دین چھوڑ دیا اور ان 3 سے بھی دین کی سو روایات بھی نہیں ہیں تو کہاں گیا قرآن اور حدیث اور دین کا باقی سارا نظام۔ گویا کچھ بھی نہیں بچا اور یہی مقصود ہے مذہب شیعہ کا۔ ہم ذرا اس مسئلہ کو قدرے تفصیل سے عرض کرتے ہیں شائد ہمارے برادران اہل سنت۔ پاسبان وطن عزیز، محافظان پاکستان کو بھی ان کرم فرماؤں کے اصل عزائم کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

اسلام کا دعویٰ

سورۃ فتح کی آخری دو آیات ملاحظہ فرمائیں جس میں ارشاد ہے:

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله.

اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو بھیجا ہدایت اور دین حق دیکر تا کہ وہ غالب کر دے اس دین کو باقی تمام ادیان پر۔

اس آیت میں ہو الذی، اللہ وہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ تو ایسی ذات ہے جو نظر نہیں آتی البتہ اس کے پہچاننے کیلئے اور اسکی ذات کے موجود ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اس نے اپنے رسول (محمد ﷺ) کو بھیجا ہے ہدایت اور دین حق کے ساتھ۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے موجود ہونے کی دلیل ارشاد فرمائی وہ آپ ﷺ کو دنیا میں ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا جانا ہے اس لیے رسول کی ذات اللہ کی پہچان اور تعارف ہے اب جو بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کو پانا چاہے تو رحمت عالم ﷺ کی ذات سے وابستہ ہو کر اللہ پاک کو پا سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ جل مجدہ کا ارشاد گرامی ہے:

ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ۔

''اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری تابعداری کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔''

سورہ فتح کی آخری آیت ملاحظہ فرمایئے اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں۔

محمد رسول اللہ، محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ جملہ بصورت دعویٰ ارشاد فرمایا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ دعویٰ بغیر دلیل یا

شہادت و گواہی کے ثابت نہیں ہوتا اور اللہ پاک کی شان یہ ہے کہ اللہ پاک بلا دلیل وشہادت کوئی بات نہیں فرماتے لہٰذا اس دعویٰ نبوت کو ثابت کرنے کیلئے صحابہ کرام کو بطور گواہ پیش فرمایا۔ چنانچہ اس دعویٰ کے متصل بعد والذین معہ سے صحابہ کرام کے اوصاف جمیلہ کو ارشاد فرمایا جس کی تفصیل آتی ہے۔

ملاحظہ فرمائیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی نبوت کا دعویٰ قرآنی الفاظ میں نقل فرمایا لیکن عدالت میں کیس اسی وقت جاتا ہے جب کوئی اس کا منکر ہو۔ دعویٰ ہو منکر نہ ہو تو عدالت میں کیس جاتا ہے اور نہ گواہی کی ضرورت پڑتی ہے۔ تلاش کیا جائے تو سب منکرین کی وکالت کرتے ہوئے مذہب شیعہ کے روحانی پیشوا اور نائب امام نے جواب دعویٰ دائر کیا ہے۔ چنانچہ نائب امام (جو اصل کی عدم موجودگی میں اس کا قائم مقام ہوتا ہے) نے اپنی کتاب کشف اسرار میں اعلان کیا ہے کہ میں اس خدا کو نہیں مانتا ہوں جس نے عثمان، معاویہ اور یزید جیسے بدقماشوں کو حکومت دی ہو۔ چنانچہ کشف الاسرار کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں...... نہ آں خدائے کہ بنائے مرتفع از خدا پرستی وعدالت و دینداری بنا کند وخود بخرابی آں بکوشد ویزید و معاویہ وعثمان وازیں قبیل چپاولچی ہائے دیگر را بحروم امارت دہد۔ (کشف الاسرار ص 107)

اِس عبارت سے واضح ہوا کہ خمینی ایسے رب کو نہیں مانتا جس نے حضرت عثمانؓ یا حضرت امیر معاویہؓ کو امارت دی ہے اور رب تعالیٰ کی ربوبیت وتوحید ہی اسلام کا اولین دعویٰ ہے لہٰذا اِس کھلے اعلان کے ذریعے خمینی نے جواب دعویٰ دائر کیا۔ کسی کو اس جواب دعویٰ پر یہ اعتراض کرنے کا حق نہیں کہ خمینی تو آج کی پیداوار ہے جبکہ مذہب شیعہ کی قدیم تاریخ ہے اس لئے کہ نائب اصل امام کا قائم مقام ہوتا ہے جس کا کام اصل کی طرف سے تمام معاملات کو نبھانا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کی کسی بات کو رد کرنا یا نا قابل اعتماد بتانا بالکل درست نہیں ثانیاً نائب جو کچھ کہتا ہے وہ اصل کی طرف سے کہتا ہے تو نائب امام کا فرمایا ہوا دراصل امام زمانہ کا فرمایا ہوا ہے جو پوری ملت کا گویا کہ سیاہ سفید کا مالک ہے۔ ثالثاً خود امام خمینی حجۃ اللہ علی الخلق ہے جیسا کہ ان کی اپنی کتابوں و رسائل و جرائد میں مرقوم ہے لہٰذا حجۃ اللہ کا فرمان ہر طرح سے قابل اتباع اور پوری ملت جعفریہ کا ترجمان ہے۔

دعویٰ پر شہادت

والذین معہ سے لیغیظ بھم الکفار تک گواہ اور ان کی تعدیل وتوثیق نقل فرمائی گئی ہے۔ کہ نبی رحمت ﷺ کی معیت میں رہنے والے حضرات پاک باز ومقدس لوگوں کی جماعت ہے۔ خدا کے دشمنوں کے حق میں سخت ہیں ان سے دبنے والے نہیں ہیں۔ باہم مہربان ونرم دل ہیں ایک دوسرے سے کینہ وعداوت رکھنے والے نہیں ہیں۔ عبادت خداوندی میں لگے رہتے ہیں دنیاوی غرض وشہرت وغیرہ کیلئے نہیں بلکہ رضائے الٰہی اور خوشنودی حق انکا مقصود ومطلوب ہے۔ تیسری صفت (عبادت) ان کی ذات سے متعلق ہے یعنی بڑے پرہیزگار اور باخدا لوگ ہیں۔ گویا صحابہ کرامؓ کو بُری باتوں سے متہم کرنا بڑی بد باطنی کی دلیل اور آیت قرآن کی تکذیب ہے۔ چوتھی صفت سیماھم ان کی بزرگی اور نیکی کے آثار وانوار چہروں پر ظاہر ہیں شب خیز اور باخدا لوگوں کے چہروں میں جو انوار برکات ظاہر ہوتے ہیں وہ ریاکاروں اور بد باطنوں

کے چہروں میں ہرگز نہیں ہوتے۔ (رحماء بینھم ص 31 ج 1)

جمہور علماء کے نزدیک ''والذین معه'' سے مراد صرف اہل حدیبیہ ہی نہیں بلکہ جمیع صحابہ کرام مراد ہیں۔
(بحر محیط، تفسیر روح المعانی)

حضرت مولانا محمد نافع دامت برکاتہم ''رحماء بینھم'' میں فرماتے ہیں۔ پھر یہ صفت رحمت صرف چند ایک صحابہ کرام کیلئے نہیں ہے بلکہ تمام صحابہ کرام کیلئے ہے اور وہ مدت العمر اس خصوصی صفت پر قائم و دائم رہے ہیں۔ جس طرح یہ حضرات کفار کے حق میں ہمیشہ ہمیشہ شدید اور سخت رہے ہیں۔ اور رکوع و سجود دائما کرتے رہے ہیں۔ رکعاً سجداً کی صفت ان سے زائل نہیں ہوئی اور دیگر ایمانی صفات صوم، صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج، جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف نہی عن المنکر، تقویٰ، پرہیزگاری، اخلاص نیت وغیرہ وغیرہ میں بھی ان سے فروگزاشت نہیں ہوئی بلکہ ان فضائل حمیدہ و صفات برگزیدہ پر ہمیشہ کاربند اور عامل رہے ہیں۔ چنانچہ اس چیز کی تائید قرآن مجید میں موجود ہے۔ انہیں صحابہ کرامؓ کے حق میں فرمان ہوتا ہے کہ و الزمھم کلمة التقویٰ و کانوا احق بھا و اھلھا و کان اللّٰہ بکل شیٍٔ علیما۔ (فتح) اور لازم کردی ان کو بات پرہیزگاری کی اور تھے وہ بہت حق دار اس کے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

ان گزارشات سے واضح ہوا کہ صحابہ کرامؓ کو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف بطور گواہ پیش فرمایا بلکہ انکی توثیق وعظمت بھی بیان فرمادی نہ صرف یہاں پر بلکہ دیگر مقامات پر بھی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام پر جرح کرنے والوں کو سخت جواب دیکر ان گواہان اسلام کا دفاع فرمایا۔ چنانچہ سورۃ بقرۃ کے دوسرے رکوع میں ارشاد ہے:

و اذا قیل لھم امنوا کما اٰمن الناس قالوا انؤمن کما امن السفھاء الا انھم ھم السفھاء ولکن لا یعلمون۔

''اور جب ان (منافقین) سے کہا جاتا ہے تم ایمان لاؤ جیسے کہ وہ (صحابہ کرام) ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جیسے یہ کم عقل ایمان لائے ہیں خبردار بے شک وہی لوگ (منافق) ہی بے وقوف ہیں لیکن وہ نہیں جانتے ہیں۔''

سفیہہ کہتے ہیں جس کی عقل میں نقص ہو۔ چونکہ گواہی کیلئے ایک قسم کی یہ بھی جرح ہے۔ لہٰذا اللہ پاک نے ان کی اس جرح کو نہ صرف نقل فرمایا بلکہ اصول عدالت کی روشنی میں اس جرح کا زوردار اور تاکید در تاکید جواب لاکر رد فرمایا کہ دراصل وہی منافق بے وقوف ہیں جو سب سے بڑے داناؤں کو بے وقوف قرار دیتے ہیں لیکن وہ حقیقت حال سے آگاہ نہیں ہیں۔

گواہوں کے خلاف الزامات

اللہ تعالیٰ نے جن صحابہ کرامؓ کو مقدمہ اسلام کا گواہ بنایا اس کے جواب میں نائب امام نے نہ صرف جواب دعویٰ دائر کیا بلکہ یہ کیس پرزور طریقے سے لڑنے کی کوشش بھی کی ہے چنانچہ ان گواہان نبوت پر بھرپور جرح کرنے، انہیں ناقابل شہادت قرار دینے میں اپنی وسعت سے بڑھ کر زور لگایا چنانچہ شیعہ مصنفین کی کوئی کتاب اس مقصد کو فراموش نہیں کرسکی اشاروں

کنایوں میں جیسے کیسے بن پڑا وہ ان گواہوں پر جرح کرتے رہے۔ ان گواہوں کو نا قابل شہادت قرار دینے میں چند اہم الزامات نقل کر کے ہم ساتھ ہی ان شاہدوں کی من جانب اللہ صفائی بھی پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

جرح:

سوا تین کے باقی تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔ (رجال کشی، اصول کافی وغیرہ)

ابوبکر و عمر و عثمان پر حضرت علیؓ کی ولایت و امامت پیش کی گئی تو وہ کافر ہو گئے۔ (اصول کافی ص ۴۲)

ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں کافر ہیں۔ (حق الیقین، فروع کافی، الصافی جز سوم، حیات القلوب، تذکرہ ائمہ معصومین کشف الاسرار وغیرہ)

سینکڑوں کتابوں میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ وغیرہ صحابہ کرام کو کافر قرار دیا اور یہ قرآن کا ارشاد فرمایا ہوا اصول ہے کہ کافر کی گواہی مومن کے خلاف قبول نہیں۔ جب مومن پر کافر کی گواہی مقبول نہیں تو ایمان کے بارے میں کیسے مقبول ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ کرم فرما سب سے زیادہ اسی پر زور دیتے اور جگہ جگہ ایسے واقعات مجلس عزاؤں میں پڑھتے اور سناتے رہتے ہیں جو ان کے اس مقصد کو پورا کریں۔

صفائی:

اللہ احکم الحاکمین نے الزام کا صدیوں قبل ہی جواب دے دیا جواب بھی لاکھوں زبانوں پر روزانہ جاری رہتا ہے اور لاکھوں انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ ارشاد فرمایا: اولئٓک ھم المومنون حقاً۔ یہی لوگ ہیں پکے مومن۔ قرآن کریم کا یہ تاکیدی جملہ صحابہ کرام کے جس پائیدار ایمان کا پتہ دیتا ہے عربی ادب سے واقفوں پر تو بالکل مخفی نہیں کہ یہ جملہ کئی تاکیدات پر مشتمل ہے عام سادہ لوگ بھی لفظ مومنون اور حقاً سے معلوم کر سکتے ہیں کہ کتنا پکا اور پختہ ایمان تھا جس کی خبر علیم و خبیر نے دی ہے۔ قواعد بلاغت سے واقف لوگ جانتے ہیں کہ تاکید، انکار کے رد میں لائی جاتی ہے جس قدر انکار ہوتا ہے اسی قدر تاکید لا کر منکروں کے انکار پر قدغن لگائی جاتی ہے۔ یہ جملہ اسمیہ ہے جو استمرار پر دلالت کرتا ہے یہ بذات خود ایک تاکید ہے پھر ھم ضمیر منفصل تاکید ہے حقاً کا لفظ بذات خود تاکید ہے۔ منکرین اسلام کے نمائندگان نے گواہان اسلام پر جو جرح کی اس سینکڑوں بلکہ ہزاروں کتابوں میں پھیلی ہوئی جرح کا جواب اللہ تعالیٰ نے انکار کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے تاکیدات سے مؤکد کر کے جارحین کا نہ صرف رد کیا بلکہ انکی پختگی ایمان سے گواہی کی پائیداری و مضبوطی کو بھی واضح فرما دیا۔ چنانچہ صحابہ کرام کے ایمان پر ارشادات ربانی بیسیوں آیات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اختصار کے پیش نظر صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جس میں واضح کیا گیا ہے کہ صرف ایمان ہی نہیں بلکہ معیار ایمان قرار دے کر صحابہ کے ایمان کو بعد والوں کیلئے ایمان کی کسوٹی بنا دیا۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے:

پس اگر وہ ایمان لائیں جس طرح پر تم ایمان لائے تو انہوں نے ہدایت پائی اور اگر پھر جائیں تو پھر وہی ہیں ضد پر پس تیری طرف سے ان کو اللہ کافی ہے اور وہی ہے سننے والا جاننے والا۔

یہاں امنتم کے مخاطب حضورﷺ اور صحابہ کرام ہیں اس آیت میں ان کے ایمان کو ایک مثالی نمونہ قرار دیکر حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ومعتبر صرف اس طرح کا ایمان ہے جو رسول اللہﷺ اور صحابہ کرام نے اختیار فرمایا۔

(معارف القرآن ج1 ص355)

جرح:

صحابہ منافق تھے محض دکھلاوے کیلئے ایمان کا دعویٰ کرتے تھے ورنہ دل سے وہ ایمان نہ لائے تھے۔ ملاحظہ ہوں۔ تذکرہ ائمہ معصومین، حملہ حیدری۔ اور منافق بھی چونکہ کافر ہی ہوتا ہے لہٰذا اسلام کے لیے قابل شہادت نہیں۔

صفائی:

اولئك كتب في قلوبهم الايمان۔

''یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے دلوں میں ایمان کو لکھ دیا گیا ہے۔''

چونکہ ایمان کا محل دل ہے منافق وہ ہوتا ہے جو ظاہراً ایمان کا دعویٰ کرے مگر دل سے ایمان قبول نہ کرے بلکہ محض دھوکہ دینے کیلئے ایمان کا دعویٰ کرے۔

اور دل کی حالت کو سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا یہی وجہ ہے کہ محض گمان سے کسی کو منافق کہہ دینا شرعاً ممنوع ہے۔ وحی کے بغیر کسی کے دعویٰ ایمان سے انکار درست نہیں۔ وکیل جرح نے چونکہ صحابہ پر الزام عائد کیا کہ صحابہ کرام دل سے ایمان نہ لائے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہاں ان کے ایمان کی خوب صفائی وتوثیق پیش فرمائی۔ یہ نہیں فرمایا کہ ان کے دلوں میں ایمان ہے۔ کیونکہ مطلب تو اگر چہ اس سے بھی حاصل ہو جاتا مگر یہاں ناقابلِ انکار وضاحت کی ضرورت تھی۔ لہٰذا کَتَبَ کا لفظ ارشاد فرمایا جس کا معنی ہے ''لکھ دیا'' اور یہ بات تو ایک عام مسلمان بھی جانتا ہے کہ اللہ کا لکھا کوئی مٹا نہیں سکتا۔

جرح:

جھوٹ بولتے تھے جھوٹی روایت گھڑنا ان کے لیے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ (ماخوذ از کشف الاسرار وغیرہ)

اور جھوٹ بولنا اور جھوٹی روایات کے سہارے قرآنی احکامات تک کو بدل دینا ایک عیب ہے جو جھوٹے پر سے اعتبار کو اٹھا دیتا ہے اور یہ عادت شہادت کو سخت مجروح کرنے والی ہے لہٰذا دروغ گو کی شہادت مقبول نہیں ہوتی۔

صفائی:

سورہ حشر کی آیت نمبر 9 میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

1- ان مہاجرین فقراء کے لیے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکالے گئے وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں۔

2- سورۃ توبہ کی آیت نمبر 119 میں فرمایا:

''اے ایمان والو! صرف اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں (صحابہ) کے ساتھ رہو۔''

قارئین کرام آیت بالا نمبر 1 میں صحابہ کرام کے عظیم الشان اوصاف جلیلہ ارشاد فرمانے کے ساتھ ''اولئك هم الصادقون'' فرما کر ان کی صداقت، راست گوئی اور صدق مقالی کا جس خوبصورت انداز سے ذکر فرمایا ہے وہ جارحین کی زبان بند کرنے کے لیے کافی ہے۔

3۔ سورۃ احزاب کی آیت 24، 25 میں ہے:

''ان مومنین میں سے بعض ایسے ہیں جنہوں نے اللہ سے کیا ہوا وعدہ سچا کیا اور بعض (قربانی وشہادت کے) منتظر ہیں اور (اپنے وعدہ سے) تبدیل نہیں ہوئے۔ (یہ قربانیاں اللہ تعالیٰ اس لئے لیتا ہے) تا کہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے۔''

ان مندرجہ بالا آیات ''اولئك هم الصادقون'' (حشر) اور ''کونوا مع الصادقین'' (التوبہ) ''لیجزی اللّٰہ الصادقین بصدقهم'' (احزاب) میں صحابہ کرام کی سچائی کا واضح اعلان ہے۔

جرح:

صحابہ بے دین تھے صرف حکومت حاصل کرنے کے لالچ میں ایمان قبول کیا تھا۔ (کشف الاسرار)

ایسی عبارات ان کی کتابوں میں بکثرت ہیں جن سے وہ صحابہ کرام بالخصوص اجلہ صحابہ کرامؓ کا بے دین ہونا بیان کرتے ہیں کہ دین دار تو چند افراد تھے باقی تو صرف پارٹی بازی کی وجہ سے آپ ﷺ کے ساتھ جڑے ہوئے تھے۔

صفائی:

صحابہ کرام کا بے دین بتانا اور اپنے آپ کو مومن ظاہر کرنا ایسا ہی ہے جیسے یہود و نصاریٰ کا صرف اپنے آپ کو جنت کا مالک قرار دینا اور اللہ کا محبوب جتلانا۔ قالت الیهود و النصاری نحن ابناء اللّٰہ و احباءہ اور لن یدخل الجنة الامن کان هودا او نصاریٰ۔ (البقرۃ)

جب کہ درست صورت حال یہ ہے کہ اسلام کی صورت میں جو دین حق اللہ تعالیٰ نے اتارا اور جس کے علاوہ کسی دین کو اللہ قبول نہ فرمائے گا۔ کما قال اللّٰہ تعالٰی ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه الخ۔ وہ دین تو ہے ہی صحابہؓ کا اگر کسی کو یہ دین نصیب ہوا تو ان صحابہ کی سعی وسخاوت سے ملا چنانچہ دروغ گو جارحین کے اس الزام کا جواب اللہ تعالیٰ نے دین کی نسبت ہی صحابہ کرام کی طرف کر کے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (المائدہ ۳) آج کے دن میں نے مکمل کر دیا تمہارے لئے تمہارے دین کو اور پوری کر دی تمہارے اوپر اپنی نعمت اور میں راضی ہوا تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر۔

قرآن کریم کے ان الفاظ پر بار بار غور فرمائیے، لکم دینکم، کم ضمیریں جو جمع مخاطب کی ہیں ان سے مراد کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ کے واسطے سے یہاں براہ راست کن لوگوں کو خطاب فرمایا؟ ارباب انصاف اللہ تعالیٰ کی صحابہ کرامؓ کے بارے میں احسان مندی ملاحظہ فرما کر جارحین کے ان نفوس قدسیہ کو بے دین بتلانے کا انجام بخوبی معلوم کر

سکتے ہیں۔

جرح:

صحابہ رسول اللہ ﷺ کے گستاخ تھے، ملاحظہ ہوں واقعہ قرطاس وغیرہ پر تحریرات جیسے مصباح العقائد، کشف الاسرار وغیرہ

صفائی:

صحابہ کرامؓ کو آپ ﷺ سے جو محبت، ادب و احترام اور جذبہ اطاعت نصیب تھی وہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے:

''جب ایمان والوں نے لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہ ہے جس کا وعدہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے کیا اور سچ فرمایا اللہ نے اور اس کے رسول نے اور ان کے ایمان و فرمانبرداری کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہ ہوا۔''

(الاحزاب ۲۲)

صحابہ کرام کا اپنے محبوب کے ارشاد پر صدق اللّٰہ و رسولہ بول اٹھنا اور اپنے محبوب کے کمالات پر ایمان و تسلیم میں اضافہ ہوتا رہنا جس فرمانبرداری اطاعت، محبت و وفاء شعاری کا پتہ دیتا ہے اور اپنے محبوب کی موجودگی میں صحابہ کرامؓ کے جس کمال ادب کا نقشہ بیان ہوا اور منظر کشی کی گئی دروغ گو کیلئے اس میں کافی سامان علاج ہے۔

جرح:

صحابہؓ ملعون تھے۔ (تذکرہ آئمہ ص ۳۱)

ملا باقر مجلسی کی کتاب کے الفاظ ملاحظہ ہوں فی الجملہ دشمنان دین میں سے اصحاب عقبہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے قتل کرنے اور دین کی بربادی کے درپے تھے اور یہ چودہ آدمی تھے مکہ اور مدینہ کے منافقوں میں سے ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ بن عبداللہ، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد ابن ابی وقاص، ابوعبیدہ ابن الجراح، معاویہ ابن ابی سفیان، عمرو ابن العاص، اور غیر قریشی پانچ تھے، ابوموسیٰ اشعری، مغیرہ بن شعبہ، اویس بن الحدثان اور ابوطلحہ انصاری ان پر اور ان کے اولین و آخرین پر لعنت ہو۔

(تذکرہ ائمہ)

اس طرح کی بے شمار خرافات سے کتب شیعہ لبریز ہیں۔

صفائی:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو فرمایا:

''اور روکے رکھ اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام وہ اپنے رب کی رضا چاہتے ہیں اور تو نہ ہٹا ان سے نظریں اپنی۔'' (الکہف ۲۸)

اس ارشاد ربانی نے صحابہ کرامؓ کی محبوبیت کو چار چاند لگا دیئے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے محبوب کو حکم فرمایا کہ تو ان صحابہ کرام کے ساتھ ہی اپنے کو چپکائے رکھ اور ان سے اپنی نظریں نہ پھیر۔

سورۃ الفتح میں ارشاد ربانی یوں ہے:

''تحقیق اللہ تعالیٰ راضی ہوا ان ایمان والوں سے جو بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں تھا پس اتاری سکینہ و اطمینان ان پر۔'' (الفتح ۱۸)

بندگان حق کی مقبولیت و محبوبیت پر جس زور سے یہ آیت دلالت کر رہی ہے وہ کسی صاحب عقل پر مخفی نہیں۔ ملعون و محبوب میں فرق جاننے والوں کو معلوم ہے کہ ملعون کیلئے رضا مندی نہیں ہوتی۔

''پہلے سبقت کرنے والے مہاجرین و انصار اور وہ لوگ جنہوں نے احسان میں انکی اتباع کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ راضی ہوئے اللہ تعالیٰ سے۔'' (التوبہ ۱۰۰)

اِن مذکورہ قرآنی ارشادات میں صحابہ کرام پر روافض کے مذکورہ بالا الزامات کو ''ڈیٹول'' لگا کر نہ صرف دھو دیا گیا بلکہ قرآنی ارشادات اور ربانی احکامات سے بغاوت اور کھلی دشمنی کرنے والوں کے چہروں سے نقاب کھینچ کر ان کی اصل شکل بھی واضح فرما دی گئی ہے کہ یہ کون لوگ ہیں!

جرح:

صحابہ کرام فاسق تھے، اصول کافی وغیرہ ظاہر ہے فاسق کی گواہی معتبر نہیں۔

صفائی:

ارشاد فرمایا:

''لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے (صحابہ حاضرین کے) دلوں کی طرف ایمان کو محبوب کر دیا اور مزین کر دیا تمہارے دلوں کو اور ناپسند کر دیا (تمہارے دلوں میں) کفر کو اور گناہ کو اور برائی کو یہ راشد ہیں۔ اللہ کے فضل اور نعمت کی وجہ سے اللہ جاننے والے اور حکمت والے ہیں۔'' (الحجرات: ۷-۸)

چونکہ صحابہ کرام معصوم نہ تھے کہ بتقاضہ بشریت کسی غلطی کا امکان ہی نہ ہو البتہ محفوظ تھے کہ کبھی غلطی ہوگئی تو فوری معافی تلافی سے معاملہ ختم ہوگیا اسی بشری تقاضہ کے پیش نظر کبھی اگر کوئی خطا ہوئی تو اسلام کے منکر اسے دلیل بنا کر انہیں ناقابل شہادت قرار دینے کی کوشش کر کے مقدمہ اسلام کو ناقابل اعتبار ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کرنے لگے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسی آیت میں ان سے گناہ، برائی پر قائم رہنے کی نفی کر کے اور صحابہ کرامؓ کے ہر عمل کا مقبول و محبوب ہونا قرار دے کر جرح کرنے والوں کے ہمیشہ کیلئے منہ بند کر دیئے۔

نیز فرمایا:

''حلال کیا گیا ہے تمہارے واسطے روزوں کے ایام میں بے حجاب ہونا اپنی بیویوں سے وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس، اللہ کو پتہ ہے کہ تم نے خطا کی تھی اپنی جانوں کے ساتھ پس اس نے تمہیں معاف کر دیا اور تم سے درگزر کیا اب تم ان سے مباشرت کیا کرو۔''

ابتداء اسلام میں رات کو سونے کے بعد سے ہی روزہ شروع ہو جاتا تھا لہٰذا سونے کے بعد اپنی بشری ضرورت (کھانے، پینے، جماع کرنے) کی اجازت نہ تھی مگر بعض اصحاب رسول سے یہ خطا ہوگئی کہ وہ ایام صیام میں اپنی بیویوں کے قریب چلے گئے مگر بعد میں اپنے اس عمل پر پشیمانی ہوئی اور آپ ﷺ سے درخواست کی کہ اب اس کی معافی کی کیا صورت ہے۔ اس پر ان صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:۔ میں جانتا ہوں کہ تم سے یہ غلطی ہوگئی مگر تمہاری اس غلطی کو میں اپنے محبوب ﷺ کا دین بناتا ہوں جاؤ اب اپنی بیویوں سے ایام صیام میں بھی رات کے وقت سحری سے قبل اپنی ضرورت پوری کر لیا کرو۔ اس آیت میں صحابہ کرامؓ پر فسق کی جرح کرنے والوں کو خوب جواب ارشاد فرمایا کہ اول تو ان سے کوئی خطا ہو بھی جائے تو تاب علیکم اور عفا عنکم سے اس کی فوری معافی کا اعلان ہے ثانیاً صحابہ سے غلطی بھی ہو جائے تو اللہ کو یہ بندے اتنے پیارے اور محبوب ہیں کہ ان کی غلطی کو بھی دین بنا کر وہ کام جو قبل ازیں غلطی والا تھا جائز بنا دیا جاتا ہے۔ اور یہ کوئی ایک واقعہ نہیں کہ اس کے علاوہ اور کوئی مثال نہ ملے۔ وضو کی جگہ تیمم کی عنایت انہی نفوس قدسیہ کی برکات ہیں۔ واضح ہوا کہ صحابہ کرام فاسق نہ تھے اگر کوئی کام کبھی ایسا ہوا بھی تو نہ صرف تاب علیکم بلکہ عفا عنکم اور مزید احسان احل لکم ہے۔ اپنے گواہوں کی ایسی صفائی پیش کرنا بھلا کسی کے بس میں ہے جو کہ گواہان نبوت کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیش فرمائی ہے؟؟؟

جرح:

صحابہ جہنمی تھے، حق الیقین کی عبارت ملاحظہ ہو۔ شیطان کا طویل مکالمہ نقل کرتے ہوئے لکھا کہ (شیطان کہتا ہے) میں نے دو مردوں کو اس حال میں دیکھا کہ ان کی گردنوں میں آگ کی زنجیریں تھیں اور وہ الٹے لٹکائے گئے تھے اور ان کے سرہانے ایک ایسی جماعت کھڑی تھی جن کے ہاتھوں میں آگ کے گرز تھے اور وہ ان کے سروں پر مار رہے تھے میں (شیطان) نے کہا مالک یہ کون لوگ ہیں اس نے کہا کہ عرش کے پایہ پر لکھا ہوا تم نے نہیں پڑھا جو کہ میں نے دیکھا تھا آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل لکھا ہوا تھا۔ لا الٰه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه ایدته و نصرہ بعلی۔ یہ دو دشمن ان پر ظلم کرنے والے یعنی ابوبکر و عمر ہیں۔ (حق الیقین)

اس طرح کی عبارات قدیم و جدید کتب شیعہ میں ہر سمت بکھری ہوئی ہیں۔

صفائی:

بطور صفائی کے ایک تو آنکھیں رکھنے والوں کیلئے مشاہدہ کا علم رکھا کہ جن پر رافضی یہ جرح کرتے ہیں وہ تو صدیوں سے جنت میں آرام فرماتے ہیں اور مدینہ منورہ میں ہر آنے جانے والا اس کا مشاہدہ کرتا ہے کہ وہ یاران نبی آج کل ریاض الجنہ کے مکین ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ مشاہدہ کا علم خبر اور سنی ہوئی بات سے بدرجہا قوی ہوتا ہے۔ لہٰذا اسی قوی ذریعہ علم یعنی مشاہدہ سے اللہ تعالیٰ نے جہان والوں کو دکھایا کہ آؤ گواہان نبوت کو دیکھو جو ریاض رسول ﷺ میں آرام فرما ہیں سچ کہنے والوں نے پتہ کی بات فرمائی ہے کہ جب تک محبوب ﷺ زندہ رہے تو صحابہ گواہی دیتے رہے۔ اشهد ان محمداً عبده و

رسولہ۔ اور جب یہ حضرات دنیا سے چلے گئے تو اب نبوت ان کی پہرے داری اور جنتی ہونے کی گواہی پیش کر رہی ہے۔
اس علم مشاہدہ کے ساتھ اللہ نے صحابہ کے اعلان مغفرت پر قرآن کو بھی شاہد بنایا چنانچہ ارشاد ہے:

''ان کیلئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔'' (الحجرات)

صحابہ کرام کے اوصاف بیان کرنے کے بعد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے مغفرت اور اجر عظیم کا۔'' (الفتح:۲۹)

''ان کیلئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔'' (فاطر:۷)

''اور وہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔'' (النور)

''اور وہی لوگ ہیں کامیابی حاصل کرنے والے۔'' (الحجرات)

''اور وہی لوگ ہیں اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر اور وہی لوگ ہیں کامیابی پانے والے۔'' (البقرہ)

جرح:

صحابہ کرامؓ اہل بیت کے دشمن تھے۔ (مصباح الظلام)

اس عنوان پر شیعہ کی تقریباً تمام کتابیں کسی نہ کسی درجے میں گویا ہیں۔ ان دونوں جماعتوں (اہل بیت رسول اللہ اور اصحاب رسول اللہ ﷺ) کے درمیان دشمنی اور لڑائی پر ہی شیعہ مذہب کی بنیاد ہے۔ احتجاج طبرسی میں جو توہین آمیز رویہ اختیار کیا گیا ہے یہ کسی یہودی کے مقدر میں بھی نہ ہوگا۔

صفحہ 53 کی عبارت ملاحظہ ہو:

''انہوں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسی ڈال کر گھسیٹا تو گھر کے دروازے پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کے اور اپنے شوہر کے درمیان حائل ہوگئی جس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کندھے پر کوڑا اس زور سے مارا کہ کندھے پر اس ضرب سے نشان پڑ گیا۔ آگے لکھا ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی پسلی ٹوٹ گئی اور بچہ جو ان کے بطن میں تھا وہ ضائع ہوگیا۔ پھر کھینچ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے ساتھ چالیس آدمی بھی ہوتے تو میں مقابلہ کرتا اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے جنہوں نے میری بیعت کر کے اسے توڑ ڈالا اور مجھے تنہا چھوڑ دیا۔'' (احتجاج طبرسی ص53، 54)

صفائی:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

1- ''وہ لوگ جو آپ ﷺ کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں۔'' (الفتح)

2- ''بے شک ایمان والے آپس میں بھائی ہیں ایک دوسرے کے اور پس اصلاح کرو اپنے بھائیوں کے درمیان اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے تاکہ رحم کئے جاؤ۔'' (الحجرات)

3- ''الفت ڈال دی تمہارے دلوں کے درمیان پس تم اس کی نعمت کے ساتھ بھائی بھائی ہو گئے۔'' (آل عمران)

4- اللہ وہی ہے جس نے قوت دی تم کو اپنی مدد کے ساتھ اور مسلمانوں کے ساتھ اور ان مومنین کے دلوں کے درمیان محبت ڈال دی اور اگر آپ سب کچھ خرچ کر دیتے جو زمین میں ہے تو بھی ان کے دلوں میں محبت نہ ڈال سکتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان محبت ڈال دی بے شک وہ غالب حکمت والا ہے۔ (الانفال)

5- ''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ مہاجرین اور وہ لوگ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی (انصار) بعض ان کے دوست ہیں بعض کے (آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں)''

اس مضمون کی دیگر بہت ساری آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے گواہان نبوت کو اس بے ہودہ الزام سے پاک قرار دیا کہ ان ہر دو ذوات قدسیہ کے مابین رشتہ اخوت، محبت و مودت، خیر خواہی، رحمدلی، پاسداری، ہم نوائی، خوشنودی، نرم مزاجی، صلح و آشتی، رضا مندی، خوشدلی اور قرابت داری موجود تھا۔ اور کتاب اللہ جا بجا ان حضرات کی باہمی غم غواری، ہمدری و انصاف پسندی کو بیان فرماتا ہے جس کا تھوڑا سا نمونہ درج بالا آیات سے بھی معلوم ہو رہا ہے۔ اندیشہ طوالت سر پر سوار نہ ہوتا تو مزید آیات اور انکی تفسیر لکھنے سے گریز نہ کیا جاتا مگر ہمیں مطلوب مختصراً بس نمونہ دکھانا ہے۔

جرح:

صحابہ کرام غاصب تھے۔ فدک وخلافت غصب کئے جانے کے قصے عامی شیعہ تک کو معلوم ہیں۔ کتابوں کی کتابیں اس بے ہودہ الزام سے بھری ہوئی ہیں۔ ناصر حسین نجفی کی کتاب فتوحات شیعہ کے صفحہ 75 پر لکھا ہے۔ جب حضرت ﷺ نے رحلت فرمائی تو منافقین ومہاجرین وانصار مثلاً عبدالرحمٰن بن عوف ابوبکر وعمر وغیرہ نے اہلبیت رسالت کو اسی حالت میں چھوڑ دیا اور ان کی تعزیت کو نہ آئے اور نہ متوجہ تجہیز وتکفین ہوئے بلکہ سقیفہ بنی ساعدہ میں غصب خلافت کیلئے گئے۔

(فتوحات شیعہ ص75)

صفائی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''جان لو بے شک جو کچھ غنیمت میں تم پاتے ہو تو بے شک اسمیں سے خمس اللہ کیلئے ہے اور اس کے رسول کیلئے اور قرابت داروں کیلئے۔'' (الانفال)

اس آیت میں جہاد کے ذریعے حاصل ہونے والے مال کا حکم بیان کیا گیا ہے کہ اس مال غنیمت میں سے خمس نکالا جائے گا جس کے مصارف ارشاد فرمائے۔ اللہ کیلئے، یہ صرف برکت کیلئے فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے کہ وہ مال کا ضرورت مند ہو، رسول اللہ کیلئے اور قرابت دار یعنی اہلبیت کیلئے ہے، ارباب دانش ذرا غور فرمائیں جہاد تو صحابہ کرام کرتے تھے پر اس جہاد کی کمائی اہل بیت پر خرچ ہوتی تھی گویا صحابہ مزدوری کر کے لاتے اور سایہ تلوار میں حاصل کیا ہوا

مال آکر اہلبیت پر خرچ کرتے تھے یہ وہ خوبصورت طرز صفائی اور طریقہ برأت الزام ہے جو اللہ پاک نے خود اختیار فرمایا کہ جو خون کی ندیاں عبور کر کے اور اپنے عزیز ترین جسم و جان کو تلواروں کی بوچھاڑ میں ڈال کر کافروں سے مال حاصل کرتے تھے وہ لاکر خاندان رسول کی خدمت عالیہ میں حاضر کر دیتے تھے بھلا خون پسینے کی کمائی اہلبیت پر قربان کرنے والے غاصب ہو سکتے ہیں؟ لو اب تو خود اللہ پاک نے بتا دیا کہ جنہیں وہ غاصب کہتے ہیں وہ کفیل ہیں مال خرچ کرنے اور اہل بیت کو پالنے میں ظاہری اسباب مہیا کرنے والے ہیں اس ارشاد ربانی کے بعد کوئی جج اور صاحب انصاف عاقل تو کیا پاگل وشقی بھی اس الزام و جرح کو قبول نہیں کر سکتا۔

جرح:

صحابہؓ ریاکار تھے محض دکھلاوے کیلئے وہ ایمان وعمل کرتے تھے۔

صفائی:

اللہ تعالیٰ نے کئی مواقع پر ان کے جذبہ حسن نیت کو بیان فرمایا ہے۔ سورۃ فتح کی آخری آیات میں ارشاد ہے:

''وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اسکی نعمت کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔'' (الفتح 29)

سورۃ اللیل میں ارشاد ہے:

''مگر وہ اپنے رب کی مرضی تلاش کرتے ہیں جو اعلیٰ (بلند) ہے۔'' (اللیل)

اِن آیات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کا عمل ریاکاری اور دکھلاوے کے لیے نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ لوگ خالص رضائے الٰہی کے لیے ہی کرتے تھے جو کچھ کرتے تھے۔

محترم حضرات! اگرچہ یہ عنوان خاصا تفصیل طلب ہے اور ایک ایک الزام و جرح پر کئی کئی آیات پیش کی جا سکتی ہیں مگر چونکہ اس وقت زیر بحث صرف یہی ایک مسئلہ نہیں دیگر کئی مسائل اور اعتراضات کی اصلیت منکشف کرنا باقی ہے لہٰذا ہم نے اختصار سے کام لیتے ہوئے چند جرحوں کا جواب بزبان قرآن نقل کر دیا ہے کہیں کہیں ایک سے زائد آیات محض حصول تشفی کیلئے درج کی ہیں۔ ہمارا مطلوب یہ عرض کرنا ہے کہ شیعہ قوم تمام منکرین اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے اسلامی مقدمہ کو مجروح کرنے پر صدیوں سے زور صرف کر رہی ہے۔ اور ایک خاص نقطہ نظر سے عیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے گواہوں پر حملہ آور ہے۔ چنانچہ جب کبھی شیعہ مسلک کی کسی کتاب کو کھولا جاتا ہے تو اوراق کی سیاہی اسلامی مقدمہ کو سیاہ کرنے کی جسارت معلوم ہوتی ہے جس قدر بدزبانی اور خبث باطن کا برملا اظہار صحابہ کرام کے خلاف شیعہ لوگوں نے کیا ہے مذاہب عالم کی تاریخ میں شاید اس کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب صفحۂ ہستی پر ایسا نہیں ملے گا جس نے ان کی طرح دجل سے کام لیا ہو۔ چنانچہ بالکل مختصر سا یہ خاکہ ہم نے ارباب انصاف کی خدمت میں فقط کتاب اللہ کی روشنی میں عرض کیا ہے۔ جس سے قارئین اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ لوگ کس طرح صحابہ کرام پر جرح کرنے میں بے باک ہو چکے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی منقبت و رفعت مقام کی حفاظت میں کس قدر اپنے احکامات کو نازل فرمایا گویا صحابہ کرام کی عدالت وصفت

شہادت قائم رکھنے کی کتاب اللہ میں پوری رعایت رکھی گئی ہے۔

اہلبیت رسول ﷺ کا گواہ ہونا

اب اگر ہمارے کرم فرما یہ فرمائیں کہ صرف صحابہ کرام ؓ ہی کا خاتم النبین ﷺ کی نبوت پر گواہ ہونا ہی کیوں ضروری ہے بلکہ اصل میں تو اہلبیت آپ ﷺ کے گواہ ہیں کیونکہ وہی نبی کے گھر والے بھی ہیں اور وصی بھی، دین ان کے گھر آیا ہے لہٰذا گواہ بھی وہی ہوئے۔

ہم اہلسنت والجماعت اپنے محبوب کریم ﷺ کے دین اعتدال کے راہی عرض کرتے ہیں کہ ہمارے محبوب ﷺ نے جو کچھ ہمیں عطا فرمایا ہے ہم اسے ہرگز چھوڑنے کو تیار نہیں جیسے صحابہ کرام ؓ ہماری محبتوں کا مرکز، ایمان کی اساس اور عقیدت کا مرکز ہیں اسی طرح ہمارے قلب وجگر کے مالک ہماری آنکھوں کا نور اور دل کی راحت اور چین ہمارے پیارے محبوب ﷺ کی آل، اولاد، خاندان اور اہلبیت ہیں ہم ہرگز ہرگز ان دونوں نعمتوں سے اعراض کرنا حرام جانتے ہیں کسی ایک آنکھ کی قربانی دینا ہمارے لئے ممکن نہیں اگرچہ روافض کا حربہ ہمیشہ اکسانے اور افراط وتفریط کی طرف کھینچنے کا رہا ہے مگر ہمارے اسلاف نے دامن حق کو چھوڑنا اور راہ صواب کو خیر باد کہنا کبھی بھی گوارہ نہیں کیا بلکہ جس طرح دشمن اصحاب رسول کی تباہ آخرت دیکھ کر ایک طرف اس پر افسوس ہوتا ہے تو دوسری طرف ایمانی غیرت کو دھچکا لگتا ہے اسی طرح خوارج وغیرھم کی دیدہ دہنی اور اہلبیت رسول کے بارے میں غلط افکار پر رگ حمیت پھڑک اٹھتی ہے اور قوت برداشت جواب دے دیتی ہے مگر جان لینا چاہیے کہ اصول شہادت کی رعایت ہر عدالت میں رکھی جاتی ہے اگر باپ بیٹے کی گواہی دے یا گھر والا گھر والے کی گواہی دے تو یہ ایک خاندان یا گھر کی حد تک تحریک بند ہو کر رہ جاتی ہے۔ معترض کہہ سکتا ہے کہ گھر والوں نے تو اپنے فرد کو ہی سچا کہنا ہے لہٰذا یہ گواہی مجھے قبول نہیں۔ بلاشبہ اہلبیت رسول دین حق کی اساس اور ایمان کی رگ حیات ہیں۔ مگر اصول شہادت کے پیش نظر مقدمہ کو ہر اعتراض سے مبرا رکھنے کی غرض سے ایک ایسا گواہ لایا جاتا ہے جس پر گھریلو یا خاندانی رعایت رکھنے کا اعتراض بھی نہ ہو سکے۔ اس لئے ہم نے عرض کیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ میں جس نبوت کا دعویٰ پیش کیا گیا ہے اس میں شاہد والذین معہ کو بنایا گیا ہے۔ جس میں اصحاب رسول اور خاندانِ پیغمبر دونوں طرح کے حضرات شامل ہیں۔

ایک غلطی کا ازالہ

چونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی آئینی حیثیت کو مجروح کرنا سخت درجہ کا جرم ہے اور بدقسمتی سے ایسے مجرم کو ایک بڑے طبقہ نے محض اس وجہ سے مسلمان تسلیم کرلیا ہے کہ ان کا دعویٰ حب اہلبیت ؓ رسول کا ہے اور بلاشبہ اہلبیت ؓ سے محبت رکھنا علامت ایمان ہے لہٰذا ایک بڑے طبقہ نے ان کے محض دعویٰ کو درست جان کر اہل ایمان کا ایک گروہ قرار دے دیا ہے جبکہ حق یہ ہے کہ یہ حُبِّ اہلبیت نہیں دراصل بغض صحابہ ؓ ہے جس کا اظہار ان کی کتب حتی کہ چھوٹے بڑے پمفلٹ تک میں نظر آتا ہے لہٰذا ضروری معلوم ہوا کہ اس مختصر عریضہ کے آخر میں ہم صحابہ کرام پر جرح کرنے والوں کا حکم بھی کتاب اللہ ۔۔

معلوم کریں تا کہ ان کرم فرماؤں کے بارہ میں درست رائے اختیار کرنے میں کوئی دقت باقی نہ رہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی صحابہ کرام ﷡ کی شاہدانہ حیثیت بیان فرماتے ہوئے ان کے اوصاف جلیلہ اخلاق فاضلہ، عبادت نافعہ اورغرضِ عبادت بیان فرمانے کے بعد ان کی ایک مثال بیان فرمائی تا کہ یہ جاننے میں ذرا برابر دقت نہ رہے کہ وہ جماعت جن کے اوپر اوصاف مذکور ہوئے ہیں وہ کون لوگ ہیں۔

اعداء صحابہ کا حکم

پوری وضاحت سے جب واضح فرمادیا کہ اس مثال کا مصداق صحابہ کرام ہیں جن میں اکابر صحابہ کرام مثلاً سیدنا صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ، حیدر کرارؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، ابوعبیدہؓ ابن جراح وغیرہ بالیقین شامل ہیں تو پھر آخر میں اس جماعت کے بارے میں دو مختلف آراء کا ذکر فرمایا ایک رائے تو صاحب جماعت کی ہے جو اس جماعت کی عمدہ تربیت، پر خوش ہوتا ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں دوسری رائے اُن لوگوں کی بتائی ہے جن میں تندی، غلظت، غضب، ناراضگی و ناپسندیدگی کے احساسات پائے جاتے ہیں۔ پس صحابہ کرام کے مبارک نام کو سن کر جن کے چہرے سیاہ پڑ جائیں غیظ و غضب وغصہ میں کباب ہو جائیں ایسوں کا نام قرآن پاک میں کفار بتایا ہے۔

اس ایک ہی جملہ ''لیغیظ بھم الکفار'' کو پڑھ کر اربابِ علم جان سکتے ہیں کہ جارحین کا قرآنی حکم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسوں کیلئے کیا حکمنامہ جاری فرماتے ہیں۔

تحقیقی دستاویز والوں کا تعارف

محترم قارئین کرام مذکورہ بالا معروضات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ قرآن پاک صحابہ کرام کیلئے ہر اس اعتراض والزم کا جواب ارشاد فرماتا ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذوات قدسیہ پر عائد کیا جاتا ہے۔ اب انصاف کا تقاضہ یہ تھا کہ اپنے ہی بقول کتاب وسنت کی روشنی میں صحابیت کی اتباع واقتداء کا دعوی کرنے والے ان واضح ارشادات ربانی کے سامنے سرخم تسلیم کر لیتے مگر ہمارے کرم فرماؤں نے نہ صرف انصاف وعدل کا خون کیا بلکہ اپنے ہی اصول اور کہی ہوئی بات کی دھجیاں بکھیر دیں حالانکہ ان کی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر یہ ہے کہ ''بلکہ کتاب وسنت کو مدنظر رکھ کر کسی کی پیروی کی جائے۔'' (تحقیقی دستاویز ص 58)

گرامی قدر قارئین صحابہ کرام کے بارے میں کتاب اللہ کے ارشادات گزر چکے اور ارشادات محبوب ﷺ اقو' صلحاء بھی چند ایک بطور نمونہ کے ہم عرض کریں گے یہ سب کچھ واضح ہونے کے بعد بھی مرتبین نے روافض و اہل بدعت کیلئے ارشاد فرمودہ احادیث کو اصحاب رسول پر چسپاں کرنے کی ظالمانہ حرکت کی ہے بلکہ صاف لفظوں میں اپنی اصلیت کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بہت سے اصحاب جادہ حق سے ہٹ گئے تھے۔

(تحقیقی دستاویز ص 61)

یہ فیصلہ اب قارئین کرام کے ذمہ ہے کہ وہ قرآن وسنت کو مدنظر رکھ کر اصحابؓ کی پیروی کا دعویٰ کر کے بھی قرآن و

سنت سے رضاء الٰہی، جنت، مغفرت، اجر عظیم، پکا ایمان، رشد و ہدایت، صراط مستقیم، مخلص، متقی، صادق، عادل، سخی وغیرہ کے عظیم الشان تمغے حاصل کرنے والوں پر زبان درازی کرتے ہیں اور وہ بھی واشگاف لفظوں میں۔ کیا یہی قرآن و سنت کی اتباع ہے؟

صحابہ کرام محبوب کائنات ﷺ کی نظر میں

اس ضمن میں محض نمونے کی چند روایات کا ترجمہ عرض کرتے ہیں تفصیل کیلئے اصحاب صحاح کے مستقل ابواب مناقبت اور علامہ ابن حجرؒ سمیت اکابرین امت کی مستقل کتب مناقب صحابہ کے عنوان سے موجود ہیں ان کی طرف مراجعت فرمائیں۔

1- ارشاد فرمایا:

''لوگو! میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرنا میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرنا ان کو میرے بعد اعتراضات کا نشانہ نہ بنانا۔ جو ان سے محبت کرے گا تو مجھ سے محبت کی بنا پر ان سے محبت کریگا اور جو ان سے دشمنی رکھے گا تو مجھ سے دشمنی کی وجہ سے ان سے دشمنی رکھے گا۔ جس نے ان کو ایذا دی (ستایا) اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی عنقریب اللہ تعالیٰ اسے عذاب میں مبتلا کرے گا۔'' (مشکوٰۃ ص 554 عن الترمذی)

2- ارشاد فرمایا:

''لوگو! میرے صحابہ کی عزت کرتے رہنا کیونکہ بلاشبہ وہ تم سے بہتر ہیں۔'' (مشکوٰۃ ص554)

3- ارشاد فرمایا:

''جس مسلمان نے درخت کے نیچے (بیعت رضوان) میرے ہاتھ پر بیعت کی یقیناً وہ جنت میں جائے گا۔'' (ترمذی)

4- حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ کا ایک غلام آپ ﷺ کی خدمت میں انکی شکایت لایا اور دوران شکایت کہا کہ حاطب آگ میں داخل ہوگا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تو نے جھوٹ کہا وہ کبھی آگ میں داخل نہ ہوگا اس لئے کہ وہ بدر اور حدیبیہ کی بیعت میں شریک صحابی ہے۔ (ترمذی)

5- حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں تو کہو تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔ (ترمذی)

6- حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص میری رسالت کی گواہی دے میں اسے اس بات سے روکتا ہوں کہ وہ میرے صحابہ کے متعلق کوئی بری بات کہے بے شک اللہ ان سے راضی ہو چکا ہے اور اللہ نے اپنی کتاب میں ان کی اچھی تعریفیں کی ہیں پھر میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میرے صحابہ کے متعلق میری وصیت کا خیال رکھنا کیونکہ جب لوگوں نے میرا ساتھ چھوڑا تو انہوں نے مجھے سینے سے لگایا لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو انہوں نے میری تصدیق کی، لوگوں نے میرے ساتھ جنگ کی تو انہوں نے میری مدد کی دراصل یہی میرا مقصود

تھے۔ (کنز العمال)

7- بزار محدث نے حضرت جابرؓ سے نقل کیا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہ کو پیغمبروں کے سوا باقی تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے اور ان میں سے چار یار ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ کو چن کر میرے خاص صحابی بنا دیا۔ پھر ارشاد فرمایا میرے سارے صحابہ میں بھلائی ہے۔ (رواہ صحیح، مجمع الزوائد)

8- حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میرے صحابہ کے متعلق اچھی گفتگو کی تو وہ نفاق سے بری ثابت ہوا اور وہ مومن ہے۔ جس نے میرے صحابہؓ کی بدگوئی کی وہ میری سنت کا مخالف رہا، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بری جگہ ہے رہنے کی۔ (ریاض النضرہ)

9- حضرت علیؓ سے آپ ﷺ کا ارشاد۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس موجود تھا اور حضرت علیؓ بھی پاس بیٹھے تھے آپ ﷺ نے فرمایا اے علیؓ میری امت میں ایک گروہ ہوگا جو اہلبیت کی محبت کا دعویٰ کرے گا اور صحابہ پر طعن و تشنیع انکی علامت ہوگی۔ ان کو رافضی کہا جائے گا ان سے جنگ کرنا کیوں کہ وہ مشرک ہوں گے۔ (طبرانی اس کی سند حسن ہے)

10- ہمارے کرم فرماؤں کو فضائل وصی میں خاصی مہارت حاصل ہے ان کے نزدیک وصی ہی سارے دین کا محافظ ہوتا ہے۔ وصی کے بغیر جو دین ہوتا ہے بصورت قرآن ہو یا نبی اکرم ﷺ کا فرمان وہ ناقص غیر تام ہوتا ہے۔ وصی کے فضائل و مناقبت اس کثرت سے سنائے جاتے ہیں کہ ایک ان پڑھ عامی شیعہ بھی وصی کا لفظ سنتے ہی کھلکھلا اٹھتا ہے گویا اس کے ذوق کی بات ہوئی۔ ہم اپنے کرم فرماؤں سے درخواست کریں گے کہ واقعی آپ وصی سے حقیقی محبت رکھتے ہیں اور آپ کو واقعی آپ ﷺ کی طرف سے وصیت کیے جانے والے کا پاس لحاظ ہے تو اس فرمان حیدر کرار رضی اللہ عنہ پر کان دھرو اور اپنے طرز فکر کا قبلہ درست کرو۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

''اپنے نبی کے صحابہؓ سے متعلق اللہ سے ڈرنا کیونکہ وہ آپ ﷺ کے ''اوصی'' ہیں یعنی آپ ﷺ نے صحابہ کے حق میں وصیت خیر فرمائی ہے۔''

محترم قارئین!

ان چند ارشادات سے ہمارا مطلوب صرف نمونہ دکھانا تھا ورنہ آپ ﷺ نے اپنی جماعت کے مناقب اس کثرت سے ارشاد فرمائے ہیں (کہ عدوان اسلام کو شدید غصہ آنے لگا) کہ ایسا کیوں ہوا۔ چنانچہ اصحاب رسول ﷺ نامی کتاب کا مصنف صحابہ کرام، راویان حدیث کو اپنے جیسا کوئی قلم کار سمجھ کر تنقید کرتا ہے کہ انہوں نے اس قدر اصحاب رسول ﷺ کے مناقب کیوں بیان کئے آخر میں تحریر کرتا ہے:

''یوں لگتا تھا کہ پیغمبر کا اپنے درباریوں کی مدح سرائی کے علاوہ کوئی کام نہ تھا۔'' (اصحاب رسول ﷺ ص 58)

اس عبارت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے کرم فرماؤں کا صحابہ کرام سے بغض کس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ اگر پیغمبر اسلام ﷺ بھی ان کے بارے میں کلمات خیر ارشاد فرمائیں اور کثرت کے ساتھ بیان فرمائیں تو یہ ان کو بھی معاف کرنے کو تیار نہیں اور غصہ میں پیغمبر کے ساتھ کوئی کلمہ ادب تک لکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔ لیکن اتنی بات بہر حال معلوم ہو جاتی ہے کہ کثرت فضائل و مناقب کا ہمارے کرم فرماؤں کو بھی اعتراف ہے۔

کچھ نواب صاحب کے بارے میں

مرتبین تحقیقی دستاویز نے اپنے اوپر ہونے والے دوسرے اعتراض کا جواب ارشاد فرماتے ہوئے وضاحتی طور پر جناب علامہ نواب وحید الزمان حیدر آبادی کے دو حوالے ان کی کتابوں سے نقل کیے ہیں گویا یہ تاثر دیا ہے کہ شیعہ قوم کی وکالت کرتے ہوئے صحابیت کا جو درست معیار ہے وہ نواب صاحب نے انوار اللغۃ وغیرہ میں لکھا ہے۔ اور اس کی شیعہ کرم فرما تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نہایت اچھے انداز میں اس بات کی یوں وضاحت کرتے ہیں۔ الخ (ص58)

جواباً ہم عرض کرتے ہیں کہ قارئین کرام ذرا انصاف سے یہ عبارت ملاحظہ فرما کر تحقیقی دستاویز کے صفحہ 152 تا 155 بھی ملاحظہ فرمالیں۔ جس میں عنوانات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بکواسات،، اللہ تعالیٰ جب آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے تو عرش اس سے خالی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کرسی پر بیٹھتا ہے آتا جاتا ہے وغیرہ۔ یہ ہے نواب صاحب جن کی اللہ تعالیٰ کے بارے میں بکواسات پر مصنوعی غصہ کا اظہار ہے۔ یعنی یہی نواب صاحب صحابہ کرامؓ کے بارے میں تو شیعوں کا وکیل بن گیا لیکن جب اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کی قلم نے تبرا بازی شروع کی تو اسی نواب کو سنیوں کے روپ میں سامنے لا کھڑا کیا۔

قارئین کرام یہاں شیعہ مہربان نواب صاحب کو شیعہ وکیل کے طور پر پیش کرتے ہیں ہمارا بھی یہی کہنا ہے کہ نواب صاحب آزاد خیال نواب ہی تھے نوابوں کی اپنی ہی روش ہوتی ہے قلم کے ہتھوڑے سے جس کو چاہا توڑا جس کو چاہا مروڑا۔ یہ نواب صاحب کبھی تو صحابہ دشمنی کا اظہار حدیث پاک کا نام لیکر کرتے ہیں تو کبھی اہلبیت کی آڑ میں اور کبھی امام مہدی کی آڑ میں۔ مقصد ان کا صحابہ کرام سے دشمنی ہے اور جو صحابہ کا دشمن ہو اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بکواسات کرے تو یہ کچھ بعید نہیں۔ ہمیں اس پر ہرگز اعتراض نہیں کہ شیعہ لکھاریوں نے اپنی وکالت میں نواب صاحب کو کیوں آڑ بنایا صرف اتنا عرض ہے کہ کم از کم اپنے گھر کا گند ہمارے دروازے پر ڈال کر یہ ڈھنڈورا تو نہ پیٹا جائے کہ ہماری طرح مسلمان بھی گندے ہیں۔

بہر حال یہ حقیقت ہے کہ نواب صاحب شیعہ ہو گئے تھے ان کے اپنے گروپ کا بھی یہی کہنا ہے۔ چنانچہ اسی انوار اللغۃ کے مقدمہ میں ''مؤلف کا مذہب'' کا عنوان قائم کر کے لکھا گیا ہے کہ موصوف نے مذہبی طور پر کئی روپ بدلے اپنے بھائی کی صحبت نے نواب صاحب کو غیر مقلد تو بنا دیا مگر علمائے اہل حدیث ان کی چابک دستیوں کی وجہ سے ان سے سخت ناراض رہے۔ مقدمہ کی عبارت ہے کہ ان کے بعض تفردات سے شیعی عقائد کے ساتھ ہم آہنگی بھی ظاہر ہوتی تھی اسی وجہ سے اکابر علمائے اہل حدیث نے ان سے پرزور بے زاری کا اظہار کیا۔ (مقدمہ انوار اللغۃ ص3)

اور تحقیقی دستاویز والوں کا بھی یہی فرمان ہے چنانچہ صفحہ نمبر 59,58 پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ جہاں انہوں نے دو اقتباسات نواب صاحب کے اور ایک امام جعفر صادق کا قول اور ایک سید اسد حیدر کا قول نقل کرنے کے بعد لکھا کہ اصحاب رسول کے بارے میں شیعہ موقف سابقہ اوراق پر بیان کیا جا چکا ہے۔

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ نواب صاحب نے شیعہ قوم کی وکالت کی ہے نواب صاحب نے خود بھی خم ٹھونک کر اپنے اور اپنی قوم کا شیعہ ہونا لکھا ہے چنانچہ ان کی بڑی مشہور کتاب نزل الابرار ہے جس میں موصوف لکھتے ہیں: **اهل الحديث شيعة عليؓ يحبون اهل بيت النبى ﷺ**۔ (نزل الابرار ص 7)

اس صاف وضاحت کے بعد نواب صاحب کی کتابوں کو مسلمانوں کے کھاتے میں ڈال کر الزام دینا پرلے درجے کی حماقت اور بدترین دھوکہ ہے۔

تضاد بیانی کی حد

صفحہ 60 کی پہلی لائن میں کرم فرماؤں کا کہنا ہے کہ (شیعت پر تہمت لگائی جاتی ہے کہ وہ صحابہ کو مرتد اور منافق سمجھتے ہیں۔

ابھی صرف ایک صفحہ کا سفر طے نہ ہوا تھا کہ صفحہ 61 کی ابتدائی سطروں میں لکھا کہ احادیث رسول سے یہ واضح طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت کی وفات کے بعد بہت سے اصحاب جادہ حق سے ہٹ گئے تھے۔ ص 61 کے ذیل میں چند احادیث کا حوالہ دیکر پھر وہی کچھ کہنا چاہا جس کو ابھی ایک صفحہ پیچھے تہمت قرار دے رہا تھا۔ تضاد بیانی کی آخر کوئی حد بھی تو ہوتی ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے اے منافق میں نے تجھے کب منافق کہا ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ کرم فرماؤں کی یہ کوئی نئی عادت نہیں بلکہ اسطرح کی تضاد بیانیاں شیعہ مذہب میں ایسی رائج ہیں کہ ان کا خاصہ اور عادت لازمہ اور خصلت مانعۃ الخلو بن چکی ہے۔ محترم قارئین ایسے ہی یہ لوگ عوام الناس کو بھی دھوکہ دیتے ہیں۔ لوگوں کو کہا ہم صحابہ کو مانتے ہیں اور ساتھ کم علموں کے سامنے ایسے طریقہ سے تبرا کرتے جانا کہ وہ مذہب ناشناس مسلمان بالکل بے خبر دیکھتا رہے۔

شبہ کا علمی ازالہ یا جہالت و دھوکہ بازی

یوں تو کسی نہ کسی بہانے شیعہ قوم صحابہ کرام سے اپنے بغض و عناد کا اظہار کرتی ہی رہتی ہے مگر تحقیقی دستاویز کے لکھاریوں نے اس میدان میں کچھ خاص مہارت پائی ہے۔ وہ تبرا بھی کرتے ہیں اور ساتھ یہ اعلان بھی کرتے جاتے ہیں کہ ہماری کتابیں مناقب صحابہ سے بھری پڑی ہیں۔ حتیٰ کہ ایک شبہ کا علمی ازالہ میں جہالت دھوکہ بازی اور تبرا بازی کی انتہا کر دی اور شبہ کا ازالہ میں چار احادیث نقل کر کے ان کا غلط مطلب اخذ کرتے ہوئے ان احادیث کو صحابہ کرام کی ذوات اقدس پر فٹ کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ ایک شبہ کا علمی ازالہ میں جو تیر مارا اس کو بھی ذرا ملاحظہ فرمائیے۔ روضہ کافی کی وہ روایت جس میں ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد 3 کے سوا تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔ اس کے بارے میں لکھا ہے۔ یہ اعتراض چند وجوہ کی بنا پر ناقابل اعتبار ہے۔ (ص 60)

1- راوی حنان بن سدید واقفی مذہب کا ہے جو حق کا مخالف اور جہنمی ہے۔

2- تسلیم کر بھی لیا جائے تو کوئی سقم نہیں کیونکہ ثابت ہے کہ بہت سے اصحاب جادہ حق سے ہٹ گئے تھے۔ (ص61)

1- جواباً عرض ہے کہ کاتب صاحبان اتنے بڑے عالم اور محقق ہیں کہ لفظ ''چند'' کا مطلب جاننے سے بھی قاصر ہیں۔ اتنا علم بھی نہیں کہ جس کے جواب ہی صرف ایک دو ہوں ایسی روایت کے جواب ''چند وجوہ'' کی صورت میں لکھ دینا جاننے والوں کا طرز نہیں۔ ارباب علم و دانش ان محققین کا حال ملاحظہ فرمائیں جو کہتے ہیں یہ روایت چند وجوہ کی بنا پر نا قابل اعتبار ہے اور جواب میں ایک صورت نا قابل اعتبار ہونے کی اور ایک قابل اعتبار ہونے کی لکھ ماری۔ نا قابل اعتبار تو اس لئے کہ حنان بن سدید واقفی مذہب ہونے کی وجہ سے جہنمی اور حق کا مخالف ہے۔ جبکہ دوسری وجہ قابل اعتبار ہونے کی لکھی کہ اس میں کوئی سقم نہیں کہ واقعی صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔ اب وہ چند وجوہ کون سی ہیں جن کی بنا پر یہ روایت نا قابل اعتبار ہے؟ کیا ایک وجہ لکھنے کا نام چند ہے۔ نامعلوم کاتبوں نے اپنے نفس کو دھوکہ دیا، عوام کو یا شیعہ قوم کو یا پھر ایک اور چند کے مطلب سے ہی آگاہ نہیں اور یا پھر تقیہ کیا۔ مگر جو بھی کیا علم والوں کے نزدیک برا کیا۔ اندر کی جہالت ٹپک کر منظر عام پر آ پڑی۔ جس مذہب کے محققین کا یہ حال ہو اس مذہب کے عوام کا حال تو پھر خوب تر ہوگا۔

2- کاتبوں کا یہ کہنا کہ یہ روایت نا قابل اعتبار اس لئے ہے کہ اس میں حنان بن سدید واقفی شیعہ ہے جو حق کے مخالف اور جہنمی ہوتے ہیں۔ اس لفظ سے شاید چند کم واقفوں کو تسلی ہو تو ہو ارباب علم کو دھوکہ دینا بہرحال مشکل ہے۔ اس لیے کہ اہل علم جانتے ہیں کہ ابن سدید کی طرح کئی جہنمی اور مخالفین حق یہی روایت نقل کرتے ہیں۔ چلو یہ تو واقفی شیعہ ہونے کی وجہ سے جہنمی ٹھہرا اور جھوٹی روایات کا راوی ہوا باقی ناقلین روایت کا کیا حل تلاش کرو گے کیا یہ بہتر نہیں کہ ایسے راویوں اور ان کے مذہب کو ہی اسلام سے الگ کوئی واقفی یا اس جیسا نام دے کر دوسرا مذہب قرار دے دیا جائے اور ان پر بھی وہی فتویٰ صادر کیا جائے جو ابن سدید کیلئے تحقیقی دستاویز والوں نے تجویز کیا ہے۔ اگر ہمارے کرم فرما تحقیقی دستاویز والے ہماری یہ گزارش قبول فرمالیں تو یقین جانئے نہ صرف اپنے اوپر اور اپنے مذہب پر بلکہ قوم اور وطن پر بھی احسان ہوگا کہ جو لوگ آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام کو مرتد قرار دیتے ہیں وہ سب واقفی شیعہ یا واقفی شیعوں کی طرح کے جہنمی اور مخالفین حق ہیں ایسا کہنے والا کوئی بھی ہو فتویٰ برابر ان پر نافذ ہوگا اگرچہ وقت کا نائب امام، ایۃ اللہ یا شریعت مدار ہو۔ شاید کرم فرماؤں کو اصرار ہو کہ اور کون ہیں جو اس روایت کے ناقل ہیں تو عرض ہے اپنی کتابوں کی مراجعت فرمایئے اور دسیوں راویوں کا نام پایئے جو اس طرح کی روایت کے ناقل و راوی ہیں۔

بطور نمونہ کے تشیع کی عمدہ کتاب کا صرف ایک حوالہ روایت کے ساتھ ہم عرض کرتے ہیں۔ رجال کشی میں ہے۔ عن علی بن عبدالحکیم عن سیف بن عمیرہ عن ابی بکر الحضرمی قال قال ابو جعفر ارتد الناس الاثلثه نفر سلیمان و ابو ذر و المقداد۔ الخ۔ (رجال کشی ص16، ناشر: مؤسسہ الاعلیٰ مطبوعات کربلا)

اس روایت میں آگے چل کر حضرت سلمان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان تین میں سے سلمان کا دل ان (صحابہ کرامؓ) کی طرف مائل ہوا پھر دوبارہ وہ حق کی طرف پلٹے۔ اس روایت میں بھی وہی الفاظ ہیں جو فروع کافی میں تھے جبکہ ان راویوں میں کوئی ابن سدید نام کا راوی موجود نہیں ہے تو یہاں کس کو واقفی اور جہنمی قرار دیا جائے گا؟ پھر

3- اس پرلطف یہ ہے کہ اس روایت کی بنا پر اعتراض کرنے والے ان کے نزدیک نافہم ہیں۔ یعنی یہ کرم فرمافہیم اور عقل مند ہیں جن کو ایک اور چند کا فرق بھی معلوم نہیں ہے۔ اور وہ نافہم و ناسمجھ ہیں جنہوں نے ان کے کفریہ عقیدے سے نقاب اتار ڈالا۔ سبحان اللہ!

4- کیا خوب انصاف ہے۔ پھر ثانیاً کہہ کر ان کی تائید بھی کرنے لگے جنہوں نے اس عبارت کا گستاخانہ رویہ ظاہر کیا تھا۔ کہ یہ مطلب بھی ہو تو درست ہے کیونکہ بہت سارے اصحاب جادہ حق سے ہٹ گئے تھے۔ گرگٹ رنگ بدلنے میں کچھ تو دیر لگاتی ہوگی مگر ہمارے کرم فرما تو رنگ بدلنے میں گرگٹ سے بھی زیادہ ماہر ہیں۔

اس روایت کی توثیق

عام لوگوں کو دھوکہ دینے کے ہزار حربے شیعہ ملت کے پاس ہیں مگر دھوکہ تو دھوکہ رہتا ہے کبھی حقیقت نہیں بن سکتا، فروع کافی کی جس روایت کو اپنی بدنامی کے خوف سے ناقابلِ اعتبار قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے یہ صرف عوام کو دھوکہ دینے کی جسارت ہے ورنہ شیعہ ملت کے امام المحدثین اس روایت کو نہ صرف معتبر بلکہ مضبوط روایت قرار دیتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد تمام مسلمان العیاذ باللہ مرتد ہو گئے تھے صرف تین آدمی صحیح مسلمان رہے تھے چنانچہ عین الحیات میں شیعہ ملت کا سرخیل ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:

''احادیث بسیار از ائمہ اطہار صلوات اللہ علیہم وارد شدہ است کہ جمیع صحابہ بعد از وفات حضرت رسول مرتد شدہ و از دین برگشتن، مگر سہ کس سلمان و ابوذر و مقداد۔'' (عین الحیات ص3)

فارسی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ائمہ اطہار صلوات اللہ علیہم سے بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں کہ حضرت رسول کی وفات کے بعد تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔ صرف ۳ افراد باقی بچے وہ تین افراد سلمان، ابوذر اور مقداد تھے۔

شیعہ محدثین کے پیشوا اور معتبر ترین ہستی اس روایت کو کوئی خبر واحد یا ایک آدھ شخص کا قول قرار نہیں دے رہی بلکہ احادیث کی بڑی تعداد اور وافر ذخیرہ جو معصوموں سے منقول ہے وہ یہ مضمون بیان کر رہا ہے اس امامی مقتدا کے قول کے بعد تحقیقی والوں کا اِس روایت کو ناقابلِ اعتبار قرار دینا سوا دھوکہ کے اور کیا کہلا سکتا ہے؟

محترم قارئین حضرات یہ ہیں کرم فرما جو اس طرح کی فریب کاریوں سے عامۃ الناس کے ایمانوں پر شب خون مارنے چلے ہیں کاش کوئی ان فریب کاریوں سے آگاہ ہو کر محبوب کائنات ﷺ کی بھولی امت کو بیدار کرتا۔

احادیث رسول ﷺ کے ذریعے دھوکہ

شیعہ لکھاریوں نے اہل بدعت و منافقین کے بارے میں محبوب کائنات ﷺ کے فرمائے ہوئے ارشادات کی آڑ لے

9A

کر جماعت رسول مقبول ﷺ کو ان احادیث کا مصداق قرار دینے کی غلیظ ترین کوشش کی ہے۔ ان احادیث میں تصریح نہیں کہ وہ لوگ کون تھے جن کے بارے میں یہ ارشادات زبان پیغمبر پر جاری ہوئے۔ محض الفاظ کے لغوی معانی کو آڑ بنا کر عامۃ الناس کو گمراہ کرنے کی جسارت کی۔ حالانکہ یار لوگوں نے یہ روایات جس مقام سے نقل کی ہے وہاں پر اس روایت کی وضاحت موجود ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ یہاں پر جو لفظ اصحابی استعمال ہوا ہے اس کا مطلب کیا ہے اور معنی کی تعیین میں قرائن کیا ہیں مگر دھوکہ بازی کے سوداگر کسی صحیح معنی اور مطلب کو کیا جانیں انہیں تو پاک ناموں سے اپنے عقائد کی گندگی بکھیرنی ہے جہاں تک بکھیر سکیں۔ قبل اس کے کہ ہم احادیث کا مطلب واضح کریں لفظ صحابی کے معنیٰ کو ذہن نشین کر لیا جائے۔

صحابی کا لغوی و اصطلاحی معنی

لفظ ''صحابی'' صاحب سے ہے۔ جس کا لغت کے اعتبار سے معنی ہے۔ ''ہمراہی، ساتھی۔''

اور اصطلاح میں صحابی کہتے ہیں اس شخص کو جو ایمان کی حالت میں آپ ﷺ کی صحبت میں تھوڑی دیر یا بہت دیر رہا ہو۔ اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو۔ (ہدیۃ الشیعہ ص 56)

جاننا چاہیے کہ جب کوئی لفظ کسی خاص شے کیلئے اہل عرف کے نزدیک مقرر کر لیا جائے تو پھر لغوی معنی کا اعتبار نہیں رہتا بلکہ جب کبھی وہ لفظ بولا جائے تو اہل عرف کا مقرر کیا ہوا مطلب ذہن میں آتا ہے نہ کہ اس کا لغوی معنی جیسے صلوۃ، صوم، کہ انکا لغوی معنی تو دعا اور بچنا ہے مگر اب صلوۃ بول کر دعا کا مطلب ذہن میں نہیں آتا بلکہ چند مخصوص ارکان و حرکات پر مشتمل اس خاص طریقہ عبادت کا تصور ذہن میں آتا ہے جسے نماز کہتے ہیں۔ علی ہذا القیاس صحابی، صحبت یافتہ ہم نشین کے معنی میں باعتبار لغت کے استعمال ہوتا ہے مگر اہل عرف نے اس لفظ کو خاص اس برگزیدہ جماعت کیلئے چن لیا ہے جو بحالت ایمان خاتم المعصومین ﷺ سے صحبت یافتہ ہوا اور ایمان کے ساتھ دار فانی سے کوچ کیا ہو ورنہ تو ابو جہل وغیرہ پر بھی اس لفظ کا استعمال ممکن ہوگا کیونکہ اس کو بھی آپ ﷺ کے پاس بیٹھنا میسر ہوا تھا، مگر اہل عرف بخوبی آگاہ ہیں کہ اس کا قائل کوئی بھی نہیں لہٰذا لفظ صحابی بول کر ہم نشین، ہمراہی والا لغوی معنی مراد لینا پرلے درجہ کا دھوکہ ہے جیسا کہ لفظ شیعہ کا استعمال لغوی معنی والا مراد لینا دھوکہ بازی ہے کہ اول؛ اس کا معنی ایک گروہ تھا بعد کے ادوار میں ایک خاص گروہ جو مسلمانوں کے متوازی ایک الگ مذہب کا موجد و موسس طبقہ ہے اس کا نام پڑ گیا۔ لہٰذا اب سابق مفہوم کو لاحق قوم پر فٹ کر دینا عدل و انصاف کا خون کرنا ہے۔ پس واضح ہوا کہ صحابی کا لفظ بول کر لغوی معنی مراد لینا اور اس کو اصطلاحی صحابی پر منطبق کر دینا حد درجہ کی زیادتی اور خیانت ہے۔

نوٹ: لفظ صحابی اہل السنہ کے نزدیک شرف فضیلت ہے جبکہ تشیع کے ہاں صحابیت کوئی شرف فضیلت نہیں اور نہ یہ منصب بذات خود کوئی منقبت ہے۔ (تحقیقی دستاویز ص 65) لہٰذا صحابی کی وہی تعریف معتبر اور قابل قبول ہوگی جو تعریف کرنے والے اس لفظ کو شرف فضیلت سمجھتے ہوں اور جن کے ہاں یہ لفظ کوئی شرف فضیلت ہی نہیں رکھتا ان کی تعریف معتبر نہیں ہوگی پس مقام صحابیت کی بحث میں اہل السنہ کی تعریف ہی معتبر ہے۔

لفظ صاحب سے دھوکہ بازی کا گرم بازار

چنانچہ ہمارے کرم فرماؤں نے لغوی معنی کو بنیاد ٹھہرا کر ان لوگوں کو مجروح کرنے کی جسارت کی ہے جن کی مدح و توصیف سے سینہ قرآن لبریز ہے۔ چنانچہ ان احادیث میں اصحاب وغیرہ الفاظ کا استعمال کر کے فراڈ کیا کہ ان اصحاب سے وہی اصحاب مراد ہیں جو خاتم الانبیاء کے صحبت یافتہ و تربیت یافتہ تھے۔ حق یہ ہے کہ ان احادیث سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے سینوں میں اصحاب رسول کا بغض تھا اور وہ طرح طرح سے اصحاب رسول پر زبان طعن دراز کرتے رہتے تھے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں کبھی کبھار حالات کا جائزہ لینے یا جاسوسی کے ارادہ سے حاضر بھی ہوتے تھے مگر ان کے دل میں ایمان نہ تھا۔ لغت کے اعتبار سے ان کو اصحاب یعنی ساتھی کہا جا سکتا ہے جیسا کہ ان روایات میں ہے مگر اصطلاح شرع اور عرف عام میں یہ صحابی نہ تھے کیونکہ ان کو حقیقی ایمان لانے کی دعوت دی جاتی اور دل صاف کر کے قبول ایمان کا حکم دیا جاتا تو یہ اسے قبول نہ کرتے تھے بلکہ الٹا صحابہ کرامؓ پر زبان دراز کرتے اور ان حقیقی ایمان کے حامل صحابہ کرامؓ کو "سفیہ" کم عقل کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا تذکرہ قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ سورۃ بقرہ کے دوسرے رکوع میں ارشاد ہے:

و اذا قیل لھم امنوا کما امن الناس قالوا انومن کما امن السفھا۔

"جب ان (زبانی دعویٰ کرنے والوں) کو کہا جاتا کہ تم ایمان ایسے لاؤ جیسے صحابہ کرام ایمان لائے تو کہنے لگے کیا ہم ان سفیہ (کم عقلوں) کی طرح ایمان لائیں؟ الخ۔"

اس آیت کو سامنے رکھیے اور احادیث پر نظر ڈالئے بات بخوبی سمجھ میں آجائے گی کہ یہ احادیث بغض صحابہ سے لبریز لوگوں کے بارے میں ارشاد ہوئیں مگر چور مچائے شور چور چور، کے مصداق کرم فرما الٹا ان لوگوں پر ان احادیث کو منطبق کرنے کی لومڑیانہ حرکت کرتے ہیں۔ قرآن پاک کا یہ حکم چونکہ تاکید کیلئے ہے لہٰذا اب بھی جب قرآن کے قاری قرآن کا یہ حکم پڑھتے ہیں تو قالوا انومن کہنے والوں کی ذریت بجائے دعوت حق کو قبول کرنے کے اپنے باپوں کی زبان بولنے لگتی ہے یقین نہ آئے تو تحقیقی دستاویز کے صفحات 62,61 کو ملاحظہ فرمائیں۔

ان احادیث میں واضح طور پر یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جن لوگوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا وہ بدعتی ہوں گے۔ اگر ان احادیث کے تناظر میں دیکھا جائے تو بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ یہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں فرمایا گیا کہ ان کے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں ہوں گے مدینہ منورہ میں محسن انسانیت ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ایک طبقہ کھڑا ہوا کہ ہم نماز بھی پڑھیں گے روزہ بھی رکھیں گے وغیرہ باقی تمام ارکان اسلام کی بجا آوری کریں گے البتہ زکوٰۃ ہم نہیں دے سکتے لہٰذا ہمیں زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ تاریخ اسلام سے معمولی آگاہی رکھنے والا بخوبی جانتا ہے کہ ایک طبقہ دین کے احکامات میں سے ایک حکم زکوٰۃ کا انکار کر رہا تھا اور صدیق اکبرؓ اس حکم دین کی بقا کیلئے جنگ پر آمادہ ہو چکے تھے۔ کہ ایک رسی بھی زکوٰۃ کے حکم سے کم نہ کی جائے گی۔ ان منکرین زکوٰۃ کے بارے میں یوں حکم ہوا کہ چونکہ رسالت مآب ﷺ کی حیات مبارکہ میں یہ اصحاب کے نام سے معروف تھے آپ بھی فرمائیں گے کہ میرے اصحاب ہیں تو فرشتے بتائیں

گئے کہ یہ حکم خدا کو توڑنے والے منکرین زکوٰۃ وغیرہ ہیں جن کو جہنم میں ڈالا جائے گا اگر قوت انصاف ہو تو آج بھی دور صدیقی میں ہے۔ زکوٰۃ کے مرتکبین کا پتہ چلایا جا سکتا ہے اور ان کی باقیات کو ڈھونڈا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے ہماری نشاندہی مذہبی لڑائی اور فرقہ واریت قرار دے دی جائے لہٰذا بہتر ہے کہ پاکستان کا نظام زکوٰۃ ہی ملاحظہ کر لیا جائے کہ کون ہیں منکر زکوٰۃ؟؟؟ کہ زکوٰۃ کٹوتی کے وقت پاکستان بھر میں بنکوں میں رکھی رقم سے زکوٰۃ کٹتی ہے مگر کچھ وہ بھی ہیں بینک جن کی رقم سے زکوٰۃ نام کی کوئی رقم نہیں کاٹ سکتا!!! جو بھی ہوں یہ احادیث ان لوگوں کیلئے ہیں نہ کہ محبوبان محبوب خدا کے واسطے۔ اے عقل والو! ذرا غور کرو۔

امام بخاری کی نظر میں حدیث کا ترجمہ حدیث سے

امام بخاری نے وہ روایات جن کی بنا پر تحقیقی دستاویز والے اپنے مشن تبرا کی مشین چلا رہے ہیں ان کو نقل کر کے پھر اُن کا مطلب اور ترجمہ بھی بذریعہ روایت بیان فرمایا ہے چنانچہ بخاری کے ص490 پر یہ روایت درج ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر میرے اصحاب میں سے اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال کو پکڑ کر لایا جائے گا میں کہوں گا یہ میرے صحابی ہیں تو مجھے کہا جائے گا کہ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد دین سے پھر گئے تھے اپنی ایڑیوں پر پس میں وہی بات کہوں گا جو عبد صالح حضرت عیسیٰ بن مریم نے کہا تھا: **و کنت علیهم شهیدا الخ فانك انت العزیز الحکیم** کہ میں ان پر نگران تھا جب تک میں ان کے درمیان میں موجود تھا اور جب تو نے مجھے وفات دے دی تو آپ ہی ان پر نگران ہیں اور آپ ہر ایک چیز پر گواہ ہیں اگر آپ ان کو عذاب دیں تو یہ آپ کے ہی بندے ہیں اور اگر آپ ان کی مغفرت فرما دیں تو بے شک آپ غالب حکمت والے ہیں۔ اس کے بعد بخاری میں ہے:

ذکر عن ابی عبداللّٰہ بن قبیصه قال هم المرتدون الذین ارتدوا علی عهد ابی بکر فقاتلهم ابوبکر۔

کہ امام بخاریؒ نے اپنے استاد قبیصہ سے نقل کیا کہ ان مرتدوں سے (جن کا ذکر حدیث میں ہے) وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں مرتد ہو گئے اور اُن کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قتال کیا۔

(بخاری ج1 ص490 باب واذکر فی الکتاب مریم پ13 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اِس روایت میں تعلیقاً امام بخاری اپنے استاد کے ذریعہ روایت کا مطلبِ خود واضح فرما رہے ہیں اِس سے مراد وہی منکریں زکوٰۃ اور اسلامی حدود سے نکل جانے والے لوگ ہیں جو خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبرؓ کے زمانے میں اسلامی حدود و قیود سے نکل گئے اور ان کے خلاف مجاہدین اسلام نے جہاد کیا۔ اب اس روایت کی بنا پر صحابہؓ پر زبان طعن دراز کرنا اور یہ کہنا کہ صرف تین کے سوا باقی سب مرتد ہو گئے کیا یہ پرلے درجے کا دجل نہیں؟؟؟

اصحابِ رسول ﷺ کے بارے میں حیدرِ کرار کا ارشاد

احادیث میں موجود اصحاب کے لفظ سے دھوکہ دینا تو آسان ہے البتہ علم و فراست سے کام لیکر اس لفظ کا درست محل تلاش کرنا عقل والوں کا ہی کام ہے۔ ان احادیث کا جو محل کرم فرماؤں نے ڈھونڈ نکالا ہے وہ خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی چلانے کے مترادف ہے۔ حیدر کرار، اسد اللہ الغالب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانہ خلافت میں

ساتھیوں کو خطاب میں فرمایا۔

میں نے محمد ﷺ کے اصحابؓ کو دیکھا ہے، میں تم میں سے کسی کو بھی ان جیسا نہیں پاتا وہ دن کو دھول میں اٹے ہوئے ہوتے تھے اور رات سجدوں اور قیام میں گزارتے تھے وہ کبھی اپنی پیشانیاں زمین پر رکھتے تھے اور کبھی رخسار۔ جب اللہ کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھیں آنسو برساتیں۔ یہاں تک کہ گریبان تر ہو جاتے، عذاب کے خوف اور ثواب کی امید سے ایسے لرزتے اور کپکپاتے جیسے تیز آندھی میں درخت کی حالت ہو۔ (اُردو ترجمہ نہج البلاغہ ج 1 ص 21 عیون الاخبار ج 3 ص 301 ' ارشاد المفید ص 138)

حیدر کرارؓ جنہیں ہمارے کرم فرما تو بہت کچھ کہتے ہیں ان کا فرمان صحابہ کرامؓ کے بارے میں یہ ہے اور یہ ارشاد اس وقت کا ہے جب حضور اکرم ﷺ کے بعد ارتداد کا اندیشہ بھی نہ تھا اور غصب خلافت کی بات بھی نہ تھی کیوں کہ یہ فرمان رسالت مآب ﷺ کی رحلت کے بعد کا ہے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ کی اس صاف گو وضاحت کے بعد تحقیقی دستاویز والوں کی تحقیق بری طرح پنکچر ہو جاتی ہے۔ سچ وہی ہے جو کہ حیدر کرارؓ نے فرمایا اور اس کے خلاف جو کچھ ہمارے کرم فرماؤں نے لکھا ہے وہ کسی طرح بھی قابل التفات نہیں۔

حضرت جعفر صادقؒ کی وصیت

یہ احادیث اہل بدعت کے بارے میں ہیں اور صحابہ کرام اہل اسلام تھے اہل بدعت نہ تھے انہوں نے دین اسلام کی آبیاری کی اور رسوم و رواج کو اسلام کی حدوں میں داخل نہ ہونے دیا۔ اگر کسی نے بدعات وخرافات کو دین کا حصہ بنانے کی جسارت کی تو صحابہ کرامؓ نے اسے زور سے روک دیا اس کی بے شمار مثالیں خلافت راشدہ کی یادگار ہیں۔ ہم یہاں ان مثالوں کے ذکر کرنے کی ایسی گواہی لانا چاہتے ہیں جو گواہ ہمارے کرم فرماؤں کے ہاں معصوم ہے اور معصوم کی گواہی جھٹلانا ہلاکت ہے۔ چنانچہ ملت جعفریہ جن کو اپنا روح رواں قرار دیتی ہے وہ سیدنا حضرت جعفر صادقؒ ارشاد فرماتے ہیں:

> ''میں تم کو وصیت کرتا ہوں تمہارے نبی ﷺ کے اصحاب کے بارے میں کہ ان کو گالیاں نہ دینا انہوں نے آپ کے بعد نہ تو کوئی بدعت کی اور نہ کسی بدعتی کو پناہ دی۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے ان کے احترام کی وصیت فرمائی ہے۔'' (بحار الانوار ج 6 ص 744)

یہ گواہی صادق کی ہے جو صادق ہے اور صادقین کے ساتھ رہنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ (**کونوا مع الصادقین**) اس شہادت کے بعد ان احادیث کا رخ صحابہ کرام کی طرف تو نہیں جاتا البتہ کرم فرما اپنی خیر منائیں کہ ان خرافات سے محبوبان خدا کو ایذا پہنچانے والے کا انجام آخرت میں کیا ہونے والا ہے۔

بدعات کی وعیدات صحابہ کرام کے لیے نہیں ہیں

وہ کریم رب جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شرف صحبت سے بلند مقام عطا فرما چکا ہے وہ اپنے پیاروں کے مقام و مرتبہ کی حفاظت کرنا بھی جانتا ہے۔ لہٰذا ہمارے محترم قارئین اللہ تعالیٰ کا حفاظتی انتظام بھی ملاحظہ فرمائیں اور ان کرم فرماؤں کی کم عقلی بھی ملاحظہ فرمائیں کہ خود اپنے ہاتھوں اپنے قلم سے اپنی ہی بات کو سر بازار ذبح کیسے کرتے ہیں۔ تحقیقی دستاویز میں

حضرت ام سلمہؓ کی روایت یوں نقل کرتے ہیں۔

حضور اکرمﷺ نے فرمایا میرے اصحاب کچھ ایسے بھی ہیں کہ میں انہیں دیکھنا نہیں چاہتا اور میری وفات کے بعد وہ مجھے نہ دیکھ پائیں گے۔

اس حدیث نے تحقیقی دستاویز میں بیان کردہ اوپر کی تینوں احادیث میں لفظ اصحاب کے ابہام کو کسی قدر واضح فرما دیا کہ جن اصحاب کے بارے میں وعیدات ہیں یہ وہ اصحاب ہیں جن کو میں دیکھنا نہیں چاہتا۔ محترم حضرات آپ اس حدیث پاک کو بار بار ملاحظہ فرمائیے اور غور فرمائیے کہ جس بات کو وہ چھپانا چاہتے تھے اللہ پاک نے اسے کیسے ان کے ہی ہاتھوں واضح فرما دیا۔ اتنی بات تو واضح ہے کہ جن کو حضورﷺ دنیا میں دیکھنا پسند نہیں فرماتے۔ تھے اوپر والی احادیث کا محل وہی لوگ ہیں اور جن سے بات بات میں مشورہ کرتے، رشتے ناطے، غار اور مزار میں ساتھ رکھتے رازو نیاز کی باتیں کرتے اور ان کو خوشخبریاں دیتے، جنت کا پیغام سناتے اور اللہ کے سلام پہنچاتے تھے وہ ان احادیث کا محل نہیں ہیں۔ اب بتاؤ تقیہ بازوں کے ہاتھ کیا آیا؟ کی کرائی پر پانی پھیر بیٹھے۔

صحابہ کرام وہ ہیں جنہیں آپ محبت کے ساتھ دیکھنا چاہتے تھے

یہ کس قدر واضح بات ہے کہ وعیدات ان کیلئے ہیں جن کو حضور اکرمﷺ دیکھنا بھی نہیں چاہتے۔ لہٰذا جن کے ہاں قیام وطعام ہو، جن کے حجرہ میں قیامت تک کے لیے آرام ہو اور جن کی توصیف کا لبوں پہ کلام ہو۔ جن کی رفاقت ومحبت کو بعد از وفات بھی دوام ہو وہ ہرگز ان احادیث کا مصداق نہ ہوں گے۔ بلکہ یہ جملہ بھی قابل غور ہے کہ بعد از وفات وہ مجھے نہ دیکھ پائیں گے۔ جو شخص اب روضہ انور پر حاضر ہوتا ہے نظر پڑے تو روضہ اطہر میں دو یار نظر آتے ہیں ساتھ محبوب کائنات کا وجود مسعود موجود ہے یعنی یہ تو وہ ہیں جو دنیا سے جا کر بھی اپنے محبوب سے جدا نہ ہوئے لہٰذا اس روایت نے کہ جسے خود کرم فرماؤں نے اپنے قلم سے رقم کیا ہے چھاپنے کا بوجھ اور سرف زر برداشت کیا۔ اس نے واضح کر دیا کہ ان احادیث کا محل کرم فرماؤں کا ارشاد کیا ہوا نہیں ہے بلکہ کوئی اور ہے اور جن کو آپ دیکھنا چاہتے ہیں وہ محبوبان محبوب خدا آپﷺ کے بعد ایک دو نہیں لاکھ سے زائد تھے جن سے آپﷺ کو حقیقی محبت تھی جب ہی تو آپ باوجود علالت کے آخری ایام میں دو گواہوں حضرت علیؓ وعباسؓ کو ساتھ لیکر اپنی پیاری جماعت کو محبت کی نگاہ سے دیکھنے مسجد نبوی میں نماز کے وقت تشریف لائے تھے تاکہ یہ دونوں حضرات گواہ بن جائیں کہ مجھے اپنے پیارے یاروں سے حقیقی محبت ہے اور میں زندگی میں اگر چہ چلنا مشکل ہو گیا ہے اور تم دونوں کے سہارے چل رہا ہوں۔ پر محبت سے انہیں دیکھنا چاہتا ہوں اور یہ تمام لوگ بعد از موت مجھے دیکھ سکیں گے لہٰذا تم دونوں گواہ ہو جاؤ کہ کہیں اہل بیت کا نام لے کر کوئی یوں نہ کہنے لگے کہ آپﷺ تو صحابہؓ کو دیکھنا بھی نہ چاہتے تھے اور پھر حیلے بہانوں سے وہ زبان بدر دراز کرنے لگے۔

وہ جن کو آپ دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے

اگر ہمارے کرم فرمایوں کہیں کہ پھر وہ کون لوگ تھے جنہیں آپ دیکھنا پسند نہیں فرماتے تھے ہم عرض کرتے ہیں کہ جن

لوگوں کو آپ دیکھنا نہیں چاہتے تھے یہ وہی لوگ تھے جو زبان سے دعویٰ اسلام کا کرتے تھے اور اس دعویٰ اسلام کے باوجود نبوت کی دستار عزت پر زبان دراز کرتے تھے اور صدیقہ کائناتؓ جیسی پاکیزہ بیوی پر الزام دھرتے تھے اور ایسے طور پر پروپیگنڈہ کرتے کہ بعض مخلص ایمان والے بھی ان سے متاثر ہو جاتے۔

اور وہی لوگ تھے جنہوں نے صحابہ کرامؓ کے درمیان بیٹھ کر پرانی دشمنی کے تذکرے چھیڑے اور صحابہ کرام کو آپس میں لڑانا چاہا حتیٰ کہ لڑائی شروع ہوگئی مگر یہ تو زمانہ نبوت کا تھا کہ رسالت مآب ﷺ نے موقع پر پہنچ کر اس غلط فہمی کو دور فرما دیا۔

اور وہی لوگ تھے جنہوں نے مسجد نبوی کے مقابل مسجد ضرار تعمیر کی تھی۔ اور یہ وہی لوگ تھے جو صحابہ کرام کے درمیان جنگ وجدل کرانا چاہتے تھے یا صحابہ واہلبیت کی باہمی لڑائیاں اور دشمنیاں ظاہر کرتے اور ان دونوں کو جدا کرنا چاہتے ہیں۔ مسجدوں کے مقابل بارے بناتے ہیں وغیرہ وغیرہ اور یہ لوگ آپ ﷺ کی زیارت سے محشر میں بھی محروم ہی رہیں گے۔ یہ ایسی پہچان ہے جو ذرا سی عقل رکھنے والوں کو بھی ہو سکتی ہے کہ کون ہے جو پیغمبر اسلام کی عزت پر زبان دراز کرتا ہے اور کون ہے جو صحابہ کرام کے باہمی لڑائی جھگڑے سناتا پھرتا ہے اور محبوبان خدا کو ایذائیں دیتا پھرتا ہے۔ یہ سب کچھ اتنا واضح ہے کہ محتاج وضاحت نہیں۔

ہم انہی چند وضاحتوں پر اکتفا کرتے ہیں اہل فراست کی تسلی کیلئے تو کافی ہونگی ان شاء اللہ۔ اور ضدیوں کا علاج کہیں دریافت نہیں ہوا۔ یہ بات ان وضاحتوں سے الم نشرح ہوگئی کہ احادیث ان منافقین کے بارے میں ہیں جن کا ایمان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مخالف سمت پر تھا ان کی بدبختی یہ تھی کہ وہ اپنے کو ایمان والا اور صحابہ کرام کو العیاذ باللہ سفیہ کہتے تھے ان کے دل میں ادب واحترام نام کی کوئی چیز نہ تھی بلکہ وہ صحابہ کرام کے احترام کو کوئی ایسا اہم مسئلہ نہ جانتے تھے جس کی وجہ سے ایمان میں خلل واقع ہوتا ہو یہی وجہ ہے کہ وہ بات بات پر ان مقدس ومقبول لوگوں پر تنقید کرتے جاتے تھے اپنی ان بری عادات کی وجہ سے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نظروں سے گر گئے اور اس قدر گرے کہ رحمت عالم ﷺ کی رحمت والی نظر کرم سے محروم ہو گئے بلکہ خود انکی آنکھیں زیارت رسول ﷺ سے محروم ہوگئیں۔

شیعہ کی محاکمانہ نظر پر ایک نظر

تحقیقی دستاویز کے صفحہ 64 پر مقام صحابہ کے متعلق شیعہ سنی موقف پر ایک رافضی کا (جسے سنی بنا کر پیش کیا گیا) ایک محاکمہ پیش کیا گیا ہے۔ محاکمہ میں جو دجل وفریب کے پہاڑ کھڑے کئے گئے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ دھوکہ بہرحال دھوکہ ہی ہوتا ہے بظاہر محاکمہ کے لکھاری کو سنی بلکہ فخر اہل سنت بتایا گیا ہے مگر پورے کلام میں شیعہ کی وکالت یا نمک حلالی سے ایک عام شخص بھی اندازہ لگا سکتا ہے کہ لکھاری صاحب کسی مرض کے مریض ہیں۔ ایسے عقل مند ہیں کہ خود اپنی ہی تحریر سے اپنا بھانڈہ پھوڑ بیٹھتے ہیں چنانچہ یہی کچھ اس محاکمہ میں ہوا۔ کرم فرما نے بہت ضبط کیا اور خوب بات بنانے کی کوشش کی مگر بے چارے پھر بھی لیک ہو ہی گئے لکھتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ میں سنی العقیدہ مسلمان ہوں میں اس لحاظ سے صحابہ کے متعلق علمی منہج کو اخلاقی منہج پر ترجیح دے سکتا ہوں۔ علمی واخلاقی منہج کی یہ صاحب یوں وضاحت کرتے ہیں کہ سنی محض اخلاقی

طور پر احترامِ صحابہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جبکہ شیعہ علمی منہج پر قائم ہے۔ گویا یہ صاحب کہنا چاہتے ہیں کہ صحابہ کے بارے میں جو شیعہ مسلک ہے وہی علمی منہج میرا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ صاحب سنی کیسے ہیں جبکہ ان کے نزدیک شیعہ مذہب مضبوط علمی دلائل و براہین کی بنیاد پر قائم ہے۔ مزید یہ کہ صحابہ کرام کی ذوات قدسیہ کی بنا پر ہی شیعہ سنی تفریق کا آغاز ہوتا ہے۔ جو حد فاصل ہے اس پر تو موصوف شیعہ کی صف میں کھڑے ہیں مگر دعویٰ پھر بھی سنی ہونے کا ہے۔ اس قول و فعل کے تضاد کی عقدہ کشائی کے بعد جو حالت موصوف کی ہو گی ایک عام آدمی بھی اس ذلت پر ڈوب مرے مگر غیرت سے عاری لوگوں کو ایسی رسوائی سے کیا کہ بے عزتی اس کی ہوتی ہے جس کی عزت ہو۔ بہتر ہوتا جو موصوف صاف صاف اپنے اندر کی کہانی سنا دیتے کہ پردہ کشائی کے بعد والی رسوائی بھی نہ ہوتی اور بات تو جس نے کرنی ہے اسے کون روک سکتا ہے۔ گویا بات بھی بن جاتی اور رسوائی بھی نہ ہوتی۔

محترم قارئین کرام اس صاف دھوکہ بازی کے بعد تو پورے محاکے کی ہوا خراب ہو گئی مگر پھر بھی ہم اس محاکے کی چند باتیں عرض کئے دیتے ہیں تا کہ مزید تسلی ہو جائے۔

محاکمہ نگار کی خیانت اور تقیہ بازی

جھوٹ بولنا شیعہ مذہب کا مونوگرام اور علامتی نشان ہے مگر محاکمہ نگار کچھ زیادہ ہی ماہر فن معلوم ہوتے ہیں چنانچہ انہوں نے محاکمہ میں ایسے صاف جھوٹ بولے ہیں کہ کوئی شریف آدمی تو شریف رذیل بھی اس کے تصور سے کانپ جائے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں۔

1- شیعہ مذہب مضبوط علمی منہج پر قائم ہے۔ (ص65)

کیا خوب بولے، شرم تو شرم والوں کو آتی ہے۔

سچ یہ ہے کہ شیعہ مسلک نہ مضبوط ہے نہ علمی منہج پر، مضبوط اتنا کہ حیدر کرار کو بھی مجبور بنا کر گلے میں رسیاں ڈلواتے اور دربار خلافت میں حاضر کرتے اور بیعت کرواتے ہیں۔ مسلک کی کیا خوب مضبوطی ہے کہ بغیر تقیہ کے دین کا کھ نہیں بچتا۔ جھوٹ بولنے اور تقیہ کی پناہ گاہ میں ہی امن نصیب ہو سکتا ہے ورنہ قرآن پاک بدلا، خلافت چھنی، محسن ساقط ہوا، پر یہ مضبوط مسلک صرف مضبوط ہی رہا اور اسے کچھ بھی نہ ہوا۔ باقی جہاں تک علمی منہج کی بات ہے تو باب علم کے نام پر لاکھوں بٹورنے والے معصوم و محفوظ کا فرق بھی نہیں جانتے، علم کا سمندر اتنا ٹھاٹھیں مارتا ہوا بہتا ہے کہ قال قال رسول اللّٰہ تک جا ہی نہیں سکتا بلکہ علم کی سند راستے میں ہی دم توڑ دیتی ہے۔ یعنی قال ابو جعفر سے آگے کچھ نہیں جانتے۔ البتہ کربلا کے راوی خوب علم و عرفان کے آفتاب و مہتاب تھے اس لئے اب بس "آواز آئی ہے" رہ گیا کہاں سے آئی اس کا کچھ پتہ نہیں۔

2- صحابیت ہو یا قرابت اس کی آڑ میں کسی کو بھی غیر شرعی جرح کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ (ص66)

اگر یہ قانون واقعی درست ہے تو محاکمہ نگار نے جو صحابہ کرامؓ پر ظالمانہ حملے کر کے ان کی مقدس ذوات کو مجروح کیا، کیا ان کے لیے بھی کوئی سزا ہے؟ صحابیت و قرابت کی بنا پر کسی کو قانون شرعی توڑنے کی اجازت نہیں اگر واقعی یہ قانون

درست ہے تو ملاحظہ کیجئے۔ شیعہ قوم حیدر کرار کو مسجد میں ازدواجی تعلقات قائم کرنے کو درست بتا رہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔
احتجاج طبرسی میں ہے:

و لا یحل لاحد ان یقرب النساء فی مسجد رسول الله ﷺ ولا یبیت فیه جنب الا علی و ذریته علیهم السلام۔ (احتجاج طبرسی ص206)

کسی شخص کیلئے حلال نہیں کہ وہ بیوی کے قریب جائے مسجد نبوی میں اور جنبی (غسل فرض والا) حالت میں مگر حضرت علیؓ اور ان کی ذریت (کہ وہ بیوی کے قریب جا سکتے ہیں اور جنبی ہو کر مسجد میں رہ سکتے ہیں)۔

محترم حضرات! یہ ہے محاکمہ نگار کا محاکمہ اور اس کی اصل دھوکہ بازی اور فریب کاری ہے، صحابہ کرام پر تبرا کرنے کیلئے جو اصول وضع کیا تھا وہ خود اپنے ہی گلے پڑ گیا۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ کیا یہی انصاف ہے اگر صحابہ کرام و اہل بیت کیلئے ضابطہ ایک جیسا ہے جیسا کہ اوپر کی دو مثالوں سے بھی یہی ظاہر کیا تو پھر احتجاج طبرسی کی اس وضاحت کا کیا حل ہے۔ نیز سید فرمان علی نے جو ترجمہ لکھا اسکی فہرست ملاحظہ فرمائیں۔ صفحہ 18 پر عنوان دے کر نیچے آیات و سورتوں کے حوالے لکھے گئے ہیں۔ جس کا عنوان ہے آپ ﷺ کا اور اہل بیت کا تکلیف شرعی سے آزاد ہونا۔ یعنی شرعی احکامات اور قانون اسلام سے اہل بیت آزاد تھے ان احکامات اسلام پر عمل کرنا کوئی لازم نہ تھا۔

3- شیعہ ہمیشہ مظلوم رہے ہیں۔ (ص67)

اگر شیعہ مظلوم ہیں تو ظالم کون ہیں۔ اگر کوئی سیدہ کی زبان سے پوچھے جب انہوں نے دشمنوں کے ماتم کو دیکھا تو فرمایا اگر یہ رو رہے ہیں پھر ہمیں کس نے مارا ہے؟

طلوع اسلام سے تا ہنوز سفاکی کی جو تاریخ انہوں نے رقم کی ہے اقوام عالم میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ صحابہ کرام کے خلاف بغض و حسد کے جو طوفان انہوں نے اٹھائے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ وہ سنیوں کو کنجریوں کی اولاد کہیں اور لکھیں کہ سنی ولد الزنا ہیں۔ (حق الیقین) مگر فخر اہل سنت کو پھر بھی ان کی مظلومت کی فریاد ہے یہ کمال کی نمک حلالی اور حق خدمت کی ادائیگی ہے۔

4- عجیب و غریب احادیث بھی صحابہ کے حوالے سے آگئی ہیں جو خلاف عقل و ذوق ہیں۔ (ص67)

ارباب دانش اس فخر اہل سنت کی سنیں کہ یہ کیا کہنا چاہتا ہے، فخر اہل سنت کو احادیث تو عجیب و غریب نظر آئی ہیں مگر صحابہ کو ظالم، کافر، مرتد، غاصب وغیرہ جیسے بدترین الفاظ لکھنے والا مضبوط علمی ستون نظر نہیں آتا کیا یہی ہے فخر اہل سنت؟ یعنی یہ سنی تو ہیں مگر سنیوں کی احادیث وغیرہ قبول نہیں اور یہ شیعہ تو نہیں مگر شیعہ کا مضبوط علمی منہج عزیز از جان ہے قرآن پاک میں ایسے ہی تقیہ بازوں کیلئے فرمان ہے۔

قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر۔

''تحقیق پھسل پڑا ان کے منہ سے ان کا بغض اور جو بغض و غضب ان کے سینوں میں (ابل رہا ہے) وہ اس سے

بھی بڑا ہے۔''

اور رہا معاملہ احادیث کا سو وہ نہ عجیب وغریب ہیں نہ عقل سلیم کے خلاف البتہ ذوق بد اور بیمار عقل رکھنے والے کو ان علوم کے بحرِ بے کنار سے آگاہی پانا ممکن نہیں۔ قرآن پاک کا فرمان ہے کہ ذالك الكتاب لا ريب فيه۔ اس کتاب (قرآن پاک) میں کوئی شک نہیں۔ مگر ایک بڑا طبقہ محض اپنی بیمار عقل اور ذوق بد کی وجہ سے قرآن مجید میں شک کرتا ہے اور ایمان نہیں لاتا۔ لہٰذا اگر ان صاحب کو احادیث خلاف ذوق نظر آتی ہیں تو یہ اپنے پیش رووں سے کچھ مختلف نہیں۔ عقل والوں کے لیے اشارہ ہی کافی ہے۔

5- معتدل شیعہ اور معتدل سنی میں کوئی فرق نہیں۔ (ص 67)

بے شک اگر سنی آپ جیسے ہوں تو پھر معتدل کیا متعصب بلکہ غالی شیعہ ہو تو ان میں اور آپ میں بھی کوئی فرق نہیں بلکہ آپ صاحب فراڈ و دھوکہ دہی میں کچھ ان سے بھی آگے ہی ہوں گے مگر معاف فرمانا جن کے اغیار سے فرق اور حدود فاصل ختم ہو جائیں۔ وہ سنی نہیں ہوا کرتے بلکہ اہل السنت والجماعت نام ہے حضور ﷺ اور صحابہ کرام و آل رسول سے انتہائی محبت اور حقیقی اطاعت کا۔ ہمارے محبوب ﷺ نے قرآن و حدیث دیا اہل سنت نے جان سے عزیز جان کر نہ صرف حفاظت کی بلکہ عملی پریکٹیکل کو پورے طور پر زندہ رکھا۔ اور محبوب کائنات ﷺ نے صحابہ واہلبیت عطا کئے تو اہل سنت والجماعت نے اپنی دونوں آنکھوں کی طرح محبوب رکھا اور حق غلامی ادا کیا۔ اس کے مقابل پارٹی نے کیا کارنامے اور گل کھلائے تاریخی دستاویز میں اس کا کچھ نمونہ دیکھا جا سکتا ہے۔

6- آل محمد ﷺ کی محبت پر شیعہ فخر ومباحات کرتا ہے۔ (ص 67)

یہ بھی خوبصورت زہر ہے جس پر میٹھا لگا کر سادہ لوح مسلمانوں کو پھنسانے کیلئے اختیار کیا ورنہ سچ پوچھو تو آل رسول پر مظالم کی نہ ختم ہونے والی تحریک شیعہ قوم کے دم خم سے معرض وجود میں آئی۔ رافضی مصنف قاضی نور اللہ شوستری کی مجالس المومنین پڑھیئے جس میں آل رسول کو کربلا میں انتہائی ظالمانہ طریقے سے شہید کرنے کے بعد اعتراف جرم کر کے توابین کے نام سے توبہ کرنے والوں کی خبریں نشر کی گئی ہیں۔ بلکہ نام بنام ان لیڈروں کا اقرار جرم بھی رقم ہے کہ ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہماری بے وفائی سے ہوا جو ہوا وغیرہ۔ (مجالس المومنین ص 344) نیز احتجاج طبرسی کا صفحہ 53، 54 مطالعہ فرمائیے۔ کس طرح شیعہ مصنف سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہرا کو حمار پر سوار کراتا ہے اور در در پھراتا اور فریادرسی کی صدائیں دلواتا ہے اور کس طرح حیدر کرار کے گلے میں رسیاں ڈلواتا اور حد درجہ ضعیف ظاہر کرتا ہے۔ توہین آمیزی کی جو روش ان رافضی قلم کاروں نے اختیار کی شاید کوئی یہودی بھی ایسا نہ کر سکتا ہو۔ ان دو شہادتوں کے بعد اہل بصیرت کو تو حقیقت حال سے آگاہی ہو ہی جائے گی کہ دشمنان آل رسول نے کس طرح سے اپنے فریب پر پردے ڈالے ہوئے ہیں مگر محاکمہ نگار رافضی کی بے بصیرتی کا علاج کون کرے جو اپنی ضد پہ اڑا ہوا ہے۔

7- شیعہ سنی اختلافات کی تشہیر عباسی حکمران کی سیاسی ضرورت تھی۔ (ص 67)

مسلمان حکمران تو سیاسی ضرورتوں پر دین حق کو قربان نہیں کرتے البتہ ماضی قریب کے خمینی نے سورہ اسلامیہ، لاشیعہ و لاسنیہ کا نعرہ بلند کر کے اہل اسلام کی آنکھوں میں ڈھول جھونکا اور جھوٹ بول کر اپنی سیاسی ضروریات کو پورا کیا۔ تقیہ اور ماتمی جلوس ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھیرنے کیلئے ایک سیاسی ضرورت کے طور پر استعمال کئے جاتے رہے ہیں۔ ایسی ضرورتیں خمینی جیسوں کو پیش آتی ہیں۔ محض عامۃ الناس کو دھوکہ دینے کیلئے یہ ایسے فقرے کسے جاتے ہیں کہ فلاں حکمراں نے ایسا کیا ورنہ بنو بویلھ کا عباسی اقتدار اور عباسی حکمرانوں پر مظالم ڈھانا خود دھوکہ باز محاکمہ نگار سے مخفی نہ ہوگا۔

8- معتدل شیعہ امامیہ (تکفیر شیخین) کے قائل نہیں۔ (ص67)

اس کہنے کا مطلب یہ ہے کہ متعصب شیعہ امامیہ تو قائل ہیں مگر معتدل تکفیر شیخین کے قائل نہیں۔ لہٰذا محاکمہ نگار کے نزدیک بھی دونوں کا حکم ایک جیسا نہیں۔ ارباب علم قلم کار کی دھوکہ بازی کے ساتھ جن کا نمک خور ہے ان کے ساتھ اپنی ناعاقبت اندیشی کی بنا پر دشمنی بھی ملاحظہ فرمائیں۔ یہ صاحب شیعہ کو مزید شیعہ یعنی ٹکڑے ٹکڑے بنانا چاہتا ہے جن میں سے بعضوں کو تو کافر بتا رہا ہے اور بعضوں کو بچانے کی فکر میں ہے۔ کرم فرماؤں کو ایسے دوست ملے کہ دشمنوں کی ضرورت ہی نہ رہی۔ چنانچہ محاکمہ نگار کی ایک نئی تقسیم بھی سامنے آگئی کہ بعض امامیہ معتدل ہیں جن کا مذہب اور دین دوسرا ہے جبکہ متعصب امامیہ کا مذہب اور ہے۔ اب ظاہر ہے جب دین مختلف ہے تو کتابیں اور طریقہ عبادت وغیرہ میں بھی فرق ہوگا۔ اس نئی تقسیم اور دریافت پر شیعہ قوم کو کچھ فائدہ ہو یا نقصان ہمیں اس سے فرق نہیں پڑے گا کہ اتنی بات ڈرتے ڈرتے دبے لفظوں تو شیعہ وکیل نے بھی تسلیم کر لی کہ شیعہ معتدل کا حکم وہ نہیں جو متعصب شیعہ تکفیر شیخین کرنے والوں کا حکم ہے۔ کیونکہ تکفیر شیخین کا عقیدہ کفر ہے۔ لہٰذا ایک طبقہ کا غیر مسلم ہونا تو آپ نے بھی مان لیا باقی دوسرے طبقہ کی وجوہ کفر ہم بتا دیتے ہیں کہ امامیہ فرقہ کا پورا گروہ خواہ متعصب ہو یا غیر متعصب وہ تکفیر صحابہ کے قائل ہیں۔ ملاحظہ ہو الاصول من الکافی ج 1 ص 420 طبع تہران پر الحسین بن محمد کی سند سے ابی عبداللہ کا قول اور اسرار آل محمد ص 43۔

اب دو شہادتوں سے واضح ہو گیا کہ تمام شیعوں کا عقیدہ صحابہ کرام کے بارے میں یہی ہے جو تاریخی دستاویز میں بتایا گیا ہے۔ لہٰذا ان کا بھی وہی حکم ہوگا جو ارشادات محاکمہ نگار سے معلوم ہو رہا ہے۔

9- نہ ہی وہ تحریف قرآن کے معتقد ہیں۔ (صفحہ 67)

اس جھوٹ کی کہانی کو ہم قبل ازیں اعتراض نمبر 1 کے جواب میں عرض کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائی جائے۔

10- تمام اسلامی مذاہب خمسہ۔ (تحقیقی دستاویز ص68)

ارباب علم پر تو اس کا جھوٹا ہونا آفتاب نیم روز کی طرح بالکل عیاں ہے۔ عامۃ الناس بھی جانتے ہیں کہ اہل سنت و الجماعت کے طبقات حنفی، حنبلی، شافعی، مالکی کا اختلاف محض فروعی مسائل میں ہے۔ نہ کہ عقائد میں۔ جبکہ یہ چار پاؤں کے بعد جو پانچویں پونچھ نتھی کی جا رہی ہے یہ عقائد ونظریات کی جنگ میں اہل اسلام کے مدمقابل کھڑے ہیں حتیٰ کہ صحابہ کرام پر بدزبانی کرنے میں محاکمہ نگار بھی ان کے ہی ہم نوا ہیں۔ اگرچہ دھوکہ بازی کرتے ہوئے اپنے آپ کو فخر اہل سنت قرار

دینے سے بھی باز نہیں آئے۔

سوا چار صفوں پر مشتمل اس محاکمہ میں ہر لفظ ہی عیب دار اور دھوکہ بازی کی بو سے اٹا ہوا ہے۔ آخر میں اہل قبلہ کو دعوت اتحاد دیتے ہوئے گویا ہیں اے اہل قبلہ ایسے کلمہ کی طرف آجاؤ جو ہمارے تمہارے درمیان مسلم ہے۔ قارئین کرام مقام فکر ہے کہ یہ قلم کار نظریات کی جڑوں پر کیسے کلہاڑے چلانا چاہتا ہے۔ قادیانی، خارجی، رافضی، اسماعیلی، واقفی، نیچری، سب ایک ہی قبلہ کے مدعی ہیں یہ درست ہے کہ محاکمہ نگار کا کلمہ ان سب کے برابر مساوی اور ہم وزن ہے یعنی جو کوشش قادیانی، بوہری، رافضی، خارجی وغیرہ کی ہے وہی محاکمہ نگار کی ہے اور وہ انہی کو دعوت اتحاد بھی دے رہا ہے۔ مگر اس لفظ کی حقیقت کو کون جانے۔ بالکل اسی طرح جس طرح یہود نے آپ ﷺ کو ''راعنا'' کہنا شروع کیا تو صحابہ نے اس کی تہہ میں جو تبرابازی تھی اس کو نہ سمجھ کر یہ کلمہ کہنا شروع کر دیا انہوں نے ظاہری معنیٰ ''رعایت والا'' سمجھا جبکہ یہودی کا مقصد کچھ اور تھا۔ یہ تو دور وحی کا تھا جو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو حقیقت حال سے آگاہ کر دیا کہ جو ظاہری مطلب تم جان رہے ہو ان بظاہر دعویٰ ایمان کرنے والے منافقوں کا مقصد وہ نہیں بلکہ توہین وتحقیر والا ہے۔ یہاں بھی بظاہر جس کلمہ کی دعوت وہ دے رہا ہے وہ کلمہ اس مطلب کا حامل نہیں جو دعوت اتحاد کا ہو بلکہ کسی دوسرے کلمہ کی دعوت ہے جو ناسمجھ لوگ ان کے اس کلمہ کو کلمہ اتحاد خیال کر رہے ہیں حالانکہ اتحاد وحدت نظریات کی بنا پر ہوتی ہے جبکہ پورے محاکمہ میں صرف جھوٹ سے کام لیتے ہوئے شیعہ کی ترجمانی کرنے والا ساری کوشش توہین صحابہ پر صرف کر رہا ہے۔ یہ شیعہ نمائندہ اگر شیعہ زبان شیعہ نام سے بولتا تو مسلمانوں کو فریب کھانے میں کچھ دیر لگتی مگر اس نے تو نام اہل حق کا استعمال کیا اور ترجمانی رافضیت کی کی۔ لہٰذا دھوکہ باز محاکمہ نگار صاف لفظوں میں ملت اسلامیہ کو تبرائی مشن میں شرکت کی دعوت دے رہا ہے۔

تیسرا اعتراض عقیدہ امامت

شیعہ لفظی طور پر ختم نبوت کے قائل ہیں لیکن فی الحقیقت عقیدہ امامت کی صورت میں وہ اس عقیدے کا انکار کرتے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب دینے پر قلم کاروں نے پورا زور صرف کیا اور ایک دو جھوٹ لکھنے کے سوا کچھ بھی نہ بن پڑا بالآخر علم کا سارا زور دو صفحوں سے باہر نہ نکل سکا۔ چنانچہ تحقیقی دستاویز والے کہتے ہیں کہ ہم ختم نبوت کے منکر کو کافر بلکہ واجب القتل کہتے ہیں۔ اس ضمن میں امام علی رضا کا قول کہ

1- تاقیامت کوئی نبی نہیں آئے گا جو ان کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے یا قرآن کے بعد کوئی کتاب الہامی طور پر پیش کرے تو اس کا خون حلال ہے۔

2۔ امام جعفر کا قول کہ آپ آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی الہامی کتاب نہ ہوگی۔

3۔ بحار سابع کے حوالے سے کہ ہم کسی امام کو نبی نہیں کہتے۔

الزامی جواب کہ اہل السنت نے صدیق اکبرؓ کو حضور اکرم ﷺ سے بڑا عالم قرار دیا وغیرہ۔

جواب:

یہ سارازورصرف کرنے کے باوجود اعتراض کا بوجھ کندھوں سے اتارنے میں قلم کار پوری طرح بلکہ بری طرح ناکام نظر آتے ہیں۔ختم نبوت جوملت اسلامیہ کا بلاخلاف متفق علیہ عقیدہ ہے۔عقیدہ امامت، صاف طور پراس کی نفی کرتا ہے جس پر کرم فرماؤں کا یہ کہنا کہ ہمارے امام نے فرمایا کہ حضور اکرمﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں یہ اُن پر ہونے والے اعتراض کا جواب نہیں۔ کیونکہ یہ تو اعتراض ہی نہیں ہے کہ تمہارے امام مسئلہ ختم نبوت پر کیا کہتے ہیں؟ شیعہ زبانی کلامی تو لوگوں کو یہی راگ سناتے ہیں کہ ہم ختم نبوت پرعقیدہ رکھتے ہیں ان پر اعتراض یہ ہے کہ عملی طور پر ان کا عقیدہ امامت عقیدہ ختم نبوت کی صاف نفی کرتا ہے اس پر طرہ یہ کہ اب جو دو قول امام جعفر اور علی رضا کے نقل کئے ان میں صاف طور پر انقطاع وحی کا اعلان موجود ہے۔ کہ آپﷺ کے بعد کوئی الہامی کتاب نہ آئے گی جبکہ شیعہ محدّث اعظم اپنی اصل الاصول یعنی الاصول من الکافی کے صفحہ 176 ج 1 کتاب الحجہ پر باب الفرق بین الرسول و النبی و المحدث'' لایا جس کی پہلی دونوں روایات میں امام پر نزول وحی کا عقیدہ بیان کیا ہے۔اب ایک طرف تو ختم نبوت کے ساتھ ختم وحی کا اعلان تو دوسری طرف صاف طور پر امام پر نزول وحی کا عقیدہ جس دوغلی پالیسی کا پتہ دیتا ہے وہ کسی عقل والے پر مخفی نہیں۔ یہ تضاد بیانی کیا شیعہ قوم کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کیلئے کافی نہیں؟

شیعہ کے نزدیک امام کی خصوصیات

شیعہ قوم نے جو خصوصیات امام کیلئے تجویز کی ہیں وہ کسی نبی کو دینے کیلئے تیار نہیں۔ان آئمہ کی خصوصیات ملاحظہ کرنے والا کبھی شیعہ کو عقیدہ ختم نبوت کا حامل قرار نہیں دے سکتا۔اس کی تفصیل تو خاصی لمبی ہے جس کے بیان کرنے کا یہاں موقعہ نہیں البتہ آپ حضرات ذرا خصوصیات آئمہ پر طائرانہ نظر ڈالیئے۔

1- امام ماں کے پیٹ میں ہی اللہ کا ذکر کرتا ہے اور سورۃ انا انزلنا اور تمام آیات تلاوت کرتا ہے۔(حق الیقین 45)
2- ماں کے رحم سے نہیں بلکہ ران سے نکلتا ہے۔(الکتاب المبین ج 1 ص 253)
3- امام ناف بریدہ ہوتا ہے۔(حق الیقین 46)
4- پیدا ہوتے وقت اس کے سارے دانت موجود ہوتے ہیں۔(حق الیقین)
5- ایک دن اور ایک رات سونے کے رنگ جیسا نور اس کے ہاتھوں سے چمکتا رہتا ہے۔(حق الیقین)
6- امام کی والدہ کو نفاس کا خون نہیں آتا۔(الکتاب المبین)
7- امام کبھی جنبی نہیں ہوتا۔(حق الیقین)
8- امام جمائی اور انگڑائی نہیں لیتا۔(اصول کافی)
9- پیچھے سے بھی اس طرح دیکھتا ہے جیسے آگے سے دیکھتا ہے۔(اصول کافی)

10- امام کے پاخانے سے مشک جیسی خوشبو آتی ہے اور زمین اسے چھپا لیتی ہے۔ (اصول کافی، حق الیقین)

11- رسول پاک ﷺ کی ذرہ امام کو پوری آتی ہے مگر کوئی دوسرا شخص خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اگر اسے پہنے تو اس سے ایک بالشت چھوٹی ہوتی ہے۔ (اصول کافی، حق الیقین)

12- امام کا سایہ نہیں ہوتا۔ (اصول کافی، حق الیقین)

13- فرشتہ ساری عمر اس سے کلام کرتا ہے۔ (اصول کافی، حق الیقین)

14- امام ساری زبانیں جانتا ہے اور سائل کو اسکی زبان میں جواب دیتا ہے کسی پرندے اور جانور کی بولی امام سے مخفی نہیں۔ (حق الیقین)

15- امام کے پاس ساری آسمانی کتب موجود ہوتی ہیں۔ (اصول کافی)

16- ہر جمعرات کو امام کی روح معراج پر جاتی ہے۔ (اصول کافی)

17- اماموں کے پاس تمام انبیاء اور ملائکہ کا علم ہوتا ہے۔ (اصول کافی)

18- امام کے پاس ما کان و ما یکون کا علم ہوتا ہے۔ (اصول کافی)

19- سارے انبیاء کے معجزات امام کے پاس ہوتے ہیں۔ (حق الیقین)

20- ہر دن رات امام کے پاس لوگوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ (اصول کافی)

21- امام سے کوئی بھی چیز مخفی نہیں ہوتی۔ (اصول کافی)

22- امام جس چیز کو چاہے حلال کر دے اور جس چیز کو چاہے حرام کر دے۔ (اصول کافی)

23- امام اپنی مرضی سے فوت ہوتا ہے اور اسے اپنی موت کا علم ہوتا ہے۔ (اصول کافی)

24- امام سے بحالت بیداری اور با حالت نیند بھول چوک کا ہونا ناممکن ہے۔ (کلید مناظرہ)

25- امام ساری عمر نبی کی طرح صغیرہ کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتا ہے۔ (حق الیقین)

26- کائنات کا ذرہ ذرہ امام کا تابع فرمان ہوتا ہے۔ (حکومت اسلامیہ)

27- امام ہر جگہ پر آن واحد میں حاضر و ناظر ہوتا ہے۔ (کلید مناظرہ)

28- قضاء وقدر حیات وممات پر بحکم خدا مختار کل ہے۔ (کلید مناظرہ)

29- اماموں کا درجہ انبیاء سے افضل ہوتا ہے۔ (حیات القلوب)

30- امام کی اطاعت فرض ہے۔ (اصول الکافی)

31- ہماری ضروریات دین میں یہ بات داخل ہے کہ کوئی بھی ہمارے آئمہ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا خواہ وہ ملک مقرب ہو یا نبی مرسل۔ (حکومت اسلامیہ)

چند ایک خصوصیات ہم نے قارئین کی نذر کر دی ہیں تفصیل کیلئے تو ایک دفتر چاہیے ان چند حوالوں سے غافلوں کی

آنکھیں یقیناً کھل جائیں گی کہ شیعہ کا عقیدہ امامت تمام دینی حدود سے تجاوز کر جانے کا نام ہے۔

شیعہ کا انکار ختم نبوت

ان فضائل آئمہ کو پیش نظر رکھ کر یہ بات مان لینا از حد دشوار ہے کہ شیعہ کا عقیدہ ختم نبوت پر باقی رہ سکتا ہے۔ کیوں کہ انبیاء کرام کی وہ خصوصیات جو ان کے مقام نبوت پر فائز ہونے کی بنا پر ان کو حاصل ہوئیں وہ تمام خصوصیات بلکہ اس سے کئی گنا بڑھ کر ترقی کی منزلیں طے کرتے ہوئے اپنے مزعومہ آئمہ میں ثابت کرتے ہیں اس لئے محققین ملت اسلامیہ نے بجا طور پر فرمایا ہے کہ شیعہ کا عقیدہ امامت دراصل ختم نبوت کا انکار ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے بحالت کشف نبی کریم ﷺ سے شیعوں کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان کا مذہب باطل ہے اور انکے مذہب کا بطلان لفظ امام سے ظاہر ہے بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ انکی اصطلاح میں امام معصوم مفترض الطاعہ ہوتا ہے اور اس پر وحی باطنی جائز سمجھتے ہیں پس درحقیقت ختم نبوت کے منکر ہیں اگرچہ آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء کہتے ہیں۔ (تفہیمات الٰہیہ)

اسی طرح حضرت اقدس شیخ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اثناعشریہ میں اور محقق العصر حضرت الشیخ علامہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ نے اور محقق العصر حضرت الشیخ مولانا منظور احمد نعمانیؒ نے علمائے کرام کا متفقہ فتویٰ میں عقیدہ امامت کو انکار ختم نبوت قرار دیا ہے (تفصیل کیلئے اصل کتابیں تحفہ اثناعشریہ کا باب مسئلہ امامت، شیعہ سنی اختلاف اور صراطِ مستقیم، البینات اور الفرقان کا خصوصی نمبر شیعہ اور امام خمینی کے بارے میں علمائے اسلام کا متفقہ فیصلہ ملاحظہ فرمائیں) ان گزارشات کے بعد اب قلم کاروں کے پلے عقیدہ امامت کی صورت میں عقیدہ ختم نبوت کی بابت کچھ بھی نہیں رہ جاتا۔

اعتراض پر جواب کی ناکام کوشش اور آزاد خیالوں کی تائید

شیعہ مجیب نے اپنی کتابوں کے جو صرف 3 حوالے نقل کیے ہیں ان میں سوائے تضاد بیانی کے کچھ نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وحی الٰہی کا سلسلہ منقطع ہو چکا جب کہ حق الیقین اور اصول کافی میں ان کے اپنے اماموں کا ارشاد موجود ہے کہ آئمہ کرام پر وحی نازل ہوتی تھی بس اتنا فرق ہے کہ نبی پیغام لانے والے فرشتہ کا کلام سنتا ہے اور دیکھتا بھی ہے جبکہ امام پیغام سنتا تو ہے دیکھتا نہیں۔ اب ان کو کون سمجھائے کہ یہ دو متضاد قول ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے ان میں سے ایک درست اور دوسرا غلط ہوگا مگر باوجود اس تضاد کے وہ اپنے مذہب کو حق ہی قرار دیئے جا رہے ہیں۔ اب جب بات بنائے نہ بن سکی تو مرزا حیرت دہلوی نے غیر مقلد کے پاؤں پکڑے اور اس کی غیر مقلدیت سے اہل اسلام کو الزام دینا چاہا۔ اول تو جو فریب کاری اس مرزا صاحب کو سپاہ صحابہؓ کا ممدوح ثابت کرنے کی کی گئی وہ بڑی مضحکہ خیز ہے یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ ملت جعفریہ کے ممدوح مرزا غلام احمد قادیانی نے عقیدہ ختم نبوت کا انکار کیا اور ظلی بروزی کے کئی حیلے بہانے تراشے۔ یا کوئی یہ کچ لکھے کہ ایرانی ایوارڈ یافتہ اور ملت جعفریہ کا محسن وممدوح سلمان رشدی نے خاتم الانبیاء کی توہین میں یہ لکھا۔

بلکہ جاننا چاہیے کہ یہ صاحب بھی آزاد خیالی اور اکابرین پر عدم اعتمادی کی اسی چار دیواری کے تربیت یافتہ ہیں جہاں

نواب وحید الزمان جیسے لوگوں نے وجود پایا اور یہ بات عامۃ الناس تک جانتے ہیں کہ آزاد خیالی اور اکابرین ملت اسلامیہ پر عدم اعتماد کی جو فضاء غیر مقلدین نے پیدا کی ہے اہل حق نے اس کا خوب رد کیا ہے۔ دراصل رافضیت کو ملت کی رگوں میں گھسیڑنے کے لیے انگریزی استعمار نے ان کی سرپرستی کی اور پروان چڑھایا تھا۔ صحابہ کرام کے بارے میں شیعہ وغیر مقلدیت کا نظریہ کوئی زیادہ مختلف نہیں۔ یہ دونوں گروہ ایک ہی کشتی کے دو سوار ہیں۔ تفصیل کیلئے حضرت مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی کا رسالہ اہل حدیث یا شیعہ ملاحظہ فرمائیں۔ لہٰذا اپنے ہی علاتیوں کو ہمارے خلاف الزام کیلئے استعمال کرنا پرلے درجے کی دھوکہ بازی ہے۔ اگر ہمارے کرم فرماؤں میں کچھ بھی دیانت کا شائبہ تک ہوتا تو وہ اتنی بڑی بات لکھنے پر اس کی کوئی دلیل بھی پیش کرتے مگر ان میں دم خم کہاں ہے وہ تو ہر جلہ (آواز آئی) پر گزارا کرنے والے لوگ ہیں۔ جان لینا چاہیے کہ موصوف نہ ہمارے ممدوح و محسن ہیں اور نہ ہمارے نزدیک کوئی قابل اتباع یا لائق التفات شخص بلکہ مرزا صاحب راہ صواب سے دور افراط و تفریط کا شکار اکابرین ملت کی حبل اللہ سے کٹے ہوئے آزاد خیالی کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے والے صاحب ہیں۔ ان کا کہا ہوا اہل حق کی ترجمانی نہیں بلکہ کسی اور کی بولی ہے۔ جس سے اسلام کا دامن بجا طور پر محفوظ ہے۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ

صحابہ کرام کی ذوات قدسیہ بلا شبہ عظیم الشان مرتبہ و مقام پر فائز ہیں مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کا مقام انبیاء سے کسی طرح بھی بلند ہو چنانچہ ہمارا وہی عقیدہ ہے جس کو سیدنا علی المرتضیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ کہ **افضل البشر بعد الانبیاء ابی بکر الصدیق۔**

انبیاء کے بعد تمام انسانوں میں سیدنا صدیق اکبرؓ افضل ہیں۔ اس عنوان پر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ سے منقول روایت کی تفصیل رحماء بینھم ج اول باب چہارم ص 315 پر ملاحظہ فرمائیں۔

بلحاظ مرتبہ کے تمام مخلوقات میں سب سے بڑا مرتبہ انبیاء کا ہے۔

لہٰذا اگر کسی نے افراط و تفریط سے کام لیا ہے اور انبیاء سے کسی کا مقام بلند بنانے کی کوشش کی ہے تو یہ اہل سنت والجماعت کی ترجمانی نہیں اپنی غیر مقلدانہ فکر کا اظہار ہے۔ جو اہل سنت والجماعت پر حجت ہرگز نہیں۔ ہمارے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ اہل سنت والجماعت حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی میں سے کسی ایک سے کوئی متنازعہ عبارت (کہ جس کی بنا پر ہمیں الزام دے سکیں) ہمارے کرم فرما نہیں پا سکے۔ اور پا بھی کیوں سکیں لاکھوں اہل سنت اکابر و اصاغر حضرات نے کتابیں تصانیف کیں لیکن عقائد و نظریات کے نازک و حساس پہلو پر افراط و تفریط سے دامن بچاتے رہے بالخصوص مسئلہ ختم نبوت جو سیدنا صدیق اکبرؓ سے لیکر آج تک قربانیوں کے ساتھ زندہ رکھا گیا اس میں راہ اعتدال کو کسی طرح سے نہیں چھوڑا گیا۔ اس اعتدال پسندی کی زندہ مثال تو کرم فرماؤں کی تحقیقی دستاویز ہے کہ ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے اور کچھ نہ بن پڑا اگر کچھ ملا تو یہ کہ مرزا حیرت دہلوی نے یہ لکھا حالانکہ مرزا صاحب خود ان کے قریبیوں میں سے ہیں۔

''تقیہ'' شیعہ قوم کا مرغوب عمل اور مشکل وقت کا بہترین مددگار

صفحہ 70 پر چوتھے اعتراض کے جواب میں اصحاب تحقیقی دستاویز کا کہنا ہے کہ تقیہ کا ''جو معنیٰ اہل سنت والجماعت نے جھوٹ اور دھوکہ دینا'' بیان کیا ہے وہ جہالت، مرکبہ اور قرآن وسنت سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ جبکہ علم وعرفان کی ضیاء پاشیوں میں پرورش پانے والے کرم فرما تقیہ کا معنی ومراد بیان کرتے ہیں کہ خوف کی وجہ سے اظہار کفر پر مجبور کیا جائے مگر اسکا دل ایمان سے مطمئن ہو۔ (تحقیقی دستاویز صفحہ ۷۰)

آگے چل کر تفسیر کبیر کے دو حوالے اور ایک قرآنی آیت کے بعد لکھا ہے کہ انبیاء مرسلین، سلف صالحین اور دیگر جلیل القدر آئمہ دین کا بعض امور میں تقیہ کرنا ثابت ہے۔ پھر 3 قرآنی آیات اور مختلف تفسیروں کے حوالے پیش کر کے عوام کی آنکھوں پر پٹی باندھنے کی کوشش کی ہے۔

الجواب:

محترم قارئین عقیدہ تحریف، تکفیر صحابہ اور عقیدہ ختم نبوت کے بعد یہ چوتھا اعتراض اور پہلا محل ہے کہ شیعوں نے اس الزام کو قبول کرلیا ہے البتہ انکا یہ کہنا اضافی شکوہ ہے کہ تقیہ کا معنی سنی لوگوں نے ٹھیک نہیں لکھا باقی تقیہ کرنے کا الزام درست ہے۔ گویا تقیہ کے باب میں شیعہ مہربانوں نے تقیہ نہیں کیا اگرچہ دھوکہ دہی کا روایتی ہتھیار استعمال کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی چونکہ شیعہ کرم فرماؤں نے یہ الزام بجا طور پر قبول کرلیا ہے اس لئے ہم اس ضمن میں چند ضروری باتیں نذر قارئین کرنا چاہیں گے۔ جن کی ترتیب یہ ہے: 1- تقیہ دراصل حضرت حیدر کرارؓ کی تکذیب ہے۔ نمبر 2 تقیہ اور شجاعت علیؓ دو متضاد نظریے۔ نمبر 3- شہادت حسینؓ اور تقیہ۔ 4- تقیہ دراصل آیات قرآنیہ کی تکذیب۔ نمبر 5 انبیاء کی قربانیاں اور تقیہ۔ نمبر 6۔ فضائل صبر اور تقیہ۔

ان مباحث کے بعد ان شاء اللہ العزیز شیعہ کی فریب کاری سے نقاب کشائی اور اکراہ کے نام سے کی جانے والی تلبیس اور تقیہ واکراہ کے درمیان فرق پر اللہ کی توفیق سے کچھ عرض معروض ہونگی۔

(1) تقیہ دراصل حضرت حیدر کرارؓ کی تکذیب ہے

تقیہ دراصل حیدر کرارؓ کے مبارک ارشادات کی تکذیب ہے ایک طرف تو کرم فرماؤں کا کہنا ہے کہ تقیہ کرنے میں انبیاء ہوں یا آئمہ دین سب برابر ہیں۔ (ملخص: ص 71)

جب کہ اس کے مقابلے میں حضرت حیدر کرارؓ صاف ان خرافات کی حقیقت واشگاف فرماتے ہیں۔ چنانچہ شیعہ قوم کے ہاں متواتر درجہ میں نقل ہو کر چلنے والی کتاب نہج البلاغہ ہے جس کو ان کے ہاں اصح الکتب کا درجہ حاصل ہے۔ اس میں حضرت علیؓ کا یہ ارشادات موجود ہیں۔

1- علامة الایمان ایثارك الصدق حیث یضرك علی الکذب حیث ینفعك۔ (نہج البلاغہ)

یعنی ایمان کی نشانی یہ ہے کہ جہاں سچ بولنا نقصان دیتا ہوایسی جگہ سچ بولنے کو پسند کرے جھوٹ بولنے پر جو (جھوٹ

بولنا) نفع دیتا ہو۔ یعنی کلمہ کفر جو سراسر جھوٹ ہے اس کے بولنے سے کچھ نفع حاصل بھی ہو جائے تو اظہار ایمان کا سچ مفید تر اور علامت ایمان ہے الفاظ روایت پر غور کیا جائے تو تقیہ بازی کا ایمان پھسلتا نظر آتا ہے کہ اظہار حق اور سچ بولنے کو علامت ایمان قرار دیا گیا ہے۔

2- حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد بھی نہج البلاغہ میں موجود ہے فرمایا:

قال امیر المومنین انی و الله لو لقیتهم واحد و هم طلاع الارض کلها ما بالیت و لا استو حشت و انی من ضلالتهم التی هم فیها و الهدیٰ الذی انا علیه لعلیٰ بصیرة من نفسی و یقین من ربی و انی الی لقاء الله و لحسن ثوابه لمنتظر راج۔ (نہج البلاغہ)

امیر المومنین ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بے شک اللہ کی قسم ان سے تن تنہا لڑوں اور وہ تمام روئے زمین کو گھیرے ہوئے ہوں تو میں ہر گز کچھ پروانہ کروں گا اور نہ گھبراؤں گا اور مجھے ان کی گمراہی اور اپنی ہدایت کا حال عیاں ہے اور اس بات کا خداداد یقین ہے اور میں خدا سے ملنے اور ثواب کے انتظار اور اُمید میں ہوں۔

عبارت بالا ملاحظہ فرمانے کے بعد ذرا غور فرمایئے جو شخص اتنی بڑی فوج سے نہ گھبرائے کہ جس نے پوری روئے زمین کو بھر رکھا ہو نہ اسے حصول شہادت سے فرار ہو بلکہ وہ ثواب و ملاقات الٰہی کے بے حد مشتاق ہوں ایسوں کو تقیہ کرنے والا قرار دینا کتنی بڑی زیادتی اور تعدی ہے۔ پھر آئمہ بھی وہ جن کو ما کان و ما یکون کا علم ہے۔ موت ان کے اپنے اختیار میں ہے (اصول کافی وغیرہ) اب بھلا وہ تقیہ کیوں کریں گے اور انہیں کس چیز کا خوف ہوگا کہ جس کی بنا پر وہ کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیے جائیں گے؟

3- شارح نہج البلاغہ راوندی نے اپنی کتاب جرائح الحوائج میں حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت نقل کی ہے۔

''حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو خبر پہنچی تھی کہ عمر کچھ شیعان علی کو برا کہتے ہیں۔ اتفاق سے مدینہ کے باغوں میں ان دونوں کی ملاقات ہوگئی حضرت علیؓ نے فرمایا اے عمر مجھے خبر پہنچی ہے کہ تو میرے شیعہ کو برا کہتا ہے۔ عمر نے کہا اپنی خیر مناؤ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تم اتنے (جری) ہو گئے پھر کمان کو زمین پر ڈالا تو وہ ایک اژدھا تھا اونٹ کے برابر وہ منہ کھولے ہوئے عمر کی طرف نگلنے کیلئے دوڑا۔ عمر نے کہا خدا کے واسطے، خدا کے واسطے اے ابوالحسن پھر اس کے بعد ایسی بات کبھی نہ کہوں گا۔ اور گڑگڑانے لگا۔ حضرت علیؓ نے اژدھا کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ پھر سے کمان ہوگئی عمر اپنے گھر چلے گئے۔ (جراح الجوائح)

(2) تقیہ اور شجاعت علی دو متضاد نظریے

اس طرح کی روایات خانہ روافض میں کچھ کم نہیں جن سے حضرت شیر خداؓ کی کرامات اور امور خرق عادت کا پتہ چلتا ہے۔ ارباب بصیرت ملاحظہ فرمائیں جو اللہ پاک کی طرف سے ایسی بے مثال مدد و عنایات کی منبع ہستی ہو وہ خوف کی وجہ سے کلمہ کفر کہے تو پھر دین کا قیام و بقا کیسے ممکن ہے؟ ہم عرض کرتے ہیں کہ ایک طرف تقیہ اور دوسری طرف حیدر کرارؓ کے مذکورہ

بالا ارشادات جو خود شیعہ کی معتبر کتابوں سے منقول ہیں ان کو دیکھئے اور فرمایئے کہ ان دو متضاد باتوں میں کوئی تطبیق کی صورت پائی جاتی ہے؟ سوا اس کے کہ ان دو میں سے کسی ایک بات کو درست اور دوسری کو جھوٹ قرار دیا جائے۔ لہٰذا یہ فیصلہ ہم قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں کہ وہ تقیہ اور حیدر کرارؓ کے ارشادات میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لیں۔ جہاں تک اہل سنت والجماعت کے عقیدہ اور نظریہ کا تعلق ہے تو حیدر کرارؓ کے مبارک ارشادات کے مقابلے میں وہ کسی ولی و مجتہد کی بات بھی قبول کرنے کو تیار نہیں چہ جائے کہ چودھویں صدی کے ایرانیوں یا ان کے روحانی فرزندوں کی۔

اس عنوان کے آخر میں ماضی قریب کے ایک شیعہ قلم کار کا ایک قول نقل کرتے ہیں کہ سچ تو سچ ہی ہے جو منہ سے پھسل ہی جاتا ہے چاہے جتنا زور بھی لگا دیا جائے۔ دہلی کے سید امداد امام نے 1936ء میں مصباح الظلم کتاب لکھی جس میں انہوں نے تمام مظالم کا گناہ خلافت راشدہ کے اولیں سرتاج سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سر پر رکھنے کی کوشش کی کہ اس خلافت کی وجہ سے دنیا بھر میں گناہ ہوئے ہیں اگر حیدر کرارؓ کو خلافت مل جاتی تو کوئی گناہ دنیا میں نہ ہوتا اور نہ ہی لڑائی جھگڑا اور اختلاف ہوتا وغیرہ۔ اسی کتاب کے صفحہ 207 پر لکھتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ اگر آپ خلیفہ بنائے جاؤ گے تو معاملات خلافت کا انجام احکام قرآنی اور سنت جناب رسول خدا ﷺ اور سیرت شیخین کے مطابق کرو گے یا نہیں؟ جناب علیؓ ایک سچے آدمی تھے آپ نے فرمایا جہاں تک ممکن ہوگا کریں گے مگر محقق امر یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حکم خدا اور سنت رسول کے مطابق عمل کریں گے اور اس کے بعد از روئے اجتہاد کے ہم کو جو مناسب معلوم ہوگا ویسا کریں گے سیرت شیخین ہمارے نزدیک کوئی شے نہیں۔

رئیس المحققین حضرت الشیخ مولانا احمد شاہؒ چوکیروی نے اسی کتاب کے مذکورہ بالا الفاظ پر اپنے قلم سے 15 محرم الحرام 1375ھ کو جو حاشیہ لکھا تھا اہل اللہ کی وہ امانت نذر قارئین کی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں۔

نوٹ: مذکورہ کتاب اور اس پر حضرت الشیخؒ کا حاشیہ پر لکھا ہوا نوٹ چوکیرہ لائبریری سرگودہا میں محفوظ ہے۔

فاضل مصنف کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ تقیہ کرنا سچوں کا کام نہیں اگر تقیہ کرنا اصول دین اسلام میں سے ہوتا تو یہ نہایت ہی موزوں موقعہ تھا بطور تقیہ فرما دیتے کہ ہاں میں سیرت شیخین پر خوب عمل کروں گا اور حکومت حاصل کر لیتے۔ حکومت حاصل کر لینے کے بعد جس طرح چاہتے حکومت کرتے اگر کوئی کہتا کہ آپ نے ارباب شوریٰ کے یا عبدالرحمٰن بن عوف کے سامنے سیرت شیخین پر عمل کرنے کا اقرار فرمایا تھا تو فوراً آپ تقیہ کے فضائل شروع کر دیتے اس طرح حکومت بنو ہاشم کی طرف منتقل ہو جاتی اور بنو امیہ حکومت سے کچھ تعلق پیدا نہ کر سکتے نیز حضرت عثمان کے قتل کی نوبت بھی نہ آتی جس کے نتیجہ میں آنجناب کو باہمی لڑائیاں پیش آ گئی خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اس موقعہ پر تقیہ کر لیتے تو تمام فتنوں کا دروازہ بند ہو جاتا۔

(حضرت شیخ احمد شاہ چوکیروی رحمہ اللہ سرگودہا)

2۔ حضرت علیؓ کی شجاعت و بہادری ایک ایسا عنوان ہے جو بلا شبہ ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قوت و علم سے حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ کو خوب نوازا تھا شیعہ کرم فرما تو اس عنوان پر تمام حدیں ہی کراس کر جاتے ہیں کہ حضرت یونسؑ ہوں یا

حضرت یوسفؑ، حضرت زکریاؑ ہوں یا حضرت داؤ بقول شیعہ حضرت علیؓ تمام نبیوں کی دادرسی اور فریاد سنتے اور مشکل حل کرتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ پاکستان کے طالب حسین کرپالوی نے اپنی کتاب خلقت نورانیہ ج 1 ص 201 پر لکھا ہے۔

جب آپ اس (حضرت علیؓ کے) در پر آئیں گے تو وہاں آپ کو انبیاء جھولیاں پھیلائے ملیں گے جنوں کی صدائیں ملیں گی اور ملائکہ کی آوازیں سنائی دیں گی کوئی مانگ رہا ہے اور کوئی مراد پوری ہونے پر شکریہ ادا کر رہا ہے۔ غرضیکہ حضرت علیؓ کے در کے بھکاری اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ آپ کیوں شرما رہے ہیں آپ کے قدموں میں زنجیریں کیوں پڑ گئی ہیں آپ ان کو توڑ کر آگے بڑھیئے شہر علم کا در اور حکمت کا گھر آپ کیلئے کھلا ہے۔ (خلقت نورانیہ)

اس سے ہم بحث نہیں کر رہے کہ شجاعت علیؓ کے پس پردہ وہ کتنے ہی محبوبان خدا اور انبیائے مرسلین کی آبرو پر حملہ آور ہوئے یہ تو قارئین کرام کے ذمہ ہے کہ وہ روافض کے اس رویہ پر کوئی رائے قائم کریں کہ یہ شان علی المرتضیٰؓ ہے یا توہین انبیاء۔ ہم تو اس وقت یہ عرض گزار ہیں کہ حیدر کرارؓ کی شجاعت و بہادری، قوت و طاقت ان کے نزدیک بھی نا قابل تسخیر ہے یہ بات وہ بھی کہتے ہیں کہ نہ حیدر کرارؓ جیسا کوئی دوسرا بہادر تھا اور نہ کوئی طاقتور۔

اب تصویر کا دوسرا رخ الٹیے۔ تقیہ خوف کے وقت ہوتا ہے، چنانچہ جو تعریف تقیہ کی شیعہ کرم فرمانے کی ہے وہ ہے خوف کی وجہ سے اظہار کفر پر مجبور کیا جائے۔ اب ایک طرف طاقت، شجاعت، بے پناہ قوت، بہادری، اور نا قابل تسخیر شخصیت اور دوسری طرف خوف، مجبوری، جو تقیہ کیلئے لازم ہے۔ کیا یہ دونوں قسم کی اشیاء ایک جگہ جمع ہو سکتی ہیں؟

ارباب عقل و دانش خود ہی اس نازک عقدہ کو حل کریں تو بہتر ہوگا ہم کچھ عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔ ہم اہلسنت عرض کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک حیدر کرار کی شجاعت و بہادری کی صفات مسلم ہیں اور کسی بھی غیر کے سامنے خوف زدہ ہونا اور کلمہ کفر کے کہنے پر مجبور ہو جانا حیدر کرار سے بہت دور ہے۔

کاش کوئی اس حقیقت کو پا سکے کہ شیعہ برادری کس طرح دو دھاری تلوار سے ہر مقدس اور برگزیدہ شخصیت پر وار کرتے اور ایذائیں دیتے ہیں کہ ایک طرف حیدر کرارؓ کے در پر پیغمبروں، فرشتوں جنوں کو پھیراتے ہیں اور اولوالعزم رسولوں کو بھکاری بنا کر اشاعت دین کا انتقام چکاتے ہیں تو دوسری طرف حیدر کرارؓ کو تقیہ باز بنا کر ان کے لبوں سے کلمہ کفر جاری ہونے کا حکم صادر کرتے ہیں یوں نہ تو انبیاء کرام کی عزت بچی اور نہ شیر خدا ہی کو معاف کیا یہ ہے ملت جعفریہ اور شیعان علی ہونے کے دعویداروں کا مذہب اور عقیدہ۔

(3) شہادت حسین اور تقیہ :

دور حاضر کی شیعت واقعہ کربلا کے نام سے زندہ ہے نواسہ رسول کی شہادت نے بجا طور پر اہل ایمان پر گہرا اثر چھوڑا جن ہاتھوں نے ظلم و ستم کی نا قابل فراموش تاریخ رقم کی کوئی ملت اسلامیہ کا فرزند ان ظالموں و جابروں کیلئے ہرگز نرم گوشہ نہیں رکھتا مگر قابل غور بات یہ ہے کہ

اگر تقیہ واجب اور اللہ کی طرف سے فرض تھا اور حیدر کرارؓ نے تقیہ کر کے خلفائے ثلاثہ کی امامت و خلافت بھی کچھ قبول

کئے رکھا اس سے بڑھ کر یہ کہ اس زمانہ میں خلافت کے ساتھ فدک بھی غصب ہوا۔ محسن بچہ بھی ساقط ہوا۔ سیدہ کے گھر پر حملہ بھی ہوا اور قرآن بھی بدل دیا گیا۔ اس کے باوجود حیدر کرارؓ نے تقیہ کئے رکھا تو پھر حضرت حسین نے تقیہ کیوں نہ کرلیا۔ بے شک بڑے بڑے قصور یزیدی دور میں ہوتے ہوں گے مگر اتنے بڑے قصور تو نہ ہوئے ہوں گے جتنے بڑے قصور اس سے قبل قرآن کے بدلے جانے حیدر کرارؓ کی خلافت غصب ہونے اور فدک کے غصب ہونے اور سیدہ کو ناراض کئے جانے کی صورت میں ہوئے تھے۔ آخر یہاں نواسہ رسول سیدنا حضرت حسینؓ نے تقیہ کیوں نہ کیا۔ اگر مجبوری کے عالم میں حضرت حیدر کرارؓ نے بحکم خداوندی تقیہ کیا تو یہاں کربلا میں اس امر خداوندی پر عمل کرنا بھی تو لازم تھا ترک واجب کیا معصیت نہیں؟۔ پھر مسئلہ صرف ایک ہستی کا نہیں ان معصوم بچوں کا بھی ہے جو اس سفر کے شریک کار تھے چلو خود عزیمت پر عمل کرتے ہوئے اگر تقیہ نہ کیا تو حرم رسول کی عزت مآب مقدس خواتین اور بچوں کی وجہ سے تقیہ کرنا تو اور بھی زیادہ لازم ہو جاتا ہے مگر یہاں پر آل رسول کے چشم و چراغ نے تقیہ کر کے یزید کی بیعت نہ کی۔ یہ واقعہ تقیہ کی دھجیاں فضاء میں یوں بکھیرتا ہے جیسے ریتلے میدان میں تیز ہوائیں ریت کے ذرات کو فضاء میں بکھیر دیتی ہیں۔ ورنہ اگر تقیہ فرض واجب چھوڑ کر سنت مستحب یا صرف جائز ہی ہوتا تو نواسہ رسول سیدنا حضرت حسینؓ ضرور اس سے فائدہ حاصل کرتے۔ اپنے لئے نہ سہی اپنی عزت مآب خواتین اور کمزور بچوں کیلئے تو آپ ضرور اس امر جائز سے فائدہ اٹھاتے مگر کربلا کی خاک آج تک شاہد ہے کہ جس نے تقیہ کے پُرزے فضاء میں اڑتے اور بکھیرتے دیکھے کہ تقیہ کوئی شے نہیں۔ شہادت حسینؓ نے نہ صرف تقیہ کی بیخ کنی کی بلکہ اپنے ابا علی کی بیعت اور نمازوں کو بھی ان تمام الزامات سے رہائی دلا دی کہ انہوں نے تقیہ کر کے بیعت کی تھی اور یہ کہ وہ تقیتاً نمازیں خلفائے ثلاثہ کے پیچھے پڑھتے تھے۔

معزز قارئین اس نکتہ پر خاص توجہ فرمائیں کہ اگر تقیہ جائز قرار دیا جائے تو دوسری لفظوں میں نواسہ رسولؐ پر کئی جانوں کی ذمہ داری ڈالنے کی جسارت ہوگی۔ کہ تقیہ نہ کر کے 72 حضرات کو قربان کر دیا حالانکہ تقیہ کی صورت میں جان بچانا فرض تھا۔ اور اگر ان کے اس مجاہدانہ کردار اور عظمت شہادت کو درست قرار دیا جائے اور واقعہ بھی یہی ہے بحمد اللہ تعالیٰ اہل سنت و الجماعت کا نظریہ بھی یہی ہے تو تقیہ کی قیمت گوزشتر سے بھی کم رہ جائے گی۔

(4) تقیہ کتاب اللہ کی نظر میں:

سینکڑوں قرآن کریم کی آیات سے تقیہ کی مذمت اور اسکی برائی معلوم ہوتی ہے۔ امن کے زمانہ میں تو تقیہ کرنے کی اجازت کہاں ہوگی خوف کے وقت بھی حتیٰ کہ جان تلف ہونے کی صورت میں بھی تقیہ سے اجتناب کرنا قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے۔ اس عنوان کی آیات و احادیث کوئی ایک دو نہیں سینکڑوں ہیں۔ ہم صرف نمونہ کی چند آیات ذکر کرنے پر اکتفاء کریں گے۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے۔

1- ''(اے مسلمانوں) تم کو گمان ہوگا کہ تم یوں ہی جنت میں چلے جاؤ گے اور تم پر وہ حالت نہ گزری ہو جو پہلوں پر گزری کہ ان کو شدت کا خوف اور تکلیفیں آئیں اور جھڑ جھڑائے گئے یہاں تک کہ رسول اور جو اس کے ساتھ

ایماندار تھے گھبرا کر یوں کہنے لگے کہ خدا کی مدد کب ہوگی خبردار خدا کی مدد قریب ہی لگی ہوئی ہے۔'' (البقرہ)

ان قرآنی الفاظ میں جن مشکلات کا ذکر اور تقیہ ترک کر کے تکلیفیں، مشکلات اور مصیبتیں برداشت کرتے رہنے اور مدد الہٰی کے انتظار میں لگے رہنے کی جو کیفیت مذکور ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔

2۔ بہت سے نبی ہوئے جس کے ساتھ مل کر بہت سارے اللہ والے دشمنوں سے لڑے ہیں۔ ان جہادوں میں جو تکلیفیں ان کو پیش آئیں تو ان تکلیفوں کے سبب وہ کچھ ڈھیلے ہوئے نہ سست ہوئے نہ کفار سے کچھ دب نکلے اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

ان دونوں آیات پر غور فرمایئے اول آیت میں صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ تقیہ کرنے کی صورت میں جنت کی امید رکھنا بالکل فضول ہے کیونکہ مشکلات سہہ کر دین حق سے چمٹے رہنا جنت حاصل ہونے کا ذریعہ ہے جبکہ تقیہ کی صورت میں مشکلات آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور دوسری آیت میں تقیہ تو تقیہ رہا کفار کے خوف سے سست پڑ جانے اور ضعیف ہو جانے پر بھی تعریفی کلمات سے محروم ہو جانا بتایا گیا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے تو ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو مشکلات کے سمندر عبور کرتے ہوئے نہ کفار سے دبے اور نہ ہی کسی سستی یا کمزوری کا مظاہرہ فرمایا۔ جبکہ دوسری طرف تقیہ کرنے کی صورت میں ثواب تو ثواب رہا عتاب کے احکام نازل فرمائے جاتے ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

3- (اے میرے نبی) اگر آپ حق و ناحق معلوم ہو جانے کے بعد پھر بھی ان کی خواہشات پر چلیں تو اللہ کے پاس نہ آپ کا کوئی ولی ہوگا نہ کوئی مددگار۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں صاف ارشاد فرمایا ہے کہ حق بات بیان کرنے سے رک جانا آپ کیلئے جائز نہیں چہ جائے کہ آپ ان کی طرف سے خوف زدہ ہو کر کلمہ کفر کہنے لگیں۔

4- سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 150 میں تحویل قبلہ کا حکم ارشاد فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''پس تم ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔''

اب ظاہر ہے کہ تقیہ ڈر اور خوف کی بنا پر کرنا پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے ڈرنا یا اس سے خوف زدہ ہونا درست نہیں جب غیر اللہ کا دل میں ڈر رکھنا جائز نہیں جو کہ تقیہ کا سبب ہے پھر تقیہ کرنا جائز کیسے ہوگا؟

5- سورۃ احزاب کے پانچویں رکوع میں بھی اسی طرح کا حکم الہٰی موجود ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ میرے نبی میرے سوا کسی سے نہیں ڈرتے چنانچہ ارشاد ہے:

''انبیاء کی نشانیاں یہ ہیں کہ وہ اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور سوا اللہ کے کسی اور سے نہیں ڈرتے۔''

اس آیت میں انبیاء کا صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہی مذکور نہیں بلکہ غیر اللہ سے نہ ڈرنے کی خبر بھی ارشاد فرمائی گئی تاکہ جواز تقیہ کی بنیاد اور جڑ ہی اکھاڑ دی جائے۔

اگر چہ اس مضمون کی آیات قرآن کریم میں بکثرت موجود ہیں جن کا احاطہ یہاں مشکل ہے مگر محض نمونہ کے طور پر چند آیات نذر قارئین کر دی ہیں تا کہ جاننے والے جان جائیں کہ جس تقیہ کا اعلان ملت جعفریہ نے شروع کر رکھا ہے ان کے اس اعلان سے قرآن پاک اتفاق نہیں کرتا آیات بالا ارباب دانش کی تسلی کیلئے کافی وافی ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو محض ضد اور ہٹ دھرمی کی راہ پر چل پڑیں ان کا علاج کسی کے بس میں نہیں۔

(5) انبیاء کرام اور تقیہ:

کرم فرماؤں کا ارشاد تو یہ ہے کہ انبیاء بھی تقیہ باز تھے مگر اس تقیہ بازی کے انجام پر ذرا غور کرنے کی توفیق نہ ہوئی کہ اس نظریہ کو اپنا لینے سے آسمانی مذاہب شبہات کا شکار ہو کر کس قدر بے قیمت ہو جائیں گے۔ اب کس کو کیا علم کہ نبی نے کون سی بات تقیہ کی بنا پر فرمائی اور کون سی بات واقعی اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ حق یہ ہے کہ کرم فرماؤں کو اللہ کے دین سے موروثی بیر ہے وہ کبھی نہیں چاہتے کہ دین حق کی صدائیں عالم دنیا میں گونجتی اور پروان چڑھتی رہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین کو بے اعتبار بنانے میں مختلف حربے ہمارے کرم فرما اختیار کرتے رہتے ہیں۔ ورنہ سچی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو دنیا میں سچ پھیلانے اور کفر کو دبانے کیلئے بھیجا اگر دین کا داعی بھی کبھی مجبور ہو کر کلمہ کفر کہے گا تو پھر بے دین کہاں بچے گا؟

واقعہ یہ ہے کہ انبیاء کو جو پیغام دے کر دنیا میں بھیجا گیا انہوں نے بلا خوف و تردد وہ پیغام بندگان خدا تک پہنچا دیا اور کسی ایک رسول نے بھی کتمان حق نہ کیا کہ تقیہ کر کے کلمہ کفر کہہ لیا اور سچی بات چھپا لی ہو۔ اگر چہ اس پیغام رسالت کو پہنچانے میں انہیں سخت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا چنانچہ انبیاء کی پوری تاریخ شاہد ہے کہ اپنا سکون چین قربان کیا لیکن دین حق کو قربان نہ کیا۔

محترم قارئین! ذرا انبیاء کی حیات طیبہ پر طائرانہ نظر ڈالئے اور بتایئے بھلا 1000 سال تک حضرت نوحؑ نے قوم کی ایذائیں کیوں برداشت کیں؟ حضرت زکریاؑ کو شہید کیوں کیا گیا۔ حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں کیوں ڈالا گیا، حضرت لوطؑ نے قوم کی ظالمانہ حرکتیں کیوں برداشت کیں؟ حضرت شعیبؑ کو جلاوطنی کی دھمکی کیوں دی گئی۔ خود رحمت عالمﷺ کی دو بیٹیوں کو طلاق کس وجہ سے دی گئی؟ طائف کی تکالیف؟ راستے میں کانٹوں کا بچھایا جانا اور بیت اللہ میں گلے میں کپڑا ڈال کر گھسیٹا جانا کس بنا پر تھا؟ صبر آزما حالات سے ان نفوس قدسیہ کو کیوں گزرنا پڑا؟ سوا اس کے بھلا کوئی جواب ہے کہ انہوں نے تقیہ نہ کیا بلکہ دین حق کو کھول کر بیان کر دیا۔ سورۃ اعراف اور سورۃ ہود میں رسولوں کے قصے انکے بیانات اور قوم کے وڈیروں و سرداروں کی دھمکیاں واضح لفظوں میں مرقوم ہیں۔ اگر تقیہ کی کوئی صورت باقی ہوتی تو کم از کم جان بچانا تو فرض ہے۔

لہٰذا حضرت ابراہیمؑ آگ میں چھلانگ لگانے سے قبل یہ فرض ادا کر لیتے دیگر خاصانِ خدا مشکل گھڑیوں میں اس حکم کی بجا آوری کرتے مگر یقین جانیے ہمیں کوئی پیغمبر بھی ایسا پوری تاریخ انبیاء میں نظر نہیں آتا جس نے زندگی کے کسی ایک مرحلہ پر تقیہ کیا ہو۔ جلتے تیل میں ڈالے گئے آریوں کے نیچے ذبح کئے گئے بنی اسرائیلی کے کارندوں کے ہاتھوں جام

شہادت نوش کر گئے یا فرعونی لشکر کے مقابل بے سروسامان کھڑے رہے۔ جلاوطن کیئے گئے یا جلتی آگ میں کود گئے سب کچھ برداشت کیا مگر تقیہ کسی نے اختیار نہ کیا۔ یہ بڑی جرأت کی بات ہے کہ گناہوں سے کوسوں دور حضرات انبیاء کو تقیہ باز قرار دے دیا جائے جبکہ انکی پوری زندگی مخالفین دین کے خلاف تکلیفیں برداشت کرتے گزر گئی ہو۔

بفرض محال یہ بات قبول کر لی جائے کہ تقیہ کرنا قرآن کا حکم دین کا حصہ اور انبیاء کی سنت ہے اور بقول کرم فرما تقیہ نام ہے مجبور ہو کر کلمہ کفر کہنے کا۔ اب دو باتیں ثابت کرنا لازم ہیں۔

1- کیا انبیاء کبھی مجبور ہو گئے کہ اس مجبوری کے پیش نظر انہوں نے تقیہ والا اقدام کیا؟

2- کیا انبیاء نے کلمہ کفر زبان سے ادا کیا؟

ان دونوں باتوں کو ثابت کرنا دنیائے رافضیت کے بس میں نہیں اگرچہ دنیا بھر کے تمام اعوان و اخوان کو وہ جمع بھی کر لیں۔ دلائل کی دنیا میں تو اغیار سے ایسا ممکن نہیں البتہ تبرا کی شکل میں ہو تو ہو پر وہ جواب نہیں تبرا ہی ہوگا۔

ہم عرض کرتے ہیں کہ نبی کبھی کسی غیر اللہ سے خوف زدہ ہو کر تقیہ پر مجبور نہیں ہوا۔ قرآن کریم انبیاء کرام کی شان سورۃ احزاب کے پانچویں رکوع میں یوں بیان فرماتا ہے:

ولا یخشون احدا الا اللّٰہ۔ ''ان نبیوں میں سے کوئی ایک بھی سوا اللہ کے کسی سے نہیں ڈرا۔''

جب غیر اللہ کا ڈر ہی نہیں تو پھر مجبوری کاہے کی اور تقیہ کس بنا پر۔ اب یا تو قرآن پاک کا یہ ارشاد سچا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کا حکم ہی سچا ہے باقی رہا اسکے مقابلے میں کرم فرماؤں کا ارشاد تو ہر قاری پر لازم ہے کہ وہ ان دونوں نظریوں کو انصاف کے ترازو پر ذرا تول کر دیکھ لے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

کسی نبی سے کلمہ کفر کا صدور تو درکنار اس کا تصور کرنا بھی محال ہے۔ واقعات کی دنیا میں ایسی کوئی مثال موجود نہیں کہ پیغمبر نے مجبور ہو کر کلمہ کفر کہا ہو جبکہ قرآن پاک تو اس کی گواہی پیش کر رہا ہے کہ وہ لوگ بھی جو دنیا میں انبیاء کی تعلیمات سے دور رہے اللہ کے سامنے کہیں گے، قد جاءت رسل ربنا بالحق (اعراف 53)۔ تحقیق آئے تھے ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ۔ اگر نبیوں نے کسی کے خوف سے ہی سہی حق کو مجبوراً چھپایا ہوتا تو بارگاہ ایزدی میں وہ ضرور یہ عذر کرتے کہ یا اللہ تیرے نبیوں نے تو دنیا میں تقیہ کر لیا تھا اب ہمیں کیا علم تھا کہ کون سے بات تقیہ کی وجہ سے کلمہ کفر ہے اور کون سے بات واقعی سچے دین والی ہے۔ ان کا یہ عذر بے جا نہ ہوتا اگر واقعہ ایسا ہو چکا ہوتا تو۔ مگر اللہ علیم و خبیر کسی کیلئے ایسی حجت نہیں چھوڑے گا جس کے سہارے وہ عذر کر سکے۔ پس انبیاء کرام کا تقیہ کرنا کسی طرح بھی ثابت نہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کا توریہ اور شیعوں کا تقیہ:

اگر زیادہ سے زیادہ شیعہ قوم کو کوئی رائی کا پہاڑ نظر آتا ہے تو وہ حضرت ابراہیمؑ کے ذو معنیین الفاظ کا استعمال ہے کہ انہوں نے کہا۔ 1۔ میں بیمار ہوں، 2۔ بتوں کو ان کے بڑے بت نے توڑا ہے 3۔ سارہ کو کہا کہ ظالم حکمران کو کہنا کہ میں اس کی بہن ہوں۔ تفصیلی بحثیں بیان کرنا اور علمی نکات کا اظہار تو علمائے امت کی شان ہے۔ فقیر درویش عرض کرتا ہے کہ ذرا

تعصب وعناد کی عینک اتار کر اپنی قلم سے کی ہوئی تقیہ کی تعریف پڑھو اور ان ارشادات سے مطابقت کو دیکھو۔ عالی جاہ! آپ کی تقیہ والی تعریف توریہ کے ان جملوں پر صادق نہیں آتی۔ آپ کے نزدیک تقیہ کی تعریف ہے کہ خوف کی وجہ سے اظہار کفر پر مجبور کیا جائے۔ ان تینوں مواقع پر حضرت ابراہیمؑ نے جو کچھ فرمایا وہ کلمہ کفر ہرگز نہیں مثلاً حضرت خلیل اللہؑ نے فرمایا ان بتوں کو ان کے بڑے نے توڑا ہے یا فرمایا میں میلے پر تمہارے ساتھ اس لئے نہیں جا سکتا کہ میں بیمار ہوں یا حضرت سارہ کو فرمایا کہ حاکم کو کہنا کہ میں حضرت ابراہیمؑ کی بہن ہوں ان تینوں میں سے کسی جملے پر کفر کا حکم نہیں لگایا جا سکتا اور تقیہ کی تعریف یارلوگوں نے کی ہوئی ہے کہ مجبور ہو کر کلمہ کفر کہہ ڈالے اب اگر منہ الٹا کر کے کوئی کرم فرما یوں بول دے کہ جی صحیح بات کو چھپانا اور خلاف حقیقت بات بولنا بھی تقیہ ہے تو معاف کرنا جھوٹ بھی اسی کو کہتے ہیں پھر اہل سنت نے اگر تقیہ کی آسان لفظوں میں حقیقت بتا دی تو تحقیقی دستاویز والوں کو کیوں برا لگا؟۔

مگر دھوکہ باز لوگوں کیلئے کیا دشوار ہوتا ہے کہ وہ ہر جگہ اپنے مطلب کی تعریف کر کے دھوکہ دہی سے کام لیں۔ سردست بس اتنا عرض ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے یہ تینوں ارشادات آپ کی تعریف تقیہ میں نہیں آتے لہٰذا حواس بحال فرما کر مزید سہارا تلاش فرمایئے۔

تقیہ کی ایک اور دلیل:

ہمارے کرم فرماؤں نے تفسیر کبیر کے حوالے سے ایک چلا ہوا تیر اور ڈھونڈ نکالا کہ جی خود حضور اکرم ﷺ نے اول 3 سال تک امر الٰہی کو چھپائے رکھا ظاہر نہیں ہونے دیا یہاں تک کہ فاصدع بما تؤمر کی آیت نازل ہوئی۔ لہٰذا تقیہ ثابت ہو گیا۔ جواباً عرض ہے کہ اگر مان لیا جائے کہ واقعی آپ ﷺ نے اول 3 سال امر نبوت کو چھپائے رکھا تب بھی تمہارا مقصد حل ہوتا ہوا نظر نہیں آتا کیونکہ

1- تقیہ تو مجبور ہو کر کلمہ کفر کہنا ہے چھپانے کا نام تو تقیہ ہی نہیں جیسا کہ کرم فرماؤں نے تقیہ کی تعریف میں لکھا ہوا ہے۔ تقیہ اور شے ہے اور چھپانا دوسری چیز ہے۔ ان دونوں کو ایک کیسے کر لیا گیا اور چھپانا بھی تقیہ ہے تو پھر یہ وضاحت بھی کر دینا دیانت داری کا حصہ تھا کہ اہل سنت نے جو تقیہ کی تعریف کی ہے وہ عین حق ہے۔ اور جو ہم نے لکھا ہے وہ عین دھوکہ ہے کیونکہ حق کو چھپا لینا جھوٹ کہلاتا ہے یوں تقیہ کو دوسرے لفظوں میں جھوٹ قرار دینا نہ جہالت مرکبہ ہوا اور نہ جہالت مفردہ۔

2- یار لوگ اگر تقیہ کی اپنی کی ہوئی تعریف کو سرعام کوڑے مار کر دیس نکالا دے دیں اور یوں کہیں کہ چھپانا بھی تقیہ ہی ہے تو بات پھر بھی بنتی نظر نہیں آتی کیوں کہ ابتداء میں اگرچہ وحی الٰہی کو ظاہر نہ فرمایا بلکہ چھپائے رکھا مگر 3 سال کے بعد ابتدائی دور کے طریقہ کو بدلنے کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے خود ہی ارشاد فرما دیا میرے محبوب ان مشرکوں سے خوف زدہ کیوں ہوتا ہے ان کو چھوڑ اور جو کچھ تم کو حکم دیا گیا ہے اس کو کھول کھول کر سنا دو اگرچہ کفار کے جگر جل ہی کیوں نہ جائیں۔ چنانچہ اللہ کے رسول نے صاف صاف حکم ربانی کو سنانا شروع کر دیا اور پھر مکہ میں ایک ظلم و ستم

کا عجیب وغریب باب رقم ہونے لگا۔ سب کچھ سہا لیکن حق کو چھپایا نہیں یعنی تقیہ نہیں کیا۔ لہٰذا دھکہ لگا کر اس 3 سالہ دور کو تقیہ بنا ہی دیا جائے تو شیعہ قوم کو پھر بھی کچھ نفع نہیں ملتا کیونکہ اللہ پاک کو یہ تقیہ اتنا ناپسند ہوا کہ صرف 3 سالوں میں اس کی زندگی ختم کر ڈالی اور ''فاصدع'' کا امر فرما کر تقیہ کی چادر دور پھینک دینے کا حکم دیا اب اس حکم کے نزول پر مارے غم کے شیعہ لوگوں کا برا حال ہو جانا کچھ بعید نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اس ترک تقیہ پر نالاں ہو کر آل رسول کو بدنام کرنے اور تقیہ باز قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں۔

3- لکھاریوں نے کمال دھوکہ سے عامۃ الناس کو خوب ورغلایا اور آنکھوں پر پٹی باندھنے کی خوب فکر کی مگر حق تو چھپائے چھپ نہیں سکتا۔ اب 3 سالہ دور کی نجی دعوت کو کرم فرما چھپانا قرار دیتے ہیں۔ اگر یہ سچ ہے کہ فرمان الٰہی کو رحمۃ اللعالمین نے ظاہر نہیں فرمایا تھا بلکہ تقیہ کر کے بیٹھ رہے تھے تو خود ہی فرمایئے اس 3 سالہ دور میں حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰؓ اور حضرت علیؓ سمیت 40 افراد مسلمان کیسے ہو گئے؟ اور اسی 3 سالہ زمانہ میں کئی صحابہ کرامؓ نے ایمان کی وجہ سے طرح طرح کی اذیتیں جو برداشت کیں وہ کس بنا پر تھیں۔ جبکہ آپ ﷺ نے تو تقیہ کر رکھا تھا؟۔ مگر حق بات اگر کرم فرما بتا دیں تو اپنے پلے کیا رہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ابتدا میں انفرادی دعوت کا زمانہ تھا جو آپ ﷺ نے کمال حکمت سے جاری رکھی۔ چنانچہ انفرادی دعوت کا سلسلہ شروع رہا پھر 3 سال کے بعد عمومی گشت اور بیان کا حکم دیا گیا۔ کرم فرما جس کو چھپانا کہتے ہیں وہ دراصل انفرادی ملاقاتوں کا سلسلہ تھا کہ علی الاعلان دعوت نہیں دی تھی۔ یعنی دین کو چھپایا نہیں تھا بلکہ چھپ چھپ کر دعوت دیتے تھے اب چھپ کر انفرادی دعوت کے حکم الٰہی کو چھپانا قرار دینا پرلے درجے کی بد دیانتی اور خیانت نہیں تو اور کیا ہے۔

تقیہ نہ انبیاء نے کیا اور نہ متبعین انبیاء نے:

انبیاء کرام و مرسلین تو معصوم بھی ہیں اور مقربین بھی انکی شان تو اس سے بہت بلند ہے کہ وہ کسی ظالم و جابر کے ڈر سے کلمہ کفر کہیں۔ ہمارے سامنے تو بے شمار ایسی مثالیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر انبیاء نے کلمہ حق کہہ کر جان تو دے دی ہے لیکن تقیہ نہیں کیا۔ یہ عنوان بڑا تفصیل طلب ہے مگر ہم یہاں صرف چند واقعات پر اکتفاء کریں گے۔

1- فرعون کی بیوی آسیہ جن کو اللہ تعالیٰ نے جمال و کمال کی کئی خوبیوں سے خوب نوازا تھا زندگی بھر ناز و نعمتوں میں بسر ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم ہو گئیں۔ ہم ظلم و جبر کی اس المناک تاریخ پر قلم کو حرکت نہیں دیتے جو فرعون ؑ نے اس آسیہ ناز و نعمت میں پلی ہوئی پر روا رکھے تھے: اس فرعونی جبر کے سامنے خود فرعون کی بیوی صنف نازک ڈٹ گئی اور عذاب دنیا سہہ کر اللہ کے دین پر کٹ گئی۔ اگر تقیہ کا کوئی وجود ہوتا تو ضرور اللہ تعالیٰ آسیہ کو اس سے بہرہ یاب کرتے مگر آسیہ نے نازک وجود پر سب ظلم برداشت کئے لیکن تقیہ کر کے کلمہ کفر نہیں کہا۔

2- حضرت موسیٰ نے جادوگروں کا مقابلہ کیا جادوگروں پر حقیقت واشگاف ہو گئی تو انہوں نے وہیں کھڑے کھڑے

دعوت حق کو نہ صرف قبول کیا بلکہ تقیہ کو لات مار کر صاف صاف دین حق کا اعلان کر دیا۔ ان ایمان لانے والوں کا قصہ کئی جگہ قرآن پاک میں موجود ہے فرعون نے دھمکی دی۔ سولی پر چڑھانے کا اعلان کیا اور کئی طرح سے ڈرایا دھمکایا مگر وہ استقامت کے جبل احد ثابت ہوئے اور صاف صاف کہہ دیا۔ جو تجھ سے ہوسکتا ہے کر گزر۔

یہاں فرعونی جبر و اقتدار کے سامنے کلمہ حق کہنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ قرآن پاک شاہد ہے کہ انہوں نے سب کچھ برداشت کرلیا مگر تقیہ کی سیاہ چادر زیب تن ہرگز نہیں کی۔

3- آپ ﷺ کی پیدائش سے ۷۰ سال قبل یمن کا بادشاہ یوسف ذونواس کاہن یا جادو پر یقین رکھتا تھا۔ اس کے زمانہ کا واقعہ سورۃ بروج کے شان نزول میں مذکور ہے۔ بادشاہ نے جادو سیکھنے کے لئے ذھین بچے کا انتخاب کیا وہ بچہ دین عیسوی پر قائم ہو گیا بادشاہ نے اس بچہ سے دین چھوڑانے کے لیے زور دیا اس کو پہاڑ سے گرانے کا منصوبہ بنایا، سمندر میں گرا کر مارنے کی کوشش کی۔ اس بچہ نے سب مظالم کا سامنا کیا مگر تقیہ اختیار نہ کیا اگر تقیہ سے نفع اٹھانے کی کچھ گنجائش ہوتی تو یہ بچہ یا اس بچہ کے بعد اس دین پر ایمان لانے والے کہ جنہیں آگ کی خندقوں میں انکی معصوم اولاد سمیت جھونک دیا گیا وہ ضرور اس تقیہ کو اختیار کر کے جان بچا لیتے۔ باقی دین تو دل میں تھا وہ رہتا ہی لیکن تقیہ کی بنا پر وہ ضرور اپنی جانوں کا بچاؤ کرتے مگر انہوں نے تقیہ نہ کیا۔

4- قرآن کریم میں اصحاب کہف کا مفصل قصہ موجود ہے دین حق اختیار کرنے کی وجہ سے مشرک و ظالم حکمران نے موت کی دھمکی دی۔ یہ اصحاب کہف بالآخر اپنی جان کو تکلیفوں میں ڈال کر غار میں جا ٹھہرے لیکن زبان پر نہ کلمہ کفر جاری کیا اور نہ تقیہ کی چادر کو زیب وجود ہونے دیا۔

5- حضرت سمیہؓ اسلام کی شہیدہ اول نے مشرکین مکہ کا کون سا جبر نہ سہا انکی شہادت کا ہیبت ناک منظر سامنے رکھ کر لسان سمیہؓ کے فرمودات کا مطالعہ فرمائیے جو تقیہ کی بجائے اظہار حق کو ترجیح دے رہی ہیں۔

6- حضرت یاسرؓ کی زندگی اور آزمائش کے احوال سے انسان لرزہ بر اندام ہو جاتا ہے۔ ان کے جسم میں کیل گاڑ دیئے گئے مگر انہوں نے نہ اپنا دین چھپایا اور نہ ہی تقیہ کیا۔

7- حضرت بلالؓ کی قربانیاں کون نہیں جانتا محبوب کائنات ﷺ نے فرمایا اللہ کا نام ذرا آہستہ لے لیا کرتا کہ ان مظالم سے کچھ بچاؤ ہو جائے مگر بلالؓ تقیہ کیا کرتا اور حق کیا چھپاتا ہر بار صدائے حق میں کچھ پہلے سے زیادہ زور بابا جاتا تھا۔ جسم زخموں سے چور مگر تقیہ سے بہت دور

8- حضرت خبابؓ کے سامنے موت رقص کناں تھی مگر پھر بھی تقیہ کر کے نہ تو کلمہ کفر کہا کہ جان بچ جاتی اور نہ ہی اپنے عقیدہ و مذہب پر پردے ڈالے۔

محترم قارئین تاریخ اسلام کی ہو یا سابقہ امم کے مخلصین کی قربانیوں کی مسلسل تحریک میں خون کی بہتی ندیاں، آبرو کی اُجڑتی کھیتیاں۔ ظلم کی مچلتی لہریں، ستم کے ٹوٹتے پہاڑ'' آپ کو بھی کچھ نظر آئے گا مگر کہیں تقیہ کا وجود نہ ملے گا۔ ہمیں حیرت

ہوتی ہے کہ جس تقیہ کو آسیہ وسمیہ جیسی خواتین اصناف نازک نے پاس نہ آنے دیا ہمارے کرم فرما اس تقیہ کو ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ جیسے شیر خدا کے لئے ثابت کرتے پھرتے ہیں۔ حاشا وکلا جس چیز کو عورتیں قبول کرنا پسند نہ کریں حیدر کرار کی وہ محبوب چیز ہو یہ ظلم اور بہتان عظیم ہے حقیقت کچھ نہیں۔ اے کاش کوئی تو اس حقیقت سے واقف ہو جاتا کہ محسن ملت، داماد پیغمبر، اسد اللہ الغالب سیدنا علی المرتضیٰؓ ظالموں کے ظلم کا شکار ہیں۔ وہ ظالم محبت کے روپ میں ان کو مسلسل ڈس رہے ہیں مگر کوئی نہیں جو عالم پر ان دشمنوں کی دشمنی کو آشکارا کر سکے۔

اگر اظہار حق ممکن نہ ہو تو ہجرت واجب ہے:

بالفرض اگر کوئی ایسی جگہ ہو جہاں دین پر عمل کرنا ممکن نہ رہے۔ اور حق کا اظہار دشوار ہو جائے تو بھی تقیہ کی اجازت نہیں بلکہ وہاں سے ہجرت کر جانے کا حکم ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''ان ارضی واسعة فایای فاعبدون'' کہ میری زمین وسیع وعریض ہے پس جہاں بن پڑے وہاں جا کر میری عبادت کرو۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

''بے شک وہ لوگ کہ ملائکہ ان کی جانیں قبض کرتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ فرشتے ان سے کہتے ہیں تم کس کام میں تھے وہ کہتے ہیں، ہم ضعیف تھے بے بس ایک زمین میں پڑے تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کیا زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس کی طرف ہجرت کر جاتے۔ سو ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے رہنے کی۔''

اس طرح کی مزید کئی آیات قرآن پاک میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی جگہ مسلمان مجبور و مقہور ہوں تو بجائے تقیہ کرنے کے وہاں سے ہجرت کر کے ایسی جگہ جا آباد ہوں جہاں آزادی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دین پر عمل کر سکیں۔ اگر تقیہ واجب ہوتا تو اپنے وطن سے بے وطن ہونیکا اور اپنے عزیز و اقارب کو چھوڑ جانے کا حکم کیوں کر دیا جاتا۔ یہ حکم صرف اس وجہ سے دیا گیا کہ اسلام میں بڑی سے بڑی قربانی دینے کا حکم تو ہے مگر دین حق کو چھپانے کا یا تقیہ کرنے کا کوئی وجود نہیں۔

لہٰذا ہجرت کا حکم بھی تقیہ کی صاف نفی کرتا ہے۔ کیوں کہ ہجرت ایسی ہی جگہ سے کرنا ضروری ہے جہاں پر انسان مجبور ہو اپنے دین پر عمل کرنا اس کیلئے دشوار ہو اور یہی مجبوری یا مشکل بزعم روافض تقیہ کرنے کا باعث بھی ہے۔ لہٰذا ان دو حکموں کی بنیاد ایک ہی ہوئی اور ایک بنیاد پر دو طرح کی عمارتیں قائم کرنا ناممکن ہے۔ معلوم ہوا کہ یا تو ہجرت کا حکم درست ہے اور یا پھر تقیہ کرنا درست ہے۔

(6) فضائل صبر اور تقیہ:

کسی مشکل میں حفظ خود اختیاری کے پیش نظر کلمہ کفر ادا کرنے کو تقیہ کہتے ہیں۔ (شیعہ دستاویز)

جب تقیہ ہوگا تو انسان مشکلات اور مال، جان و آبرو کے کھو جانے، ضائع ہونے یا ان میں نقصان پیدا ہونے سے بچ جائے گا۔ لہٰذا قرآن پاک میں جس صبر کی جا بجا تعریفیں مرقوم ہیں وہ ایک بے معنی امر بن کر رہ جائے گا کیونکہ صبر کی ضرورت تو مشکل پیش آنے کی صورت میں ہے اور وہ بہ برکت تقیہ جاتی رہی۔ کہ جب کبھی کسی نے ڈرایا دھمکایا تو اپنے مال و

جان وآبرو وغیرہ کو بچانے کیلئے کلمہ کفر بول کر ڈرانے والے کوخوش وخرم کر دیا۔اب مشکل کس بات پر آئے گی اور وہ صبر جس کی تعریفوں سے قرآن پاک بھرا ہوا ہے اس کا کیا مطلب۔

جس صبر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ارشادات کچھ یوں ہیں!

1- خوشخبری دے صبر کرنے والوں کو کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچے تو کہیں کہ ہم تو اللہ کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ایسے ہی لوگوں پر عنایتیں ہیں اپنے رب کی اور مہربانی اور وہی ہیں سیدھی راہ پر۔

(البقرہ ۱۵۵،۱۵٦،۱۵۷)

2- اے ایمان والو مدد چاہو صبر کے ذریعے اور نماز کے ذریعے۔ (البقرہ ۱۵۳)

3- صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور حکم بجالانے والے اور خرچ کرنے والے اور گناہ معاف کرانے والے سحری کے وقت میں۔ (آل عمران ۱۷)

4- اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ (آل عمران ۱۴٦)

5- اللہ تعالیٰ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے۔

6- بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

7- اے ایمان والو صبر کرو۔ (اعراف)

اس مضمون کی بے شمار آیات قرآن پاک میں موجود ہیں۔اس کثرت سے صبر کا حکم دیا گیا اور اس کے فضائل وفوائد بیان فرمائے گئے کہ جس سے صبر کی اہمیت کا عام آدمی کو بھی بخوبی اندازہ ہو گیا۔اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ایک ایسے کام کا اللہ تعالیٰ حکم ارشاد فرمائیں جس کی ضرورت ہی نہ ہو یا بالکل معمولی سی ہو جو کبھی کبھار کسی پریشانی یا ضرر کے وقت کام آئے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اہم حکم ہے جو حق بات کو بولنے کے ساتھ ہی پریشانیوں کے انبار ٹوٹ پڑنے پر پورا کرنا لازم ہوتا ہے۔ جیسا کہ نبی رحمت ﷺ اصحاب رسول ﷺ اور آل رسول ﷺ کو زندگی میں قدم قدم پر یہ حالات پیش آئے ان آیات و احکامات صبر کی وجہ سے تقیہ کے غبارے سے ہوا نکل جاتی ہے کیوں کہ تقیہ تو جان بچانے کیلئے کلمہ کفر بولنے کا نام ہے اور صبر حق پر ڈٹ جانے کے بعد مشکلات کا مقابلہ کرنے کا نام ہے۔انبیاء کرام ہوں یا اصحاب رسول، خاندان رسول کے روشن ستارے ہوں یا ان کے متبعین سب نے تقیہ کی بجائے مشکلات پر صبر کر کے عظیم اجر اور اللہ تعالیٰ کی معیت خریدی ہے۔ معمولی سا فکر کرنے والا شخص بھی باآسانی صبر اور تقیہ کا موازنہ کر کے بخوبی اندازہ کر سکتا ہے کہ اللہ کے پیاروں نے کس پہلو کو اختیار کیا ہوگا۔صبر کو یا تقیہ کو۔

محبوبان خدا کے لائق بھی یہی ہے کہ وہ صبر کا اجر پانے پر باقی تمام چیزوں کو قربان کر دیں اور مشاہدہ وحقائق بھی اسی پر شاہد عدل ہیں لہٰذا تقیہ دین تو نہیں البتہ دین کے خلاف سازش ضرور ہے۔اس سے محبوبان خدا کو بدنام کرنے کے علاوہ ان کی تمام باتوں سے اعتماد ہٹانے کی بھرپور کوشش ہے۔

خلاصہ ان معروضات کا یہ ہے کہ

1- تقیہ حضرت علیؓ کو نا صرف یہ کہ ناپسند تھا بلکہ آپؓ کے ارشادات تقیہ کی صریح نفی ہیں۔

2- اگر تقیہ کو دین کا حصہ مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ نہج البلاغہ ایک بے اعتبار کتاب ہے۔

3- ماننا پڑے گا کہ حضرت علیؓ کے جو خطبے راست گوئی، سچائی، و بہادری پر دلالت کرتے ہیں وہ سب غلط ہیں۔

4- شیر خدا غیر اللہ سے خوف کھاتے اور ڈرتے تھے۔

5- حیدر کرارؓ کے ارشادات قابل اعتبار نہیں معلوم نہیں کیا کیا تقیہ میں فرمایا ہو۔

6- شیعہ کتب میں حیدر کرارؓ کی شجاعت کے تمام قصے بناوٹی ہیں ورنہ تقیہ کیوں ہوتا۔

7- حضرت حسینؓ نے تقیہ کا واجب ترک کر دیا۔

8- ترک واجب کی وجہ سے جو کربلا میں خون ہوا وہ کس کے ذمہ ہوگا؟

9- نواسہ رسول کے اس تقیہ کرنے سے اپنے آبا کی مخالفت معلوم ہوتی ہے۔

10- **لا دین لمن لا تقیة له۔** (اصول کافی) کا فتویٰ کس پر عائد ہوگا؟

11- انبیاء کرام کی قربانیاں صاف تقیہ کا انکار کرتی ہیں۔

12- اولیاء و اتقیاء کی شہادات اور قربانیاں نظریہ تقیہ کی صاف تکذیب ہیں۔

13- تقیہ آیات صبر کے خلاف ہے۔

ایک شیعہ مجتہد کا تقیہ پر اظہار خیال

نجف اشرف کے ڈاکٹر موسیٰ الموسوی۔ امام الاکبر سید ابو الحسن الموسوی اصفہانی کے پوتے اور بغداد، جرمنی، ہارڈورڈ یونیورسٹی امریکہ وغیرہ میں استاذ و پروفیسر رہ چکے ہیں۔ انہوں نے 1990ء میں اصلاح شیعہ کے نام سے ایک کتاب لکھی جس کے صفحہ 95 سے 109 تک انہوں نے اپنے عقیدہ تقیہ پر بحث کی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خیالات سے تحقیقی دستاویز والوں سمیت شیعان پاکستان کو آگاہ کر دیا جائے شائد اپنے ہم جنس کی بات پر کان دھرنے کی توفیق پائیں اور یوں تقیہ سے جان چھڑا سکیں۔ ہم ان کی کتاب کے چند اقتباسات ہی نقل کرنے پر اکتفاء کریں گے اس مؤدبانہ درخواست کے ساتھ کہ اس پورے باب کو شیعہ کرم فرما بھی اور جو مہربان ان کی بولی بولتے نہیں تھکتے وہ بھی اور اصحاب تحقیق بھی ضرور مطالعہ فرمائیں۔ اگر بنظر انصاف اس باب کا مطالعہ کر لیا گیا تو امید قوی ہے کہ کم از کم تقیہ کی کچھ فریب کاری اور تقیہ کے نام پر ہونے والی دھاندلی کا کچھ دھندلا سا نقشہ ضرور آنکھوں میں گھوم جائے گا موصوف صفحہ 95 پر اپنا خیال یوں رقم کرتے ہیں۔

میرا پختہ اعتقاد ہے کہ دنیا میں ایسا کوئی گروہ موجود نہیں جس نے اپنی تذلیل و توہین اس حد تک کی جس قدر شیعہ نے خود اپنا تقیہ کا نظریہ قبول کر کے اور اس پر عمل پیرا ہو کر کی ہے۔ میں اخلاص کے ساتھ اللہ کے حضور دعا گو ہوں اور اس دن کا

منتظر ہوں جب شیعہ اس پر عمل تو درکنار اس کے تصور سے بھی نفرت کریں گے۔ (ص 95)

میں یہ بھی نہیں جانتا کہ شیعہ عقائد اور ان کے زعماء کی صدیوں پر محیط کھینچی ہوئی تصویر میں عجیب تناقض کیوں ہے۔ ایک طرف شیعہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آئمہ کی سیرت ان کیلئے حجت ہوتی ہے لیکن جب معاملہ تقیہ تک پہنچتا ہے اور وہ اس کے واجب العمل ہونے پر گفتگو کرتے ہیں تو آئمہ کی سیرت کو دیوار کے ساتھ دے مارتے ہیں۔ (ص 96)

اس (تقیہ) کا معنی تو یہ ہے کہ آپ دل میں ایک بات چھپائے رکھیں اور زبان سے کچھ اور کہیں۔ (ص 98)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذرا گہری نظر سے آئمہ شیعہ کے خاص و عام کی زندگی میں طرز عمل کا جائزہ لیں تاکہ ہم یہ دیکھ لیں کہ وہ تقیہ سے بہت دور تھے اور اس سے بہت نفرت رکھتے تھے اور یہ امر معقول نہیں ہے کہ شیعہ کے آئمہ خود اس پر عمل نہ کریں جبکہ وہ اپنے پیروؤں اور حامیوں کو اس پر عمل کی تلقین کریں۔ (ص 98)

پھر تمام آئمہ شیعہ کا تقیہ سے نفرت اور دوری اختیار کرنا ٹھوس دلائل کی روشنی میں بیان فرمایا۔ مثلاً

حضرت حسنؑ نے امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی باوجود اپنے حامیوں کی اشد ترین مخالفت کے حالانکہ انہوں نے منہ پر گالیاں دیں اور یا مذل المومنین کہہ کر پکارا صاحب کتاب لکھتے ہیں۔ کہ اس صلح کے مخالف متشدد اور طاقتور تھے امام کو ان کی جانب سے بہت کچھ برداشت کرنا پڑا۔ لیکن اس سب کچھ نے امام کو کمزوری دکھانے پر مائل نہیں کیا بلکہ انہوں نے اس مخالفت کا بہادروں کی طرح مقابلہ کیا۔ اب تم خود سوچ لو کہ اگر امام حسنؓ کے دل میں تقیہ کا کوئی مقام ہوتا تو کیا وہ معاویہؓ سے صلح کرتے۔ (ص 99)

اس طرح نمبروار تمام آئمہ شیعہ کا تقیہ سے نفرت کرنا واضح کیا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت امام جعفر صادق سے تقیہ کے وجوب والی روایات پر اپنی انتہائی حیرت و تاسف کا اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کاش میں جان سکوں کہ طلبہ اور تلامذہ کی اس کثرت والا اس قسم کا وسیع مدرسہ تقیہ پر مبنی کیسے قائم رہ سکتا ہے اور امام نے اس فقہی مدرسہ کی بنیاد رکھنے میں کس قسم کا تقیہ استعمال کیا۔ (ص 103)

آخر میں چند صفحات پر پرسوز لہجہ میں حقیقت حال کا اظہار کیا ہے دل چاہتا ہے کہ من وعن وہ پورے صفحات قارئین کی نذر کر دیئے جائیں۔ وہ لکھتے ہیں:

مجھے کوئی شک نہیں کہ شیعہ معاشرے جہاں کہیں بھی ہیں ان کی فکری، معاشرتی اور سیاسی پسماندگی کا اہم ترین سبب تقیہ ہی ہے کیوں کہ یہ ان کے خون میں سرایت کر گیا اور خوف و شرمندگی کے سبب یہ اپنی حقیقت ظاہر نہ کر سکے۔ حتیٰ کہ ایران میں شیعہ علاقوں میں جب حکمران ٹولہ خالص شیعہ تھا ایرانی قوم بادشاہ کے ظلم و استبداد کے سامنے مذہبی فریضہ کے طور پر تقیہ پر عمل پیرا تھی اور دل میں ایسی باتیں چھپائے رکھتی ظاہر میں جن کا الٹ کرتی اس طرح اپنی طرح کی دیگر شیعی اقوام کی مثل ایرانی عوام نے بھی دوہرا کردار ادا کرنے میں ممتاز مقام حاصل کر لیا۔

مجھے اس امر میں کبھی شک نہیں رہا کہ شیعہ کو اسلامی برادری سے دور رکھنے میں اس ملعون تقیہ کا بڑا دخل رہا ہے اس

طرح اس کی وجہ سے شیعہ کو عجیب وغریب بہتانات کا نشانہ بھی بننا پڑا جن کی کوئی دلیل نہ تھی لیکن شیعوں کو تقیہ کی شہرت اور ہر معاملہ میں حقیقت چھپانے کے الزام کے سب ان اتہامات سے دفاع کرتے وقت بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑا۔ جو بات میرے دل کو غمگین کرتی اور خون خون کرتی ہے یہ ہے کہ تقیہ شیعی فکر میں عامۃ الناس سے گزر کر اب قائدین اور مذہبی زعماء تک جا پہنچا ہے۔ یہی وہ بات ہے جو ہماری اس دعوت کا سبب بنی جس کا مقصد شیعہ کو ان کی قیادتوں سے نجات دلانا ہے کیوں کہ جب دینی رہنما لوگوں کے ساتھ قول وعمل میں تقیہ کے نام پر دھوکہ اور فریب کی راہ پسند کریں تو عام لوگوں سے خیر کی کیا توقع رکھی جاسکتی ہے۔

اس وقت جب کہ میں یہ سطور سپردِ قلم کر رہا ہوں اور اس زمانے میں جب کہ انسانی قدم چاند کی سطح کو روند چکے ہیں اور تحریر وفکر کی آزادی اس قدر مقدس ہوگئی ہے کہ انسان کے ضمیر وعقیدہ (وہ اچھا ہو یا بُرا) کا دفاع کرنے لگی ہے شیعہ معاشرہ اپنے قائدین کی قیادت میں اپنے آپ کو تقیہ کے خول میں بند رکھے زندگی گزار رہا ہے چنانچہ وہ ظاہر کچھ کرتے ہیں اور باطن میں کچھ اور رکھتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اب مشرق سے مغرب تک ایک بھی شیعہ زعیم رہ گیا ہے جو ان بدعات کے بارے میں اپنی رائے کا اعلانیہ اظہار بھی کرسکتا ہو۔ جو عوام الناس کے خوف وہیبت سے شیعہ مذہب کے ساتھ چمٹ کر رہ گئی ہیں جنہیں شیعہ قائدین نے اس عمل کی تربیت دی تھی اور اب وہ ان کے وجود کا حصہ بن کر رہ گئی ہیں۔

صرف مثال کے طور پر لیجئے۔ تیسری شہادت (أشهد ان عليا ولى الله) شیعہ مذہب کے علماء متفق ہیں کہ یہ ایسی بدعت ہے جس کو رسولؐ اللہ۔ صحابہؓ نیز امام علیؓ اور ائمہ شیعہ کے دور میں کوئی نہیں جانتا تھا اور سب کا اجماع ہے کہ اگر کوئی اسے شریعت میں وارد عمل سمجھ کر کرتا ہے تو اس نے حرام عمل کیا ہے اور بدعت کا مرتکب ہوا ہے اور **اشهد ان عليا ولى الله** کہنے والوں پر لعنت کی گئی ہے اس کے باوجود کوئی زبانی یا تحریری طور پر اس امر کی طرف اشارہ کرنے کی بھی جرأت نہیں کرتا۔ اس طرح ایک بھی شیعہ زعیم موجود نہیں ہے جو جمہور مسلمانوں کو شیعہ سنی اختلاف کی حقیقت صراحت کے ساتھ بتا سکتا ہو اور اسے رفع کرنے کیلئے عمل پر آمادہ ہو۔

جیسا کہ ہم نے کہا شیعہ اور اہلِ سنت کے درمیان موجودہ اختلافات میں اَہم ترین چیز صحابہ کرامؓ کے خلاف کفریہ ارتدادی عبارات، عقیدہ رجعت، عقیدہ طینت، قذفِ عائشہؓ شیعہ کا خلفاء راشدینؓ، اصحاب رسولؐ اور بعض ازواج مطہرات پر زبان طعن دراز کرنا ہے جب تک اختلافات کی فہرست سے یہ رکاوٹ دور نہ کردی جائے فریقین کے اختلافات پوری شدت سے ابد آلاباد تک جاری رہیں گے نہ اسلامی کانفرنسیں کچھ فائدہ دیں گی اور نہ گونجدار اصلاحی باتوں کا کوئی نفع ہوگا اور نہ مصلحین کے خطبے ہی کینہ وبغض کے چھپے ہوئے جوش کو ٹھنڈا کرسکیں گے جو قلوب واذہان، کتابوں کے صفحات اور سرگوشیوں تک پھیلا ہوا ہے۔

شیعہ مذہب کے زعماء اس مقام پر بھی تقیہ کی راہ اختیار کرتے ہیں اور سب وشتم اور زبان درازی کو جاہل شیعوں کی طرف منسوب کردیتے ہیں حالانکہ امامیہ شیعہ کے علماء، فقہاء اور محدثین کی کتب میں وہ اقوال ذکر کئے گئے ہیں اور وہیں

سے شیعہ عوام کے دل و زبان تک پہنچے ہیں۔ خود سوچو کہ ملامت خواص کو ہونی چاہئے یا عوام کو۔

میں نہیں سمجھتا کہ زمانۂ ماضی و حال میں کسی سرکردہ شیعہ نے شیعہ کتب وائمہ کی طرف غلط طور پر منسوب خلفاء پر طعنہ زنی پر مبنی روایات سے اور ایسی روایات سے کہ جن کے متعلق عقل سلیم قطعی فیصلہ کرتی ہے کہ یہ باطل ہیں اور ائمہ سے ان کا صدور ممکن نہیں ہے، پاک کرنے کی کوشش کی ہو۔ حالانکہ شیعہ مذہب کے تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ جن کتابوں پر وہ دین سے متعلق امور پر اعتماد کرتے ہیں ان میں باطل اور غیر صحیح روایات موجود ہیں وہ اقرار کرتے ہیں کہ کتابوں کے اندر جواہر بھی ہیں خزف ریزے بھی صحیح روایات کی اصلاح کے لئے کوئی راستہ اختیار نہیں کیا۔

اگر شیعہ زعماء میں جرأت ہو اور انہیں اس ذمہ داری کا احساس وشعور ہو جو اختلافات ختم کرنے کے لئے ان کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے تو یہ لوگ پوری طرح ذمہ داری اٹھائیں اور اس قسم کی روایات کو کتابوں کے صفحات اور شیعہ کے اذہان سے زائل کرنے کے لئے عملی قدم اٹھائیں اس سے تاریخ اسلام کا نیا باب کھل جائے اور تمام مسلمانوں تک اس کی خبر پہنچے لیکن شرعی تقیہ کے پردے میں حقیقت واقعہ سے فرار کے لئے ذمہ داری سے بھاگنا اور اسے عوام الناس کے سر تھوپنا بہت ہی افسوس کا باعث ہے۔

جب میں یہ سطور رقم کر رہا ہوں یہاں پر سینکڑوں امامیہ شیعہ ہیں جو شریعت کے کاموں میں بھی تقیہ کرتے ہیں خاک کربلا (حسینی مٹی) جس پر وہ سجدے کرتے ہیں ساتھ اٹھائے پھرتے ہیں اپنی مساجد میں اس پر سجدہ کرتے ہیں لیکن دوسرے مسلمانوں کی مساجد میں اسے چھپا کر رکھتے ہیں۔ ان میں بہت سے اہل سنت کی مساجد میں ان کے امام کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہیں اور جب اپنے گھر کو لوٹتے ہیں تو یہ لوگ ان روایات پر اعتماد کرتے ہوئے جو تقیہ کے متعلق ان کے ائمہ کی طرف منسوب ہیں اور جن کی بنیاد پر علماء شیعہ نے تقیہ کے واجب ہونے کا فتویٰ دیا ہے تقیہ پر عمل کرتے ہوئے نماز دہراتے ہیں۔ (اصلاح شیعہ ص 109 از ڈاکٹر موسیٰ الموسوی)

چوتھے اعتراض و جواب میں قلم کاروں کی عیاری:

1- تقیہ کا معنی جھوٹ اور دھوکہ کرنا، جہالت مرکبہ ہے۔ (تحقیقی دستاویز صفحہ ۱۷)

اگر یہ بات لکھنے والوں نے واقعی سچی لکھی ہے اور تقیہ سے کام نہیں لیا تو پھر شیعوں کا مذہب، جہالت مرکبہ، کی عملی تفسیر ہے۔ ممکن ہے تحقیقی دستاویز والوں نے اپنے امام کو رسوا کرنے کی ٹھان لی ہو اس لئے جاننے کے باوجود تقیہ کا وہ مطلب جو اماموں نے بتایا ہے اس کے خلاف دوسرا مطلب بیان کرتے ہیں۔ کاش کرم فرماؤں نے اپنی اصول کافی آنکھیں کھول کر پڑھ لی ہوتی جس میں امام کا صاف صاف فرمان لکھا ہے۔

امام جعفر صادق اپنے شاگرد و مرید کو یوں مخاطب ہیں۔

یا سلیمان انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ و من اذا عہ اذلہ اللہ۔

”اے سلیمان (بن خالد) تم ایسے دین پر ہو جو اسے چھپائے گا تو اللہ اسے عزت دے گا اور جو دین کو ظاہر کرے

گا اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرے گا۔'' (اصول کافی ج ۲ صفحہ ۲۲۲ طبع ایران)

اصول کافی کے مذکورہ مقام پر امام جعفر نے اپنے مرید خاص کو جو تقیہ بتایا ہے وہ تقیہ خلاف حقیقت کلام کا اظہار ہے یعنی صحیح بات کا چھپانا اور اپنے عقیدہ کے خلاف باتوں کا اظہار کرنا اور اسی کو جھوٹ کہا جاتا ہے:

تقیہ کی جو تعریف امام جعفر نے کی ہے اہل سنت کے اسلاف نے بھی وہی تعریف کی ہے اب جو فتویٰ اہل السنت پر کرم فرماؤں نے عائد کیا ہے کیا وہی فتویٰ وہ اپنے امام پر بھی فٹ کریں گے؟ اگر آپ کا فرمانِ ذی شان یہ ہو کہ دور حاضر کے کسی شیعہ نے یہ تعریف نہیں کی تو لیجئے یہ رہی ''اصلاح شیعہ'' جسے الامام الاکبر کے پوتے مجتہد کی ڈگری پانے والے نجف اشرف کے ڈاکٹر موسیٰ الموسوی نے تصنیف کیا اور اردو میں ابو مسعود الامام نے ترجمہ کیا اس کتاب کے صفحہ 98 پر لکھتے ہیں کہ اس (تقیہ) کا معنی تو یہ ہے کہ آپ دل میں ایک بات چھپائے رکھیں اور زبان سے کچھ اور کہیں ایسا عمل جس کا تعلق عبادت سے ہو۔

ابو مصعب جوادی اپنی پوری پارٹی سمیت ان الفاظ پر از راہ انصاف غور کرے یہ تعریف دھوکہ، جھوٹ اور منافقت کے علاوہ کس پر صادق آسکتی ہے؟ ہمارا کہا اگر کڑوا لگا تو اپنے ہی ہم جنس مجتہد صاحب کی ہی ذرا سن لیں مگر انصاف ہو تو۔

تقیہ کی یہ تعریف محض انبیاء اور ائمہ کی توہین کے لیے گھڑی گئی:

شیعہ قوم کی جبلت میں ہے کہ تبرا اور توہین ایسے طریقہ پر کرنا کہ کسی کو کان وکان خبر نہ ہو۔ صحابہ کرام کے معاملہ میں بھی انکا کردار کچھ ایسا ہی ہے یہاں پر بھی در پردہ مقصد شان انبیاء پر دھبہ لگانا اور آل رسول کی عزت کو داغدار کرنا ہے۔ ارباب دانش ذرا الفاظ کے پھیر کو ایک لائن میں لگا کر ملاحظہ فرمائیں کہ کس طرح تقیہ کا نام لے کر انبیاء اور آل رسول کے صادق وطاہر افراد کو کفر بولنے پر مجبور دکھانا چاہتے ہیں دراصل یہ سارا اُتار چڑھاؤ ان مقدس جماعتوں سے اپنے باطنی غیظ وغضب کا اظہار کرنا ہے۔ ورنہ انبیاء کرام کی پاکیزہ زبانیں اس سے بالکل پاک ہیں کہ ان زبانوں سے مجبور کر کے کلمہ کفر جاری کروایا جائے یہ زبانیں ہیں جو رب کا کلام بولتی ہیں شیطان کا بول ان پر جاری ہونا ممکن نہیں شیطانی چالیں کبھی کلام ربانی میں ہیر پھیر کی کوشش بھی کریں تو اس کو لمحہ بھر میں تمام الائشوں سے پاک کر دیا جاتا ہے۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ان مقدس لوگوں کو مجبور کر کے کلمہ کفر کہلایا جائے۔ تقیہ کا الزام انبیاء پر لگانا اتنی بڑی انبیاء کی توہین ہے کہ ابوجہل بھی ایسے خطرناک طریقہ سے توہین نہیں کر سکا۔

اے کاش شیعت کا یہ اصلی روپ بھی کوئی جان سکتا کہ کس طرح وہ انبیاء واولیاء کو کافروں کی زبان بولنے پر مجبور بتا کر ایمان واسلام کا جنازہ نکالتے پھرتے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الالباب:

2- کوئی دعویٰ بلا دلیل ثابت نہیں ہوتا تحقیقی دستاویز والوں نے تقیہ کا وہ مطلب جو اہل سنت کی طرف سے بتایا جاتا ہے اسے رد کر کے اپنی طرف سے تقیہ کا ایک اور مطلب بیان کیا ہے لہٰذا انہیں چاہیے یہ تھا کہ وہ اپنا یہ مطلب کسی کتاب سے ثابت کرتے تاکہ ان کا بیان کردہ مطلب کم از کم ان کے اپنے مذہب میں تسلیم شدہ مانا جاتا اور اہل نظر یہ جان سکتے کہ تحقیقی دستاویز والوں کی طرح اس خانہ میں اور بھی ان جیسے ان کے ہم نوا موجود ہیں مگر تحقیقی دستاویز کا نام رکھ

کر کوئی بات بھی تحقیق سے لکھنے کی توفیق ان کو نہیں ہوئی بلکہ یوں لکھا جیسے سارے ہی ان جیسے خالی از دماغ ہیں جو جی حضوری کا فرض نبھاتے ہوئے یس سر کہتے جائیں گے۔اب اپنی نقد تیار شدہ تعریف کو اصل تعریف قرار دے کر اس پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھی جیسے مذہب رافضیہ کے بانی یہی ہیں کہ ان کی ہر بات امام مہدی کا فرمایا ہوا ہو کہ ہر ایک بات آنکھیں بند کر کے قبول کی جائے۔شائد وہ بھول گئے کہ ہم امام باڑے میں مجلس پڑھتے ہیں نہیں جناب! آپ تاریخی دستاویز کی کاری ضرب کی تاب نہ لا کر ابھی سے بے حواس ہوئے جاتے ہیں جبکہ آپ اس کا جواب لکھ رہے ہیں جہاں اقوال کو تول کر برابر کیا جاتا ہے بہر حال کرم فرماؤں کا یہ تعریف کرنا ان کا اپنا خیالی پلاؤ ہے جسے مسلمان تو کجا رافضی بھی قبول نہیں کرتے ورنہ کسی کتاب کا حوالہ تو نقل کیا جاتا!

3- مشہور کہاوت ہے دروغ گو حافظہ نباشد :اب بے چارے تقیہ باز کو کیا علم کہ اس نے تقیہ کی تعریف کیا کی ہے اور اس کو ثابت کرنے کے لیے دلیل کیا دینی ہے۔محترم قارئین ذرا غور فرمائیں کیا کمال کا دعوٰی اور اس کو ثابت کرنے کے لیے کیا خوب دلیل پیش کی ہے تقیہ کی تعریف یہ لکھی کہ مجبوراً کلمہ کفر کہنا پڑے اور صفحہ 75 پر اس تقیہ کو ثابت کرنے کے لیے دلیل پیش کی وہ یہ ہے وہ (مومن آل فرعون) شخص اپنے ایمان کو اسی وجہ سے چھپائے ہوئے تھا کہ فرعون کو معلوم ہو جائے گا تو اس کو قتل کر دے گا۔فرعون کے قتل کے ڈر سے وہ شخص اپنا ایمان پوشیدہ رکھتا تھا اور یہی تقیہ ہے۔ (تحقیقی دستاویز ص 75) اور یہ کہ کئی برس (تین سال) تک نبی کریم ﷺ نے اپنے امر نبوت کو پوشیدہ رکھا۔ ارباب نظر ذرا غور فرمائیں۔ پوشیدہ رکھا،اور کلمہ کفر کہنے پر مجبور ہوا یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں؟ تقیہ تو کلمہ کفر مجبوراً کہنا ہے تا کہ امر نبوت کو پوشیدہ رکھنا،''کلمہ کفر کہنا'' اور ''پوشیدگی'' میں کس قدر فرق ہے؟ اہل عقل سے مخفی نہیں ہماری گذارش ہے کہ تقیہ باز کو تقیہ کی تعریف کرتے ہوئے بھی تقیہ کرنا پڑا اگر تقیہ کی دلیل نے تقیہ کا بھانڈہ سر بازار ہی پھوڑ ڈالا۔

اصل میں تقیہ کرنے کا انجام کچھ اس سے مختلف نہیں ہوتا جھوٹ تو پھر جھوٹ ہے جس کے پاؤں ہی نہیں ہوتے کم از کم کرم فرماؤں کو تقیہ کے باب میں تو تقیہ سے کام نہ لینا چاہیے تھا تا کہ ان کا درست نظریہ ارباب علم کے سامنے آجاتا شائد ان کے مذہب کی تبلیغ و اشاعت ہو جاتی مگر عادت سے مجبور آدمی سے بھلا کب رہا جا سکتا ہے لہٰذا عادت سے مجبور کرم فرماؤں نے بالآخر پھر وہی تقیہ کا سہارا لیا کہ دیکھو خود آپ ﷺ نے نبوت کو 3 سال تک پوشیدہ رکھا حالانکہ پوشیدہ رکھنا تمہارے نزدیک تقیہ ہی نہیں تقیہ تو کسی اور چیز کا نام ہے پھر جو چیز تمہارا دعوٰی ہی نہ ثابت کرتی ہو اسے دلیل بنانا کہاں کی علمیت ہے ۔اب دو میں سے ایک بات تو ضرور ہے یا تو تقیہ کی تعریف من گھڑت جھوٹی اور دھوکہ دہی پر مبنی ہے یا مذکورہ دلیل بے محل اور دھوکہ ہے اگر ہم سے پوچھو تو تقیہ اور اسکی دلیل دونوں دھوکہ دہی پر مبنی ہیں۔

امام رازی کے اصول پر سینہ زوری

دو ضرروں میں سے ایک ضرر برداشت کرنا واجب ہے۔ (تحقیقی دستاویز ص 71)

کرم فرماؤں نے امام رازی کے ایک اصول سے اپنا الو سیدھا کرنا چاہا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ بڑے ضرر یعنی تکلیف، مصیبت اور پریشانی سے بچنے کے لیے چھوٹے ضرر یعنی تقیہ کو برداشت کر لینا بہتر ہے ہم عرض کرتے ہیں کہ عالیجاہ نے امام رازی کے اس اصول کو ماشاء اللہ اپنی ٹیڑھی عقل سے ہی پرکھا ہے ورنہ عقل سلیم سے معلوم کیا ہوتا تو اتنی دور کی نہ سوجھتی۔ مقام غور ہے کہ یہاں دو ضرروں میں بڑے ضرر سے بچنا اور چھوٹے ضرر کو برداشت کر لینا واجب بتایا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ بڑا ضرر کیا ہے؟ یار لوگوں کا ارشاد ہے کہ بڑا ضرر کلمہ حق کہنے کی پاداش میں آنے والی تکلیف آزمائش اور پریشانی ہے جبکہ اس کے مقابلے میں تقیہ یعنی جان بچانے کے لئے کلمہ کفر کہہ دینا چھوٹا ضرر ہے اگر اللہ عقل سلیم عطا فرمائے اور بندہ کچھ بھی غور کرے تو کلمہ حق کے بدلے ملنے والی تکلیف چھوٹا ضرر ہے جبکہ تقیہ کر کے جان کی خاطر کلمہ کفر بولنا بڑا ضرر ہے۔ ذرا موازنہ فرمائیے ایک طرف سچ ہے دوسری طرف جھوٹ: ایک طرف کلمہ حق دوسری طرف کلمہ کفر ہے۔ تو دونوں میں بڑا ضرر کونسا ہو گا؟ ہر ایمان دار شخص خود فیصلہ کر سکتا ہے۔ مزید ملاحظہ فرمائیں۔ کلمہ حق کے بدلے مثلاً موت قبول کرنی پڑے تو اس صورت میں ہمیشہ کی زندگی اور کلمہ کفر کہہ کر تقیہ کرنے کی صورت میں مختصر زندگی۔ کلمہ حق کے بدلے میں جو زندگی ہے وہ جنت کے انعامات سے برتر ہے جبکہ کلمہ کفر کے بدلے میں جو زندگی ملے وہ حرام حلال کی روزی سے پلتی ہے۔ کلمہ حق کے بدلے میں دائمی حیات اور کلمہ کفر کے بدلے میں عارضی حیات ہے۔ اب بتاؤ اے عقلمندو کلمہ حق کہنے میں ضرر بڑا ہے یا کلمہ کفر کہنے میں؟ شائد امام رازی تقیہ بازوں کو سرزنش فرما رہے ہوں کہ تقیہ کے بدلے عارضی حیات پانا دانائی نہیں بلکہ سچ کے بدلے جام شہادت کی نعمت عظمٰی کا پانا سعادت و دانائی ہے گویا تقیہ اور راست گوئی میں ضرر تقیہ ہے نہ کہ راست گوئی۔ مگر کسی کو الٹ ہی سمجھ آئے تو کون کسی کی اُلٹی کو سیدھا کرے!

شیعہ دستاویز کی دوسری دلیل اور اس کا جواب

شیعہ قلم کار تقیہ کو ثابت کرنے کے لیے امام رازی کی یہ عبارت پیش کرتا ہے: "التقیه جائزة للمومنین"۔

جواب:

1- یہ عبارت صرف یہیں سے شروع نہیں ہوئی جیسا کہ کاتبوں نے تاثر دیا ہے بلکہ یہ مکمل عبارت گذشتہ عبارت کا حصہ ہے۔ یہ دیانت دار لکھاری ہے جو لا تقربوا الصلوٰۃ تو لکھتا اور سناتا ہے پر و انتم سکاریٰ پر انگلی رکھ کر اسے چھپا لیتا ہے۔ شاباش ہے ہمارے کرم فرما محققین کو دھوکہ دیتے ہوئے ان کے ضمیر نے بھی ان کو نہ جھنجھوڑا اور غیرت بھی نہ آئی کہ کچھ تو احساس و ندامت ہوتا مگر ان کے ہاں تو جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ محترم حضرات یہ عبارت پوری نہیں بلکہ گذشتہ عبارت میں ایک اختلافی مسئلہ شروع ہوا تھا جس کا یہ دوسرا قول ہے پہلا قول امام التفسیر امام مجاہد کا ہے جو یہ فرماتے تھے کہ "فاصدع بما تؤمر" والی آیت، سے قبل بچاؤ کیلئے اپنے ایمان کا کھلے عام اعلان نہ کرنا جائز تھا مگر اس آیت کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا لیکن چونکہ نسخ پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا اس لیے یہاں نسخ تو نہیں بلکہ بچاؤ کی صورتیں اختیار کرنا اب بھی جائز ہیں۔ اسی ضمن میں یہ عوف عن الحسن کا قول نقل کیا۔

2- یہ روایت یا حدیث نہیں بلکہ حضرت حسنؓ کا ایک ارشاد ہے جو تقیہ کے اثبات میں دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ تقیہ مذہب شیعہ میں تو صرف واجب ہی نہیں اس سے بھی اوپر کا درجہ رکھتا ہے لہٰذا ثبوت کے لیے مضبوط نص کا ہونا ضروری ہے۔

3- کسی قول کے درست یا نا درست قرار پانے کا دارومدار سند پر ہوتا ہے کیونکہ سند کے ذریعے پتہ چل سکتا ہے کہ اس قول کو نقل کرنے والے کون کون سے افراد ہیں تا کہ جھوٹے راویوں اور کذاب وضاع حدیث کی دست درازیوں سے بچا جا سکے یہ قول یہاں عوف بن الحسن کے الفاظ سے منقول ہے اور یہ عوف اعرابی شیعہ مذہب کا مجتہد اعظم ہے شیعہ کی روایت لے کر تقیہ ثابت کرنے والے عقل کو ہاتھ ماریں۔ بھلا شیعہ راوی تقیہ کو ثابت کرنے کے لیے تقیہ نہیں کر سکتا۔

سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 173 اضطراری حکم سے استدلال:

سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 173 میں حرام اشیاء، مردار، خون (بہنے والا) خنزیر اور غیر اللہ کے نام کی چیزوں کے حرام ہونے کو بیان فرمانے کے بعد مجبور آدمی پر نرمی اور تخفیف کا حکم بتایا کہ اگر کسی کی جان لبوں پر ہو تو محض جان بچانے کے لیے ایک آدھ لقمہ کھا لے اگرچہ اس نے حرام لقمہ کھایا ہے مگر اللہ غفور الرحیم اس کا یہ گناہ اسکی مجبوری و بے بسی کے پیش نظر معاف فرما دے گا، اس نرمی سے کرم فرما تقیہ کو ثابت کرنا چاہتے ہیں اول تو قرآن پاک کا انداز ہی اس وضاحت کے لیے کافی ہے کہ اللہ پاک نے زوردار الفاظ میں حرام اشیاء سے دوری کا حکم دیا پھر ارشاد فرمایا اگر کوئی مجبور بے بس جان بچانے کی خاطر ایک آدھ لقمہ کھا بیٹھے شرط یہ ہے کہ نہ وہ گناہ کے ارادہ سے کھانے والا ہو نہ حد سے تجاوز کرنے والا ہو یعنی واقعی مجبور محض ہو اور حرام کھا بیٹھا ہے تو فان اللّٰہ غفور الرحیم، بے شک اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے، وہ درگزر فرمائے گا، اس آیت سے تقیہ جیسا قبیح امر ثابت کرنا محض سینہ زوری ہے کہاں کلمہ کفر کہنا اور کہاں ایک آدھ لقمہ حرام کھا کر جان بچانا۔

ثانیاً اضطراری حالت میں لقمہ حرام کھانا نہ فرض ہے اور نہ واجب، زیادہ سے زیادہ جان بچانے کے لیے اجازت ہے اور وہ بھی قیود وحدود کی پابندی کے ساتھ جبکہ یار لوگوں کے ہاں تقیہ تو واجب، آئمہ کی محبوب چیز اور حصول عزت کا طریقہ ہے، اب حرام کھانے کی حالت اضطرار میں محض اجازت ہے اور اس اضطراری حکم کے سہارے جو تقیہ ثابت کیا وہ واجب اور دین کا نوے فیصد حصہ ہو۔ کیا یہ بات دل لگتی ہے؟

ثالثاً اضطراری حالت میں بلاوجہ جان تلف ہو رہی ہے جبکہ بصورت ترک تقیہ اگر جان جانے کا خطرہ ہے بھی تو کلمہ حق کے مقابلے میں کہ اس صورت میں جان چلی بھی جائے تو شہادت جیسی عظمت حاصل ہوتی ہے غور فرمائیے ایک طرف بے فائدہ جان جا رہی ہے اور موت آ جائے تو وہ مرتبہ شہادت نہیں جو بصورت کلمہ حق کہنے میں ہے جبکہ دوسری طرف جان جائے تو کلمہ حق کی بلندی، اس کی عظمت کے اظہار اور دین حق سے انتہائی محبت کے بدلے میں اور اس پر جو کچھ حاصل ہو وہ مرتبہ

شہادت اور ہمیشہ کی زندگی، کیا ان دونوں کا ایک جیسا حکم ہوسکتا ہے؟ ایک کم علم آدمی بھی یہ فرق سامنے رکھ کر اضطرار و تقیہ پر ایک جیسا حکم نہیں لگا سکتا مگر یار لوگ پھر بھی یہی کہتے ہیں کہ تقیہ بھی مضطر شخص کی طرح کا حکم رکھتا ہے۔ (فیا للعجب)

ارباب عقل کو دعوت فکر:

مشہور جانور بلی کی مثال ہے کہ جب اس کے پاؤں جلنے لگتے ہیں تو وہ اپنے پاؤں کو جلنے سے بچانے کے لئے اپنے بچے پاؤں تلے دے دیتی ہے بالکل یہی حال ہمارے کرم فرما رافضیوں کا ہے جب کوئی بات نہ بن پڑے تو خود اپنے فعل کا ایسا منہ کالا کرتے ہیں کہ مخالف کو بھی ترس آنے لگتا ہے اب ذرا ملاحظہ فرمائیں تقیہ شیعوں کا محبوب عمل اور پسندیدہ فعل ہے مگر جب بدنامی کا خدشہ لاحق ہوا تو اسے خنزیر، مردار اور حرام چیزوں کے ساتھ ملا دیا کہ دیکھو جیسے مجبوراً کبھی کتا، خنزیر اور مردار کھانے کی اجازت ہے اسی طرح تقیہ کی بھی اجازت ہے۔ جو حکم مجبوراً مردار کھانے کا ہے وہی حکم تقیہ کا ہے، ہم اس پر مزید کچھ عرض نہیں کرتے صرف اتنی گزارش ہے کہ

خود اپنی اداؤں پر ذرا غور کرو ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

کرم فرماؤں کا سورۃ نحل کی آیت نمبر 106 سے استدلال:

تحقیقی دستاویز والوں نے تقیہ کو ثابت کرنے کے لیے تین قرآنی آیات اور ان پر مفسرین کے اقوال کا سہارا لیا ہے پہلی آیت 14 ویں پارہ سورۃ نحل کی ہے من کفر باللہ الخ (نحل 106) پیش کی قرآن کریم کی مذکورہ آیت کا ترجمہ جو کیا ہے وہ ہے۔ من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیھم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم۔ جو شخص (کفر پر) مجبور کیا جائے مگر اس کا دل ایمان کی طرف مطمئن ہو (اس سے کچھ مواخذہ نہیں) لیکن جو شخص ایمان لائے اور کفر بھی کرے تو دل کھول کر تو ایسے لوگوں پر خدا کا غضب اور ان لوگوں کے لیے بڑا (سخت) عذاب ہے۔ (ترجمہ از تحقیقی دستاویز ص 72)

ارباب علم ملاحظہ فرمائیں من کفر باللہ من بعد ایمانہ کا ترجمہ ''جو شخص کفر پر مجبور کیا جائے'' یہی ہے؟ اردو خواں اردو تراجم قرآن پر دیکھ کر ذرا آل رسول کے حب دار کی دیانت کا جائزہ لیں کہ کیا قرآن پاک کی آیت کا ترجمہ درست لکھا ہے؟ جو لوگ قرآن پاک کے ساتھ ایسا رویہ اپنا سکتے ہیں کہ آیت کچھ اور ترجمہ کچھ وہ باقی کس چیز کو معاف کریں گے؟ نام تحقیقی دستاویز اور تحقیق کا عالم یہ کہ قرآن پاک کا ترجمہ بھی نہیں آتا، ماشاء اللہ جس مذہب کے محققوں کی یہ قرآن دانی اور عربی سے یہ واقفیت ہے اس مذہب کے غیر محقق اور مرثیہ نگار کیسے ہوں گے؟ اگر اب بھی کوئی ان کرم فرماؤں کی قرآن دشمنی اور کلام اللہ سے عدم اعتماد کو نہ سمجھ سکے تو اسے اللہ ہی سمجھائے، ورنہ آدمی دنیا کے معاملات میں معمولی ہیر پھیر کرے تو وہ بددیانت مشہور ہو جاتا ہے کوئی اس پر اعتماد کرنا گوارا نہیں کرتا تو جو قرآن پاک کے ساتھ ایسا ظالمانہ رویہ اختیار کرے وہ دین میں تو کیا زندگی کے کسی شعبہ میں بھی قابل اعتماد نہیں رہتا، اب بھی اگر کرم فرما قرآن پر اپنے ایمان کا دعویٰ کرے جبکہ ترجمہ میں بھی قرآن پاک پر تعدی اور زیادتی سے باز نہیں آتے تو اہل عقل کے نزدیک یہ دعویٰ محض تقیہ ہی ہوگا۔ قرآن پر ایمان

رکھنے والا یوں قرآن پاک کے ترجمہ میں ناانصافی نہیں کرتا۔

2- یہ آیت ان صحابہ کرام کے بارے میں نازل ہوئی جن کو کفار نے گرفتار کر لیا تھا ان میں حضرت عمارؓ، ان کے والدین یاسرؓ اور سمیہؓ، صہیبؓ، بلالؓ اور خبابؓ تھے ان حضرات میں سے صرف حضرت عمارؓ نے جان بچانے کی خاطر کلمہ کفر کہہ لیا جبکہ دل پوری طرح ایمان پر مطمئن تھا ان کے علاوہ حضرت یاسرؓ اور حضرت سمیہؓ اللہ کے نام پر قربان ہو گئے مگر کلمہ کفر زبان سے ادا نہ کیا حضرت عمارؓ نے کلمہ کفر زبان سے کہہ تو لیا مگر بعد میں ندامت ہوئی حتی کہ رو پڑے چنانچہ تحقیقی دستاویز والے حوالہ نقل کرتے ہوئے خود لکھ رہے ہیں "فاتی عمار رسول اللّٰہ وھو یبکی۔" (صفحہ 72) کہ حضرت عمار حضورؐ کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے حضرت عمارؓ بڑی عمر کے تھے جس عمر میں بلا سبب رونا نہیں آتا ان کا رونا انتہائی ندامت ورنج کی بنا پر تھا کہ یہ میں کیا کہہ بیٹھا، گویا صحابی کا رونا واضح کر رہا ہے کہ وہ اس فعل کو درست نہ جانتے تھے ورنہ روتے ہی کیوں! آپ ﷺ نے تسلی ارشاد فرمائی اور تھپکی دی اور خود آنسو صاف کیے کہ جب تیرا دل پوری طرح ایمان پر جما ہوا تھا تو فکر کی ضرورت نہیں ایمان موجود ہے، کرم فرماؤں کی محولہ تفاسیر کا خلاصہ بھی یہی ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ اس آیت سے تقیہ کا وجود کہاں سے ثابت ہو گیا جبکہ شریک واقعہ میں سے ایک نے مشرکین کی خواہش پوری کی باقی پانچوں شرکاء میں سے کچھ قربان ہوئے اور اسلام کے اولین شہید کہلائے اور کچھ اذیتیں برداشت کرتے رہے اور ان کے قدموں کے کھٹکے حوران جنت کے لیے کانوں میں رس گھول دینے والی حسین آواز قرار پائے۔

3- بالفرض والمحال لمحہ بھر کے لیے کرم فرماؤں کا یہ قول مان لیں کہ حضرت یاسرؓ کے اس واقعہ سے تقیہ ثابت ہوتا ہے تو عرض ہے کہ جن سے تم تقیہ ثابت کرنا چاہتے ہو خود وہ آپ کے تقیہ کو جائز جانتے ہیں؟ ذرا اسی ایک واقعہ پر ہی انصاف کی نظر ڈالو اگر حضرت عمارؓ تقیہ کو جائز سمجھتے تو رنجیدہ وغمگین کس بات پر ہوتے اور آنسو بہانے اور رونے کا کیا مطلب؟ حضرت عمارؓ کا غمگین ہونا اور دربار رسالت میں روتے ہوئے حاضری دینا تقیہ کی بیخ کنی کی کافی دلیل ہے ورنہ جائز کام کر کے چہرے پر مسکراہٹ رقص کرتی ہے اور کسی کو جائز کام بتانے کی ضرورت بھی ہو تو رو کر نہیں بتایا جاتا بلکہ خوشی سے جائز کام کرنے کی خبر دی جاتی ہے۔

4- بعض کتب تفسیر کا حوالہ دیتے ہوئے کرم فرما لکھتے ہیں کہ جب حضرت عمارؓ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تو بارگاہ نبوی میں عرض کیا گیا، یارسول اللہ! ان عمار اکفر، یارسول اللہ عمار کافر ہو گیا۔ (تحقیقی دستاویز ص72)

اس جملے سے واضح ہوتا ہے کہ صرف حضرت عمارؓ ہی نہیں تمام صحابہ کرامؓ بھی تقیہ کو ناجائز جانتے تھے جب ہی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس واقعہ پر آپ ﷺ سے عرض کیا کہ محبوب! عمار نے جو کلمہ کفر زبان سے بول دیا تو وہ کافر ہو گیا ورنہ اگر تقیہ نام کی کوئی چیز اسلام کے دائرہ کار میں موجود ہوتی تو ضرور صحابہ کہتے کہ انھوں نے تقیتاً آپ سے کہا ہے چلو سب نہ سہی کچھ تو کہتے مگر کسی نے بھی اس عمل کو جائز نہیں جانا بلکہ اس کو کفر ہی خیال کیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں عرض بھی یہی کیا

کرم فرماؤں نے جو دلیل تقیہ کی پیش کی ہے اس سے صحابہ کرام جو آپ ﷺ کے براہ راست تربیت یافتہ ہیں انہوں نے تو اس کو جائز نہ سمجھا، قرآن پاک کا عقدہ صرف رافضیوں پر کھلا ہے کہ اس آیت سے تقیہ کرنا جائز ثابت ہو گیا، امت کے ارباب عقل ذرا غور فرمائیں قرآن پاک کا جو مطلب صحابہ کرامؓ نے جانا وہ درست ہے یا منکرین قرآن کا بیان کیا ہوا مطلب درست ہے؟ (فتدبروا)

5- حضرت عمارؓ کے ساتھ مزید صحابہ کرامؓ حتیٰ کہ ان کے والدین بھی اسی امر میں مبتلا تھے انہوں نے جام شہادت نوش کر لیا مگر زبان کو کلمہ کفر سے آلودہ نہیں ہونے دیا ان شہادت کے اوّلین تمغہ نوازوں کا شہادت کو قبول کرنا اور تقیہ نہ کرنا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ صحابہ کرام اور شہدائے اسلام کے دین میں تقیہ ایسی اجنبی جنس تھی جس کا وجود صدیوں بعد میں تعمیر ہوا ورنہ وہ نفوس قدسیہ جو کسی جائز اور مستحب کام کو بھی نہ ترک کرتے تھے وہ تقیہ جیسے واجب کو کیوں کر طلاق مغلظہ دیکر اپنی زندگی سے دیس نکالا دیتے؟

6- وہ صحابہ کرام جنہوں نے کلمہ توحید پر جان قربان کر دی اللہ پاک نے ان کی فضیلت سورۃ بقرۃ اور سورۃ نساء میں بیان فرمائی، بل احیاء عند ربھم یرزقون۔ بلکہ وہ ہمیشہ کے لیے زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے گویا ترک تقیہ کا نقد اور عظیم الشان اجران کو حاصل ہوا قرآن پاک میں ہے قیل ادخل الجنۃ قال یالیت قومی یعلمون، ان شہیدوں کو کہا گیا جنت میں داخل ہو جاؤ تو انہوں نے کہا کہ اے کاش ہماری قوم یہ جان لیتی" یعنی یہ جان لیتی کہ ہمارے مالک نے ہمارا کیسے اکرام کیا اور کیسی عزت کی جگہ عطا فرمائی، یہ سب کلمہ توحید پر قربان ہونے کے ثمرات ہیں مگر کرم فرماؤں کو اُلٹی ہی سوجھتی ہے ان کا فرمان ہے کہ صبروا سے مراد تقیہ پر صبر کرنا ہے چنانچہ الشافی ترجمہ اصول کافی جلد چہارم صفحہ 140 پر لکھا ہے کہ، "اولئك یوتون اجرھم مرتبین بما صبروا" میں صبروا سے مراد تقیہ پر صبر کرنا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ صحابہ کرام جنہوں نے تقیہ کرنے کی بجائے مشکلات پر صبر کیا وہ نہ صابر ہیں اور نہ ان کے لیے مراتب علیاء ہیں۔ سبحان اللہ یہ ہے فہم قرآن۔

محترم جو آیت میں صاف طور پر لفظ ،اُکرِہَ، موجود ہے جس کا معنی ہے مجبور کیا گیا، یہ آیت صاف وضاحت کر رہی ہے کہ یہاں اکراہ کا مسئلہ زیر بحث ہے نہ کہ تقیہ کا مگر پھر بھی یار لوگ اس سے تقیہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، اکراہ کی تعریف اسکے احکام اور تقیہ و اکراہ میں فرق عنقریب آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں جو عبارات پیش کی ہیں ان میں درمنثور کی یہ عبارت (کیف تجد قلبك الخ) بھی ہے جو تقیہ کی نفی تو کرتی ہے حمایت نہیں، کیوں کہ صحابی کا پریشان حال ہو کر سوال کرنا اور آپ ﷺ کا بھرپور تحقیق کرنا کہ جب تو نے یہ کلمہ کہا تھا اس وقت دل کی کیفیت کیا تھی؟ تو کیا محسوس کر رہا تھا؟ کیا سوچ کر یہ کلمہ کہا؟ وغیرہ یہ گفتگو اس بات کی کافی دلیل ہے کہ ان افراد میں سے کوئی بھی تقیہ کو جائز قرار نہ دیتا تھا اور نہ ہی آپ ﷺ اسے جائز قرار دیتے تھے یہی حال بعض کتب تفسیر کے عنوان سے جو عبارت پیش کی اسکا ہے بلکہ اس میں ماقبل کی عبارت میں زیادہ وضاحت سے ندامت و پریشانی کا

ذکر موجود ہے اور یہ بات تو ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی جانتا ہے کہ کسی گناہ پر نادم ہونا اور آنسو بہانا توبہ ہے جس توبہ سے یہ گناہ تو کیا اس سے بڑے بڑے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔

نوٹ: تسیر درمنثور اور ابن جریر ایسی تفسیریں ہیں جن میں ان تفسیروں کے مصنفین نے یہ التزام نہیں کہ وہ صرف صحیح روایات سے ہی تفسیر کریں گے بلکہ اِن میں تفسیر کے باب میں ہر طرح کی روایات درج کی گئی ہیں حتیٰ کہ موضوع روایات سے بھی احتراز نہیں کیا گیا چنانچہ تاریخ تفسیر و مفسرین میں درمنثور کے مقدمہ کے حوالہ سے لکھا گیا ہے کہ اِس تفسیر میں موضوع روایات بھی موجود ہیں علامہ سیوطی نے جس تفسیر میں صرف صحیح روایات لکھنے کا عزم کیا ہے اس کا نام جلالین ہے: لہٰذا ان تفسیروں کی ہر بات معتبر نہیں۔

التفسیر والمفسرون میں ہے کہ

فلا یعدل، ولا یجر، ولا یضعف ولا یصحح، فهو کتاب جامع...... والسیوطی رجل مغرم بالجمع و کثرة الروایه، وهو مع جلالة قدره و معرفة بالحدیث ولعلله لم یتحر الصحة فیما جمع فی هذا التفسیر و انما خلط فیه بین الصحیح والعلیل فالکتاب یحتاج الی تصفیة حتیٰ یتمیزلنا غثه و سمینه۔ (التفسیر والمفسرون ج ۱ ص ۲۵۴ الفصل الاول فی التفسیر الماثور از الدکتور محمد حسین الذہبی طبع ثانی ۱۹۷۶ء)

حاصل یہ ہے کہ (جو تفسیر میں علامہ سیوطی نے روایات جمع کی ہیں) نہ ان کی تعدیل بیان کی نہ اُن پر کوئی جرح کی اور نہ ان کا صحیح وضعیف ہونا بتایا پس وہ ایسی کتاب ہے جو صرف (ہر طرح کی صحیح، ضعیف، موضوع وغیرہ) روایات کا مجموعہ ہے۔

اور علامہ سیوطی نے روایات کی بھر مار کی ہے باوجود اپنے جلالتِ مرتبہ اور علوم حدیث پر دسترس کے اپنی اس تفسیر میں صحیح روایات کو جمع کرنے کا التزام نہیں کیا بلکہ صحیح اور بیمار ہر طرح کی روایات کو اکٹھا کر دیا ہے پس یہ کتاب محتاج ہے کہ اس میں سے ردی اور صحت مند روایات کو الگ الگ کیا جائے۔

قاضی بیضاوی اور صاحب معالم التنزیل کا حوالہ

ان دونوں عبارتوں کا حاصل حالت اکراہ میں رخصت کا بیان کرنا ہے اور تقیہ و اکراہ مین بعد المشرقین ہے لہٰذا دونوں کو ایک قرار دینا فریب ہے جس کی تفصیل ابھی آیا ہی چاہتی ہے لہٰذا بصورت اکراہ اگر کسی نے اپنی کمزوری یا کسی بڑے دینی مقصد کیلئے ایسا کلمہ کہہ لیا تو اس کے لیے جائز ہے لیکن افضل پھر بھی یہی ہے کہ جان تلف ہونے کے خوف سے بھی حق نہ چھوڑا جائے اور نہ کلمہ توحید پر کمزوری دکھائی جائے چنانچہ معالم التنزیل کی دوسری جلد صفحہ 86 پر موجود ہے، و ان ابی ان یقول حتیٰ یقتل کان افضل، اگر کلمہ کفر کہنے سے انکار کر دیا حتیٰ کہ قتل کر دیا گیا تو ایسا کرنا افضل ہے جبکہ تقیہ تو یار گوں کے نزدیک واجب اور ضروری ہے لہٰذا اکراہ کو تقیہ کے ہم وزن کہہ کر یہ دلیل پیش کرنا سوا دھوکہ کے کچھ نہیں۔

امام رازی کی تفسیر کبیر کا سہارا:

امام رازیؒ نے مذکورہ مقام پر توریہ کی مختلف صورتیں مثالوں سے بیان کی ہین کہ متکلم کے ذہن میں کوئی مطلب ہو

لیکن سامع کوئی دوسرا مطلب سمجھ رہا ہو ایسے ذومعنیین لفظ سے اپنا مطلب حاصل کر لینا تو ریہ کہلاتا ہے اب یہ کس قدر صاف عبارت ہے جس میں نہ تقیہ کے واجب ہونے کی بات اور نہ تقیہ کا موضوع۔ مگر پھر بھی یار لوگ اس سے تقیہ نکال کر ہی رہیں گے حالانکہ یہ بے غبار عبارت تقیہ نہیں تو ریہ کو بیان کر رہی ہے کہ نہ اس کا باطن کفر پر راضی ہو اور نہ ظاہر میں کلمہ کفر ہو صرف سننے والے کو اشتباہ ہو کہ یہ میرے مطلب کا بول بولتا ہے اور بس یہ نہ تقیہ ہے اور نہ اس تقیہ کا حکم۔ علامہ خازن کے کہنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ جبر و اکراہ کے وقت اطمینان علی الایمان پورے طور پر موجود ہو تو ایسا کلمہ کہہ لے جس سے اپنی جان کو کسی بڑے مقصد پر خرچ کرنے کیلئے محفوظ رکھے۔

سورۃ ال عمران کی آیت نمبر 28 سے استدلال

سورۃ ال عمران کی آیت نمبر 28 میں لفظ تقاۃ سے اپنا مذعومہ تقیہ مراد لے کر اس آیت سے کرم فرماؤں نے اپنا خیالی تقیہ ثابت کرنے پر استدلال کیا ہے، محترم قارئین یہ سورۃ آل عمران کی آیت کفار سے دوری اور بے زاری پر جس زور دار الفاظ سے دلالت کر رہی ہے وہ کسی صاحب علم سے مخفی نہیں اس لفظ تقاۃ سے ماقبل اور مابعد کا قرآنی انداز کفار سے واضح طور پر تعلق اور دوستی رکھنے سے پر زور طریقہ پر منع فرماتا ہے، کہ جو شخص ان کفار سے دوستی رکھے گا ''فلیس من اللّٰہ فی شی'' کہ اس کو اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ تو جو اللہ محض اظہار دوستی پر اس قدر ناراضگی کا اظہار فرما رہا ہے وہ کفر بولنے میں کفار کی ہم نوائی کی اجازت کیسے دے گا۔

2- غور فرمائیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: و یحذر کم اللّٰہ نفسہ، اور اللہ تم کو ڈراتا ہے اپنے سے، قرآن کریم کا یہ ارشاد اور تقیہ کی تعریف سامنے رکھ کر ذرا دیکھئے کیا ان دونوں میں کچھ بھی مناسبت ہے؟ تقیہ اس وقت ہوتا ہے جب کسی کا خوف اور ڈر سر پر مسلط ہو اسی تقیہ کے سبب کو اللہ تعالیٰ نے، ویحذرکم اللہ نفسہ، فرما کر ختم کر دیا کہ تمہیں تقیہ اس وقت کرنا پڑا جب تمہیں غیروں کا خوف و ڈر محسوس ہوا اس لئے تم ان غیروں کا ڈر دل سے نکال دو اللہ تو صرف اپنی ذات سے تمہیں ڈراتا ہے۔

ارباب انصاف ذرا غور فرمائیں اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ سبب تقیہ کی بھی بیخ کنی فرما رہے ہیں یعنی جو راہ تقیہ کی طرف جاتی ہے اس راہ میں ہی آڑ کھڑی فرما دی تاکہ اس تقیہ کے مکان میں کوئی داخل ہی نہ ہو سکے اور یار لوگ اس آیت سے تقیہ کو ثابت کرنے کی ٹھانے بیٹھے ہیں، حالانکہ اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے تقیہ کی جڑ ہی کاٹ پھینکی ہے کہ جس سبب سے تقیہ کی ضرورت پڑی وہی باقی نہ رہنے دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کا ڈر دل سے نکال کر اپنا ڈر دل میں رکھنے کا حکم دیا ہے کہ اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے دوسرے مقام پر اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ میں فرمایا ''فلا تخشوھم واخشونی'' پس تم لوگوں سے مت ڈرو بلکہ صرف مجھ سے ڈرو۔

3- لفظ تقاۃ کا سیاق و سباق سامنے رکھ کر ذرا سینہ زوری سے تقیہ ثابت کرنے والوں کی جرات ملاحظہ فرمائیں ارشاد ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں سے تجاوز کر کے کفار کو اپنا دوست نہ بنائیں تو جو شخص ایسا کرے وہ اللہ کے

ساتھ دوستی کے شمار میں نہیں مگر ایسی صورت میں (ظاہری دوستی کی اجازت ہے) کہ تم اس سے کسی قسم کا قوی اندیشہ رکھتے ہو (وہاں دفع ضرر کی ضرورت ہے) (ال عمران مختصر تفسیر از معارف القرآن ص48 ج2)

یہاں زیادہ سے زیادہ اندیشہ و دفعہ ضرر کی ضرورت کے تحت ظاہر داری یعنی ظاہری دوستی کی اجازت ہے محض بچاؤ کی خاطر مگر یہ تقیہ تو نہیں کہ تقیہ کی تعریف کرم فرماؤں نے کی ہے کہ خوف کی وجہ سے اظہار کفر پر مجبور کیا جائے'' اب ان یار لوگوں کو کون سمجھائے کہ ظاہر داری اظہار کفر نہیں تو پھر تقیہ اس آیت سے کیسے ثابت ہو گیا؟ مہربانوں کو تو ہمیشہ دور کی سوجھتی ہے مگر ایسی ٹامک ٹوئیاں مارنے سے مذھب ثابت نہیں ہوتا اس آیت میں کفار سے دوستی نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے استثنائی صورت دفع ضرر کے لیے ہے اور وہ بھی کسی حد تک''۔ لیکن اظہار کفر کی اجازت نہ اس آیت سے ثابت ہو رہی ہے اور نہ ہی اس موضوع کی گفتگو ہے یہ محض یار لوگوں کی سینہ زوری ہے جو تقیہ کو ثابت کرنے کی ٹھان بیٹھے ورنہ جس تقیہ کا تعارف روافض نے یہاں تحقیقی دستاویز میں کروایا ہے قرآن پاک سے ثابت ہونا تو دور کی بات کتاب الٰہی تو اسے ایک آنکھ دیکھنے کو تیار نہیں۔

4- اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مختلف کفار کے ساتھ معاملات و تعلقات کی نوعیت ارشاد فرمائی ہے یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے اس آیت کے تحت کافروں کے ساتھ تعلقات کی تفصیلات ارشاد فرمائی ہیں کہ بعض کفار سے لین دین جائز ہے تو بعض کے ساتھ تالیف کا پہلو اختیار کرنا مفید ہے اور بعض سے علیک سلیک کی بھی اجازت نہیں لہٰذا مفسرین کرام نے اس آیت کے تحت اسی تعلقات والے پہلو کو بیان فرمایا ہے کرم فرماؤں نے مفسرین کے جو حوالے نقل کیے ہیں ان میں بھی معاملات کی نوعیت بیان ہوئی ہے شیعہ قوم کا تقیہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان ہی نہیں کیا تو اس آیت سے تقیہ ثابت ہونے کا دعوٰی کتنا بڑا عجوبہ ہوگا۔

مفسرین کے حوالے اور شیعوں کا تقیہ

1- کشاف کے حوالے سے لکھا ہے کہ مومنوں کو اجازت دی ہے کہ دشمنان دین سے دوستی اور محبت کریں جبکہ ان سے ڈرتے ہوں اور اس موالات سے مراد مخالفت بھی ہے اور معاشرت ظاہری بھی، اس حال میں کہ ان سے بغض و عداوت پر دل مطمئن ہو۔ (تحقیق دستاویز ص74)

محترم قارئین کرام! کرم فرماؤں کا کمال علم اور کمال دیانت ملاحظہ فرمائیں: رخص لھم فی موالاتھم، کا ترجمہ یوں کیا کہ مومنوں کو اجازت دی ہے کہ دشمنان دین سے محبت اور دوستی کریں، رخص کا معنی رخصت کے ہیں اور موالات کا معنی دوستی اور محبت کے نہیں بلکہ مخالفت بھی ہے اور معاشرت ظاہری بھی! آپ اندازہ فرمائیں کس طرح من گھڑت ترجمانی کی کوشش کرتے ہیں کہ موالات کا جو معنی صاحب کتاب نے کر دیا تھا وہاں بھی گڑ بڑ کرنے سے باز نہ آئے اور سراسر غلط ترجمہ کر دیا، دوستی اور محبت کسی کافر سے جائز ہی نہیں جو کسی کافر سے روا رکھنے کا تاثر دیا گیا ہے کہ محبت خالص دل کا فعل ہے یعنی دلی دوستی کو محبت کہتے ہیں اور اسی دلی دوستی سے منع فرمانے کے لیے اس آیت میں احکامات ارشاد فرمائے جا رہے ہیں مگر یار لوگ اسی آیت کے سہارے دشمنان دین سے محبت اور یارانے گڈھوانے کی فکروں میں ہیں۔

2- بقول مفسر آیت میں موالات کی رخصت ہے نہ کہ اظہار کفر کی اور موالات نام ہے معاشرت ظاہری اور مخالفت کا، جیسا کہ خود صاحب کتاب نے ارشاد فرمایا لہٰذا موالات اظہار کفر نہیں جب موالات اظہار کفر ہی نہیں تو پھر تقیہ کہاں سے ثابت ہو گیا مگر کرم فرماؤں کو تو عامۃ الناس پر رعب ڈالنا مقصود ہوتا ہے کہ دیکھو ہم نے تقیہ کو فلاں فلاں تفسیر سے ثابت کر دیا اور پڑھنے والے شیعہ مہربان بھی بغلیں بجاتے ہیں کہ دیکھو فلاں فلاں تفسیر کا حوالہ لکھا ہوا ہے یہ نہ دیکھا کہ اس سے اپنا کوئی مطلب ثابت ہوتا بھی ہے یا نہیں ارباب دانش سے گذارش ہے کہ وہ ذرا کرم فرماؤں کی انصاف پسندی پر غور کریں کہ کس طرح سے ملاوٹ بازی کرتے ہیں کہاں موالات اور کہاں تقیہ ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے مگر پھر بھی یار لوگوں کا ارشاد ہے کہ یہ ثبوت تقیہ میں ہماری دلیل ہے (فیا للعجب)

3- حوالہ کا پہلا لفظ رخص ہی تقیہ کی نفی کے لیے کافی دلیل ہے کہ زیادہ سے زیادہ رخصت ہے عزیمت ہر حال میں ترک تعلقات ہی ہے لہٰذا بطور دلیل کے یہ عبارت پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے گیارھویں کو ثابت کرنے کے لیے سورۃ فیل کی آیت: طیرا ابابیل: کہ لفظ طیرا اور ابابیل کے درمیان میں دو الف جمع ہو کر گنتی کی زبان میں گیارہ نظر آ رہے ہیں لہٰذا گیارھویں ثابت:

صورت حال یہ ہے کہ ملت رافضیہ تقیہ کو واجب قرار دیتی ہے تو رخصت اور وجوب کا اجتماع کیسے ممکن ہے۔ تفسیر بیضاوی اور امام رازی کی تفسیر کبیر کے حوالے سے تقاۃ کو تقیہ لکھا گیا ہے ہمارے کرم فرماؤں کی پرانی روٹین ہے کہ لفظ کے معنی مراد میں اپنی طرف سے بھرپور تصرف کرتے رہتے ہیں حالانکہ کسی لفظ کا معنی متکلم کی مراد سامنے رکھ کر متعین کیا جاتا ہے جبکہ ہمارے کرم فرما ایک الگ ہی نظریہ رکھتے ہیں۔

لفظ کے لغوی اور اصطلاحی معنی اور کرم فرماؤں کا تصرف:

کسی لفظ کا ایک معنی لغت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور ایک معنی و مطلب اصطلاح کے اعتبار سے ہوتا ہے جب کچھ لوگ کسی لفظ کو کسی خاص مفہوم کے لیے متعین کر دیں تو اس وقت لغوی معنی کا اعتبار نہیں رہتا بلکہ اس وقت اس وضع اور تعین مفہوم کا اعتبار ہوتا ہے جو خاص لوگوں نے کسی خاص مفہوم کے لیے کر دی ہو جیسے مثلاً صلوٰۃ کا معنیٰ دعا ہے لیکن شریعت کی اصطلاح میں مخصوص ارکان (جن میں قیام، رکوع، سجود اور تشہد وغیرہ ہیں) کو صلوۃ کہتے ہیں ایسے ہی زکوۃ، صوم، حج وغیرہ کو قیاس کریں۔ ان الفاظ کا ایک لغوی معنیٰ ہے مگر ان الفاظ کے بولنے سے جو مفہوم ذہن میں پیدا ہوتا ہے وہ اصطلاحی ہے یعنی وہ مفہوم جو شریعت کی اصطلاح نے مقرر کیا لیکن کبھی یہ الفاظ اپنے لغوی معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں لہٰذا کسی بھی لفظ کا معنی سیاق وسباق دیکھ کر مقرر کیا جاتا ہے مثلاً، ان اللّٰہ و ملائکتہ یصلون علی النبی، یا ایھاالذین امنو اصلوا علیہ وسلموا تسلیما، یہاں صلوٰۃ کا معنیٰ اصطلاحی مراد نہیں لیا جا سکتا اسی طرح صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو معنیٰ اور ہوتا ہے فرشتوں کی طرف نسبت ہو تو معنیٰ دوسرا ہے بندوں کی طرف ہو تو اس کا معنیٰ اور ہو گا، لفظ ایک ہی ہے مگر اس ایک لفظ کا معنیٰ اپنے محل وقوع کی مناسبت سے بدلتے رہے ہیں اس لفظ صلوٰۃ کا ہر جگہ ایک ہی معنیٰ لینا کبھی درست نہیں رہا اسی

طرح لفظ تقاۃ ہے جس کا لغوی معنیٰ بچاؤ ہے اور یہی لغوی معنیٰ بعض مفسرین نے پیش نظر رکھا ہے۔

تقاۃ کا معنیٰ:

تفسیر کبیر میں امام رازیؒ اسی لفظ، تقاۃ (ال عمران) کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: واحدی تقیہ، تقاہ، تقی: کان مصدر الاتقاء یعنی تقی، تقاہ، تقیہ کا (لغت کے اعتبار سے) ایک ہی معنیٰ ہے جبکہ اس کا مصدر الاتقاۃ ہو المنجد صفحہ 1102 پر ہے اتّقی، اتقاۃ، وتوقی، توقیاء، فلانا، ڈرنا، خوف کرنا کسی سے بچنا۔ معلوم ہوا کہ تقاۃ کا معنیٰ کسی سے بچاؤ اختیار کرنا ہے۔

مفسرین کی مراد

اس گذارش کے بعد یہ عرض ہے کہ یہاں تقاۃ کا معنیٰ جو تقیہ لکھا گیا ہے وہ لغوی معنیٰ کے پیش نظر ہے نہ کہ اصطلاح روافض والا تقیہ مراد ہے اور لغت کے اعتبار سے جو مفہوم اس کا ہے وہ اصطلاحی تقیہ والا نہیں ہے اس موقع پر لغوی معنیٰ کا مراد ہونا بالکل واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے بغیر کسی شک وشبہ کے، چنانچہ ملاحظہ فرمائیں قاضی بیضاوی کی عبارت ہے، ''وقراء یعقوب تقیه منع عن موالتهم ظاهرا وباطناً فی الاوقات کلها: (کہ یعقوب نے تقاۃ کو تقیہ بھی پڑھا ہے منع فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ساتھ موالات سے ظاہراً بھی اور باطناً بھی تمام اوقات میں) اب ارباب علم ذرا غور فرمائیں جو تقیہ تقاۃ کی جگہ یعقوب نے پڑھا اس پڑھنے والے نے تقیہ کا معنیٰ بھی خود ہی بتا دیا کہ جو تقیہ میں پڑھ رہا ہوں اس کا معنیٰ منع عن موالتهم، کافروں سے موالات سے روکنا ہے ہر وقت ظاہراً اور باطناً بھی۔

کیا تقیہ کا جو معنیٰ تقاۃ کی جگہ تقیہ پڑھنے والے نے بیان کیا ہے وہ اس تقیہ کی جڑ نہیں کاٹ رہا جس تقیہ کا تعارف تحقیقی دستاویز والوں نے کروایا ہے؟ قاضی بیضاوی کی اس عبارت اور قاری یعقوب کی تقیہ کی تعریف سے روافض میں مروجہ تقیہ کے پلے کچھ بھی نہیں رہتا گویا یہ تعریف وعبارت اس مروجہ تقیہ کی واضح اور صاف نفی وتکذیب کر رہی ہے مگر یار لوگوں کا پھر بھی یہی اصرار ہے کہ یہاں سے تقیہ ثابت ہو گیا کیوں کہ قاضی بیضاوی کی تفسیر میں تقیہ لکھا ہوا ہے اور ہم تقیہ کرتے ہیں لہٰذا تقیہ ثابت ہو گیا۔

مگر محترم قارئین یہ کسی دیوانے کی بڑ تو ہو سکتی ہے سمجھدار ارباب علم کی ایسی کمزور اور ناپائیدار بات نہیں ہو سکتی کہ

1- قاضی بیضاوی کی تفسیر میں واضح تقیہ کی تعریف لکھی ہوئی ہے قاضی کی تعریف اور کرم فرماؤں کی تعریف میں کوئی مطابقت نہیں ہے۔

2- قاضی بیضاوی کی عبارت میں لفظ موالات بھی مروجہ تقیہ کی نفی کی مضبوط دلیل ہے کہ اظہار کفر اور عدم موالات ایک چیز نہیں جس کو ہم قدرے وضاحت سے عرض کر چکے ہیں۔

3- قاضی بیضاوی کی عبارت کا آخری لفظ بھی مروجہ تقیہ کی نفی پر کافی دلیل ہے کہ جو تقیہ کرم فرما پیش فرماتے ہیں وہ واجب ہے اور یہاں اگر کسی درجہ میں اجازت ہے بھی تو صرف موالات کی جو ذو معنیین لفظ ہے اور محض جواز کی حد

تک کہ جسے رخصت بتایا گیا ہے جس کے مقابلے میں عزیمت ہے اور بندگان مقبول ہمیشہ عزیمت پر عمل پیرا رہتے ہیں لہٰذا یہ وہ تقیہ نہیں جو کرم فرما انبیاء وحیدر کرار سمیت آل رسول کی ذوات قدسیہ سے کرواتے پھرتے ہیں۔

تفسیر کبیر میں تقیہ کا لفظ

ہم اوپر عرض کر چکے ہیں کہ امام رازی نے یہاں تقیہ کا لغوی معنیٰ پیش نظر رکھا ہے نہ کہ کرم فرماؤں کا اصطلاحی تقیہ جس میں کفر کا اظہار کرنا ہوتا ہے چنانچہ عبارت کو پڑھنے والا متکلم کی مراد تک بخوبی رسائی پا سکتا ہے کہ امام رازی نے یہاں فرمایا:

1- کافروں سے دشمنی کو زبان سے ظاہر نہ کرے۔

2- **یجوز ایضاً ان یظهر الکلام الموهم بالمحبه**۔ یعنی جائز ہے کہ ایسا کلام کرے جو ذومعنیین ہو بظاہر کافر سے محبت کا اظہار معلوم ہوتا ہو۔ ان میں سے کوئی بات بھی اظہار کفر کے زمرہ میں نہیں آتی تو پھر یہ روافض والا تقیہ کیسے ہوا؟

3- امام رازی ہی اسی لفظ کی تفسیر میں یہ بھی تحریر فرماتے ہیں: ان التقیه انما تحل مع الکفار الغالبین کہ دشمن سے بچاؤ کی یہ صورت صرف ان کفار کے ساتھ جائز ہے جو غالب آچکے ہوں یعنی ہر کافر کے ساتھ بھی موالات جائز نہیں بلکہ جو قوت وغلبہ حاصل کر چکا ہو اور وہ نقصان پہنچانے پر قادر بھی ہو اور تیار بھی تو بچاؤ کی یہ صورت ہے کہ اس سے جان بچانے کے لیے موالات کا اظہار کرنے کی رخصت ہے۔ یہ عبارت بھی واضح طور پر اعلان کر رہی ہے کہ یہ بچاؤ روافض والا تقیہ نہیں کیوں کہ وہ تقیہ واجب، مسلم وکافر سب کے ساتھ، ہر کافر کے ساتھ برتا جاتا ہے لہٰذا امام رازی کی اس عبارت کو شیعہ اپنے مروجہ تقیہ کے لیے محض دھوکہ دینے کے لیے پیش کرتے ہیں۔

4- بالفرض والمحال مان بھی لیا جائے کہ امام رازی وہی تقیہ ثابت کر رہے ہیں جو روافض میں مروجہ ہے تو پھر بھی روافض کے پلے کچھ نہیں رہتا کیوں کہ اسی لفظ کے تحت امام رازی نے مفسر قرآن امام مجاہدؒ کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے۔ قال **مجاهد هذا الحکم ثابتاًفی اول الاسلام لا جل ضعف المسلمین فاما بعد قوة دولته الاسلام فلا**۔ امام مجاہد نے فرمایا یہ (اظہار موالات کی اجازت دیے جانے کا حکم) اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مسلمانوں کی کمزوری کے سبب تھا پس مسلمان حکومت کے طاقتور ہو جانے کے بعد یہ حکم باقی نہ رہا۔ (تفسیر کبیر للرازی، ج 8)

لیجئے اگر امام رازی کے ارشادات ہی آنجناب کے ہاں قابل قبول ہیں تو وہ امام مجاہد کی زبانی اسکے منسوخ کیے جانے کا اعلان سنا چکے ہیں اور امام مجاہد کا قول بعد کے مفسرین سے زیادہ قابل حجت ہے لہٰذا مروجہ تقیہ کا اثبات تو پھر بھی نہ ہو سکا۔

تقیہ کے ثبوت میں تیسری آیت اور اس کا جواب:

وقال رجل مومن من ال فرعون یکتم ایمانه۔ اس آیت سے بھی تقیہ کو زندہ کرنے کی سعی لاحاصل میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی، حالانکہ اس آیت سے تقیہ تو کیا تقیہ کے انڈوں میں سے کسی انڈا کو بھی ثابت کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

1- قرآن پاک کی یہ آیت ایمان کے چھپانے پر دلالت کرتی ہے کہ مذکورہ بزرگ نے ایمان تو کب کا قبول کرلیا ہوا تھا

مگر اس کا اظہار کسی کے سامنے نہیں کیا تھا لہٰذا اس آیت سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شخص اگر ایمان قبول کرے اگرچہ وہ اس کا اظہار نہ بھی کرے تو وہ ایمان والا ہے البتہ احکامات شرع اس پر اس وقت لاگو ہوں گے جب وہ اپنے ایمان کا لوگوں کے سامنے اظہار بھی کرے گا ورنہ اس کے ساتھ مسلمانوں جیسے معاملات روا نہ رکھے جائیں گے لیکن یار لوگوں نے جو اس سے تقیہ نکال ثابت کیا وہ کہاں سے آداخل ہوا؟ حالانکہ یہاں یکتم ایمانہ ہے یظہر کفرا تو نہیں اور تقیہ کی جو تعریف کرم فرماؤں نے کی ہے آپ ذرا دوبارہ اسے ملاحظہ فرمالیں وہ تعریف یہ نہیں کہ اپنے ایمان کو چھپائے بلکہ وہ یہ ہے کہ کفر کا اظہار کرے اور یہاں تو کیا کسی جگہ پر بھی مومن ال فرعون کا اظہار کفر معلوم نہیں ہوتا لہٰذا اس آیت سے تقیہ ثابت کرنا محض دیوانگی کا پارٹ ادا کرنا ہے۔

2- بالفرض اگر لمحہ بھر کے لیے یار لوگوں کی یہ کرم فرمائی مان ہی لیں باوجود اس کے کہ تقیہ کی تعریف کتمان ایمان پر لاگو نہیں ہورہی مگر پھر بھی ہم یہ کہہ کر کہ ان کا دل نہ ٹوٹ جائے کہیں: ہم مان لیں کہ اظہار کفر و تقیہ کی تعریف محض بناوٹی اور گھڑی ہوئی ہے اور اصل تعریف یہ ہے کہ بندہ اپنے ایمان کو چھپالے تو بھی یار لوگوں کے لئے ڈوب مرنے کے علاوہ کوئی راہ نہیں بچتی اس لئے کہ مؤمن آل فرعون تو مشکل وقت میں اپنے ایمان کا کھلے بندوں اعلان کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصرت کے لئے کھڑا ہوگیا اگر دین کا چھپانا تقیہ ہے تو مومن آل فرعون نے تقیہ کی چادر کو سر عام نذر آتش کر دیا اور کہا:

اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللّٰہ۔

''کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔''

ارباب انصاف ذرا غور فرمائیں جو آیت صراحتاً تقیہ کی نفی کر رہی ہے اور جس سے چھپے دین کا برملا اظہار کرنا معلوم ہو رہا ہے ہمارے کرم فرما اس سے تقیہ ثابت کرنے کی ٹھانے بیٹھے ہیں کس قدر حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ یہ آیت جس تقیہ کو صاف طور پر رد کر رہی ہے کرم فرما اسی عقیدے کے اثبات میں یہ آیت بطور دلیل کے پیش کر رہے ہیں۔

3- کرم فرماؤں کے ہاں تقیہ اس وقت ہوتا ہے جب جان مال عزت آبرو وغیرہ کو خطرہ ہو چنانچہ تقیہ کی تعریف میں بطور وضاحت وہ لکھ چکے ہیں تقیہ دراصل حفاظت خودی کا نام ہے یعنی جس وقت جان، مال، عزت و آبرو کو خطرہ ہو تو تقیہ کر کے اپنی جان، مال کو محفوظ کر لیا جائے اس نظریہ کو سامنے رکھ کر قرآن کریم کی مذکورہ آیت کا مطالعہ فرمایئے عین اس وقت جب نبی اللہ کو قتل کرنے کا فرعونی اقتدار نے عزم کیا اس وقت ان کی حمایت گویا کھلے لفظوں میں جان قربان کرنے کے مترادف تھا اس کے باوجود ''حفاظت خودی'' کی بجائے حفاظت ایمان اور اظہار حق کو انہوں نے ترجیح دی۔ اسی طرح جس وقت کفار مکہ نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا جس کے بعد آپ ﷺ نے ہجرت کی اس وقت آپکی حمایت کرنا اور ساتھ چلنا گویا موت کے منہ میں ہاتھ دینا تھا مگر صدیق اکبرؓ نے حالات کی سنگینی پیش نظر ہونے کے باوجود آپ ﷺ کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا غور فرمایئے عین اس وقت مومن آل فرعون اپنے

ایمان کا کھلے عام اعلان کرتا ہے جبکہ موت کا بگل بج رہا ہے زندگی ہاتھوں سے سرکتی نظر آرہی ہے ایسے وقت میں نہ صرف پیغمبر وقت کی اعانت ونصرت'' بلکہ اپنے اعتقاد وایمان کا اعلان کرنا کیا تقیہ کی دھجیاں نہیں اڑا دیتا؟ ذرا ملاحظہ فرمائیں، موت کے خوف سے اظہار کفر تقیہ ہے اور مومن آل فرعون نے موت دیکھ کر اپنا ایمان ظاہر فرمایا جو تقیہ کی کامل ضد ہے بھلا ایسی کامل ضد سے تقیہ ثابت ہو جاتا ہے اے کاش کچھ تو عقل نام کی شے ان کو بھی حاصل ہوتی جس سے کام لیا جاتا۔ کہ تقیہ اور''ضد تقیہ'' کا فرق معلوم ہو جاتا۔ باقی رہا مومن آل فرعون کا اپنے ایمان کو علی الاعلان بیان کر دینا۔تو مفسرین کرام نے واضح لکھا ہے کہ یہ مکالمہ مومن آل فرعون کے ایمان کا اعلان ہے معارف القرآن میں اسی آیت کے تحت مذکور ہے کہ اس مکالمہ کے وقت اس کے ایمان کا بھی حتمی اعلان ہوگیا۔

(معارف القرآن، ج 1 صفحہ 99)

تفسیر کبیر کا حوالہ اور صدیقین کی تعداد:

تفسیر کبیر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ صدیقین 3 ہیں مومن آل فرعون، حبیب نجار اور حضرت علیؑ اور حضرت علیؑ ان سب سے افضل ہیں۔

(الف) خدا معلوم مرتبین اس عبارت سے تقیہ ثابت کرنا چاہتے ہیں یا فضائل مومن آل فرعون یا فضائل علیؑ: اگر تقیہ ثابت کرنا چاہتے ہیں تو پوری عبارت میں تقیہ تو تقیہ اس کا بیج بھی ثابت نہیں ہوتا اور اگر مومن آل فرعون کے فضائل بتانا چاہتے ہیں تو یہ بات مسلم ہے کہ مومن آل فرعون صاحب فضیلت بزرگ ہے ان کا صدیقین میں شمار بھی ان کے کمال صدق اور فرعون کے بھرے دربار میں راست گوئی کے اعلان واظہار پر ایک عطاء ہے صدیق نہ ہوتا تو فرعون کے سامنے سچائی اور حق گوئی کا پرچم کیوں گاڑ دیتا تقیہ کی متعفن لاش کو لات کیوں مارتا ان کا یہ سچ بولنا صدیق ہونے کا باعث بنا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس سے رافضی کے ہاتھ کیا آیا؟ اگر حیدر کرار کا صدیق ہونا بھی فرمایا گیا تو بلاشبہ یہ حق ہے کہ وہ نہ تو تقیہ باز ہیں اور نہ ہی ایسے کمزور کہ کسی سے مرعوب ہو کر اظہار کفر پر مجبور ہوتے۔

(ب) یہ حوالہ شیعہ قوم کا اپنے ہاتھوں اپنی ناک کاٹنے کے مترادف ہے کہ اس حوالے سے تقیہ کی جڑیں کھوکھلی اور اسکی برائی ظاہر ہوتی ہے ذرا غور فرمائیں مفسرین کا یہ ارشاد مومن آل فرعون کے اس مکالمہ کی بناء پر ہے جس میں نہ صرف اس نے اپنے ایمان کا اعلان کیا۔ بلکہ بلا خوف واندیشہ کے برملا دین موسیٰ کی حقانیت بین براہین اور مختلف طریقوں سے ثابت کی اور باوجود ظالم حکمران سے اندیشہ ظلم وجبر کے۔ نہ تو تقیہ کیا اور نہ ایمان سے ڈگمگایا اس ترک تقیہ پر مفسرین کے بقول یہ صدیق کہلایا تین صدیقین ہیں تینوں نے تقیہ نہ کیا حبیب نجار کی شہادت بھی تو عدم تقیہ اظہار ایمان کی بدولت ہوئی۔ وما لی لا اعبد الذی فطرنی و الیه ترجعون کا اعلان تقیہ کا جنازہ نکال رہا ہے۔ لہٰذا واضح ہوا کہ

1- صدیق تقیہ نہیں کرتا۔

2- تقیہ باز صدیق نہیں ہوتا۔
3- تقیہ صدق کی ضد ہے۔
4- مومن آل فرعون نے تقیہ نہ کیا اس لئے صدیق ہے۔
5- جو تقیہ کرے گا وہ صدیق نہیں ہوگا۔
6- حضرت علیؓ صدیق تھے لہٰذا وہ تقیہ باز نہ تھے۔
7- حبیب نجار صدیق تھے تقیہ باز نہ تھے بلکہ تقیہ کا جنازہ نکالنے والے تھے۔ معلوم ہوا تقیہ کا جنازہ نکالنا صدیقیت کا سبب ہے۔

عبارت کے ان الفاظ پر سنجیدگی سے غور فرمائیے جو مذکورہ روایت میں ہیں جن الفاظ کی بنا پر مومن آل فرعون کو صدیق قرار دیا جا رہا ہے۔ وہ الفاظ یہ ہیں: حیث قال تقتلون رجلًا ان یقول ربی اللّٰہ کہ مومن آل فرعون صدیق اس لئے ہے کہ اس نے کہا کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے یہ عبارت واشگاف لفظوں میں صدیق و تقیہ کے درمیان لمبے فاصلوں کو واضح طور پر بیان کر رہی ہے۔

(ج) امام رازی نے مذکورہ عبارت کے متصل بعد جو روایت نقل کی وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

عن جعفر بن محمد انه قال کان ابوبکر خیرا من آل فرعون لانه کان یکتم ایمانه و کان ابوبکر جهارا اتقتلون رجلًاان یقول ربی اللہ۔ فکان ذالك سرا و ذالك جهاراً۔ (تفسیر کبیر، ج 7، ص 317، مطبوعہ استنبول)

جعفر بن محمد سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا ابوبکر مومن آل فرعون سے بہت بہتر تھے کیونکہ یہ تو اب تک اپنے ایمان کو چھپائے رہا اور ابوبکرؓ نے کھلے عام بلند آواز سے (اپنے ایمان کو) ظاہر فرمایا (اور فرمایا) کیا تم قتل کرتے ہو ایسے شخص کو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے پس وہ (مومن آل فرعون) تو آہستہ کہتا رہا اور صدیق اکبرؓ نے بلند آواز سے کہا

مؤلفین کو اوپر والی عبارت تو نظر آ گئی مگر اس کے بالکل ساتھ والی عبارت بالکل ہی نظر نہ آئی گویا کہ اُمّی ہو گئے حالانکہ یہ عبارت بتا رہی ہے کہ مومن آل فرعون اگر فرعونی دربار میں سچ بول کر صدیق بنا تو حضرت ابوبکرؓ صدیق اکبرؓ ہیں۔ ان دونوں کا فرق دلیل کے ساتھ روایت میں مذکور ہے۔

(د) نبی کریم ﷺ کا صدیقین کے بارے میں ارشاد قرطبی میں موجود ہے صاحب معارف القرآن نے اسے ساتویں جلد میں یوں نقل فرمایا ہے کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدیقین چند ہیں ایک حبیب نجار جس کا قصہ سورۃ یٰسین میں ہے دوسرا مومن آل فرعون تیسرے ابوبکرؓ اور وہ ان سب میں افضل ہیں۔

(معارف القرآن، ج 7، ص 600)

لہٰذا یہ کرم فرماؤں کا اضافی تصرف ہے جو انہوں نے صدیق اکبرؓ کے مبارک نام کی جگہ حضرت حیدر کرارؓ کا نام شمار فرما دیا حضرت سیدنا علیؓ کا جو مقام و مرتبہ ہے وہ کسی بناوٹی روایت کا محتاج نہیں کہ ایک روایت جو کسی دوسرے صحابی کے مقام

ومرتبہ کے لئے مرقوم ہو اس میں اس صحابی کا نام نکال کر اس کی جگہ حضرت علیؓ کا نام لکھ دیا جائے۔ حیدر کرار کے مرتبہ ومقام پر ارشادات رسالت مآب ﷺ کی کچھ کمی نہیں اور نہ ہی صدیق اکبرؓ کی شان میں وارد احادیث میں تصرف کرنے سے حیدر کرار کی بلندی مقام میں کچھ اضافہ ہو سکتا ہے کہ وہ خود بلند شان والے ہیں مگر باوجود اس کے خیانت وملامت کا فرض نبھانے میں کرم فرماؤں نے کچھ کمی نہیں فرمائی۔

تقیہ اور اکراہ میں فرق

کرم فرماؤں کے پاس جب اپنے خیالی عقیدے کو ثابت کرنے کی کوئی آس امید باقی نہیں رہتی تو وہ اہل سنت والجماعت کے اصول دین سے ثابت شدہ عقائد میں سے کسی عقیدے کے ساتھ اپنے عقیدے کو نتھی کر کے ثابت کرنے اور خلط ملط کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ عامۃ الناس کو یہ تاثر دیا جا سکے کہ ہماری طرح اہل سنت والجماعت کے خیالات بھی خرافات کا مرکب ہیں یوں سادہ لوحوں کو وہ اپنے دام فریب میں پھنسا کر عقائد ونظریات کو برباد کر دیتے ہیں دیگر نظریات کی طرح تقیہ کو بھی جب کہیں سے کوئی سہارا نہ ملا تو خلط ملط کر کے یقین کو شک میں بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے اکراہ کو تقیہ کا دودھ شریک قرار دینے کی مذموم سعی کی حالانکہ اکراہ اور چیز ہے اور تقیہ اس کے علاوہ بالکل الگ قسم کی چیز ہے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اکراہ اور تقیہ کا فرق واضح کر دیا جائے تاکہ یہ تلبیس بھی اہل حق کے اذہان میں وہم کو نہ ابھار سکے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

1- اکراہ کے لفظی معنیٰ یہ ہیں کہ کسی کو ایسے قول اور فعل پر مجبور کیا جائے جس کے کہنے یا کرنے پر وہ راضی نہ ہو۔

(معارف القرآن، ج،5، صفحہ 407)

تقیہ سے مراد یہ ہے کہ خوف کی وجہ سے اظہار کفر پر مجبور کیا جائے۔ (تحقیقی دستاویز ص 71)

2- اکراہ کے دو درجے ہیں 1 کہ وہ دل سے تو اس قول یا فعل پر راضی نہیں مگر ایسا بے اختیار و بے قابو بھی نہیں کہ انکار نہ کر سکے۔ (معارف القرآن ج5 ص407)

ایسے اکراہ سے کلمہ کفر کہنا یا کسی حرام فعل کا ارتکاب جائز نہیں۔ تقیہ میں یہ کوئی شرط نہیں بلکہ تقیہ ہر وقت ہر شخص، ہر ایک سے کر سکتا ہے۔

الاصول من الکافی میں ہے:

علی ابن ابراهیم عن ابیه عن حماد عن ربعی عن زراره عن ابی جعفر قال التقیه فی کل ضرورة وصاحبها اعلم بها حین تنزل به۔ (الاصول من الکافی ج2، ص219 کتاب الایمان والکفر)

زرارہ ابوجعفر سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا تقیہ ہر ضرورت میں کیا جائے۔ اور صاحب معاملہ ہی اپنی ضرورت کے بارے میں زیادہ جانتا ہے۔

3- اگر قتل کیے جانے یا عضو تلف ہونے کا خوف ہو جبکہ دھمکی دینے والا اس پر قادر بھی ہو تو ایسا شخص مکرہ ہے جبکہ دوسری

طرف تلف جان کا خطرہ ہو یا نہ ہو تقیہ جائز اور آئمہ کی سنت ہے۔ چنانچہ الجامع الکافی کے آخری حصہ کتاب الروضہ میں ایک روایت ہے جس کے راوی محمد بن مسلم جو صاحب واقعہ اور امام جعفر کے مرید خاص ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں امام جعفر کی خدمت میں حاضر ہوا وہاں امام ابوحنیفہ بھی بیٹھے تھے میں نے خواب کی تعبیر پوچھنا چاہی تو امام نے فرمایا ابوحنیفہ بیٹھے ہیں خواب بیان کرو یہ تعبیر ارشاد فرمائیں گے میں نے خواب بتایا تو امام ابوحنیفہ نے تعبیر دی جس کی تائید امام جعفر نے ان الفاظ کے ساتھ کی، اصبت واللّٰہ یا ابا حنیفہ۔ خدا کی قسم اے ابوحنیفہ تو نے سچ کہا، جب ابوحنیفہ چلے گئے تو امام نے بتایا کہ ہماری تعبیر ان کی تعبیر سے مختلف ہوتی ہے، انکی بیان کردہ تعبیر درست نہیں۔

پوری روایت کتاب الروضہ 137 پر ملاحظہ فرمائیں ہم نے اپنے لفظوں میں بہت ہی مختصر خلاصہ بیان کیا ہے یہاں امام جعفر نے امام اعظم کے سامنے تقیہ کیا اور قسم کھا کر تقیہ کیا حالانکہ یہاں تقیہ نہ کرنے سے جان کو خطرہ تھا، نہ عزت کو کوئی اندیشہ تھا سراسر بے مقصد اور بلا وجہ تقیہ کیا جبکہ اہل سنت والجماعت کا اکراہ خاص اس وقت ہے جب جان کو خدشہ ہو اور وہ بھی محض ظنی طور پر نہیں بلکہ جس نے دھمکی دی وہ اس پر پورا اترنے پر قادر بھی ہو لہٰذا ان دونوں امور یعنی تقیہ اور اکراہ کو ایک قرار دینا محض دھوکہ دہی ہے۔

4- اکراہ کی حالت میں بھی غیر مناسب کام یا کلام محبوب و پسندیدہ نہیں جیسا کہ رحمت عالم ﷺ نے حضرت معاذؓ کو فرمایا: اے معاذ اللہ پاک کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اگرچہ تجھ کو قتل کر دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے (مشکوۃ) جبکہ یار لوگوں کا باوا آدم ہی نرالا ہے ارشاد فرماتے ہیں:

عن حبیب بن بشیر قال ابو عبداللّٰہ سمعت ابی یقول لا واللّٰہ ما علی وجہ الارض شی احب الی من التقیۃ۔

''حبیب بن بشیر کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے سنا انہوں نے کہا میں نے اپنے والد سے سنا انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم تقیہ سے زیادہ روئے زمین پر مجھے کوئی چیز محبوب نہیں۔'' (اصول کافی باب التقیہ)

5- اکراہ ایک ایسی انتہائی مجبوری ہے جس کا وجود خال خال پایا جاتا ہے چونکہ یہ مزاج دین سے مناسبت نہیں رکھتا کہ محض ذاتی ضرورت کے پیش نظر تکلیف و ایذا سے بچنے کی غرض سے ایسی بات یا فعل اختیار کیا جائے جو حق کے خلاف ہے۔ مگر کرم فرما کچھ اور ہی فرماتے ہیں ان کے ہاں تقیہ سراسر دین بلکہ 90 فیصد حصہ دین کا ہے گویا سو باتوں میں سے نوے باتیں تقیتاً اظہار کفر ہیں اور دس باتیں دین ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ (اصول کافی) میں باب التقیہ کی دوسری روایت ہے۔

عن ابی عمر الاعجمی قال قال لی ابو عبداللہ یا اباعمر، ان تسعۃاعشار الدین فی التقیۃ۔

''ابوعمر عجمی کہتے ہیں کہ مجھے ابوعبداللہ نے کہا کہ اے ابوعمر بے شک دس میں سے نو حصے دین تقیہ میں ہیں۔''

(الاصول من الکافی، ج 2، صفحہ 217)

ارباب فہم خود ہی اندازہ فرما سکتے ہیں جس دین میں سے دس میں سے نو حصے دین اظہار کفر ہو اور صرف ایک فیصد اظہار ایمان تو ایسا دین کسی ذی شعور انسان کے ہاں قابل عمل یا قابل قبول ہو سکتا ہے؟ یہ ہے تقیہ جسے اکراہ کی طرح کا ایک دینی مسئلہ قرار دینے کی سعی لاحاصل کی جا رہی ہے۔

6- حالت اکراہ میں بھی اکراہ کو اختیار نہ کرنا افضل ہے تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

و ان ابی ان یقول حتیٰ یقتل کان افضل۔ (معالم التنزیل، ج2، ص86)،

''اگر کوئی بندہ واقعی مجبور کر دیا گیا اور اس نے کلمہ کفر کہنے سے صاف انکار کر دیا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا تو یہ (کلمہ کفر کہنے سے) افضل ہے''۔

یعنی اگرچہ بصورت اکراہ اجازت ہے کہ رخصت پر عمل کرے مگر پھر بھی افضل یہی ہے کہ کلمہ کفر یا ایسا فعل جو دین کے مزاج کے خلاف ہو اختیار نہ کرے مگر کرم فرما ارشاد فرماتے ہیں:

لادین لمن لا تقیة له۔

جو تقیہ کو اختیار نہ کرے وہ بے دین ہے۔ (اصول کافی ج2 ص217 باب التقیہ)

7- اگرچہ اکراہ کی حالت میں اجازت ہے کہ بچاؤ کی کوئی صورت اختیار کرے مگر نیکی اور تقوی کے قریب پھر بھی یہی ہے کہ زندگی کی قربانی دے لیکن دین پر داغ نہ لگنے دے۔ (معالم التنزیل ج2 ص86)

مگر مہربان یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں:

قال الحسنة التقیة والسیئه الازاعة۔ (اصول کافی ج3 ص217 باب التقیہ)

امام ابو عبداللہ نے فرمایا حسنہ سے مراد تقیہ اور (قرآن پاک کے لفظ) سیئہ سے مراد اظہار دین ہے۔ یعنی اظہار کفر کرنا نیکی اور اپنے دین کا اظہار کرنا برائی ہے۔ سبحان اللہ! یہ ہے الٹی گنگا۔

8- اکراہ محض جائز ہے فرض یا واجب تو درکنار سنت بھی نہیں کہ مجبوری کی حالت میں بھی کلمہ حق پر ڈٹ جانے والے کو نہ تارک سنت کہا جا سکتا ہے اور نہ تارک واجب۔ جبکہ کرم فرماؤں کا کہنا ہے کہ **التقیه واجبة لا یجور فیھا الی ان یخرج القائم فمن ترکھا قبل خروجه فقد خرج عن دین اللّٰہ وعن دین الامامیة وخالف الله ورسوله۔** یعنی تقیہ (اظہار کفر) واجب ہے اسے اٹھا کر مذہب ظاہر کر دینا جائز نہیں یہاں تک کہ امام مہدی کا ظہور ہو جائے تو جو شخص آپ کے ظہور سے پہلے (اظہار کفر) تقیہ کرنا چھوڑ دے وہ اللہ کے دین اور امامیہ کی شریعت سے نکل گیا اور اللہ اور رسول اور آئمہ کی اس نے مخالفت کی۔ (رسالہ اعتقادیہ از شیخ صدوق ص472)

محترم قارئین! ملاحظہ فرمائیں۔ تقیہ جس کی تعریف اصحاب تحقیقی دستاویز اظہار کفر سے فرماتے ہیں کرم فرماؤں کے ہاں وہ واجب ہے۔ یہ وہ دین ہے جسے وہ حق اور آل رسول کا دین قرار دیتے ہیں۔ افسوس!

9- اکراہ کی صورت میں صرف عوام کیلئے گنجائش ہے کہ نامناسب قول یا فعل سے اپنا بچاؤ کریں خواص یعنی انبیاء ومرسلین

کیلئے ایسا کرنا جائز نہیں جبکہ کرم فرماؤں کا کہنا ہے:

عن معمر بن خلاد...... قال ابو جعفر التقیۃمن دینی ودین اباء ی ولا ایمان لمن لا تقیۃ لہ۔

کہ تقیہ میرا اور میرے آباء واجداد کا دین ہے اور اس کا کوئی ایمان نہیں جو تقیہ نہیں کرتا۔

(الاصول من الکافی ج2 باب التقیہ ص219)

یعنی صرف ائمہ شیعہ ہی نہیں انبیاء بھی مجبور ہو کر اظہار کفر (تقیہ) کیا کرتے ہیں۔ **(لاحول ولا قوۃ الا باللہ)**

10- اکراہ ایک انتہائی مجبوری میں رخصت ہے جو پسندیدہ امر نہیں یہی وجہ ہے کہ اسلام کی تاریخ میں صحابہ کرام کی اتنی بڑی جماعت ہونے کے باوجود عمار بن یاسر یا اکا دکا افراد کے سوا کسی نے اکراہ میں بھی نامناسب فعل وقول اختیار نہیں کیا جبکہ کرم فرماؤں کا محبوب مشغلہ ہی تقیہ کے حصار میں محصور رہنا ہے روایات کا ایک انبار تقیہ کے باب میں بکھرا ہوا نظر آتا ہے جس میں کرم فرما یہی کہتے جارہے ہیں کہ ہمارے فلاں امام نے فرمایا اللہ کی زمین پر ہمیں سب سے زیادہ محبوب عمل تقیہ کرنا ہے۔ اصول کافی کے باب التقیہ میں روایت ہے:

عن ہشام الکندی قال سمعت ابا عبداللہ ما عنداللہ بشیٔ احب الیہ من الخب قلت وما الخب قال التقیہ۔

اللہ کی قسم اللہ کی عبادت خبہ سے اچھی نہیں ہے میں نے کہا خبہ کیا ہے فرمایا (تقیہ) مجبور ہو کر اظہار کفر کرنا۔ روایت کے الفاظ احب سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ تقیہ کیسی محبوب ومرغوب شے ہے جس کی تعریف تحقیقی دستاویز والے "مجبور ہو کر اظہار کفر کرنا"، کرتے ہیں۔

11- اکراہ کوئی ایسی قابل فضیلت شے نہیں کہ نماز سے بھی اس کا مرتبہ بڑھ جائے بلکہ ایک مجبوری کی رخصت ہے جبکہ کرم فرماؤں کے ہاں (تقیہ) اظہار کفر کرنا نماز سے بھی زیادہ فضیلت والا عمل ہے اور اس عمل کا ترک کرنا نماز چھوڑنے کی طرح باعث گناہ ہے چنانچہ۔ **من لا یحضرہ الفقیہ** میں ہے۔ **قال الصادق لو قلت انّ تارك التقیۃ كتارك الصلوۃ لکنت صادقاً۔** (من لا یحضرہ الفقیہ بحوالہ ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعت صفحہ 23)

امام جعفر صادق نے فرمایا اگر میں کہوں کہ تقیہ ترک کرنے والا ایسا ہی (گناہ گار) ہے جیسے نماز کا ترک کرنے والا تو میری یہ بات سچ ہوگی۔

ارباب دانش ملاحظہ فرمائیں کیا وہ تقیہ (اظہار کفر) اس اکراہ کی طرح ہی ہے جس کا اسلامی تاریخ میں وجود تلاش کرنے سے بھی نہ ملے جبکہ تقیہ یعنی اظہار کفر چھوڑنا اتنا جرم ہے جتنا بڑا جرم نماز کا چھوڑنا ہے۔

12- اکراہ کی صورت میں حیات فانی کو ترجیح دینے والا اہل اسلام کے ہاں ایسا بڑا کمال کا کارنامہ سرانجام دینے والا نہیں کہ اس فعل کی بناء پر اس کا مرتبہ کئی گنا بڑھ جائے اور اس کی شان ومرتبہ میں بلندیاں پیدا ہو جائیں جبکہ اس کے برعکس جسکا نام کرم فرما تقیہ رکھتے ہیں ان کا یہ اظہار کفر اتنا بڑا کار ثواب اور حصول مراتب علیاء کا باعث ہے کہ کوئی

دوسرا عمل اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا اصول کافی کی یہ روایت ملاحظہ فرمائیں۔

عن حبیب بن بشیر قال ابو عبداللہ...... یا حبیب انه من کانت له تقیة رفعه اللّٰه۔

(اصول کافی ج 2 ص 483 باب التقیہ)

یعنی حبیب امام جعفر صادق سے روایت نقل کرتے ہیں امام نے فرمایا اے حبیب جو شخص تقیہ (اظہار کفر) کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو رفعت و بلندی دے گا۔ یہ ہے، وہ تقیہ جسے اکراہ کے ہم وزن قرار دینے کی کوشش ہے تا کہ عوم الناس کو اکراہ کی اسلامی اصطلاح کے ذریعے گمراہ کیا جاسکے۔

13- اکراہ کی صورت میں بھی اگر کوئی صاحب عزیمت پر عمل کرے اور دین حق کے خلاف کوئی کلمہ یا فعل اختیار نہ کرے جس کے بدلے میں اسے کوئی سی قربانی بھی دینی پڑے تو یہ مکرہ کا عمل مذموم یا قابل گرفت نہیں نہ گناہ کا کام ہے بلکہ اس کا یہ عمل محبوب اور لائق تحسین ہے جبکہ اس کے بالکل برعکس تقیہ (اظہار کفر) ترک کردینا اللہ کی طرف سے ذلت میں ڈالے جانا ہے ایسا شخص پستیوں میں گرایا جائے گا۔ اصول کافی کا بیان ملاحظہ ہو۔

عن حبیب بن بشیر قال ابو عبداللہ...... یا حبیب من لم تکن له تقیه وضعه اللہ۔

(اصول کافی ج 2 ص 483 باب التقیہ)

امام جعفر نے فرمایا، اے حبیب جو تقیہ (اظہار کفر) نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو پستی میں گرائے گا یعنی کفر کا اظہار کرنا عزت اور کفر کا اظہار نہ کرنا ذلت ہے یہ ہے وہ تقیہ جس کی بابت کرم فرماؤں کا اصرار ہے کہ انبیاء بھی اس کے مرتکب ہوئے اور ائمہ ھدیٰ نے بھی کیا ہے کوئی شریف آدمی جو فراخدلی سے یہ قبول کرے کہ دین داری یہی ہے اور انبیاء یا صالح لوگوں کا یہی شیوا رہا ہے کہ وہ سو میں سے نوے باتیں کفر کی ظاہر فرماتے اور صرف دس باتیں سو میں سے دین ہوا کرتی تھیں اے پیارے وطن کے پیارے مسلمان بھائیو اگر یہ بھی محبوبان خدا کی توہین اور دین اسلام پر جارحانہ حملہ نہیں تو کیا ہے؟

14- اکراہ صرف قتل یا عضو کاٹے جانے کی دھمکی پر جائز ہے جبکہ دھمکی دینے والا قادر بھی ہو محض مار پیٹ کا عذر کوئی بہانہ نہیں۔ (تفسیر ماجدی ص 836 ج 2)

جبکہ مہربانوں کا فرمان ہے نبیذ تمر اور موزوں پر مسح کے علاوہ ہر شے میں تقیہ کرنا لازم ہے چنانچہ اصول کافی میں ہے۔

عن ابی عمر الاعجمی قال لی عبداللہ...... التقیة فی کل شی الافی النبیذ والمسح علی الخفین۔

(اصول کافی ج 2 ص 217 باب تقیہ)

کہ تقیہ ہر شے میں ہے نبیذ تمر اور موزوں پر مسح کے علاوہ میں۔

15- اکراہ چونکہ مجبور آدمی کے لئے رخصت ہے لہٰذا مجبور آدمی ہی اس سے اپنا بچاؤ تلاش کرسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ نہ مجبور ہیں اور نہ ہی عاجز لہٰذا اکراہ کا اللہ تعالیٰ کی ذات عالی سے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا مگر کرم فرماؤں کا تقیہ اللہ تعالیٰ نے بھی کیا ہے اصول کافی کی روایت ملاحظہ فرمائیں۔

امام باقر فرماتے ہیں اللہ کا حضرت علی کو امام و ولی بنانا ایک راز تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو یہ راز بتایا حضرت جبریل نے بطور راز حضور ﷺ کو بتایا اور حضرت محمد ﷺ نے یہ راز حضرت علیؓ کو بتایا اور حضرت علیؓ نے یہ راز جسے چاہا بتایا پھر اے شیعو تم اس راز کو پھیلاتے پھرتے ہو۔ (اصول کافی باب التقیہ)

محترم قارئین کرام تقیہ (اظہار کفر) اور اکراہ کو ایک قرار دینے کی جو ناروا سعی کی تھی اس کی حقیقت ہم نے عرض کر دی ہے کہ ان دونوں میں آسمان و زمین کی وسعت سے بھی زیادہ طویل فاصلہ ہے تقیہ کو ثابت کرنے کے لئے اکراہ کا جو سہارا لینے کی کوشش کی گئی وہ سراسر دھوکہ اور فریب ہے حقیقت کچھ نہیں کم فہم لوگوں کو غلط نظریات منوانے کے لئے اہل سنت والجماعت کے عقائد واصول سے خلط ملط کرنا روافض کا قدیم حربہ اور شیطانی چال ہے ہم نے یہاں چند ایک فرق اکراہ اور تقیہ کے مابین ارباب انصاف کی نذر کر دیئے ہیں کہ اختصار پیش نظر ہے ورنہ تقیہ و کتمان کے نام سے جو کرم فرماؤں نے گل کھلائے ہیں وہ چند اوراق میں عرض کرنا ممکن نہیں۔ شیعہ اصول اربعہ میں اول نمبر کی کتاب صرف اصول کافی ہی ملاحظہ فرما لی جائے تو باب التقیہ کے نام سے موسوم عنوان اہل نظر کی تشفی کے لئے کافی رہے گا جس میں تقریباً 40 روایات لگاتار محض تقیہ کی فضیلت واثبات پر لکھ دی گئی ہیں باقی کتابوں سے اگر اس طرح کی روایات جمع کی جائیں تو تعداد بہت بڑھ جائے گی مگر ہم نے صرف نمونہ کے چند فرق قارئین کی خدمت میں حاضر کر کے یہ بتا دیا ہے کہ اکراہ اور چیز ہے اور تقیہ اور چیز ہے تقیہ ایک من گھڑت مصنوعی تصور ہے جس کی پاداش میں دین کی خرابی، بدنامی، اور جھوٹ و دھوکہ کو رواج دینا اسلام کے نام پر اسلام کا سورج غروب کر دینا اور ادیان سابقہ کے سامنے دین حق کو بے قیمت ثابت کرنا ہے جبکہ اکراہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد اور پیدا کی ہوئی فطرت کے مطابق ہے جس میں انسان کو اس کی طاقت کے بقدر احکام کا مکلف بنایا گیا ہے کہ بالفرض ایک شخص اگر نماز میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتا تو اللہ تعالیٰ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے پر مجبور نہیں فرماتے بلکہ اس کے لئے رخصت ہے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھے البتہ اگر وہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرے تو یہ عمل عنداللہ اور زیادہ اجر و ثواب کا باعث بنے گا لیکن اس رخصت کا یہ مطلب نہیں کہ اب یہ بیٹھ کر نماز پڑھنا اس پر فرض یا واجب یا ضروری یا کل دین یا عزت و ذلت کا معیار بن گیا ہو۔ بلکہ وہ شخص جو کمزور دل ہو خطرہ جان دیکھ کر خوف زدہ ہو جائے اور معاملہ برداشت میں نہ رہے تو اس کے لئے گنجائش ہے جبکہ اس کا دل ایمان و اسلام پر پوری طرح جما ہوا ہو اور وہ اغیار سے ظاہرداری کر کے جان کی حفاظت کرے اس اجازت کا معنیٰ تو واجب ہونا ہے نہ فرض ہونا نہ ہی 90% دین ہی ہونا بلکہ اگر کوئی شخص اس اجازت سے نفع حاصل کرنے کی بجائے جان فدا کر کے عزیمت پر عامل ہو جائے تو یہ اس کے لئے باعث عزت وافتخار ہو گا اب اس کے مقابلے میں اصول کافی، من لا یحضرہ الفقیہ وغیرہ شیعہ کی بنیادی مذہبی کتب میں باب التقیہ کا مطالعہ کرنے والا بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ شیعہ مذہب میں تقیہ واجب اور اس کا تارک ذلت و رسوائی کا معجون مرکب ہوتا ہے جو فضائل و مراتب تقیہ پر حاصل ہوتے ہیں نماز جیسی عبادت سے بھی وہ حاصل نہیں ہو سکتے لہٰذا تقیہ ہرگز اہل سنت کے مسئلہ اکراہ سے مناسبت نہیں رکھتا۔

متعہ پر گوہر فشانی اور اس کا جواب:

پانچویں اعتراض کا ڈرتے ڈرتے کرم فرماؤں نے جو جواب ارشاد فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ متعہ قرآن، حدیث اور تابعین کے عمل سے ثابت ہے اس پر سورۃ نساء کی آیت نمبر 24 اور تفسیر مظہری و بیضاوی کے حوالے اور حضرت ابن مسعود کی روایت کہ غزوہ سے لوٹتے ہوئے متعہ کی اجازت دی اور چند تابعین وغیرہ کے متعلق جواز متعہ کا قول مظہری، موطا امام مالک فتح الباری وغیرہ سے ثابت کرنے کی کوشش کی آخر میں جناب مودودی صاحب کا قول نقل کر کے ثابت کر دیا کہ متعہ جائز بلکہ کار ثواب ہے۔

جواب:

محترم قارئین! متعہ اور تقیہ شیعہ قوم کے دو ہتھیار ہیں جس سے وہ اہل سنت والجماعت پر حملہ آور رہتے ہیں متعہ سے زمانہ شباب کے راہیوں کو شکار کیا جاتا ہے اور تقیہ سے ارباب دانش، شرفاء، وعلماء اور عفیف لوگوں کو نشانہ انتقام بنایا جاتا ہے جبکہ تاریخ مذاہب میں ان ہر دو منفرد افعال کی بناء پر شیعہ قوم کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا بے شک انسان گناہ کی جس گھٹاٹوپ اندھیر نگری میں ہی کیوں نہ بسر کر رہا ہو بہر حال وہ جھوٹ وعزت کی پامالی کو برداشت نہیں کر سکتا اور اگر بالفرض کوئی کتنا ہی غیرت سے تہی دامن کیوں نہ ہو اور ان دونوں جرائم میں ملوث کیوں نہ ہو بہر حال وہ ان جرائم کو گناہ ہی سمجھے گا۔ کار ثواب یا جنت کا حصول ان افعال قبیحہ سے حاصل ہونے کا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔

جبکہ شیعہ قوم تقیہ و متعہ کو نہ صرف جائز و کار ثواب جانتی ہے بلکہ ان دونوں کاموں کے تارک کو بے دین، بے ایمان اور گناہ گار خیال کرتی ہے۔ (اصول کافی وغیرہ)

جس قدر شیعہ کتب میں تقیہ و متعہ کا ثواب اور فضائل لکھے ہوئے ہیں نماز روزہ کے بھی اتنے فضائل نہیں ہیں حالانکہ طبع سلیم ان دونوں افعال کو ناپسندیدہ اور قبیح قرار دیتی ہے۔

شیخ جیلانی کا فتویٰ اور متعہ و تقیہ

محبوبِ سبحانی پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے انہیں دو وجوہ کی بناء پر فرمایا ہے کہ شیعہ بدترین خلائق ہیں کیونکہ اللہ کی مخلوق میں کوئی بھی ان دونوں جرائم کو جائز نہیں سمجھتی حتیٰ کہ سلیم الطبع غیر مسلم شخص بھی! مگر کرم فرماؤں کے ہاں یہ باعث ثواب ہی نہیں جنت کے حصول کا زبردست طریقہ اور بلند مراتب حاصل کرنے کا راستہ بھی یہی ہے اس پر مستزاد ظلم یہ کہ متعہ جیسی قبیح عادت کو شریعت اسلامیہ کا کوئی ثابت شدہ مسئلہ قرار دیا جاتا ہے حالانکہ اسلامی شریعت میں متعہ معروف جیسا کوئی قبیح فعل کبھی بھی جائز نہیں رہا بعض اہل سنت والجماعت ابتداء اسلام میں ضرورت شدیدہ کے پیش نظر جس متعہ کے بارے میں عارضی جواز کے قائل ہیں وہ متعہ معروف نہیں تھا جس میں گواہوں کی کوئی شرط نہیں، بلکہ وہ نکاح مؤقت تھا جو با قاعدہ گواہوں کی موجودگی میں ہوتا تھا مگر وہ بھی غزوہ خیبر کے موقعہ پر منسوخ ہو گیا تھا۔

لہٰذا اب اہل سنت والجماعت میں سے متعہ کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ مگر روافض کو اس مرغوب عمل سے خاص دلچسپی ہے چنانچہ وہ اس فعل کو ثابت کرنے کی پر زور محنت کرتے اور ہاتھ پاؤں مارتے رہتے ہیں اصحاب تحقیقی دستاویز نے بھی کچھ

ایسا تلبیسی راستہ اختیار کیا ہے تا کہ کسی طرح متعہ کو حلال فعل ثابت کیا جا سکے لہٰذا ان کرم فرماؤں کے دلائل کا مختصر جائزہ حاضر خدمت ہے۔

فما استمتعتم کا قرآنی ارشاد اور متعہ

پہلی دلیل کرم فرماؤں نے جو پیش کی ہے وہ سورۃ نساء کی آیت نمبر 23 کا لفظ فما استمتعتم ہے اس استمتعتم سے کرم فرما متعہ مراد لیتے ہیں حالانکہ اس کا معنیٰ متعہ معروف نہیں بلکہ نکاحی عورت سے نفع حاصل کرنا یعنی اپنی بشری ضرورت پوری کرنا مراد ہے کیونکہ

1- سیاق کلام اس بات پر واضح دلالت کر رہا ہے کہ اس لفظ استمتع سے قبل ان عورتوں کا تذکرہ چل رہا ہے جن سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ چنانچہ فما استمتعتم به منهن میں هن ضمیر کا مرجع وہی منکوحات ہیں جن کا ذکر ماقبل میں چل رہا ہے لہٰذا اس لفظ سے نہ متعہ مراد ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

2- فاتوهن اجو رهن میں لفظ اجورهن بھی متعہ کی صاف نفی ہے کیونکہ اجورهن کا معنیٰ مهورهن یعنی حق مہر ہے نہ کہ اجرت جیسا کہ کرم فرما کہتے ہیں یہی لفظ قرآن پاک میں دیگر مقامات پر بھی استعمال ہوا ہے۔

(الف) فانکحوهن باذن اهلهن واتو هن اجورهن۔ (نساء آیت نمبر 25)

(ب) ولا جناح علیکم ان تنکحو هن اذا اتیتموهن اجورهن۔ (ممتحنہ آیت نمبر 10)

(ج) انا احللنا لك ازواجك الّٰتی اتیت اجورهن۔ (احزاب آیت نمبر 50)

ان آیات میں اجورهن کا لفظ اجرت متعہ کے لئے کسی کے ہاں بھی استعمال نہیں ہو رہا بلکہ ان آیات میں اجورهن سے مہر ہی مراد ہے لہٰذا قرآن پاک کی یہ آیات مذکورہ آیت کی تفسیر خود کر رہی ہیں جس سے اجورهن کا معنیٰ متعین ہو جاتا ہے لہٰذا یہ لفظ بھی استمتاع سے متعہ مراد لینے کی صاف نفی کر رہا ہے۔

3- یہاں جس عقد کا ذکر چل رہا ہے اس میں بعد از جماع پورا مہر اور قبل از جماع طلاق کی صورت میں نصف مہر ادا کرنا ہوتا ہے جبکہ متعہ میں اجرت بعد از متعہ ہی لازم ہوتی ہے نصف اجرت کا یہاں سوال ہی نہیں لہٰذا یہاں سے متعہ پر استدلال محض دھوکہ اور سینہ زوری ہے۔

4- آیت مذکورہ میں ماقبل کے الفاظ محصنین غیر مصافحین بھی متعہ معروف کی صاف نفی اور رد کر رہا ہے کہ متعہ سے مقصود محض پانی بہانا ہے نہ اولاد مطلوب ہوتی ہے اور نہ ہی عزت و آبرو کی حفاظت۔ بلکہ بالکل وہی مقاصد جو ایک غائز (زانی) کے ہوتے ہیں کہ سفلی جذبات کو تسکین دی جائے۔ وہی کچھ اور وہی صورت متعہ میں بھی ہوتی ہے لہٰذا یہ الفاظ بھی استمتاع سے متعہ معروف مراد لینے کی صاف تردید فرما رہے ہیں۔

5- سورۃ نساء کے یہ الفاظ بھی استمتاع سے متعہ معروف کی نفی کرتے ہیں محصنات غیر مصافحات ولا متخذات اخدان۔ وہ عورتیں دائمی نکاح سے ہوں شہوت رانی اور چھپی دوستی لگانے والی نہ ہوں اور متعہ میں نہ تو دائمی نکاح کی

صورت ہے اور نہ ہی سفلی جذبات کی تسکین کے سوا کوئی غرض بلکہ متعہ معروف میں وہی دونوں عادتیں پائی جاتی ہیں جن کو قرآن پاک منع فرماتا ہے۔

6- بالفرض والمحال قبول کر لیا جائے کہ استمتاع نفع اٹھانا۔ سے متعہ بھی مراد ہو سکتا ہے تو بھی روافض کے ہاتھ پلے کچھ نہیں پڑتا کیونکہ اصول ہے کہ محرم و مبیح میں اشتباہ پیدا ہو جائے تو ترجیح محرم کو دی جاتی ہے لہٰذا استمتاع کے لفظ سے پھر بھی روافض کا مدعیٰ ثابت نہیں ہوتا۔

7- اگر اہل سنت والجماعت روافض کا قول مان ہی لیں کہ متعہ اسلام میں جائز رہا تھا حالانکہ اہل سنت والجماعت کا ایک بڑا طبقہ اس کا قائل ہے کہ متعہ معروف جیسا کوئی فعل اسلام میں کبھی رائج نہیں رہا یہ خاص زمانہ جاہلیت کا شعار ہے اور جہاں کہیں متعہ کا لفظ ہے تو اس سے مراد متعہ معروف نہیں جو روافض کا مذہب ہے بلکہ مراد نفع اٹھانا ہے نکاح دائمی یا مؤقت کی صورت میں اور نکاح مؤقت اگرچہ بعض اشد مجبوریوں کے باعث کچھ وقت کے لئے حلال کیا گیا تھا مگر بعد میں اس کی حرمت بیان فرما دی گئی۔

باوجود اس صورت حال کے اگر مان ہی لیں کہ نکاح متعہ حلال تھا تو بھی روافض کی بات بنتی نظر نہیں آتی کیونکہ بہت سارے دیگر احکام کی طرح یہ حکم بھی اوائل اسلام میں یا کسی خاص موقعہ پر اگرچہ اس کی اجازت کسی خاص وجہ یا ضرورت کے تحت دی گئی تھی مگر بعد میں اس کی حرمت کا اعلان کر دیا گیا چنانچہ اس آیت کے تحت کئی مفسرین نے اس پر بحث فرمائی ہے۔

مفسرین کے مختصر اقوال

1- **واحتج الجمهور على حرمة متعة بوجوه۔** (تفسیر کبیر للرازی)

''جمہور نے حرمت متعہ پر کئی وجوہ سے دلیل پکڑی ہے۔''

2- **و بالجملة الاستدلال بهذه الاية على حل المتعة ليس بشی کما لا يخفى ولا خلاف الان بين الائمة و علماء الامصار جوازها۔** (روح المعانی)

''من جملہ اس آیت سے متعہ کی حلت پر دلیل پکڑنا کچھ بھی نہیں جیسا کہ مخفی نہیں اور اب ائمہ (مجتہدین) وعلماء اسلام کے مابین اس مسئلہ پر کوئی اختلاف نہیں۔''

3- **والقول بانها نزلت في المتعة غلط و تفسير البعض بها بذ الكريم غير مقبول لان نظم القرآن اليك يا باه۔** (روح المعانی)

''اور یہ قول کہ یہ آیت متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے غلط ہے اور بعض کا متعہ کے ساتھ اسکی تفسیر کرنا لائق قبول نہیں اس لئے کہ نظم قرآن اس کا صاف انکار کرتا ہے۔''

4- **واتفق على تحريمها فقهاء الامصار۔** (بحر بحوالہ تفسیر ماجدی)

''فقہاء عالم کا متعہ کی حرمت پر اتفاق ہے۔''

5- والی ھذاذھب جمھور العلماء من الصحابة فمن بعدھم ای ان نکاح المتعة حرام والآیة منسوخة۔ (تفسیر خازن)

صحابہ کرام اور تابعین میں جمہور اہل علم اسی طرف گئے ہیں یعنی یہ کہ نکاح متعہ حرام ہے اور آیت منسوخ ہے۔

6- وقال ابو عبیدة المسلمون الیوم یجمعون علی ان متعه النساء قدنسخت با لتحریم نسخھا الکتاب والسنة ھذا قول اھل العلم جمیعا من اھل الحجاز والشام والعراق من اصحاب الاثر والرای وانه لا رخصة فیھا المضطر ولا لغیرہ۔ (تفسیر خازن)

''ابوعبیدہ فرماتے ہیں کہ دور حاضر میں تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورتوں سے متعہ کرنے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ اس حکم کو کتاب وسنت نے منسوخ کیا ہے۔ یہی قول تمام حجاز وشام اور عراق کے اہل علم کا ہے فقہا ہوں یا محدثین اور بے شک متعہ کی رخصت کسی کو نہیں مجبور ہو یا غیر مجبور۔''

7- وفی الباب اخبار کثیرة مرویة فی الصحاح والمسانید ولا حجة بعد ھا فی جواز ھا لاحد کائنا من کان۔ (عمدۃ الرعایہ)

اور اس باب میں صحاح ومسانید کی کتابوں میں بہت روایات موجود ہیں اور متعہ کے جواز پر کوئی حجت نہیں کسی کے لئے بھی۔

8- نکاح المتعه حرام۔ (معالم التنزیل)

نکاح متعہ حرام ہے۔

9- حالانکہ متعہ جس کو کہتے ہیں اس کی صاف تردید قرآن کریم کی آیت بالا محصنین غیر مسافحین سے ہو رہی ہے۔

(معارف القرآن ج2، ص366)

مفسرین کی آیت مذکورہ کے تحت آراء اور ارشادات بالاختصار ہم نے نقل کر دیئے ہیں تفصیل کے لئے اصل کتابوں سے آیت مذکورہ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں ان ارشادات سے یہ بات سورج کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ متعہ جو روافض کا مذہب ہے وہ حلال نہیں بلکہ اگر کسی نے اس آیت پر استدلال کیا تو غلط کیا کہ یا تو اس سے متعہ معروف مراد ہی نہیں اور بالفرض متعہ معروف مراد ہو بھی تو یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

کرم فرماؤں کی ضد:

اس قدر وضاحت اور تفصیلات ملاحظہ کرنے کے بعد بھی کرم فرماؤں کا اصرار ہے کہ نہیں جی اس آیت سے مراد متعہ معروف کا حلال ہونا ہے کیونکہ یہاں پر لفظ استمتاع جس کا معنی ہے نفع اٹھانا اور نفع اٹھانا متعہ ہی تو ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ ''استمتاع'' سے معلوم ہونے والا ''نفع اٹھانا'' ایسا خاص نہیں کہ وہ عورتوں سے متعہ کے بغیر کہیں بھی نہ پایا جائے کہ بس جس نے متعہ کیا نفع تو صرف اسی نے اٹھایا بلکہ نفع اٹھانا عام ہے مگر کرم فرماؤں کو کون سمجھائے وہ ایک ہی بولی بولے جاتے ہیں کہ استمتاع سے مراد متعہ ہے اور بس۔ اگر یہی ضد ہے تو اس کا علاج قرآن کریم نے دوسری طرح بھی فرما دیا ہے ذرا

کھلے دل سے ملاحظہ فرما کر انجام و عاقبت کی فکر کریں اگر استمتاع سے مراد کرم فرماؤں کے ہاں متعہ ہی ہے تو ذرا قرآن پاک کی بھی سنیں وہ کیا فرماتا ہے۔

1- فاستمتعوا بخلاقهم فاستمتعتم بخلاقكم كما استمتع الذين من قبلكم بخلاقهم ...... اولئك حبطت اعمالهم في الدنيا ولاخره و اولئك هم الخاسرون۔ (التوبہ رکوع 19)

''پس انہوں نے اپنے حصے سے نفع اٹھایا اور تم نے اپنے حصے سے ویسے ہی نفع اٹھایا جیسے کہ تم سے پہلے والوں نے اپنے حصے سے نفع اٹھایا...... انہیں کے اعمال دنیا و آخرت میں بے کار ہیں اور وہی نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔''

2- ربنا استمتع بعضنا ببعض و بلغنا اجلنا الذی اجلت لنا قال النار مثواکم۔

''اے ہمارے پالنے والے (دنیا میں) ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا اور اپنے کیے کی سزا پانے کو جو وقت تو نے معین کیا تھا اب ہم اپنے وقت (قیامت) میں پہنچ گئے۔ خدا (اس کے جواب میں فرمائے گا) سب کا ٹھکانہ جہنم ہے۔'' (ترجمہ فرمان علی، 172 الانعام آیت 128)

3- قل تمتع بكفرك قليلا انك من اصحاب النار......

(اے رسول ایسے شخص سے) کہہ دو کہ تھوڑے دنوں اور اپنے کفر (کی حالت میں) چین کر لو (نفع اٹھا لو راقم) (آخر) تو یقینی جہنمیوں میں سے ہوگا۔ (الزمر نمبر 8، ترجمہ فرمان علی صفحہ 550)

اِن آیات میں استمتاع یا تمتع کا لفظ موجود ہے مگر شیعہ مجتہد فرمان علی سمیت کوئی بھی اِن الفاظ سے متعہ معروف مراد نہیں لیتا۔ معلوم ہوا سورۃ النسا کی آیت ''فما استمتعتم'' سے شیعہ برادری میں معروف و مشہور اور شائع و ذائع متعہ مراد لینا محض سینہ زوری ہے ورنہ یہی استمتاع قرآن پاک میں کئی دوسرے مقامات پر بھی آیا ہے مگر وہاں کسی نے بھی متعہ مراد نہیں لیا کما لا یخفی۔

متعہ اور تفسیر مظہری:

تحقیقی دستاویز کے کرم فرماؤں نے فما استمتع کے تحت تفسیر مظہری کا حوالہ نقل کیا ہے کہ اس سے مراد نکاح متعہ ہے نیز مزید دو حوالوں سے ثابت کیا کہ متعہ ایک حلال فعل ہے۔ محترم حضرات راقم کو رہ رہ کے تعجب اور حیرت ہوتی ہے کہ یہ لوگ محض دھوکہ دہی اور فریب کاری سے یوں اپنا بھی دین خراب کرتے ہیں اور کئی ان پڑھ لوگوں کا بھی کیا یہ اپنی خیر و عافیت سے اس قدر غافل ہو گئے کہ شائد اللہ پاک کو بھی ان کے دھوکوں کا پتہ نہ چلے گا اور نہ ہی قبر و حشر میں کوئی پوچھنے والا ہوگا؟

اس دھوکہ بازی اور فراڈ پر دل خون کے آنسو روتا ہے آہ کتنے سادہ لوح ان فریب کاریوں کی بھینٹ چڑھ گئے اپنے ایمان کی کھیتی گندے عقیدوں کی آگ میں جلا کر راکھ کر بیٹھے؛ اے عقل والو ذرا حقائق کا جائزہ لو شائد ان فریب کاریوں کا اندازہ آپ بھی فرما سکو۔ تفسیر مظہری کا حوالہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی قرآن سے یہ ثابت کرے کہ نماز کے قریب بھی جانا جائز نہیں چہ

جائے کہ وہ فرض ہو۔ پھر اس دعویٰ پر قرآن پاک کی آیت بطور دلیل کے پڑھے کہ قرآن پاک میں صاف لکھا ہے۔

یا ایھا الذین امنو لا تقربوا الصلوٰۃ۔

''اے ایمان والو نماز کے قریب بھی نہ جاؤ۔'' (النساء)

اور آگے کا قرآنی حکم تلاوت نہ کرے تو ایک ناواقف آدمی یقیناً یہ جاننے پر مجبور ہوگا کہ جب قرآن نماز سے دور رکھنا چاہتا ہے تو مولوی لوگ نماز پر اتنا اصرار کیوں کرتے ہیں۔ ہم مولویوں کی مانیں یا قرآن کی۔ حالانکہ یہ ایک دھوکہ ہے جو وانتم سکاریٰ کا لفظ پڑھتے ہی مردہ لاش سے زیادہ کچھ نہیں رہتا۔ بالکل اسی طرح ہمارے کرم فرماؤں کو المراد سے پیچھے کے الفاظ بالکل ایسے نظر نہیں آتے جیسے اندھوں کو دن میں پہاڑ بھی نظر نہیں آتا۔ حالانکہ المراد سے صاحب کتاب نے واضح کر دیا ہے کہ یہ مراد ان کی ہے جن کا ذکر المراد سے متصل قبل لکھا کھڑا ہے کہ ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس آیت سے متعہ مراد ہے۔ اس جماعت میں صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی نہیں ہے بلکہ ان کی اپنی مراد اس آیت سے وہ ہے جیسے متعہ کی بحث مکمل کرنے کے بعد مسئلہ کے تحت رقم فرماتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

مسئلہ: متعہ کے ناجائز اور حرام ہونے پر اجماع ہو چکا ہے سوائے شیعہ کے اور کوئی اس کا قائل نہیں۔ حرمت متعہ کا ثبوت اس آیت سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

والذین هم لفروجهم حافظون الاعلی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم فانهم غیر ملومین فمن ابتغیٰ و راء ذالك فاولٰئك هم العادون۔ (المؤمنون)

متعہ والی عورت کو بیوی نہیں کہا جاتا اور نہ وہ مملوکہ ہے اس لئے متعہ کرنے والے مرد اور عورت میں توارث قائم نہیں ہوتا (اور زوجہ یا مملوکہ کے سوا تیسری عورت سے شرمگاہ کو محفوظ نہ رکھنے والے کو اللہ نے حق سے تجاوز کرنے والا کہا ہے۔ معلوم ہوا کہ متعہ کو حلال قرار دینا قرآنی حکم کی صاف مخالفت ہے)۔ (تفسیر مظہری ج3 ص31 مترجم)

اب اندازہ فرمایئے قطع و برید کر کے بات کو کیا سے کیا بنا دیا۔ کرم فرماؤں نے شروع کے الفاظ پر ہاتھ صاف کر کے اس مراد کو صاحب کتاب کے کھاتے میں ڈال دیا ہے جبکہ یہ سراسر خیانت اور طریقہ اہل علم سے بہت دور کی بات ہے مگر کیا کیجئے اس طرح کے دھوکے اور خیانتوں سے صفحات کے صفحات بھر کر اس کا نام تحقیقی دستاویز رکھ دیا۔ پس اے ارباب انصاف یہ ہے نرالی تحقیق جس میں حوالہ نقل کرنے میں دیانت داری کو دیس سے نکالا جاتا ہے۔

حقیقت حال ہم عرض کر چکے ہیں کہ وہ متعہ جو شیعہ قوم کا شعار ہے اور اب تک وہ اسے حلال بلکہ بڑا عظیم الشان عمل جانتے ہیں اہل اسلام کی اس کے بارے میں دو جماعتیں گزری ہیں۔ ایک جماعت متعہ معروف کو مزاج اسلام کے خلاف تصور کرتی ہے انکے نزدیک متعہ یعنی نفع اٹھانا نکاح دائمی کی صورت میں روا تھا یا پھر کچھ کچھ مجبوریوں کے پیش نظر نکاح موقت کی صورت میں جائز تھا مگر نکاح موقت کا حکم جو وقتی تھا وہ منسوخ ہوگیا۔ البتہ ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ متعہ کچھ وقت کیلئے بعض اشد مجبوریوں کے پیش نظر جائز رہا ہے مگر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ صاحب مظہری نے انہی حضرات کا تذکرہ

یہاں فرمایا جو ابتدائے اسلام میں جواز متعہ کے قائل تھے وہ اس آیت کے ظاہر لفظ استمتاع سے متعہ کی صورت میں نفع اٹھانا خیال کرتے تھے ان حضرات کے قول کو یار لوگوں نے قاضی ثناء اللہ صاحب کے ذمہ لگا دیا۔ جبکہ موصوف اپنی تفسیر میں قائلین متعہ اور انکے دلائل نقل کرنے کے بعد واضح فرما چکے ہیں کہ متعہ کے حرام ہونے پر امت اسلامیہ متفق ہوگئی ہے۔ لیکن شیعہ قوم اس مرغوب غذا کے ترک کو تسکین نفس کی موت خیال کرتی ہے لہٰذا وہ اس پر جمی ہوئی ہے کہ متعہ حلال ہے۔

نوٹ: ارباب علم نوٹ فرمالیں۔ جس دوسری جماعت نے اول متعہ کے جائز اور بعد میں حرام ہونے کا قول کیا ہے وہ اس لفظ کی وجہ سے ہے جو روایات میں متعہ کے نام سے آیا ہے جبکہ صورت حال یہ ہے کہ شیعہ میں معروف ''متعہ'' اور روایات میں لکھے گئے ''متعہ'' کے درمیان بڑا فرق ہے وہ ''متعہ'' جس کا روایات میں تذکرہ ہے وہ گواہوں کے بغیر نہیں منعقد ہوتا جبکہ شیعہ برادری میں معروف متعہ کیلئے گواہوں کی کوئی شرط نہیں۔ جن حضرات نے یہ کہا ہے کہ متعہ معروف کبھی بھی جائز نہیں رہا انہوں نے یہ بات اسی شیعہ برادری میں مشہور و معمول متعہ کی بابت فرمائی ہے جس میں بغیر گواہوں کے لڑکی ولڑکا اپنی خواہش نفس کو پورا کریں۔

پھر بعض حضرات کا قول (جسے یار لوگوں نے قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب مظہری کا قول بنا کر پیش کیا ہے) پیش کرنے کے بعد آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں۔

اکثر مفسرین کے نزدیک آیت میں متعہ مراد ہی نہیں ہے بلکہ صحیح نکاح کے بعد جماع سے بہرہ اندوز اور لذت گیر ہونا مراد ہے۔ حسن، مجاہد کا یہی قول ہے، ابن جریر، ابن مندہ اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ استمتاع نکاح ہے۔ (تفسیر مظہری ص،35 جلد 3)

تفسیر بیضاوی:

تفسیر بیضاوی میں اس آیت اور فما استمتعتم کے ذیل میں کوئی عبارت اسطرح کی ہمیں نہیں ملی جو کرم فرماؤں نے تفسیر بیضاوی کے حوالے سے پیش کی ہے کہ 'نزلت الاية فی المتعه''

البتہ اس آیت کے ضمن میں جو کچھ انہوں نے یا حاشیہ والوں نے رقم فرمایا وہ سراسر متعہ اور اس کی جنس کے خلاف ہے۔ فرماتے ہیں کہ استمتاع سے مراد منکوحات سے نفع حاصل کرنا ہے ایسی عورتوں کو نفع اٹھانے کے بعد انکا حق مہر دینے کا حکم ارشاد فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ تفسیر بیضاوی ج3 ص 134 طبع بیروت پر مرقوم ہے۔

''استمتعتم بہ'' کے ضمن میں تمتعتم به من المنكوحات کہ استمتعتم بہ کا معنیٰ یہ ہے کہ ''جو کوئی نفع اٹھائے منکوحہ عورت سے: اور اجورھن کا معنیٰ لکھا ہے مھورھن یعنی اجورھن کا معنیٰ ہے مہر دینا اور مہر بیوی کا ہوتا ہے جس سے نکاح کیا جائے جبکہ متعہ کے ذریعہ مہر لازم نہ ہونا شیعہ برادری کے ہاں بھی مسلم ہے۔

اس استمتعم اور اجورھن کا واضح معنی لکھنے کے بعد کیا شک باقی رہ جاتا ہے کہ اس آیت کا صاحب بیضاوی کے ہاں متعہ سے دور کا بھی تعلق نہیں مگر کرم فرماؤں کا پھر بھی یہی کہنا ہے کہ صاحب بیضاوی نے فرمایا ہے کہ یہ آیت متعہ کے بارے

میں نازل ہوئی یعنی جو صاف متعہ کی نفی کر رہا ہے یہ کرم فرما اس کے کھاتے میں متعہ ڈالنے پر تلے ہوئے ہیں۔

احادیث اور متعہ:

1- پہلی حدیث بخاری ج 2 ص 767 سے نقل کی جس کا باب ہے۔

نھی رسول اللہ ﷺ عن نکاح المتعۃ اخیرا۔

کہ آپ ﷺ نے آخر میں نکاح متعہ سے منع فرمادیا تھا اس باب کی تیسری روایت کا کچھ حصہ نقل کر کے "لا تقربو الصلٰوۃ" کی طرح مطلب براری کی کوشش کی اور جو بات اس حدیث میں مقصود تھی وہ پی گئے۔ یہ کوئی پہلا دھوکہ نہیں جس کا انہوں نے ارتکاب کیا بلکہ یہ ان کی فطرت ثانیہ ہے جو قدم قدم پر جوش مارتی رہتی ہے۔

امام بخاری روایت لاکر ارشاد فرمارہے ہیں کہ اول زمانہ اسلام میں متعہ بعض مجبوریوں کے باعث روا تھا مگر بعد میں منع کر گیا دیا جیسا کہ وہ روایت جس کا ایک ٹکڑا تحقیقی دستاویز کے اوراق میں موجود ہے اس کے آخر میں یہ بھی ہے کہ

"و بینہ علیؓ عن النبی ﷺ انہ منسوخ۔"

کہ حضرت علیؓ نے ان کو آپ ﷺ کی طرف سے بیان کیا کہ یہ فعل منسوخ ہوگیا ہے۔ اب تحقیق کرنے والوں کی تحقیق کو داد دو جو ایک ٹکڑا ذکر کر کے عامۃ الناس کو گمراہ کرنے کا فرض نبھاتے ہیں ورنہ آپ غور فرمائیں کہ جو روایت واضح طور پر حرمت متعہ کیلئے مذکور ہوئی اسی سے وہ متعہ ثابت کرنے چلے ہیں اسے کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

محبان علیؓ اور متعہ:

ارباب دانش ذرا اس روایت کے آخری الفاظ بھی غور سے دیکھیں جس کو کرم فرما تو متعہ پر بطور دلیل کے لا رہے ہیں حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ راز ہمیشہ راز اور دھوکے ہمیشہ چھپے نہیں رہتے۔ چنانچہ روایت کے آخری الفاظ حیدر کرارؓ کا وہ فتویٰ ہیں جو انہوں نے آپ ﷺ سے حاصل کیا وہ اوپر مذکور ہو چکا۔ کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ متعہ کا اجازت نامہ منسوخ ہوگیا ہے۔ مقام تعجب ہے کہ جن آخری الفاظ سے حیدر کرارؓ متعہ کی نفی فرمارہے ہیں کچھ لوگ اس کے اوپر والے الفاظ کا سہارا لے کر علی الاعلان متعہ کی پاسبانی اور چوکیداری کر رہے ہیں۔ ارباب دانش بخوبی جائزہ لے سکتے ہیں کہ کس طرح سفلی جذبات پر زد آنے پر حبداروں نے اپنے محبوب کو ہی آنکھیں دکھانا شروع کر دیں۔ ذرا نفسانی خواہشات پر حملہ ہوا تو فوراً حیدر کرارؓ کے فرمان واعتقاد کے بھی دشمن بن گئے اور کھلم کھلا مخالفت و دشمنی پر اُتر آئے۔ یہ ہے حب داری کا جذبہ اور الفت و محبت کا دعویٰ جسے حالات سے بے خبر لوگ حقیقی محبت تصور کرتے ہیں۔

دوسری روایت:

بخاری ج ۳ ص ۷۵۹ کی دوسری روایت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگوں پر جایا کرتے تھے اور ہمارے پاس کوئی مال نہیں ہوتا تھا۔ (جس کے ذریعے ہم شادی کر سکتے) ہم نے عرض کیا کیا ہم خصی نہ ہو جائیں؟ تو آپ ﷺ نے منع فرمایا اس سے اور ہمیں اجازت دی کہ ایک کپڑے مہر پر ہم شادی

کریں۔'' اس ترجمہ کو ملاحظہ فرمائیں کہ اس میں متعہ کا تصور اور شائبہ تک نہیں پایا جاتا بلکہ روایت میں صاف ''ننکح المراۃ'' کے الفاظ موجود ہیں۔ جس کا ترجمہ کرم فرماؤں نے کمال دھوکہ بازی سے متعہ کر دکھایا۔ حالانکہ اس کا معنیٰ ہے کہ ایک کپڑے کے حق مہر پر ہم عورت سے نکاح کرلیں۔ اس غلط ترجمہ پر اللہ اور اس کے رسول کی خوشی یا شاباش تو نہ ملے گی البتہ دوسری سمت سے شاباش ملنے کا کامل یقین رکھ کر انہوں نے یہ ترجمہ کیا ہوگا۔

و لیس لناشیٔ کا ترجمہ ہمارے پاس کوئی سامان نہ ہوتا تھا۔ یہ ترجمہ بھی کمال درجہ کی دھوکہ بازی کا شہکار ہے۔ حالانکہ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جہاد میں مصروفیت کی وجہ سے چونکہ کچھ کمایا نہیں۔ لہٰذا لیس لنا شیٔ ہمارے پاس مال نہ تھا۔ کیونکہ نکاح کیلئے مہر کی ادائیگی لازم تھی اور ادائیگی مہر کی رقم ہمارے پاس نہ تھی اس لئے کہ ہماری مصروفیت مال کمانے والی نہ تھی جہاد کے میدان میں قتال وغیرہ کی تھی لہٰذا مہر کی ادائیگی نہ کرسکنے کی وجہ سے ہم نکاح تو کرنہیں سکتے تھے تو کیا خصی ہو جائیں؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا ضروری نہیں کہ بڑی مقدار مہر کی رقم پر شادی کرو بلکہ ایک کپڑا مہر دیکر شادی کرلو۔ یہاں نہ متعہ کا کوئی سوال نہ جواب مگر مہربانوں کو دور کی سوجھتی ہے۔

اس روایت کے اختتام پر آپ ﷺ نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی: یا ایھا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللّٰہ لکم و لا تعتدوا: ان اللّٰہ لا یحب المعتدین۔

یہاں لفظ ولا تعتدوا خاص طور پر قابل توجہ ہے جس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ متعہ سے پرزور طریقہ سے روکا جارہا ہے کیونکہ سورۃ المومنون کی آیت و الذین ھم لفروجھم حافظون میں آگے چل کے دوقسم کی خواتین یعنی بیویاں اور، باندیاں حلال بتلائی گئی ہیں انکے علاوہ اپنی خواہش پوری کرنے والے کو ''عادون'' فرمایا اور یہاں پر ولا تعتدوا فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ متعہ معروف جو بیویوں و باندیوں کے علاوہ عورتوں سے ہوتا ہے اس فعل کے ذریعے انسان اللہ کی حدوں کو توڑتا ہے جس سے سختی کے ساتھ منع کیا جارہا ہے۔

تابعین کا فتویٰ تفسیر مظہری میں:

صاحب تفسیر نے ابتدائے زمانہ کے جواز متعہ پر چند حضرات کے نام ذکر کرکے تابعین کے شاذ فتویٰ کا ذکر کیا ہے۔ تحقیقی دستاویز والوں نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ شاید یہاں کوئی طویل بحث کے بعد یہ فیصلہ کن عبارت لکھی گئی ہے جبکہ صورت حال یہ ہے کہ 18 لائنوں پر مشتمل مختلف حضرات کے اقوال لکھ کر تابعین کی ایک جماعت کا فتویٰ نقل کیا گیا ہے۔ شیعہ دستاویز کے لکھاریوں نے تابعین کے فتاویٰ تو لکھ دیئے مگر ساتھ کی اگلی عبارت ہضم کر گئے جو اس فتویٰ کیلئے اصل عبارت کا درجہ رکھتی ہے یہی کمال دیانت شیعہ مذہب کی کل غذا ہے جس پر یہ بھاری بھرکم وجود پلتا بڑھتا ہے۔ حالانکہ اگلی عبارت اس فتویٰ کی امت میں مقبولیت کا صاف پتہ دیتی ہے کہ یہ فتویٰ سراسر متروک ہے چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تابعین کی جماعت کا فتویٰ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ اسی بنا پر حاکم نے علوم حدیث میں اوزاعی کا قول نقل کیا ہے کہ اہل حجاز کے پانچ قول متروک ہیں۔ ان میں سے اہل مکہ کا حلت متعہ کا قول بھی ہے۔ (تفسیر مظہری ج ۳ ص ۳۱ مترجم)

غور فرمائیے!

جس فتویٰ کو رد کرنا اور انکا تفرد ظاہر کرنا مقصود ہے اس فتویٰ کو ہمارے کرم فرما سینے سے لگائے بیٹھے ہیں۔ تابعین کے مذکورہ فتویٰ نے اہل اسلام کے شرف قبول کو نہیں پایا جسے تلقی بالقبول کہتے ہیں لہٰذا اہل سنت والجماعت کے نزدیک اس کی وہی حیثیت ہے جو حیثیت اہلیہ سے وطی فی الدبر کی کہ جسے امت نے رد کر دیا ہے۔ لہٰذا وہ قول جو غیر مقبول ہے اسے اہل سنت والجماعت کے خلاف حجت نہیں بنایا جا سکتا۔

موطا امام مالک کا حوالہ:

مؤطا کے حوالے سے حضرت جابر بن عبداللہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ وغیرہ حضرات و تابعین کی ایک فہرست لکھی گئی ہے کہ یہ متعہ کے قائل تھے۔ جواباً عرض ہے کہ موطا امام مالک کے مذکورہ باب میں یہ عبارت ہرگز نہیں نہ ہی اس کا کوئی قائل ہے۔ ممکن ہے کہ یہ عبارت مترجم نواب وحید الزمان کی ہو جو سنی نہیں بلکہ شیعہ ترجمان ہے۔ ملاحظہ ہو! (تحقیقی دستاویز کا صفحہ 58)

فتح الباری کا حوالہ تفسیر مظہری کے ضمن میں

ہم عرض کر چکے ہیں کہ یہ شاذ قول اور مذکورہ اکا دکا افراد کا تفرد ہے جیسے تلقی بالقبول کی عزت حاصل نہیں ہوئی یہ بھی ان پانچ امور میں سے ہے جسے ترک کیا جا چکا ہے۔

اسی طرح طحاوی وغیرہ کے حوالے سے کرم فرماؤں نے صرف وہ حوالے نقل کیے ہیں جن کے منسوخ ہونے پر واضح دلائل موجود ہیں۔ مثلاً ابن عباس کے دو کتابوں سے حوالے اور اپنی روایتی عادت کا زاد المعاد کے حوالے سے بھونڈے طریقے سے اظہار کیا حالانکہ حضرت ابن عباسؓ نے صراحتاً فرمایا کہ ابتداء زمانہ اسلام میں یہ فعل اضطراری حالت میں جائز تھا مگر اب یہ منسوخ ہو گیا ہے۔ چنانچہ ترمذی میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔

> ''ابن عباس نے فرمایا متعہ ابتداء اسلام میں جائز تھا۔ کوئی شخص جب ناواقف شہر میں جاتا تھا تو وہاں کسی عورت سے نکاح مؤقت کر لیتا تھا وہ عورت اس کے سامان کی حفاظت کرتی تھی لیکن جب یہ آیت ''**الاعلی ازواجھم او ماملکت ایمانھم**'' نازل ہوئی تو متعہ حرام ہو گیا۔ ''**قال ابن عباس کل فرج سواھما حرام**'' کا صریح اور واضح جملہ حضرت ابن عباس نے فرما کر ان کے منہ بند فرما دیے جو حلت متعہ کے دعویدار تھے۔''

مزید ملاحظہ فرمائیں۔ تنویر المقیاس فی تفسیر ابن عباس میں ہے:

> ''اور کہا جاتا ہے کہ تلاش کرو اپنے مال کے ذریعے شرمگاہ اور وہ متعہ ہے۔ تحقیق اب متعہ منسوخ ہو چکا ہے۔ محصنین کا معنی ''متزوجین'' غیر مسافحین کا معنی ''غیر زانین'' یعنی زنا کرنے والے نہ ہوں۔ ''**فما استمتعتم**'' کا معنی نکاح کے بعد ان عورتوں سے نفع حاصل کرنے کے ہیں۔ ''اجورھن'' کا معنی مھورھن ہے۔ یعنی ان عورتوں کا حق مہر۔ (تنویر المقیاس تحت آیت فما استمتعتم)

ارباب علم ذرا غور فرمائیں حضرت ابن عباس کی مذکورہ تفسیر میں موصوف نے متعہ کے منسوخ ہو جانے کا واضح اعلان

فرمایا کہ اب متعہ منسوخ ہو چکا ہے اور پھر فما استمتعتم کی تفسیر متعہ سے نہیں فرمائی بلکہ اس کی تفسیر نکاحی عورتوں سے مباشرت وخلوت اور نفع اٹھانے کی فرمائی اسی طرح اجورھن کی تفسیر حق مہر کے ساتھ فرمائی نہ کہ اجرت متعہ کے ساتھ۔ اس واضح تفسیر کے بعد حضرت ابن عباس پر اس الزام کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی۔

متعہ اور مودودی

جان لینا چاہیے کہ مودودی صاحب اہل السنت والجماعت کے نمائندہ یا کوئی معتبر شخصیت نہیں کہ ان کی بات اہل سنت والجماعت کیلئے حجت یا سند کا درجہ رکھتی ہو۔ انکا ایک اپنا جداگانہ مذہب اور نظریہ ہے۔ وہ ہوا کے رخ پر سفر کرنے والے ادیبوں میں سے ایک ہیں جن کا عقیدہ و مذہب اپنی شخصیت کو نمایاں کرنا اور عامۃ الناس کو اپنی تقلید پر ابھارنا ہوتا ہے۔ بلاشبہ مودودی صاحب ایک اچھے ادیب، قلم کار، اور کئی صلاحیتوں کے مالک تھے مگر نہ وہ مجتہد ہیں نہ مقلد، اور دین پر عمل کرنے کی یہی دو صورتیں ہیں کہ عامل خود مجتہد ہو یا پھر وہ کسی مجتھد کی بات مان کر اعتماد کر کے اس کے پیچھے چلتے ہوئے زندگی گزارے مگر موصوف میں ان دونوں باتوں کا فقدان پایا جاتا ہے ان موصوف کے بارے میں نظریاتی رجحان قلبی میلان اور اسلامی تعبیرات کو بیان کرنے کا جو ذوق تھا اسے جاننے کیلئے خمینی، مودودی دو بھائی نامی کتاب کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔ جس سے موصوف کے طرز فکر اور خیالات سے آگاہی ہوتی ہے۔ اتنی بات تو واقفان احوال بخوبی جانتے ہیں کہ موصوف ایک وقت تک داڑھی منڈاتے، ٹائی پینٹ کو شوق سے استعمال کرتے تھے پیشہ کے اعتبار سے وہ جرائد وغیرہ کے تنخواہ خور ملازم رہے ہیں۔ جنہوں نے باقاعدہ علم دین نہ کہیں سے حاصل کیا اور نہ ہی صالحین کی صحبت سے فیض یاب ہونے کی توفیق پائی۔ جب صورت حال یہ ہے تو ایسے شخص سے اسلام کی صحیح صورت اور مکمل نقشہ معلوم کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ بے دین جب دین کے ترجمان ہوں گے تو پھر خلافت و ملوکیت جیسی کاوشیں ہی منظر عام پر آئیں گی۔ بہر حال جناب مودودی صاحب کی مذکورہ تقریر سے اہل سنت والجماعت کو نہ کچھ نقصان ہے اور نہ فائدہ۔ نقصان اس لئے نہیں کہ وہ اہل السنت والجماعت کے نہ نمائندہ و ترجمان ہیں اور نہ ہی ان کی بات کا کچھ وزن بلکہ ان کا اپنا جداگانہ ایک الگ مذہب ہے جس پر وہ کاربند رہتے ہیں۔

مودودی صاحب کا ارشاد:

مودودی صاحب اہل سنت وشیعہ دونوں کو راضی رکھنے کی بھرپور کوشش فرماتے ہوئے ایک مثال ایجاد کرتے ہیں جس میں صرف ایک مرد اور ایک عورت کو ہی شریک ہونے دیتے ہیں۔ پھر عورت خواہ شوہر والی ہو، مشرکہ ہو، یا مجوسیہ کوئی سی ہو وہ ان دونوں کو سمندری سفر میں جہاز ٹوٹنے کے بعد ایک تختے پر بٹھا کر جزیرہ میں پہنچا دیتے ہیں پھر حالت اضطرار میں دونوں کو نکاح کی اصل شرائط مفقود ہو جانے کی بنا پر متعہ پر آمادہ کرتے ہیں۔ یعنی بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی۔ والی بات کہ نکاح صحیح تو مشکل ہو گیا چلو متعہ ہی سہی۔ اب بندہ پوچھے کہ اگر وہ عورت مشرکہ ہو یا مجبور ہو تو اضطرار تو اس وقت بھی ہے کیا اسوقت بھی متعہ ہو جائے گا۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ مودودی صاحب کا فرمودہ نہ مذہب اہل اسلام ہے کہ وہ اسے حرام قرار دیتے

ہیں اور نہ مذہب روافض کا ہے کہ وہ ہر حال حلال قرار دیتے ہیں۔ بلکہ وہ تو متعہ نہ کرنے والے کو مومن و مومنہ ماننے پر بھی تیار نہیں۔ ہمیں حیرت ہے کہ مودودی صاحب کی یہ عبارت روافض نے اپنی دلیل بنا کر پیش کی ہے حالانکہ مودودی صاحب اپنا دکھرا مذہب ارشاد فرما چکے ہیں۔ یہ خود ان کے کسی کام کا نہیں۔

مودودی کا سہارا بھی رافضی عمارت کو گرانے سے نہیں بچا سکا:

مودودی صاحب کا خالص اپنا مذہب یہ ہے کہ ''متعہ اس قسم کے اضطراری حالتوں کیلئے ہے اس اضطراری حالت میں متعہ کی جو اجازت مودودی صاحب نے اپنے مقلدین کو دی ہے روافض اس پر بے حد خوش نظر آتے ہیں۔ گویا ان کو گوہر نایاب ہاتھ لگا ہے حالانکہ صورت حال یہ ہے کہ یہ عبارت ان کے مذھب کی عمارت مسمار کر رہی ہے شاید کرم فرماؤں کے حواس متعہ کا نام سنتے ہی ہوا ہو جاتے ہیں ورنہ وہ اضطراری کے لفظ سے ہی جان جاتے کہ ان پر اس لفظ کے لانے سے کیا بیت رہی ہے۔ کیونکہ اضطراری حالت میں مجبوراً حرام چیز استعمال کرنے کی اجازت ملتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام اشیاء گنوانے کے بعد اضطراری حالت میں حرام چیزوں کے استعمال کی اجازت عنایت فرمائی ہے کہ خنزیر، کتا، مردار اور دیگر حرام چیزیں ہرگز استعمال نہ کی جائیں مگر اضطراری صورت میں جانے بچانے کی حد تک اجازت ہے گویا متعہ ایسا ہی ہے جیسے خنزیر، کتے، مردار اور بھیڑیے کا گوشت کھانا۔ پس مودودی صاحب کے اسی ایک لفظ اضطراری نے متعہ کا حرام ہونا تو اظہر من الشمس کر دیا۔ کیونکہ اضطراری حالت میں اسے جائز قرار دیتے ہیں جو حرام ہو اِس سے پتہ چلا کہ جن کی عبارت کرم فرماؤں نے بڑے طمطراق سے پیش کی تھی وہ بھی اسے حرام ہی قرار دے رہی ہے البتہ حالت اضطراری میں مجبوراً اس جرم کے ارتکاب کی اجازت دے رہے ہیں۔ جبکہ اھل اسلام اسے زنا ہی قرار دیتے ہیں خواہ تختے پر چڑھ کر کسی جزیرہ میں ہی کیوں نہ جا پہنچے۔ جب تک کہ نکاح نہ ہو جائے۔ جسے شریعت نے مقرر کیا ہے۔

خلاصہ بحث

کرم فرماؤں نے اثبات متعہ پر جو روایات پیش کی ہیں وہ

1- منسوخ روایات ہیں جس کی ناسخ۔ 1۔ الاعلی ازواجھم او ماملکت ایمانھم 2۔ طلاق اور عدت اور میراث کی آیات ہیں۔
2- عبارت کو کانٹ چھانٹ کر دھوکہ دیا عبارت سے سابق لاحق الفاظ کاٹ کر مفہوم متکلم کو بدل دیا۔
3- بعض شاذ اور مردود اقوال کا سہارا لیا جسے امت نے قبول نہیں کیا۔
4- امت کے متفقہ نظریہ حرمت متعہ اور قرآن پاک واحادیث کے مطلوب کو اور تفسیر و تشریح کو بدلنے کی کوشش کی۔

جن کے چند مختصر جوابات عرض کئے جا چکے ہیں آخر میں مناسب خیال کیا گیا ہے کہ متعہ جیسی قبیح عادت پر ہم شیعہ قوم کی زبان میں متعہ کی حرمت اور اسکی قباحت اور باعث ننگ و عار ہونے کو واضح کر دیں تا کہ حجت تام ہو جائے۔

حیدر کرارؓ کا فرمان متعہ حرام ہے:

شیعہ مصنف طبرسی اپنی کتاب فصل الخطاب میں لکھتے ہیں:

فان الشیخ روی فی التهذیب باسناده عن علی قال حرم رسول اللهﷺ یوم خیبر لحوم الحمر الاهلیة و نکاح المتعة۔

''تہذیب میں شیخ کی سند سے یہ روایت ہے حضرت علیؓ سے کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہﷺ نے حرام قرار دیا گھریلو گدھے اور متعہ کو خیبر والے دن۔'' (فصل الخطاب طبرسی ص ۳۳۰)

اہل اسلام کے چوتھے خلیفہؓ راشد امیر المومنین کا یہ ارشاد بہت معروف ہے جو کئی احادیث کی کتب میں موجود ہے۔ علامہ طبرسی شیعہ رہنما بھی معترف ہے کہ حضرت علیؓ نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ گھریلو گدھوں کو اور متعہ کو رسول اللہﷺ نے حرام قرار دیا تھا حیدر کرارؓ تو یہ فرماتے ہیں جبکہ تحقیقی دستاویز کے کرم فرما ابھی تک حیدر کرارؓ کی ضد میں الٹی راہ پر چلتے ہوئے متعہ کو حلال بتاتے پھرتے ہیں۔

''متعہ'' غیرت انسانی پر بدنما داغ:

فروع کافی کی دوسری جلد میں ایک واقعہ مذکور ہے راوی نے ابوجعفر سے متعہ کے بارے میں پوچھا تو ابوجعفر نے متعہ کے فضائل سے آگاہ کیا راوی نے پوچھا سب عورتوں سے متعہ کر سکتے ہیں۔ انہوں نے جواب اثبات میں دیا پھر راوی نے کہا:

ان نسائك و بناتك و اخواتك و بنات عمك یفعلن فاکره و اعرض عنه ابو جعفر حین ذکر نسائه و بنات عمه۔ (فروع کافی ج ۲ ص ۴۲)

جس کا مطلب یہ ہے کہ راوی نے پوچھا کیا آپ کی عورتیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں بھی متعہ کرتی ہیں تو امام نے اس بات کو ناپسند کیا اور ابوجعفر نے اپنا چہرہ (ناراضگی سے) اپنی عورتوں کے بارے میں یہ لفظ سن کر پھیر لیا۔

امام کا اپنے گھر کی خواتین کے بارے میں اس طرح کے فعل کا سن کر غیرت میں آجانا اس فعل کی شناعت کو واشگاف کرنے کیلئے کافی ہے ورنہ باقی عورتوں سے اگر متعہ کی اجازت بلکہ کار ثواب ہے تو یہ کام سب کیلئے ثواب ہونا چاہیے مگر یہ متعہ ایسا کار ثواب ہے کہ اپنے گھر کے بارے میں اس کا تصور کر کے ہی ایک شریف انسان کانپ اٹھے۔ جیسا کہ امام وقت نے اپنے گھر کے بارے میں سن کر ناراضگی کا اظہار کیا یہی بات ہم عرض کرنا چاہتے ہیں کہ متعہ انسانی شرافت پر بدنما داغ ہے جسے اسلام گوارا نہیں کرتا۔ اس عنوان پر ڈاکٹر موسیٰ الموسوی کی اپنی تحریر پیش کر رہے ہیں جنکی تربیت ایک ایسے گھر میں ہوئی جو شیعہ قیادت کا مرکز تھا انہوں نے گرد و پیش کا جائزہ لے کر ''الشیعه و التصحیح'' لکھی۔ جس کا اردو ترجمہ اصلاح شیعہ کے نام سے چھپا ہے۔ متعہ کے بارے میں موصوف کا نقطہ نظر ایک سنجیدہ اور ٹھوس فکری مواد پر مشتمل ہے جو انکی اردو ترجمہ کتاب کے صفحہ 189 سے صفحہ 200 تک پھیلا ہوا ہے۔ باوجود اس کے کہ اختصار کا فکر دامن گیر ہے مگر مضمون کی اہمیت کے پیش نظر مکمل مضمون بعینہٖ ہم قارئین کی نذر کر رہے ہیں۔ بغیر کسی تبصرہ کے۔ ہمارا مدعیٰ یہ ہے کہ مضمون دیکھ کر ہر

شخص پہچان لے اور فیصلہ کر لے کہ یہ مذہب کس قدر عقل ونقل کی دشمنی اور سنجیدہ رائے و دلائل سے دوری پر مبنی ہے۔

متعہ شیعہ مصنف کی نظر میں

متعہ سے مراد وقتی نکاح ہے جس پر ایران میں شیعہ عمل کرتے ہیں ہوسکتا ہے جن دوسرے علاقوں میں وہ آباد ہیں اگر کوئی سبیل نکلتی ہو تو وہاں بھی کرتے ہوں۔ یہاں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پرانے لایعنی فقہی بحث و جدل میں پڑنے کا کوئی فائدہ نہیں جس پر صدیاں بیت گئیں، تفسیر و فقہ وغیرہ کی کتابیں ان فقہی جدل کے مباحث سے بھری پڑی ہیں لیکن ان سے کسی فائدے کی امید نہیں رکھی جا سکتی۔ لیکن اس سب کے باوجود میں قارئین کے سامنے اس فقہی جدل کی مختصر روئیداد رکھتا ہوں اس کے بعد ان ہولناک خطرات کی نشاندہی کروں گا جو شیعہ کو اس بدترین نظریہ کو سرے سے ختم نہ کرنے کی صورت میں اجتماعی، اخلاقی اور انسانی مسائل کے گرداب میں پھنسا سکتے ہیں، میں اول و آخر شیعہ نوجوان نسل کو اس پر خار اور بدنما راستے پر چلانے کی تمام تر ذمہ داری فقہاء پر ڈالتا ہوں اس کی تمام تر مسؤلیت و جواب دہی انہیں کے کندھوں پر ہے۔

شیعہ فقہاء:

اللہ انہیں معاف کرے۔ کہتے ہیں کہ متعہ عہد نبویؐ عہد خلیفہ ابو بکرؓ اور عمرؓ کے نصف عہد خلافت میں مباح اور جائز تھا عمرؓ بن خطابؓ نے اسے حرام کر دیا اور مسلمانوں کو اس سے باز رہنے کا حکم دیا اس پر وہ ان روایتوں سے استدلال کرتے ہیں جو کتب شیعہ اور بعض کتب اہل السنہ میں مروی ہیں۔

جہاں تک دیگر اسلامی فرقوں کا تعلق ہے تو وہ کہتے ہیں کہ متعہ زمانۂ جاہلیت کی ایک رسم تھی۔ عصرِ رسالت کے ابتدائی سالوں میں لوگوں نے اس پر عمل بھی کیا تا آنکہ حجۃ الوداع یا خیبر کے دن رسول اللہ نے اسے حرام قرار دے دیا بالکل اسی طرح جس طرح شراب جو بعثت نبوی کے کئی سال بعد حرام کی گئی جب اس کے بارے میں آیات تحریم نازل ہوئیں۔

یہ خلاصہ ہے اس فقہی نزاع اور جدل کا جو ہزار برس سے متعہ کے متعلق جاری ہے۔

یقیناً یہ بات نہایت قابلِ افسوس ہے کہ بعض بڑے شیعہ علماء نے وقتی شادی (نکاح متعہ) کا دفاع کرتے ہوئے اس کے حق میں آواز بلند کی اور اس سلسلے میں کئی کتابیں لکھ ڈالیں اور اس کارنامے پر فخر کرتے اور اتراتے پھرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس عزت و کرامت اور ذوق کے منافی بدترین نو پید مذہبی رسم کی حقیقی نقشہ کشی کے لئے کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہوگی لیکن میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے اس فقہی نظریہ کو دلائل سے طشت از بام کروں جو اس کا جواز فراہم کرتا ہے اس سے اگلا قدم پھر اٹھاؤں گا تا کہ شیعہ کو مسئلہ کی سنگینی اور اس بلائے بد کی اہمیت کا پتہ چل جائے۔

شیعی عرف اور ہمارے فقہاء شیعہ کے فتویٰ جواز کے مطابق وقتی شادی یا متعہ صرف یہ ہے کہ ایک ہی شرط پر جنسی تعلقات کی عام آزادی ہے پس عورت کسی کے حبالۂ عقد میں نہ ہو تو اس سے ایجاب و قبول کے ذریعے نکاح جائز ہے کوئی بھی شخص دو کلموں میں یہ نکاح کر سکتا ہے نہ گواہوں کی ضرورت اور نہ کسی خرچ اخراجات کی اور مدت نکاح بھی اپنی حسب

منشاء رکھ سکتا ہے اور مطلق اختیارات بھی اپنے پاس محفوظ رکھتا ہے چاہے تو ایک ہی چھت تلے متعے کے ساتھ اپنے پاس ہزار بیوی جمع کر لے۔

یہ فقہی نظریہ کہ متعہ کی حرمت حضرت عمرؓ بن خطاب کے حکم سے کی گئی حضرت امام علیؑ کے عمل سے باطل ہو جاتا ہے جنہوں نے اپنی خلافت کے زمانے میں اس حرمت کے حکم کو برقرار رکھا اور جوازِ متعہ کا حکم صادر نہیں فرمایا شیعی عرف اور ہمارے فقہاءِ شیعہ کی رائے کے مطابق امام کا عمل حجت ہوتا ہے خصوصاً جب کہ امام با اختیار ہو، اظہارِ رائے کی آزادی رکھتا ہو اور احکامِ الٰہی کے اوامر ونواہی بیان کر سکتا ہو۔ جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ امام علیؑ نے منصبِ خلافت قبول کرنے سے معذوری ظاہر کر دی تھی اور اس کی قبولیت کے لئے یہ شرط رکھی تھی کہ کارِ حکومت میں صرف ان کی رائے اور اجتہاد ہی کارفرما ہوں گے اس صورت میں امام علیؑ کی حرمتِ متعہ کو برقرار رکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ عہدِ نبوی میں حرام تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو ضروری تھا کہ وہ اس حکمِ تحریم کی مخالفت کرتے اور اس کے متعلق صحیح حکم الٰہی بیان کرتے اور عملِ امام شیعہ پر حجت ہے میں نہیں سمجھ پایا کہ ہمارے فقہاءِ شیعہ کو یہ جرأت کیسے ہوتی ہے کہ وہ اس کو دیوار پر مار دیتے ہیں؟

آگے لکھتے ہیں:

ہمارے فقہاء شیعہ یا تو مسئلہ کی سنگینی کا ادراک نہیں کر سکے یا سب کچھ سمجھنے کے باوجود صرف جمہور اہلِ اسلام کی مخالفت کے شوق میں ہی متعہ جیسی غضب الٰہی کو دعوت دینے والی لعنت کو حلال قرار دیا اور اس کی اجازت دی کیوں کہ جمہور مسلمانوں کی مخالفت کی فضیلت میں کئی روایات وضع کر کے انہیں جھوٹ اور بہتان باندھتے ہوئے امام صادق کی طرف منسوب کیا گیا جن میں آیا ہے:

الرشد فی خلافھم۔ ''ہدایت ان کی مخالفت میں ہے۔''

یعنی اہل السنۃ والجماعت کی رائے سے اختلاف کرنے میں ہی رشد وہدایت ہے۔

ہمارے فقہاء کے فقہی استدلالات میں اس ناقابل فہم پیچیدگی کے علاوہ میرا خیال ہے کہ وقتی نکاح کے نظریہ کو شیعہ خصوصاً نوجوانوں کے لئے مذہب کو جاذبِ نظر بنانے کے لئے استعمال کیا گیا ہے کیوں کہ اس مذہب میں کچھ خاص امتیازات ہیں جنہیں دیگر اسلامی مذاہب تسلیم نہیں کرتے بلاشبہ دین کے نام سے جائز قرار دے کر جنسی لالچ دینا ایک ایسا عمل ہے جو اپنے اندر ہر جگہ اور ہر وقت نوجوانوں اور کمزور طبع لوگوں کے لئے بڑی کشش رکھتا ہے جب میں اپنی کتب روایات میں ایسی روایات پڑھتا ہوں جو متعہ کی فضیلت، اس کے ثواب اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے کے لئے آئمہ کے نام منسوب ہیں تو مجھے ہرگز کوئی تعجب نہیں ہوتا۔ میں ان روایتوں کے بارے میں اپنے صریح اور واشگاف موقف کی طرف اس کتاب میں کئی مقامات میں اشارہ کر چکا ہوں۔

اور ہماری تمام تر توجہ اسی پر مرکوز ہے کہ شیعہ گروہ کو اللہ ان روایات سے نجات دلائے۔

ایران کے علاوہ دیگر ممالک خصوصاً بلاد عرب میں جہاں کہیں شیعہ آباد ہیں وہاں متعے پر بات چیت خونریزی اور

ہلاکت خیزی کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے، پاکستان، بھارت اور افریقہ میں معاملے کی تفصیلی نوعیت سے واقف نہیں ہوں لیکن ان تمام علاقوں میں فقیہ اپنا فتویٰ تو تبدیل نہیں کرتا البتہ اگر اس سے دریافت کیا جائے تو اسے جائز کہتا ہے لیکن وہ خود جس معاشرے میں رہ رہا ہوتا ہے اس ماحول کے زیر اثر ہوتا ہے اگر اس کی بیٹی وقتی نکاح (متعہ) کے لئے طلب کر لی جائے تو وہ شورش برپا کردے اور دنیا تہ و بالا کر ڈالے۔

اس طرح یہ واضح طور پر نظر آرہا ہے کہ اس ناپسندیدہ مسئلے پر عمل کی اول و آخر ذمہ داری انہی لوگوں کے کندھوں پر ہے جنہوں نے مسلمان خواتین کی عصمتیں مباح قرار دیں لیکن اپنی عصمتیں محفوظ رکھیں۔ مومن خواتین کی عزت و وقار کو رائیگاں ٹھہرایا مگر اپنی بیٹیوں کی عزت پر آنچ نہیں آنے دی۔ (الشیعہ والتصحیح کا اردو ترجمہ اصلاح شیعہ ص189 تا 200 از ڈاکٹر موسیٰ الموسوی)

محترم قارئین کرام! شیعہ مجتہد کے مذکورہ بالا مضمون کو بار بار پڑھیں اور شیعہ مذہب کی رسوا کن حرکات سے آگاہ ہوں ہم مضمون پر مزید کوئی تبصرہ نہیں کرتے کیونکہ خود شیعہ مجتہد نے متعہ کی حیا سوزی پر بہت کچھ واضح کر دیا ہے۔

شیعہ دستاویز کی شبہات کے نام سے عیاری:

ص 81 سے 118 تک 7 شبہات کا عنوان قائم کر کے اہم شرعی مسائل اور مسلمہ قواعد حیات کی حیثیت مجروح کرنے کے لیے شیعہ دستاویز نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ اس طرز تحریر سے ایک طرف مسائل شرعی کا وزن کمزور کرنے پر زور صرف کیا تو ساتھ ہی روائتی خبث باطن کا برملا اور بلا جھجک اظہار کرتے ہوئے گواہان نبوت کی ذات پر رقیق حملے بھی کیے گئے ہیں گویا اصلاح کے نام پر بھی ایسا فساد برپا کرنے کی ناروا جسارت ہے۔ جس کو قرآن پاک میں یوں بیان کیا گیا ہے:

و اذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالو انما نحن مصلحون۔ (البقرہ رکوع 2)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت پھیلاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔''

ارباب عقل و دانش ذرا شیعہ دستاویز کے صفحہ 23 پر مگر مچھ کے آنسو برساتے لکھاریوں کو ص 85 اور اس کے قریبی صفحات پر بھی ملاحظہ فرمائیں جو قطع و برید سے حاصل شدہ عبارتوں اور اس کے ترجمون کے روپ میں نظر آئیں گے ان عبارات کے ذریعے آپ میر جعفروں کو اچھی طرح پہچان سکتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے مرتبہ ایجنڈے پر ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھیرنے اور وطن عزیز کی پاک مٹی کو بدامنی و فسادات کی کالی رات مین دھکیلنے والے کون لوگ ہیں جب آپ غور سے دیکھیں گے اس تحریر میں سرکتے ہاتھ اور چلتے قدم یا نشانات قدم نظر آجائیں گے۔ بہرحال یہ بات واضح ہے کہ شیعہ ملت ہمیشہ بدامنی اور شرارت کرنے میں سبقت کرتی رہی ہے جبکہ اہل اسلام صبر اور رحم دلی کے ایجنڈے پر عمل پیرا رہے ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قیام امن کے لیے اہل سنت کی ٹھوس کاوش کا مختصر حصہ ارباب نظر کی خدمت میں عرض کر دیا جائے۔

وطن عزیز میں پائیدار قیام امن کیلئے اکابرین اہل سنت کی کوششیں:

اہل سنت والجماعت وطن عزیز کو خطرناک مذہبی فسادات کے چنگل سے نکالنے کی بھرپور کوششیں کرتے رہے ہیں۔ ایک سادہ اور بالکل عام فہم قیام امن کا طریقہ اپناتے ہوئے قومی اسمبلی کے فورم پر ناموس صحابہ واہلبیت بل لایا گیا تھا جسے

قانونی شکل دینے کی صورت میں وطن عزیز مذہبی فسادات کے چنگل سے آزاد ہو جاتا اور بدزبان گستاخ کو قانونی گرفت کے ذریعے امن خراب کرنے سے روک دیا جاتا یوں آئے روز ہونے والے مذہبی فسادات، قتل و غارت، اور دھماکوں وحملوں کا انسداد ہو جاتا۔ مگر دوسری طرف ملکی وغیر ملکی نادیدہ قوتوں نے اپنے خطرناک عزائم کیلئے امن کی اس ناقابل فراموش کوشش کو سبوتاژ کرنے کی ٹھان لی بلکہ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اپنے ملک دشمن عزائم میں وہ کامیاب ہو گئے۔

ناموس صحابہؓ و اہلبیتؓ بل کی شیعہ مخالفت کیوں؟:

ارباب علم ذرا نوٹ فرمائیں شیعہ کی تحقیقی دستاویز کے کئی صفحات میں تقیہ کا یہ راگ کہ شیعہ قوم صحابہ کی گستاخی ہرگز نہیں کرتی۔ بلکہ اہل سنت صحابہ کرام ۔کے العیاذ باللہ گستاخ ہیں بلکہ پورا باب قائم کر کے یہ باور کرانے کی جسارت کی گئی کہ ہم صحابہ کے گستاخ نہیں بلکہ سنی خود اس جرم کے مرتکب ہیں۔

اگر واقعی روافض کی یہ بات حقیقت پر مبنی ہے تو اس ناموس صحابہ و اہلبیت بل کے پاس ہونے سے روافض کا آخر کیا نقصان تھا جو انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور اس بل کی مخالفت پر صرف کیا۔ اب شیعہ دستاویز میں بھی ان کی وہی پرانی کہانی ہے کہ ہم صحابہ کرام کی عزت و تکریم کے قائل ہیں اگر یہ بات درست ہے تو پھر شبہ نمبر 1 کے ضمن میں طویل گفتگو کس نظریہ کی خدمت ہے؟ ہر ذی عقل شخص شیعہ کی اس دوغلی بات پر نہ صرف حیران ہے بلکہ شکوک وشبہات کا شکار ہو جاتا ہے کہ جب شیعہ صحابہؓ کے گستاخ نہیں تو بل کے پاس ہو جانے سے ان کی راتوں کی نیند کیوں اڑ گئی اور رنگ پیلے کیوں پڑ گئے۔ ضرور کوئی بات تو ہے جس کا تصور شیعہ کو اس بل کی مخالفت پر نہ صرف مجبور کرتا ہے بلکہ دنیا بھر کی رافضیت کو اس بل کی مخالفت پر جمع کیا جاتا ہے غیر ملکی ذرائع ابلاغ اس بل کے پاس ہونے پر دھمکیاں دینے سے بھی نہیں چوکتے۔

اصل بات:

بل کی مخالفت میں سب سے اہم بات قیام امن کا وہ نقشہ ہے جسے کوئی رافضی قبول کرنے کیلئے تیار نہیں۔ کیونکہ وطن عزیز میں قیام امن بالخصوص مذہبی مخالفت کا زور ختم ہونے کی صورت میں وطن عزیز میں ایران کا شیعہ انقلاب برپا کرنے کیلئے مرتب شدہ پالیسی زبردست متاثر ہو گی۔ اور شیعہ قوم جیسے بن پڑے وطن عزیز میں شیعہ انقلاب کے ذریعے ایران کی طرح پاکستان میں بھی سنی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کرنے کا زبردست جذبہ رکھتی ہے اس خاص مشن کے تحت نہ صرف تحفظ ناموس صحابہ و اہلبیت بل بلکہ ہر اس اقدام کی مخالفت شیعہ اپنے اوپر فرض سمجھتے ہیں جس سے وطن عزیز کو استحکام حاصل ہو۔ ان حقائق کو جاننے کیلئے محترم جناب چوہدری نذیر احمد صاحب کی ایران افکار و عزائم اور اربابِ علم کی تصنیفات جیسے آتش کدہ ایران، ایرانی انقلاب خمینی اور شیعت کا مطالعہ بہت مفید ثابت ہو گا۔

سچی بات یہ ہے کہ قیام امن کا یہ فارمولا قبول کئے جانے کے بعد روافض کا وہ تخریبی مشن ادھورا رہ جاتا جس کے تحت وہ شیعہ سنی فسادات کی آگ بھڑکا کر تماشہ دیکھتے ہیں۔ ایک طرف تو ذاتی دشمنیوں میں اور نشے کے ماروں کو مار کر اہل السنت والجماعت کے کھاتے میں ڈال کر دہشت گردی کے الزامات کی بھرمار کرنا اور دوسری طرف محب وطن نیک سیرت پاکباز اور

اصلاح معاشرہ کے اہم کرزار، وفادار بزرگان دین، علماء، صلحاء، اورشریف شہریوں کے خون سے ہولی کھیلنا کرم فرماؤں کا مرغوب مشغلہ ہے۔تحفظ ناموس صحابہ واہل بیت بل اس طرح کی کاروائیوں کیلئے مضبوط قانونی رکاوٹ کھڑی کرسکتا تھا۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ جس بل کے پاس ہونے سے مذہبی فسادات کی مضبوط روک تھام ممکن ہو چکی تھی کوئی محب وطن قیام امن کی ایسی کوشش کو نہ پسند کرتا۔ جبکہ اس میں وطنی فلاح و عافیت کے علاوہ جانی نقصان کے خطرات بھی کم تر ہونا ممکن ہو گئے تھے مگر امن کی اس بھر پور کوشش کو عالمی طاقت کے زور پر فنا کر کے انتہائی ملک دشمنی کا مظاہرہ کیا گیا۔اس ملک دشمنی کا ایک پاٹ یہ شیعہ کی تحقیقی دستاویز بھی ادا کر رہی ہے جس کا واحد مقصود مذہبی عدم رواداری اور مخصوص سبائی نظریہ کو اسلام کا لبادہ پہنانا ہے۔ نیز حقیقی اسلامی تشخص کو مجروح کر کے اسلام دشمنی کا فرض نبھانا مقصود ہے۔

پہلا شبہ کا جواب اور 28 ستمبر 1991 کا اجلاس:

محترم قارئین کرام! پہلے اس سے کہ ہم شبہات کے عنوان سے ملت اسلامیہ کو دیے گئے دھوکوں کا پردہ چاک کریں ہم آپ کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ شیعہ قوم کی مکاری دھوکہ بازی اور جھوٹ بولنا اتنا سستا اور عام ہو گیا ہے کہ عام مقامات تو کیا اہم اور حکومتی سطح کے اجلاسوں میں بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتے ان کا مقصود صرف اہل حق کو دھوکہ دینا اور اپنا کام نکالنا ہے اور بس۔ ذرا ماضی قریب کے ایام کو پیش نظر رکھ کر ملاحظہ فرمائیں کہ شیعہ دھوکہ بازی کی کیا رفتار ہے۔

شیعہ کی تحقیقی دستاویز کے صفحہ 81 سے پہلا شبہ کہ توہین صحابہ، امہات المومنین کی سزا موت یا عمر قید یا اسی کوڑے ہیں؟ یا تعزیر؟ شیعہ قلم کار نے اسے رد کر کے یہ کہا کہ یہ سزا۔ 1۔قرآن کریم میں 2۔ حدیث میں۔3 صحابہ کرام یا فقہائے اربعہ کے تصریحات میں موجود نہیں۔ اگر چہ کرم فرماؤں کا یہ صاف جھوٹ ہے کہ گستاخی صحابہؓ پر جن سزاؤں کا مطالبہ سپاہ صحابہ نے کیا ہے اسلام میں موجود نہیں۔ یہ صریح جھوٹ بہت جلد اس کتاب میں تشت از بام ہونے کو ہے مگر ارباب انصاف ایک دوسرے پہلو سے ملاحظہ فرمائیں۔ کہ شیعہ رہنما تاریخی دستاویز کے جواب میں جو دستاویز پیش کر رہے ہیں اس میں صحابہ کرامؓ کی گستاخی پر کسی سزا کو قبول نہیں کر رہے۔ بلکہ صاف لکھ رہے ہیں کہ سپاہ صحابہ کا گستاخی صحابہ پر سزاؤں کا مطالبہ بے جا ہے جبکہ دوسری طرف 28 ستمبر 1991 کے اجلاس میں شیعہ رہنما ریاض حسین نقوی کا بیان ہے کہ گستاخ صحابہ کو سزائے موت دی جائے۔ جسکی تفصیل یہ ہے کہ وقت کے وزیر اعظم جناب میاں نواز شریف نے فرقہ وارانہ کشیدگی کا سنجیدگی سے خاتمہ کرنے کے ارادہ سے لاہور گورنر ہاؤس میں تمام مذہبی رہنماؤں کا اجلاس 28 ستمبر 1991ء کو طلب کیا جس کا ایجنڈہ یہ تھا کہ ملک میں شیعہ سنی تنازعہ کیسے ختم ہو۔ چنانچہ اس اجلاس میں بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث، شیعہ، جماعت اسلامی وغیرہ جماعتوں کی موجودگی میں وزیر اعظم کے سامنے حضرت مولانا ضیاء القاسمی نے اپنی تقریر میں مطالبہ کیا کہ پوری سنی قوم کا مطالبہ ہے کہ گستاخ صحابہ کیلئے سزائے موت مقرر کی جائے۔ اس خطاب کے فورا بعد شیعہ رہنما ریاض حسین نقوی نے اس مطالبہ کی بھر پور حمایت اور تائید کی اور کہا کہ اگر شیعہ صحابہ کرام کے گستاخ ہوتے تو گستاخ صحابہ کیلئے سزائے موت کی تائید کیوں کرتے؟۔ چنانچہ اس تقریر کے بعد وزیر اعظم نواز شریف سمیت ارباب اختیار نے واضح طور پر کہا کہ واقعی جب شیعہ

اس مطالبہ کی حمایت کر رہے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ شیعہ پر یہ الزام حقیقت کے خلاف ہے کہ شیعہ صحابہ کے گستاخ ہیں۔ لہٰذا بس اب مجھے بات سمجھ آ گئی یہ شیعہ پر بے جا الزام ہے کہ شیعہ صحابہ کرام کے گستاخ ہیں۔ محترم قارئین یہ دلچسپ کہانی آج بھی حکومتی فائلوں میں موجود محفوظ پڑی ہے جبکہ پورا اجلاس شیعہ راہنما کے تقیہ کا شکار ہو چکا تھا تو مولانا فاروقی شہیدؒ نے فرمایا کہ شیعہ تقیہ کر رہا ہے۔ یہ میرے ہاتھ میں خمینی کی کشف اسرار ہے جس میں لکھا ہے کہ عمر اصلی کافر اور زندیق تھا۔ تو شیعہ کرم فرمانے پینترا بدلا اور کہنے لگا یہ کتاب تحریک جعفریہ نے تو نہیں چھاپی۔ گویا خمینی نے کفر لکھا تو پاکستان کی تحریک جعفریہ کیسے کافر ہو گئی۔ حالانکہ یہی خمینی ہے جس کے فرمان پر تحریک جعفریہ معرض وجود میں آئی مگر آڑے وقت میں شیعہ رہنما اپنے بانی، نائب امام، اور آیت اللہ و روح اللہ وغیرہ کو بھی دھوکر جواب دے گیا کہ خمینی جانے اور اس کی کتاب ہمیں اس سے کیا ہم نے تو ایسی کوئی کتاب نہیں چھاپی جس میں کفریہ مواد موجود ہو۔ اس پر قائد اہلسنت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید نے گویا اس کو منہ مانگی موت ہی دے ڈالی۔ فرمایا یہ خمینی کا وصیت نامہ ہے اس پر لکھا ہے۔ ناشر تحریک جعفریہ پاکستان۔ اس میں ایرانیوں کو صحابہ کرامؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھیوں سے افضل لکھا گیا ہے پھر کیا تھا منہ پہ ہوائیاں اڑنے لگیں ایک رنگ آتا اور ایک جاتا تھا۔ بس وہ اتنا ہی کہہ سکا کہ جب یہ کتاب چھپی تھی اس وقت ہمیں اس کا علم نہیں تھا۔ یہ منظر دیکھ کر ہی وقت کے وزیر وفاقی مذہبی امور نے اسے کھری کھری سنا ڈالی کہ ''تم جھوٹ بولتے ہو'' قارئین کرام اجلاس کی تفصیلات سرکاری فائلوں کے علاوہ تاریخی دستاویز میں بھی ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

ارباب اقتدار کیلئے لمحہ فکریہ:

شیعہ کرم فرماؤں کا یہ کوئی پہلا جھوٹ نہیں جو انہوں نے بولا بلکہ ان کا ہمیشہ وطیرہ یہی رہا ہے کہ وہ دھوکہ دینے کیلئے بات بات پر جھوٹ بولتے ہی رہتے ہیں اب ذرا ملاحظہ فرمائیں جو لوگ قومی سرمایہ اور معزز جماعتوں کے قائدین وزراء حتیٰ کہ وزیر اعظم کی موجودگی میں جھوٹ بولنے سے باز نہیں آئے۔ ان کا اس سے بھی بڑا فریب یہ ہے کہ اس معزز اجلاس میں جس چیز پر سزائے موت کی درخواست خود شیعہ راہنما کر رہا ہے اسی جماعت کا دوسرا رہنما تحقیقی دستاویز میں اسی درخواست اور سزا کو مورد الزام ٹھہرا رہا ہے اور قرار دے رہا ہے کہ یہ سزا قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ ہم ارباب اختیار سے درخواست کرنا چاہیں گے کہ ایک طرف تو ریاض حسین نقوی دھوکہ دینے کیلئے گستاخ صحابہؓ کیلئے سزائے موت کا مطالبہ کر رہا ہے جیسا کہ مذکورہ اجلاس میں اس نے کہا اور 29 ستمبر 1991 کے روزنامہ جنگ میں وہ خبر جلی حروف سے شائع ہوئی تو دوسری طرف تحقیقی دستاویز میں اسے مطالبہ یا مطالبہ کی تائید کو رد کیا جاتا ہے۔ اور دسیوں صفحے سیاہ کر کے ثابت کیا جاتا ہے کہ یہ سزا غیر اسلامی ہے۔ کیا اس واضح دوغلہ پالیسی سے بھی شیعہ قوم کے بارے میں یہ جاننا مشکل ہے کہ ان پر اعتماد کرنے والا کسی وقت بھی نقصان اٹھا سکتا ہے: اور یہ کہ ان کی کوئی بات بھی تقیہ سے خالی نہیں۔

پہلے جواب میں کرم فرماؤں کی فریب کاریاں:

پہلے شبہ کا عنوان قائم کر کے دجل اور فریب کے جہاں اور طوفان برپا کیئے ہیں وہاں عبارت کی قطع برید سے اپنے

فریب زدہ دماغ کو تسکین دی ہے جن عبارات کو پیش کیا گیا ان میں صحابہ کرامؓ کے باہمی مشاجرات کے واقعات ہیں۔

قبل اس کے کہ صحابہ کرامؓ کی گستاخی پر شرعی سزا قرآن وسنت اور اسلامی فقہ سے نقل کر کے گستاخی صحابہ کی سزا کے واقعات نقل کریں آپ کرم فرماؤں کے نقل واقعہ میں فراڈ کو ملاحظہ فرمائیں۔

1- بخاری وغیرہ سے حدیث انسؓ کا وہ حصہ نقل کیا گیا جس سے اپنا مطلب کشید کر سکتے تھے آخری جملہ نقل نہ کر کے اپنے ضمیر میں مستور بغض کا اظہار کیا حالانکہ یہ واقعہ بذات خود کئی مسائل کو حل کرتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کو مشورہ دیا گیا کہ مدینہ کے منافق عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے جائیں۔ آپ ﷺ تشریف لے گئے تو ابن ابی نے کہا کہ مجھ سے دور ہو جایئے آپ کے گدھے کی بدبو نے مجھے اذیت دی اس پر ایک صحابی کو غیرت ایمانی نے جوش دلایا اور اس نے منافق کو کھری کھری سنادیں تو ایک دوسرا صحابی ابن ابی کی حمایت میں بولنے لگا جب ان دونوں کا اختلاف بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ و ان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما۔ اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو۔ غور فرمایئے خائن محررین نے آخری جملہ جس میں گویا اللہ پاک کی طرف سے زیادتی کرنے والوں کی سزا جو اس کے مناسب حال ہے اس کا اعلان فرمایا۔ اسے نقل نہیں کیا جبکہ درست صورتحال یہ ہے کہ اللہ پاک نے زیادتی کرنے والوں کیلئے اس آیت میں سزا بیان فرمائی ہے فان بغت احداھما علی الاخری فقاتلو التی حتی تفئی الی امر اللہ۔ پھر اگر ایک دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو ان زیادتی کرنے والوں سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں۔

اس قرآنی ارشاد میں صاف طور پر اس طائفہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ناراضگی کا اظہار معلوم ہو رہا ہے جو زیادتی کرنے والا ہے گویا ابن ابی جو منافقانہ طور پر اپنے آپ کو مومن ظاہر کرتا تھا اور ابن ابی کی طرف سے حمایت کرنے والے نے بھی اس کے ظاہری دعویٰ مومنیت کی بنا پر اس کی حمایت کی تھی وہ جس دوسرے صحابی پر بلاوجہ زیادتی کر رہا تھا تو اس حدیث میں اس سے زیادتی کا بدلہ چکا کر صلح کرا دینا معلوم ہو رہا ہے اور زیادتی کا بدلہ چکانا اس ابن ابی کی طرفداری کرنے والے کو اس کے مناسب حال سزا دینا ہے مگر تعصب کی عینک چڑھا کر دیکھنے والے رافضی بے چارے قلم کار کو پوری حدیث نظر آ گئی بالکل متصل بعد کھڑے نتیجہ کے الفاظ اور اس فاصلحو کے ضمن میں ابن ابی کے حمایتی سے اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی اور اصلحو کے تحت زیادتی کرنے والے سے بدلہ چکانے کی سزا بالکل نظر نہ آئی۔ ایسی ہی بددیانتی نے انہیں حق بات سمجھنے سے محروم رکھا ہوا ہے مگر افسوس تاریک راہوں پر بھٹکنے کے باوجود اپنے آپ کو نجات دہندہ فرقہ قرار دیتے نہیں تھکتے۔

اہل علم ذرا غور فرمائیں اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ

1- صحابہ کرام میں اختلاف کا باعث ایک ایسا شخص ہے جو ایمان کا دعویدار ہے

2- ''فاصلحوا'' کا لفظ زیادتی کرنے والے سے بدلہ چکانے کی طرف واضح اشارہ ہے کیوں زیادتی کرنے والے سے بدلہ چکا دینے کے بعد ہی صلح ہو سکتی ہے۔

3- زیادتی کرنے والے سے بدلہ چکانا گویا زیادتی کرنے کی سزا ہے۔
4- حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف کا اظہار کرنا اور اسے ہوا دینا ابن ابی کے ایجنڈے کی تکمیل اور اسی مشن کی آبیاری ہے۔
5- صحابہ کرام کے درمیان بالفرض کوئی اختلاف ہو بھی جائے تو صلح کرانا یا صلح جوئی کا اظہار کرنا اللہ کی طرف سے پیغمبر اسلام ﷺ کو عطا کیا گیا مشن ہے۔
6- اگر کوئی صحابی بھی دوسرے صحابی پر بلا وجہ زیادتی کرتا ہے تو اسکی تلافی بھی لازم ہے۔

بلکہ ارباب علم ذرا توجہ فرمائیں تو مذکورہ روایت جسے رافضی قلم کار اپنے مطلب کی روایت سمجھ کر اہل سنت کو الزام دیتا ہے وہ رافضیت کی جڑ کاٹتی اور رافضی نظریات کا صفایا کرتی نظر آتی ہے۔ وہ اس طرح کہ ابن ابی نے رحمت عالم ﷺ کی ذات کو نشانہ نہیں بنایا بلکہ یوں کہا لقد اذانی نتن حمارك۔ تحقیق مجھے آپ کے دراز گوش کی بو نے ایذا دی۔

رحمت عالم ﷺ چونکہ دراز گوش پر سوار ہو کر ابن ابی کے پاس تشریف لے گئے تھے تو اس نے ساتھ چلنے والی سواری پر حملہ کیا اور کہا کہ اس نے مجھے ایذا دی ہے۔ بعینہ یہی نظریہ اب تک رافضی نظریات کا کل سرمایہ ہے کہ وہ ذات پیغمبر پر حملہ آور ہونے اور نبوت کی توہین کرنے کی بجائے جماعت پیغمبر کو نشانے پر رکھتے ہیں۔ جس طرح ابن ابی نے پیغمبر اسلام کی اہانت کیلئے ہمراہ چلنے والی سواری کو ذریعہ بنایا اسی طرح بعد میں ابن ابی کی پارٹی نے اسی نظریہ کے تحت پیغمبر اسلام ﷺ کی اہانت کیلئے ان کے رفقاء کو نشانہ بنایا ہے۔ یہ حدیث تو ابن ابی کی پارٹی اور اس کے نقش قدم پر چلنے والوں کا صاف صاف راہ دکھا رہی ہے مگر یار لوگوں کو آنکھوں میں دھول ڈالنے کا کچھ نرالہ فن ہی سوجھتا ہے جو اس صاف دشمن صحابہ نظریات کی بیخ کنی کرنے والی روایت کو اپنی دلیل بنائے بیٹھے ہیں۔

2- مسند احمد کی روایت

مسند احمد کی وہ روایت جو نمبر 2 پر کرم فرماؤں نے نقل کی اس کا جس بھونڈے طریقے سے ترجمہ لکھا وہ بعینہ ابن ابی کا ایجاد شدہ ایذاء نبوی ﷺ کا فارمولا ہے جس پر عمل کرنے کا بجا طور پر ان کے پیروکاروں نے حق ادا کیا ہے۔ محترم قارئین ذرا حدیث پاک کا ترجمہ اور مطلب ملاحظہ فرمائیں اور غور کریں کہ کس قدر احادیث نبوی کے پاکیزہ مفہوم کو بدلنے کی جسارت کی گئی ہے:

> ''حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ (صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکرؓ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ آنحضرت ﷺ اس کی سخت باتوں کو سن کر (حیرت کرتے اور مسکراتے تھے) یہاں تک کہ وہ شخص برا بھلا کہنے میں حد سے گزر گیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسکی بعض باتوں کا جواب دیا اس پر آپ ﷺ ناراض ہو گئے اور وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے حضرت ابوبکرؓ بھی آ گئے اور خدمت عالیہ میں عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی جب وہ شخص مجھے برا بھلا کہتا رہا تو آپ تشریف فرما رہے

اور جب میں نے اس کی باتوں کا جواب دیا تو آپ ناراض ہو گئے اور وہاں سے اٹھ کھڑے ہو۔ (اس میں کیا حکمت ہے) آپ ﷺ نے فرمایا جب تک تم خاموش رہے تو تمہارے ساتھ فرشتہ تھا جو آپ کی طرف سے اسے جواب دے رہا تھا مگر جب تم نے خود جواب دیا تو اس طرح خواہش نفس کا عمل دخل ہو گیا تو شیطان درمیان میں کود پڑا۔''

حدیث پاک کے اس حصہ میں آپ ﷺ کا سب صدیق اکبرؓ پر مسکرانا صدیق اکبر کے تحمل و بردباری پر خوشی ومسرت کی وجہ سے تھا نیز آپ ﷺ عطائے خداوندی پر خوش ہو رہے تھے جو نقد انعام کی صورت میں عطا کیا جا رہا تھا جس کا واضح اظہار حدیث پاک میں موجود ہے کہ اس سابی شخص کا علاج ایک فرشتہ کر رہا تھا گویا اللہ پاک نے سب صدیق اکبرؓ پر بلا تاخیر سزا نافذ فرمادی اس سابی پر نقد سزا اترنے پر رحمت عالم ﷺ مسکرا رہے تھے۔ مظاہر حق میں ہے کہ 'حیرت کرتے اور مسکراتے تھے'' ان الفاظ میں حیرت کا تعلق یا تو اس شخص کی بدزبانی اور اس میں شرم وحجاب کی کمی سے تھا یا ابوبکر صدیقؓ کے صبر وتحمل اور ان کے باوقار و بردبار رویہ سے تھا اور مسکرانے کا تعلق اس فرق سے تھا جو آپ ﷺ ان دونوں کے درمیان دیکھ رہے تھے۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ کی نظران دونوں کے حق میں مرتب ہونے والے نتیجے پر بھی تھی کہ وہ شخص اپنی بدکلامی کے سبب عذاب کا مستوجب ہو رہا تھا اور حضرت ابوبکرؓ پر ان کے صبر وتحمل اور بردباری وچشم پوشی کے سبب رحمت الٰہی نازل ہو رہی تھی۔ (مظاہر حق جلد چہارم ص ۵۷۸)

مشکوۃ کی شرح مرقات میں ہے:

''آپ ﷺ تعجب فرما رہے تھے'' یعنی اس شخص کی بدزبانی اور بے حیائی پر تعجب فرما رہے تھے۔ یا صدیق اکبرؓ کے کمال صبر و بردباری پر تعجب فرما رہے تھے۔ اور آپ تبسم فرما رہے تھے جو ان دونوں کے درمیان واضح فرق ملاحظہ فرمایا اس پر اور جو ان دونوں کے فعلوں کا انجام یا نتیجہ تھا کہ بدزبان پر کامل سزا اور صابر صدیق اکبرؓ پر نازل ہونے والی رحمت اور جو ان دونوں سے جلال اور جمال کی کیفیت کا مشاہدہ فرمایا۔ (مرقات شرح مشکوۃ ج ۸ ص ۸۲۲)

حدیث پر جبر:

اب اس وضاحت کے بعد شیعہ دستاویز نے حدیث کا جو ترجمہ ظاہر کیا اس کو ملاحظہ فرمائیں۔ کہ ''ایک شخص حضرت ابوبکرؓ کو گالیاں دیتا رہا اور آپ ﷺ بیٹھ کر خوش ہوتے رہے۔ (شیعہ دستاویز ص 83) گویا اس گالی دینے پر آپ خوش ہو رہے تھے۔ حالانکہ آپ ﷺ گالی دینے پر کبھی خوش نہیں ہوئے اگرچہ دشمن کو ہی کیوں نہ دی جائے۔ بھلا جو پیغمبر زبان کو گالیوں سے پاک رکھنے کی تعلیم ارشاد فرماتے ہوں گالی اور فواحش کو گندی عادات قرار دیتے ہوں خود وہ پیغمبر گالیاں دینے پر خوش ہوں یہ کسی طرح سے بھی درست نہیں ہو سکتا۔ مگر یار لوگوں کو اس سے کیا کہ دین کے اصول فنا ہوں یا بچیں بس کسی طرح گواہان نبوت مجروح ہونے چاہئیں۔ چنانچہ یہاں پر بھی حدیث پاک کا واضح مطلب بدلنے کی بے باکی کے ساتھ کوشش کی ہے۔ باوجود اس کے کہ رحمت عالم نے اسکی وضاحت بھی فرمادی ہے کہ وہ فرشتہ جو سابی شخص کو نقد سزا کا مزا چکھا رہا تھا اسے

دیکھ کر تبسم فرما رہے تھے نیز تعجب اور تبسم کا یک جا استعمال بھی وضاحت کر رہا ہے کہ تبسم حیرت و تعجب کی بنا پر تھا اس تبسم کو جو تعجب کی بنا پر تھا اسے ''بیٹھ کر خوش ہوتے رہے۔'' کے ساتھ تعبیر کرنا کسی شرم و حیا سے عاری دشمن اسلام کا کارنامہ ہوسکتا ہے۔ حدیث پاک کا یہ مقصود ہرگز نہیں بہر حال یہاں پر جو ظالمانہ حرکتیں کی گئی ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں: 1۔ حدیث پاک کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے 2۔ روایت کے الفاظ غلط نقل کئے گئے ہیں۔ 3۔ اس روایت کا مطلب بالکل ہی الٹ بیان کیا گیا ہے حالانکہ سب صدیق اکبرؓ کے دشمن اور گالیاں دینے والے پر فوری سزا کیلئے فرشتہ کا معمور ہونا روایت سے بصراحت معلوم ہو رہا ہے اس کے باوجود یہ کہا جا رہا ہے کہ سابی نے بدزبانی کی اور اس پر کسی قسم کی کوئی سزا لاگو نہیں کی گئی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہ راست سزا:

دنیاوی سزا میں سزا دینے کا حکومتی نظم یہ ہوتا ہے کہ حاکم وقت اپنی فوج یا پولیس وغیرہ کے ذریعہ سے سزا نافذ کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی کو کسی جرم پر سزا دینا چاہتا ہے تو تدبیر عالم کیلئے تخلیق شدہ مخلوق فرشتوں کے ذریعے اس پر سزا جاری فرماتا ہے۔ تباہ شدہ اقوام کو مختلف طرح سے دنیا ہی میں جو سزا دی تو اس ذمہ داری پر فرشتوں کو مقرر فرمایا گیا جس کی مختلف مثالیں قرآن پاک میں جا بجا بکھری ہوئی مرقوم ہیں۔ ارباب انصاف اگر حدیث مذکورہ پر غور فرمائیں گے تو صاف معلوم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے اصحاب حل وعقد و ارباب اختیار کے سزا دینے کا انتظار بھی نہیں فرمایا کہ وہ صدیق اکبرؓ پر زبان درازی کرنے والے پر سزا جاری کریں بلکہ مجرم کے جرم کا ارتکاب کرتے ہی خلاق عالم کی طرف سے سزا جاری کرنے والا فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے جو زبان دراز کا بخوبی علاج کر رہا ہے۔ اور صدیق اکبر پر زبان دراز کرنے والے پر جو فرشتہ سزا کیلئے مقرر کیا گیا اس کو نبوت والی آنکھوں سے دیکھ کر آپ ﷺ مسکرا رہے ہیں جیسا کہ حدیث کی شرح لکھنے والوں نے اس طرف اشارہ کر دیا ہے۔ حدیث پاک میں تو فرشتہ کا مستقل تقرر ہی زبان دراز کے علاج کیلئے کیا گیا ہے مگر کرم فرماؤں کی بھینگی آنکھ کچھ اور ہی دیکھتی ہے۔

نمبر 3 عمار بن یاسر اور خالد بن ولید کا مکالمہ:

مسند احمد کے حوالہ سے حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ کا کسی باہمی معاملہ پر آپس میں سخت کلامی کرنا نقل کیا گیا ہے۔ (ص83) جس سے ان کا یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ گستاخی صحابہؓ پر کسی قسم کی کوئی سزا نہیں ہے۔

واقعہ مذکورہ ذرا ہوش و حواس میں پڑھنے والے تو اچھی طرح جان سکتے ہیں کہ اسی حدیث میں ایک صحابی پر دوسرے صحابی کی سخت بات پر معمولی درجے کی نہیں بلکہ سخت درجہ کی سزا کا اعلان فرمایا ہے۔ جو جسمانی سزا کے مقابل میں بہت اشد ہے مگر جو بھنگ کے نشہ میں مست ہو کر کتاب پڑھے گا اسے کیا پتہ چلے گا کہ اس حدیث میں سزا ہے یا جزا اور الفاظ کے معانی کیا ہیں اور مطلب کیا؟

محترم قارئین واقعہ مذکورہ یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ اور عمار بن یاسرؓ کے مابین کسی معاملہ پر نزاع ہو گیا۔ (معاملات میں نزاع کا ہونا کوئی انوکھی بات نہیں) چنانچہ حضرت عمارؓ حضرت خالدؓ کی سخت کلامی پر آپ ﷺ سے شکایت

کرتے ہیں ادھر خالد بن ولید بھی دربار نبوت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت عمارؓ نے خالد بن ولیدؓ کی سخت کلامی پر رو کر درخواست پیش کی تو آپ ﷺ نے اس سخت کلامی پر جو سخت بات ارشاد فرمائی اہل نظر ہی اس کی حقیقت سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔ فرمایا جو شخص عمار سے دشمنی رکھے گا اسے اللہ دشمن رکھے گا جو شخص عمار سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا۔ حضرت خالد بن ولید فرماتے ہیں اس کے بعد مجھے عمار کی خوشی سے بڑھ کر کسی چیز کی تمنا نہ رہی اور میں نے معافی تلافی کے ذریعے عمارؓ کو راضی کر لیا۔

ارباب انصاف غور فرمائیں۔

ایک مسلمان شخص کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا سزا ہو سکتی ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اُس شخص کی طرف آپڑے حدیث کے یہ الفاظ ارباب نظر فرمائیں کیا صحابی کی بے ادبی کرنے پر سخت ترین انجام کی خبر نہیں دے رہے؟۔

سزا دینے کا مقصد:

سزا دینے کی غرض آئندہ اس جرم سے باز رکھنا ہوتا ہے جو اس سے سرزد ہوا اور جرم کے بقدر کم یا زیادہ جسمانی ایذا پہنچا کر اسے احساس دلانا ہوتا ہے کہ دوسروں کو تکلیف دینے والا خود تکلیف سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا۔ واقعہ مذکورہ میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ ایک صحابیؓ نے دوسرے صحابیؓ کو تکلیف دی جس پر اللہ کے نبی ﷺ نے ایسی سزا کا اعلان کیا جس نے اس صحابیؓ کو اندر سے ہلا کر رکھ دیا اور یہ الفاظ سننے کے بعد اب ان کی حالت یہ ہو گئی کہ وہ اپنے ساتھی کی منت سماجت پر اُتر آئے انہیں ہدیئے دیئے معافی مانگی اور بالآخر جیسے کیسے بن پڑا اسے خوش کر لیا وہ صحابی خود فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے مذکورہ الفاظ سننے کے بعد تو میری حالت یہ ہو گئی کہ "ما کان شی الحب الی من رضی عمار" کہ عمار کی خوشنودی اور رضا کے علاوہ دنیا جہاں کی کوئی شے مجھے محبوب نہ رہی۔ بس ایک ہی جذبہ کارفرما تھا کہ عمار مجھ سے خوش ہو جائے۔

صحابی رسول ﷺ کی دیانت اور شیعوں کی خیانت:

محترم قارئین کرام روایت مذکورہ نقل کرنے والے وہی صحابی ہیں جنہوں نے عمارؓ کو سخت الفاظ بولے تھے حالانکہ آپ ﷺ کے یہ الفاظ خود راوی پر ایک قسم کی سختی تھی مگر عدالت صحابہ کا منہ بولتا ثبوت یہ مذکورہ واقعہ بھی ہے کہ باوجودیکہ اس واقعہ کی نقل میں خود اپنی ذات پر حرف آ رہا ہے لیکن اس سے قطع نظر کرتے ہوئے پوری دیانت داری سے مکمل واقعہ من وعن نقل فرما دیا جہاں یہ واقعہ صحابی رسول کی دیانت وامانت کا واضح ثبوت ہے وہاں نقل واقعہ میں رافضی کرم فرماؤں کی خیانت نے شقاوت کی بلند چوٹیوں کو پا لیا ذرا ملاحظہ فرمائیے۔

1- شیعہ لکھاریوں نے نقل واقعہ میں خیانت کا ارتکاب کیا۔ چار سطروں میں چار الفاظ کی غلطی کی۔ من کذب علی متعمداً کی وعید سے آگاہ حضرات جان سکتے ہیں کہ اس غلطی کا انجام کیا ہے۔

2- فا غلظت له فی القول کا ترجمہ کیا میں نے اسے گالیاں دیں

الا تراه کا ترجمہ کیا کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ اس نے مجھے گالیاں دیں

فجاہ خالد و ھو یشکوہ کا ترجمہ کیا اور میں عمار کی شکایت کرنے گیا۔

فجعل یغلظ لہ و لا یذید الاغلظۃ کا ترجمہ کیا ہم نبی ﷺ کے سامنے سب وشتم کے سوا کوئی بات نہ کر رہے تھے۔

ارباب علم ملاحظہ فرمائیں کہ ترجمہ کرتے ہوئے ایسی واضح خیانت کی شائد کہیں بھی مثال نہ مل سکے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا خیانت ہوگی کہ اپنی ظرف سے توڑ مروڑ کر عبارت اور پھر اس کا اپنی کوتاہ فہمی سے بالکل غلط ترجمہ کیا جائے۔ ارباب علم پر مخفی نہیں کہ قرآن پاک یا حدیث پاک کے الفاظ یا معنی میں تبدیلی کی کوشش کرنا جہنمی ہونے کی دلیل ہے۔

3- حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ اگرچہ ایک صحابیؓ نے دوسرے صحابیؓ کو سخت الفاظ بولے ہیں مگر نا تو سب وشتم کیا اور نہ ہی الزام تراشی کی۔ ہاں یہاں سے یہ ضرور معلوم ہو رہا ہے کہ اس سخت الفاظ بولنے پر بھی رسول اللہ نے سختی کرنے والے کو سزا کے لئے ایسے سخت الفاظ ارشاد فرمائے کہ وہ گویا لرز اٹھے'' معلوم ہوا صحابی کی بے ادبی اگر صحابی بھی کریں تو اگرچہ معاملات میں ہی کیوں نہ ہو اللہ کے رسول اس پر ناراض ہوتے اور مناسب حال سزا دیتے تھے۔

ابو برزہ اسلمی کی روایت سے دھوکہ دینے کی کوشش

ابو برزہ اسلمی کی روایت کا خلاصہ یہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو برا بھلا کہا اس پر میں نے امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیقؓ سے اجازت مانگی کہ میں اس تبرائی کو قتل کر دوں تو صدیق اکبرؓ نے ڈانٹ کر قتل کرنے سے روک دیا۔ (ملخصا تحقیقی دستاویز ص 84)

شیعہ لکھاریوں کی طرف سے حضرت ابو برزہ اسلمی سے منقول روایت نقل کر کے یہ مطلب اخذ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ سزائے موت آنحضرت ﷺ کی توہین کے علاوہ کسی اور کی توہین پر نہیں دی جاسکتی حالانکہ خود قائل کا نظریہ اس کے خلاف ہے ورنہ کیا، حیدر کرارؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت زین العابدینؓ کی توہین کرنے پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں؟ اور یہ کہ اسلامی شریعت اِن بزرگانِ ملت کی اہانت پر کوئی سزا تجویز نہیں کرے گی؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ اِن نفوس قدسیہ کی اہانت کرنے والوں کے لئے اسلامی شریعت نے سزا مقرر کی ہے جیسا کہ دیگر صحابہ کرام کی اہانت پر سزا مقرر ہے۔

یہ بات بھی متفقہ طور پر ثابت ہے کہ انبیاء سابقین میں سے کسی کی بھی توہین کی تو اس کی سزا بھی سزائے موت ہے۔

قرآن پاک کی توہین کا جو مرتکب ہو اس کیلئے بھی یہی سزا ہے۔ معلوم ہوا روافض کا یہ مطلب اخذ کرنا کہ آنحضرت ﷺ کی توہین کے علاوہ کسی اور کی توہین پر سزائے موت نہیں یہ دین الٰہی سے مس نہیں کرتا بلکہ یہ قول ان کا اپنا تراشیدہ نظریہ ہے اور ایسے ہی مفروضوں پر روافض کی نظریاتی دکان چل رہی ہے۔ ورنہ ان احادیث سے صحابی رسول کی توہین پر سزا سے انکار کا مفہوم نہیں نکلتا۔ ارباب دانش اس حدیث سے معلوم کر سکتے ہیں کہ

1- صحابی رسول ﷺ کی گستاخی کی سزا اسلام میں سخت ترین ہے اگر توہین صحابہ پر کوئی سزا نہ ہوتی تو ابو برزہ اسلمی جیسا نبوی درسگاہ کا فاضل اور رحمت عالم ﷺ کا تربیت یافتہ بھلا یہ کیوں کہتا کہ اے امیر المؤمنین! توہین صحابی کے اس

مرتکب پر سزاے موت کو نافذ کرنے کی مجھے اجازت مرحمت فرماؤ۔

2- مسلمانوں کے امیر کو حدود و قصاص کے علاوہ کئی جرائم پر یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ نظام امن کے قیام کیلئے فساد پروروں کو کوئی مناسب سزا دے جس سے قیام امن ممکن ہو لہٰذا امیر المومنین نے توہین صحابی کے مرتکب کا قتل مناسب نہیں جانا لہٰذا قتل سے انکار فرمادیا۔

3- توہین صحابیؓ کے مرتکب کو سزائے موت نہ دینے سے ہر طرح کی سزا مرتفع نہیں ہو جاتی حدیث مذکورہ میں نفی قتل کی ہے سزا کی نہیں۔

4- ابو برزہ اسلمی کا طرز سوال پوری وجاھت سے توہین صحابی کی متعین شدہ سزا کا اظہار کر رہا ہے۔ کہ وہ سزائے موت ہے۔ البتہ سزا کا نفاذ امیر کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔

5- صدیق اکبرؓ جس محبوب ﷺ کے تربیت یافتہ تھے انہوں نے کبھی کسی سے اپنی ذات کے بارے میں بدلہ نہیں لیا۔ یہ تربیت کا اثر تھا کہ اپنی توہین کو برداشت فرمایا مگر بدلہ نہیں لیا۔ ورنہ توہین صحابہؓ کی اگر سخت سزا کی مستوجب نہ ہوتی تو ابو برزہ اسلمیؓ گستاخ کو قتل کرنے کی اجازت نہ مانگتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت آبان کا باہمی مکالمہ اور اس کی اصل حقیقت

ابو ہریرہؓ اور آبان کا آپس میں سخت کلامی کرنا بھی کرم فرماؤں کے ہاں اس بات کی دلیل ہے کہ توہین صحابہؓ کی کوئی سزا نہیں ہے۔ مگر یہ بھی ایسا باطل خیال ہے جس کی بازار علم میں تو پذیرائی ممکن نہیں البتہ ٹیڑھے دل کے لوگ ضرور ایسی واہیات باتوں سے اپنی غذائی ضروریات پوری کرتے رہتے ہیں۔ قارئین کرام ذرا ملاحظہ فرمائیں۔

1- صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۰۹ کتاب المغازی سے یہ واقعہ نقل کیا ہے مگر کسی ایک روایت میں اس واقعہ کا ثبوت نہیں۔ بلکہ دین کی بنیادوں پر حملہ آور ماہر فن نے کمال مکاری سے مختلف روایات کے ٹکڑے جمع کر کے ایک نقشہ تیا کیا جس میں دونوں صحابیوں کی بھر پور لڑائی اور شدید جنگ کا تاثر نمایاں ہو سکے۔ پھر یہ خیالی پلاؤ حدیث کے لبادہ میں پیش کر دیا۔ حالانکہ کسی واقعہ کے مختلف ٹکڑے جمع کر کے اسے ایک واقعہ قرار دینا بدترین خیانت ہے۔ ایسا کرتوت تو وہی شخص کرسکتا ہے جو عامۃ الناس کو دھوکہ دینا چاہتا ہو۔ اور کرم فرما تو احادیث اور قرآنی آیات کے ٹکڑے جمع کر کے خاص نقشے بنانے کے ماہر اور عدیم المثال فنکار ثابت ہوئے ہیں۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جو لوگ اصحاب رسول ﷺ پر کیچڑ اچھالنے کیلئے نبی پاک ﷺ کے مبارک ارشادات میں ایسے تصرفات کر سکتے ہیں ان سے کیا بعید ہے کہ دھوکہ دہی اور عامۃ الناس کے عقائد برباد کرنے میں قرآن پاک پر بھی ہاتھ صاف کر جائیں۔

۲- کرم فرما اگر پوری روایت نقل کر دیتے تو دھوکہ دہی کا بھانڈہ پھوٹ ہی جاتا تھا اسی لئے تو کسی ایک جگہ سے بھی مکمل روایت کا ترجمہ نقل نہیں کیا ورنہ ''تحدر من راس ضان'' کے بعد یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔

فقال النبی ﷺ یا ابان اجلس فلم یقسم لھم۔

یعنی (آبان کے سخت الفاظ سماعت فرما کر گویا غصہ میں) فرمایا۔ اے آبان بیٹھ جا انہیں مال غنیمت میں سے کچھ بھی نہ دیا۔ (نہیں تقسیم کیا ان کیلئے) آپ کا یہ فرمانا کہ اے آبان بیٹھ جا غصے کا یہ انداز ہی آبان کیلئے کافی سزا ہے۔ کہ محبوب کا ناراض ہونا محب کی موت ہے جس میں چین و آرام سب چھن جاتا ہے۔ اس سزا اور ناراضگی سے صاف صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اتنے سے الفاظ بھی کائنات کے محبوب کو گوارا نہیں کہ کوئی اس طرح میرے صحابی کو مخاطب کرے اگرچہ اس طرح نامناسب الفاظ سے مخاطب کرنے والا صحابی ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا حدیث پاک کے آخر میں لائے جانے والے یہ الفاظ اس فریب کاری کا قیامت تک پردہ چاک کرتے رہیں گے جو کرم فرما ملت اسلامیہ کو دینا چاہتے ہیں۔

3- روایت کو غلط بیان کرنا، صورت واقعہ کو مسخ کرنا، عبارت کا غلط ترجمہ کرنا، سیاق و سباق کو توڑ مروڑ کر ٹکڑا کلام سے اپنا مطلب نکالنا اور اس جیسی بے شمار دھوکہ بازیاں ہیں جو کرم فرماؤں کی عادت ثانیہ ہیں۔ چنانچہ یہاں واقعہ مذکورہ میں بھی مثالے لگا کر اور من گھڑت ترجمہ کر کے جو واقعہ پیش کیا ہے وہ خیانت اور جھوٹ کی ایک کم یاب مثال ہے مثلاً وبر کا معنی بخاری شریف کے حاشیہ پر یوں ہے۔ (دویبہ اصغر من السورہ)

ایک چھوٹا سا دابہ جو بلی سے چھوٹا ہوتا ہے۔ (بخاری ص ۶۰۸ ج ۲ حاشیہ نمبر 12)

منجد میں وبر کا ترجمہ لکھا ہے سردی کے سات دنوں میں سے ایک دن' بلی سے چھوٹا ایک جانور، اہل الوبر، دیہاتی لوگ۔ (المنجد ص ۱۰۶۴)

مگر تحقیقی دستاویز والوں نے جو ترجمہ لکھا وہ یہ ہے "واہ واہ تمہیں بھی باتیں آگئیں" یہ ترجمہ سر من رائے غار میں پڑی کسی کتاب اور اس کی روایت کا ہو تو ہو بخاری شریف کی ان مذکورہ احادیث میں سے کسی حدیث کا نہیں۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ اپنی ظالمانہ حرکتوں اور گندے نظریات کا نام حدیث رکھ کر سادہ لوحوں کو گمراہ کرتے ہیں کچھ تو خدا خوفی اور آخرت کے عذاب سے ڈر ہوتا مگر یوں لگتا ہے جیسے بندگان خدا کو گمراہ کرنے کی قسم کھالی ہے بالکل اسی طرح جس طرح قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کے سامنے گمراہی کا ٹھیکہ اٹھانے والے نے قسم اٹھا کر بندگان خدا کے خلاف اعلان جنگ کیا تھا کہ

"کہنے لگا تو قسم اسکی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر انکی تاک میں بیٹھوں گا پھر میں ضرور ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور انکے پیچھے اور انکے داہنے اور ان کے بائیں طرف سے اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔" (الاعراف ۱۶، ۱۷)

حضرت امیر معاویہ کی توہین اور ان کا مدبرانہ فیصلہ

شیعہ دستاویز کے ص 86 پر واقعہ نقل کیا گیا کہ ایک شخص نے امیر معاویہ کی ان کے دربار میں توہین کی کہ ان کے نام باپ کے نام اور معین کر کے گالیاں دیں مگر امیر معاویہ نے اُن کو سزا نہ دی۔ جواباً عرض ہے کہ گالیاں بکنے والے کو معاف کر دینا اور درگزر کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ اس گستاخی کی کوئی سزا ہی نہ ہو' ورنہ یہ بات شیعہ قلم کار بھی مانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والی کی سزا قتل ہے اور یہ بات بھی ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ کسی نے حضور اکرم ﷺ کو گالیاں دیں یہود

نے حضورﷺ کو راعنا زبان ٹیڑھی کر کے کہا السام علیکم کہا وغیرہ لیکن کسی ایک موقع پر بھی آپﷺ نے گالیاں دینے والے کو سزائے موت نہیں دی۔ تو کیا آپﷺ پر سب کرنے والوں کو سزائے موت نہ دینا گستاخی رسول کی سزا کو کالعدم قرار دیتا ہے؟ صحیح یہ ہے کہ صاحب حق کو اپنا حق معاف کرنے کا پورا اختیار حاصل ہے آپﷺ نے بُرا بھلا کہنے والوں کو معاف کر دیا لیکن اس کے باوجود رحمت عالمﷺ کو گالیاں دینے والے کی سزا اسلام میں قتل ہے اور اس کا کوئی اسلامی مکتبہ فکر انکار نہیں کر سکتا حتیٰ کہ روافض کو بھی اس سے انکار نہیں۔ بالکل اسی طرح امیر معاویہؓ کا اپنے دربار میں گالیاں دینے والے کو پاگل سمجھ کر درگزر کرنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ گستاخی صحابہ کی کوئی سزا ہی نہیں۔ ایسا ہی ایک واقعہ امیر معاویہؓ کے متعلق اگلے صفحہ پر بھی ہے اس کا بھی جواب یہی ہے جو گذرا۔

7- صواعق محرقہ کے حوالے سے مقداد بن اسود کو گالی دینے والے کے لیے لکھا گیا ہے کہ انہوں نے زبان کاٹ دینے کی دھمکی دی مگر بعد میں چھوڑ دیا۔ (شیعہ دستاویز ص 86)

جواب:

حضرت مقداد بن اسود کا زبان کاٹنے کی دھمکی دینا گستاخ صحابہ کا قابلِ تعزیر ہونا صاف لفظوں میں بتا رہا ہے اب اگر اس صحابی کے گستاخ نے توبہ کر لی اور حضرت مقداد کو اس حالت سے بخوبی اندازہ ہو گیا کہ یہ شخص واقعی اپنے کیے پر شرمندہ اور فی الحقیقت اپنی غلطی سے واقف ہو گیا ہے اور یہ کہ یہ شخص آئندہ یہ جرم نہ کرے گا اس بنا پر درگزر سے کام لیا تو اس پر روافض کو خوش فہمی میں مبتلا نہ ہونا چاہیے کہ شرعی کیفیت صحابی رسول نے اپنے ارادہ سے واضح فرما دی ہے۔

8- حاطب بدری کے بارے میں حضرت عمرؓ کا یہ فرمانا کہ یہ منافق ہے قتل کی اجازت دی جائے۔ (ص 87) جواباً عرض ہے کہ دھوکہ دہی کے لیے پوری بات نقل نہیں کی گئی ورنہ ہر مسلمان جان جاتا کہ اصل صورت حال کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب آپﷺ نے مکہ پر چڑھائی کی تیاری فرمائی تو حضرت حاطب نے مکہ والوں کو آگاہ کرنے کے لیے اُن کو خط لکھ بھیجا۔ بذریعہ وحی اطلاع پا کر وہ خط پکڑ لیا گیا جس میں جنگی راز دشمن کو بتایا جا رہا تھا اب دشمن کو راز وہی بتاتا ہے جو جاسوس ہو اور جن کو راز بتا رہا ہے اسی کے ساتھ ہو۔ تحقیق کے بعد بات واضح ہو گئی تو حضرت عمرؓ نے اس ظاہری صورت حال کے پیش نظر یہی فرمایا کہ جنگی راز تو دشمن کو کوئی منافق دے سکتا ہے لہٰذا یہ منافق ہے اس پر آپﷺ نے فرمایا کہ آپ جانتے نہیں یہ بدری صحابی ہے اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ منافق ہو چنانچہ حاطب بدری کے عذر کو قبول کر لیا گیا۔ یہ اصل واقعہ ہے جس کا مختصر ٹکڑا لکھ کر یہ تاثر دیا گیا ہے کہ صحابہ میں باہمی دشمنی تھی مگر گستاخی پر سزا کسی کو نہ دی جاتی تھی۔ درحقیقت رافضی دماغ کا گند ہر ایک شرعی بات کو اپنے جیسا تصور کرتا ہے جبکہ حقیقت اس کے علاوہ ہے۔

9- حدیث الافک کے حوالے سے بھی وہی واردات کی جو اوپر کے واقعہ میں گذر چکی اسی طرح عقد الفرید کے حوالے سے جو کہ شیعہ مصنف کی کتاب ہے اور طبری کے شیعہ راوی سے حاصل شدہ روایت اور نواب وحید الزمان ترجمان

ملت جعفریہ کی تیسیر الباری کے حوالے سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ صحابہ کرامؓ ایک دوسرے پر بے ادبی کے الفاظ استعمال کرتے تھے۔ حالانکہ شیعہ مصنفوں یا راویوں کی باتیں اہل السنت کے ہاں مردود اور بے ہودہ گوئی سے زیادہ وزن نہیں رکھتیں۔

اکابرین امت کی تصریحات اور شیعہ دستاویز والوں کے ہاتھوں کی صفائی:

تحقیقی دستاویز والوں نے ص88 سے مزید چند اخلاق سے گری باتیں لکھنے کے بعد اکابرین امت کی تصریحات لکھ کر بھر پور خیانت کا اجرا کٹھا کیا۔ چنانچہ قاضی عیاض کی الشفاء اور ابن تیمیہ کی الصارم المسلول' شرح مسلم نووی اور شرح فقہ اکبر وغیرہ سے عبارات کے ٹکڑے نقل کر کے یہ ثابت کر دکھایا کہ گستاخی رسول کی کوئی سزا نہیں ہے حالانکہ حضرات قارئین کرام یقین جانئے۔ مذکورہ کتب کے مبینہ ابواب ہیں ہی اسی بیان میں کہ گستاخی اصحاب رسول قابل سزا جرم ہے بلکہ یہ نا قابل معافی جرم ہے اور معافی سے صرف نظر کرنا یا نظر انداز کر دینا انتہائی بد طینتی کی دلیل ہے چنانچہ ملاحظہ فرمایئے حوالہ نمبر 1 جو شفاء از قاضی عیاض سے نقل کیا گیا ہے۔ ہم شفاء سے ہی چند اقوال نقل کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

صاحب شفاء امام مالک کا مسلک نقل فرماتے ہیں:

کہ جو شخص حضرت ابو بکر ﷺ یا حضرت عمر یا حضرت عثمانؓ یا حضرت معاویہؓ یا حضرت عمرو بن العاصؓ میں سے کسی ایک صحابی کو گالیاں بکے اگر یہ سب وشتم اس بنا پر کرے کہ وہ صحابہ کفر و گمراہی پر تھے تو ایسے شخص کو قتل کیا جائے۔

(شرح شفاء ج ۲ ص ۵۵۲)

آگے محمد بن ابی زید کا سحنون سے یہ قول نقل کرتے ہیں:

''جو شخص ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کے بارے میں یہ کہے کہ وہ گمراہی اور کفر پر تھے تو اس کو قتل کیا جائے۔''

(شرح شفاء ج ۲ ص ۵۵۲)

صاحب الشفاء نے اس مقام پر مختلف اہل علم کے اقوال نقل کئے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی گستاخی پر کیا سزا دی جائے چنانچہ بعض حضرات نے ایسے شخص کو عمر قید کی اور بعض نے سزائے موت کی اور بعض نے سخت پٹائی کی سزا نقل کی ہے۔

طبرانی کے حوالے سے حضرت علیؓ کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ

یعنی جو انبیاء کو گالی دے اسے قتل کیا جائے اور جو صحابی کو گالی دے اس کو کوڑے مارے جائیں۔ (طبرانی) کئی حضرات اہل علم کا یہی ارشاد ہے جبکہ بعض حضرات کوڑے مارنے کے ساتھ عمر قید کی سزا بھی ارشاد فرماتے ہیں۔ چنانچہ الشفاء میں ہے

ابن حبیب فرماتے ہیں کہ گستاخ صحابہ کو بار بار مارا جائے قید میں ڈال دیا جائے یہاں تک کہ وہ وہیں مر جائے۔

صاحب شفاء نے جو مختلف اہل علم سے قتل کی سزائیں نقل کی ہیں کہ بعض حضرات تعزیر اور کوڑے مارنے کے بعض عمر قید اور بعض قتل کرنے کی سزا اس شخص کی مقرر فرماتے ہیں جو صحابہ کرامؓ کی گستاخی کا ارتکاب کرتا ہے ان میں تضاد نہیں بلکہ تطبیق دینا ممکن ہے۔ دراصل سزا جرم کی نوعیت پر دی جاتی ہے۔ چونکہ گستاخی صحابہ کے مرتکب لوگ اس جرم میں برابر نہیں بلکہ بعض

لوگ تو ایسے غلیظ طریقہ سے گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں کہ دائرہ انسانیت میں بھی ایسوں کو شمار کرنا دشوار لگتا ہے۔ جبکہ بعض لوگ لالچ یا ہوائے نفس کی تکمیل کیلئے یہ جرم کر بیٹھتے ہیں اور بعض لوگ کسی غلط فہمی کی وجہ سے یہ جرم کرتے ہیں۔ لہٰذا مختلف احوال کے پیش نظر سزا بھی مختلف ہوسکتی ہے بسا اوقات اس جرم کے انسداد کیلئے قتل کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے ورنہ کینسر کی طرح یہ جرم پورے معاشرے میں سرایت کر کے معاشرے کے پورے جسم کو ایمانی موت کی دہلیز پر لاسکتا ہے۔ وہاں پر امام مالکؒ کے ارشاد فرمودہ فتویٰ پر عمل کرنا ہی اس مرض کا ازالہ کرسکتا ہے۔ (علی ہذا القیاس) علی الترتیب نوعیت جرم کو پیش نظر رکھ کر سزا دینا ہی قرین مصلحت اور قیام امن کا سہل الحصول طریقہ ہے۔ اہل علم عام طور پر مسائل وغیرہ میں جو مختلف اقوال نقل فرماتے ہیں اس کی عام وجہ یہی ہوتی ہے کہ بسا اوقات کسی قول پر عمل متعذر ہو تو دیگر حضرات کے اقوال کی روشنی میں دین الٰہی پر عمل پیرا ہو کر اخروی سرفرازی کا تمغہ پائیں۔ یہاں صاحب شفاء نے بھی جو شفا بخش نسخے تحریر فرمائے مریض دل کو ان نسخوں کی الٹی راہ ہی سوجھی ہے حالانکہ صاحب شفاء نے اس گستاخی صحابہؓ والی مرض کی شفاء کیلئے آپریشن کو لازمی قرار دیا ہے ورنہ یہ مرض شفاء کے حصول میں شدید رکاوٹ رہے گا البتہ آپریشن کے مختلف طریقے حکمائے دل کی زبانی ضرور نقل فرما دیئے ہیں تاکہ علاج کرنے کرانے میں سہولت رہے مگر ''**فی قلوبھم مرض**'' کے مصداق کرم فرماؤں کو سیدھی بھی الٹی نظر آتی ہے۔ وہ صاحب شفاء سے بھی مرض کا حصول چاہتے اور بتاتے ہیں۔

امام مالک کا فتویٰ اور الصارم المسلول:

امام مالک کا فتویٰ ہم الشفاء کے حوالہ سے نقل کر چکے ہیں۔ **الصارم المسلول علی شاتم الرسول** علامہ ابن تیمیہ کی تصنیف ہے اس کے صفحہ ۴۰۵ پر **فصل الحکم فیمن سب احد من الصحابہ** رقم کی۔ یہ فصل تقریباً ۲۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ الشفاء کی طرح الصارم میں بھی ارباب علم کے اقوال نقل کئے گئے ہیں چنانچہ سب سے پہلے امام احمد بن حنبل سے سب صحابی کی سزا نقل کی ہے۔

1- ''جو شخص کسی ایک صحابی یا اہلبیت میں سے کسی کو گالی دے تو امام احمد فرماتے ہیں کہ اس کو سخت مار ماری جائے۔ ابو طالب نے بھی سب صحابی کی ایسی سزا امام احمد بن حنبل سے نقل کی ہے۔''

2- قال عبداللہ فی الرسالہ سے خلفائے راشدین کے مراتب بیان فرمانے کے بعد لکھتے ہیں۔ پھر ان چاروں صحابہ کرام (خلفائے راشدین) کے بعد باقی صحابہ لوگوں میں بہترین ہیں۔ کسی ایک کیلئے یہ جائز نہیں کہ کسی کو ان کے برابر قرار دے اور ان میں سے کسی پر بھی عیب اور نقص کا طعن کرے جو کوئی ایسا کرے تو اس کو سزا دینا اور ادب سکھانا واجب ہے۔ حاکم کیلئے جائز نہیں کہ اس جرم کے مرتکب کو معاف کرے بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ اس مجرم (گستاخ صحابہؓ) کو سزا دے۔ اور وہ توبہ کرے تو معاف کر دے اور اگر دوبارہ وہ گستاخی کا ارتکاب کرے تو اس کو سخت سزا دے اور ہمیشہ کیلئے جیل میں ڈال دے (عمر قید) حتی کہ وہ وہیں پر مر جائے۔ آگے تحریر فرماتے ہیں۔

3- امام احمد تعزیر کو واجب قرار دیتے ہیں۔

4- اسحاق بن راھویہ فرماتے ہیں جو شخص صحابہ کرامؓ کو گالیاں دے اسے سزا دی جائے اور قید میں ڈال دیا جائے۔
5- اور صحابہ کرام کے بارے میں اہل فقہ و اہل علم صحابہ کرام و تابعین اور تمام اہل سنت کا کوئی اختلاف نہیں وہ سب اس پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کی تعریف کرنا ان کیلئے استغفار اور رحمت کا طلب کرنا ان سے راضی رہنا ان کی محبت کا عقیدہ رکھنا واجب ہے اور جو کوئی ان کے بارے میں بری بات کہے ان کو سزا دینا واجب ہے۔ (ص ۴۱۳)

آگے چل کر ان حضرات کے دلائل نقل فرماتے ہیں جو سب صحابہ کی سزا قتل قرار دیتے ہیں چنانچہ ص ۴۱۴ پر رقم فرماتے ہیں:
ترجمہ: اور بہر حال وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ صحابہ کو گالیاں بکنے والے کو قتل کیا جائے ان کے پاس دلائل ہیں جن سے وہ حجت پکڑتے ہیں۔

پھر آگے چل کر چھ صفحات پر قرآن و سنت سے وہ دلائل نقل فرماتے ہیں جن سے گستاخ صحابہؓ کی سزا قتل معلوم ہوتی ہے۔ ان میں سے صرف دو روایات ملاحظہ فرمائیں۔

(الف) شباک سے روایت ہے کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو خبر پہنچی کہ ابن سودا ابوبکر و عمرؓ سے بغض رکھتا ہے راوی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اس کو بلایا اور تلوار منگوائی یا (شک راوی) اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ (ص ۴۱۸)

حضرت علیؓ کا ارادہ کرنا اور قتل پر آمادہ ہو جانا اس بات کی کافی دلیل ہے کہ بغض صحابہ کی سزا قتل ہے ورنہ حیدر کرار جیسا شخص کسی حرام کام کا اقدام ہرگز نہیں کرسکتا۔

(ب) ابن البنا نے حضرت ابوہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میرے صحابہؓ کو گالیاں مت دو کیونکہ اس کا کفارہ قتل ہے۔

محترم حضرات! یہ چند اقتباسات راقم نے نقل کر دیے ورنہ حق یہ ہے کہ الصارم المسلول کا یہ پورا حصہ بمعہ ترجمہ نقل کیا جاتا تاکہ جس کتاب کے نام سے دھوکہ دیا جارہا ہے وہ خوب صاف ستھرے چہرے کے ساتھ ہر دیکھنے والی آنکھ کے سامنے نمایاں ہو جاتا۔ مگر اختصار کے پیش نظر ہم نے ان چند اقتباسات پر اکتفا کیا ہے۔ ہماری گزارش یہ ہے کہ دھوکہ بازوں نے محض وہم میں ڈال کر یہ مغالطہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ گستاخی اصحاب رسول ﷺ کی کوئی سزا نہیں جبکہ یہ کھلا بہتان اور صاف جھوٹ ہے۔

امام نووی الشافعی:

شرح مسلم کے حوالہ سے آدھی عبارت لکھ کر گستاخی صحابہ کی سزا قتل سے انکار لکھا کہ صحابہ کرامؓ کو گالی دینا حرام اور فواحش محرمات میں سے ہے مگر اس کی سزا قتل نہیں۔ (ص89) اول تو امام نوویؒ کی مذکورہ عبارت میں صحابہ کرام کی گستاخی کو قابل نفرت قرار دیا ہے۔ جیسا کہ کرم فرماؤں نے نقل کیا کہ صحابہ کرام کو گالی دینا حرام اور فواحش میں سے ہے۔ صرف لفظ حرام پر غور کرلیا جائے۔

اول: زنا حرام ہے اس کی سزا رجم یا کوڑے علی ہذا القیاس بعض حرام کاموں کے ارتکاب پر قتل کی سزا بھی ہے اور صاحب

کتاب نے بعض صحابہ کرامؓ کی گستاخی کو حرام قرار دیا ہے تو پھر یہاں سے یہ کیسے ثابت ہوگیا کہ صحابہ کرامؓ کی گستاخی پر کوئی سزا نہیں۔

ثانیاً: تحقیقی دستاویز والوں کو باقی تو ساری عبارت اچھی طرح نظر آگئی مگر اس کے متصل بعد کے الفاظ آتے ہی آنکھوں پر خول کس نے چڑھا دیا۔ جس میں مالکیہ کا مذہب لکھا ہوا ہے کہ **وقال بعض المالکیہ یقتل** مطلب یہ ہے کہ بعض اکابرین مالکیہ فرماتے ہیں (کہ صحابہ کو گالیاں دینے والے کو) قتل کیا جائے۔

ثالثاً: عبارت میں **انه یعذر** کے الفاظ لکھے ہوئے موجود ہیں۔ مگر قلم کاروں کو توفیق نہیں ہوسکی کہ ذرا اس کا ترجمہ لکھ دیں کیونکہ ایسا کرنے سے ایک تو پڑھنے والوں کو پتہ چل جاتا کہ گستاخی صحابہ پر تعزیر کی سزا نافذ ہوتی ہے اور دوسرا دیانت داری کا تمغہ ہاتھ سے جا رہا تھا۔ جو ملت رافضیہ کا وصف امتیاز ہے کہ کوئی بات نقل کرتے ہوئے سچ نہیں بولنا اور نہ ہی عبارت یا اس کا درست مطلب لکھنا ہے۔ سو اس فرض کو نبھانے میں ملت رافضیہ خوب کامیابی کی بلندیوں پر پرواز کر رہی ہے۔

ملا علی قاری کا حوالہ:

دو حوالوں سے ملا علی قاری پر یہ الزام دھرنے کی کوشش کی کہ شائد ان کے نزدیک سب صحابہ کی کوئی سزا مقرر نہیں حالانکہ قطع و برید کا شکار یہ عبارت بھی محض وہم ہے چنانچہ ملاحظہ فرمائیں۔

شرح فقہ اکبر کی عبارت نقل کرتے ہوئے قلم کو سانپ سونگھ گیا جب وہ دون القتل تک جا پہنچا کیوں کہ آگے کی عبارت رافضی دھوکہ کے پرخچے اڑا رہی تھی۔ سو اگلی عبارت نقل نہ کی چنانچہ دون القتل کے بعد شرح فقہ اکبر کی عبارت "**نعم لو استحل السب او القتل فهو کافر لا محالا**۔" ہاں اگر وہ گالیاں دینے کو حلال جانے یا قتل کو حلال جانے تو وہ بلاشبہ کافر ہے۔ (شرح فقہ اکبر)

دراصل فعل کی نوعیت ایک جیسی نہیں ہوتی۔ ترک اور انکار یا ارتکاب گناہ اور اسے حلال جان لینا ایک جیسے امور نہیں۔ جیسے کہ تارک الصلوٰۃ تو کافر نہیں مگر منکر صلوٰۃ کافر ہے اور شرابی کافر نہیں، شراب کو حلال جاننے والا کافر ہے۔ ایک کسی گناہ کو گناہ جانتے ہوئے کر بیٹھنا ہے اور ایک اسی گناہ کو حلال جان لینا ہے۔ دونوں کی نوعیت ایک جیسی نہیں۔ صاحب شرح تو عقیدہ کی وضاحت میں عقدہ کو کھول کر بیان کر رہا ہے مگر ملت رافضیہ کے ترجمان اس مجرم کو منکر قرار دے رہے ہیں۔ بات مجرم کی ہو رہی ہے منکر کی نہیں۔ پھر کافر اور لامحالہ کے لفظ سے صاحب کتاب نے وضاحت بھی کر دی ہے مگر ترجمان رافضیہ کو اس وضاحت سے کیا واسطہ۔ وہ تو عامۃ الناس کو دھوکہ دے کر گمراہی کی دلدل میں غرقاب کرنا چاہتا ہے سو اپنے فرض کو نبھائے جاتا ہے۔

شرح فقہ اکبر اور سب صحابہ:

شرح فقہ اکبر کے مذکورہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ سب صحابہ کے بارے میں وہی گفتگو موجود ہے جو الشفاء اور

الصارم المسلول کے حوالہ سے ہم کچھ عرض کر چکے ہیں۔ کہ سب صحابہ پر سزائے موت، عمر قید، تعزیر و کوڑوں کی سزا کے اقوال منقول ہیں۔ حضرات قارئین کرام شرح فقہ اکبر کے مذکورہ اوراق ' یا پھر الشفاء اور الصارم المسلول کے حوالہ سے چند اقتباسات اوپر ہم عرض کر چکے ہیں وہاں پر ملاحظہ فرمالیں دوبارہ نقل کرنے میں اختصار مانع ہے۔

علامہ ابن حجر المکی کا حوالہ:

صواعق محرقہ کے حوالہ سے منقول عبارت سے سزائے موت کی نفی پر کچھ علماء کے خیالات منقول ہیں۔ اول تو سزائے موت کے انکار سے یہ کیسے لازم آگیا کہ سب صحابہ پر کوئی سزا ہی نہیں جیسا کہ ملت رافضیہ کا خیال باطل ہے۔ ثانیاً ہم عرض کر چکے ہیں کہ اہل علم نے مختلف دلائل کی روشنی میں جلد، قتل، تعزیر وغیرہ سزائیں مقرر فرمائی ہیں۔ جو دراصل مجرم کے نوعیت جرم پر محمول ہیں اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ گستاخی رسول پر کوئی سزا نہیں۔

علامہ علاؤ الدین الحصکفی الحنفی

اہل قبلہ کی اصطلاح سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے درمختار باب الامامہ کے حوالہ سے نقل کیا گیا کہ جو ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں وہ کافر نہیں ہیں۔ (شیعہ دستاویز ص 91) حالانکہ اہل قبلہ سے مراد جو اہل اسلام کے عقائد و نظریات کا انکار نہ کرے وہ ہے نہ کہ تمام وہ لوگ جو ضروریات دین کا بھی انکار کرتے رہیں۔ قادیانی بلا خوف قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں حالانکہ ان کے مسلمان ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں حتیٰ کہ خود روافض بھی قادیانیوں کے کافر ہونیکا فتویٰ دیتے ہیں۔

علامہ علاؤ الدینؒ ج ۲ درمختار باب الامامۃ میں رقم فرماتے ہیں:

"اگر رسول اللہ کو گالی دی تو قطعاً کافر ہو گیا اور اگر اصحاب رسول کو گالی دی محشی نے غیر شیخین کی قید لگائی جیسا کہ عنقریب باب المرتدین میں آتا ہے ان دونوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کو گالی یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دی تو وہ کافر ہے۔" (درمختار ج 2 باب الامامۃ)

اب اس وضاحت کے بعد اہل قبلہ کی مبہم عبارت کا معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے مگر اس کے باوجود دھوکہ بازی کا بازار گرم ہے اور یہ کہا جا رہا ہے کہ حنفی سب صحابہ کو قابل سزا نہیں جانتے اور نہ ہی ایسے کسی شخص کو کافر قرار دیتے ہیں۔ **لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔**

علامہ عبدالحی لکھنوی:

کی دو کتابوں کے حوالے سے بدعت و کفر کے فرق کی عبارت پیش کی ہیں۔ جن سے وہ یہ مطلب کشید کرنا چاہتے ہیں کہ شیعہ مسلمان ہیں کافر نہیں۔ حالانکہ یہ سراسر دھوکہ اور فراڈ ہے علامہ عبدالحی کی کتاب مجموعہ فتاویٰ کا تو آغاز ہی منکر خلافت ابی بکر پر کفر کے فتویٰ سے ہو رہا ہے۔ چنانچہ کتاب الکفر والایمان میں لکھا ہے:

من ینکر امامة ابی بکر فھو کافر۔ و رافضی اذا کان سب الشیخین فھو کافر۔ (مجموعہ فتاویٰ ج 1 ص 1)

''کہ جو شخص حضرت ابوبکر کی امامت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور فرماتے ہیں کہ! رافضی جب کہ وہ شیخین حضرت ابوبکر صدیقؓ و فاروق اعظمؓ کو گالیاں دے تو وہ کافر ہے۔''

مجموعہ فتاویٰ کی ابتدا جن کے کفر پر فتاویٰ عائد کرنے سے ہو رہی ہے یار لوگ اس سے اپنے ایمان کے اثبات پر مصر ہیں۔

مولانا رفیق اثری اور ملک غلام علی کا سہارا:

اہل حق کی کتابوں سے قطع برید کر کے چند حوالے نقل کئے مگر کام نہ چل سکا تو اپنے ہم جنسوں کے در پر حاضر ہو گئے چنانچہ غیر مقلد محمد رفیق اثری اور ابو الاعلیٰ مودودی کی خلافت و ملوکیت کے چیف وکیل جسٹس ملک غلام علی کی کتابوں سے اقتباسات نقل کئے مگر جواباً ہمیں کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ خلافت و ملوکیت ہو یا اس کے وکلاء ہمارے ہاں ان کی بات کا وزن اس لئے نہیں ہے کہ دراصل یہ کرم فرما بغض صحابہؓ کی رکیک پٹڑی پر محو سفر ہیں۔ جو روافض کے مشن کا حصہ ہے۔ اگر زیادہ وضاحت مطلوب ہو تو خمینی مودودی، بھائی بھائی کا مطالعہ خاصا شفا بخش نسخہ ثابت ہوگا۔

شبہ اول پر مکاری کا آخری پاٹ

لمبی تفصیل لکھنے کے بعد خلاصہ لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں:

1- قرآن پاک میں توہین صحابہ پر سزائے موت کا کوئی اشارہ موجود نہیں۔

2- حضرت محمد ﷺ کے کسی قول یا کسی فعل سے ثابت نہیں ہوتا کہ توہین صحابہ پر موت کی سزا دی جاسکتی ہے۔

3- صحابہ کرام، آئمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل) کا موقف بھی یہی ہے کہ توہین صحابہ کے مرتکب شخص کو سزائے موت نہیں دی جاسکتی۔

4- یہ تمام اسلامی مکاتب فکر کے فقہاء اور اکابرین کا فیصلہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی توہین پر موت کی سزا نہیں دی جاسکتی۔

(تحقیقی دستاویز)

محترم قارئین! یار لوگوں کا مذکورہ چار شقوں میں تقسیم خلاصہ بھی کربلا کے راوی کی (آواز آئی ہے) سے زیادہ وزنی نہیں۔ اگر اس خلاصہ کا کوئی وجود ہے تو وہ جھوٹ کے بازار میں ہے ورنہ کہیں نہیں۔ اس قدر اعصاب کی مضبوط طاقت لگا کر جھوٹ کی کہانی تیار کی گئی ہے کہ صاحب علم تو یہ کہانی پڑھ کر سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ یہ چاروں باتیں جھوٹ ہیں جس کی حقیقت ملاحظہ فرمائیں۔

1-قرآن پاک

سورۃ فتح کی آخری آیت میں صحابہ کرام کے اوصاف و فضائل بیان فرماتے ہوئے بعد مثال دینے کے بعد فرمایا کہ ''لیغیظ بھم الکفار'' تاکہ غیظ و غصہ دلائے ان صحابہ کی مثال سے کفار کو۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو بھی صحابہ کرامؓ سے بغض رکھتا ہے وہ کافر ہے یہی بات علماء نے کہی ہے۔ ابن تیمیہ صارم المسلول میں فرماتے ہیں۔

پس جو شخص کہ غصہ دلائے اس کو اللہ تعالیٰ اصحاب محمد ﷺ (کی ذوات سے) تو تحقیق اس کے حق میں اس کا موجب پایا گیا اور وہ موجب کفر ہے۔ (الصارم المسلول ص ۴۱۴)

''عبداللہ بن ادریس کہتے ہیں کہ میں یہ بات تسلی سے کہتا ہوں کہ یہ لوگ کفار کی طرح ہو چکے ہیں یعنی رافضی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لیغیظ بھم الکفار۔'' (ایضاً)

فرماتے ہیں یہی مطلب ہے امام احمد کے قول کا کہ گستاخ صحابہ کو میں اسلام پر نہیں سمجھتا۔ (ص ۴۱۳)

اب ملاحظہ فرمایئے جو لوگ صحابہ کرامؓ کو گالیاں بکیں اتنی بات تو واضح ہے کہ یہ گالیاں بکنا غیظ وغضب کی بنا پر ہے۔

اب باوجود اس کفر کے اپنے ایمان کا دعویٰ کرنا یا تو ارتداد ہے یا زندقہ، یعنی یا تو اول مسلمان تھا صحابہ کرام کے ساتھ بغض کا شکار ہو کر وہ مرتد ہو گیا اور یا پھر باوجود کافر ہونے کے اپنے کفریہ نظریات کو اسلام قرار دے رہا ہے تو یہ زندقہ ہے ان دونوں قسم کے افراد کی سزا اسلام میں قتل ہے۔ مرتد کی سزا تین دن تک سمجھانے کے بعد قتل کی ہے جبکہ وہ ان تین ایام میں دوبارہ اسلام کی طرف نہ لوٹے اور زندیق کی سزا فوری قتل کی ہے جس کی تفصیلات الھدایہ و دیگر فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

نیز اس آیت سے ثابت ہوا کہ صحابہ جو ایک کھیتی کی مانند ہیں جب یہ کھیتی مضبوط و توانا ہوگئی تو صاحب کھیتی اسے دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی خوشی صحابہ کرامؓ کا مضبوط و متحد ہونا ہے اور جو شخص ان صحابہ میں عیب تلاش کر کے انہیں کمزور ثابت کرتا ہے تو یہ عمل آپ ﷺ کیلئے باعث رنج ہے۔ اور آپ ﷺ کو ایذا دینا کفر کا اور قتل کا سبب ہے۔ الصارم المسلول ص ۴۱۵ پر بھی یہ بات موجود ہے۔

ارشادات خاتم المرسلین ﷺ:

''حضرت عبداللہ بن مغفل حضور اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے ان (صحابہ کرامؓ) سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔''

فرمایا:

''پس جس نے ان (صحابہ کرام) کو گالیاں دیں ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت قیامت کے دن نہ ان سے نفلی عمل قبول کیا جائے گا نہ فرضی عمل قبول کیا جائے گا۔''

(بخاری (فی الجزیہ والفرائض والاعتصام) مسلم فی کتاب الحج ابوداؤد فی المناسک)

مذکورہ بالا دونوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے نزدیک سب صحابہ آپ ﷺ اور اللہ تعالیٰ کی ایذا کا باعث ہے۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا ہو یا رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینا یہ کفر کا باعث ہے۔ علامہ ابن تیمیہ الصارم المسلول میں فرماتے ہیں۔ و اذی الله و رسول کفر موجب للقتل: کہ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچانا کفر ہے جس کی سزا قتل ہے۔

3- ''حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کی علامت انصار سے محبت اور نفاق کی علامت انصار سے بغض ہے۔'' (بخاری کتاب الایمان: مسلم)

4- ''براء بن عازب حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے انصار کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ان سے محبت نہیں رکھتا مگر مومن شخص اور ان سے بغض نہیں رکھتا مگر منافق اور جو کوئی ان سے محبت رکھے اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھے گا اور جو کوئی ان سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا۔

(بخاری و مسلم فی کتاب الایمان)

اس مضمون کی روایت مسند احمد جلد ۴ ص ۲۸۳، مسلم کتاب الایمان مسند احمد ج ۴ ص ۲۹۲ پر بھی موجود ہے۔

5- حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے علی تو اور تیرا گروہ جنت جائیں گے اور بے شک ایک قوم پیدا ہوگی انہیں رافضی کہا جائے گا اگر تم ان کو پالو تو ان کو قتل کر دینا کیوں کہ وہ مشرک ہوں گے۔

6- حضرت علیؓ نے فرمایا کہ وہ ہمارے اہلبیت سے محبت کا دم بھرتے ہیں حالانکہ وہ ایسے نہیں اور ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ ابوبکر صدیقؓ و عمرؓ کو گالیاں بکتے ہیں۔ (الصارم المسلول ص ۴۱۷)

روایت مذکورہ سے یہ غلط فہمی بھی ہوا ہو گئی کہ حضرت علیؓ کے شیعہ سے مراد کون سا گروہ ہے واضح ہو گیا کہ صدیقؓ و فاروق کو گالی دینا علامت شرک ہے جن کی سزا اس حدیث میں موجود ہے۔ جبکہ حیدر کرارؓ کے رفقاء ان دونوں حضرات سے محبت رکھتے تھے یار لوگ تو لفظ شیعہ درمیان میں دیکھ کر پھولے نہیں سماتے اور مارے خوشی کے دانت نکل پڑتے ہیں مگر آگے کے الفاظ پر نظر نہیں پڑنے دیتے یہ آدھی بات لکھ کر توجھوکہ دیتے ہیں مگر گستاخی صحابہ پر آپ ﷺ کی طرف سے مقرر کردہ سزائے موت پر پہنچتے ہی بصیرت و بصارت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ مکمل روایت وہ ہے جو ہم نے نقل کر دی ہے امید ہے تسلی ہوگئی ہوگی نہیں تو مزید ملاحظہ فرمائیں۔

7- عنقریب ہمارے بعد ایسی قوم پیدا ہوگی ان کا برا لقب ہوگا ان کو رافضی کہا جائے گا پس اگر تم ان کو پالو تو ان کو قتل کر دینا کیوں وہ مشرک ہوں گے۔

ایک لائن بعد انکی علامت بھی ذکر کر دی کہ ''یسبون ابا بکرؓ و عمرؓ'' وہ ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیں گے۔ (رواہ ابوبکر الاثرم فی سنتہ)

''ابوالقاسم حضرت علیؓ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ آخری زمانہ میں ایک قوم پیدا ہوگی ان کے لئے برا لقب ہوگا ان کو رافضی کہا جائے گا جس سے وہ پہچانے جائیں گے اور وہ ہمارے شیعہ ہونے کا دعویٰ کریں گے حالانکہ وہ ہمارے شیعہ نہیں ہیں ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ سب و شتم کریں گے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ پر تم جہاں کہیں انکو پاؤ ان کو قتل کر دو کیونکہ وہ مشرک ہیں۔ (رواہ ابوالقاسم)

ان مذکورہ آٹھ احادیث کے ساتھ وہ دو روایات بھی جمع کر لی جائیں جو اوپر مذکور ہوئیں تو حساب 10 کا مکمل ہو جائے گا۔

ان مذکورہ روایات میں صاف طور پر یا دلالتاً یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ صحابہ کرامؓ کی گستاخی پر سزائے موت بھی ہے۔ جو شارع علیہ السلام نے بذات خود ارشاد فرما دی ہے۔

اب روافض کا یہ جھوٹ مارے شرم کے منہ چھپانے کی جگہ تلاش کر رہا ہے مگر کوئی پناہ گاہ میسر نہیں آ رہی کہ قرآن پاک میں اور حدیث پاک میں تو گستاخی صحابہ کی سزا موت مقرر نہیں ہے کیونکہ مذکور الصدر آیت قرآنی اور احادیث نبویہ نے جھوٹ بولنے والوں کے افتراء کو تشت از بام کر دیا ہے جن سے گستاخی اصحاب رسول کی منہ مانگی سزا معلوم ہو رہی ہے۔

تیسرا جھوٹ:

تیسرے نمبر پر یہ بھی جھوٹ گھڑ ڈالا کہ صحابہ کرام اور آئمہ کرام کا موقف بھی یہ ہے کہ اہانت صحابی کی سزائے موت کا کوئی بھی قائل نہیں ہے حالانکہ یہ بھی تقیہ کی سنگ باری اور جعل سازی ہے ورنہ ملاحظہ فرمائیں۔ حیدر کرارؓ نے صحابہ کی گستاخی کرنے والے کیلئے تلوار اور مجرم کو طلب کر لیا تھا۔ چنانچہ ابن سودا کے بارے میں حضرت علیؓ کو جب یہ خبر ملی کہ یہ شیخین سے بغض رکھتا ہے تو آپ نے ابن سودا کو طلب کیا اور تلوار منگوا کر قتل کا عزم کر لیا اس عبارت کے تحت علامہ ابن تیمیہ نے الصارم المسلول کے صفحہ ۴۱۸ پر فرمایا کہ

یعنی حیدر کرار کا ارادہ قتل اور تلوار کا قتل کیلئے منگوا لینا اس وضاحت کیلئے کافی ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک صحابی رسول پر سب و شتم کرنے کی سزا قتل ہے۔

حضرت علیؓ نے ایسے ستر افراد کو آگ میں جلا دیا جو شیخین کو گالیاں دیتے تھے اور حضرت علیؓ کی الوہیت کے قائل تھے۔ حضرت علیؓ کے زمانہ میں کچھ لوگوں نے (جو اپنے کو شیعہ کہتے اور شیخین کی گستاخی کرتے تھے) حضرت علیؓ کے بارے میں عجیب و غریب عقائد گھڑ لئے حیدر کرارؓ نے ان کو آگ میں جلا دیا تھا۔ (رجال کشی)

ان واقعات سے کرم فرماؤں کے اس جھوٹ کی قلعی کھل جاتی ہے کہ دور صحابہؓ میں گستاخی صحابہ پر سزائے موت نہ تھی حقیقت یہ ہے کہ مجرم کی نوعیت کے پیش نظر گستاخی اصحاب رسول کی سزا میں کبھی زبان کاٹنے کا عزم کیا جاتا رہا تو کبھی کوڑے مارے گئے اور کبھی تعزیرا سزا دی گئی اور کبھی آگ میں جلایا گیا اور قتل کا اقدام کیا گیا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ گستاخی اصحاب رسول کے واقعات دور حاضر کی طرح بکثرت اس لیے پیش نہیں آئے تھے کہ وہ خیر القرون کا دور تھا اس دور میں جو اسلام دشمن صفوں میں گھس کر اہل اسلام کے خلاف سازشیں کر رہے تھے وہ بھی یوں کھل کر صحابہ کرامؓ پر زبان درازی کی جرأت نہیں کر سکتے تھے چھپے چھپے اپنے گندے خیالات کو صرف اپنوں کی مجالس میں کہتے کہلاتے اس لئے اس دور میں ایسے واقعات کم پیش آئے جس پر گستاخی صحابہ کی پاداش میں قتل کی سزا دی جاتی۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس دور میں گستاخی صحابہ پر سزا نہیں دی گئی یا وہ حضرات اس جرم کو قابل سزا نہ جانتے تھے۔ بلکہ بوقت ضرورت سزائے موت کا اعلان اور اظہار کیا جاتا رہا ہے۔

فقہا کرام اور گستاخی رسول کی سزا:

کرم فرماؤں کا یہ کہنا کہ آئمہ اربعہ سمیت اکابرین امت کا بھی موقف یہ ہے کہ گستاخی صحابہ کی سزا قتل نہیں۔ یہ بھی کوئی نیا جھوٹ نہیں بس ایک جھوٹ کا اضافہ ہی ہے۔ ورنہ اکابرین امت نے گستاخی صحابہ پر سزائے موت کا صرف اعلان ہی نہیں کیا بلکہ عملاً نافذ بھی فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

1- کوفہ کے فقہا کی ایک جماعت کا قطعی فیصلہ ہے کہ جو صحابہ کرامؓ کو گالی دے اس کو قتل کر دو۔

(الصارم المسلول صفحہ ۵۲۹ و ۵۷۰ بحوالہ شرف صحابیت)

2- امام صاحب کا مذہب ہم نقل کر چکے ہیں کہ اگر صحابہ کرام کو کافر یا گمراہ کہا تو ایسا شخص واجب القتل ہے۔

(شرح الشفاء ملا علی قاری ص ۵۵۲ جلد ۲)

3- حضورﷺ نے اس شخص کو قتل کا حکم دیا جو آپﷺ کو گالیاں دیتا تھا۔ (الصارم المسلول)

اور حضرت انسؓ کی روایت ہے آپﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کہ جس نے صحابہؓ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔'' (الصارم المسلول ص ۴۱۳)

معلوم ہوا کہ صحابہ کو گالی دینا سزائے موت کا مستوجب ہے کہ صحابی کو گالی نبی اکرمﷺ کو گالی دینے کے مترادف ہے اور خاتم الانبیاﷺ کو گالی دینے والے کی سزائے موت تو کرم فرماؤں کو بھی قبول ہے۔

4- قاضی ابویعلی لکھتے ہیں۔ فقہا کی ایک جماعت نے قطعیت کے ساتھ یہ فیصلہ کیا ہے کہ ساب صحابہ مستحق قتل ہے۔

(بحوالہ معیار صحابیت)

5- رافضی کا ذبیحہ مت کھاؤ کیونکہ وہ اسلام سے مرتد ہو گیا ہے۔ (الصارم المسلول)

اور مرتد اگر 3 یوم میں دوبارہ قبول اسلام نہ کرے تو اسکی سزا موت ہی ہے۔

6- رافضی کا ذبیحہ نہ کھائے۔ اس لئے کہ یہ مرتدین کے قائم مقام ہے اور عرض کر چکے ہیں کہ مرتد کو تیسرے یوم میں سزائے موت دے دینا اہل اسلام کے ہاں مسلم ہے۔

7- سلمہ بن کہیل سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزی سے روایت نقل کرتے ہیں کہ سعید کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا اے ابا جان اگر آپ سن لیں کہ کوئی شخص حضرت عمرؓ کو کافر ہونے کی گالی دے رہا ہے (العیاذ باللہ حضرت عمر کافر ہیں) تو آپ اس کی گردن اڑا دیں گے؟ تو انہوں نے کہاں ہاں (میں ایسے شخص کی گردن اڑا دوں گا) رواہ احمد وغیرہ۔

''عبدالرحمٰن بن ابزی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے عرض کیا اگر آپ کے پاس ایسا آدمی آئے جو ابوبکرؓ کو گالیاں بکے تو آپ کیا کریں گے؟ انہوں نے فرمایا میں اس کی گردن اڑا دونگا! میں نے عرض کیا حضرت عمرؓ (کو گالیاں بکے تو؟) انہوں نے فرمایا میں اس کی گردن اُڑا دوں گا۔'' (ابن عیینہ)

جاننا چاہیے کہ عبدالرحمٰن بن ابزی صحابہ کرام میں سے ہیں آپ ﷺ کا زمانہ بھی انہوں نے پایا اور آپ ﷺ کے پیچھے نماز بھی پڑھی۔ حضرت علیؓ نے ان کو خراسان کا عامل بنایا تھا۔

ان مذکورہ بالا اکابرین امت صحابہ کرام، محدثین اور فقہا کے اقوال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اصحاب رسول، کی گستاخی، کی سزا قتل بھی ہے۔ جیسا کہ اہل اسلام نے مطالبہ بھی کیا تھا چونکہ گستاخی صحابہؓ پر سزا کی مختلف 3 شقیں پیش کی گئی تھیں تا کہ جج صاحبان جرم کی نوعیت پیش نظر رکھتے ہوئے سزائے موت، عمر قید، یا تعزیری سزا میں سے کسی ایک یا زیادہ سزاؤں کا فیصلہ (نوعیت جرم کے بقدر) کرسکیں اور یہ تمام سزائیں اسلامی شریعت میں ثابت ہیں مگر ہم نے صرف سزائے موت پر چند حوالے محض نمونہ کے قارئین کی نذر کئے ہیں تا کہ اس وہم کا بھی ازالہ ہو جائے کہ سزائے موت کا مطالبہ شرعاً درست نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ اصحاب رسول ﷺ کی گستاخی پر سزائے موت کا فیصلہ اکابرین امت کا ہی ارشاد فرمایا ہوا ہے جن کے پیش نظر قرآن پاک اور احادیث کا ذخیرہ تھا انہی دلائل کی روشنی میں اصحاب رسول ﷺ کے بارے میں بدزبانی کی شرعی سزا کا اُن حضرات نے فیصلہ فرمایا:

گستاخی صحابہ پر حیدر کرار کا طرز عمل:

مذکورہ بالا گزارشات سے جہاں حیدر کرارؓ کی شیخین سے محبت اور قلبی تعلق کا پتہ چلتا ہے وہاں پر گستاخ صحابہؓ کے خلاف حیدر کرارؓ کا غضب و جلال اور دشمنان صحابہ کرام سے مخالفت حیدر کرارؓ کا بھی علم ہو جاتا ہے کہ کرم فرماؤں کا دعویٰ محبت اہل بیت اور اطاعت آل رسول کا اظہار و اعلان محض ایک ڈھونگ ہے حقیقت کچھ نہیں۔

تحقیقی دستاویز والوں نے اپنا پورا زور صرف اس بات کے گرد صرف کیا کہ

1- صحابہ کرامؓ کی آپس میں رنجگیاں، تلخ باتوں کا تبادلہ، اور ناراضگیاں ہوئیں۔

2- ان آپس کی تلخ باتوں کے باوجود آپ ﷺ نے کسی کو سزائے موت نہ دی۔

دراصل یہ احمقانہ رائے اور جہالت کا معجون مرکب ہے اور اس کوشش سے سادہ لوح عوام کو دھوکہ دہی میں مبتلا کرنے کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا ورنہ ارباب علم اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہر شخص کا جرم ایک طرح کا نہیں ہوتا۔ لڑکے کا اپنے باپ کو گالی دینا اور بھائی کو گالی دینا کیا برابر کا جرم ہے؟ اور ایک طرح کی سزا کا حامل ہے؟ شاگرد کا ہم مکتب کو گالی دینا اور استاد کو گالی دینا برابر نہیں ہر شخص جانتا ہے کہ ہم مکتب بلاشبہ ایک دوسرے سے الجھ پڑے تو اچھا نہیں قابل اصلاح جرم ہے مگر استاذ کی گستاخی کرنا سخت درجے کی سزا اور اصلاح کا تقاضہ کرتا ہے۔ دھوکہ دہی کے ماہروں نے صحابی کا کسی صحابی سے سخت کلامی کرنا اور دور حاضر کے لوگوں کے گستاخی کرنے کو ایک ترازوں میں تول کر حماقت کا ارتکاب کیا ہے۔ جس طرح شاگرد کا اپنے ہم مکتب سے الجھ پڑنے پر اور استاد کو گالیاں بکنے اور گستاخی کرنے پر ایک طرح کی سزا کا کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا اسی طرح صحابی کا کسی معاملے میں دوسرے صحابی سے سخت کلامی پر وہی سزا (جو انکے سینکڑوں سال بعد کے گستاخوں کو دی جانی روا ہے) دینا ہرگز عقل ونقل سے مطابقت نہیں رکھتا بلکہ فرق مراتب سامنے رکھتے ہوئے گستاخ صحابی کو سزا دینا ہی عقل مندی کا

تقاضہ ہے۔

صحابہ کی آپس میں گفتگو پر آپ ﷺ کا طرز عمل:

ہم گزشتہ اوراق میں واضح کر چکے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ صحابہ کرام کی عزت و تکریم کا اعلان و اظہار فرمایا اور حسب حال بے ادبی کرنے والوں کو سزا بھی دی ہے، چنانچہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ کا کسی معاملہ پر آپس میں الجھاؤ ہو گیا آپ ﷺ نے اس موقعہ پر فرمایا کہ جس نے عمار کو ناراض کیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کیا۔ اہل دل آگاہ ہیں کہ محبوب کا ناراض ہو جانا محب پر کتنا شاق ہوتا ہے اور ناراضگی کتنی سخت درجے کی سزا ہوتی ہے۔ اس معاملے کی اصلاح کیلئے جتنی سزا کی ضرورت تھی اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے تعرض نہیں فرمایا مگر خالد کا کوئی سخت لفظ حضرت عمارؓ سے کہنا اور دور حاضر کے کسی شخص کا ان کو کافر یا مرتد قرار دینا نہ صرف صحابی بلکہ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دینا اور گالی بکنا ہے جس کی سزا سزائے موت بھی ہے۔ اسی طرح سیدنا صدیق اکبرؓ کا کسی صحابی سے سخت باتوں کا تبادلہ ہو گیا۔ چنانچہ صدیق اکبر نے فرمایا کہ تو مجھے ایسی ہی سخت بات کہہ تا کہ دنیا میں ہی بدلہ ہو جائے مگر دوسرے صحابی نہ مانے تو یہ شکایت لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ اتنے ناراض ہوئے کہ چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ اور فرمایا کہ جب میں تمہارے پاس آیا اور میں نے کہا کہ انی رسول اللہ الیکم میں تمہاری طرف رسول اللہ بن کر آیا ہوں تو تم نے کہا کہ جھوٹ، ابوبکرؓ نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا پھر فرمایا: فھل انتم تار کونی صاحبی۔ (مشکوۃ فی المناقب)

بار بار یہ جملے ارشاد فرمائے کہ کیا تم میرے صحابی سے میری وجہ سے درگزر نہیں کر سکتے۔

ارباب علم جانتے ہیں کہ مختلف مواقع پر مناسب طریقوں سے صحابی رسول کی بے ادبی پر اصلاح فرماتے اور مناسب حال سزا دیتے رہے حتیٰ کہ امت کو اپنی تعلیمات کے ذریعے صحابہ کرام کی گستاخی سے منع فرمانے کے ساتھ ساتھ باز نہ آنے والے کی مختلف سزائیں امت کو تعلیم فرما دیں جنکا کچھ نمونہ ہم عرض کر چکے ہیں۔

گستاخی صحابہؓ پر روافض کا غلط نظریہ:

عقل و دانش کا کچھ استعمال کرنے والے تو یقیناً یہ بات جان چکے ہوں گے کہ خلف کا سلف کو برا بھلا کہنا ان کے بارے میں گستاخانہ رویہ اپنانا اور بے ادبی کا ارتکاب کرنا ہم مرتبہ اصحاب رسول ﷺ کے باہمی معاملات جیسا ہرگز نہیں۔ مگر ضد کا علاج کون کرے؟ یار لوگ بس وہی راگنی الاپے جاتے ہیں کہ صحابہ کرام میں اختلاف ہوا سخت باتوں کا تبادلہ ہوا مگر پھر بھی آپ ﷺ نے کسی کو قتل نہ کیا جب عقل کا جنازہ نکل جائے تو ایسی ہی باتیں سوجھتی ہیں ورنہ صحابہ کرام کا آپس میں سخت کلامی کرنا گستاخ صحابہ کی سزا ختم نہیں کرتا ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثال:

انبیاء علیہم السلام کے گستاخ کیلئے سزائے موت سے یار لوگوں کو بھی اختلاف نہیں۔ گویا متفقہ نظریہ یہ ہے کہ انبیاء کی گستاخی کرنے والے کو سزائے موت دی جائے حالانکہ دو نبیوں کا آپس میں اختلاف ہوا بلکہ ایک نبی نے دوسرے نبی کے

بال تک پکڑ لیے۔ داڑھی کے بال پکڑ کر ان پر انتہائی غصہ کا اظہار فرمایا ان ہر دو انبیاء کے اس قصہ کو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لے کر واپس لوٹے تو قوم کی متغیر حالت پر غضبناک ہوئے اور اپنے بھائی اور نبی حضرت ہارون علیہ السلام کے سر اور داڑھی کے بال پکڑ لیے۔ کیا اس واقعہ کی پاداش میں اصحاب تحقیقی دستاویز نبی وقت پر دوسرے نبی سے سختی کرنے کی وجہ سے قتل کا مطالبہ کریں گے؟۔ یا سرے سے گستاخی انبیاء کی شرعی سزا ہی سے منحرف ہو جائیں گے؟ کہ باوجود دونبیوں کے باہمی اختلاف کے کسی کو کسی قسم کی سزا نہیں دی گئی۔ لہٰذا گستاخی انبیاء کی سزا کا کوئی وجود ہی نہیں۔

حق یہ ہے کہ جس طرح انبیاء کرام کا یہ باہمی رویہ گستاخی انبیاء کی شرعی مقرر کردہ سزا کے خلاف گواہی نہیں حالانکہ یہ واقعہ ثابت شدہ حقیقت اور ناقابل انکار واقعہ ہے۔اس کے باوجود گستاخ انبیاء سزا سے نہیں بچ سکتا تو اصحاب رسول ﷺ کے باہمی واقعات کا بعض معاملات پر پیش آجانا بعید نہیں ان معمولی واقعات کی بنا پر یہ کیسے ثابت کیا جاسکتا ہے کہ گستاخی صحابہ کرام کی کوئی شرعی سزا یا سزائے موت نہیں ہے۔

روافض کا دھوکہ اور اکابرین امت کے اصول:

دور حاضر کی طرح ماضی میں بھی خطرناک حد تک روافض نے امت اسلامیہ کو دھوکہ بازی میں مبتلا رکھا ہے۔ تقیہ کے سایہ میں ماضی کا سفر طے کرنے والی رافضی قوم کا جاننا بڑے بڑے اکابر کے بس میں نہ ہو سکا جس کی وجہ سے اصل احوال تک رسائی نہ ہو سکی اور روافض کے بارے میں عمل کے عین مطابق احکامات واضح نہ ہو سکے البتہ ایسے اصول ضرور وضع کر دیئے گئے جن کی روشنی میں کسی بھی حکم کا پتہ چلانا دشوار نہ رہا۔ چنانچہ اکابرین امت کے ارشاد فرمائے ہوئے اصولوں کی روشنی میں تھوڑی سی جستجو سے روافض کے اصل حکم کا پتہ چلایا جاسکتا ہے۔ اہل علم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص کسی خلاف شریعت کام کو شریعت بتلائے تو وہ زندیق ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کافروں کی اقسام بیان فرماتے ہوئے منافقوں کے بعد زندیق کی تعریف میں فرماتے ہیں:

ان منافقوں سے بڑھ کر تیسری قسم والوں کا جرم ہے کہ وہ کافر ہیں مگر اپنے کفر کو اسلام کہتے ہیں۔ خالص کفر لیکن یہ اس کو اسلام کے نام سے پیش کرتے ہیں بلکہ قرآن کریم کی آیات سے، احادیث طیبہ سے ...... اور بزرگان دین کے اقوال سے توڑ موڑ کر اپنے کفر کو اسلام ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو شریعت کی اصطلاح میں "زندیق" کہا جاتا ہے۔

کچھ آگے چل کر زندیق کا حکم لکھتے ہیں:

> اور زندیق جو اپنے کفر کو اسلام ثابت کرنے پر تلا ہوا ہو، اس کا معاملہ مرتد سے بھی زیادہ سنگین ہے۔ امام شافعی اللہ علیہ اور مشہور روایت میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا حکم بھی مرتد کا ہے۔ یعنی اس کو موقع دیا جا۔ توبہ کرلے، اگر تین دن میں اس نے توبہ کرلی تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا، اور اگر اس نے توبہ نہ کی تو وہ بھی واجب

ہے۔ پس ان حضرات کے نزدیک تو مرتد اور زندیق دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''لا اقبل توبۃ الزندیق'' میں زندیق کی توبہ نہیں قبول کروں گا اس پر سزائے موت لازماً جاری کی جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کے بارے میں اگر پتہ چل جائے کہ یہ زندیق ہے۔ اپنے کفر کو اسلام ثابت کرتا ہے اور پکڑا جائے۔ پھر کہے کہ جی! میں توبہ کرتا ہوں، آئندہ میں ایسی حرکت نہیں کروں گا تو اس کی توبہ کا قبول کرنا نہ کرنا اللہ کا کام ہے۔ ہم تو اس پر قانونِ سزا نافذ کریں گے۔ اس کے وجود کو باقی نہیں رکھیں گے جیسے زنا کی سزا توبہ سے معاف نہیں ہوتی۔ بہر حال اس پر سزا جاری کی جاتی ہے، چاہے آدمی توبہ ہی کر لے، یا جیسا کہ چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا ملتی ہے اور یہ سزا توبہ سے معاف نہیں ہوتی۔ کوئی شخص چوری کرنے اور پکڑے جانے کے بعد توبہ کر لے تب بھی اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زندیق واجب القتل ہے اور گرفتاری کے بعد اس کی توبہ قبول نہ کی جائے گی۔ لیکن اگر کوئی زندیق ازخود آ کر توبہ کر لے۔ مثلاً کسی کو پتہ نہ تھا کہ یہ زندیق ہے۔ اسی نے خود ہی اپنے زندقہ کا اظہار کیا اور اس نے توبہ بھی کی تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ اسی طرح اگر یہ تو معلوم تھا کہ یہ زندیق ہے مگر اس کو گرفتار نہیں کیا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہدایت دے دی اور وہ اپنے آپ آ کر تائب ہو گیا اور اپنے زندقہ سے توبہ کر لی۔ جی! میں (رافضیت (راقم)) سے توبہ کرتا ہوں تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور اس پر سزائے ارتداد جاری نہیں کی جائے گی لیکن اگر گرفتاری کے بعد توبہ کرتا ہے تو توبہ قبول نہیں کی جائے گی چاہے سو دفعہ توبہ کرے۔ انتہیٰ

(قادیانی اور دوسرے کافروں کے درمیان فرق، ناشر مرکز سراجیہ لاہور ص ۴-۶)

دوسرا شبہ اور صدیقہ کائناتؓ پر زبان درازی:

اہل اسلام نے قیام امن کیلئے مذہبی منافرت پیدا کرنے والوں کے خلاف جو پرامن اقدام کیا وہ آئینی جدوجہد کے ذریعے قانون سازی کروا کر برائی کی راہ روکنا تھا چنانچہ اس ضمن میں شرعی حدود و قیود میں کاربند رہتے ہوئے صدیقہ کائناتؓ پر تبرابازی کے انسداد کیلئے یہ مطالبہ پیش کیا گیا کہ

جو مسلمان حضرت عائشہؓ کو برے اعمال یا افعال کا ذمہ دار گردانتا ہے ان کے ایمان کا منکر ہے انکو غیر مومنہ تصور کرتا اور حد کا سزاوار جانتا ہے اسے مرتد قرار دیکر سزائے موت دی جائے۔

اس خالص شرعی مطالبہ پر بھی رافضیت کی زبان دراز ہونے سے نہیں چوک سکی چنانچہ قارئین تحقیقی دستاویز جانتے ہیں کہ پیغمبر اسلام کی عزت و آبرو پر اس طرح بے دردی کے ساتھ رشدی وقت کیچڑ اچھالتا ہے۔ اور حقائق کو مسخ کرنے کی ایسی ناروا کوشش جاری رکھی گئی ہے ایرانی ایوارڈ یافتہ سلمان رشدی بھی اس طرح سے تعدی پر نہیں اُترا چنانچہ مذکورہ بالا مطالبہ پر اصحاب تحقیقی دستاویز کا کہنا یہ ہے کہ:

''یہ تکرار کہ امہات المومنین کی شان میں گستاخی اور ان سے غلط روایات منسوب کرنے والا بھی سزائے موت کا مستحق اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ناقابل فہم اور غیر ضروری ہے۔'' (ص ۹۵)

ارباب اختیار متوجہ ہوں:

رافضی قلم اس عبارت سے یہ کہنا چاہتا ہے کہ۔

1- امہات المومنین کی شان میں گستاخی جائز ہے۔

2- غلط روایات کے سہارے ازواج پیغمبر ﷺ پر طعن کرنا نا قابل سزا ہے۔

3- گستاخی یا غلط روایات کے سہارے تبرا کرنے والے کی کوئی سزا نہیں ہے۔

جبکہ گستاخی امہات المؤمنین کی مبینہ سزا ایسا نظریہ ہے عام و خاص میں سے کوئی بھی س کا انکار نہیں کر سکتا۔ چند مختصر سی گزارشات اس سلسلے کی ملاحظہ فرمائیں کہ کیا قرآن پاک وفرامین رحمۃ للعالمین ﷺ میں بھی روافض کی یہ ہفوات کچھ قابل سماعت ہو سکتی ہیں؟

1- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''نبی ﷺ مومنین کے ساتھ خود انکے نفس سے بھی زیادہ لگاؤ رکھتے ہیں اور اس کی ازواج ان کی مائیں ہیں۔''

(الاحزاب آیت نمبر ۶)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

ازواج مطہرات کو امت کی مائیں فرمانے سے مراد تعظیم وتکریم کے اعتبار سے ماں ہونا ہے۔

مسئلہ: آیت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ ازواج مطہرات میں سے کسی کی شان میں کوئی ادنیٰ سی بے ادبی اس لئے بھی حرام ہے کہ وہ امت کی مائیں ہیں اور اس لئے بھی کہ ان کی ایذا سے رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچے گی جو اشد حرام ہے۔

(معارف القرآن ج ۷ ص ۸۷، ۸۸)

اس سورة میں منافقین کی طرف سے جو ایذائیں آپ ﷺ کو پہنچی اکثر انہی کا ذکر ہے ان میں ازواج مطہرات کے بارے مین منافقین کا شاطرانہ طرز عمل بھی تھا جس کے ذریعے وہ آپ ﷺ کو ایذا پہنچاتے تھے۔ اس آیت میں واضح فرما دیا گیا ہے کہ

1- ازواج پیغمبر تمہارے لئے مقام ادب میں ماں ہیں۔ اور ماں کی گستاخی کو جائز قرار دینا کسی کا مذہب بھی نہیں مگر یار لوگ اسے جائز قرار دینے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

2- کسی کی بیوی کو گالی دینا بیوی والے کی غیرت کو للکارنا ہے۔ آپ ﷺ نے جن چند گستاخان رسول کو غلاف کعبہ میں بھی پناہ نہ دی اور نا قابل معافی جرم قرار دے کر سزائے موت دینے کا اعلان فرمایا ان میں اکثر وہ تھے جو ازواج رسول کے بارے میں زبان درازی کرتے تھے۔

3- ماں اور وہ بھی پیغمبر اسلام کی عزت جن پر جھوٹی روایات کے سہارے جھوٹے الزامات عائد کرنا کیونکر قابل سزا نہ ہوگا حالانکہ اس میں ایذائے پیغمبر بھی ہے اور ماں کی گستاخی بھی۔

اس قرآنی حکم کی روشنی میں اندازہ فرمایئے کہ رافضی کس قدر ظالمانہ اقدام کر کے مسلمانوں کی ماں اور پیغمبر اسلام کی عزت وآبرو پر زبان درازی کر کے ملت اسلامیہ کے جذبات پر جارحانہ حملہ کر رہا ہے اور وحدت واتحاد و اعتماد کی فضا کو کس قدر پارہ پارہ کر رہا ہے۔

2- ''اور حلال نہیں تجھ کو عورتیں اس کے بعد اور یہ کہ ان کے بدلے کرے اور عورتیں اگرچہ خوش لگے تجھے ان کی صورت۔'' (احزاب آیت نمبر ۵۲)

یعنی جو بیویاں آپ ﷺ کے عقد میں ہیں ان کے علاوہ یا ان میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ کسی دوسری بیوی سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں۔ حضرت انسؓ کی روایت بیہقی میں اور روح المعانی میں نیز حضرت ابن عباسؓ، حضرت عکرمہؓ وغیرہ حضرات سے اس آیت کی یہی تفسیر منقول ہے۔ (ملخص معارف القرآن ص ۱۹۵ ج ۷)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی بیویوں کی مدح وتوصیف کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کو ان پر اکتفا کرنے کا حکم دیا۔ تو کیا اللہ تعالیٰ ایسی بیویوں پر اکتفاء کرنے کا حکم دے رہے ہیں جن کا معاذ اللہ اتنا بھی مقام نہیں کہ وہ لوگوں کے توہین آمیز رویہ سے محفوظ رہ سکیں۔ حق یہ ہے کہ قرآن پاک کا یہ حکم واضح کر رہا ہے کہ ازواج مطہرات کا عنداللہ مقام بہت بلند ہے جن کی اہانت یا من گھڑت قصے کہانیوں سے ان کی شان میں گستاخی کرنا یقیناً غضب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔

3- سورۃ نور کی آیت نمبر 11 سے 27 تک کی آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے سیدہ کی برات کا اعلان فرمایا جو لوگ سیدہ کی گستاخی کا ارتکاب کریں گے کیا ان قرآن کی آیات کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر نہ ہونگے؟ حالانکہ قرآن پاک کی کسی ایک آیت کا انکار کرنے والا کافر ہے اور کیا جھوٹی روایات کے سہارے ان مقدس ہستیوں کی اہانت کرنے والا سزا کا حقدار نہ ہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ نور کی آیت نمبر 19 میں صاف اعلان فرمایا ہے کہ

''ایسے لوگوں کیلئے (جو برائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں) دردناک عذاب ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔''

4- آپ ﷺ کا آخری ایام میں سیدہ کے گھر میں قیام فرما ہونا باقی ازواج سے اجازت لے لینا، سیدہ کے باری والے دن دنیا سے رحلت فرمانا سیدہ کا چبایا ہوا مسواک بالکل آخری آخری اوقات میں اپنے منہ مبارک میں ڈال لینا۔ آپ ﷺ کا سیدہ کے حجرہ میں رحلت فرمانا۔ تا قیامت سیدہ کے حجرہ ہی میں آرام فرما ہونا آپ ﷺ کا اس حجرہ کو قطعہ جنت ارشاد فرمانا ارباب علم کے نزدیک ثابت شدہ واقعات اور ناقابل انکار حقائق ہیں کیا ایسی عظیم المرتبت زوجہ رسول کی گستاخی کوئی اتنا ارزاں فعل ہوگا کہ جو ناقابل سزا ہو۔ بلا شبہ یہ کسی پاگل شخص کی بڑ ہو سکتی ہے حقیقت بالکل نہیں۔ ان مذکورہ گزارشات کو سامنے رکھ کر تحقیقی دستاویز کے بیان کو ملاحظہ فرمایئے جنکا یہ کہنا ہے کہ ازواج مطہرات کے گستاخ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا ناقابل فہم اور غیر ضروری ہے۔ (صفحہ ۹۶) قابل یا ناقابل کا اطلاق تو وہاں ہوتا ہے جہاں فہم بھی ہو اور جہاں سرے سے فہم کو ہی موت کے گھاٹ اتار کر دھوم دھام سے اس کا جنازہ ہی نکال دیا ہو وہاں قابل ناقابل کا کیا سوال۔ ورنہ اتنی بات تو عامی شخص بھی جانتا ہے کہ کسی کی بیوی پر زبان

درازی کرنا براہ راست اس شخص کی عزت پر حملہ کرنا متصور ہوتا ہے جس کی سخت سزا تجویز کی جاتی ہے۔ مگر یار لوگ پیغمبر اسلام کی ازواج (جبکہ ان کو ماں کا مرتبہ بھی حاصل ہے اور ان کے علاوہ دیگر خواتین سے نکاح کرنا بھی من جانب اللہ روکا جا چکا ہے انکی وجہ سے احکام شرح میں نرمی کا معاملہ بصورت تیمم رب ذوالجلال کی طرف سے نازل ہو چکا ہے) کی گستاخی کو بھی جائز بنانے اور اپنی ماؤں کو بکنے والوں کیلئے اسلام کا تمغہ تلاش کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

تحقیقی دستاویز کے مجہول الزامات:

دوسرے شبہ کے ضمن میں اپنی روائتی تلبیس اور ضمیر میں پوشیدہ کیفیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ الزام عائد کرنا کہ سورۃ تحریم کی آیت نمبر 4 ان تتوبا الی اللّٰہ میں ان سے ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ (ص94) حالانکہ یہ بات محض ان لوگوں کا فریب ومکر ہے ملاحظہ فرمایئے

ترجمہ میں تلبیس:

سورۃ تحریم کی مذکورہ آیت کا ترجمہ یوں لکھا ہے:

''(اے نبی کی) دونوں بیبیو اگر تم اللہ سے توبہ کرو (تو بہتر ہے) کیوں کہ بیشک تمہارے دل ٹیڑھے ہو گئے۔''

(التحریم آیت 94، شیعہ دستاویز ص 94)

حقیقت یہ ہے کہ صغت کا وہ معنی نہیں'' جو مخالفین اسلام نے کیا ہے اس کی لغوی تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔ صغت صغو سے ہے جس کا معنی ہے میلان کسی چیز سے میلان ہو تو عربی لغت میں اس مفہوم کو ادا کرنے کیلئے حسب ذیل الفاظ استعمال کئے جا سکتے ہیں:

''زیغ، ادعوا، تنحو، انحراف۔''

اور اگر کسی شے کی طرف میلان ہو تو یہ الفاظ بولے جا سکتے ہیں:

''انابت، فی، التفات، توبته، صغو۔''

لغت کی مشہور کتاب المنجد میں مرقوم ہے:

صغا یصغو، و یصغیٰ مائل ھونا۔ الخ (المنجد ص 567)

صغوہ معك۔	اس کا میلان تیرے ساتھ ہے۔
اصغیت الی ندان۔	تو نے اس کی طرف میلان کیا۔
الصبی یعلم بمصغی خدہ۔	لڑکا رخسار کے مائل کرنے سے معلوم کیا جاتا ہے۔
کان یصغی لھا الاناء۔	آپ ﷺ نے بلی کیلئے برتن کو نیچے مائل کر دیا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ اس لفظ کے معنی ٹیڑھا ہونا نہیں بلکہ مائل ہونے کے ہیں۔ مزید یہ کہ یہاں ''ان تتو با الی اللّٰہ'' شرط

ہے اور ''فقد صغت قلوبکما'' اسکی جزا ہے۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ اگر تم دونوں بیبیاں خدا کی طرف رجوع کر دتو بس تمہارے دل خدا کی طرف مائل ہو چکے ہیں۔

لہٰذا اس معنی کی روشنی میں ہرذی عقل جان سکتا ہے کہ نہ تو اللہ تعالی کی ان دونوں خدا ترس بیویوں سے ناراضگی کا کوئی اظہار ہے اور نہ ہی وہ معانی ہیں جو یارلوگوں نے کشید کر کے گمراہی کی منزلیں طے کی ہیں۔

2- بالفرض والمحال اگر وہی معانی مراد ہیں جو مخالفین اسلام کرتے ہیں تو پھر دوصورتوں سے خالی نہیں یا مائل الی التوبہ کرنے کیلئے یہ فرمایا ہے یا معاذ اللہ شقاوت قلبی کے اظہار کیلئے۔ اگر اس صفت کے اظہار سے توبہ کی ترغیب ہے اور انہوں نے توبہ کر لی تو حدیث پاک کا فرمودہ حکم یہ ہے کہ

التائب من ذنب کمن لا ذنب لہ۔ (زادالطالبین)

گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ اور اگر دوسرا مطلب قساوت قلب، کفر وشرک' مراد ہے تو پھر آپ ﷺ نے طلاق کیوں نہ دی حالانکہ قرآن میں مشرکہ سے نکاح کو حرام بتایا گیا ہے۔ (البقرہ پ۲)

لہٰذا بحوالہ بخاری حضرت عمرؓ کا حضرت ابن عباسؓ کو یہ جواب دینا کہ ''صغت قلوبکما'' سے مراد صدیقہؓ وحفصہؓ ہیں۔ یہ ازواج مطہراتؓ کی عزت وتوقیر میں کچھ کمی کرنے کا باعث نہیں اس حدیث پاک کی بنا پر اعتراض کرنا اور حدیث مین ذکر کردہ قرآنی آیت کا من گھڑت ترجمہ کر کے دھوکہ دینا محض اپنا اعمال نامے کی سیاہی میں کچھ مزید اضافہ کرنا ہے۔ ورنہ وہی ابن عباسؓ جنہوں نے حضرت عمرؓ سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا تھا اور جو ہاشمی خاندان کے چشم و چراغ، حیدر کرارؓ کے چچا زاد بھائی ہیں ان کے صدیقہ کائناتؓ کے بارے وہ خیالات نہیں جو روافض نے اپنائے ہوئے ہیں۔ صدیقہ طیبہؓ کے مرض الوفات میں حضرت ابن عباسؓ عیادت کیلئے تشریف لائے حاضری کی اجازت ملنے پر حضرت ابن عباسؓ اندر تشریف فرما ہوئے دوران گفتگو سیدہ کو تسلی دیتے ہوئے یوں فرمایا۔

اللہ کی قسم مین نے رسول اللہ ﷺ سے سنا وہ یہ فرماتے ہیں کہ عائشہ میری جنت میں بیوی ہے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا نبی کریم ﷺ اپنے اللہ کے ہاں اس بات سے بلند ہیں کہ جہنم کے پارہ آتش کو انکی زوجیت میں دیا جائے یہ سن کر سیدہ نے فرمایا آپ نے میری پریشانی کو زائل کر دیا اللہ تعالیٰ تمہاری تکلیفوں کو دور فرمائے۔

(جامع مسانید الامام الاعظم :الباب الثالث فی الایمان الفصل الرابع فی الفضائل ج 1 ص 215 طبع دائرہ المعارف دکن، مسند الامام ابوحنیفہ عند الاختتام باب الفضائل والشمائل ص 179)

درج بالا ابن عباسؓ کے ارشاد مبارک سے جہاں ہاشمی خاندان کے سیدہ سے محبت ومودت حسن سلوک اور خیر خواہی کا پتہ چلتا ہے وہاں یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ قرآنی آیت وحدیث پاک کا جو مطلب رافضی دماغ نے تراشا ہے صدیقہ کائنات کی ذات اس مفہوم ومطلب سے مکمل بری اور پاک ہیں نہ ہی وہ مطلب صحابہ کرامؓ نے سمجھا اور نہ ارباب علم و دانش نے۔ اگر وہی مفہوم جو رافضی قوم کا خانہ ساز تراشیدہ ہے۔ ابن عباسؓ کے ہاں بھی معتبر ہوتا تو مذکورہ بالا ارشاد نہ

فرماتے اور وہ بھی آخری ایام میں کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ابن عباسؓ نے اپنی یہ بات بہت پہلے فرمائی تھی بعد میں ان کے خیالات تبدیل ہو گئے تھے مگر اب ایسی کسی تاویل کا دروازہ بھی مکمل طور پر بند ہو گیا۔

2- واقعہ مغافیر جس کا بیان سورۃ تحریم کی ابتدائی آیت میں ہے کہ آپ کی ازواج میں سے بعض نے ایک بیوی کے پاس شہد نوش فرمانے کی وجہ سے زیادہ قیام کو روکنے کی تدبیر میں یوں کہا کہ آپ نے مغافیر پیا ہے۔ اس واقعہ کو یار لوگ اپنی خاص تعصب والی عینک چڑھا کر بصورت گستاخی دیکھتے ہیں۔ مگر اہل دانش اس واقعہ کے پس منظر میں دونوں اطراف سے انتہائی محبت و پیار کے بحر بے کراں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

صحیح بخاری وغیرہ میں سیدہ عائشہؓ کی زبانی یہ واقعہ منقول ہے فرماتی ہیں آپ ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ عصر کے بعد اپنی ازواج کے پاس کھڑے کھڑے احوال دریافت فرماتے تھے۔ ایک روز حضرت زینبؓ کے پاس آپ ﷺ کا قیام کچھ طویل ہو گیا۔ فرماتی ہیں مجھے اس پر رشک آیا اور میں نے حضرت حفصہؓ سے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی آپ ﷺ تشریف لائیں تو عرض کرنا کہ آپ نے مغافیر نوش فرمایا ہے۔ الخ۔ چنانچہ ایسا ہی کہا گیا تو آپ ﷺ نے قسم کھالی کہ شہد نہیں پیوں گا۔

ارباب علم توجہ فرمائیں سیدہ کا یہ عمل محض انتہائی محبت اور آپ کا انتہائی قرب حاصل کرنے کیلئے تھا کہ آپ کی نظر عنایت ہمیں زیادہ نصیب ہو ہمارے ہاں طویل قیام، زیادہ محبت، نظر عنایت اور شفقت کا زیادہ مظاہرہ فرمایا جائے۔ گویا اپنے محبوب ﷺ کا زیادہ قرب و محبت اور زیادہ سے زیادہ محبوب کی خدمت میں حاضر رہنے کی ایک تدبیر تھی یہ تمام باتیں آپ ﷺ سے جس کمال محبت اور انتہائی رغبت کا پتہ دیتی ہیں وہ عقل و دانش رکھنے والوں سے بالکل مخفی نہیں۔ یہ تو تھی سیدہ عائشہؓ کی آپ سے کمال محبت کی دلیل اب دوسری سمت ملاحظہ فرمایئے۔ آپ ﷺ نے یہ بات سنی تو فرمایا کہ میں قسم اٹھاتا ہوں شہد نہ پیوں گا۔ جس سے محبت انتہاء درجے کی ہو اس کی کوئی بات ٹال دینا مشکل ہوتا ہے بلاشبہ بیویاں اور ازواج تو دوسری بھی تھیں مگر جو محبت آپ ﷺ کو سیدہ صدیقہؓ سے تھی اس کی ایک جھلک اس واقعہ میں ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہے کہ پیاری بیوی نے کہا اور آپ ﷺ نے فوراً قسم اٹھا کر فرما دیا کہ شہد نہ پیئوں گا۔ کرہ ارض پر اس طرح کی کمال محبت پر کوئی مثال پیش کرنا کسی کے بس میں نہیں۔

گویا سیدہ صدیقہؓ کا عرض کرنا بھی محض انتہائی محبت اور توجہ حاصل کرنے کیلئے تھا اور آپ ﷺ کا شہد نہ استعمال کرنے کی قسم اٹھانا بھی صدیقہ کائنات سے انتہائی محبت کیلئے تھا۔ جسے تعصب کی خوردبین گستاخی اور بے ادبی قرار دے رہی ہے۔

ان گزارشات کے بعد اب ذرا قرآن پاک کی اس آیت کو بھی ملاحظہ فرمائیں جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو خطاب فرمایا ہے۔ اگرچہ اس قصہ میں دونوں اطراف سے محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا مگر آپ ﷺ نے ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو خطاب فرمایا جس کے الفاظ ہیں۔ (یا ایھا النبی) اے نبی اس خطاب میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اظہار محبت کا مفہوم موجود ہے ''نبی'' تکریم و تعظیم کا منصب ہے جو صرف محبوب کو ملتا ہے گویا

اس حلال کو حرام کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو آگاہ فرمایا ہے مگر اظہار غضب و جلال کا طریقہ اختیار نہیں فرمایا بلکہ پوری تکریم سے مخاطب بنا کر فرمایا۔ کیا آپ نے حرام کیا اس چیز کو جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال کیا ہے۔

محبت ازواج کی خدائی شہادت:

آپ ﷺ نے شہد نہ استعمال فرمانے کی جو قسم اٹھائی اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے ازاواج کی رضا جوئی کیلئے (اس شہید کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے) یہ مرضاۃ ازواجك کا لفظ اس کی کھلی شہادت اور گواہی ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی ازواج بالخصوص سیدہ صدیقہؓ سے بے انتہا محبت تھی کہ ان کی کسی بات کا ٹال دینا جذبہ محبت کے خلاف جانا جاتا تھا۔ اب ہمارے قارئین کرام غور فرمائیں کہ ازواج نبی کا یہ فعل بھی محبت پر مبنی تھا اور آپ ﷺ کا قسم کھانا بھی محبت ورضا جوئی کے حصول پر مبنی تھا اور اللہ تعالیٰ کی شہادت بھی اسی پر ہے کہ آپ نے یہ کام ازواج کی محبت و رضاء جوئی کے لیے کیا اور یہ مسئلہ بتانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو پیار بھرے لقب سے مخاطب فرما کر اظہارِ محبت فرمایا۔ تو متعصب رافضی قلم کار کو یہ محبت گستاخی کی شکل وصورت میں کیسے نظر آنے لگی؟ حق یہ ہے کہ نہ یہ گستاخی اور بے ادبی ہے نہ اس طرح کا کوئی پہلو یہاں سے نکلتا ہے فقط متعصب قلم کی یہ کارستانی ہے جس کا اظہار تحقیقی دستاویز کے اوراق میں بکھرا پڑا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے درگزر:

البتہ یہ بات لائق التفات ہے کہ حلال کو حرام کرنا نادرست ہے اور یہ سب کچھ ازواج مطہرات کی وجہ سے ہوا۔ مگر یہ بات بھی ابروئے رسول ازواج مطہرات کیلئے سوئے ظن کو لانے والی نہیں کہ شہد کو حرام اللہ کے رسول نے کیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول کو بڑے محبت بھرے انداز میں حقیقت حال سے آگاہ فرما دیا۔ نہ تو اپنے رسول سے ناراضگی کا کوئی لفظ بولا اور نہ ہی رسول اللہ کی ازواج مطہرات کے بارے میں ناراضگی کا اظہار فرمایا بلکہ اس پر مستزاد یہ کہ اپنے نبی کو خطاب کیا تو پیار بھرے لہجے میں۔ یا ایھا النبی کے ساتھ اور مرضاۃ ازواجك میں ازواج کا محبت بھرے لہجے میں تذکرہ کیا تو ساتھ ہی فرما دیا واللّٰہ غفور رحیم۔ جس میں ہے کہ ازواج مطہرات سے محبت کے حصول کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے ایسی بات کہی جو خلاف حقیقت تھی۔ اللہ پاک نے آخری جملہ ارشاد فرما کر اسکی معافی و درگزر کا صاف اعلان فرمایا دیا۔ اب جس کا معاملہ تھا یعنی جس کے حلال کو حرام کرنے کا معاملہ درپیش تھا اس نے نہ تو رسول سے ناراضگی کا اظہار فرمایا بلکہ محبت ومودت کے الفاظ ہی بولے اور نہ ازواج نبی ﷺ کے بارے میں کوئی ایسی بات فرمائی جو ان سے ناراضگی پر دلالت کرے بلکہ الٹا ''غفور رحیم'' کی صفت کا اعلان فرما کر ان سے بھی اپنی محبت وعفو کو جتلا دیا۔

تو کسی رافضی کو پھر یہ حق کس نے دیا کہ وہ میاں بیوی کی گھریلو محبوبانہ زندگی میں اپنے فاسد خیالات کے ذریعے جوئیں نکالے۔

3-سیدہ پر تیسرا اعتراض اور اس کا جواب

تیسرا اعتراض چند شقوں پر مبنی ہے:

1- حضرت علیؓ سے آمادہ جنگ ہوئیں۔
2- قرن فی بیوتکن میں گھر کے اندر رہنا ضروری تھا آپؓ گھر سے کیوں نکلیں؟
3- یہ آیت پڑھتی تو بہت روتی تھیں۔

سیدہ عائشہؓ کے خلاف یہ باتیں بھی محض عامۃ الناس کو ورغلانے کا حربہ اور جذبہ دجل کو تسکین دینے کا سامان ہے ورنہ یہ کہنا کہ سیدہ حیدر کرارؓ سے آمادہ جنگ ہوئیں۔ یہ جہالت کی کرشمہ سازی ہے حقیقت یہ ہے کہ سیدہ مکہ معظمہ حج پر تشریف لے گئیں تھیں سبائی پارٹی کے غنڈوں نے خلیفہ وقت کو مدینہ منورہ میں شہید کر دیا یہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا جس سے ملت اسلامیہ کی امی متاثر نہ ہوتیں۔ صدیقہ طیبہ بحیثیت زوجہ رسول ﷺ مومنین کی ماں کا درجہ رکھتی تھیں ان کیلئے حضرت عثمانؓ بھی ان کی آنکھ کا نور اور حیدر کرارؓ بھی آنکھ کی روشنی تھی۔ انہیں خطرہ لاحق ہوا کہ ایک بیٹا تو شہید کر دیا گیا ہے خدانخواستہ اگر دشمنوں کا سراغ نہ لگایا گیا اور سزا نہ دی گئی تو وہ منہ زور ہو کر دوسرے بچوں پر بھی ہاتھ اٹھائیں گے، لہٰذا اصلاح احوال کیلئے امی اپنے بیٹے کو ملنے چل پڑیں آپ کے ساتھ کافی لوگ شریک ہو گئے جب آپ جمل نامی جگہ پہنچی تو قاتلین عثمان کے پیٹ میں مروڑ اٹھنا شروع ہوا چونکہ جلد بازی میں وہ حضرت علیؓ کی بیعت کر چکے تھے اس لئے انہوں نے حضرت علیؓ کو مشورہ دیا کہ حضرت عائشہؓ آپ پر حملہ آور ہونا چاہتی ہیں لہٰذا آپ ہمیں منع نہ کریں ہم ان کے مقابلہ میں جمع ہونا چاہتے ہیں اگر انہوں نے حملہ کیا تو ہم جواب دیں گے ورنہ ہم حملہ نہیں کریں گے چنانچہ طوعاً وکرہاً آپؓ نے اجازت دے دی۔ ادھر حضرت عائشہؓ نے ایک قاصد بھیج کر اطلاع دی کہ اے علیؓ نہ تو میں تیری مخالف ہوں اور نہ معاند۔ حقیقت یہ ہے کہ میرا جلدی لوٹنا محض قاتلوں اور غنڈوں کی تلاش کیلئے ہے امید ہے آپ اس میں میری معاونت فرمائیں گے۔ قاصد کا پہنچنا تھا کہ حضرت علیؓ کے چہرے سے اطمینان کے اثرات نمودار ہونے لگے۔ آپ نے فرمایا آپ صرف آنے والی رات تک صبر کریں کل انشاء اللہ تحقیق کر کے قاتلوں کو شریعت کے مطابق سزا دی جائے گی۔ قاصد واپس لوٹا تو سبائی پارٹی نے جاسوسوں کے ذریعے حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے باہمی مشورے کی اطلاع پا کر مشورہ کیا کہ آدھی رات کے وقت امیر المؤمنین کو بتائے بغیر دونوں فوجوں پر بلوا کر دیا جائے تاکہ اگر ہم نہ رہیں تو وہ بھی نہ رہیں۔ چنانچہ جب رات ہوئی تو غنڈوں نے حملہ کر دیا سیدنا حضرت علیؓ نے سمجھا کہ سیدہ کی فوج کا قصور ہے اور سیدہ عائشہ الصدیقہ کے ساتھ جو لوگ تھے انہوں نے خیال کیا کہ حضرت علیؓ کی فوج کا قصور ہے۔ اِس غلط فہمی سے یہ حادثہ رونما ہوا۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ (تاریخ اسلام از معین الدین ندوی)

مذکورہ بالا قصے کو توڑ مروڑ کر دشمنی کا رنگ دیا جاتا ہے حالانکہ ماں ہونے کے ناطے ان کا فرض تھا کہ وہ لڑائی کا دروازہ روکنے کی کوشش فرمائیں۔ اس کے لیے وہ حضرت علی المرتضیٰ کے پاس تشریف لے گئیں تھیں۔ مگر روافض کا بھانڈہ النا ہی رہتا ہے۔ وہ اصلاح کی کوشش کو جنگ کرنا قرار دیتے ہیں حالانکہ ام المؤمنینؓ نہ اِس غرض سے تشریف لے گئیں تھیں نہ ان کا یہ ارادہ تھا۔ یہ کارستانی ان دشمنانِ اسلام کی تھی جو ابن سبا یہودی کے پالے پڑھائے لوگ تھے جن کا دعویٰ اہل بیت سے تولیٰ اور صحابہ کرام پر تبرا تھا۔

2- ''قرن في بيوتكن'' کی آیت پڑھ کر حضرت عائشۃ الصدیقہؓ کے رونے والا جو واقعہ بیان کیا نامعلوم اس سے روافض کا نمائندہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ اگر یہ کہنا چاہتا ہے کہ سیدہ صدیقہؓ کا رونا اس لئے تھا کہ وہ گھر سے نکل کر بصرہ کیوں گئیں تو اول اس آیت کا گھر سے نکل کر شرعی عوارض پورے کرنے سے ممانعت کا تعلق ہی نہیں کہ آپ کے زمانہ میں اور بعد کے زمانہ میں سمیت سیدہ صدیقہؓ کے تمام ازواج کا حج وغیرہ کیلئے نکلنا بالکل معروف اور ناقابل انکار حقیقت ہے۔ حج کی طرح اصلاح اور قتال کی راہ بند کرنے کیلئے نکلنا بھی ممنوع نہیں اور گھر سے جس نکلنے کو منع کیا گیا ہے اس کو ''تبرجن'' والے اگلے الفاظ میں واضح کر دیا گیا ہے کہ بے حجاب و تبرج جاہلیت اختیار کرتے ہوئے نکلنا ممنوع ہے۔ ثانیاً اگر گھر سے اصلاح احوال یا تحفظ حقوق کیلئے نکلنا منع ہے تو یہ بات عندالروافض ثابت ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ گھر سے نکلیں اور جا کر دربار صدیقی میں فدک کا مطالبہ کیا بلکہ انتہائی بے ادبی کا مظاہر کرتے ہوا احتجاج طبری کے ص 53 وغیرہ پر تو یہاں تک لکھا گیا ہے کہ

''جب رات کا وقت ہوا تو فاطمہ گدھے پر سوار ہوئیں اور اپنے دونوں بیٹوں حسن وحسینؓ کو بازؤں سے پکڑا پس نہیں چھوڑا بدری مہاجرین وانصار میں سے کسی کے گھر کو مگر یہ کہ تشریف لے گئیں ان کے گھر اور ان کے سامنے اپنے حق کا ذکر کیا اور اپنی مدد کیلئے ان کو پکارا ان سب میں سے کسی نے بھی ان کی بات کو قبول نہ کیا سوائے 44 مردوں کے۔''

احتجاج طبری کے مذکورہ صفحات پر اس سے ملتے جلتے کئی الفاظ کو درج کیا گیا ہے۔ اسی طرح جلاء العیون ص 138 و ص 130 پر فارسی میں اس طرح کا تذکرہ موجود ہے تو کیا ''قرن في بيوتكن'' کے اس حکم سے سیدہ فاطمۃ الزہراؓ مستثنیٰ ہیں؟ کہ ان کو تو اجازت ہے مگر کسی دوسری خاتون کو اجازت نہیں کہ وہ شرعی ضروریات کیلئے گھر سے باہر قدم بھی رکھیں۔ قارئین کرام آپ ہی انصاف کیجئے ایک طرف تو سیدہ صدیقہؓ کا اپنے بیٹوں کی حفاظت کیلئے اور اصلاح احوال کی غرض سے سفر پر زبان درازی اور دوسری طرف سیدہ کائنات بنت رسول اللہ فاطمۃ الزاہراؓ کو چند فانی ٹکوں کی خاطر گدھے پر سوار کر کے مہاجرین وانصار کے گھروں پر اور مدینہ کے در در پر حاضر ہونا بتاتے ہیں۔ افسوس خاندان خاتم الانبیاء پر ستم کرنے والوں سے آج کوئی پوچھنے والا نہیں کہ کس طرح وہ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ پر الزام دھرتے ہیں اور بہتان لگاتے ہیں؟ اور اگر ایسے ظالمانہ اقدام کے انسداد کیلئے کوئی قانون سازی کی صدا بلند کرے تو وہ مجرم اور ناقابل معافی سزا کا حق دار قرار دیا جاتا ہے۔

رونے کے اسباب ایک جیسے نہیں

پھر رونا بذات خود انابت الی اللہ کی علامت ہے جو محمود ہے نا کہ باعث عار ہر عام وخاص جانتا ہے کہ رونا ہمیشہ اس لئے ہی نہیں ہوتا کہ کوئی گناہ ہوا اور اس پر ندامت کے ساتھ آنسو بہائے جائیں بلکہ مقرب ومحبوب لوگوں کا رونا شوق ملاقات اور بلندی درجات کیلئے بھی ہوتا ہے ورنہ آپ ﷺ کے بارے میں کیا کہا جائے گا جن کا بارگاہ عالی میں آنسو بہانا بلا انکار معروف ومشہور ہے۔ اور اگر بالفرض ضد کی عادی قوم اسی پر ہی مصر ہو کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا رونا اس لئے تھا کہ انہیں

اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا کہ کاش میں بصرہ نہ گئی ہوتی تو بھی یہ بات حضرت عائشہؓ کے لیے باعث عزت ہے اس لیے کہ اول غلطی کا احساس اور اس پر آنسو بہانا ہی عنداللہ معافی کی صاف ستھری دلیل ہے اور ''التائب من ذنب کمن لا ذنب له''۔ (مشکوٰۃ) کے اصول پر اس گناہ کو جو معاف ہو چکا'' گناہ شمار کرنا بذات خود گناہ ہے۔ پس اس رونے اور آنسو بہانے والے واقعہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ انہوں نے معافی مانگ لی۔ لہٰذا تحقیقی دستاویز والے جو اس واقعہ کو اچھالتے پھرتے ہیں۔ وہ بتائیں کہ اب اس واقعہ کو تحقیقی دستاویز میں لا کر کس انعام کی توقع رکھی گئی ہے؟ جبکہ وہ تو درگزر کیا جا چکا ہے۔ یار لوگوں کی درگاہ سے اگر جواب آئے کہ معاف ہوا یا نہیں پر اتنا تو پتہ چلا کہ جرم تھا ورنہ رونا کس کیلئے؟ تو ذرا حواس بحال رکھتے ہوئے نشہ بھنگ سے چھٹکارا پا کر ارشاد فرمائیں حیدر کرارؓ کا اسی موقع پر مقتولین پر رونا کس کھاتے لکھا جائے گا کہ (جمل کے موقعہ پر) حضرت امیرؓ نے مقتولوں کو ملاحظہ فرمایا اور اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے لگے اور فرماتے تھے۔ یا لیتنی مت قبل هذا و کنت نسیا منسیا۔ (اے کاش میں اس سے پہلے مرجاتا اور ہو جاتا بھولا بسرا)

کیا صحابہ کرامؓ نے اپنی امی کے خلاف جنگ لڑی؟

حاشا وکلا کوئی صحابی بھی سیدہ صدیقہؓ کے خلاف جنگ پر آمادہ ہرگز نہ تھا سمیت حیدر کرارؓ کے تمام اصحاب رسول ﷺ اصلاح احوال کی فکر میں مصروف تھے قریب تھا کہ اگلے دن قاتلان عثمان کو نیزوں کی انیوں پر رکھ کر نشانِ عبرت بنا دیا جاتا اور ملت اسلامیہ کو ایک دھاگے میں پرو دیا جاتا کہ رات کی تاریکی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے دشمنان اسلام نے ملت اسلامیہ کو آپس میں لڑا دیا۔ ورنہ ان نفوس قدسیہ کے درمیان بالکل کوئی لڑائی نہ تھی نہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے دل میں کوئی ناراضگی تھی اور نہ ہی ام المؤمنین سیدہ عائشہ الصدیقہؓ کے قلب اطہر میں کوئی ناراضگی تھی چنانچہ تاریخ اسلام کے صفحات شاہد ہیں کہ جنگ کے بعد حیدر کرارؓ نے حضرت حسنؓ کو بھیجا کہ وہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو گھر پہنچا کر آئیں شام کے وقت ماں بیٹا کی ملاقات ہوئی دونوں نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور اپنی بے خبری کا ثبوت دیا۔

(تاریخ اسلام از مولانا معین الدین ندوی اعظم گڑھی)

جنگ کے بعد حیدر کرارؓ اور سیدہ صدیقہؓ کی باہمی ملاقات ان کی باہمی محبت کی دلیل ہے نہ کہ دشمنی کی۔ جب کسی طرف سے کسی کی گستاخی یا بے ادبی کا پہلو ہی نہ تھا تو پھر یار لوگوں کا یہ کہنا کہ لشکر حیدر کرارؓ میں اتنے صحابہؓ تھے جو جنگ میں شریک ہوئے اُن کو سزا کیوں نہ دی؟ کس قدر افسوس ناک اعتراض ہے افسوس کچھ تو حیاء ہوتی۔

4- امام بخاری کی روایت کہ یہی فتنہ کے ظہور کی جگہ ہے جہاں سے شیطانی سینگ ابھریں گے۔ یہ الفاظ حضرت عائشہؓ کے گھر کی طرف اشارہ کر کے آپ ﷺ نے فرمائے تھے۔ (ص96)

محترم حضرات! اصحاب تحقیقی دستاویز کا کہنا ہے کہ بخاری میں چونکا دینے والی روایات جا بجا ملتی ہیں۔ اس کی تفصیل لکھنے سے تو وہ محروم رہے ہیں کہ کن کن روایات نے انہیں چونکا دیا بلکہ وہ یہ بھی نہیں لکھ سکے کہ چونک جانے کا معیار ان کے ہاں کیا ہے۔ کیوں کہ یعقوب کلینی کی اصول کافی میں جس راوی کی روایات جا بجا ملتی ہیں اس کا نام ابو بصیر ہے اور یہ وہی

شخص ہے جس کے منہ میں کتے پیشاب کر جاتے تھے (رجال کشی تحت احوال ابوبصیر) اور وہ بھنگ کے نشہ میں مست ہی رہتا تھا بس تھوڑا سا چونک جاتا تھا پتہ پھر بھی نہ چلتا تھا کہ میرے ساتھ ہوا کیا ہے۔ دوسروں کو بتانا پڑتا تھا کہ آنجناب کے ساتھ یہ حادثہ پیش آچکا ہے۔ ابوبصیر کے ساتھ جو کچھ پیش آیا اس کے پیش نظر وہ معمولی سا چونک تو گیا مگر باقی ساری قوم پھر بھی مست ہو لر اصول کافی پڑھتی دیکھتی رہی اور کسی چیز نے ان کو نہ چونکا دیا۔ ذرا ابوبصیر صاحب کے چونک جانے والے واقعہ پر نظر فرمایئے۔

محمد بن مسعود حماد کے حوالے سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ابوبصیر حضرت امام ابوعبداللہ کے دروازے پر اجازت لینے کیلئے بیٹھا تھا۔ اس کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہ ملی تو اس نے کہا کہ اگر ہمارے پاس بھی کوئی (کھجوروں وغیرہ ہدیہ کا) تھال ہوتا تو ہمیں بھی اجازت مل جاتی۔ راوی کہتے ہیں کہ کتا آیا اور ابوبصیر کے منہ میں پیشاب کر دیا اس نے کہا اف اف یہ کیا ہے ساتھی نے کہا یہ کتا تھا جس نے آپ کے منہ میں پیشاب کر دیا ہے۔ (رجال کشی تحت احوال ابوبصیر)

محترم حضرات یہ روایت ہے جسے ہم نے نقل کر دیا ہم نہیں جانتے کہ کسی کرم فرما کی طبیعت چونکی یا نہیں البتہ اس روایت سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ کرم فرماؤں کے چونکنے کا معیار کیا ہے۔ اور چونک جانے کی مقدار بھی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ کتا منہ میں پیشاب کر جائے تو تھوڑا سا چونک جاتے ہیں اتنا کہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ کچھ ہوا ضرور ہے۔ کیا ہوا وہ ساتھ والا ہی بتا سکتا ہے چونکنے والے کو پھر بھی پتہ نہیں چلتا۔

رافضی بخاری کی کس بات سے چونک اٹھے

حدیث کا گھڑا ہوا مفہوم تیار کر کے کلام رسول کے مطلب کو پورے زور سے الٹ دیا اور قرار دیا کہ فتنے حضرت عائشہؓ کے گھر سے نکلیں گے۔ واقعی یہ ایسا دجل ہے اور پیغام رسالت مآب کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک ہے جس پر ایک ادنیٰ مسلمان بھی چونک اٹھتا ہے۔ ذرا ارباب نظر معمولی سا فکر و عمل کا رخ اس طرف بھی موڑیں۔ مسکن سیدہ عائشہؓ کون سی جگہ ہے جسے رافضی شیطان کے سینگ نکلنے کی جگہ بتا رہا ہے؟ یہ جگہ ہے جسے آپ ﷺ نے جنت قرار دیا۔ جس جگہ قرآن پاک بکثرت نازل ہوا۔ آپ ﷺ کا بارہا قیام رہا۔ آپ ﷺ کی آخری ساعات یہاں پر بسر ہوئیں۔ آپ ﷺ کا وصال مبارک یہاں پر ہوا۔ آپ ﷺ کا جنازہ یہیں ہوا۔ آپ ﷺ کا روضہ اطہر یہیں پر بنا۔ آج بھی آپ اسی جگہ پر جنت کے اعلیٰ ترین مقام ریاض الجنۃ میں آرام فرماتے ہیں۔ جہاں کہ گنبد خضرا کی پر کیف بہاریں عالم دنیا کو پیغام راحت دے رہی ہیں۔ آج بھی جو جگہ عشاق رسول کے دل کی دوا آنکھوں کی ٹھنڈک دل کا چین اور قلب کا سرور ہے۔ کیا یہ جگہ فتنوں کے نکلنے کی جگہ ہے؟۔ اے کاش کوئی غیرت فاروقی رکھنے والا ملت اسلامیہ کو مقتدا اور حاکم نصیب ہو جاتا تو کسی کو گنبد خضرا کے مکان کو فتنوں کی جگہ قرار دینے کی جرأت نہ ہوتی۔ جان بوجھ کر ایسی ظالمانہ حرکت کی کہ اسلام ایسی حرکت کی سخت سے سخت سزا تجویز کرتا ہے اور ناقابل معافی جرم قرار دیتا ہے۔

فتنوں کے اٹھنے کی جگہ مشرق ہے

حقیقت حال ذرا ملاحظہ فرمائی جائے تا کہ اغیار کی کارستانی اور ظالمانہ حرکت جاننے میں سہولت ہو۔ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں تھے اور دوران خطبہ آپ کی پیٹھ جنوب کی طرف اور چہرہ مبارک شمال کی جانب تھا۔ آپ نے مشرق کی جانب ہاتھ بلند کر کے فرمایا کہ یہی فتنوں کے ظہور کی جگہ ہے۔ یہ اشارہ مشرق کی جانب تھا نہ کہ حجرہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی طرف۔ چونکہ یہ جگہ مشرق کی طرف پڑتی ہے اس لئے ان کی ظالمانہ فکر نے مشرق کی جانب کو سیدہ کا گھر قرار دے دیا۔ حالانکہ یہی الفاظ آپ ﷺ نے کئی مقامات پر ارشاد فرمائے۔ وہاں تو سیدہ کا گھر نہ تھا پھر ایسی روایات موجود ہیں جن میں صراحت کے ساتھ مشرق کا لفظ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس و دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت ہے کہ

> ''کفر کا سر اس طرف ہے اور مشرق کی طرف اشارہ کیا جس جگہ کہ طلوع کرتے ہیں شیطان کے قرن مکان ربیعہ اور مضر میں۔ یہ روایت اور اس طرح کی دیگر روایات میں صراحتاً بتایا گیا ہے کہ فتنوں کے اٹھنے کی جگہ مشرق کی طرف ہے چنانچہ مالک اشتر کا فتنہ پھر ابن زیاد کا پھر مختار ثقفی کذاب مدعی نبوت کا فتنہ اسی طرف سے اٹھا اسی طرح واصل عطا بصری، قرامطہ، نہروان اور رجال نہروان سے خارجیوں کا فتنہ یہ سب مشرق کی طرف کے علاقے ہیں جہاں سے یہ فتنے پیدا ہوئے۔ اتنی واضح بات کو اٹھا کر گنبد خضرا کی پاک جگہ کی طرف منسوب کرنا کیا ظلم ہے کہ جس پر کوئی سزا نہ ہو۔''

ان چند مثالوں سے بخاری کی حدیث میں فتنوں کے اٹھنے کی جگہ کی جو نشاندہی فرمائی گئی ہے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ جس طرف آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا: ''وہ حضرت عائشۃ الصدیقہؓ کا گھر نہیں تھا بلکہ وہ مشرق کی طرف سے اٹھنے والے فتنوں کی نشان دہی تھی جس کو شیعوں نے کمال عیاری سے گنبد خضرا والی جگہ قرار دے ڈالا''

سیدہ عائشہؓ پر تہمت لگانے کا الزام کس پر ہے

دجل و فریب کا عفریت جب سر چڑھ جائے تو حقائق کو مسخ کرنا بائیں ہاتھ کا کھیل لگتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کتنی واضح بات ہے کہ عبداللہ بن ابی اور تبرا باز پارٹی نے افلک کا سارا قصہ تراشا اور مدینہ منورہ میں اسے پھیلا دیا اس کی ابتدا اور انتہا منافق پارٹی ہی تھی اسی افلک کے موقعہ پر اپنائی گئی شقاوت قلبی کی سزا قرآن پاک نے ارشاد فرمادی ہے۔ کہ دنیا و آخرت کا عذاب ان پر مسلط ہوگا جس کا کچھ ذکر ہم کر چکے ہیں جبکہ صحابہ کرامؓ اس سے پاک ہیں کہ وہ آبروئے پیغمبر کے بارے میں معمولی سا کوئی غلط گمان بھی کر سکیں دراصل منافقین نے ایسے زور سے یہ خبر پھیلائی کہ صحابہ کرامؓ میں چند حضرات ایسے بھی تھے جو حقیقت حال سے واقف نہ ہو سکے اور ان کی باتوں میں آ گئے۔ ابن کثیر نے تحت آیت افک اس واقعہ کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے وہاں پر اس واقعہ کی حقیقت ملاحظہ فرمائیے اور جھوٹے قلم کار مکار کے مکر پر ماتم کیجئے۔

اس آیت سے لے کر دس آیتوں تک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جب کہ منافقین نے آپ پر بہتان باندھا تھا جس پر اللہ کو بسبب قرابت داری رسول اللہ ﷺ غیرت آئی اور یہ آیتیں نازل

فرمائیں تا کہ رسول اللہ ﷺ کی آبرو پر حرف نہ آئے۔ ان بہتان بازوں کی ایک پارٹی تھی۔ اس لعنتی کام میں سب سے پیش پیش عبداللہ بن ابی بن سلول تھا جو تمام منافقوں کا گرو گنٹھال تھا۔ اسی بے ایمان نے ایک ایک کے کان میں بنا بنا کر اور مسالہ چڑھا چڑھا کر یہ باتیں خوب گھڑ گھڑ کر پہنچائی تھی۔ یہاں تک کہ بعض مسلمانوں کی زبان بھی کھلنے لگی تھی اور چہ میگویاں قریب قریب مہینے بھر تک چلتی ہی رہیں یہاں تک کہ قرآن کریم کی آیتیں نازل ہوئیں۔ اس واقعہ کا پورا بیان صحیح حدیثوں میں موجود ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ سفر میں جانے کے وقت اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے تھے اِس موقعہ پر قرعہ میرے نام نکلا اس سفر میں میں آپ کے ساتھ چلی یہ واقعہ پردے کی آیتیں اترنے کے بعد کا ہے۔ میں اپنے ہودج میں بیٹھی رہتی اور جب قافلہ کہیں اترتا تو میرا ہودج اتار لیا جاتا میں اسی میں بیٹھی رہتی۔ جب قافلہ کہیں چلتا یونہی ہودج رکھ دیا جاتا۔ ہم گئے آنحضرت ﷺ غزوے سے فارغ ہوئے، واپس لوٹے، مدینے کے قریب آ گئے، رات کو چلنے کی آواز لگائی گئی۔ میں قضائے حاجت کے لیے نکلی اور لشکر کے پڑاؤ سے دور جا کر میں نے قضائے حاجت کی پھر واپس لوٹی۔ لشکر گاہ کے قریب آ کر میں نے اپنے گلے کو ٹٹولا تو ہار نہ پایا میں واپس اس کے ڈھونڈنے کے لیے چلی اور تلاش کرتی رہی۔ یہاں یہ ہوا کہ لشکر نے کوچ کر دیا۔ جو لوگ میرا ہودج اٹھاتے تھے انہوں نے یہ سمجھ کر کہ میں حسب عادت اندر ہی ہوں، ہودج اٹھا کر اوپر رکھ دیا اور چل پڑے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اس وقت تک عورتیں نہ کچھ ایسا کھاتی پیتی تھیں نہ وہ بھاری بدن کی بوجھل تھیں۔ تو میرے ہودج کے اٹھانے والوں کو میرے ہونے نہ ہونے کا مطلق پتہ نہ چلا۔ اور میں اس وقت اوائل عمر کی ہی تو تھی۔ الغرض بہت دیر کے بعد مجھے میرا ہار ملا یہاں جو میں پہنچی تو کسی آدمی کا نام و نشان بھی نہ تھا نہ کوئی پکارنے والا نہ جواب دینے والا۔ میں اپنے نشان کے مطابق وہیں پہنچی جہاں ہمارا اونٹ بٹھایا گیا تھا اور وہیں انتظار میں بیٹھ گئی کہ جب آگے چل کر میرے نہ ہونے کی خبر پائیں گے تو مجھے تلاش کرنے کے لیے یہیں آئیں گے مجھے بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی۔ اتفاق سے حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانی رضی اللہ عنہ جو لشکر کے پیچھے رہے تھے اور پچھلی رات کو چلے تھے صبح کے چاندنے میں یہاں پہنچ گئے۔ ایک سوتے ہوئے آدمی کو دیکھ کر خیال آنا ہی تھا غور سے دیکھا تو چونکہ پردے کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھے ہوئے تھے، دیکھتے ہی پہچان گئے اور بآواز بلند ان کی زبان سے ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ نکلا۔ ان کی آواز سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی اور میں اپنی چادر سے اپنا منہ ڈھانپ کر سنبل بیٹھی۔ انہوں نے جھٹ سے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور اس کی ٹانگ پر اپنا پاؤں رکھا۔ میں اٹھی اور اونٹ پر سوار ہو گئی انہوں نے اونٹ کو کھڑا کر دیا اور بھگاتے ہوئے لے چلے۔ قسم اللہ کی نہ وہ مجھ سے کچھ بولے نہ میں نے ان سے کوئی کلام کیا نہ سوائے ﴿اِنَّا لِلّٰهِ﴾ کے میں نے ان کے منہ سے کوئی کلمہ سنا۔ دوپہر کے قریب ہم اپنے قافلے سے مل گئے۔ بس اتنی سی بات کا ہلاک ہونے والوں نے بتنگڑ بنا لیا۔ ان کا سب سے بڑا اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والا عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ مدینے آتے ہی میں بیمار پڑ گئی اور مہینے بھر تک بیماری میں گھر میں رہی نہ میں نے کچھ سنا نہ کسی نے مجھ سے کہا جو کچھ غل غپاڑہ لوگوں میں ہو رہا تھا میں اس سے محض بے خبر تھی البتہ میرے جی میں یہ خیال بسا اوقات گزرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی مہر و محبت میں کمی کی کیا وجہ

ہے؟ بیماری میں عام طور پر جو شفقت حضورﷺ کو میرے ساتھ ہوتی تھی اس بیماری میں وہ بات نہ پاتی تھی اس لیے مجھے رنج تو بہت تھا مگر کوئی وجہ معلوم نہ تھی۔ پس آنحضرتﷺ تشریف لاتے سلام کرتے اور دریافت فرماتے طبیعت کیسی ہے؟ اور کوئی بات نہ کرتے اس سے مجھے بڑا صدمہ ہوتا مگر بہتان بازوں کی تہمت سے میں بالکل غافل تھی۔

اب سنیے اس وقت تک گھروں میں پاخانے بنے ہوئے نہ تھے اور عرب کی قدیم عادت کے مطابق ہم لوگ میدان میں قضائے حاجت کے لیے جایا کرتے تھے عورتیں عموماً رات کو جایا کرتی تھیں گھروں میں پاخانے بنانے سے عام طور پر نفرت تھی۔ حسب عادت میں ام مسطح بن ابی رہاح بن عبدالمطلب بن عبدمناف رضی اللہ عنہا کے ساتھ قضائے حاجت کے لیے چلی اس وقت میں بہت ہی کمزور ہو رہی تھی۔ یہ ام مسطح رضی اللہ عنہا میرے والد صاحب کی خالہ تھیں ان کی والدہ صخر بن عامر کی لڑکی تھیں ان کے لڑکے کا نام مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب تھے۔ جب ہم واپس آنے لگے تو حضرت ام مسطح کا پاؤں چادر کے دامن میں الجھا اور بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ مسطح غارت ہو۔ مجھے بہت برا لگا اور میں نے کہا تم نے بہت برا کلمہ بولا توبہ کرو تم اسے گالی دیتی ہو جس نے جنگ بدر میں شرکت کی۔ اس وقت ام مسطح رضی اللہ عنہا نے کہا بھولی بیوی آپ کو کیا معلوم؟ میں نے کہا کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا وہ بھی ان لوگوں میں ہے جو آپ کو بدنام کرتے پھرتے ہیں۔ مجھے سخت حیرت ہوئی میں ان کے سر ہو گئی کہ کم از کم مجھ سے سارا واقعہ تو کہو۔ اب انہوں نے بہتان باز لوگوں کی تمام کارستانیاں مجھے سنائیں۔ میرے تو ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے، رنج وغم کا پہاڑ مجھ پر ٹوٹ پڑا، مارے صدمے کے میں تو اور بیمار ہو گئی۔ بیمار تو پہلے سے ہی تھی اس خبر نے تو نڈھال کر دیا جوں توں کر کے گھر پہنچ گئی۔ اب صرف یہ خیال تھا کہ میں اپنے میکے جا کر اچھی طرح معلوم تو کر لوں کہ کیا واقعی میری نسبت ایسی افواہ پھیلائی گئی ہے اور کیا کیا مشہور کیا جا رہا ہے؟ اتنے میں رسول اللہﷺ میرے پاس آئے اور سلام کیا اور دریافت فرمایا کیا حال ہے؟ میں نے کہا اگر آپ اجازت دیں تو اپنے والد صاحب کے ہاں ہو آؤں۔ آپ نے اجازت دے دی۔ میں یہاں آئی اپنی والدہ سے پوچھا کہ اماں جان! لوگوں میں کیا باتیں پھیل رہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا بیٹی یہ تو نہایت معمولی بات ہے تم اتنا اپنا دل بھاری نہ کرو۔ کسی شخص کو اچھی بیوی جو اسے محبوب ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں وہاں ایسی باتوں کا کھڑا ہونا تو لازمی امر ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ! کیا واقعی لوگ میری نسبت ایسی افواہیں اُڑا رہے ہیں؟ اب تو مجھے رنج وغم نے اس قدر گھیرا کہ بیان سے باہر ہے اس وقت سے جو رونا شروع ہوا واللہ ایک دم بھر کے لیے میرے آنسو نہیں تھمے۔

انصار کی ایک عورت آئیں اور وہ بھی میرے ساتھ رونے لگیں ہم یونہی بیٹھے ہوئے تھے جو اچانک رسول کریمﷺ تشریف لائے اور سلام کر کے میرے پاس بیٹھ گئے۔ قسم اللہ کی جب سے یہ بہتان بازی ہوئی تھی آج تک رسول اللہﷺ میرے پاس کبھی نہیں بیٹھے تھے۔ مہینہ بھر گزر گیا تھا کہ حضورﷺ کی یہی حالت تھی کوئی وحی نہیں آئی تھی کہ فیصلہ ہو سکے۔ آپ نے بیٹھتے ہی اول تو تشہد پڑھا پھر اما بعد فرما کر فرمایا کہ "اے عائشہ! تیری نسبت مجھے یہ خبر پہنچی ہے اگر تو واقعی پاکدامن ہے تو اللہ تعالیٰ تیری پاکیزگی ظاہر فرما دے گا اور اگر فی الحقیقت تو کسی گناہ میں آلودہ ہو گئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کر اور توبہ کر۔

بندہ جب گناہ کر کے اپنے گناہ کے اقرار کے ساتھ اللہ کی طرف جھکتا ہے اور اس سے معافی طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔ آپ اتنا فرما کر خاموش ہو گئے یہ سنتے ہی میرا رونا دھونا سب جاتا رہا آنسو تھم گئے یہاں تک کہ میں آنسو کا ایک قطرہ بھی نہیں پاتی تھی۔ میں نے اول تو اپنے والد سے درخواست کی کہ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو آپ ہی جواب دیجئے۔ لیکن انہوں نے فرمایا کہ واللہ! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں حضور ﷺ کو کیا جواب دوں؟ اب میں نے اپنی والدہ کی طرف دیکھا اور ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کو جواب دیجئے۔ لیکن انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں نہیں سمجھ سکتی کہ میں کیا جواب دوں؟ آخر میں نے خود ہی جواب دینا شروع کیا۔ میری عمر کچھ ایسی بڑی تو نہ تھی اور نہ مجھے زیادہ قرآن حفظ تھا۔ میں نے کہا آپ سب نے ایک بات سنی اسے اپنے دل میں بٹھا لی اور گویا سچ سمجھ لی اب اگر میں کہوں گی کہ میں اس سے بالکل بری ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ واقع میں اس سے بالکل بری ہوں لیکن تم لوگ نہیں ماننے کے ہاں اگر میں کسی امر کا اقرار کرلوں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے کہ میں بالکل بے گناہ ہوں تو تم ابھی مان لو گے۔ میری اور تمہاری مثال تو بالکل حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کا یہ قول ہے ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۝﴾ [۱۲/ یوسف:۱۸] پس صبر ہی اچھا ہے جس میں شکایت کا نام ہی نہ ہو اور تم جو باتیں بناتے ہو ان میں اللہ تعالیٰ ہی میری مدد کرے۔ اتنا کہہ کر میں نے کروٹ پھیر لی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ قسم اللہ کی مجھے یقین تھا کہ چونکہ میں پاک ہوں اللہ تعالیٰ میری برأت اپنے رسول ﷺ کو ضرور معلوم کرا دے گا لیکن یہ تو میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ میرے بارے میں قرآن کی آیتیں نازل ہوں۔ میں اپنے آپ کو اس سے بہت کمتر جانتی تھی کہ میرے بارے میں کلام اللہ کی آیتیں اتریں۔ ہاں مجھے زیادہ سے زیادہ یہ خیال ہوتا تھا کہ ممکن ہے خواب میں اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو میری برأت دکھا دے۔ واللہ! ابھی تو نہ رسول اللہ اپنی جگہ سے ہٹے تھے اور نہ گھر والوں میں سے کوئی گھر کے باہر نکلا تھا کہ حضور ﷺ پر وحی نازل ہونی شروع ہوگئی اور چہرے پر وہی نشان ظاہر ہوئے جو وحی کے وقت ہوتے تھے اور پیشانی مبارک سے پسینے کی پاک بوندیں ٹپکنے لگیں۔ سخت جاڑوں میں بھی وحی کے نزول کی یہی کیفیت ہوا کرتی تھی۔ جب وحی اتر چکی تو ہم نے دیکھا کہ حضور ﷺ کا چہرہ ہنسی سے شگفتہ ہو رہا ہے سب سے پہلے آپ ﷺ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ عائشہ! خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہاری برأت نازل فرما دی۔ اسی وقت میری والدہ نے فرمایا بچی حضور ﷺ کے سامنے کھڑی ہو جا۔ میں نے جواب دیا کہ واللہ! نہ تو میں آپ کے سامنے کھڑی ہوؤں اور نہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کی تعریف کروں اسی نے میری برأت اور پاکیزگی نازل فرمائی ہے۔ پس ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ﴾ سے لے کر دس آیتوں تک نازل ہوئیں۔

(تفسیر ابن کثیر مترجم تحت سورہ نور آیت نمبر 11)

بالآخر الزام عائد کرنے والوں سے شہادت کا مطالبہ کیا گیا مگر ان کے پاس کوئی شہادت نہیں تھی لہٰذا نبی کریم ﷺ نے تہمت لگانے والوں پر شرعی ضابطہ کے مطابق حد قذف جاری کی ہر ایک کو اسی اسی کوڑے لگائے۔ بزار اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے تین مسلمانوں پر حد قذف جاری فرمائی، مسطح، حمنہ، حسان

نیز طبرانی نے حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ابن ابی منافق (جس نے یہ تہمت گھڑی تھی) اس پر دوہری حد جاری فرمائی پھر مومنین نے توبہ کر لی اور منافقین اپنے حال پر قائم رہے۔ (بیان القرآن)

ان گزارشات کے بعد دغا فریب کے ماہر فن قلم کار کی مکاری پر بھی ایک نظر ڈالئے جو اس الزام کا محرک صحابہ کرامؓ کو قرار دیتا ہے، نیز اس واقعہ پر سیدہ عائشہؓ کا رونا اور آپ ﷺ کا ارادہ طلاق نقل کرتا ہے جبکہ مشاہدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اسی مقدسہ کی گود میں رفیق اعلیٰ کی طرف تشریف لے کر جانے کا سفر شروع فرما رہے ہیں۔ اور انہیں کے مکان میں صبح قیامت تک کے لیے مکین ہو رہے ہیں۔ اور قرآن پاک ''لا یحل لك النساء بعد الخ'' کے الفاظ نازل فرما کر اپنے پیغمبرؐ کو سیدہ عائشہؓ اور دیگر موجود ازواج پر ہی اکتفا کرنے اور انہی کے ساتھ زندگی بھر رہنے کا حکم ارشاد فرما رہا ہے۔ ایک طرف رحمت عالم ﷺ اور اللہ تعالیٰ کا ان نفوس قدسیہ کیلئے محبت و مودت کا اعلان اور دوسری طرف تحقیقی دستاویز کی ان عبارات کو رکھ کر بنظر انصاف دیکھا جائے تو تحقیقی دستاویز والوں کا کفر اُبلتے گٹر کی طرح چھلکتا نظر آئے گا۔

اکابرین امت کا متفقہ فیصلہ

امام زہریؒ پر بھی یار لوگ برہم ہو چکے ہیں کہ انہوں نے امی عائشہ صدیقہؓ پر سب و شتم کرنے والے پر قتل کا فتویٰ عائد کیا تھا۔ یار لوگ تو اسے غلط فتویٰ قرار دیتے ہیں مگر ملت اسلامیہ بیک زبان سیدہ پر گستاخانہ زبان دراز کرنے والے کو کافر اور واجب القتل قرار دیتی ہے۔ ارباب علم کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔

1- قاضی ابویعلی نے لکھا ہے:

''جس شخص نے سیدہ عائشہؓ پر بہتان باندھا بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی برات بیان فرما دی تو اس نے کفر کیا اسمیں کوئی اختلاف نہیں اور اس پر بہت ساروں نے اجماع نقل کیا ہے اور اسی حکم کی صراحت بے شمار آئمہ نے فرمائی ہے پس امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص نے گالی دی حضرت عائشہؓ کو اس کو قتل کیا جائے ان سے یہ کہا گیا کس دلیل سے، انہوں نے فرمایا جس نے گالیاں بکیں اس نے قرآن پاک کی مخالفت کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یعظکم اللہ ان تعود ولمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین۔ (النور 17)

درج بالا روایت سے معلوم ہوا صدیقہ کائناتؓ کو گالیاں بکنا کفر ہے لہٰذا اگر کوئی شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے وہ گالیاں بکنے کی وجہ سے مرتد ہو گیا جس کی سزا اسلام نے غداری کی وجہ سے قتل مقرر فرمائی ہے۔ نیز صدیقہ طیبہؓ کو گالیاں دینا قرآن پاک کی صاف مخالفت ہے اور قرآن پاک کی مخالفت کی بنا پر امام مالکؒ قتل کا فتویٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر امت اسلامیہ کا اختلاف نہیں جیسا کہ صاف وضاحت سے روایت بالا سے معلوم ہوا۔

2۔ ابو سائب فرماتے ہیں کہ میں حضرت حسن بن زید کی خدمت میں طبرستان میں حاضر تھا وہ صوف کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر فرما رہے تھے۔ ہر سال 20 ہزار درہم مدینہ منورہ تمام صحابہؓ کی اولاد میں تقسیم فرماتے تھے۔ آگے فرماتے ہیں:

''ان کے پاس ایک آدمی حاضر تھا اس نے سیدہ عائشہؓ کا ذکر قبیح طریقہ پر کیا تو حضرت حسن بن زید نے فرمایا اے غلام اسکی گردن اڑادو۔ علویوں نے عرض کیا یہ آدمی تو ہمارا شیعہ ہے آپ نے فرمایا اللہ کی پناہ یہ آدمی نبی کریم ﷺ پر طعن کر رہا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات اولئك مبرؤن مما یقولون لهم مغفرة و اجر عظیم۔

''خبیث عورتیں، خبیث مردوں کے لیے اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ہیں۔ پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں۔''

پس اگر عائشہ خبیث ہیں تو پھر نبی کریم ﷺ (کیا ہوئے؟) ہوئے پس یہ شخص کافر ہے اس کی گردن اڑادو۔ پس اس کی گردن اڑادی گئی اور میں اس وقت حاضر تھا۔ (رواہ اللکائی)

آل رسول ﷺ کا سیدہ عائشہؓ کے سبّ کرنے پر تو طرز عمل یہ ہے جو مذکور ہوا۔ اب اللہ کو معلوم کہ رافضی کرم فرما کہاں سے یہ نیا فلسفہ گھڑ لائے کہ سیدہ عائشہؓ کو گالی دینا کسی سزا کا مستوجب نہیں ہے۔

3- روی عن محمد بن زین۔

''حسن بن زید کے بھائی حضرت محمد سے روایت ہے ان کے ہاں عراق سے ایک شخص حاضر ہوا اس نے سیدہ عائشہؓ کا ذکر برے طریقے سے کیا پس وہ کھڑے ہوئے۔ اس کے سر کو ستون کے ساتھ ٹکرا دیا۔ جس کی وجہ سے وہ مر گیا۔ ان سے کہا گیا کہ یہ تو ہمارے شیعوں میں سے تھا اور ہمارے ابا کی اولاد میں سے تھا۔ فرمایا اس نے میری نانی کو برا نام دیا اور جو میری نانی کو برائی سے منسوب کرے تو وہ مستحق قتل ہے لہذا میں نے اس کو قتل کر دیا۔''

ان روایات سے معلوم ہوا کہ

1- گستاخی سیدہ عائشہؓ کا مرتکب اگر مسلمان ہے تو مرتد ہو گیا۔
2- گستاخی سیدہ عائشہؓ قرآن پاک کی مخالفت ہے۔
3- گستاخی سیدہ عائشہؓ دراصل پیغمبر اسلام کی توہین ہے۔
- اس پر اجماع ہے کہ گستاخی سیدہ کی سزا قتل ہے۔
5- آل رسول ﷺ حضرت زید کی اولاد کا طریقہ گستاخ سیدہ کو قتل کرنے کا ہے۔
6- سیدہ کو گالیاں دینے والا اپنے آپ کو شیعہ قرار دے پھر بھی سزا سے نہیں بچ سکتا۔

اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد بھی اگر کوئی گستاخی ازواج کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ بدنصیب سزائے موت کے علاوہ اور کس چیز کا مستحق ہو سکتا ہے؟

خلافت شیخین پر روافض کا واویلا

تیسرا شبہ کے نام سے ایک اور کذب وافترا کا دفتر قائم کیا گیا جس میں سارا زور اس پر لگایا گیا کہ بہت سارے صحابہ کرامؓ نے خلافت صدیق اکبرؓ کو قبول نہ کیا اور آخری دم تک بیعت سے دور رہے۔ حالانکہ یہ ایسا صاف ستھرا جھوٹ ہے جس کی تائید خود ان کے اپنے تاریخ دان بھی کرنے کو تیار نہیں۔ چنانچہ شیخ چلی کی طرح انکار خلافت صدیق اکبرؓ کا خیالی پلاؤ تیار کر کے صحابہ کرامؓ پر سزا جاری کرنے اور بصورت دیگر انکار خلافت صدیقؓ کے عین اسلام ہونے کا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔ کہ خلافت صدیقی کا انکار کرنے پر چونکہ کوئی تعزیری سزا جاری نہیں ہوئی لہٰذا ابوبکر کی خلافت کا انکار نہ تو کوئی گناہ ہے اور نہ ہی کوئی جرم ہے۔ (ص 100)

اگر اس جملہ کو پیش نظر رکھ کر آل رسول ﷺ کے اکابرین اہل سنت کی تعلیمات وارشادات پر غور کیا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ ان روافض کو آل رسول ﷺ سے کس درجہ دشمنی اور بغض ہے کہ جسے وہ اپنا محبوب گردانتے ہیں یہ انہی کو اپنا دشمن قرار دیتے ہیں۔ قبل اس کے کہ ہم روافض کی اس مسئلہ میں اہلبیت رسول ﷺ سے دشمنی اور بغاوت کی چند مثالیں ارباب دانش کی خدمت میں پیش کریں۔ اس بات کا جائزہ لے لیا جائے کہ خلافت صدیقی ﷺ پر صحابہؓ میں سے کس نے اختلاف اور کس نے اتفاق کیا تاکہ روافض کا جھوٹ عامۃ الناس پر آشکارا ہو جائے۔

اوّل جس بزرگ کا نام روافض نے لیا یہ سعد بن عبادہ انصار کے سردار ہیں کہ انہوں نے صدیق اکبرؓ کی بیعت نہ کی تھی۔ حالانکہ یہ صریح بہتان ہے حضرت سعد بن عبادہ نے بھی دیگر حضرات صحابہؓ کو بیعت کرتے دیکھ کر کچھ دیر بعد بیعت کر لی تھی۔ تاریخ طبری میں موجود ہے کہ لوگ ہر طرف سے ابوبکر کی بیعت کرنے کیلئے آ گئے لوگوں نے بھی لگاتار بیعت کی اور حضرت سعد نے بھی بیعت کی۔ (تاریخ طبری ج 3 ص 222)

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے بھی اپنی کتاب سیرۃ مصطفیٰ ﷺ کے اندر طبری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ کچھ دیر بعد حضرت سعدؓ نے بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کر لی تھی۔ (سیرت المصطفیٰ ص 366 ج 2)

الامامۃ و السیاسۃ کے ص 11 پر مرقوم ہے کہ جب سیدنا صدیق اکبرؓ خطبہ سے فارغ ہوئے۔ و قام سعد و عبدالرحمن و من معھا من بنی زھرہ فبایعوا۔ اور حضرت سعدؓ (بن عبادہ) اور عبدالرحمنؓ بن عوف اور جو ان کے ساتھ تھے بنی زہرہ وہ کھڑے ہوئے اور آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اسی صفحہ پر ہے۔ و قد بایع الناس ابوبکر۔ حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی۔ تھوڑا سا آگے چل کر پھر عمومی مجلس میں بیعت کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ الناس جمعیا۔ تمام لوگوں نے صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (الامامۃ والسیاسۃ ج 1 ص 11)

تحفہ اثنا عشریہ کے ص 526 پر لکھا ہے کہ اہل السنت کی صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ سعد بن عبادہ نے بھی بعد اس صحت کے ابوبکرؓ سے بیعت کی۔

البدایہ والنہایہ کی پانچویں جلد میں موجود ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت [illegible] سے پوچھا تو جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا ہے کہ امر خلافت کے قریش والی ہیں۔ ان کے نیک نیکوں اور برے بروں کے تابع ہیں تو حضرت سعدؓ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہم وزیر ہیں اور تم امیر و حاکم ہو۔ (البدایہ والنھایہ ج 5 ص 247)

ہماری مذکورہ کاوش سے روافض کا یہ جھوٹ تشت از بام ہوگیا کہ سیدنا حضرت سعدؓ نے بیعت نہ کی تھی بلکہ سچ یہی ہے کہ وہ بیعت میں دوسرے تمام مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو گئے تھے۔

حضرت علیؓ کا صدیق اکبرؓ کی بیعت کرنا

حضرت سعدؓ کے بعد حضرت علیؓ کی ذات گرامی کو اپنے بے کار مقصد کیلئے نشانہ بنانے کی کوشش کی گئی ہے کہ سیدنا حیدر کرارؓ نے بھی خلافت صدیقی کو قبول نہ کیا تھا اس بہتان کی حقیقت بھی ملاحظہ فرمایئے۔

حافظ ابن کثیر نے اپنی معروف کتاب البدایہ والنہایہ میں متعدد مقامات پر نقل فرمایا:

''قد اتفق الصحابة علی بیعة الصدیق فی ذالك الوقت حتی علی ابن ابی طالب والزبیر والدلیل علی ذالك ماروٰہ۔''

پھر آگے روایات درج فرماتے ہیں جن کا حاصل مطلب یہ ہے:

(آپ ﷺ کے انتقال کے بعد) حضرت علیؓ و زبیرؓ سمیت تمام صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت پر اتفاق کرلیا۔ اس پر روایات بطور ثبوت پیش کی جاتی ہیں۔

1- ایک تو بیہقی نے مندرجہ ہذا اسناد کے ساتھ داؤد بن ابی ہند سے اس نے ابونضرہ (منذر بن مالک بن قطعہ) سے اس نے ابوسعید (سعد بن مالک بن سنان المنذری) الخدریؓ سے ذکر کیا ہے حضور اکرم ﷺ کے بعد سعد بن عبادہ کے مکان پر لوگ جمع ہو گئے ان حضرات میں ابوبکرؓ اور عمر فاروقؓ موجود تھے۔ انصار کے ایک خطیب (زید بن ثابت انصاری) کھڑے ہوئے انہوں نے کہا تم حضرات کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ مہاجرین میں سے تھے اور ہم (ہمیشہ حضور ﷺ) کے انصار بنے رہے۔ (اب جو خلیفہ ہوگا) اس کے بھی ہم انصار و مددگار رہیں گے۔ جیسا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے معاون تھے اس کے بعد عمرؓ بن خطاب نے کھڑے ہوکر فرمایا کہ تمہارے خطیب نے درست کہا اگر اس چیز کے بغیر کوئی اور صورت پیش کر دیتے تو ہم تمہارے ساتھ موافقت نہ کر سکتے پھر ابوبکر صدیقؓ کا ہاتھ پکڑ کر عمر فاروقؓ نے کہا (اے حاضرین) تم سب کے یہ امیر ہیں۔ انکی بیعت کی جائے خود حضرت عمرؓ اور تمام مہاجرین و انصارؓ (جو موجود تھے) سب نے ابوبکرؓ کی بیعت کی پھر (مسجد نبوی میں تشریف لا کر) ابوبکر صدیقؓ ممبر پر بیٹھے اور (حمد و ثناء کے بعد) حاضرین کی طرف نظر اٹھائی تو زبیر بن العوام نظر نہیں آئے تو انکو بلاوا بھیجا (ان کے پہنچنے کے بعد) فرمایا کہ آپ نبی کریم ﷺ کے پھوپھی کے بیٹے ہیں اور حواری ہیں۔ آپ مسلمانوں کے اتفاق کی لٹھ توڑنا چاہتے ہیں؟ زبیرؓ نے جواب میں کہا کہ اے خلیفہ رسول مجھ پر کوئی الزام (یا عتاب) نہ ہونا چاہیے (اس لئے کہ میں آپ کے ساتھ متفق ہوتا ہوں) پس یہ اٹھے اور ابوبکرؓ کے ساتھ بیعت کر لی۔ پھر ابوبکر صدیق نے مجمع کی طرف توجہ

فرمائی تو علی المرتضیٰؓ کو موجود نہ پایا تو ان کو بلوایا۔ علیؓ کے پہنچنے پر ان کو ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد ہیں اور داماد ہیں آپ مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کی لکڑی کو ریزہ ریزہ اور پارہ پارہ دیکھنا چاہتے ہیں؟ تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ اے خلیفہ رسول میرے حق میں کوئی سرزنش نہیں ہونی چاہیے پھر حضرت علیؓ نے بیعت کر لی۔

(① کتاب السنۃ الامام احمدؒ ص 96 طبع مکہ مکرمہ، ② المستدرک حاکم ص 76 ج 3، طبع اول دکن، ③ السنن الکبریٰ للبیہقی جلد 8 ص 143 باب قتال اہل البغی ۔ ④ الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص 178، ⑤ البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج 5 ص 249، ⑥ کنز العمال طبع اول ج 3 ص 331)

اس روایت کو مختصر اور مفصل نقل کیا گیا ہے۔ مثلاً

قال ابو علی الحافظ نیشاپوری سمعت محمدبن اسحاق بن خزیمه یقول جاء نی مسلم بن حجاج۔

یعنی حافظ بوعلی نیشاپوری کہتے ہیں کہ میں نے ابن خزیمہ سے سنا وہ کہتے تھے ایک دفعہ امام مسلم بن الحجاج میرے پاس آئے اور مطالبہ کیا کہ میں اپنی سند کے ساتھ ان کو یہ روایت مندرجہ سابقہ تحریر کردوں پس میں نے انکو (ابوسعید خدریؓ کی) روایت ایک کاغذ پر لکھ کر دی اور پڑھ کر سنائی تو وہ کہنے لگے یہ روایت تو بدنہ (یعنی قربانی کے اونٹ یا گائے) کے برابر قیمتی ہے میں نے کہا نہیں بلکہ یہ تو بدرہ (ایک ہزار کی تھیلی) کے مساوی قیمت رکھتی ہے۔

(① السنن الکبریٰ بیہقی ج 8 ص 143، ② البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج 5 ص 249)

یہ روایت مزید حدیث و تاریخ کی درج ذیل کتابوں میں بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

(① مسند احمد جلد 5، مسندات زید بن ثابت، ② البدایہ و النہایہ لابن اکثیر ج 5 ص 249، ③ المستدرک حاکم ص 76 جلد ثالث طبع اول دکن، ④ البدایہ لابن کثیر ج 6 ص 302 طبع اول و جلد 5 ص 249 طبع اول، ⑤ مستدرک ج 3 ص 76 کتاب معرفۃ الصحابہ، ⑥ السنن الکبریٰ بیہقی ج 8 ص 143 باب قتال اہل البغی الآئمۃ من القریش، ⑦ کنز العمال ج 3 ص 131 طبع اول تختی کلاں، و ج 3 ص 137 طبع قدیمی حیدرآباد)

طویل روایت جس میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ میں امارت کا نہ تو کوئی ارادہ رکھتا تھا اور نہ ہی میں نے اس کا سوال کیا تھا نہ اعلانیہ اور نہ ہی پوشیدہ۔ دن رات کے کسی حصے میں میرے دل میں اس کی تمنا پیدا نہ ہوئی تھی مہاجرین نے اس کی تصدیق کر دی۔ **وقال علی و الزبیر ما غضبنا الا انا اخرنا عن المشورۃ و انا نریٰ ان ابابکرؓ احق بها انه لصاحب الغار و ثانی اثنین و انا لنعرف شرفه و خیره و لقد امره رسول الله ﷺ بالصلوٰۃ باالناس و هو حی۔**

مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ اور زبیرؓ نے فرمایا ہم تو اس بات پر ناراض ہوئے تھے کہ ہم کو مشورہ سے موخر کیا گیا اور بے شک امارت کے سب سے زیادہ حق دار اور اہل حضرت ابوبکرؓ ہی ہیں کیونکہ یہی صاحب غار اور ثانی اثنین ہیں اور ہم ان کے شرف اور فضیلت کے معترف ہیں اور تحقیق آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں ان کو ہی لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا'' اس روایت کی سند جید ہے۔

(① مسند حاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ جلد 3 ص 66، ② السنن الکبریٰ بیہقی ج 8 ص 152، ③ الاعتقاد علی مذاہب السلف بیہقی ص 179 طبع

مصر، ⑦ البدایہ ابن کثیر ج 5 ص 25 وجلد 6 ص 302)

ابن جریر طبریؒ نے تاریخ طبری باب حدیث سقیفہ میں ذکر کی ہے:

''یعنی حبیب ابن ثابت روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ اپنے گھر تشریف رکھتے تھے اطلاع ملی کہ حضرت ابوبکرؓ بیعت خلافت کیلئے مسجد میں تشریف فرما ہوئے ہیں تو حضرت علیؓ بلا تاخیر فوراً ضروری لباس میں گھر سے باہر تشریف لائے اور مجلس بیعت میں پہنچ کر حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ بیعت کی اور اس جگہ ان کی خدمت میں بیٹھ گئے اور آدمی کو بھیج کر گھر سے اوپر اوڑھنے کی چادر وغیرہ منگوائی اور مجلس ہذا میں شامل رہے۔

(تاریخ ابن جریر طبری ج 3 ص 201 تحت السنہ الحادی عشر باب حدیث سقیفہ)

اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بلا تاخیر بیعت کر لی تھی۔ اس مضمون کی بہت ساری روایات حدیث و تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں۔

ان روایات میں سے چند ایک کو حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ نے اپنی کتاب حیات صحابہؓ کے حصہ چہارم ص 18 تا 27 تک ابن عساکر، الحاکم، کنز العمال، مسند احمد، البیہقی، مصنف عبدالرزق، طبری، الاستیعاب، دارقطنی، البدایہ و النہایہ، ابونعیم، طبرانی، ابن نجار، ابن خزیمہ، البغوی، وغیرہ کتب سے ذکر کیا ہے۔ اسی طرح دور حاضر کے عدیم المثال محقق حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہ کی رحماء بینھم حصہ اول صدیقی ج 1 کے ص 214 تا 249 پر محققانہ و منصفانہ بحث لکھی ہے۔ ارباب تحقیق ملاحظہ فرما کر تسلی کر لیں۔ یہاں اختصار کے پیش نظر ہم نے چند ایک حوالہ جات پر اکتفا کیا جن سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اکابرین اہل سنت کے درمیان خلافت صدیقی پر صحابہ کے اجماع و اتحاد پر کوئی دو رائے نہیں پائی جاتیں بلکہ ہمارے نزدیک حیدر کرارؓ کا سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت پر بیعت کر لینا مسلمہ مسئلہ ہے۔ کرم فرماؤں نے جو کتب اہل سنت کے نام سے عوام کو دھوکہ دینے کی سعی لاحاصل کی وہ محض عادت تقیہ کو تسکین دینے کی کوشش اور دھوکہ دہی و فریب کاری کی اپنی پرانی عادت کا اظہار ہے ورنہ اہل سنت تو اہل سنت خلافت صدیق اکبرؓ کا تسلیم کر لینا خود روافض کے ہاں مسلمہ امر ہے۔ کئی عدد کتب شیعہ میں حیدر کرارؓ کا بیعت کر لینا ثابت ہے۔ محض نمونہ کی چند روایات ملاحظہ فرمائیں۔

1- نہج البلاغہ کے مشہور شارح ابن ابی الحدید اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ

حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ بن عوام دونوں نے کہا کہ ہماری یہ عارضی رنجیدگی صرف مشورہ میں شامل نہ ہو سکنے کی وجہ سے ہوئی حالانکہ ہم ابوبکرؓ کو اور لوگوں سے زیادہ حقدار جانتے ہیں اور غار کی صحبت کی فضیلت ان کو حاصل ہے۔ یعنی ثانی ثنین کا لقب رکھتے ہیں۔ ہم ان کی بزرگی کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنی زندگی میں مسلمانوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

(شرح نہج البلاغہ حدیدی بحث بقیہ السقیفہ واختلاف اراء الناس بعد النبی ﷺ ص 154 جلد اول طبع بیروت بحوالہ رحماء بینھم حصہ صدیقی ص 227)

2- حاصل کلام یہ ہے کہ (حضرت علیؓ) فرماتے ہیں کہ اللہ کی تقدیر و قضاء پر ہم اللہ کے لیے راضی ہو گئے اور ہم نے اللہ کے لیے اس کے امیر کو تسلیم کر لیا (اے مخاطب) تو میرے متعلق خیال کرتا ہے کہ میں رسول اللہ کے خلاف کہہ دوں گا حالانکہ میں پہلے پہل تصدیق کنندگان میں سے ہوں پس رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خلاف میں پہلا جھوٹ کہنے والا نہیں ہو سکتا۔ پس میں نے اپنے معاملہ (خلافت) میں نظر و فکر کی تو اس مسئلہ میں میرا تابعداری کرنا میرے بیعت کرنے سے سبقت کر چکا ہے اور میرے غیر یعنی ابوبکرؓ کے حق میں میری گردن میں عہد و پیان لازم ہو چکا ہے۔

(① نہج البلاغہ مصری ج1 صفحہ 89 من کلام علیہ السلام ہجری بجری خطبہ نمبر 36، ② شرح نہج البلاغہ ابن میثم بحرانی طبع جدید ج2 ص93، جلد 1 ص156 جزء ثالث طبع قدیم ایرانی تحت کلام مذکور، ③ درہ نجفیہ شرح نہج البلاغہ ص99 طبع قدیم ایرانی)

خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ بیعت کے متعلق نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے میرا پختہ عہد و پیان غیر کے حق میں ہو چکا تھا وہ غیر ابوبکرؓ ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ الکریم اذا وعد وفا (شرفاء جب وعدہ کر لیتے ہیں تو پورا کیا کرتے ہیں) پس اب ان کی بیعت کر لینے کے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا۔ فلہٰذا میں نے ان کی بیعت کرنے سے امتناع و انقباض نہیں اختیار کیا۔

فوائد روایت

1- ایک تو ثابت ہوا کہ بیعت کے مسئلہ میں حضرت علیؓ سے تسلیم و رضا مندی پائی گئی۔
2- دوسرا یہ کہ جبر و قہر کی جو بے شمار داستانیں تیار شدہ ہیں وہ اس کلام نے کالعدم قرار دے دیں۔
3- نیز تاخیر بیعت کے لیے جو مدت کثیرہ تجویز کی جاتی ہے وہ بالکل صحیح نہیں کیونکہ جب تابعداری بیعت سے سبقت کر چکی ہے پھر تاخیر کا کوئی مطلب ہی نہیں۔
4- واضح ہو گیا کہ حضرت علیؓ نے عہد نبوی کے ایفاء عہد کے پیش نظر یہ بیعت کر لی تھی کوئی دوسرا امر اجبار و اضطرار وغیرہ بالکل سامنے نہ تھا۔ (لا سبیل التی لامتناع منها) کا یہی مفہوم ہے۔ (از رحماء بینھم حصہ صدیقی ص267)

حضرت علیؓ نے سیدنا صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اس عنوان کے تحت حضرت اقدس مولانا محمد نافع نے شیعہ کتب سے دس روایات اس مقام پر درج فرمائی ہیں۔ تسلی کے لیے رحماء بینھم کا مذکورہ مقام دیکھا جا سکتا ہے۔

عبارات نقل کرنے میں روافض کی خیانت

تحقیقی دستاویز کے صفحہ 100 سے عبارتوں کے ٹکڑے نقل کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ خلافت صدیق اکبر پر کوئی شدید قسم کی ہنگامہ آرائی ہوئی ہے سیاسی الیکشن اور حکومتی انتخابات کی طرح پارٹی بازی اور اچھی خاصی لے دے کے بعد اقتدار کی کرسی پر خلیفہ وقت مسند آرا ہوئے ہیں۔ حالانکہ تاریخی واقعات کی دنیا میں ایسی کوئی صورت حال خلافت صدیق اکبرؓ پر معرض وجود میں نہیں آئی۔ اربابِ علم تو بخوبی جانتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا سب سے زیادہ متفق علیہ اجماع اس خلافت صدیقی پر منعقد ہوا ہے۔ عام لوگ بھی اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ جن حضرات کی تربیت رحمت عالم ﷺ نے کی تھی اور جو لوگ آپ کی زندگی بھر کی کمائی اور قرآن پاک کے اولین مخاطب تھے ان کے بارے میں یہ گمان کرنا بھی ایمان کی

موت ہے کہ وہ اپنے محبوب ﷺ کی تعلیمات کو اتنا جلدی بھول گئے جبکہ ابھی تک سید العالمین کا جسد اقدس اس دار فانی میں موجود ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ان کے استاذ نے ان کی تربیت میں کمی کی ہے یا وہ تربیت کرنے میں کامیاب نہیں ہو پائے مگر ایسی بات سوچنا اور اس مریض خیالِ خام کو کچھ وزن دینا ایسے آدمی سے تو ممکن ہے جو ایمان کی دولت سے محروم ہو ورنہ رحمت عالم ﷺ پر ایمان رکھنے والا یہ بات سوچ بھی نہیں سکتا! مگر یار لوگوں کو یہ بات بالکل ہی ہضم نہیں ہوتی کہ خلافت صدیقی پر سارے کے سارے لوگ ہی متحد و متفق کیوں ہو گئے لہٰذا سیاق و سباق کو نظر انداز کرتے ہوئے چند بے اصل باتیں جوڑ کر اپنی دستاویز تیار کر لی۔ بہر حال کرم فرماؤں نے جو خیانت سے کام لیا ہے ان کی عبارات کو نقل کر کے ان کی باتوں کا ہم مختصر جواب نقل کرتے ہیں کہ طول کلام کہیں کتاب کے وجود کو مزید طویل نہ کر دے۔

1- سعد بن عبادہ انصاری نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کو تسلیم نہ کیا۔ (فتاویٰ عزیزی)

جواب:

سقیفہ بنی ساعدہ میں جب لوگ خلافت صدیقی کو قبول کر کے ان کی بیعت پر ٹوٹ پڑے تو اس وقت انہوں نے بیعت نہیں کی جبکہ کچھ دیر بعد سعد بن عبادہ انصاری نے بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح بیعت کر لی تھی۔ گویا صاحب فتاویٰ کا کہنا ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت نہیں کی۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انہوں نے سرے سے کبھی بھی بیعت نہیں کی۔ جیسا کہ چند حوالہ جات سے ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

2- سعد کے ساتھ خباب بن منذر صحابی بھی خلافت ابوبکر کے منکر تھے۔ (منہاج السنہ)

جواب:

یہ جھوٹ ہے خباب بن منذر صحابی نے صرف اتنی بات کہی تھی کہ ایک امیر ہماری طرف سے اور ایک امیر آپ کی طرف سے ہو جائے۔ اس جملہ سے یہ مطلب نکال لیا کہ یہ خلافت ابوبکرؓ کے منکر تھے۔ حیرت ہے کہ خیانت اور دھوکہ بازی کی تمام حدوں کو ہی کراس کر گئے اصل بات یہ ہے کہ فاروق اعظم کی وضاحت کے بعد تمام انصار جن میں خباب بھی تھے پہلے وقت میں ہی بیعت صدیقی میں شریک ہو گئے تھے چنانچہ منہاج السنہ کے اسی صفحہ پر لکھا ہے، **و كانت بيعة العامة على المنبر فبايعه الناس عامة**۔ (منہاج السنہ لابن تیمیہ)

ان صحابہ میں سے ایک جماعت نے تو (بیعت عامہ) سے قبل سقیفہ بنی ساعدہ میں ہی بیعت کر لی اور دوسری بیعت عامۃ منبر رسول ﷺ پر ہوئی۔ پس ابوبکرؓ کے ہاتھ پر سب صحابہؓ نے بیعت کی۔

صاحب کتاب تو وضاحت سے سب صحابہ کی بیعت کا تذکرہ کر رہے ہیں مگر کرم فرماؤں نے تعصب کی عینک لگا کر کئی صحابہ کو تمام اہل اسلام کی اجتماعی بیعت سے خارج کرنیکی ہمت شروع کر رکھی ہے۔

3- **سعد بن عبادہؓ نے بیعت نہ کی کہ وہ خود خلافت کے طلبگار تھے۔ (شرح فقہ اکبر)**

جواب:

عربی میں ظلم کی تعریف ہے ''وضع الشی فی غیر محلہ'' یعنی شی کو اس کے غیر محل میں رکھنا۔ دوسرے لفظوں میں جو چیز جس جگہ رکھنے کیلئے وضع کی گئی ہے اس کی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ فٹ کر دینے کا نام ظلم ہے۔

اب ملاحظہ فرمائیے شرح فقہ اکبر کی مذکورہ عبارت سقیفہ بنی ساعدہ کی ہے جبکہ بیعت عامہ اسکے دو یوم بعد جبکہ رحمت عالم ﷺ ریاض الجنہ مین مدفون ہو چکے تو مسجد نبوی میں ہوئی کچھ حضرات چونکہ اس وقت سقیفہ میں شریک مجلس نہ تھے لہذا سقیفہ بنی ساعدہ میں تمام حضرات صحابہ نے بیعت نہیں کی بلکہ بیعت عامہ میں باقی ماندہ صحابہ بھی شریک ہوگئے جو سقیفہ کی بیعت میں شریک نہ تھے۔ اب ملاحظہ فرمائیے بات کہاں تھی اور فٹ کہاں کی۔ سقیفہ کی بیعت میں عدم شرکت کو انکار خلافت صدیقی پر فٹ کر دینا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

4- روضۃ الاحباب کے حوالے سے یہ لکھنا کہ انصار نے بیعت کر لی مگر ایک گروہ نے کہا کہ کسی کی بیعت نہیں کرتے بلکہ ہم علی ابن ابی طالب کی بیعت کریں گے۔

جواب:

یہ ایسا دھوکہ ہے کہ خود روافض کو بھی اعتبار نہیں آ رہا ورنہ اس تحقیقی دستاویز کے ص 108 پر خلافت صدیقی پر اتفاق نہ کرنے والوں کی جولسٹ آؤٹ کی گئی ہے وہ ٹوٹل 13 افراد پر مشتمل ہے جن میں مہاجرین و انصار بھی شریک ہیں۔ اگر واقعی کسی انصاری جماعت نے انکار کیا اور خلافت صدیقی کو قبول کرنے سے باز رہے تو ہزاروں انصار میں سے سو دو سو آدمی تو ہوتے مگر خود تحقیقی دستاویز کا ص 108 ملاحظہ فرما کر تصدیق کر سکتے ہیں کہ ان کے بقول ٹوٹل 13 افراد مہاجرین و انصار میں سے ایسے نکلے ہیں جنہوں نے اپنا ووٹ سیدنا صدیق اکبرؓ کو نہیں دیا جس کا مطلب ہے کہ رافضی قلم کار بھی مجبور ہو کر اعتراف کرتا ہے کہ ہزاروں صحابہ کرامؓ نے ضرور ہی صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی تھی۔ صرف 13 افراد نے حضرت علیؓ کو اپنا ووٹ دیا تھا۔ یعنی انصار کی کوئی جماعت سقیفہ بنی ساعدہ میں ایسی نہ تھی جو صدیقی خلافت کی منکر ہو۔ اگر روافض کے بقول ہو بھی تو چار یا پانچ افراد ہوں گے جن کا نام جماعت رکھ کر عامۃ الناس کو دھوکہ دیا گیا کہ کوئی بڑی جماعت ایسی تھی جو خلافت صدیقی کی بجائے خلافت علوی قبول کرنا چاہتی تھی۔

(ب) یہی روضۃ الاحباب ہے جس کے اسی صفحہ پر صرف پانچ لائنیں چھوڑ کر یہ لکھا روافض کو نظر نہیں آیا کہ روز دیگر سائر اہل مدینہ بیعت نمودند (ص 23 ج 2 روضۃ الاحباب) یعنی دوسرے روز تمام اہل مدینہ مہاجرین و انصار نے بیعت خلافت کر لی۔ اب خدا معلوم 5 لائن اوپر کا منقول شاذ قول تو نظر آ گیا لیکن اسی مصنف کا یہ فیصلہ کہ تمام اہل مدینہ نے سیدنا صدیق اکبرؓ کے ہاتھ دوسرے روز ہی بیعت کر لی تھی۔ یہ انکی آنکھوں کو کیوں چبھتا ہے۔ یا یہاں نظر کیوں بند کر لی۔ حالانکہ دیانت دار شخص عبارت نقل کرتے ہوئے وضاحت کرتا ہے کہ مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے ایک شاذ قول یہ بھی نقل کیا جبکہ مصنف کا اپنا فیصلہ ان مختلف تاریخی اقوال کے پیش نظر یہ ہے مگر ایسا کرنے سے روافض

کے پلے کچھ نہیں رہتا انکی نظریاتی عمارت تو فقط چند ٹوٹکوں اور مفروضوں پر قائم ہے جو دھوکہ وفریب کاری کے میٹر یل سے تیار ہوتی ہے۔

5- الامامۃ والسیاسۃ کے حوالے سے حضرت سعد بن عبادہؓ کا انکار بیعت اور مددگاروں کے پا لینے پر حملہ کا ارادہ نقل کر کے خوب دھوکہ دیا۔

جواب:

اول تو الامامۃ والسیاسۃ نامی کتاب ایسی قابل اعتماد کتاب نہیں جس کی کہی سچ مان لی جائے۔ ارباب علم نے ابن قتیبہ جیسے لوگوں کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ یہ جھوٹ بولنے اور افتراء باندھنے میں مشہور ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں روح المعانی کی عبارت کا مطلب درج کیا جاتا ہے۔

یہ ابن قتیبہ ابن اعثم الکوفی سمساتی وغیرہ جو جھوٹ بولنے اور افتراء باندھنے میں مشہور ہیں انکے اکاذیب اور بہتانات کثیر ہیں۔ (روح المعانی لعلامہ آلوسی ج22 ص11 زیر آیت و قرن فی بیوتکن، (بحوالہ فوائد نافع حصہ اول ص663)

ثانیاً اسی کتاب الامامہ والسیاسۃ کے سیاق وسباق کو دیکھنے سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے چنانچہ ابن قتیبہ الامامہ والسیاسۃ کے اسی صفحہ 11 پر لکھتے ہیں: **و قام سعد و عبدالرحمن بن عوف و من معها من بنی زهره فبایعوا۔** یعنی حضرت سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف اور جو ان کے ساتھ بنی زہرہ کے لوگ تھے وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بیعت کی۔ مزید لکھتے ہیں: **وقد بایع الناس ابوبکر۔** (ص 11)

یعنی تحقیق لوگوں نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت (خلافت) کی۔ مزید لکھتے ہیں۔ فبایعہ الناس جمیعا ص 11

یعنی جب حضرت ابوبکر صدیقؓ ممبر پر جلوہ افروز ہو گئے تو تمام لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

صاحب کتاب کی یہ وضاحت اور تمام لوگوں سمیت حضرت سعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف و بنی زہرہ کا بیعت کر لینا آخر ان کرم فرماؤں کو نظر کیوں نہ آیا۔ جب کہ **الامامة و السیاسة** کے یہ الفاظ تمام شکوک وشبہات کا جنازہ نکال رہے ہیں کہ **فبایعه الناس جمیعا** لہٰذا **جمیعا** کا تاکیدی لفظ اس احتمال پر کاری ضرب ہے جو کہ کرم فرماؤں کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے کہ فلاں فلاں 1 ن آدمیوں نے بیعت نہیں کی۔ بلکہ تاکید کا یہ لفظ ہر فریب کار کے ناک پر چھری کی طرح چلتا نظر آتا ہے۔

8- المنجد فی الاعلام کے حوالے سے نقل شدہ وہی الزام کہ حضرت سعدؓ نے بیعت نہ کی۔ یہ صاحب کتاب کے کھاتے میں الزام کا اضافہ ہے۔ ورنہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہؓ سمیت تمام صحابہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ الشیخان کا مصنف ڈاکٹر طہٰ حسین بھی اعتراف کرتا ہے۔ **یتحدثون بانه بایع کما بایع غیره من الناس و هذا عندی انی الی الصواب** کہ محدثین نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعد نے بیعت کر لی تھی جیسا کہ دوسرے لوگوں نے بیعت کر لی تھی اور یہ میرے نزدیک بالکل درست بات ہے۔ (الشیخان ص 37)

9- **الهدیة المزجاة** کے حوالے سے بھی حضرت سعد کا بیعت نہ کرنا نقل کیا گیا ہے حوران کی طرف چلے جانا حضرت

سعد کے بیعت نہ کرنے سے کہاں تعلق رکھتا ہے جن دنوں میں صحابہ کرامؓ عموماً بیعت کر رہے تھے ان دنوں میں حضرت سعدؓ مدینہ منورہ میں ہی تھے اور انہوں نے بیعت کر لی تھی۔ البتہ بیعت میں قدرے تاخیر سے شریک ہوئے تھے جس کی ایک وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ بیعت خلافت کے ان ابتدائی دنوں میں حضرت سعدؓ علیل ہو گئے تھے۔ چنانچہ اسی ڈاکٹر طہٰ حسین مصری نے اپنی کتاب الشیخان میں نقل کیا ہے۔

ان سعد اتاخر فی البیعة لانه کان مریضا۔

یعنی بے شک حضرت سعدؓ بیعت مین تاخیر سے شامل ہوئے اس لئے کہ وہ بیمار تھے۔ (الشیخان ص 37 از ڈاکٹر طہٰ حسین مصری)

10- مصری وزیر تعلیم اور ملتان کے ملا محمد برخوردار کے حوالے سے بھی حضرت سعد کا بیعت نہ کرنا لکھا ہے۔ حالانکہ یہ تو ہی پرانی بات نقل در نقل چلتی آرہی ہے جو روافض کی گھڑی ہوئی ہے جیسا کہ ہم الامامہ والسیاستہ کے مصنف ابن قتیبہ کے بارے میں عرض کر چکے ہیں۔ ان جیسے لوگوں نے جو مقولہ گھڑا بعد والے لوگوں نے بلا تحقیق و تفتیش اس کو اپنے ہاں درج کر لیا۔ مصرہی کے ڈاکٹر طہٰ حسین نے الشیخان میں گھڑی ہوئی روایت کے بارے میں احتجاج کیا ہے اور حضرت سعدؓ کے متعلق یہی روایت کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا وہ مسلمانوں کے ساتھ نماز جمعہ وغیرہ میں بھی شریک نہ ہوئے تھے۔ اس کو رد کر کے ان روایات کو درست بتایا جن میں صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر انکا بیعت کرنا واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (الشیخان ص 37 از ڈاکٹر طہٰ حسین مصری)

ورنہ وہ صحابی جس کی اسلام کیلئے بے شمار خدمات ہوں وہ محض خلافت کے نہ ملنے پر اسلام جیسی عظیم دولت سے کیسے دستبردار ہو سکتا ہے۔ حالانکہ ان نفوس قدسیہ نے بھاری قربانیاں دے کر اسلام کی آبیاری کی ہے گویا یہ بات نہ نقلاً درست ہے اور نہ ہی عقلاً کسی کام کی ہے جو روافض نے اپنی کتاب میں درج کر کے کئی اوراق کو سیاہ کر ڈالا ہے۔

ایک وضاحت

ممکن ہے پڑھنے والوں کے ذہن میں یہ غلط خیال جنم لے کہ روافض حضرت سعدؓ کے ہمدرد اور ان کا حق پر ہونا مانتے ہیں اور ان کو حضرت سعدؓ سے دلی ہمدردی یا قلبی محبت اور اچھی خاصی دلداری و موافقت ہے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں بلکہ دیگر صحابہ کرام کی طرح حضرت سعدؓ کے بارے میں بھی رافضی قلم خاصا بے رحم ثابت ہوا ہے۔ اور دیگر صحابہ مہاجرین وانصار کی طرح حضرت سعدؓ کو بھی مرتد قرار دے کر ان پر زبان طعن دراز کی ہے۔ ان 3 افراد میں حضرت سعدؓ کا اسم گرامی شامل نہیں ہونے دیا گیا جن کو وہ بعد از وفات رحمت عالم ﷺ مومن مانتے اور گردانتے ہیں حتیٰ کہ تحقیقی دستاویز کے گزشتہ اوراق میں بھی وہی زبان درازی (جو ان کا وطیرہ ہے) دھرائی ہے۔ محترم قارئین کا اس بات پر تعجب کرنا مزاج رافضیت سے عدم واقفیت پر مبنی ہے کہ ایک طرف حضرت سعدؓ سمیت انصار کو مرتدین میں شامل کر کے تبرا کرتے اور دوسری طرف خلافت صدیقی کے انکار پر قلم آزمائی کر کے بظاہر ان سے والہانہ محبت اور خیر خواہی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہی وہ دوغلہ پن، منافقانہ پالیسی اور دو رخی کا پاٹ ہے جو تقیہ کے زیر سایہ روافض ادا کرتے رہتے ہیں۔ ان کیلئے وقت پر دشمن کو اپنا سب کچھ کہنا اور

وقت گزر جانے پر آنکھیں دکھانا کوئی نئی کہانی یا عجوبہ نہیں جن لوگوں کو ان سے واسطہ پڑا ہے وہ اس حقیقت کو روز روشن کی طرح جانتے اور مانتے ہیں۔ روافض کا صحابہ کرامؓ کے بارے میں ہمیشہ سے یہی طرز عمل رہا ہے کہ کسی ایک صحابیؓ پر زبان درازی کیلئے کسی دوسرے صحابیؓ کو آڑ بنایا گیا ایک صحابی کی تعریف جبکہ دوسرے صحابہ پر دل کھول کر تنقید کرتے ہیں۔ نیز دو دھاری تلوار کے استعمال سے ایک کام میں دو دو طرح کے انتقام لینا بھی رافضی دماغ کا تیار شدہ اسلحہ ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا حوالہ جات میں جن لوگوں کا خیال ہو کہ یہاں روافض حضرت سعدؓ کے خاص ہمدرد، قلبی دوست اور جان سے زیادہ محبوب نظر آتے ہیں اور ان سے حضرت صدیق اکبرؓ کا خلافت چھین لینا بڑا ظلم محسوس ہوتا ہے پھر صدیق اکبرؓ سے سیدہ طیبہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی طرح حضرت سعدؓ کا بھی تادم وفات ناراض رہنا اور روٹھ کر دوسری طرف ہجرت کر جانا بتاتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان ہر دو شخصیات کی ہمدردی میں ان کا مگر مچھ کی طرح آنسو بہانا بھی کسی شکار کی تلاش کیلئے ہے۔ ورنہ ارباب عقل ذرا غور فرمائیں کہ وہ حضرات جنہوں نے اسلام قبول کر کے دنیا بھر کے بڑے چھوٹے سے دشمنیاں مول لیں اور دن رات انہیں تلواروں کی چھاؤں میں گزارنا پڑا، مصائب و آلام کے طوفان ان پر گزر گئے مگر ان لوگوں کی وفاء و اطاعت شعاری میں ذرا کمی نہ آئی بلکہ تکلیفوں کے بعد کچھ راحت نصیب ہوئی اور اموال غنیمت ملنے لگے تو وہ صحابہ کرامؓ ہی تھے جن کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ دنیا میں ہی نہ چکا دیا گیا ہو بھلا ایسے خدا شناس اور آخرت کے طالب محض خلافت کے نہ ملنے پر نماز باجماعت چھوڑ دیں گے؟ اور اپنے ہی دینی بھائیوں پر حملہ آور ہو جائیں گے؟۔ اور اتنے ناراض کہ حضور پاک ﷺ کا جوار (جو اہل ایمان کے دل کی ٹھنڈک ہے) وہ چھوڑ دیں گے؟ اور صرف امیر نہ بنائے جانے پر اپنے بھائیوں سے ایسے ناراض ہوں گے کہ ان سے دوریاں اختیار کر لیں گے۔ ذرا غور کیجئے حضرت سعدؓ کا جو نقشہ رافضی قلم کھینچ رہا ہے ایک خالص دنیا دار ہوا پرست، مریض دل، مریض حسد اور حب جاہ کے مریض کا ہے یا ایک ولی اللہ زاہد، پارسا، حب دنیا سے دور خدا شناس طالب آخرت شخص کا؟؟؟

اس دو دھاری تلوار سے رافضی دماغ ایک طرف اگر صدیق اکبرؓ پر بے لگام زبان دراز کرتا ہے تو دوسری طرف حضرت سعدؓ کو حریص، حاسد، دنیا پرست، ~~اور~~ طالب دنیا ثابت کر کے ان کی شخصیت کو مجروح کر رہا ہے۔ کیا رحمت عالم ﷺ کے شاگردان خاص کا یہی کردار ہے؟ افسوس ارباب علم کی عدم توجہ نے اغیار کو موقع فراہم کر دیا کہ وہ تحقیقی دستاویزوں کے جھوٹے ناموں سے رحمت عالم ﷺ کی تعلیم و تربیت سے فیض یاب شاگردوں کو مجروح کرتے پھریں اور کوئی قانون ان کی بے لگام زبانوں کو تالے نہ لگا سکے۔

حضرت علیؓ بن طالب کے انکار خلافت صدیقی پر روافض کی طبع آزمائی

1۔ حضرت عباسؓ، حضرت علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ حلقہ بیعت میں حاضر نہ ہوئے۔ (شیعہ دستاویز ص 103) (بخاری)

جواب:

حلقہ بیعت سے مراد اگر تو سقیفہ بنی ساعدہ والا ہے تو یہ الزام وہاں تو حاضرین نے بیعت کی تھی جبکہ بیعت عامہ اراں

بعد مسجد میں ہوئی جس میں تمام وہ صحابہ شریک بیعت ہوئے جو قبل ازیں سقیفہ کی مجلس میں شریک نہ ہوئے تھے۔

2۔ الخلفاء الراشدون کے حوالے سے کہ حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت سعدؓ نے خلافت صدیقی کو تسلیم نہ کیا۔

جواب:

بقول روافض اگر یہ بات ٹھیک ہے تو روافض کی وہ دسیوں کتابیں جس میں حضرت علیؓ کا بیعت کرنا لکھا گیا ہے وہ جھوٹ ہوا؟ کم از کم اتنی عقل تو ہونی چاہیے کہ صفائی دینے میں دشواری نہ ہو۔ ہم گزشتہ سطور میں عرض کر چکے ہیں کہ حضرت سعدؓ وحضرت علیؓ کا بیعت کرنا اہل علم کے نزدیک معروف ہے فریقین کی کتابیں بیک زبان حیدر کرار کا بیعت کرنا بتا رہی ہیں۔

4،3- ازالۃ الخفاء اور الفاروق کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ خلافت صدیقی کو توڑنے کے مشورے ہوتے رہے۔ (ایضاً)

جواب:

مذکورہ کتابوں میں یہ ایک شاذ قول نقل کرنے کے بعد لکھا موجود ہے کہ بیعت عامہ جو تدفین کے بعد واقع ہوئی ان تمام بزرگوں نے بیعت کر لی تھی ملاحظہ ہوں ازالۃ الخفاء کے مذکورہ اوراق۔

اس بات سے تحقیقی دستاویز والوں کو بھی انکار نہیں کہ صحابہ کرامؓ کے پورے ذخیرہ میں سے صرف 13 افراد نے صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی۔ صحابہ کرامؓ کا ایک سیلاب صدیق اکبرؓ کی طرف جھک پڑا اور 12 تیرہ افراد بنو ہاشم کے گھر مشورہ کرتے رہے کہ کیا کیا جائے۔ پھر ارباب نظر غور فرمائیں کسی چیز کا مشورہ کرنا اسے شرعی مسئلہ نہیں بنا سکتا۔ ورنہ رحمت عالم ﷺ کے زمانہ مبارک میں صحابہؓ کو نماز کیلئے بلانے کے واسطے ناقوس بجانے کا مشورہ بھی ہوا تھا۔ تو کیا یہ ناقوس بجانا شرعی مسئلہ بن گیا؟

بالفرض اگر حضرت علیؓ خلیفہ بننے کا ارادہ فرماتے تھے اس ارادہ کی بنا پر اُن کو مستحق خلافت قرار دیا جاتا ہے تو حضرت علیؓ نے ابوجہل کی بیٹی سے سیدہ کی موجودگی میں نکاح کرنے کا ارادہ بھی کیا تھا۔

پھر حضرت علیؓ کو تو ابوجہل کی بیٹی کا شوہر کہنا چاہیے حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ بہر حال مفروضوں اور خیالی پلاؤ پر نظریات کی عمارتیں قائم کرنے والے کرم فرما حیدر کرارؓ کے بنتِ ابوجہل سے نکاح پر بھی کچھ فرمائیں گے؟؟؟ جو ارشاد ہو وہی ہماری طرف سے خلافت کے مشورے وارادے کا جواب تصور کر لیا جائے۔

5- اس عنوان کا آخری حوالہ ازالۃ الخفاء سے حضرت سلمان فارسیؓ کا سیدنا حضرت عمرؓ کو بادشاہ کہنا نقل کیا ہے۔ گویا اپنے ضمیر کی سیاہی تحقیقی دستاویز کے اوراق پر گرادی ورنہ یہ بات ثابت ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اور بیعت کرنے کے بعد وہ حضرات اپنے عہد و پیمان کو توڑنے والے نہ تھے۔ باقی یہ بہتان کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ اس لئے بادشاہ ہیں کہ خراج لیتے اور بیت المال کو غیر ضروری طور پر صرف کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے خیبر وغیرہ کے یہود سے جو کچھ لیا تھا وہ کیا ہے؟ کیا پھر آپ ﷺ بھی بادشاہ ہوئے؟ **باقی رہا بیت المال کا غیر ضروری صرف کرنا تو یہ اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ جس کا احاطہ بھی مشکل ہے۔ تیرہ تیرہ**

پیوند لگے لباس کا پہننے والا 22 لاکھ مربع میل پر مسلمانوں کا امیر اور ضرورت مندوں کے گھر تک خود ضروریات زندگی کی چیزیں پہنچانے والا بھلا بیت المال میں غیر ضروری تصرف کرے گا؟؟؟ یہ ظالمانہ بہتان روافض نے گھڑ لیا ہے۔ ورنہ حقیقت سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں۔

ضروری گزارش

ان پانچ حوالوں سے روافض نے حیدر کرارؓ و بنو ہاشم کا صدیق اکبرؓ کی بیعت کرنے سے انکار ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ ان مذکورہ مقامات پر مذکورہ کتب میں کہیں یہ وضاحت نہیں کہ ان بزرگوں نے آخری دم تک خلافت صدیقی سے انکار جاری رکھا اور بیعت نہ کی۔ بلکہ ان سب کتابوں میں ان تمام بزرگوں کے بیعت کر لینے کی تصریح کی ہے۔ البتہ مورخین کا یہ اختلاف ان مذکورہ عبارتوں میں نقل کیا گیا ہے کہ ان حضرات نے فوری طور پر بیعت کر لی تھی یا ذرا تاخیر سے کی تھی۔ گویا ان حضرات کا بیعت سے انکار کسی کے ہاں بھی درست نہیں نہ روافض اس کا انکار کر سکتے ہیں۔ کہ ان کے اپنے ہی قلم کاروں نے اس کثرت کے ساتھ اپنی کتابوں میں بیعت علیؓ کا اثبات نقل کیا ہے کہ جس کا انکار روافض کے بس میں نہیں۔ اور نہ ہی اہل السنت والجماعت میں سے کسی نے ان حضرات کا بیعت سے آخری دم تک انکار کرنا لکھا ہے اختلاف صرف اتنا ہے کہ بعض اہل علم فرماتے ہیں ان بزرگوں نے بیعت ذرا تاخیر سے کی مگر جمہور اہل علم کے نزدیک یہ بات بھی قابل قبول نہیں کہ ان حضرات نے بیعت تاخیر سے کی بلکہ جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ ان حضرات نے بھی بلا تاخیر دیگر اہل اسلام کے ساتھ ہی بیعت کر لی تھی۔ ابو سعید خدریؓ کی روایت اس بات میں سب سے زیادہ صحیح ہے اور اہل علم نے اسی پر اعتماد کیا ہے کہ حیدر کرارؓ و حضرت زبیرؓ نے تعجیلاً بیعت کر لی۔ تاریخ ابن جریر تاریخ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، طبقات ابن سعد وغیرہ میں اسی کو زیادہ درست قرار دیا ہے۔ بخاری، تاریخ ابن جریر، انساب الاشراف بلاذری وغیرہ میں جو چھ ماہ بعد بیعت کرنے کی روایت نقل کی ہے وہ ابن شہاب زہری کا ادراج ہے۔ جسے ارباب علم نے قبول نہیں کیا بلکہ رد کر دیا ہے۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں: (رحماء بینھم حصہ اول ص 232)

مذکورہ بالا روایت کے مقابل سیدنا حیدر کرارؓ کے چند ارشادات ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ آئینہ میں حقیقی صورت کا دیکھنا دشوار نہ رہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

ابوسفیان اور خلافت صدیقی

تحقیقی دستاویز کے صفحہ 104 سے 106 تک ایک ہی روایت کو مختلف الفاظ اور مختلف کتب سے نقل کیا گیا کہ ابوسفیان حضرت علیؓ کے پاس حاضر ہوئے کہ خلافت تو ہاشمیوں یا بنو عبد مناف کو ملنی چاہیے تھی۔ بنو تیم نے اس پر قبضہ کر لیا ہے لہذا اے علیؓ اگر تم چاہو تو میں مدینہ کو پیادہ و سواروں سے بھر دوں؟۔

معلوم ہوا کہ ابوسفیان بھی مخالفین صدیق اکبرؓ اور حیدر کرارؓ کی خلافت کیلئے سرگرم عمل تھے بلکہ اول دستہ کے روح رواں تھے۔ مختلف الفاظ سے ابوسفیان کی اس بات کو بڑے طمطراق سے تحقیقی دستاویز کی زینت بنایا گیا جیسے یہ کوئی ناقابل فراموش

کارنامہ ہو۔ ہم ارباب علم کی خدمت میں چند قابل غور امور پیش کر کے ان پر توجہ فرمانے کے طالب ہوں گے۔

1- روایت بالا سے معلوم ہوا کہ ابوسفیان حضرت علیؓ کے خاص ہمدرد اور خلافت کے جدوجہد میں پیش پیش تھے۔ گویا حضرت علیؓ کے اول اول شیعہ یہی تھے کیا حضرت علیؓ کے اول شیعہ پہلے رفیق اور سب سے بڑے حامی کو کافر قرار دینے والا مسلمان رہے گا؟ ان کو گالی دینے والا مجرم ہوگا یا نہیں؟

2- ابوسفیانؓ حیدر کرارؓ کیلئے باقاعدہ فوج جمع کرنے کی ذمہ داری لے رہے ہیں گویا حضرت علیؓ کی فوج کے ایسے ہی کمانڈر ہیں جیسے خیبر میں حضرت علیؓ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے کمانڈر بنائے گئے۔ تو جیسے حیدر کرارؓ پر سب وشتم کرنا گویا رحمت عالم ﷺ کو گالی دینا ہے کیا حضرت علیؓ کی فوج کے کمانڈر ابوسفیان کو گالی دینا حضرت علیؓ کو گالی دینا شمار نہیں ہوگا؟۔ اور اہل السنّت والجماعت کا یہ مطالبہ کہ جو حیدر کرارؓ کو گالیاں دے اس کی سزا سزائے موت، عمر قید، یا تعزیر ہے"۔ اس سزا کا مستحق حضرت علیؓ کے کمانڈر اول کو گالی دینے والا ہوگا یا نہیں؟

3- اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوسفیانؓ اور حیدر کرارؓ کے درمیان گہری محبت اور صدیق اکبرؓ کے مقابلے میں حیدر کرارؓ سے شدید لگاؤ تھا تو کیا حضرت علیؓ کے دوست کو گالی دینا حضرت علیؓ سے دشمنی کی دلیل ہے یا نہیں؟

4- اس واضح دوستی اور محبت کے باوجود بنو امیہ اور بنو ہاشم کو آپس میں دشمن قرار دینا کیا سفید جھوٹ کے علاوہ ان حضرات بنو ہاشم پر پرلے درجہ کا ظلم نہیں ہے؟ کہ ان کے مشکل وقت کے مددگاروں کو انکا دشمن باور کروا کر بنو ہاشم کے پیاروں کو قوم میں بدنام کروایا جا رہا ہے۔

5- اتنی واضح طاقت میسر آجانے کے باوجود سیدہؓ کا فدک قوت بازو سے نہ لینا، محسن ساقط ہو جانے پر خاموش رہنا، قرآن پاک کے بدلا جانے پر بھی حرکت نہ کرنا، خلافت کے غصب پر بھی زبان بند کئے رکھنا کیا درست امر ہوگا؟۔

کیا تحقیقی دستاویز کی یہ روایت دراصل حیدر کرارؓ کے خلاف سوچی سمجھی سازش نہیں؟۔

کم از کم ذکر کی گئی یہ روایات درست مان لی جائیں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ

1- بنو امیہ اور بنو ہاشم آپس میں گہری محبت رکھتے تھے۔

2- بنوامیہ، بنو ہاشم پر ہر مشکل میں جان قربان کرنے کو تیار رہتے تھے۔

3- ابوسفیانؓ کو تمام صحابہ حتیٰ کہ ابوبکرؓ وعمرؓ وغیرہ سے زیادہ محبت حضرت علیؓ سے تھی۔

4- ابوسفیانؓ ہر جگہ حضرت علیؓ کو مقدم دیکھنا چاہتے تھے۔

5- حضرت علیؓ کیلئے ابوسفیانؓ لشکر کشی کیلئے بھی تیار تھے۔

6- ابوسفیانؓ کی طاقت حضرت علیؓ کے علاوہ کسی کے پلڑے میں نہ پڑی تھی۔

یہ سلوک تو ابوسفیان کا حضرت علیؓ کے ساتھ ہے جبکہ روافض کا ابوسفیانؓ سے جو محبت وخوش اخلاقی اور حسن ظن کا تعلق ہے وہ ان کی کتابوں سے عیاں ہے کہ دن رات میں کئی مرتبہ بنوامیہ پر تحقیقی دستاویز والے زبان دراز کرتے رہتے ہیں،

خاص شیعہ تو اپنی جگہ در در کے بھکاری شیعہ بھی حضرت ابوسفیانؓ ان کے اہلبیت اور حضرت معاویہؓ پر بدترین طریقہ سے تبرا کرتے ہیں۔ کیا یہ آلِ رسول کی دشمنی، حیدر کرارؓ کے ہم نواؤں کی مخالفت اور حق کی مخالفت نہیں؟

ان گزارشات کے بعد اب ذرا اس روایت کا حال سماعت فرمایئے جو تحقیقی دستاویز والوں نے نقل کی ہے۔ حدیث کی کتابوں میں یہ روایت موجود ہے مگر "لا تقربوا الصلوٰۃ" کی طرح ایک ٹکڑا تو نقل کر دیا اور جو روایت کے مفہوم کو نصف النہار کی طرح واضح اور عیاں کرتا ہے اسے کھا گئے اور روایت کا وہ حصہ نقل نہیں کیا جو تمام روافض کی ناک پر چھری چلا رہا ہے۔ ابوسفیان کی مذکورہ مکمل روایت بحوالہ ابن عساکر، کنز، عبدالرزاق وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

1۔ سوید بن غفلہؒ کہتے ہیں کہ ابوسفیانؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے پاس آکر کہا کہ اے علی اور تم اے عباس (یہ بتاؤ) یہ خلافت کا کام کیسے قریش کے چھوٹے اور حقیر قبیلہ میں چلا گیا، خدا کی قسم اگر تم چاہو تو اس خلافت کیلئے حضرت ابوبکرؓ کے خلاف سوار اور پیادوں کا لشکر جمع کر دونگا۔ حضرت علیؓ نے ابوسفیانؓ سے کہا کہ نہیں خدا کی قسم میں یہ ارادہ نہیں رکھتا کہ تم اس کام کیلئے حضرت ابوبکرؓ کے خلاف لشکر اور پیادے جمع کرو اگر ہم حضرت ابوبکرؓ کو اس کام کا اہل نہ دیکھتے تو انہیں اے ابوسفیان خلیفہ بننے کیلئے نہ چھوڑتے بیشک مسلمان ایسی قوم ہے کہ ان کا بعض بعض کیلئے ناصح ہونا چاہیے ان میں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ دوستی رکھنی چاہیے اگرچہ وطنوں اور خاندانوں کی دوریاں حائل ہوں اور بے شک منافق لوگ ایسی قوم ہیں کہ جو آپس میں ایک دوسرے کو دھوکہ دیتے ہیں۔

(ابن عساکر، کذا فی الکنز بحوالہ حیات صحابہؓ حصہ چہارم ص 12)

ابو احمد کی روایت میں منافقین کے بارے میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ اگرچہ ان کے مکانات اور ان کے اجسام کتنے قریب ہوں پھر بھی یہ ایسی قوم ہیں کہ ان کا بعض بعض سے بغض و کینہ رکھتا ہے اور ہم لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کر لی وہ اس کے اہل تھے۔ (کنز ج 3 ص 14)

ابن جریر کی روایت ہے کہ جب ابوبکرؓ سے بیعت کر لی گئی تو ابوسفیان نے حضرت علیؓ کے پاس آکر کہا کہ تم لوگوں پر خلافت کے بارے میں قریش کا چھوٹا قبیلہ غالب آ گیا۔ خبردار خدا کی قسم اس خلافت کیلئے سواروں اور پیادوں کا لشکر جمع کر سکتا ہوں یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا تم ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام کے دشمن ہی رہے لیکن تمہاری یہ دشمنی اسلام اور اہل اسلام کو ذرا بھی نقصان نہ پہنچا سکی بے شک ہم نے ابوبکرؓ کو اس (مسند خلافت و نیابت رسول ﷺ) کا اہل پایا۔

(عبدالرزاق، الاستعاب ج 4 ص 87 بحوالہ حیات صحابہؓ حصہ چہارم)

مرۃ الطیب سے روایت ہے کہ ابوسفیانؓ بن حرب نے حضرت علیؓ کے پاس آکر کہا یہ خلافت کیسے قریش کے سب سے چھوٹے قبیلہ میں یعنی حضرت ابوبکرؓ کے پاس چلی گئی؟ خدا کی قسم اگر تم چاہو تو میں خلافت کیلئے ان لوگوں کے خلاف لشکر اور پیادے جمع کر دونگا۔ حضرت علیؓ نے ابوسفیانؓ کو جواب دیتے ہوئے فرمایا اے ابوسفیان تم اسلام اور اہل اسلام کیلئے ہمیشہ دشمن رہے ہو مگر یہ چیز (مسلمانوں کو) ادنیٰ نقصان بھی نہ پہنچا سکی ہم نے ابوبکر صدیقؓ کو اس کا اہل پایا۔

(حاکم ج 3 ص 78 بحوالہ حیات صحابہؓ)

مذکورہ بالا روایات دیکھنے کے بعد ایک نظر روافض کی نقل کردہ روایت پر بھی ڈالیئے آدھی روایت نقل کرنے کے بعد سیدنا حیدر کرارؓ کا جو ردعمل تھا وہ پورا کا پورا ہضم کر گئے، کیا آدھی روایت نقل کر کے حیدر کرارؓ کا ابوسفیانؓ کے قول پر ردعمل نقل نہ کرنا خیانت اور دھوکہ بازی نہیں؟ مگر یار لوگوں کو اس سے کیا حیدر کرارؓ پر حرف آئے یا حدیث پاک کے نام سے دھوکہ دینا پڑے انہیں تو بس عوام کو راہ حق سے بہکانے کا کوئی بہانہ چاہیے۔

ہماری گزارش ہے کہ روایات پیش کردہ کی روشنی میں حضرت ابوسفیانؓ نے یہ بات کہی تو تھی مگر حیدر کرارؓ نے ایسا کھرا اور ایمان افروز جواب دیا کہ پھر خلافت صدیقی پر انگشت اٹھانے کی کسی کو ہمت نہ ہوسکی۔ وہ روایت جو سراسر خلافت صدیقی کا احقاق، اثبات اور ان کی زبردست تائید کرنے والی ہے یار لوگوں نے اسی روایت کا ایک ٹکڑا یا ایھا الذین امنو لا تقربو الصلوٰۃ کی طرح کا ہاتھوں میں تھما یا اور لگے عامۃ الناس کو اس کے ذریعے گمراہ کرنے اور حق سے بہکانے۔ حالانکہ جیسے قرآن پاک کا یہ ادھورا جملہ پورا مسئلہ واضح نہیں کرتا بلکہ محض اسی جملہ پر اکتفا کرنے والا انکار نماز کی صورت میں گمراہی کی دلدل میں غرقاب ہوجاتا ہے بعینہ ایسے ہی حدیث پاک کا پورا حصہ نقل نہ کر کے آدھے حصہ کی روایت سے عامۃ الناس کو گمراہ کرنے والا، جادہ حق سے کوسوں دور جا پڑتا ہے اگر پوری روایت سامنے رکھ لی جائے تو روافض کی دجل پر تعمیر عمارت دھڑام سے زمین بوس ہوجاتی ہے چنانچہ مکمل روایت ہم نے نقل کر دی ہے راہ حق کے متلاشی اس پوری روایت کو سامنے رکھ کر روافض کا دھوکہ اور فریب کاری کا نمونہ دیکھنے کے ساتھ یہ بھی ملاحظہ فرماسکتے ہیں کہ اس روایت میں روافض کے نظریات پر حیدر کرارؓ نے کس طرح لات ماردی ہے۔

ابوسفیانؓ والی مذکورہ روایات کے فوائد

1- حضرت علیؓ ابوبکرؓ کی خلافت کو عین حق جانتے تھے۔
2- حضرت علیؓ نے ابوبکرؓ کے ہاتھ بیعت کر لی تھی۔
3- خلافت صدیقی کے خلاف بغاوت ولشکر کشی حضرت علیؓ کے نزدیک اسلام سے بغاوت تھی۔
4- باوجود طاقت کے خلافت صدیقی کے خلاف حیدر کرارؓ نے ہرگز کوئی اقدام نہیں فرمایا۔

ان حقائق کے بعد روافض کا یہ اعتراض کہ ابوسفیانؓ نے حضرت علیؓ کو خلافت کیلئے ابھارا تھا اور یہ حضرات خلافت صدیقی کے خلاف تھے۔ گوزشتر سے زیادہ قیمت نہیں رکھتا۔

دیگر صحابہؓ اور خلافت صدیقیؓ

تحقیقی دستاویز کے صفحہ 106 پر عنوان قائم کیا کہ ''دیگر صحابہ جنہوں نے خلافت ابوبکر کو تسلیم نہ کیا اس میں حضرت زبیر بن عوام خالد بن سعیدؓ سمیت کل 10 افراد کا نام گنوایا اور تاریخ ابوالفدا سیرت ابوبکر از رضا مصری تاریخ الیعقوبی جیسی کتابوں کا حوالہ دیا۔''

اس ضمن میں چند باتیں ملاحظہ فرمائیں:

1- دیگر صحابہ کا عنوان دیکر گویا تاثر یہ دیا کہ گذشتہ سطور میں جو حضرات خلافت صدیقی کے انکار کرنے والے ہیں انکے علاوہ یہ حضرات بھی ہیں پھر اس سلسلہ کی کل کائنات جو انکھی کی تو اول نام ہی حضرت زبیرؓ کا شمار کیا حالانکہ تحقیقی دستاویز کے صفحہ 106 سے اوپر کے صفحات اس بات پر سیاہ کئے گئے ہیں کہ حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کے گھر بیٹھ کر مشورہ کیا کہ خلافت علیؓ کا اعلان کرنا چاہیے گویا خلافت صدیق اکبرؓ کا انکار کرنے میں حضرت زبیرؓ پیش پیش تھے جنکا تذکرہ اوپر کے صفحات میں روافض کی کتاب کر چکی۔ پھر عنوان بدل کر دوبارہ وہی نام گنوانا شروع کر دیئے جن کو وہ پہلے سے بھی شمار کر چکے تھے۔ اسی طرح اس لسٹ میں ابوسفیان کا بھی نام موجود ہے حالانکہ ابوسفیانؓ کے نام سے تحقیقی دستاویز کے کئی بالا صفحات سیاہ کئے گئے ہیں اوپر کے 3 صفحات ابوسفیانؓ کے بارے میں ہی سیاہ کئے کہ وہ خلافت علیؓ کے زبردست حامی اور محرک تھے مگر افسوس روافض کی کج روی پر کہ جو بھی حیدر کرارؓ کا مخلص حامی اور سچا وفادار نظر آتا ہے اس کو حیدر کرارؓ کا دشمن قرار دے کر زہر اگلنا شروع کر دیتے ہیں کاش ملت اسلامیہ روافض کی فریب کاری سے آگاہ ہو جاتی۔

حضرت علیؓ کا نام بھی بطور امیدوار خلافت کے اس لسٹ میں گنوایا گیا ہے حالانکہ ان کا بیعت سے اعراض کئے رہنا رافضی دستاویز کے بالائی صفحات میں بڑے طمطراق سے لکھا گیا ہے۔ بلکہ باقاعدہ ہیڈنگ قائم کر کے خلافت صدیقی سے انکار کرنے پر دلائل جمع کئے گئے ہیں۔ نام وہی ہیں لیکن عنوان بدل بدل کر عامۃ الناس کو گمراہ کرنے اور الفاظ کا رعب ڈالنے کیلئے بار بار انہیں حضرات کے نام گنواتے چلے گئے ہیں۔

2- اس نئی لسٹ میں حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ کے علاوہ خالد بن سعیدؓ کے نام سے بھی دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی ہے ہم گذشتہ سطور میں حضرت عبادہ بن صامتؓ، حیدر کرارؓ، حضرت زبیرؓ وغیرہ کا خلافت صدیقی کو قبول کرنا فریقین کی کتب سے قارئین کی نذر کر چکے ہیں اب ذرا حضرت خالد بن سعیدؓ کے نام سے دیئے جانے والے دھوکہ کا حال بھی ملاحظہ فرمایئے۔

جب صدیق اکبرؓ کے ہاتھ مبارک پر محبوب کریم ﷺ کی امت برضا و خوشی بیعت کر رہی تھی تو اس وقت حضرت خالد بن سعیدؓ مدینہ منورہ میں تھے ہی نہیں۔

محترم حضرات! اندازہ لگایئے جو شخص مدینہ منورہ میں موجود ہی نہ تھا وہ سینکڑوں میل لمبا ہاتھ کہاں سے لاتا تاکہ وہیں بیٹھے بیٹھے اپنا ہاتھ دراز کر کے مدینہ منورہ میں سیدنا صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لیتا؟ مگر یار لوگوں کو اس سے کیا ان کو تو حضرت علیؓ کی خلافت کیلئے ایک ووٹ کا اضافہ کرنا ہے جیسے بھی ہو، تاکہ امت کے درمیان انتشار کی راہ کھولی جا سکے۔ محترم حضرات! جب محسن انسانیت ﷺ کا وصال مبارک ہوا تو اس وقت حضرت خالد بن سعیدؓ یمن میں تھے، خلافت صدیقی کو ایک ماہ گزر چکا تھا کہ واپس تشریف لائے اور کچھ وقفہ سے سیدنا صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں جب شام پر لشکر کشی کا ارادہ فرمایا تو حضرت خالد بن سعیدؓ کیلئے ہی امارت تجویز فرمائی تھی۔ اور

بذات خود امارت کا جھنڈا لے کر خالد بن سعیدؓ کے گھر تشریف لے گئے تھے۔ چنانچہ طبرانی، کنز، ابن عساکر وغیرہ کے حوالہ سے حیات صحابہ میں یہ روایت منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں خالد بن سعید بن العاصؓ یمن میں تھے۔ آپ ﷺ کی دنیا سے رحلت ہوگئی اور یہ وہیں پر تھے آپ ﷺ کی وفات کے ایک ماہ بعد مدینہ منورہ آئے۔ (حیات صحابہ حصہ چہارم ص 18)

ابن سعد وغیرہ کے حوالہ سے یہ روایت حضرت خالد بن سعیدؓ ابن العاص کی بیٹی سے منقول ہے۔ فرماتی ہیں کہ میرے باپ حضرت خالد بن سعیدؓ یمن سے مدینہ اسوقت تشریف لائے جب کہ حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی جا چکی تھی۔ آگے چل کر فرماتی ہے...... حضرت ابوبکر صدیقؓ ان (خالد بن سعیدؓ بن العاص) کے پاس اس وقت تشریف لائے جب وہ گھر میں اکیلے تھے (حضرت ابوبکرؓ) نے انہیں سلام کیا۔ خالدؓ نے خود ہی حضرت صدیق اکبرؓ سے عرض کیا کہ کیا آپ کو یہ پسند ہے کہ میں آپ سے بیعت کروں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا مجھے یہ پسند ہے کہ تم بھی اس صلح میں داخل ہو جاؤ جس میں تمام مسلمان داخل ہو چکے ہیں۔ حضرت خالدؓ نے کہا کہ شام کے وقت میں آپ سے بیعت ہونے کا وعدہ کرتا ہوں چنانچہ یہ آئے اور حضرت ابوبکرؓ منبر پر تھے اور آپؓ سے بیعت ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کی رائے ان کے بارے میں اچھی تھی اور وہ ان کی انتہائی تعظیم کرتے تھے جب حضرت ابوبکر صدیق نے شام کی طرف لشکر بھیجا تو مسلمانوں کے لشکر پر ان کی امارت تجویز فرمائی۔ اور امات کا جھنڈا لیکر ان کے گھر تشریف لائے۔ (طبقات ابن سعد جلد 4 ص 97 بحوالہ حیات صحابہ مترجم حصہ چہارم ص 19)

ان روایات سے اس دھوکہ کا بھی خوب آپریشن ہو گیا جو حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ کے نام سے دیا جا رہا تھا۔ اے ارباب عقل و دانش! چند ماہ تاخیر سے بیعت کرنے کی وجہ سے کبھی بھی حضرت خالد بن سعیدؓ کو منکر خلافت صدیقی قرار نہیں دے سکتے جبکہ یہ حقیقت ان کے سامنے عیاں ہو کہ آپ ﷺ کے وصال مبارک کے وقت یہ صاحب یمن میں تھے انکا یمن میں قیام ان کے لیے تاخیر بیعت کا باعث ہوا ورنہ اگر یہ مدینہ منورہ میں ہوتے تو دیگر تمام صحابہؓ کے ساتھ یہ بھی اسی کشتی وحدت میں سوار ہو کر بلا تاخیر بیعت کر لیتے جیسے کہ وطن واپس آنے کے کچھ دنوں بعد بیعت کر لی تھی مگر شاباش ہے تحقیقی دستاویز والوں کو کہ جب مدینہ منورہ سے مقصد تمام ہوتا نظر نہ آیا تو اِدھر اُدھر گئے صحابہؓ کے نام تلاش کر کے انہیں منکر خلافت صدیقی قرار دے ڈالا۔ یہ ہے عدل و انصاف اور یہ ہے نرالی تحقیق۔

3- لکھا ہے کہ ایک جم غفیر نے خلافت ابوبکرؓ سے انکار کر دیا۔ (ص 106)

سبحان اللہ کیا خوب تحقیق ہے ذرا یہ عبارت سامنے رکھ کر صفحہ 107، 108 کی لسٹ بھی ملاحظہ فرمائی جائے جس میں لکھا ہے۔

بے شمار صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا انکار کیا جن میں درج ذیل نام تواتر سے کتب میں نقل کئے گئے ہیں۔ پھر نمبروار حضرت علیؓ، حضرت سعدؓ، حضرت زبیرؓ، عتبہؓ، خالدؓ، مقدادؓ، سلمانؓ، ابوذرؓ، عمارؓ، براءؓ، ابن ابی کعبؓ، ابوسفیانؓ، حباب بن منذرؓ کل 13 نام شمار کئے۔ ارباب علم اس مفروضہ پر زیادہ حیران نہ ہوں اس خانہ ساز فیکٹری میں اس سے بڑے بڑے عجوبے پرورش پاتے ہیں۔ یہاں کی قصہ خانیاں بھنگ کے نشہ میں مست ہو کر ؟ سمجھی جائیں تو سمجھی جائیں۔ ورنہ کون عقل

سے بہرہ مند 13 افراد کو جم غفیر قرار دے گا؟ عجیب تماشہ ہے کہ ایک طرف تو ٹوٹل 13 افراد اپنے مقصد کو ثابت کرنے کے لیے دستیاب ہو سکے تو اس تعداد کو جم غفیر کہہ دیا اور تاریخ یعقوبی جیسی شیعہ کی کتابوں سے گھڑی ہوئی روایات کو دیکھا تو ان کو متواتر قرار دے ڈالا۔ اب اربابِ علم سوچیں بھلا تاریخ یعقوبی کی تقیہ میں ملبوس کہانیاں درجہ تواتر کی سند کیسے پالیں گی اور کیا 13 افراد کو ''بے شمار'' کے لفظ سے تعبیر کیسے کیا جا سکتا ہے؟

قطع نظر اس کے کہ جن نفوس قدسیہ کے ذمہ انکار خلافت صدیقی کا الزام لگایا ہے۔ یہ حضرات اس طرح کے نظریات نہ رکھتے تھے جو روافض نے ان کے ذمہ لگا دیے ہیں۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ اس مختصر سی عبارت میں کس قدر تضاد اور ہٹ دھرمی کا منہ چڑھاتا چہرہ نظر آتا ہے۔

تحقیقی دستاویز والوں کی یہ بات اگر درست ہے کہ ایک جم غفیر نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت نہ کی تھی تو ظاہر ہے وہ حضرت علیؓ کے ساتھ ہوں گے اگر یہ بات قابل تسلیم ہے تو خلافت صدیقی کا مقبول ومحبوب ہونا اور حضرت علیؓ کے نزدیک ان کا قابل اعتبار ہونا اور زیادہ واضح ہوتا اور نکھر کر سامنے آتا ہے کہ باوجود جم غفیر کی حمایت کے حضرت علیؓ نے زندگی بھر کبھی بھی خلافت صدیقی و فاروقی وعثمانی کے خلاف اس جم غفیر کو میدان میں نہ اتارا بلکہ پوری اطاعت وفرمانبرداری کرتے رہے۔ کیونکہ وہ خلافت صدیقی کے تمام کاموں کو درست اور جائز جانتے تھے۔ اگر کوئی ناجائز یا خلاف شریعت کام دیکھتے تو ضرور میدان میں اُترتے۔ کیونکہ ان کے ساتھ ایک جم غفیر تھا۔ لہٰذا محسن کا ساقط ہونا، خلافت کا غصب ہونا، فدک کا چھن جانا اس تحقیقی دستاویز کی جم غفیر والی کہانی سے بالکل جھوٹ ثابت ہو جاتا ہے کہ انقطاع فدک، غصب خلافت وغیرہ پر خاموشی اختیار کرنا بذات خود گناہ ہے جو حیدر کرارؓ جیسی عظیم ہستی سے بہت بعید ہیں نیز احتجاج طبرسی میں طبرسی کے احتجاج بھی جھوٹ کا پلندا ہیں۔ جس میں گردن میں رسی ڈال کر حیدر کرارؓ کا خلافت صدیقی پر بیعت کروانا، سیدہؓ کا انصار ومہاجرین کے گھروں پر دستک دینا اور مدد کے لیے پکارنا بتلایا گیا ہے اب تحقیقی دستاویز والوں کو اختیار ہے یا اپنی اس جم غفیر والی کہانی کو جھوٹا قرار دیں یا غصب فدک وغیرہ والی کہانیوں کو۔

حضرت علیؓ کیلئے آستین کے سانپ

تحقیقی دستاویز والوں نے خلافت کی بحث مکمل کرتے ہوئے ایک ووٹر لسٹ مرتب کی ہے جن میں نام بنام ان تیرہ افراد کو شمار کیا جو بزعم روافض حضرت علیؓ کے حامی اور ووٹر تھے۔ مدینہ منورہ میں صحابہ کرامؓ کی تعداد لامحالہ ہزاروں پر مشتمل تھی اور یہ پوری آبادی ہر اس شخص سے بھرپور محبت کا اظہار کرتی تھی جس کے ساتھ حضورﷺ کو زیادہ محبت تھی، اصحاب رسول کے نزدیک محبت کا معیار قرب رسولﷺ تھا چنانچہ مشہور روایت ہے کہ اہل مدینہ اس دن کثرت سے ہدایا وغیرہ بھیجتے تھے جس دن آپﷺ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے گھر ہوتے تھے۔ کیونکہ سیدہ صدیقہؓ کے ساتھ جو غیر معمولی محبت آپﷺ کو تھی وہ کسی پر بھی مخفی نہ تھی۔ گویا جو آپﷺ کو محبوب تھا صحابہ کرامؓ کو بھی وہی شخص از حد محبوب تھا۔ صحابہ کرام کو بعد از محبوب کائنات ﷺ امام اور خلیفہ منتخب کرنا اس قرب دربار رسول کا اظہار تھا۔ اہل السنت والجماعت کے نزدیک یہ بات قطعاً غلط ہے کہ

حیدر کرارؓ نے بطور امیدوار خلافت کے کسی قسم کا کوئی اقدام فرمایا ہو بلکہ حیدر کرار کا طرز عمل باب خلافت میں ہم گزشتہ سطور کے اندر فریقین کی کتب سے واضح کر چکے ہیں۔ جبکہ روافض حیدر کرارؓ کو بطور امیدوار خلافت پیش کرتے ہیں اور باقاعدہ ان کے ووٹوں کی کاسٹنگ بھی کرتے ہیں۔ جبکہ ہزاروں صحابہ کرام کے مقابلہ میں جن میں سابقین واولین مہاجرین، انصار، بدری، شرکائے بیعت رضوان، فتح مکہ سے قبل کے ایمان لانے والے حضرات بھی تھے۔ صرف 13 ووٹ حضرت علیؓ کو کاسٹ ہوئے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام میں حضرت علیؓ سب سے زیادہ غیر مقبول تھے۔ کہ تیرہ ووٹ تو ایک انتہائی غیر معروف شخص کو بھی مل جاتے ہیں لہٰذا صرف 13 ووٹوں کا ملنا عزت کی دلیل نہیں۔

اس پوری کاروائی میں روافض کا چھپا چہرہ پوری طرح بے نقاب ہو جاتا ہے کہ اس گروہ کے نزدیک حضرت علیؓ کا کیا مقام اور کتنی مقبولیت تھی نیز دور حاضر میں حیدر کرارؓ کے مقام ومرتبہ کو گرانے کی کیسی گھناؤنی صورت اختیار کی گئی ہے کہ وہ تو اپنے دوست احباب میں اور مدینہ منورہ کی پوری آبادی میں باوجود شوہر بنت رسول ﷺ ہونے کے اور باوجود آپ ﷺ کے عم زاد ہونے کے اور باوجود اپنے علم وفضل کے اتنے غیر مقبول تھے کہ سوا تیرہ ووٹروں کے کسی کا ساتھ میسر نہ آسکا۔

آخر کوئی وجہ تو ہوگی کہ خلافت کے معاملہ میں کسی نے آپ کا ساتھ نہ دیا! محترم قارئین یہ ہے روافض کا اصلی روپ اور حب علیؓ کی حقیقت، کہ حیدر کرارؓ کی عزت وآبرو پر داغ لگانے کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ حیدر کرارؓ سے دعویٰ محبت کی آڑ میں جس طرح روافض نے حضرت حیدرؓ کی عزت پر رکیک حملے کیے ہیں تاریخ میں کوئی یہودی، سکھ اور ہندو بھی اس طرح سے حملہ آور نہیں ہوسکا۔

اہل سنت والجماعت اور حیدر کرارؓ

روافض جو صرف تیرہ ووٹروں کی بنا پر حضرت علیؓ کو امیدوار خلافت بنا کر انکی غیر مقبولیت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اس کے بر عکس اہل سنت والجماعت کا نظریہ حیدر کرارؓ کے بارے میں یہ ہے کہ وہ ہر صحابی کے آنکھوں کی ٹھنڈک اور راحت کا سامان تھے تمام غلامانِ رسول ﷺ حضرت علیؓ کے قرب پر فخر کرتے اور انکی محبت پر باقی محبتوں کو قربان کرتے تھے۔

جب کوئی پسندیدہ چیز اکابر صحابہ کے پاس آتی تو وہ حضرت علیؓ کو ہدیہ کرتے تھے۔ چنانچہ صدیقی دور خلافت میں حضرت علیؓ کو خادمائیں عطاء کرنے کے متعدد واقعات! کنز العمال، مصنف عبدالرزاق، طبقات ابن سعد، نسب قریش لابی عبداللہ مصعب الزبیری، فتوح البلدان، بلاذری میں موجود ہیں۔

اسی طرح مفتوحہ علاقوں سے حاصل شدہ قیمتی لباس میسر آتے تو دوسروں سے زیادہ آلِ علیؓ کا خیال رکھا جاتا جس کے کئی ایک واقعات کتابوں میں موجود ہیں اس مقصد کے لیے فتوح البلدان کے صفحہ 254 کو ملاحظہ کرنا تسلی کا باعث ہوگا۔

صحابہ کرام حضرت علیؓ اور ان کے آل اولاد سے جو والہانہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے اس کا انکار ہرگز کسی صاحب علم کے بس میں نہیں۔

اگر حضرت علیؓ خلافت کے امیدوار ہوتے تو یقیناً صحابہ کرامؓ کی پوری جماعت ان کے ساتھ کھڑی ہوتی مگر حضرت علیؓ متعدد وجوہ سے خلافت و امارت کے طالب نہ تھے خلافت کوئی پھولوں کی سیج اور راحت کا سامان نہیں مشقتوں کی راہ ہے جہاں ہر جگہ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

حضرت علیؓ اور خلافت صدیق اکبرؓ

یہی وجہ ہے کہ جب بر سر منبر بھرے اجتماع میں سیدنا صدیق اکبرؓ نے معاملہ خلافت صحابہ کرامؓ کے سپرد کر دیا کہ میں تم سب کی بیعت واپس کرتا ہوں تو سیّدنا حضرت علیؓ نے جواب ارشاد فرمایا کہ نہ ہم بیعت واپس لیتے ہیں اور نہ واپس کرنے دیتے ہیں آپ کو نبی اکرم ﷺ نے نماز میں مقدم کر دیا اب کون آپ کو موخر کر سکتا ہے؟ (انساب الاشرف بلاذری، ج 1، ص۔ 587، ریاض النضرہ، ج 1، ص 229، کنز العمال، ج 3، ص 140، پر اس روایت کی تفصیل ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔)

پھر حضرت علیؓ جیسا صحابیؓ خود سے طالب خلافت بھلا کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ آپ ﷺ کا یہ فرمان ان کے سامنے تھا کہ ہم امور مملکت اس کے سپرد نہیں کرتے جو اسکا طالب ہو۔ عہدہ کا مطالبہ کرنا یا اس کا امیدوار ہونا ان نفوس قدسیہ کا وطیرہ نہ تھا بلکہ جب شہادت حضرت عثمانؓ کے بعد بعض لوگوں نے دست بیعت دراز کیا تو اول صاف صاف انکار کر دیا مگر جب اہل اسلام کی حالت پر نظر پڑی اور مسلمانوں کے اجتماعی نقصان کا احتمال پیدا ہوا تو حضرت علیؓ نے حبل اللہ (اللہ کی رسی) کی مضبوطی کیلئے امر خلافت کو قبول فرمالیا۔ جیسا کہ صدیق اکبرؓ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں ملت اسلامیہ کے باہمی نزاع کے خدشہ سے صحابہ کرامؓ کی بیعت قبول فرمائی تھی۔

صحابہ کرامؓ نے صدیق اکبرؓ کی بیعت کر لی تھی

یار لوگوں کی ووٹر لسٹ میں جن حضرات کو سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی بیعت خلافت کا منکر بیان کیا گیا ہے وہ ایک بناوٹی کہانی اور شکوک وشبہات پیدا کرنے کا ایک آلہ ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ بشمول حیدر کرارؓ کے حضرت زبیرؓ وغیرہ حضرات نے صدیق اکبرؓ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی تھی۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں ہم فریقین کی کتب سے واضح کر چکے ہیں۔ لہٰذا یہ لسٹ مرتب کر کے روافض نے محض عامۃ الناس کو دھوکہ دینے اور سادہ لوگوں کا ایمان برباد کرنے کی جسارت کی ہے۔ گویا تحقیقی دستاویز والوں نے حیدر کرارؓ کے مبارک نام کی آڑ لے کر دو دھاری تلوار سے کام لیا اور حیدر کرارؓ کی پاک ذات پر تین طرح کے داغ دھبے لگانے کی ناروا جسارت کی ہے۔

1- حضرت علیؓ انتہائی غیر مقبول شخص تھے کہ سوا تیرہ ووٹ کے کوئی حامی نہ بنا گویا خلافت کا الیکشن لڑ کر ضمانت ضبط کروا بیٹھے۔ (العیاذ باللہ)

نوٹ: مذکورہ بالا نظریہ روافض کی تحقیقی دستاویز صفحہ نمبر 107، 108 کا نتیجہ ہے جس میں تیرہ افراد کو حضرت علی کا ووٹر قرار دیا ہے۔ تیرہ سے چودھواں کوئی شخص روافض کے ہاں ایسا دستیاب نہ ہو سکا جس کو حیدر کرارؓ کا ووٹر بتلائے۔ یہ یا اس طرح کا کوئی تصور حیدر کرارؓ کی پاکیزہ ذات کیلئے اہل السنّت کے ہاں بالکل نہیں۔

2۔ حضرت علیؓ خلافت اور اقتدار کے ایسے طالب تھے کہ اقتدار کے علاوہ کسی دوسری بات پر راضی نہیں ہوتے تھے۔

3۔ حصول اقتدار کیلئے باقاعدہ گھر میں اجلاس اور اجتماع بھی کرتے رہے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ مگر اہل السنت و الجماعت ہرگز گستاخی حیدر کرارؓ پر مشتمل اس نظریئے کو درست قرار نہیں دیتے بلکہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک حیدر کرارؓ سمیت تمام صحابہ کرام تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر قائم تھے۔

مسئلہ خلافت شیعہ مجتہد کی نظر میں

دورِ حاضر کے شیعہ مجتہد ڈاکٹر موسیٰ الموسوی کا مسئلہ خلافت پر طویل اقتباس من وعن نقل کیا جا رہا ہے جس میں موصوف نے مسئلہ خلافت کے ساتھ مزید کئی شیعہ بدعات کا تذکرہ بھی کیا ہے اگرچہ یہ مضمون خاصا طویل ہے مگر اس کی افادیت کے پیش نظر یہ نقل کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

مسئلہ خلافت اور اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی جانب سے نص کی عدم موجودگی کے متعلق حضرت علیؓ سے منقول تصریحات ہم نے قدرے تفصیل سے ذکر کی ہیں اب ایک اور موضوع کی طرف توجہ دینا ضروری ہو گیا ہے وہ یہ کہ اگر خلافت آسمانی تصریح سے ہوتی اور یہ نص حضرت علیؓ کے متعلق ہوتی تو کیا حضرت علیؓ کے لئے ممکن تھا کہ اس سے چشم پوشی کرتے اور خلفاء کی بیعت کر لیتے اور وہ منصب ان کے حوالے کر دیتے جس کا انہیں کوئی حق نہ تھا۔

علماء شیعہ حضرت علیؓ کی خلفاء کے ہاتھ پر بیعت کے متعلق تالیف کردہ متعدد کتب میں اس امر کی دو طرح توجیہ پیش کرتے ہیں، کچھ تو وہ حضرات ہیں جو کہتے ہیں کہ امام علیؓ نے خلفاء کی بیعت اس ڈر سے کر لی کہ مبادا اسلام ضائع ہو جائے اور ایسی پھوٹ پڑے کہ قصرِ اسلام منہدم ہو کر رہ جائے اس لئے وہ اپنے حق سے دستبردار ہو گئے اور خلافت ان خلفاء کے سپرد کر دی جنہوں نے ان کا حق غصب کیا تھا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ امام علیؓ نے بیعت اپنی جان کے ڈر سے کی اور تقیہ پر عمل کیا جس کا ہم کئی مقامات پر ذکر چھیڑیں گے۔

کچھ لوگوں نے یہ جو توجیہ کی ہے کہ اسلام اس وقت تک اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہوا تھا لوگوں کا اسلام کے ساتھ تعلق ابھی نیا نیا تھا اس لئے اسلام کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ تھا تو اس خیال کو لغو قرار دینے کے لئے حضرت علیؓ کا حضرت عثمانؓ کی بیعت کر لینا ہی کافی ہے جو اس دور میں ہوئی جب اسلامی خلافت کا دائرہ مشرق میں بخارا اور مغرب میں شمالی افریقہ تک وسیع ہو چکا تھا اس زمانہ میں آباد زمین کے اکثر حصہ پر خلافت کی حکمرانی قائم تھی۔

اس کے علاوہ خلافت کی بحث میں عجیب ترین اور سب سے زیادہ وقعت رکھنے والا معاملہ جس سے اس مسئلہ پر مفصل بحث کرنے والے شیعہ مصنفین اور دوسرے فرقوں کے علماء نے تعرض ہی نہیں کیا یہ ہے کہ انہوں نے مسئلہ خلافت پر حضرت علیؓ اور ان کے پیشتر و خلفاء سے قطع نظر مستقل طور پر بحث نہیں کی بلکہ اسے کچھ شخصیتوں اور ناموں کے ساتھ مربوط کر دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ خلافت کے متعلق اس انداز گفتگو نے مجھے متحیر و مدہوش کر دیا ہے کیوں کہ اگر حضرت علیؓ کی شخصیت کے حوالے کے بغیر مستقل طور پر اس مسئلہ پر بحث کی جاتی تو وہ ان تمام قاعدوں کو مٹا کر رکھ دیتی جو شیعہ سنی نزاع کے زمانہ میں

بنائے گئے تھے۔

اگر خلافت پر اسلامی عقیدہ کی روشنی میں اس بات سے قطع نظر کر کے بحث کی جائے کہ خلیفہ کون بنے گا تو مسلمانوں کو پریشانی اور امور خلافت کے ضیاع اور اس پر مرتب ہونے والے برے اثرات کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ میری معروضات کا لب لباب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت دوسرے لفظوں میں امامت اگر ربانی نص پر مبنی تھی اور اس بارے میں آسمانی حکم موجود تھا قطع نظر اس سے کہ حضرت علیؓ کو والی بنانا مقصود تھا یا کسی اور کو تو وہ تمام توجیہات و تاویلات جو شیعہ راوی اور امامی علماء پیش کرتے ہیں جن کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ امام علیؓ نے پہلے خلفاء کی بیعت اسلام کو ضائع ہونے سے بچانے کی خاطر اور رسول اللہ کے بعد لوگوں کے مرتد ہو جانے کے ڈر سے، یا تقیہ کی وجہ سے کی۔ ہوا میں اڑ جائیں گی اور اُڑتی ہوئی دھول کی مانند ہو کر رہ جائیں گی کیوں کہ اگر خلافت نصِ الٰہی سے ثابت ہوتی تو کوئی بھی خواہ وہ اسلام میں کتنا بھی بڑا مقام و مرتبہ کیوں نہ رکھتا ہو اس کے بالمقابل کھڑا نہ ہو سکتا تھا اور اپنے خیالات و تصورات میں جواز تلاش کر کے اس کی مخالفت نہیں کر سکتا تھا لہٰذا حضرت علیؓ یا ان کے علاوہ کسی بھی صحابی کو یہ اختیار نہ تھا کہ وحی سے صادر ہونے والی خدائی نص پر عمل موقوف کر دیں۔

جب حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہوتے ہوئے یہ طاقت واستحقاق نہیں رکھتے کہ پیغامِ الٰہی پہنچانے میں ہچکچائیں یا اسے چھپا لیں تو کوئی ایسا شخص جو رسول اللہ ﷺ سے کم مرتبہ ہو نص الٰہی کو چھپانے یا اس سے آنکھیں بند کر لینے کی ہمت کیسے کر سکتا ہے؟ رسالت و وحی کی تبلیغ کے لئے درج ذیل آیات سے بڑھ کر کوئی واضح اور صریح حکم نہیں ہے۔

يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔

(المائدہ ۶۷)

''اے پیغمبر جو ارشادات اللہ کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچا دو اور اگر ایسا نہ کیا تو تم اللہ کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور اللہ تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔''

وَ اِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ۔ (العنکبوت: ۱۸)

''اگر تم میری تکذیب کرو تو تم سے پہلے بھی امتیں (اپنے پیغمبروں کی) تکذیب کر چکی ہیں اور پیغمبر کے ذمے کھول کر سنا دینے کے سوا کچھ بھی نہیں۔''

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلَاغُ۔ (الشوری ۴۸)

''پھر اگر یہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تم کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ تمہارا کام تو صرف (احکام کا) پہنچا دینا ہے۔''

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ۔ (ھود 11)

''شاید تم کچھ چیز وحی میں سے جو تمہارے پاس آتی ہے چھوڑ دو اور اس (خیال) سے تمہارا دل تنگ ہو کہ کافر یہ کہنے لگیں کہ اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں نازل ہوا یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا اے محمد ﷺ تم تو ص۔۔

نصیحت کرنے والے ہو اور اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔"

آگے چل کر لکھتے ہیں:

کیا شیعہ کو واقعی علیؑ سے سچی محبت ہے؟ جب کہ وہی ایسے امور ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں، یا صرف اقتدار حاصل کرنے سے اپنی ریاست کی بنیاد رکھنے کے لئے یہ پُر خار راستہ اختیار کر رہے ہیں خواہ اس راستہ میں انہیں حضرت علیؑ کی شہرت، ان کی جلالتِ قدر، عظمتِ ذاتی اور مقامِ بلند کی قربانی بھی دینی پڑے۔

(د) خلفاء راشدین کے متعلق امام علیؑ کے اقوال:

آیئے امام علی کو خلیفہ عمرؓ بن خطاب کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے سنیں:

"اللہ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، آزمائش سے کس طرح سرخرو نکلے انہوں نے ٹیڑھا پن نکالا اور بیماری کا علاج کیا، فتنہ کو ماند کیا اور سنت قائم کی، اس حالت میں گئے کہ دامن صاف عیب نایاب تھا، خیر حاصل کی شر سے بالاتر رہے، اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت کی اور کما حقہ تقویٰ اختیار کیا۔ اب آپ رحلت فرما گئے ہیں تو لوگ چوراہے پر کھڑے ہیں ناواقف کو راہ سجھائی نہیں دیتی اور واقف یقین سے بہرہ مند نہیں ہوتا۔" (نہج البلاغہ ج ۲ ص ۲۲۲)

دوسرے مقام پر جب خلیفہ نے رومیوں کے ساتھ جنگ میں بذاتِ خود شریک ہونے کے مسئلہ میں ان سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"اگر آپ دشمن کی طرف بذاتِ خود جاتے اور ان کے مقابلہ میں اترتے ہیں تو شکست کی صورت میں مسلمانوں کے لئے بعید ترین علاقے کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی اور آپ کے بعد کوئی مرکزی شخصیت بھی نہ رہے گی جس کی طرف وہ رجوع کریں لہٰذا ان کی طرف کوئی تجربہ کار آدمی بھیج دیں آزمودہ کار اور خیر خواہ مصاحب اس کے ساتھ کر دیں اگر اللہ تعالیٰ نے اسے فتح نصیب کی تو یہی آپ چاہتے ہیں بصورتِ دیگر لوگوں کے سر پر آپ کا سایہ قائم رہے گا اور آپ کی ذات مسلمانوں کے لئے مرجع رہے گی اور ان کی دیکھئے بندھائے گی۔" (نہج البلاغہ ج ۲ ص ۲۸)

ایک مرتبہ جب خلیفہ عمرؓ بن خطاب نے علیؓ ابن ابی طالب سے جنگ کے لئے جانے کے متعلق مشورہ طلب کیا تو امامؑ علیؑ نے بذات خود نہ جانے کی نصیحت کرتے ہوئے کہا:

"آج عرب اگرچہ تعداد میں تھوڑے ہیں لیکن اسلام کی بدولت کثیر اور اتفاق کی بدولت غالب ہیں آپ محور بن کر عربوں کے ذریعے چکی چلائیں اور خود ایک طرف رہ کر ان کو جنگ کی آگ میں جھونکیں اگر ایرانیوں نے آپ کو ان کے ساتھ دیکھا تو سوچیں گے کہ عربوں کی جڑ یہی ہے۔ اسے کاٹ ڈالو تو راحت پالو گے اس طرح یہ امر ان کے آپ پر اُمڈ آنے کا باعث ہوگا اور وہ آپ کے متعلق اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کا حوصلہ پائیں گے جہاں تک ان کی اس استعداد کا تعلق ہے جس کا آپ نے ذکر کیا تو ہم پہلے بھی ان کے ساتھ کثرت کی وجہ سے مقابلہ نہ کر سکتے تھے ہماری جنگ تو اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت سے ہوتی ہے۔" (نہج البلاغہ ج ۲ ص ۳۰)

اور یہ دیکھئے حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ بن عفان سے محو گفتگو ہیں انہیں اللہ کے رسول کے مقرب صحابی کی صفات سے متصف بتا رہے ہیں:

''لوگ میرے پیچھے ہیں انہوں نے مجھے اپنے اور آپ کے درمیان واسطہ بنا کر بھیجا ہے اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ آپ کو کیا کہوں۔ میں کوئی ایسی چیز نہیں جانتا جس سے آپ ناواقف ہوں میں آپ کی رہنمائی کسی ایسے امر کی طرف نہیں کر سکتا جسے آپ جانتے نہ ہوں آپ بھی وہ کچھ جانتے ہیں جس کا علم ہمیں ہے۔ ہم کسی چیز میں آپ سے آگے نہ تھے کہ آپ کو اس کی خبر دیں اور ہم کسی امر میں منفرد نہ تھے کہ آپ تک وہ بات پہنچائیں آپ نے بھی ہماری طرح دیکھا اور ہماری طرح سُنا آپ نے بھی رسول اللہ کی مصاحبت کی جیسا کہ ہم نے کی۔ ابن ابی قحافہؓ اور عمرؓ بن خطاب حق پر عمل کرنے میں آپ سے آگے نہ تھے رشتہ کے لحاظ سے آپ نبی ﷺ کی طرف دونوں سے زیادہ قرب رکھتے ہیں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی دامادی کا شرف حاصل ہے جو ان کو نہ تھا پس اپنے بارے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کریں۔ اللہ کی قسم آپ بے بصارت نہیں کہ آپ کو راہ دکھائی جائے آپ جاہل نہیں کہ آپ کو تعلیم دی جائے۔'' (نہج البلاغۃ ج ۲، ص ۲۳۳)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''اللہ کی قسم! یہ بات کہ میں رات بھر سعدان کے کانٹوں پر لوٹتا رہوں زنجیروں میں جکڑا کھینچا جاتا رہوں مجھے اس بات سے پسند ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کے سامنے اس حالت میں پیش ہوں کہ میں نے بندوں پر ظلم کیا ہو یا دنیا کا سامان غصب کیا ہو۔'' (نہج البلاغۃ ج ۲، ص ۲۱۶)

عبد اللہؓ بن عباس کو دیکھئے کہ ایک روز ''ذیقار'' کے مقام پر حضرت علیؓ کے پاس جاتے ہیں تو انہیں جوتا مرمت کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ حضرت امام ان سے پوچھتے ہیں کہ اس جوتے کی قیمت کیا ہے؟

ابن عباسؓ کہتے ہیں اس کی کچھ قیمت نہیں۔

تو امام فرماتے ہیں اللہ کی قسم! مجھے یہ تمہارے امیر بننے سے زیادہ پسند ہے اِلّا یہ کہ میں کوئی حق قائم کر سکوں یا باطل مٹا سکوں۔''

یہ بھی ضروری ہے کہ جنگِ جمل کے بعد سیّدہ عائشہؓ کے ساتھ حضرت امام علیؓ کے سلوک کا تذکرہ کروں چنانچہ حضرت امامؓ نے سیدہ عائشہ ام المومنین کا وہ احترام کیا جس کی رسول اللہ ﷺ کی زوجۂ محترمہ ہونے کی وجہ سے آپ مستحق تھیں جب میدانِ جنگ سے قریشی خواتین کی معیت میں انہیں واپس کیا۔

البتہ شیعہ تو سیّدہ عائشہؓ کو اس جنگ میں حضرت علیؓ کے مقابل نکلنے کو معاف کرنے پر آمادہ نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ ام المومنینؓ کے ساتھ ان کا رویہ امام کے رویہ سے متعارض ہے میں اس مقام پر وہ امور ذکر نہیں کرنا چاہتا جو سیدہ عائشہؓ کے حامی امام علیؓ کے بالمقابل ان کے خروج کو جائز ثابت کرنے کے لئے ذکر کرتے ہیں اس لئے کہ یہ معروف چیزیں ہیں

کتابوں کی دسیوں جلدوں میں یہ تذکرہ پھیلا ہوا ہے انہیں دہرانے کا کوئی فائدہ نہیں نہ ان کی کچھ ضرورت ہے۔

میں تو خالص شیعی منطق کے ساتھ نظریاتی دنگل کا خاتمہ کرنا چاہتا ہوں یعنی امام علیؓ نے اس جنگ کی ذمہ داری سیدہ عائشہؓ پر نہیں ڈالی بلکہ انہیں اس سے بری قرار دیا جس کی انہوں نے قیادت کی امامؑ ہی وہ خلیفہ تھے جو لوگوں کے درمیان حق کے فیصلے فرماتے اور اس سے سرِ مو انحراف نہ کرتے جب حضرت امام نے یہ ذمہ داری گروہ پر ڈالی جنہوں نے ام المؤمنینؓ کی سادگی سے فائدہ اٹھا کر ایک منتخب شرعی خلافت کے خلاف جنگ کی قیادت کے لئے انہیں ان کے گھر سے نکالا۔ تو اس کا مطلب یہ تھا کہ امام علیؓ کی نگاہ میں حضرت عائشہؓ جنگ جمل کے تمام متعلقات اور نتائج سے بَری ہیں یہی وجہ تھی کہ انہوں نے سیدہ عائشہؓ کے ساتھ عزت واحترام کے ساتھ پیش آنے اور مدینہ واپس پہنچانے کا حکم دیا جیسا کہ تمام کتب تاریخ متفق ہیں تا کہ ثابت کر سکیں کہ حضرت امامؑ (جو عادل قاضی تھے) کی نگاہ میں سیدہ عائشہؓ بے گناہ تھیں۔ اب کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ حضرت امام کے عمل اور رائے کو چیلنج کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ پر اعتراض کرے یا زبان طعن دراز کرے کہ حضرت امامؑ، جنگ جمل اور اُمّ المؤمنین کی ناکام قیادت پر گفتگو کرتے ہوئے پُر زور انداز میں صراحت فرما چکے ہیں:

''ان کا احترام اب بھی پہلے کی طرح واجب ہے حساب لینا اللہ کا کام ہے۔'' (نہج البلاغہ ج ۲، ص ۴۸)

بہت سے مقامات پر حضرت علیؓ نے اس مسئلہ میں ان لوگوں کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حرم پاک کے نام سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور آپ کے الفاظ میں انہیں اپنے پیچھے لگا لیا۔ (نہج البلاغہ ج ۳، ص ۸۴)

حُسنِ اتفاق ہے کہ شیعہ علماء میں سے بھی بعض نے یہی موقف اختیار کیا جو ام المؤمنینؓ کے لائق ہے اور ان کے بارے میں جارحانہ کلام سے روکتے رہے چنانچہ سید مہدی طبا طبائی جو بارہویں صدی کے شیعہ علماء میں سے تھے اپنے فقہی قصیدہ میں حضرت عائشہؓ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

أیَاحُمیرا ءسبُّکِ مُحرَّم لاجلِ عینٍ الفُ عین یُکرمُ۔

''اے حمیرا تمہیں سبّ وشتم کرنا حرام ہے ایک آنکھ کی خاطر ہزار آنکھ کا احترام ضروری ہو جاتا ہے۔''

آگے چل کر لکھتے ہیں:

اور اس مقام پر ایک اور چیز غور وفکر کے لائق ہے حضرت ابوبکرؓ سمیت خلفاء راشدین پر طعن وتشنیع کے متعلق شیعہ راویوں کی جملہ روایتوں کا خاتمہ کرنے کے لئے اس پر توجہ مرکوز کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ امام صادق جو اثنا عشری جعفری مذہب کے بانی اور سربراہ سمجھے جاتے ہیں کئی مقام پر فخریہ کہتے ہیں:

''ابوبکر دو اعتبار سے میرے جدّ امجد ہیں۔''

امام صادق کا نسب دو طریقوں سے ابوبکرؓ تک پہنچتا ہے ایک تو ان کی والدہ فاطمہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ کے توسُّط سے اور [illegible] ت عبدالرحمان بن ابی بکرؓ کے واسطہ سے جو فاطمہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ کی والدہ تھیں لیکن تعجب کی [illegible] ہمارے راویوں نے (اللہ انہیں معاف کرے) اسی امام سے جو اپنے جد امجد ابوبکرؓ پر فخر کرتا ہے ایسی بے شمار

روایات ذکر کی ہیں جن میں حضرت ابوبکر پر حرف گیری کی گئی ہے تو کیا یہ معقول ہے کہ ایک طرف تو امام اپنے جد امجد پر فخر کریں اور دوسری طرف ان پر زبان طعن دراز کریں؟ اس قسم کی بات عام بازاری آدمی سے تو صادر ہو سکتی ہے لیکن معاذ اللہ۔اس امام سے صادر نہیں ہو سکتی جسے اپنے زمانہ وعہد کا سب سے بڑا فقیہ اور متقی سمجھا جاتا ہے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ شیعہ راویوں نے ائمہ شیعہ کے ساتھ جن کے انصار ہونے اور ان کے موروثی علوم کو زندہ رکھنے کے لئے متعدد کتابیں تالیف کرنے کا وہ خود دعویٰ رکھتے ہیں انہوں نے ان کے ساتھ بُرا سلوک کرنے میں بالواسطہ طریقہ سے بڑا فعال کردار ادا کیا۔ ہم ان کتابوں کی تالیف اور ان میں موجود خلط ملط روایات کے زمانے کو شیعہ اور تشیع کے مابین معرکہ آرائی کے عصر اول کا نام دیتے ہیں کیوں کہ شیعہ اور تشیع میں کشمکش اسی زمانہ میں منصۂ شہود پر آئی۔ میرا خیال ہے کہ خلافت اور اس کے متعلقات کے بارے میں ہم نے تفصیل سے گفتگو کی ہے اور اب ہمارے ذمے یہ ہے کہ نظریۂ اصلاح وتصحیح کے متعلق گفتگو کریں جس کی ہم دعوت دیتے ہیں، جس کے ہم متمنی ہیں اور فرزندان شیعہ امامیہ کو جس پر چلنے اور اس کے پرچم تلے جمع ہونے کی ترغیب دیتے ہیں۔

ہم شیعہ کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ قلم فروشوں اور پیشہ ور مقرروں اور فرقہ بندی کی دعوت کو ذریعۂ معاش بنانے والوں کے بالمقابل اپنی تمام تر قوت واستعداد کو بروئے کار لاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوں۔ فرزندان شیعہ میں سے اصحاب فکر ونظر اور تعلیم یافتہ طبقہ سے۔ کہ جن کے ساتھ ہم نے نظریۂ تصحیح کہ جس کی طرف ہم دعوت دیتے ہیں۔ کی کامیابی کے سلسلہ میں امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں۔ ہم اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس اکثریت کو سیدھی راہ دکھانے کے لئے مینار بن جائیں جو فرقہ بندی کے داعیوں اور تنگ ذہنوں، بیمار روحوں اور خواہشات کے پیرووں سے سنی سنائی باتوں پر ایمان لے آتی ہے۔

اصلاحی تجاویز:

اب میں تصحیح کے بنیادی نقاط سمیٹنا شروع کرتا ہوں اور میری امید اس تعلیم یافتہ، روشن دماغ اور بالغ نظر طبقہ سے وابستہ ہے جس کی جانب پہلے اشارہ کر چکا ہوں۔

1- خلافت کے موضوع کو اس حقیقی دائرے سے باہر نہیں نکلنا چاہئے جس کی تصریح قرآن کریم نے کی ہے۔

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ۔ (الشوریٰ: ۳۷)

''وہ اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں۔''

قرآن اور اجماع مسلمین کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے شیعہ کو چاہئے کہ خلفاء راشدین کو اس نگاہ سے دیکھیں اور ان کے بارے میں وہی رویہ اپنائیں جو امام علیؑ نے اختیار کیا تھا، یہ تسلیم کرلیں کہ خلفاء راشدین اسلام کے اولین معماروں میں سے تھے انہوں نے اپنی مدتِ خلافت میں اجتہاد کیا جس میں کبھی درست فیصلہ تک پہنچے اور کبھی خطائے اجتہادی کا شکار ہوئے ان میں سے ہر ایک نے جہاں تک اس سے ہو سکا خدمتِ اسلام انجام دی۔

چنانچہ خلیفۂ اول نے اپنی احتیاط، صبر، جرأت اور قطعی فیصلہ کی صلاحیت سے فتنۂ ارتداد سے اسلام کو بچایا وہ فتنۂ ارتداد

جوان جنگوں کا سبب بنا جن میں بیس ہزار صحابہ اسلام کا دفاع کرتے ہوئے شہید ہوئے اور مسلمان اس آزمائش سے سرخرو ہو کر نکلے۔

یہ دیکھئے امام علیؓ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے دن ان کے دروازے پر کھڑے انہیں مخاطب کر کے کہہ رہے ہیں:

''اے ابوبکر! تم پر اللہ کی رحمت ہو تم سب سے پہلے اسلام لائے تمہارا اخلاص سب سے بڑھ کر تھا اور یقین سب سے زیادہ قوی سب سے بڑھ کر فائدہ بھی تمہیں نے پہنچایا، نبی ﷺ کا خیال سب سے زیادہ تم نے رکھا، خلق، فضیلت عادات و اطوار میں نبی کے ساتھ مشابہت رکھنے والے بھی تمہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اسلام رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے تم نے اس وقت رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی جب لوگ انہیں جھوٹا کہہ رہے تھے، تم اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہوئے جب لوگ بیٹھ چکے تھے اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام صدیق رکھا والذی جاءَ بالصدقِ و صدق به۔ ''جو سچ لایا اور جس نے اس کی تصدیق کی۔'' اس سے مراد رسول اللہ ﷺ اور تم ہو۔ اللہ کی قسم تم اسلام کے لئے قلعہ اور کفار کے لئے ایک عذاب تھے، تمہاری حجت کم نہیں ہوئی اور نہ تمہاری بصیرت کمزور پڑی، نہ تمہارا حوصلہ پست ہوا، تم پہاڑ کی مانند تھے جسے آندھیاں نہیں ہلا سکتیں تم رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق کمزور بدن لیکن اللہ کے حکم پر عمل کرانے میں قوی تھے اپنے آپ میں متواضع لیکن اللہ کے ہاں عظیم الرتبت، زمین میں معزز اور مومنوں کے نزدیک معظم تمہیں تھے، کوئی شخص تم سے غلط توقع نہیں رکھ سکتا تھا نہ تمہارے اندر کسی کیلئے لچک تھی، طاقتور تمہارے نزدیک کمزور ہوتا تھا جب تک کہ تو اس سے حق نہ لے لے اور کمزور تمہارے نزدیک طاقتور ہوتا تھا جب تک کہ تو اسے اس کا حق نہ دلا دے، اللہ تعالیٰ تمہارے اجر سے ہمیں محروم نہ رکھے اور تمہارے بعد ہمیں گمراہ نہ کرے۔''

(عبدالرحمان شرقاوی۔ ملاحظہ ہو ''الصدیق اول الخلفاء'')

اور خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ بن الخطاب نے ناقابل فراموش جرأت کے ساتھ مشرق و مغرب میں دائرہ اسلام کو وسعت دے کر اسلام کو عظیم قوت عطاء کی وہی ہیں جنہوں نے وسیع و دور دراز علاقوں مثلاً شام، مصر و فلسطین اور ایران میں اسلام کی بنیادیں مضبوط کیں۔

اور خلیفہٗ ثالث حضرت عثمانؓ بن عفان جنہیں نبی ﷺ کی دوہری دامادی کا شرف حاصل ہوا، اگر وہ اپنے بہت سے ساتھیوں میں ممتاز مقام کے حامل نہ ہوتے تو نبی ﷺ ان کے نکاح میں اپنی دو بیٹیاں نہ دیتے۔ زمانہ دعوت میں انہوں نے بڑی جدوجہد کی۔ ان کے لئے یہی فخر کافی ہے کہ اغنیاء قریش میں سے تھے۔ ایک ہزار سرخ اونٹ کے مالک تھے انہوں نے وہ اونٹ بیچے اور ان کی قیمت رسول اللہ ﷺ کی دعوت کے راستے میں اور مسلمانوں پر خرچ کر دی اس زمانے کے حساب کے مطابق ان کی قیمت کا اندازہ دس لاکھ طلائی سکے لگایا گیا تھا۔ آپ کا عہد خلافت وہ زمانہ تھا جس میں اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتے ہوتے ہندوستان کے آس پاس پہنچ گیا۔ زندگی کے اواخر میں بھی وہ امور خلافت کی ادائیگی میں ناکام نہیں

ہوئے بلکہ وہ اسی برس کی عمر کو پہنچنے کے باوجود جب شہید ہوئے تو تلاوت قرآن میں مشغول تھے۔

1- خلفاء کے متعلق طعنہ زنی اور اخلاق سے گرے ہوئے لب ولہجہ میں ان کی مذمت۔ جیسا کہ شیعہ کی اکثر کتب میں پائی جاتی ہے جائز نہیں۔ یہ اندازِ گفتگو تمام اسلامی اور اخلاقی معیاروں کے منافی ہے حتیٰ کہ امام علیؓ کے کلام اور خلفاء کے حق میں ان کے توصیفی اور تعریفی کلمات سے بھی۔ جیسا کہ ہم پہلے درج کر چکے ہیں بالکل متصادم ہے شیعہ پر واجب ہے کہ خلفاء راشدین کا احترام کریں اور نبی اکرم ﷺ کے دوبار داماد بنے حضرت عمرؓ بن الخطاب حضرت علیؓ کے داماد بنے ان کی بیٹی ام کلثومؓ سے نکاح کیا اور میں اس دعوت تصحیح شیعیت میں شیعہ سے ہرگز یہ مطالبہ نہیں کروں گا کہ امام سے پہلے ہونے والے تین خلفاء کے متعلق ان کے بارے میں امام علی کے فرامین سے بڑھ کر کچھ اعتقاد رکھیں۔ اگر شیعہ حضرت علیؓ کے رویہ کو اپنا لیں تو اُمت اسلامیہ پر فکری امن وسلامتی کا دور دورہ ہو جائے گا جس میں عظیم اسلامی وحدت کی ضمانت ہے۔

2- ان شیعہ کتب کی تطہیر جن میں خلفاء راشدین کے متعلق ائمہ شیعہ سے روایات ذکر کی گئی ہیں اور مندرجات کی چھان پھٹک کے بعد ان کتابوں کو دوبارہ چھاپنا۔

3- شیعہ کو یقینی طور پر یہ عقیدہ بنا لینا چاہئے کہ وہ تمام روایات جو شیعہ کتب میں خلفاء کے متعلق اور خلافت کے موضوع پر نصوص الٰہیہ کے بارے میں ہیں یہ وہی روایات ہیں جو زمانہ غیبت کبریٰ کے بعد وضع کی گئیں اور یہ اس زمانے میں ہوا جب کہ شیعہ کے آخری امام۔ مہدی۔ تک رسائی کے تمام دروازے بند ہو چکے تھے جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اسی لئے خلفاء راشدین کے حق میں طعن وتشنیع پر مشتمل روایات اور خلافت کے موضوع پر نصوص الٰہیہ کے بارے میں امام حسن عسکری کے زمانے تک کوئی نام ونشان نہیں ملتا جو شیعہ کے گیارہویں امام تھے اور شیعہ ان سے براہِ راست رسائی حاصل کر کے ان روایات کی صحت کے بارے میں دریافت کر سکتے تھے جو ان کے آباء واجداد اماموں کی طرف منسوب کی جا رہی تھیں۔ لیکن بارہویں امام کے غائب ہو جانے اور اس غیبت کے بعد انہیں دیکھنے کا دعویٰ کرنے کی کھلے لفظوں میں تکذیب کے باقاعدہ اعلان کے بعد ائمہ شیعہ کے نام سے بعض راویوں نے روایات وضع کرنا شروع کیں کیوں کہ امام تک پہنچنا اور ان روایات کی صحت وسقم کے بارے میں سوال کرنا محال ہو چکا تھا چنانچہ ایسی احادیث اور قصے وضع ہوئے جنہیں پڑھتے ہوئے شرم کے مارے پیشانی عرق ندامت سے شرابور ہو جاتی ہے۔

4- شیعہ دلوں میں نفرت رکھنے کی پالیسی سے دست کش ہوں اور اگر یہ درحقیقت امام علیؓ کے انصار میں سے ہیں تو ان کے طرزِ عمل کو بھی اپنائیں اور اپنے بیٹوں کے نام خلفاء راشدین کے ناموں اور بیٹیوں کے نام ازواج رسول کے ناموں پر رکھا کریں۔ میری مراد عائشہؓ وحفصہؓ سے ہے کیوں کہ شیعہ ان دو ماؤں سے ناک بھوں چڑھاتے ہیں امام علیؓ نے اپنے بیٹوں کے نام ابوبکر وعمر وعثمان رکھے ائمہ شیعہ بھی اسی راہ پر چلے ائمہ کی کتنی ہی بیٹیوں کا نام عائشہ و

حفصہ ہو گا قطع نظر اس سے کہ خلفاء راشدین کے ناموں پر نام رکھنے میں فرقہ بندی کے بات اور گروہ بندی میں بند رہنے سے نجات اور مسلمانوں کے ساتھ وسیع تر اتحاد میں داخل ہونے کا راستہ بھی ہے۔

صلح پسند فرزندان اسلام پر یہ بات گراں گزرتی ہے کہ شیعہ علاقوں میں انہیں ایسے افراد نہیں ملتے جن کے نام خلفاء راشدین کے ناموں پر جب کوئی شخص شیعہ علاقوں کے طول وعرض میں سفر کرتا ہے تو یہ نام شاذ ونادر ہی پاتا ہے مثلاً ایران اور ایسے علاقوں میں جہاں شیعہ کا دوسرے اسلامی فرقوں کے ساتھ بہت اختلاف رہتا ہے ان ناموں کا نشان تک نہیں ملتا۔

5- اس سیارہ (زمین) کے کسی بھی مقام پر موجود شیعہ کو جان لینا چاہئے کہ ان کی فکری اور اجتماعی پسماندگی کا حقیقی و بنیادی سبب اپنی مذہبی قیادت کی اتباع اور اس کی اندھی تقلید ہے جس نے انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح سمجھا ہے کہ جہاں چاہیں ہانکتے پھریں۔ یہی لیڈر ہیں جو شیعہ کی بدبختی، مشکلات اور مصائب کا سبب بنتے ہیں جن کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔

باوجودیکہ میں ان میں سے بعض قائدین کو مستثنیٰ سمجھتا ہوں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ماضی وحال میں شیعہ کے اذہان میں فکری بدعتوں کا کنٹرول زمانہ غیبت کبریٰ سے آج تک اکثریت کے ہاتھوں میں رہا ہے اس میں شک نہیں کہ ان قیادتوں کی آمدن میں سے خُمس (وہ بدعت جس کا ہم خاص فصل میں ذکر کریں گے) کے نام پر شیعہ کے اموال میں سے حاصل ہونے والے مالی امتیاز اور شیعہ کی گردنوں پر حکم چلانے کے لامحدود اختیارات جو انہوں نے اپنے لئے سمجھ رکھے ہیں۔ بند آنکھوں پر سے پردہ اٹھانے اور دنیا اور اس کے ساز وسامان سے بالا ہونے کی راہ میں مضبوط دیوار کی شکل اختیار کر گئے ہیں گویا کہ انہوں نے اللہ کا کلام سنا ہی نہیں جہاں وہ فرماتا ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ (القصص: ۸۳)

''وہ جو آخرت کا گھر ہے ہم نے اسے ان لوگوں کے لئے تیار کیا ہے جو ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے اور انجام (نیک) تو پرہیزگاروں ہی کا ہے۔''

اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

آخر ما یخرج من رأس الصدیقین حب الجاہ۔

''صدیقوں کے سر سے جو چیز آخر میں نکلتی ہے حُب جاہ ہے۔''

اب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ شیعہ کے مذہبی قائدین شیعہ کے ساتھ گیند کی طرح کھیل رہے اور انہیں پاؤں کی ٹھوکروں سے ادہر ادھر لڑھکاتے پھرتے ہیں وہ خود بھی انہیں مذاق بنائے ہوئے ہیں اور پوری دنیا کی اقوام کے۔ لئے اس جماعت کو تضحیک کا سامان بنا کر رکھ دیا ہے۔

میں عنقریب تصحیح کی ایک فصل میں شیعہ کی مذہبی قیادت کے استحصال کے دلائل وشواہد ذکر کروں گا۔ (دیکھئے فصل ''دہشت گردی'') جو انہوں نے تاریخ کے مختلف ادوار میں آج تک شیعہ فرقہ کے ساتھ۔ جہاں کہیں بھی یہ مسکین قوم موجود ہے روا رکھا

ہے میں ہر فصل میں صریح الفاظ میں وضاحت کروں گا تا کہ ایک بات دوسری بات سے خلط ملط نہ ہو اور افکار باہم دگر گڈ مڈ نہ ہوں۔ (الشیعہ والتصحیح اردو ترجمہ اصلاح شیعہ صفحہ 65 تا 93)

مجموعہ فتاویٰ کا انکار خلافت کے بارے میں فتویٰ اور اس کی حقیقت

ایک طرف صحابہ کرام ﷺ پر بہتان اور دوسری طرف آل رسول ﷺ کی بے توقیری کرنے کے بعد اپنے مسلمان ہونے کی تگ و دو میں مجموعہ فتاوی کے حوالے سے مبہم اور سرسری قسم کی باتوں کا سہارا لینے کیلئے تحقیقی دستاویز والوں نے بہت ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ صفحہ 108 پر فتاویٰ کا مبہم سا حوالہ نقل کرنے سے گریز بھی نہیں کیا گیا۔ جس میں اہل قبلہ پر فتوی کفر عائد نہ کرنے پر زور دیا گیا اور امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا اہل قبلہ کو کافر قرار نہ دینے پر نص فرمانا بتایا گیا ہے۔ نیز یہ بھی بتایا گیا ہے کہ شیعہ کو خلافت شیخین کے انکار پر کافر قرار نہیں دیا گیا۔

مجموعہ فتاویٰ کے بارے میں گزارش

محترم حضرات! چونکہ روافض اس طرح کی مبہم عبارتوں کو اپنے مسلمان ہونے کا سہارا بناتے اور کم پڑھے لکھے لوگوں کو دھوکہ میں مبتلا کرتے رہتے ہیں اس لئے ذرا وضاحت سے اس فتویٰ کا جواب ملاحظہ فرمایا جائے جس کے درج ذیل اجزاء ہوں گے۔

1- کیا صاحب مجموعہ فتویٰ حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی کے نزدیک روافض مسلمان ہیں۔

2- کیا حضرت ابوبکر و عمرؓ کی خلافت کا انکار کفر نہیں

3- کیا تمام اہل قبلہ مسلمان ہیں۔ اختصار کے ساتھ ان کے جواب ملاحظہ فرمائیں۔

1- حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی کے مذکورہ فتویٰ کو لکھ کر عامۃ الناس کو خوب دھوکہ دیا گیا کہ دیوبندیوں نے روافض کو مسلمان کہہ دیا حالانکہ سمجھدار شخص محض عبارت سامنے رکھ کر ہی ملاحظہ کرسکتا ہے۔ کہ مذکورہ عبارت روافض کے مسلمان ہونے کی دلیل نہیں نہ ہی صاحب کتاب اس عبارت میں انہیں مسلمان قرار دے رہا ہے۔ بلکہ صاحب کتاب اس عبارت سے یہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ روافض کے کافر ہونے کی صرف ایک یہی وجہ کفر نہیں کہ وہ خلافت صدیقؓ و فاروقؓ کا انکار کرے بلکہ دیگر متعدد وجوہ کفر بھی ہیں۔ جو روافض کے کفر کی دلیل ہیں۔ جیسے عقیدہ امامت کے ضمن میں انکار ختم نبوت۔ قرآن کریم میں عقیدہ تحریف، ازواج رسول کی اہانت، نصوص قطعیہ کا انکار، اجماع کا انکار وغیرہ یہ عقائد بھی روافض کے کفر کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ اب بھلا ان کفریہ عقائد کی موجودگی میں روافض کو کیسے مسلمان قرار دیا جاسکتا ہے۔

2- مجموعہ فتاویٰ کا مذکورہ مبہم جملہ تو یار لوگوں کو نظر آ گیا مگر انہیں صفحات پر کھڑے دوسرے جملے کیوں نظر نہ آئے؟ حالانکہ اسی صفحے پر یہ بھی ہے۔

"لو استحل السب او القتل فهو كافر لا محالته۔"

''اگر (شیخینؓ کو) گالی دینا حلال سمجھے یا قتل کرنا حلال سمجھے تو لامحالہ وہ ضرور کافر ہے۔'' (ص23 مجموعہ فتاویٰ)

مرتد کے باب میں صاحب درمختار نے انبیاء علیہم السلام و شیخینؓ کی جناب میں بے ادبی کرنے والے کیلئے قتل کا حکم فرمایا ہے اور عبارت اس مقام کی یہ ہے کہ ''والکافر یسب الشیخین او یسب احدھما'' شیخین یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دینے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔ (مجموعہ فتاویٰ ص25)

من سب الشیخین او طعن فیھا کفر ولا تقبل توبته و به اخذ الدبوسی و ابو لیث و هو المختار۔

(مجموعہ فتاویٰ ص25)

جس نے شیخین کو گالی دی یا ان کے بارے میں زبان درازی کی تو وہ کافر ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں اور اسی سے دبوسی اور ابو لیث نے اخذ کیا ہے اور یہی مفتیٰ بہ اور مذہب مختار ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ ص25)

مصنف بحر و اشباہ نے لکھا ہے:

سب الشیخین کفر ولا تقبل توبة۔

''شیخین کو گالی دینا کفر ہے اور گالی دینے والے کی توبہ قبول نہیں۔'' (مجموعہ فتاویٰ ص25)

درمختار میں ہے:

منکر الاجماع کفر۔

''اجماع کا انکار کرنے والا کافر ہے۔'' (ص27)

ابوالشکور سلمی تمہید میں لکھتے ہیں:

الروافض مختلف فبعضه یکون کفرا۔

''روافض کی اقسام مختلف ہیں۔ بعض ان میں کافر ہیں۔'' (ص28)

مجموعہ فتاویٰ کے صفحہ 92 پر سوال لکھا موجود ہے کہ رافضی کو کافر جاننا چاہیے یا مسلمان۔ جواب میں صاحب فتویٰ روافض کی اجناس ذکر فرماتے ہوئے غیر تفضیلی (جیسے دور حاضر کے امامیہ اثنا عشریہ وغیرہ) کے بارے میں فرماتے ہیں:

و لو انکر خلافة الصدیق فھو کافر۔

''اور اگر خلافت صدیق کا انکار کرے تو وہ کافر ہے۔'' (ص92)

تحقیقی دستاویز میں دی گئی عبارت **ذھبوا الی عدم تکفیر الروافض با نکارھم خلافة ابی بکر۔**

کہ (متکلمین) اس طرف گئے ہیں کہ خلافت ابوبکر کے انکار کی وجہ سے روافض کافر نہیں۔ اس عبارت کو مجموعہ فتاوی کے صفحہ 92 کی مذکورہ عبارت کے مطابق کر کے دیکھا جائے کیا ان دونوں میں کچھ مطابقت ہے۔ صاحب فتاویٰ نے صفحہ 92 پر لکھا ہے اور بعضوں نے روافض کو مرتد لکھا ہے اور لکھا ہے کہ ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی اس لئے کہ تقیہ کے جائز ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ (صفحہ 92)

یہ عبارات مجموعہ فتاویٰ کے اسی سوال و جواب کا حصہ ہیں جس کا مبہم سا ایک ٹکڑا یار لوگوں نے دھوکہ کیلئے استعمال کیا ہے۔ ارباب دانش ان عبارات سے حقیقت حال کا پتہ معلوم کر سکتے ہیں۔

تحقیقی دستاویز کے منقول اقتباس میں شیعہ کے وجوہ کفر میں انکار خلافت کے علاوہ دیگر وجوہ کفر کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا جسے روافض نے اپنے مسلمان ہونے کی سند قرار دینا چاہا ہے اور اس کے دیگر کئی مقامات عامۃ الناس کو دھوکہ میں مبتلا کرنے کا باعث ضرور ہو سکتے ہیں۔ مگر راہ ہدایت کے حصول کا ذریعہ ہرگز نہیں ہو سکتے۔

2- کیا خلافت شیخین کا منکر کافر نہیں؟ روافض کرم فرماؤں نے تو اپنے جی میں بڑی خوشی منائی ہوگی کہ مجموعہ الفتاویٰ میں لکھا ہوا ہے کہ خلافت شیخین کا منکر کافر نہیں۔

حالانکہ صاحب کتاب کا مقصود ہرگز یہ نہ تھا جو یار لوگوں نے تاثر دیا۔ بلکہ خود صاحب فتاویٰ نے اپنے اسی فتاویٰ میں صرف چند صفحات کے فاصلے پر یہ الفاظ پوری وضاحت سے لکھ دیئے ہیں کہ "من انکر خلافة ابی بکر فهو کافر" (صفحہ 92)

ولو انکر خلافة الصدیق فهو کافر۔ (صفحہ 92)

"اور اگر خلافت صدیق کا انکار کرے تو وہ کافر ہے۔"

مجموعہ فتاویٰ کے صفحہ 92 کی مذکورہ عبارات آنکھیں کھول کر تحقیقی دستاویز والوں کو ملاحظہ کرنی چاہیے کہ کہیں عذر جہالت کا امکان باقی نہ رہ جائے۔ نیز اسی فتاویٰ کے صفحہ 27 منکر الاجماع کفر کہ اجماع کا منکر کافر ہے۔

صحابہ کرامؓ کا سب سے پہلا اجماع خلافت صدیقؓ پر منعقد ہوا۔ کیا یہ الفاظ خلافت صدیق کے منکر کا واضح حکم بیان کرنے کیلئے کافی نہیں۔ یہ وضاحتی بیان خود مصنف کا اپنا ہے۔ باقی رہا اہلسنت والجماعت کا مسلک تو واضح ہو کہ منکرین خلافت صدیق اکبرؓ کو اکابرین ملت نے کافر کہا ہے۔ اکفار الملحدین میں امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کاشمیریؒ فرماتے ہیں کہ اکثر فقہاء نے منکرین خلافت شیخین کو مطلقاً کافر کہا ہے۔ درر منتقی میں شرح وھبانیہ سے اس کے ثبوت میں یہ شعر نقل کیا ہے۔

وصح تکفیر نکیر خلافة الـ عتیق و فی الفاروق ذاك اظهر

"عتیق (یعنی صدیق اکبرؓ) کی خلافت کا منکر صحیح یہ ہے کہ کافر ہے اور عمر فاروقؓ کا منکر بھی کافر ہے۔ یہی بات قوی ہے۔ فرماتے ہیں بلکہ خلاصۃ الفتاویٰ اور صواعق میں تو نقل کیا ہے کہ اصل (مبسوط) میں امام محمد بن الحسن نے اس کی تصریح کی ہے۔ (کہ منکر خلافت شیخین کافر ہے)"

اسی طرح فتاویٰ ظہیریہ میں بھی اسی کو صحیح کہا ہے جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ (فتاویٰ عالمگیری) میں مذکور ہے۔ آگے چل کر فرماتے ہیں خزنۃ المفتین میں بھی اسی کو صحیح کہا ہے (کہ منکر خلافت شیخین مطلقاً کافر ہے) جیسا کہ فتاویٰ البزازیہ میں مذکور ہے اسی طرح فتاویٰ عزیزیہ ج 2 صفحہ 94 پر برہان سے اور فتاویٰ بدیعیہ سے اور اس کے علاوہ دیگر کتب فتاویٰ سے نیز بعض شوافع اور حنابلہ سے بھی نقل کیا گیا ہے (کہ منکر خلافت شیخین کافر ہے)

برھان کی عبارت بعینہٖ نقل فرمانے کے بعد سید انور شاہ کاشمیریؒ اکفار الملحدین میں تحریر فرماتے ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ جو مسلمان اہل قبلہ غالی نہ ہو اور اسکے کافر ہونے کا حکم نہ لگایا گیا ہو اس کے پیچھے نماز جائز تو ہے مگر مکروہ ہے اور جو شفاعت، عذاب قبر، کراما کاتبین وغیرہ متواترات کا انکار کرے، اس کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں، اس لئے کہ یہ منکر یقیناً کافر ہے کیونکہ ان امور کا ثبوت صاحب شریعت سے حد متواتر کو پہنچ چکا ہے۔

ہاں جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی عظمت اور جلال کی وجہ سے نظر نہیں آسکتے وہ مبتدع ہے (کافر نہیں، اس لیے کہ یہ نفس رؤیت کا منکر نہیں بلکہ اپنے قصور فہم کی وجہ سے رؤیت الٰہی کو ناقابل حصول سمجھتا ہے) اس کے برعکس جو شخص خفین پر مسح کا منکر ہو یا ابو بکر صدیقؓ یا عمر فاروقؓ یا عثمان غنیؓ کی خلافت کا منکر ہو اسکے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں (اس لیے کہ یہ امر متواتر مجمع علیہ کا منکر اور کافر ہے۔ (مترجم اکفار الملحدین ص203 تا205)

حضرت اقدس سید انور شاہ کاشمیریؒ نے مذکور عبارت میں درر منتقی سے شرح وھبانیہ، خلاصۃ الفتاویٰ، صواعق، مبسوط، فتاویٰ ظہیریہ، فتاویٰ ہندیہ، (عالمگیری) خزانۃ المفتیین، فتاویٰ انقرویہ، فتاویٰ عزیزی، فتاویٰ بدیعیہ اور برہان وغیرہ معتبر کتب سے یہ مسئلہ پوری وضاحت سے اظہر من الشمس کردیا کہ صدیقی و فاروقی خلافت کا انکار کرنا کفر ہے۔ اہل اسلام اس طرح کے نظریات رکھنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو ناجائز بتاتے ہیں۔ اس وضاحت کے بعد دھوکہ بازی کی ریت پر قائم عمارت دھڑام کر کے زمین بوس ہو جاتی ہے۔

کیا تمام اہل قبلہ مسلمان ہیں؟

تحقیقی دستاویز والوں نے ہمیشہ تنکوں کے سہارے اپنا مذہب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہاں بھی مجموعہ فتاویٰ میں اہل قبلہ والی اصطلاح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے مسلمان ہونے کی سند پکڑی ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کی اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے پر نص موجود ہے۔

اس اصطلاح سے ہمیشہ باطل اور جھوٹے لوگوں نے ناجائز فائدہ اٹھانے کیلئے ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ مترجم اکفار الملحدینؒ حاشیہ اکفار الملحدین ص 95 پر فرماتے ہیں:

عام طور پر مسلمان ایسے لوگوں یا فرقوں کو جو قطعی طور پر کفریہ عقائد و اعمال کے مرتکب اور کافر ہیں۔ محض اس لئے کافر کہنے اور اسلام سے خارج قرار دینے سے اجتناب کرتے ہیں کہ وہ خدا اور رسول اور قرآن کا نام لیتے ہیں بظاہر مسلمانوں کے سے کام کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ اہل قبلہ کو کافر کہنا جائز نہیں یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی یا دھوکہ ہے جس میں اچھے اچھے مسلمان گرفتار ہیں۔ درحقیقت کلمۃ حق اریدبہ الباطل کے طور پر یہ ایک چلتا ہوا فقرہ اور فریب ہے جس کو گمراہ اور کافر لوگ اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے اور علماء حق کی تکفیر سے بچنے کیلئے سپر (ڈھال) کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ (بلفظہ)

بلاشبہ کسی فرقہ یا شخص کیلئے اسلام یا کفر کا حکم بتانا کھیل نہیں انتہائی حساس اور طالب احتیاط کام ہے۔ جس کیلئے پورا تدبر اور غور و فکر ضروری ہے۔ نیز یہ کام ہر نیم مولوی کا نہیں کہ جس کیلئے چاہے مسلمان ہونے کا یا کافر ہونے کا فتویٰ صادر کر

دے۔ بلکہ یہ کام راسخ فی العلم، ماہر فن متقی و پارسا عالم کا ہے جو تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر اس مسئلہ میں امت کی درست رہنمائی کرتا ہے۔ اکابرین امت نے بہرحال اس میں نہ صرف احتیاط برتی ہے بلکہ مسلمان کے کسی ایک کلمہ میں 99 احتمال کفر کے ہیں ایک احتمال اسلام کا تو اس کے کافر ہونے کا فتویٰ نہیں دیا۔ مگر اسلام جیسے جامع مذہب ہے اسی طرح دخول عن الغیر سے مانع بھی ہے۔ اسلام ایسی عمارت کا نام نہیں جہاں کافر اپنے کفر کے باوجود داخل ہو کر مسلمان کے برابر درجہ کا مستحق بن سکے کہ جو عزت اس عمارت میں رسول اللہ ﷺ کے غلام کو حاصل ہے وہی عزت ایسے شخص کو بھی حاصل ہو جو اپنے کفر کے باوجود محض اسلام کا دعویٰ کرتا ہے۔

اہل اسلام نے اسلام کی داخلی عمارت میں ہر اس شخص کو تو رہنے کی اجازت دی ہے جو گناہ گار ہو مگر کسی کافر کو محض دعویٰ کی بنا پر پناہ حاصل کرنے کی اجازت نہیں دی لہٰذا اس کمال احتیاط کا دامن تھامے رہنے کے باوجود روافض کو انکے ملحدانہ نظریات کی بنا پر کافر کہا ہے۔ جس کے جواب میں ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' کا مصداق روافض نے اہل قبلہ والی اصطلاحات سے ناجائزہ فائدہ اٹھانے کی بھرپور کوشش کی ہے اور رافضی نظریہ سے ناواقف ارباب قلم کی عبارتوں سے سہارا حاصل کیا ہے جیسا کہ تحقیقی دستاویز کے اوراق گواہ ہیں مگر یہ کمزور سہارے ارباب علم کی آنکھوں پر پٹیاں نہیں باندھ سکے۔ چنانچہ اہل قبلہ کی اصطلاح استعمال کرنے کے درست اور نادرست محل کی نشاندہی بڑی وضاحت سے اکابرین امت نے فرمادی ہے۔

حضرت علامہ انور شاہ کاشمیریؒ نے اکفار الملحدین مترجم اردو میں اس اصطلاح کی وضاحت اکابرین امت کے ارشادات کی روشنی میں فرماتے ہیں۔ جو ص 90 سے 120 تک پھیلی ہوئی ہے۔ ان میں سے چند اقتباسات ہم ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ تفصیل کے طالب مذکورہ کتاب ملاحظہ فرمائیں۔

اہل قبلہ کافر نہیں وہ کون ہیں؟

علامہ تفتازانی اپنی کتاب مقاصد ج 1، ص 269 پر فرماتے ہیں:

1- جو اہل قبلہ (مسلمان کہلانے والے) حق کے مخالف (اور گمراہ) ہیں وہ اس وقت تک کافر نہیں کہلاتے جب تک کہ ضروریات دین (یعنی ان قطعی اور یقینی عقائد واحکام) کا انکار نہ کریں (جن کے شارعؑ سے ثابت ہونے پر امت کا اجماع ہے)۔

2- بعض علماء فرماتے ہیں کہ نہیں۔ ہر اہل حق سے اختلاف کرنے والا (مطلقاً) کافر ہے۔ (اس لیے کہ وہ حق کا مخالف ہے)

3- استادؒ کا قول ہے کہ جو ہمیں کافر کہے گا ہم بھی اس کو کافر کہیں گے۔

علامہ موصوف مقاصد باب الکفر والایمان ج 2 ص 268 تا 270 فرماتے ہیں:

''(اہل قبلہ کے بارے میں) مذکورہ بالا بحث کا تعلق صرف ان لوگوں سے ہے جو ضروریات دین۔۔۔۔ مجمع علیہ عقائد حقہ میں اہل حق کے ساتھ متفق ہوں۔''

لیکن اس کے علاوہ اور نظری عقائد و اصول میں اہل حق کے مخالف۔ ہوں۔ مثلاً صفات الٰہیہ، خلق اعمال ارادہ الٰہی کا خیر

وشر دونوں کے لیے عام ہونا کلام الٰہی کا قدیم ہونا، رویت باری تعالیٰ کا ممکن ہونا، ان کے علاوہ تمام نظری عقائد و مسائل جن میں حق یقیناً ایک ہے (اثبات یا نفی) ایسے مخالفین حق کے بارے میں بحث ہے کہ ان عقائد کا معتقد اور قائل ہونے (یا نہ ہونے) کی بنا پر کسی اہل قبلہ (مسلمان) کو کافر کہا جائے یا نہیں؟ ورنہ اس میں تو کوئی اختلاف ہی نہیں کہ وہ اہل قبلہ (مسلمان کہلانے والے) جو عمر بھر روزہ، نماز وغیرہ تمام عبادات و احکام کا پابند رہا ہو لیکن عالم کو قدیم (ازلی ابدی) مانتا ہو یا جسمانی حیات بعد الموت کا انکار کرتا ہو یا اللہ تعالیٰ کو جزئیات (ہر ہر چیز) کا عالم نہ مانتا ہو وہ (قبلہ کی طرف نماز پڑھنے کے باوجود) بلاشک وشبہ کافر ہے۔ اسی طرح کوئی اور کفریہ قول یا فعل اس سے سرزد ہو تو وہ بھی کافر ہے۔ (بلفظہ)

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر صفحہ 185 پر رقم فرماتے ہیں:

یاد رکھو! اہل قبلہ وہی لوگ ہیں جو ضروریات دین ومہمات دین مثلاً حدوث عالم، حشر جسمانی، ہر ہر کلی وجزی پر علم الٰہی کے محیط ہونے اور اسی قسم کے اہم اور بنیادی مسائل میں اہل حق کے ساتھ متفق ہوں، چنانچہ جو شخص تمام عمر شرعی احکام وعبادات کی پابندی کرتا رہے مگر عالم کو قدیم مانتا ہو یا حشر جسمانی کا انکار کرتا ہو یا اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا عالم نہ مانتا ہو وہ ہرگز اہل قبلہ میں سے نہیں ہے۔ (وہ سب کے نزدیک کافر ہے) نیز علمائے اہلسنت کے نزدیک کسی اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کا مطلب یہی ہے کہ کسی اہل قبلہ کو اس وقت تک کافر نہ کہا جائے جب تک اس میں کوئی کفر کی علامت یعنی کفریہ قول یا فعل نہ پایا جائے۔''

غالی بہر صورت کافر ہے

ملا عبدالعزیز البخاری اصول تحقیق شرح حسامی صفحہ 208 میں فرماتے ہیں اگر کسی گمراہ فرقہ نے اپنے باطل عقیدہ میں غلو کو اختیار کیا تو اس کو کافر قرار دینا ضروری ہے۔ اگرچہ وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا رہے۔ ردالمحتار ج2 صفحہ 377 مسئلہ امامت تحت انکار وتر میں ہے۔ اس شخص کے کافر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں جو ضروریات اسلام (دین کے یقینی اور قطعی عقائد و احکام) کا مخالف ہو اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو۔

اس کے بعد جلد 1 صفحہ 525 پر فرماتے ہیں (صاحب بحر الرائق) نے فرمایا کہ حنفیہ کا قول ''کسی اہل حق کے مخالف کو کافر نہ کہا جائے۔'' یہ ہے کہ وہ شخص یا فرقہ ان مسلم اصولوں کا مخالف نہ ہو جن کا دین ہونا معروف اور یقینی ہے''۔

جوہرۃ التوحید صفحہ 103 پر ہے:

''جس شخص نے ہمارے دین کے کسی بھی یقینی امر کا انکار کیا وہ کفر کی بنا پر قتل کیا جائے گا نہ کہ حد کے طور پر۔''

اجماع صحابہ حجت قطعی ہے

تمام علمائے اصول اس پر متفق ہیں کہ جس امر پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے اس کا انکار کفر ہے۔ ابن تیمیہ اقامۃ الدلیل جلد 3 صفحہ 130 پر فرماتے ہیں:

صحابہ کا اجماع قطعی حجت ہے اور اس کا اتباع فرض ہے۔

علامہ تفتازانی نے تلویح میں حکم اجماع کے تحت شیخ ابن ہمام، ابن حجر وغیرہ حضرات سے اجماع کا حجت قطعی ہونا بیان کیا ہے۔
مذکورہ عبارت سے ثابت ہوا کہ محض اہل قبلہ ہونا ایمان و اسلام کی دلیل نہیں ضروری مسلمہ عقائد و نظریات کو قبول کرنا بھی شرط ہے تب ہی وہ اہل قبلہ میں شمار ہوگا۔ ان ضروری مسلمہ عقائد میں حجت اجماع صحابہ پر اعتقاد رکھنا بھی لازم ہے۔
لہٰذا جو شخص یا فرقہ ضروری مسلمہ عقائد پر اعتقاد نہیں رکھتا خواہ عقیدہ تحریف قرآن کی صورت میں ہو یا عقیدہ امامت کے ضمن میں انکار ختم نبوت کی شکل میں یا خلافت صدیق کے انکار کی صورت میں ہو وہ کافر ہے اگرچہ اپنے زعم میں خود پکا مومن ہی کیوں نہ ہو۔ ایسے شخص یا فرقہ کو اہل قبلہ کی اصطلاح ہرگز نفع نہیں دیتی کیونکہ اہل قبلہ وہی لوگ ہیں جو ضروری عقائد پر بھی اعتقاد رکھتے ہوں جیسا کہ مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہے۔

لا نکفر اهل القبله کی حقیقت

ممانعت تکفیر اہل قبلہ کی اصل سنن ابی داؤد باب الجہاد جلد 1 صفحہ 243 کی حدیث انسؓ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین چیزیں اصل ایمان ہیں۔ لا اله الا الله کہنے والے (کے جان و مال) پر دست درازی نہ کرنا، کسی گناہ کا ارتکاب کرنے کی بنا پر اس کو کافر نہ کہنا، کسی عمل کی وجہ سے اس کو اسلام سے خارج نہ کرنا۔ (انتھی)
عرف حدیث میں گناہ سے یقیناً وہ گناہ مراد ہے جو کفر نہ ہو بالکل اسی طرح یہ جملہ امام شافعیؒ اور امام اعظمؒ سے الیواقیت میں منقول ہے۔ سفیان بن عیینہ سے حمیدیؒ نے اپنی مسند کے آخر میں نقل کیا ہے۔ آئمہ دین بھی اتباع حدیث میں اسی طرح کے الفاظ ارشاد فرماتے رہے ہیں۔ حدیث کے الفاظ ہیں لا نکفرہ بذنب آئمہ کرام بھی اسی طرح کا جملہ بولتے رہے ''لا نکفر اهل القبله بذنب'' جیسا کہ الیواقیت والجواہر صفحہ 123 جلد 2 پر امام شافعیؒ سے منقول ہے مگر ظاہر پرستوں اور کچھ جاہلوں ملحدوں نے ائمہ کرام کے اس جملے سے ذنب کا لفظ اڑا دیا۔ اور لا نکفر اهل القبله کا لفظ رہنے دیا پھر اپنے مقاصد کے حصول کیلئے اسے خوب خوب استعمال کیا حالانکہ ائمہ کرام کا ارشاد کسی گناہ کی وجہ سے اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کا ہے جیسا کہ معتزلیوں کا کہنا ہے کہ ارتکاب کبیرہ سے آدمی کافر ہو جاتا ہے مگر اس کا تعلق فاسد العقائد لوگوں کے ساتھ ہرگز نہیں۔ لہٰذا یہاں سے مراد معتزلہ کا رد تھا جو گناہ کی وجہ سے آدمی کو کافر قرار دیتے تھے۔

خلاصہ کلام

اکفار الملحدین کی اہل قبلہ سے متعلق بحث نقل کرنے کے بعد مترجم کتاب مولانا محمد ادریس میرٹھی استاد حدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی اس بحث کا خلاصہ ان الفاظ کے ساتھ رقم فرماتے ہیں۔

1- امت مسلمہ کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ ضروریات دین یعنی مجمع علیہ عقائد و احکام جن کا دین رسول اللہ ﷺ ہونا قطعی و یقینی ہے ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے اور منکر قطعاً کافر ہے اگرچہ وہ قبلہ سے منحرف نہ بھی ہو اور خود کو مسلمان بھی کہتا ہو۔
2- کفر صریح یعنی کفریہ عقائد، اقوال و اعمال کا ارتکاب قطعاً کفر اور ان کا مرتکب یقیناً کافر ہے اگرچہ وہ خود کو مسلمان

سمجھتا رہے اور صوم وصلوٰۃ وغیرہ کا پابند ہو۔

3- متکلمین کی اصطلاح میں اہل قبلہ سے مراد وہ مومن کامل ہے جو رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے پورے دین پر ایمان رکھتا ہو۔ کفریہ عقائد و اعمال کا ارتکاب کرنے والے یا ضروریات دین کا انکار کرنے والے انسان کو اہل قبلہ میں سے ماننا یا کہنا یا تو ناواقفیت پر مبنی ہے یا فریب اور دھوکہ ہے۔

4- اہل قبلہ کی اصطلاح حضرت انسؓ کی جس روایت سے ماخوذ ہے اس کا تعلق امیہ یا حاکم سے ہے۔

5- **لا نکفر اھل القبلہ** یا اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں۔ یہ ائمہ اہل سنت میں سے کسی کا قول نہیں بلکہ جاہلوں یا زندیقوں اور ملحدوں کا گھڑا ہوا مقولہ ہے۔

6- ائمہ کا مقولہ **لانکفر احد بذنب** ہے اور ذنب سے مراد گناہ و معصیت ہے اس لئے کہ ائمہ نے یہ مقولہ خوارج اور معتزلہ کی تردید کے ذیل میں منقول ہے جو کسی بھی گناہ کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے ہر مومن مسلمان کو کافر قرار دیتے ہیں۔

ارباب علم مزید تسلی کیلئے اکفار الملحدین کی طرف مراجعت فرمائیں اختصار کے پیش نظر ہم نے ان چند عبارات پر اکتفا کیا ہے اس وضاحت کے بعد مجموعہ فتاویٰ کی یہ اور اس طرح کی دیگر مبہم عبارات اہل قبلہ کی اصطلاح کا نادرست استعمال اور ناواقف اہل قلم کے سہارے مکڑی کے ان کمزور جالوں کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی جو جالا بول ذباب کی تاب نہ لا کر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔

خلافت راشدہ کی تقسیم کا جھوٹا الزام

صفحہ 109 پر خلافت راشدہ کی تقسیم کا مضحکہ خیز نتیجہ روافض نے پیش کیا ہے کہ سزا کو خلافت شیخین سے انکار پہ محدود کرنا بھی بلا جواز ہے۔ خلافت شیخین کا اقرار اور ختنین کی خلافت کا انکار اہل سنت کا عقیدہ نہیں۔ خلافت کو شیخین تک محدود کرنے والے اس نظریہ کے حامل ہیں۔

جاننا چاہیے کہ دھوکہ دہی اور فراڈ کی شاہراہ پر سبک رفتار اور تیز گام سے بھی زیادہ فل سپیڈ روافض کا گروہ دوڑ رہا ہے جن سے اس میدان میں یہود و ہنود بھی نہیں جیت سکے۔ یہاں پر خلافت شیخین پر سزا اور خلافت راشدہ میں شامل حضرات کی تعداد دو الگ الگ باتیں ہیں جن کے درمیان تناقض ثابت کرنے کی حرکت کی گئی ہے۔ ہمارا یہ خیال نہیں کہ منطق یونانی کے بل بوتے پر التباس بین الحق والباطل کا فرض نبھانے والے تناقض کی شرائط سے آگاہ نہ ہوں گے مگر جان بوجھ کر دھوکہ میں مبتلا کرنا اور سادہ لوحوں کو بہکانا وہ لوگ اپنا مذہبی فرض جانتے ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ خلافت شیخین اور خلافت راشدہ دو الگ اصطلاحات ہیں جو اکابرین امت سے چلتی آ رہی ہیں۔ خلافت شیخین سے مراد صدیقؓ و فاروقؓ کی خلافت ہے جبکہ خلافت راشدہ میں صدیقؓ و فاروقؓ، عثمانؓ و علیؓ چاروں خلفاء شامل ہیں۔ خود صاحب تاریخی دستاویز کی زیر ادارت خلافت راشدہ نام کا ماہنامہ چاروں خلفاء کے مزین ناموں سے مزین ہے ارباب اہل سنت والجماعت میں سے کسی نے بھی خلفائے راشدین

میں سے ختنین کو خارج قرار نہیں دیا ایک معمولی درجہ کی عبارت بھی ایسی پیش نہیں کی جا سکتی جو روافض کے اس بیان کردہ قول کی موید ہو وطن عزیز میں اہلسنت والجماعت کے زیر انتظام خلافت راشدہ اور حق چار یار نام کے ماہنامہ جرائد جاری ہیں جو اہلسنت والجماعت کے خلافت راشدہ کے بارے میں نظریہ کی پوری وضاحت کر رہے ہیں مگر بھینگے کو ایک کے دو نظر آتے ہیں خدا معلوم ان کو یہ کہاں سے پتہ چلا کہ اہل سنت والجماعت سے کسی نے یہ نظریہ بھی پیش کیا ہے کہ خلافت راشدہ صرف صدیقؓ و فاروقؓ میں منحصر ہے۔

2- روافض کا یہ کہنا کہ سزا کے مقابلہ میں صرف شیخین کا نام لینا بلا جواز ہے دیگر خلفاء کی خلافت میں کون سی کمزوری ہے، اس استفہام سے معلوم ہوتا ہے کہ رافضی قلم کاروں کے ہاں چاروں خلفاء کی خلافت میں کوئی کمی نہیں اور یہ کہ خلافت عثمانیؓ کو غلط بتانا یا حضرت عثمانؓ کے عزل کو ضروری کہنا خارجی عقیدہ ہے جیسا کہ مذکورہ صفحہ پر جناب مودودی کے اقتباس سے لکھا گیا ہے لہٰذا وہ خمینی صاحب جس نے کشف اسرار میں صفحہ 112 پر خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبرؓ اور کشف اسرار کے کئی مقامات پر سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ و حضرت عثمانؓ پر جارحانہ حملے کیے ہیں کیا خمینی خارجی ہونے کی بناء پر دشمن اسلام، باغی حیدر کرار اور کافر ہوا یا نہیں؟ اور تحقیقی دستاویز والوں نے چاروں خلفاء صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ عثمان غنیؓ حیدر کرارؓ کی خلافت کو درست تسلیم کیا جو نظریہ اہلسنت والجماعت کا ہے تو تحقیقی دستاویز والے رافضی عقیدہ سے بظاہر نفرت اور سنی عقیدہ کے قبول کرنے کی بنا پر بقول روافض ناصبی اور جہنمی ہوئے یا نہیں؟

3- بلا شبہ خلفائے راشدین میں تفریق اہل سنت والجماعت کا شیوا نہیں ان نفوس قدسیہ میں سے کسی کی خلافت کو درست اور کسی کی خلافت کو نا درست قرار دینا خارجیت یا رافضیت کا کارنامہ ہے اہل اسلام کا نہیں، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ معارف القرآن، ج6، صفحہ 271 تحت آیت الذین ان مکنھم فی الارض، ارشاد فرماتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کی اس خبر کا جس کا وقوع یقینی تھا اس دنیا میں وقوع اس طرح ہوا کہ چاروں خلفائے راشدین جو عربی مہاجرین الذین اُخرجوا کے مصداق صحیح تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں کو سب سے پہلے زمین کی مکنت و قدرت یعنی حکومت و سلطنت عطا فرمائی۔ بحوالہ روح المعانی فرماتے ہیں اسی لیے علماء نے فرمایا کہ یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ خلفائے راشدین سب کے سب اسی بشارت کے مصداق ہیں اور جو نظام خلافت ان کے زمانے میں قائم ہوا وہ حق و صحیح اور عین اللہ تعالیٰ کے ارادے اور رضا اور پیشگی خبر کے مطابق ہے۔ (روح المعانی)

پھر فرماتے ہیں:

ایک حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ خلافت میرے بعد 30 سال رہے گی اس سے مراد خلافت راشدہ ہے جو بالکل نبی کریم ﷺ کے نقش قدم پر قائم رہی اور حضرت علیؓ مرتضیٰ تک چلی۔

کچھ آگے چل کر صفحہ 441 پر فرماتے ہیں اسی طرح یہ آیت (وعداللہ الذین امنوا منکم) حضرات خلفائے

راشدین کی خلافت کے حق وصحیح اور مقبول عنداللہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ اپنے رسول ﷺ اوران کی امت سے فرمایا تھا اس کا پورا پورا ظہور انہیں حضرات کے زمانے میں ہوا اگر ان حضرات کی خلافت کو حق وصحیح نہ مانا جائے جیسا کہ روافض کا خیال ہے تو پھر قرآن کا یہ وعدہ کہیں پورا نہ ہوا۔

اہل سنت والجماعت علی الترتیب خلافت راشدہ کو چاروں نفوس قدسیہ میں جاری وساری مانتے ہیں اور یہی ترتیب ان حضرات میں افضلیت کی ہے الفرق بین الفرق کے مترجم علی محسن صاحب اہل سنت والجماعت کا مسلک بیان فرماتے ہیں،افضلیت کی ترتیب ان کے (اہلسنت کے) ہاں وہی ہے جو امامت (خلافت) کی ترتیب ہے یعنی پہلے حضرت صدیق اکبرؓ بعد از فاروق اعظمؓ انکے بعد حضرت عثمان غنیؓ اوران کے بعد حضرت علیؓ کا مقام آئمہ سے ہی نہیں بلکہ پوری امت محمدی ﷺ سے افضل واشرف ہیں۔ (الفرق بین الفرق،مترجم،صفحہ 523 مطبوعہ کراچی)

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں ہے:

افضلهم الخلفاء الراشدون عبدالله بن عثمان ابوبكر الصديق، ابوحفص عمر بن الخطاب الفاروق،ذوالنورين عثمان بن عفان،ابوالحسن و ابوتراب على بن ابى طالب فضيلتهم على سائرالاصحاب مجمع عليها مقطوع و اما التفاضل فيمابينهم فالشيخان من الختنين قطعاً صرح به الشيخ ابوالحسن اشعرى: سئل الامام الهمام ابو حنيفه ماالتسنن فقال ان تفضل الشيخين و تحب الختنين۔ (فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت صفحہ 159 جلد 2 طبع ملتان)

''تمام صحابہ کرام میں افضل خلفائے راشدین ہیں (یعنی سب سے بڑا درجہ خلیفہ اول) عبداللہ بن عثمان ابوبکر صدیقؓ (کا دوسرا درجہ) ابوحفص عمر بن خطاب فاروق اعظمؓ (کا تیسرا درجہ) ذوالنورین عثمانؓ بن عفان (کا چوتھا درجہ) ابوالحسن ابوتراب علیؓ بن ابوطالب کا ہے اوران خلفائے راشدین کا باقی تمام صحابہ پرفضیلت والا ہونا اجماع سے ثابت ہے اور شیخین (سیدنا صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ) کی ختنین (حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ) پرفضیلت یقینی طور پرثابت ہے شیخ ابوالحسنؒ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔امام اعظمؒ سے اہل السنۃ والجماعۃ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا جو شیخین کو باقی صحابہ پرفضیلت دے اور ختنین سے محبت رکھے۔'' انتہیٰ:

معلوم ہوا کہ رافضی کا یہ الزام بھی محض بے جا اور اپنے مرض باطن کی تسکین کا سامان ہے اور بس!

چوتھا شبہ:

صفحہ 109 پر چوتھا شبہ کا عنوان قائم کرکے اپنے خبث باطن کا خوب اظہار کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ پرتنقید کرنے کا سب کو حق ہے اور یہ کہ غیر صحابی کو صحابی پرتنقید کا حق نہ دینا سراسر باطل اور جہالت کا حیرت ناک مظاہرہ ہے۔ (تحقیقی دستاویز،ص109)

محترم قارئین کرام! صحابہ کرامؓ پرتنقید سے باز رہنے کا حکم کسی عام شخص کا نہیں قرآن پاک اور رحمت عالم ﷺ کا ہے مگر رافضی قلم میں یہ جرات بھی پیدا ہوگئی کہ وہ کھل کر قرآن وحدیث کے حکم کو، باطل اور جہالت کا مظاہرہ قرار دینے پر اتر آیا

جی ہاں یہ وہی تحقیقی دستاویز ہے جس کے صفحہ 59 پر ،شیعہ پر بے جا الزام، کے عنوان سے لکھا تھا کہ مگر اس کے باوجود شیعوں پر یہ تہمت لگائی جاتی ہے کہ وہ صحابہ کو مرتد اور منافق کہتے ہیں اور صفحہ 81 پر یہ لکھا ہے کہ،اس امر میں کوئی شک نہیں کہ صحابہ کرام اور امہات المومنین لائق تعظیم ہیں!

مگر صرف 27 صفحات آگے کی طرف سرکنے کے بعد مرض نسیان کا ایسا غلبہ ہوا کہ جن کے احترام کا جھوٹا راگ الاپا جا رہا تھا وہ ہوا ہو گیا اور انہیں پر تنقید کو جائز بتلانے کے لیے قرآن پاک اور محبوب کریم علیہ کے ارشادات کو بھی جہالت کا مظاہرہ قرار دینے لگا۔مگر یہ امر کوئی استعجاب کا باعث نہیں جو طبقہ اصحاب رسول پر زبان دراز کرنے سے بھی نہ کترائے اس کیلئے ارشاد خدا اور فرمان مصطفی علیہ کی بھلا کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔

ارباب عقل ودانش کے لیے،تو یہی کافی ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی نسبت پاک رسول علیہ کی طرف ہے اور نسبت ہی انسان کے لیے تعیین مراتب کا باعث ہوتی ہے .جہاں تک صحابہ کرام کے بارے میں آیات قرآنیہ اور فرمودات رسالت مآب علیہ کی بات ہے تو بطور نمونہ کے چند ایک ارباب نظر کی ضیافت کے لیے پیش کیے دیتے ہیں ماننے والوں کیلیئے تو فقط اشارہ ہی کافی ہے اور منکرین کے سامنے دفتروں کے دفتر بھی بے کار ہیں۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع نے معارف القرآن کی،ج 8 صفحہ 95 پر ان آیات،احادیث کا اجمالی تذکرہ فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔فرماتے ہیں صحابہ کرام سب کے سب اہل جنت ہیں انکی خطائیں مغفور ہیں ان کی تنقیص گناہ عظیم ہے۔

قرآن مجید کی بہت سی آیتوں میں اس کی تصریحات ہیں جن میں چند آیات تو اسی سورۃ (فتح) میں آچکی ہیں۔

لقد رضی اللّٰہ عن المومنین، الزمھم کلمۃ التقوٰی۔

''تحقیق اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا مؤمنین (بیعت رضوان میں شریک صحابہ کرامؓ) سے۔''

ان کے علاوہ اور بہت سی آیات میں یہ مضمون مذکورہ ہے۔

یوم لا یخزی اللّٰہ النبی و الذین امنوا معہٗ۔

''جس دن کہ نہیں رسوا کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اور ان لوگوں کو جو آپ کے ساتھ (صحابہ کرام) ہیں۔''

والسابقون الا ولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ و اعدلھم جنات تجری تحتھا الانھار۔

''سبقت کرنے والے (ایمان میں) مہاجرین میں سے اور انصار میں سے اور وہ لوگ جنھوں نے ان کی اتباع کی اچھے کاموں میں اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے ان کے لیے ہم نے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔''

اور سورۃ حدید میں حق تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے بارے میں فرمایا ہے **و کلًا و عداللّٰہ الحسنی** یعنی ان سب سے اللہ

تعالیٰ نے حسنیٰ کا وعدہ کیا ہے پھر سورۃ انبیاء میں حسنیٰ کے بارے میں فرمایا۔ ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولٓئك عنھا مبعدون یعنی جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے حسنیٰ کا فیصلہ پہلے ہو چکا ہے وہ جہنم کی آگ سے دور رکھے جائیں گے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔ (بخاری) یعنی تمام زمانوں میں میرا زمانہ بہتر ہے اس کے بعد اس زمانے کے لوگ بہتر ہیں جو میرے زمانے سے متصل ہے، اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو کیونکہ (انکی قوت ایمان کی وجہ سے ان کا حال یہ ہے کہ) اگر تم میں سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردے تو ان کے خرچ کیے ہوئے سونے کے ایک مد کے برابر بھی نہیں ہوسکتا اور نہ نصف مد کے برابر اور حضرت جابرؓ کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہ کو سارے جہاں میں سے پسند فرمایا ہے پھر میرے صحابہ میں سے میرے لیے چار ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ علیؓ کو پسند فرمایا ہے۔ رواہ البزار بسند صحیح۔

اور ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضاً من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم و من ابغضھم فبغضی ابغضھم ومن اذا ھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللّٰہ، ومن اذی اللّٰہ فیوشق ان یاخذہ۔

(رواہ الترمذی عن عبداللہ بن مغفل)

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو میرے بعد ان کو طعن وتشنیع کا نشانہ مت بناؤ کیونکہ جس شخص نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے سبب ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو اس نے میرے ساتھ بغض رکھا اور جس نے ان کو ایذاء پہنچائی اس نے مجھے ایذاء پہنچائی، اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے اللہ کو ایذاء پہنچائی اور جو اللہ کو ایذاء پہنچانے کا قصد کرے تو قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں پکڑے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تقدیر کا ذکر چھڑے تو رک جاؤ (یعنی اس میں زیادہ غور وخوض اور بحث مباحثہ نہ کرو) اور جب ستاروں کا ذکر چھڑے تو رک جاؤ اور جب میرے صحابہؓ کا (یعنی ان کے باہمی اختلاف وغیرہ کا) ذکر چھڑے تو رک جاؤ (طبرانی) بحوالہ معارف القرآن، ج 7، صفحہ 45 ان آیات واحادیث کی روشنی میں اکابرین امت نے صحابہ کرامؓ پر تنقید کرنے سے منع فرمایا ہے۔

معارف القرآن کی، ج2، صفحہ 212 تحت آیت، ولقد عفاء اللہ عنھم (آل عمران آیت نمبر 100) پر مذکورہ ہے یہیں سے اہل سنت والجماعت کے اس عقیدہ کی تصدیق ہوتی ہے کہ صحابہ کرامؓ اگرچہ گناہوں سے معصوم نہیں...... اس کے باوجود امت کے لیے یہ جائز نہیں کہ ان کی طرف برائی اور عیب کو منسوب کیا جائے جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کی اتنی بڑی لغزشوں اور خطاؤں کو معاف کر کے ان کے ساتھ لطف وکرم کا معاملہ فرمایا اور ان کو رضی اللہ عنہم کا مقام عطا فرمایا تو پھر کسی کو کیا حق ہے کہ ان میں سے کسی کا برائی کے ساتھ تذکرہ کرے، یہی وجہ ہے کہ ابن عمرؓ کے سامنے ایک مرتبہ کسی نے حضرت عثمان غنیؓ اور بعض صحابہ کرامؓ پر غزوہ احد کے واقعہ کا ذکر کر کے طعن کیا کہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اس پر

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جس چیز کی معافی کا اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا اس پر طعن کرنے کا کسی کو کیا حق ہے۔
(صحیح بخاری)

اس لیے اہل سنت والجماعت کے، عقائد کی کتابیں سب اس پر متفق ہیں کہ تمام صحابہ کرام کی تعظیم اور ان پر طعن و اعتراض سے پرہیز واجب ہے۔

عقائد نسفیہ میں ہے:

و یکف عن ذکر الصحابہ الا بخیر۔

''واجب ہے کہ صحابہؓ کا ذکر بغیر خیر کے اور بھلائی کے نہ کرے۔''

شرح مسامرہ ابن ہمام میں ہے۔ **اعتقاد اھل السنة تزکیة جمیع الصحابه والثناء علیھم۔** یعنی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام کو عدول و ثقات سمجھیں ان کا ذکر مدح و ثناء کے ساتھ کریں، شرح مواقف میں ہے۔ **یجب تعظیم الصحابه کلھم والکف عن القدح فیھم۔** یعنی تمام صحابہ کی تعظیم کرنا اور ان پر طعن و اعتراض سے باز رہنا واجب ہے، حافظ ابن تیمیہ نے عقیدہ واصفیہ میں فرمایا ہے کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے درمیان جو اختلاف قتل وقتال ہوئے ہیں ان میں کسی پر الزام و اعتراض کرنے سے باز رہیں وجہ یہ ہے کہ تاریخ میں جو روایات ان کے عیوب کے متعلق آئی ہیں ان میں بکثرت تو جھوٹی اور بے بنیاد ہیں جو دشمنوں نے اڑائی ہیں اور بعض وہ ہیں جن میں کمی بیشی کر کے اپنی اصلیت کے خلاف کر دی گئی ہیں اور جو بات صحیح بھی ہے تو صحابہ کرام اس میں اجتہادی رائے کی بنا پر معذور ہیں اور بالفرض جہاں وہ معذور بھی نہ ہوں تو اللہ کا قانون یہ ہے کہ **ان الحسنات یذھبن السیات** یعنی اعمال صالحہ سے برے اعمال کا بھی کفارہ ہو جاتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ صحابہ کرامؓ کے اعمال صالحہ کے برابر کسی کے اعمال نہیں ہو سکتے اور اللہ تعالیٰ کے عفو و کرم کے جتنے وہ مستحق ہیں کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا اس لیے کسی کو یہ حق نہیں کہ ان کے اعمال پر مواخذہ کرے اور ان میں سے کسی پر طعن و اعتراض کی زبان کھولے۔ (عقیدہ واسطیہ ملخصاً از معارف القرآن، ج 2)

حضرت صوفی عبدالحمید سواتیؒ فرماتے ہیں صحابہ کرامؓ کی اس عام معافی کے بعد اب کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان پر نقطہ چینی کرے۔ لہٰذا جو شخص اس کے بعد بھی صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کا مرتکب ہوگا اس نے اپنے ایمان میں فطور ہوگا۔

(معالم العرفان، ج 4 ص 480 تحت ۔۔۔ عفا اللہ عنہم)

اہل سنت والجماعت کا نظریہ ملاحظہ فرمانے کے بعد ذرا روافض کی چابک دستی بھی ملاحظہ فرمائیے جو صحابہ کرام پر تنقید کو جائز بتلانے میں زور صرف کر کے بار عذاب کندھوں پر اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں، لکھتے ہیں 1۔ یہ اصول اہل سنت کے نزدیک مسلم ہے کہ غیر صحابی، صحابی پر تنقید کر سکتا ہے تحقیقی دستاویز صفحہ 110، اس جھوٹ بازاری اور تقیہ سازی کے کرتب پر شاید ابلیس بھی شرما کر رہ گیا ہوگا۔

2- اہل سنت والجماعت صحابہ کی عصمت کے قائل نہیں۔ (ص 110) انبیاء کی جماعت پر عصمت کا منصب ختم ہے اہل

سنت انبیاء کے سوا کسی کی عصمت کے قائل نہیں، البتہ روافض کا اس جملہ سے یہ دھوکہ دینا ایک مزید دجل ہے کہ چونکہ صحابہ معصوم نہیں لہٰذا ان پر تنقید کرنے کا ہر ایک کو حق ہے!

اہل سنت والجماعت کے نزدیک صحابہ معصوم نہیں محفوظ ہیں اور محفوظ مغفور کو کہتے ہیں صحابہ کرام سے گناہ کا سرزد ہو جانا بعید نہیں لیکن صحابہؓ کو اللہ تعالیٰ اس گناہ پر قائم نہیں رہنے دیتے بلکہ فوری رجوع کی طرف متوجہ فرما دیتے ہیں لہٰذا جو عنداللہ محفوظ اور مغفور ہیں کسی کو ان پر تنقید کا ہرگز حق نہیں جیسا کہ اہل سنت والجماعت کی مذکورہ بالا تصریحات سے ہم واضح کر چکے ہیں اہل سنت والجماعت کے ان عقائد کے برعکس جناب مودودی صاحب جیسے آزاد خیال ادیب اور علوم اسلامیہ سے بے بہرہ صحافی وقلم کار کا خیال بالکل باطل ہے مگر عام طور پر روافض عامۃ الناس کو دھوکہ دینے کی خاطر اپنے وظیفہ خور مذکورہ ادیب صاحب کے خیالات کو اہل سنت والجماعت کے نظریات قرار دیتے ہیں جو سراسر فریب کاری اور دجل ہے ادیب موصوف کا قلم تنخواہ دار آلہ ہے جو حق الخدمت کے عوض بار حق ادا کرنے کی کوشش میں مصروف رہتا تھا ارباب علم ادیب موصوف کی پیشہ وارانہ خدمات اور معاشی استحکام میں اپنے فن کے استعمال سے بخوبی واقف ہیں واضح رہنا چاہیئے کہ خلافت و ملوکیت کے مصنف اچھے لکھاری، ادیب اور قلم کار تو ہیں مفتی عالم یا شیخ الحدیث نہیں لہٰذا کرم فرماؤں سمیت تمام پرستاران مودودی صاحب سے یہ ہمدردانہ درخواست ہے کہ انکی تحریر سے تحریری اسلوب اور اردو ادب بے شک حاصل کریں مگر اسلامی عقائد واعمال کا واقعاتی تصور بیان کرنا ادیب موصوف کا نہ حق ہے اور نہ انکے بس کی بات ہے بلکہ یہ منصب ارباب بصیرت اہل علم کا ہے اور وہی ملت کے نظریاتی پہرے دار اور محافظ ہیں لہٰذا اس باب میں ان ہی حضرات کی طرف رجوع کرنا مفید رہے گا۔

پانچواں فریب اور وطن عزیز میں اکثریتی آبادی مذہب

پانچویں شبہ کے تحت روافض کو اس بات پر بھی شدید اعتراض ہوا ہے کہ اہل سنت والجماعت ہمیں یہاں پر فقہ جعفریہ (جس میں تھوک سے استنجاء کرنا جائز ہے (من لا یحضرہ الفقیہ) کو پاکستان میں نافذ کیوں نہیں کرنے دیتے اس ضمن میں کمال ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ جھوٹ بھی برملا بول دیا کہ پاکستان میں سنی اکثریت میں ہیں یہ سراسر غلط دعویٰ ہے۔
(تحقیقی دستاویز صفحہ 111)

اس عنوان کے تحت چونکہ قلم کاران تحقیقی دستاویز نے ابروئے قلم کو پامال کرتے ہوئے چند مختلف قسم کے دھوکے دینے کی جسارت کی ہے لہٰذا مختصراً ہم ان کے جواب عرض کر کے فریب کاریوں سے پردہ ہٹانے کی کوشش کریں گے۔ جو دھوکے دیئے گئے ان کا خلاصہ درج ذیل ہیں۔

1- وطن عزیز میں سنی اکثریت میں نہیں۔

2- مختلف الاعتقاد فرقے یہاں موجود ہیں۔

3- سنی کی اصطلاح مبہم ہے، بریلوی، دیوبندی، حنفی، شافعی، حنبلی مالکی فرقے ہیں۔

4- ان فرقوں کے آپس میں شدید اختلافات ہیں۔

5- اسلامی فرقوں کی اصطلاح۔

6- پاکستان میں اقلیت اکثریت کا تصور نہیں۔

1- سنی اکثریت میں نہیں۔ یہ مفروضہ ایسا جھوٹ ہے کہ شاید ان پڑھ بندے کو بھی اس کی حقیقت اچھی طرح معلوم ہو، کہنے والوں نے شاید اسی موقع کے لیے کہا ہو کہ جھوٹ ایسا بول کہ سچ کو بھی مزا آ جائے، مردم شماری کے مطابق سنی آبادی پاکستان میں، 94.4 فیصد ہے اور رافضی 1.75 فیصد قادیانی ہندو وغیرہ 3.83 فیصد بیان کی گئی ہے یہ اعداد وشمار 1961ء کے ہیں اس کے علاوہ 1972ء اور 1977ء کے اعداد وشمار میں بھی سنی قوم کی اکثریتی آبادی کو نمایاں طور پر ظاہر کیا گیا ہے جن کی تفصیل مذکورہ مضامین میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

1- Bini. G.D and T.V Rama Rao. India Ata Giance Longmans. Calcutta 1954.

2- Davis Kingsiet the population of India and Pakistan. Princeton New Jesey 1951.

3- Whitaker's Aimanalk 1977. Jwn Tear & Sons Ltd London 1976.

ایک عام شخص بھی یہ حقیقت اچھی طرح جانتا ہے کہ اہل سنت والجماعت کی شہروں، دیہاتوں میں آبادی، اُن کی مساجد، مکاتب، مدارس وتعلیمی ادارے روافض کی تعداد سے بہر حال اکثریت میں ہیں اس سادہ اور عام حقیقت کو گول مول الفاظ سے بدلنے کی کوشش کرنا دھوکہ کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔

2- یہ بھی سراسر دھوکہ ہے کہ یہاں مختلف مسالک کے لوگ رہتے ہیں جن کے اعتقادات الگ الگ ہیں اعتقاد کا مطلب عقیدہ ہے یعنی مختلف عقیدوں کے لوگ رہتے ہیں اس لفظ سے یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ بریلوی دیوبندی، حنفی شافعی وغیرہ کے اعتقادات الگ الگ ہیں حالانکہ یہ بات سراسر خلاف حقیقت ہے فروع میں اختلاف کا ہو جانا اسلام یا کفر کی بحث ہرگز نہیں کھولتا اور نہ ہی ان فروعی اختلافات کی بناء پر کسی کے لیے کفر کا فتویٰ ارباب علم نے کبھی دیا ہے۔

اہل سنت والجماعت کے چاروں عناصر کے مابین اصول پر نہ ہی کوئی اختلاف ہے اور نہ ایک دوسرے پر کفر کا فتویٰ کسی نے عائد کیا ہے۔ اہل اسلام کے اس فروعی اختلاف کو آڑ بنا کر اصول یعنی عقائد میں بدترین اختلاف کے باوجود روافض اپنے آپ کو بھی اسلامی سرحدات میں داخل قرار دلوانا چاہتے ہیں۔ جو کسی طرح بھی درست نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ

روافض اور اہل سنت والجماعت کے مابین اختلاف عقائد ونظریات کا ہے۔ روافض اسلام کے ان بنیادی عقائد کو قبول نہیں کرتے جن پر ایمان رکھنا اسلام نے ضروری قرار دیا ہے جیسے قرآن حکیم کو لاشک تحریف تغیر سے پاک ماننا وغیرہ مگر روافض موجودہ قرآن کے بارے میں تحریف کا عقیدہ رکھتے ہیں اسی طرح عقیدہ امامت کے ضمن میں دراصل ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ جس کی بنا پر روافض قادیانیوں کی طرح ملت اسلامیہ سے الگ ایک فرقہ ہے جو دھوکہ دہی سے اسلامی

تشخص کو میلا اور بدنما ثابت کرنے کے درپے ہے۔ اس لئے یہ قرار دینا کہ چونکہ یہاں پر بریلوی، دیوبندی وغیرہ الگ الگ فرقے ہیں جو جدا جدا اعتقادات رکھتے ہیں۔ لہٰذا ان بریلوی، دیوبندی حضرات کی طرح شیعہ بھی مختلف اعتقاد رکھنے کے باوجود مسلمانوں کا ایک گروہ ہوگا" حالانکہ یہ سراسر غلط فہمی اور دھوکہ دہی ہے۔ بریلوی ہوں یا دیوبندی اعتقادات میں یہ فقہ اکبر کے ہی پیرو ہیں۔ البتہ چند نو وارد محدثات پر اختلاف ہے جو اعتقادات کا نہیں فروعات کا ہے۔

3- سنی کی اصطلاح کو بریلوی دیوبندی، شافعی، مالکی، حنبلی، حنفی وغیرہ تقسیم کی آڑ میں مبہم بتلانا بھی جہالت فاحشہ ہے کہ سنی کا لفظ جس زور اور وزن سے حنفی پر صادق آتا ہے اتنا اور بالکل اتنا ہی یہ لفظ مالکی، شافعی، حنبلی پر بھی صادق آتا ہے۔ ان کے درمیان تفریق کا رافضی نظریہ محض متعصبانہ کاروائی ہے ورنہ سنی جو (جو مخفف ہے اہل سنت والجماعت کا) کہا جاتا ہے سنت اور جماعت کے پیروکار حضرات کو یعنی نبوی طرز حیات کو صحابہ کرامؓ کے طریقہ عمل کے مطابق اختیار کرنا اور یہ بات ان طبقات اربعہ میں کامل طریقہ پر پائی جاتی ہے اسکی مثال ایسے چار بھائیوں جیسی ہے جو اپنے باپ کی وراثت کے تمام اجزاء کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہوں ان کا رشتہ اخوت اجزائے وراثت کے فرق سے ہرگز کمزور نہیں پڑتا بلکہ مشکوٰۃ نبوت سے پھوٹنے والی کرنوں کو سمیٹنے اور سنبھالنے کی وجہ سے ان سنی بھائیوں کا رشتہ اخوت مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جاتا ہے۔ یہ رافضی دماغ کی کوڑ مغزی ہے جو ان محبت کرنے والے بھائیوں کے مابین تعصب کی عینک لگا کر فرق و اختلاف کو دیکھتا ہے اگر مزید غور کیا جائے تو وطن عزیز میں یہ سوال دہرانا ویسے ہی بیمار تصورات کی علامت ہے۔ کیونکہ وطن عزیز میں صرف حنفی ہی ہیں۔ ہماری معلومات میں کوئی ایک مسجد یا مدرسہ ایسا نہیں ہے جس میں شافعی، حنبلی یا مالکی فقہ پڑھائی جاتی ہو لہٰذا ایک جگہ جہاں صرف ایک فقہ کا رواج ہے۔ وہاں دوسری فقہ کا اختلاف اچھال کر الزام دینا محض تعصب اور جہالت ہے۔ نیز حنفی طبقہ میں بریلوی دیوبندی کی تقسیم کا پرچار کرنا بھی ملنگ کی گڑ ہے۔ کیونکہ طریقہ عبادت و معاملات نکاح و طلاق، طریقہ صوم و زکوٰۃ و حج وغیرہ میں فریقین کا ماخذ فقہائے احناف کے فرمودات ہی ہیں۔ لہٰذا یہ تقسیم و تفریق بھی روافض کی دھوکہ پروری ہے اور بس!

4- مذکورہ فرقوں کے مابین ایک دوسرے پر کفر کے فتوے کا قول رافضی جھوٹ کا منہ چڑھاتا نمونہ ہے ورنہ اہل سنت و الجماعت میں ایسا کوئی طبقہ نہیں جو ایک دوسرے کی تکفیر کا قائل ہو۔ یہ فریب کاری بھی رافضی تقیہ ساز فیکٹری کی ایجاد ہے۔ اہل سنت والجماعت ہمیشہ ایک دوسرے کا نام احترام سے لیتے آئے ہیں ایک دوسرے کی تعریف و تعظیم میں رطب اللسان رہے ہیں جس پر ارباب علم کی مستقل تصنیفات موجود ہیں الفرق بین الفرق میں ہے۔

اہل سنت ایک دوسرے کی تکفیر نہیں کرتے ان کے درمیان ایسے اختلافات نہیں ہیں جن سے برأت و تکفیر لازم آتی ہو چنانچہ یہ لوگ اس جماعت سے وابستہ ہیں جو حق کے ساتھ قائم ہے اور اللہ تعالیٰ حق اور اہل حق کی حفاظت کرتا ہے۔ اس لیے یہ لوگ ایک دوسرے کو برے الفاظ سے یاد نہیں کرتے اور نہ ایک دوسرے کا توڑ کرتے ہیں حالانکہ دوسرے مخالف فرقوں میں سے بعض بعض کی تکفیر کرتے ہیں اور باہم دگر اظہار برأت کرتے ہیں۔ مثلاً خوارج کو لے لیجئے روافض کو دیکھیے یا

قدریہ پر نظر ڈالئے کہ ان کے سات آدمی بھی کسی مجلس میں اکٹھے ہو جائیں تو بھی ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں ان کے درمیان سخت پھوٹ ہے۔ یہ لوگ یہود و نصاریٰ کی طرح ہیں۔ کہ ان میں سے بعض بعض کو کافر کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہود نے کہا کہ نصاریٰ کا مذہب کچھ نہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ یہود کا مذہب کچھ بھی نہیں۔ (البقرہ آیت نمبر 113)

اللہ تعالیٰ نے اہل سنت والجماعت کو اس امت کے اسلاف کے بارے میں بری بات کہنے یا ان پر طعن کرنے سے محفوظ و مامون رکھا ہے یہ لوگ مہاجرین انصار، مشاہیر دین، اہل بدر، اہل احد، اور اہل بیعت رضوان کے متعلق عمدہ اور اچھی باتیں ہی کہتے ہیں۔ اسی طرح اہل سنت ان تمام اصحاب کے بارے مین جن کے جنتی ہونے کی رسول اللہ نے شہادت دی ازواج مطہرات کے بارے میں اصحاب کے بارے میں اور ان کے بیٹے پوتوں وغیرہ کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں اور انہیں کلمات خیر سے یاد کرتے ہیں...... عام مسلمانوں کے متعلق ان کے ظاہری ایمان کی رو سے فیصلہ دیتے ہیں اور ان میں سے کسی کو اس وقت تک کافر نہیں کہتے جب تک ان سے کوئی ایسا فعل (یا قول) ظاہر نہ ہو جو موجب کفر ہے۔

(الفرق بین الفرق ص 544 مترجم، از ابو منصور عبد القاہر بن طاہر بن محمد البغدادی، متوفی 429ھ)

محترم قارئین کرام! پانچویں صدی کے بزرگ عبد القاہرؒ کا یہ ارشاد پڑھنے کے بعد تحقیقی دستاویز والوں کے اس بے ہودہ الزام کو ملاحظہ فرمایئے کہ اہل سنت والجماعت آپس میں ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں حالانکہ یہ بات سراسر خلاف واقعہ ہے۔

حضرتؒ فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت آپس میں ایک دوسرے کو کافر ہونے کا فتویٰ نہیں دیتے کسی حنفی نے شافعی کو اس لئے کہ وہ شافعی ہے! کافر نہیں کہا علی ہذا القیاس یہی باقی حضرات اہل سنت والجماعت کا طرز فکر ہے جبکہ رافضی خارجی، قدری، وغیرہ کا طرز ایک دوسرے کے بارے میں اور ہے یعنی یہ کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں تحقیقی دستاویز کے صفحہ 12 پر۔ ''مرد کا مرد سے نکاح جائز ہے'' یہ حوالہ حضرت فاروقی شہیدؒ نے شیعہ کی کتاب فرق شیعہ سے پیش کیا ہے اس عکس پر شیعہ مہربان برہم ہونے کے علاوہ اچھے خاصے بوکھلا گئے اور بجائے اس کا کوئی جواب دینے کے زوردار طریقے سے اس شیعہ فرقہ پر برس پڑے اور اس شیعہ فرقہ کو ئی وجوہ کی بنا پر کافر کہا کہ یہ شیعہ فرقہ فلاں وجہ سے گمراہ (کافر) ہے۔ (ص 12)

اسی طرح آگے چل کر ص 60 پر شیعہ کی بنیادی کتاب روضہ کافی کے راوی حنان بن سدید کو (شیعہ کا ایک فرقہ) واقفی کہا اور اس کے بارے میں جو ریمارکس دیئے وہ ملاحظہ فرمایئے۔ امام رضاؑ نے فرمایا! واقفی المذہب لوگ زندیق ہو کر مرتے ہیں اور یہ لوگ کافر مشرک اور زندیق ہیں۔ آگے چل کر لکھا ہے۔ واقفی مذہب والا شخص حق کا مخالف ہے ایسی بدکاری پر قائم ہے اگر اس کو اس پر موت آ جائے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (مقباس الدرایہ فی علم الروایۃ طبع ایران از تحقیقی دستاویز ص 60، 61)

ص 113 پر مفکر نظریہ امامت بانی و موجد رافضیت کی جو گت تحقیقی دستاویز والوں نے بنائی ہے وہ ہر صاحب عقل کیلئے عبرت کا نشان ہے۔ اسکی تفصیل عنقریب ملاحظہ فرمالیں گے۔

ان چند مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ روافض خود اپنے اکابر یا اپنے بھائی بندوں کیلئے کیسے وسیع الظرف ہیں اور کتنا جذبہ خیر رکھتے ہیں؟ کہ کسی کو واقفی کہہ کر جہنمی کہا اور کسی کو گمراہ کہا اور کہیں اپنے ہی بانی اور مذہب کی خشت کو ہی بے نام ونشان قرار دے ڈالا۔ بہرحال قرآن پاک کی مذکورہ بالا مضمون میں پیش کردہ آیت یہ واضح کرنے کیلئے کافی ہے کہ رافضی عادات کا جھکاؤ کس سمت ہے۔ اہل اسلام کی طرف یا یہود و نصاریٰ کی طرف۔

ہماری ان گزارشات سے رافضی الزام کی حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے اور فتویٰ نویسی میں اہل سنت والجماعت اور روافض کے مزاج و عادات کا فلسفہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔

5- اسلامی فرقوں کی سطح پر تقسیم کار کا بیان کرنا کہ فلاں ملک میں آدھے مفتی حنفی اور آدھے مالکی ہیں وغیرہ یہ بھی دھوکہ دینے کی ایک کوشش ہے۔ ورنہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ حنفی، شافعی دو مسلک دراصل ایک استاد کے دو شاگردوں کا نام اور ایک روحانی مربی کے تربیت یافتوں کا نام ہے۔ انکا اختلاف عقائد ونظریات پر نہیں جبکہ شیعہ سنی اختلاف نظریاتی و اعتقادی ہے کسی ایک عقیدہ ومکمل عمل پر روافض ملت اسلامیہ کے ساتھ متفق نہیں حتیٰ کہ ایک عام اور ابتدائی درجہ کا مسئلہ ہے کہ طہارت کے حصول کیلئے قضائے حاجت کے بعد پانی میسر نہ آئے تو مٹی یا اس کی جنس سے پاکی حاصل کی جائے جبکہ روافض کا مسلک دوسرا ہے کہ تھوک سے استنجاء کیا جائے۔ یہ تو فروعات کا حال ہے اعتقادت میں اہل اسلام اللہ تعالیٰ کو صادق و عالم اور روافض اللہ تعالیٰ کو عقیدہ بداء کی بنا پر بھولنے چوکنے والا قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا ان کا اختلاف ملت اسلامیہ سے فروعی نہیں اصولی ہے۔ پس حنفی، شافعی مفتیوں پر قیاس کرتے ہوئے وطن عزیز میں روافض کو پروان چڑھانا یا اہلِ اسلام کے فقہی تعارف میں شیعہ مذہب کو ایک طبقہ سمجھنا صحیح نہیں بلکہ اس بحث کا صحیح طریقہ فکر یہ ہے کہ جیسے ایران میں رافضی اقتدار نے اثنا عشری فرقہ کو سپریم لاء قرار دیا ہے حالانکہ وہاں پر سنی آبادی 40 فیصد سے متجاوز ہے اور اثنا عشری فرقہ کو اقتدار کا حق اسی نظریہ سے دیا گیا ہے کہ وہاں پر شیعہ آبادی اہل السنہ کے مقابلے میں معمولی سی زیادہ ہے۔ تو وطن عزیز میں یہی اصول فراموش کرنا کس بنا پر ہے۔ چونکہ یہاں تقابل کا طرز سنی شیعہ ہے تو اقتدار میں بھی سنی حکومت وشیعہ حکومت کا تقابل ہوگا ایران میں اہل سنت والجماعت کے تمام حقوق غصب کئے گئے ہیں۔ حالانکہ یہ طریقہ رافضی اقتدار کیلئے کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہاں پر اہل سنت والجماعت سے ناروا سلوک کیا جاتا ہے اور تمام تر مصلحتوں کو بالائے تاک رکھا جاتا ہے تو پھر سنی قوم کا پاکستان میں یہ مطالبہ کہ یہاں سنی اکثریتی آبادی کا ملک ہے لہٰذا بین الاقوامی قانون کے تحت یہاں اکثریتی مسلک کو اپنے مذہب کے مطابق نظامِ حکومت چلانے کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ جب ایران میں یہ حربہ آزمایا جا چکا ہے اور شیعہ سنی تفریق کی بنا پر اقلیت اکثریت کا نظریہ عملاً اپنایا جا چکا ہے تو پھر تحقیقی دستاویز والوں کے لیے وطن عزیز میں یہ اقلیتی اکثریتی تصور کس لئے ناقابل عمل اور ماورائے فہم قرار پاتا ہے؟ حقیقت میں عامۃ الناس کو دھوکہ دینے کیلئے قلم کے تقدس کو مجروح کر کے اس قسم کے وہم پیدا کئے جاتے ہیں۔ ورنہ وطن عزیز کا یہ بین

الاقوامی مسلمہ حق ہے کہ وہ اپنے مذہب و مسلک کے مطابق وطن عزیز کا نظام حکومت مرتب کرے۔ یہ حق آج تک اہل سنت والجماعت کو نہیں دیا گیا بلکہ یہ حق مانگنے والوں کو قابل تعزیر اور مجرم قرار دیا جاتا ہے جو مزید ظلم اور نا انصافی ہے۔

6- مثل مشہور ہے کہ دروغ گو حافظہ نباشد۔

یوں تو تحقیقی دستاویز تضادات کا مجموعہ ہے کہ یار لوگ اپنی ہی بات چند سطریں لکھنے سے پہلے بھول جاتے ہیں مگر کہیں کہیں جھوٹ بولتے ہوئے ایسے پھسلتے ہیں کہ بے اختیار ہنسی آ جاتی ہے۔

صرف 2 صفحوں پر تین متضاد جملے مرقوم ہیں جس کی ترتیب یوں بنتی ہے۔

1- اقلیت اکثریت پر مسلط نہیں کی جا سکتی۔

2- پاکستان میں اقلیت اکثریت کا کوئی تصور نہیں۔

3- کئی مثالیں (ہیں) کہ اکثریت کا وہاں قانون نہیں۔ (ص 111)

ارباب علم اِن تینوں جملوں کے بارے میں خود ہی غور فرمائیں کہ یہ سچائی کے کس بلند معیار پر قائم ہیں۔

چھٹا شبہ اور ابن سباء

رافضی کرم فرماؤں کو عبداللہ ابن سباء کے بارے میں شدید ناراضگی ہے اِس بات پر کہ یہ فرضی کہانی اور بناوٹی نام ہے جسے بانی ملت رافضیہ کہا جاتا ہے۔ خارج میں اس کا ہرگز کوئی وجود نہیں۔ یہ ایک من گھڑت چیز ہے جو بنی امیہ اور بنی عباس کی ظالم حکومتوں نے جنم دیا۔ گویا یار لوگ اس عبداللہ ابن سباء کو گالی کی طرح برا ابلیس کی طرح قابل نفرت اور فرعون و ہامان کی طرح باعث ذلت و عار جانتے ہیں۔ لہٰذا انہیں شدید اعتراض ہے کہ ایک من گھڑت فرضی، بناوٹی اور کھوٹا ابن سباء نامی شخص کیوں جنم دیا جس کا خارج میں کوئی وجود ہی نہیں۔ پورے 3 صفحات فل سائز کے فقط اسی ایک بات پر سیاہ کر دیئے کہ یہ فرضی شخص ہے جس کا خارج میں وجود نہیں۔ مگر محترم قارئین آپ بڑے حیران ہوں گے کہ یار لوگ جس کے انکار میں پورے جسم کا زور صرف کر رہے ہیں تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد خود اپنے ہی قلم سے اس کے وجود کو ثابت کرتے ہیں ذرا ملاحظہ فرمایئے تصویر کا ایک رخ۔

1- ابن سباء ایک فرضی اور خیالی شخصیت ہے عالم دنیا میں اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ بنی امیہ اور بنی عباس کی ظالم حکومتوں اور دیگر مفسد اور فتنہ انگیز افراد نے اپنی دنیاوی اور سیاسی اغراض کی وجہ سے شیعہ کو بدنام کرنے کیلئے ایک فرضی اور خیالی انسان کو جنم دیا۔ (ص 113)

2- بحوالہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری: ابن سبا بالکل فرضی اور من گھڑت چیز ہے۔ (ص 113)

3- بلا شبہ اس شخص (ابن سباء) کا خارج میں اصلاً وجود ہی نہیں تھا بلکہ اسطورہ وہمی و خیالی تھا۔ (از حاشیہ رجال کشی ص 114)

4- اس (ابن سباء) ڈرامے کا اولین کہانی نویس سیف بن عمر ہے۔ (ص 114)

تصویر کا دوسرا رخ

1- ان عبد اللّٰه بن سباء العن من این یذکر۔

''عبداللہ بن سبا کے بارے میں جتنا کہا جا سکے اس سے زیادہ ملعون تھا۔'' (تحقیقی دستاویز ص 114)

2- عبداللہ بن سباء کی مدح نہیں کی گئی بلکہ ہر جگہ اس کی مذمت کی گئی ہے۔ (ص 114)

محترم حضرات ذرا ملاحظہ فرمایئے اگر ابن سباء فرضی من گھڑت افسانوی کردار ہے تو وہ جس پر روافض لعنتوں کی برسات کر رہے ہیں اور مدح کی بجائے مذمت کو اپنائے ہوئے ہیں وہ کون ہے؟۔ اندازہ فرمایئے کیا صرف 3 صفحات کے درمیان میں یہ دو متضاد نظریے ''انکار'' ''اقرار'' رافضی بددیانتی کا پردہ چاک کرنے کیلئے کافی نہیں؟

بہرحال کسی ثابت شدہ شخصیت کا انکار کرنا یا اس کے وجود کو عالم دنیا پر ثابت کرنا جس کا وجود ہی نہ ہو۔ رافضی قوم کیلئے یہ کوئی انوکھا کام نہیں۔ وہ چاہیں تو رحمت عالم ﷺ کی اولاد کا انکار کر دیں۔ اور اگر دل میں آئے تو سر من رائے میں صدیوں سے ایک شخصیت کا وجود قبول کرلیں جس کے بارے میں وہ خود مذبذب ہیں

جن لوگوں کیلئے اولاد پیغمبر کا انکار مشکل نہیں حالانکہ وہ اس پیغمبر ﷺ پر ایمان لانے کا دعویٰ بھی رکھتے ہیں باوجود اس کے کہ وہ آپ ﷺ کی 3 لخت جگر کا انکار اور ایک کا اقرار کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے کیا بعید ہو وہ اپنے بانی مذہب کے وجود سے منکر ہو جائیں۔

لہٰذا عالم وجود میں کسی شخصیت کے انکار و اقرار کا جو رویہ روافض نے اپنایا ہے اس کی بنا پر ان کے کسی ایسے قول پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا کہ ان کا ذوق علمی یا واقعاتی نہیں بناوٹی اور تقیاتی ہے جہاں جی میں آئے تقیہ کر کے کسی کا اقرار کریں تو کسی کا انکار کر دیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ عبداللہ بن سباء کے وجود سے انکار کرنا رافضی قوم کے بس کی بات نہیں۔ اگرچہ شیعہ مجتہدوں نے بعض تاریخی شخصیات کا انکار محض اہل سنت والجماعت کے معقول سوالات سے بچنے کے لیے اختیار کیا ہے کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

لہٰذا جن سوالوں کے جواب ذرا دشوار ہوئے تو اس سوال کے رگڑے میں جو شخصیت آئی اس کے وجود ہی کا انکار کر دیا تاکہ جواب دینے سے جان چھوٹ جائے مگر تاریخی حقائق سے انحراف اور صدیوں پرانی کتب پر حاشیہ آرائی محض اپنے نفس کو دھوکہ اور اپنے مذہب کی تباہی کا ذریعہ ہوگا۔ اب بھلا عبداللہ بن سباء جیسا معروف و مشہور شخص جو نظریہ تبرا کا بانی عقیدہ امامت کا موجد اور سلسلہ رافضیت کی خشت اول ہے۔ اور جس کے تراجم اصل شیعہ و اصولھا'' وغیرہ سمیت رجال کشی سے چودھویں صدی کے صاحب تحفۃ الاحباب تک اہل تشیع مصنفین نے اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں۔ رجال کشی چوتھی صدی ہجری اور تحفۃ الاحباب چودھویں صدی ہجری کی تصنیف ہے اس کے درمیان میں کئی مصنفین کی کتب میں عبداللہ بن سباء کا سلسلہ ذکر چلتا آیا ہے۔ رافضی کتب کے علاوہ ارباب تاریخ نے بھی بڑی وضاحت و تفصیل سے عبداللہ ابن سباء کا تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً لسان المیزان، تاریخ الامم والملوک، البدایہ والنہایہ، الفصل فی الملل والنحل، شہرستانی کی الملل والنحل وغیرہ

فریقین کی کتب میں جس کا وجود مسلم ہے اور جس پر قدیم و جدید سینکڑوں ارباب قلم کے تذکرے کتابی دنیا کا مسلمہ حصہ ہیں ایسے شخص کو فرضی من گھڑت اور خیالی شخص قرار دینا تحقیقی دستاویز والوں کے دل گردے کا ہی کام ہے۔

ابن سباء کے انکار کی بنیاد

عبداللہ بن سباء کے وجود سے انحراف و انکار کیلئے رافضی دماغ نے 3 اشخاص تلاش کیے اور اُن کو اس قصہ کا کہانی نویس قرار دیا اور ثابت کیا کہ یہ تینوں افراد نا قابل اعتبار ہیں۔ نمبر 1 سری جو بزعمہ مجہول ہے اس نام کے ۷ افراد ہیں۔ لہٰذا تحقیقی دستاویز والوں کو بالکل پتہ نہیں چلا کہ یہ سری کون ہے۔ نمبر 2 شعیب بن ابراہیم کوفی نمبر 3 سیف بن عمر"۔ اِن تینوں راویوں پر جرح کر کے نا قابلِ اعتبار بنایا گیا ہے اور ظاہر ہے جب ابن سباء کا وجود ثابت کرنے والے ہی نا قابلِ اعتبار ہیں تو پھران کی بیان کردہ شخصیت کہاں سے ثابت ہوگی اگر چہ ان تینوں راویوں پر کی گئی جرح خود محل نظر ہے مگر اس جرح کو پیش نظر بھی رکھا جائے تو بھی ان کی دال نہیں گلتی کیونکہ تحقیقی دستاویز والوں نے گویا یہ تاثر دیا کہ شاید عالم تاریخ میں بس یہی تین افراد ہیں جو ابن سباء کے وجود کو ثابت کرتے ہیں اور بس۔ جبکہ حقیقت حال اس سے بہت زیادہ مختلف ہے۔ متعدد مختلف اسناد سے عبداللہ ابن سباء کا وجود اس کے فاسد اعمال اور خراب کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے چند ایک اسناد ملاحظہ فرمائیں۔

1- **عن مغیرہ عن ام موسیٰ قالت بلغ علیاً اَنَّ ابن سباء الخ۔** (حلیۃ الاولیاء از ابی نعیم الاصفہانی ج8 ص253)

2- **حدثنا ابو الاحوص عن مغیرہ عن شباك قال بلغ علیاً ان ابن سوداء الخ۔**

(فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العشاری ص9)

3- **عن ابراهیم قال بلغ علیاً ان عبداللّٰه الخ۔** (کنز العمال ص371 ج6)

4- **عن ابی الزعراء عن زید بن وهب ان سوید بن غفله دخل علی علیّ فی امارة ...... ثم ارسل الی عبداللّٰه ابن سباء الخ۔**

(لسان المیزان لابن حجر عسقلانی ج3 ص290، وھکذا فی حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی ج7 ص201، سیرت عمر بن الخطاب لابن جوزی ص22، کنز العمال ج6 ص369)

5- **ثنا ابوبکر الهدیٰ...... عن ابن سیرین عن عبیده السطائی قال بلغ علی بن ابی طالب ان رجلًا یعیب ابابکرؓ و عمرؓ۔** (کنز العمال ج6 ص366)

6- **عن سوید بن غفله انه قال مررت بقوم ینقصون ابابکر و عمر...... منهم عبداللّٰه بن سباء۔**

(کتاب الطواق الحمامۃ از امام مؤید باللہ یحییٰ بن حمزہ)

مذکورہ بالا اسناد میں سری، شعیب بن ابراہیم اور سیف سمیت کسی کا نام نہیں اور یہ لوگ ابن سباء کا ذکر کر رہے ہیں۔ یار لوگوں نے تو سینکڑوں میں سے تین آدمیوں کو چھانٹ نکالا اور تاثر دیا کہ ہم نے ابن سباء کے نام کو دفن کر دیا اب عالم دلائل میں وہ منظر شہود پر کبھی نمودار نہ ہو سکے گا۔ مگر شائد انہوں نے اپنی طرح سب کو بے بصیرت و محروم بصارت گمان کر لیا ہوگا۔

حالانکہ واقعہ اس کے علاوہ ہے سبائی مذہب کا بانی ابو جہل، عتبہ و شیبہ کی طرح خاصا معروف شخص ہے جسے تقیہ کی دو چار چادریں نہیں چھپا سکتی البتہ خیر سے اب انکار ابن سباء کا مشن ملتِ رافضیہ نے سنبھال لیا ہے کچھ نہ کچھ ضرور فرق پڑے گا۔

فائدہ: شیعہ مذہب میں جیسے ذخیرہ روایات کے لیے بنیادی چار کتابیں ہیں جنھیں اصول اربعہ کہا جاتا ہے ایسے ہی فن رجال میں چار کتابیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں جن پر اس مذہب کے رجال کی حیثیت معلوم کرنے کا مدار ہے۔ مقدمہ رجال کشی میں ہے:

> و قد صنَّف علماؤنا من المتقدمين والمتأخرين في هذا الفن كتبا و رسائل و من هذه الرسائل: الكتب الاربعه الرجاليه، وهي اختيار معرفة الرجال، و رجال الشيخ و فهرست الشيخ، و فهرست النجاشي، و هذه الكتب تعد اصول الرسائل المؤلفه في هذا العلم، و عليها المدار والاستناد في المصنفات اللاحقه و اقدم هذه الكتب: هو رجال الكشي الذى لخصه شيخ الطائفه الاماميه ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسي (رضوان الله عليه) فكفى لهذا الكتاب المنيف شرفا و اعتباراً۔ (مقدمہ اختیار معرفۃ الرجال المعروف رجال کشی ص 12 مطبوعہ دانشگاہ مشہد ایران)

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے متقدمین اور متاخرین علماء نے اس فن میں کتب اور رسائل لکھے ہیں ان کتابوں اور رسالوں میں کتب رجال یہ ہیں: اختیار معرفۃ الرجال، رجال الشیخ، فہرست الشیخ اور فہرست النجاشی اور یہ کتب و رسائل اس علم میں اُن کتابوں کے لیے بنیاد شمار کی جاتی ہیں جو اِس فن میں لکھی گئی ہیں۔ اور بعد میں لکھی گئی تمام کتب کے لیے یہ (کتب اربعہ) مدار اور سند ہیں: اور اِن کتب (اربعہ) میں مقدم رجال کشی ہے جس کی تلخیص شیخ الطائفہ امامیہ ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی نے کی ہے اس کتاب (رجال کشی) کے شرف اور معتبر ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے (کہ اس کی تلخیص شیخ الطائفہ نے کی ہے): اِس عبارت سے واضح ہوا کہ جس شخص کے وجود کو صاحب رجال کشی نے ثابت کیا ہے بعد کے کسی شیعہ کو یہ حق ہرگز حاصل نہیں کہ وہ اس کا انکار کریں کیونکہ فن رجال میں یہ کتاب سب سے مقدم و معتبر ہے اور یہ کہ اس کی تلخیص ایک ایسا شیعہ شیخ کر رہا ہے جس کی دو کتابیں اصول اربعہ میں شمار ہوتی ہیں لہٰذا شیعہ مذہب کی اس فن میں یہ معتبر ترین کتاب ہوئی اور یہی کتاب ابن سباء کو بانی عقیدہ امامت قرار دے رہی ہے یہ اعلان و اقرار ابن سباء کے وجود اور اس کے بانی مذہب شیعہ ہونے کی صاف دلیل ہے جس کا انکار شیعہ مذہب سے بے زاری کا صاف اعلان ہے۔

انکار ابن سباء پر صاحب رحماء بینھم کا تبصرہ

فرماتے ہیں! قارئین کرام کی خدمت میں عرض کی جاتی ہے کہ تفریق بین المسلمین کی تحریک کا اول موجد و بانی عبداللہ بن سباء یہودی النسل تھا۔ اس کا تذکرہ و ترجمہ اپنی تفصیلات کے ساتھ شیعہ و سنی دونوں حضرات کی کتابوں میں موجود ہے۔ شیعہ کتابوں مثلاً رجال کشی وغیرہ (جو چہارم صدی ہجری کی تصنیف ہے) سے لیکر اس آخری دور (چودھویں صدی) مثلاً صاحب تحفۃ الاحباب شیخ عباس قمی تک تمام شیعہ علماء و مجتہدین نے اس کے احوال درج کئے ہیں۔ اس مسئلہ میں کسی بحث و

مناظرہ کی حاجت نہیں ہے اس کی اپنی کتابوں میں ان کے اپنے محققین کی تصنیفات میں ابن سباء کے ترجمہ کا مسئلہ درج ہے اہل علم رجوع فرما کر تسلی وتشفی کر سکتے ہیں۔ اب اس دور کے آخر میں پہنچ کر عبداللہ ابن سباء مذکور کے حامیوں نے اس پر وارد شدہ اعتراضات سے جان بچانے کیلئے یہ سکیم چلائی ہے کہ عبداللہ بن سباء کا نام بالکل فرضی ہے اس نام کا کوئی آدمی یہودی النسل نہ تھا نہ وہ مسلمان ہوا نہ اس نے حب اہل بیت کا لبادہ اوڑھ کر تفریق کی بنیاد قائم کی وغیرہ۔ اسی کا نام ہے نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ شیعہ کی تراجم کی مشہور کتاب رجال کشی اب تازہ ترین طبع ہو کر تہران سے آئی ہے اس میں عبداللہ بن سباء کا جہاں تذکرہ ہے اس مقام کے حواشی میں اس کے فرضی وجود کا مسئلہ درج فرمایا گیا ہے۔ اور جن جن حضرات نے اس جدید تحقیق اور نرالی ریسرچ پر خامہ فرسائی فرمائی ہے ان کے اسماء گرامی یہ لکھے ہیں۔ ایک: سید مرتضیٰ العسکری دوسرے الشیخ عبداللہ البیتی تیسرے ڈاکٹر طہٰ حسین نابینا بزرگ ہیں۔ اب انشاء اللہ انکار شخصیت کی اس تحریک کو بہت جلد فروغ دیا جائے گا۔ دین، قوم، ملک کے خیر خواہ افراد تیز تر طریقوں سے نشر واشاعت فرمائیں گے۔ اس مسئلہ کی مثال ایسی ہے کہ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کی ایک صاحبزادی ہونے کے مسئلہ کو کھڑا کر کے باقی تین لڑکیوں کی شخصیت کا انکار کر دیا ہے۔ اب ابن سباء مذکور کے وجود کے انکار کا مسئلہ بھی اسی طرح اٹھایا جا رہا ہے اس صدی سے قبل غالباً کسی فرد نے بھی اس حقیقت کا انکار نہیں کیا۔

اس سلسلہ کے آخر میں اگر ہم اتنی گزارش کریں تو شاید بے جا نہ ہوگا کہ ان خیر خواہان ملت کو چاہیے کہ جن جن لوگوں کے ذریعہ کسی وجہ سے اعتراض قائم ہونے کا خطرہ ہو سکتا ہے ان کے وجود کا انکار کرتے چلے جائیں۔ مثلاً محمد بن حنفیہ کا انکار کر دینا چاہیے، یہ ابوبکر صدیقؓ کے دور کی عطا فرمودہ لونڈی سے حضرت علیؓ کا بیٹا تھا۔ اسی طرح عمر بن علی المرتضیٰؓ کا انکار کر دینا چاہیے اس لئے کہ ایک تو اس کا نام عمر جو خلیفہ ثانی کا ہم نام ہے دوسرا اس کی ماں (الصہباء) حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور کی عطا کردہ ہے۔ تیسرا اس طرح ام کلثوم دختر حضرت علیؓ جو حضرت فاطمہؓ سے ہے اور اس کی شادی و نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا اس کے وجود کا انکار کر دینا چاہیے اور برملا کہہ دیا جائے کہ ام کلثوم مذکورہ ایک فرضی وجود ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں اس قسم کے بہت سے افراد فرضی بنائے جا سکتے ہیں۔ اگر انہیں چیزوں کا نام تحقیق و ریسرچ ہے تو ماشاء اللہ بہت جلد مذہب وملت کے نشانات ختم ہو جائیں گے اور حق و باطل کی تمیز صدق و کذب کا فرق راستی اور دروغ کا امتیاز نیست و نابود ہو جائے گا۔ الخ۔ (رحماء بینھم ج ۲ حصہ فاروقی ص 93، 94 از حضرت مولانا محمد نافع محمدی شریف جھنگ)

ساتویں شبہ کا جواب

مشکوٰۃ مناقب صحابہ کی حدیث اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم پر یار لوگوں کو یہ شبہ ہو رہا ہے کہ یہ روایت قبول کر لینے کے قابل نہیں۔ (تحقیقی دستاویز)

جواب:

روافض کیلئے تو کوئی حدیث پاک بھی قابل قبول نہیں کیونکہ ان کے ہاں العیاذ باللہ بہت سے صحابہ کرامؓ جادہ حق سے

ہٹ گئے تھے۔ (تحقیقی دستاویز ص 61) ظاہر ہے کہ اب جو روایات بھی امت کے پاس موجود ہیں روافض کے نزدیک وہ جادہ باطل کے راہیوں سے منقول ہو کر آئی ہیں اور کون ایسا متلاشی حق ہوگا جو جادہ حق سے ہٹے ہوئے لوگوں کی روایات پر اعتماد کرے گا اس لئے رافضی لکھاریوں کا ایک نیا انداز دھوکہ دینے کا یہ بھی جاری ہوا ہے کہ باوجود تمام احادیث سے بغاوت کے محض فریب کاری کیلئے کسی خاص حدیث کو نشانہ بناتے ہیں۔ پھر روافض کو مذکورہ حدیث یا اس عنوان کی دیگر روایات بھلا کب ہضم ہو سکتی ہیں۔ جب کہ خانہ دل محبوبانِ خدا کے بغض وعداوت سے لبریز ہوا پڑا ہے۔ جو خانہ ہی خراب ہو وہاں پر کسی پاک صاف شے کی بقاء وقیام کیسے ممکن ہے۔ دودھ ہمیشہ صاف ستھرے برتن میں ہی محفوظ رہ سکتا ہے۔

2۔ رہا معاملہ کسی حدیث کے قابل استدلال ہونے یا نہ ہونے کا تو یہ بات اہلِ فن جانتے ہیں کہ احادیث کی مختلف اعتبارات سے کون کونسی اقسام ہیں اور کس درجے کی احادیث سے کس طرح کے مسائل پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔
رافضی کرم فرما تو بے چارے ''آواز آئی ہے'' پر گزارہ کرنے والے لوگ ہیں۔ ان کو کیا علم کہ حدیث کی اقسام کیا شے ہوتی ہے وہ تو صرف دھوکہ دینے کیلئے طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں۔ عامۃ الناس چونکہ حدیث ضعیف کا لفظ سن کر جانتے ہیں کہ ہمارے اردو والے ضعیف کی طرح یہ بھی کوئی ایسی ضعیف شے ہے جو لاٹھی کے سہارے کھڑی ہو سکے گی حالانکہ راویوں کی قلت فہم وغیرہ اوصاف کی وجہ سے کسی حدیث میں ضعف پیدا ہوتا ہے۔ پھر کسی حدیث کا ضعیف ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ حدیث ہی نہیں۔ اور نہ یہ مطلب ہے کہ ضعیف حدیث قابل استدلال ہی نہیں۔ امام ترمذیؒ نے احادیث بیان کر کے ان کے ضعیف ہونے کا حکم لگایا اور ساتھ یہ بھی بیان کیا کہ اس پر اہل علم کا عمل ہے۔ یعنی ضعیف حدیث نہ صرف قابل استدلال ہے بلکہ اس پر اہل علم حضرات کا عمل بھی ہے۔

3۔ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ رزین موجود ہے ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ المفاتیح ج 11 ص 280 پر اس حدیث کے تحت امام بیہقیؒ کے حوالہ سے لکھا ہے۔

اِنَّ حدیث مسلم یودی بعض معناہ یعنی قولہ۔

بے شک مسلم کی احادیث اس حدیث (اصحابی کالنجوم) کی تائید کرتی ہیں۔ جیسے:

النجوم امنۃ للسماء۔ ''ستارے آسمان کے محافظ ہیں۔''

مسلم کی یہ حدیث تائید کرتی ہے اس حدیث مذکورہ کی اور جس حدیث کی مؤید موجود ہو وہ قابل استدلال ہوتی ہے۔

4۔ ابن تیمیہ وابن قیم وغیرہ حضرات نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے لیکن اس سے روافض کا یہ کہنا کہ یہ حدیث قابل استدلال نہیں محض گوز شتر ہے۔ بہت سارے مسائل شرعی ضعیف احادیث سے ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً **باب المندیل بعد الوضوء۔**

کہ وضو کے بعد کپڑے سے اعضاء وضو خشک کرنا جائز ہے یا نہیں اس باب کی حدیث امام ترمذیؒ نے اپنے استاد قتیبہ سے نقل کر کے اس کا حکم بیان فرمایا۔ ضعیف عند اهل الحدیث کہ اصحاب حدیث نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ لیکن اس

ضعیف حدیث سے مذکورہ مسئلہ ثابت کیا: **و قد رخص قوم من اهل العلم من اصحاب رسول اللهؐ و من بعدهم۔ الخ۔**

کہ صحابہ کرام اور بعد کے حضرات نے رومال سے اعضائے وضو خشک کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس طرح دیگر کئی مقامات پر مسائل شرعیہ کے اثبات میں احادیث ضعیف بیان فرما کر یہ واضح فرمایا کہ ضعیف حدیث قابل انکار و تکذیب نہیں ہے۔

5- ایک آدھ سند پر نظر کر کے بعض اہل علم نے کبھی اس حدیث پر ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہوتا ہے جب کبھی ہذا الحدیث کا لفظ آتا ہے تو خاص وہ سند جو اس متن کے ساتھ مرقوم ہوتی ہے اسی سند کی بنا پر اس کا حکم لکھا جاتا ہے۔ مگر جب کسی روایت کی اسناد کثیر ہوں تو وہ حسن لغیرہ کے درجہ میں آجاتی ہے پس اس مذکورہ حدیث کی اسناد کثیر ہیں لہٰذا یہ روایت حسن لغیرہ کہلاتی ہے۔ عدالت صحابہ کرام ص 144 پر مرقوم ہے تعدد طرق کی وجہ سے یہ (حدیث) حسن لغیرہ ہے۔ اور معنوی لحاظ سے اس کی صحت مسلم ہے۔ (انتہیٰ)

مذکورہ روایت خطیب بغدادی نے اپنی سند سے کفایہ ص 46 میں اسے روایت کیا ہے۔ نیز محدث سنجری نے ابانہ میں ابن عساکر، بیہقی، اور ابن عدی نے اور ریاض النضرہ ج ا ص ۹ میں محب طبری نے روایت کیا ہے۔

(حاشیہ مجمع الفوائد ج ۲ ص 492)

اسی طرح مسامرہ میں ص 314 پر ہے کہ اسے دارمی، ابن عدی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ الحاصل اس کی متعدد اسناد ہیں جو جامع بیان العلم وفضلہ اور مجمع الزوائد وغیرہ میں مذکور ہیں۔ (از عدالت صحابہ)

6- تحقیقی دستاویز والوں کا باوا آدم کچھ زیادہ ہی نرالا ہے انکا قلم جب زہر اگلنے لگے تو اپنے پرائے سب ہی کو ڈستا چلا جاتا ہے اب اصحابی کالنجوم والی حدیث پر زور قلم صرف کر کے اپنے بے چارے ان شیعوں کو بھی ایسا رگڑا لگایا کہ آدھ موا کر دیا جنہوں نے مذکورہ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

ہم ارباب دانش اور شیعہ کرم فرماؤں کو عرض کرنا چاہیں گے کہ کوئی اس حدیث کو مانے یا نہ مانے کم سے کم شیعہ لوگوں کو اس حدیث کے صحیح ہونے پر اعتراض نہ ہونا چاہیے کہ ان کے اپنے بڑے اس حدیث کو صحیح قرار دے چکے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ ابو علی حسن بن احمد حاکم کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن یحییٰ صوفی نے ان سے محمد بن موسیٰ نصر رازی نے اور ان سے انکے والد نے روایت کی ہے فرماتے ہیں:

سئل الرضاء من قول النبی ﷺ اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم و عن قوله دعوا لی اصحابی فقال صحیح۔ (عیون الاخبار بحوالہ عدالت صحابہ کرامؓ)

''(آٹھویں امام) رضا علیہ السلام سے اس حدیث نبوی کے متعلق پوچھا گیا میرے صحابہ ہادی ہونے میں ستاروں کی مثل ہیں جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ اور اس حدیث کے متعلق بھی کہ میرے صحابہ کی بدگوئی چھوڑ دو تو امام نے فرمایا کہ دونوں صحیح ہیں۔''

لیجئے حضور یہ تو امام معصوم کا حکمنامہ ہے کیا خیال ہے تحقیقی دستاویز والوں کی بات صحیح ہوگی یا امام معصوم کی؟ امام نے تو اس حدیث کو صحیح قرار دے دیا اب روافض کو اس حدیث کے باب میں بحث کرنا فضول ہے۔ مزید پڑھیے۔ شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں'' علامہ طبرسی نے احتجاج طبرسی میں اور ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں اور ملا حیدر علی آملی اثنا عشری نے جامع الاسرار میں اس حدیث کے مضمون کی صحت کا اقرار کیا ہے۔ (از عدالت صحابہؓ)

اس کی تائید میں ایک اور روایت بھی ہے جسے ملا حیدر علی آملی نے جامع الاستفسار میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا:

انا کالشمس و علی کالقمر و اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔

''کہ میں ہدایت کا سورج ہوں علی چاند ہیں اور میرے صحابہ ہدایت کے ستارے ہیں جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔'' (از عدالت صحابہ ص 196)

ان مذکورہ معروضات کی روشنی میں اثنا عشری رافضیوں کو تحقیقی دستاویز والوں کے طرز عمل کا جائزہ لینا چاہیے کہ جو اپنے باقر مجلسی، شیخ صدوق وغیرہ جیسے رافضی عمارت کے ستونوں کی سراسر مخالفت اور آٹھویں امام کی کھلی تکذیب کر رہے ہیں۔ خدا کو معلوم کہ انہوں نے اس حدیث کا انکار اہل سنت کی مخالفت و دشمنی میں کیا یا آٹھویں امام کی مخالفت اور دشمنی اور ان سے برات کا اظہار کرنے کیلئے۔

اکابرین اہل سنت والجماعت کے فتاویٰ جات اور کرم فرماؤں کی شاطرانہ چال

شیعہ قوم دھوکہ دینے اور بات کو پھیرنے توڑنے مروڑنے میں خاص مہارت رکھتی ہے اور یہی دوغلہ پن، تقیہ اور ملحدانہ طرز فکر اس قوم کا قومی اثاثہ ہے۔ جس کے بل بوتے پر ہمیشہ سے ملت اسلامیہ کو اندھیرے میں رکھ کر دھوکہ دیتے آئے ہیں۔ حضرت الشاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے تحفۃ اثنا عشریہ میں رافضی مکائد پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے کہ کس طرح رافضی کبھی اہلسنت کے امام، قاضی، خطیب اور مصنف بن کر چھپے رہے اور کس طرح اہل اسلام کی کتابوں میں تصرفات کئے اور کتابیں لکھ کر اہل حق بزرگان دین کی طرف انہیں منسوب کیا۔ شیعہ فریب کاری اور شعبدہ بازی کے کچھ نمونے تحفۃ اثنا عشریہ کے باب مکائد شیعہ میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

عام طور پر روافض عامۃ الناس کو دھوکہ دینے کیلئے اکابرین ملت کے اسمائے گرامی کو استعمال کرتے ہیں اور چند مبہم اصطلاحات کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے مرض زندقہ کو جلا دیتے ہیں۔ وہ حضرات جو رافضی نظریات سے پوری طرح آگاہ نہیں یا جادہ حق سے دور گمراہ قلمکار اور سرکاری قسم کے ادیب ہیں ان کی تحریرات کو دلیل بنا کر یہ لوگ اپنا مسلمان ہونا بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات مسلم ہے کہ کسی فن کے ماہر کی بات اس فن میں قابل قبول ہوتی ہے۔ ماہر فن کی مخالفت میں جاہل فن کا قول ردی کی ٹوکری میں ہی پناہ لے سکتا ہے۔ ارباب علم کے نزدیک ایسے قول کی کوئی وقعت نہیں۔ بہر حال تحقیقی دستاویز والوں نے ص 119 پر شیعہ نظریات سے ناواقف اور چند ادیب قسم کے لوگوں کی باتوں کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے۔ چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ صاحب جامع الاصول و صاحب مواقف نے شیعوں کو اسلامی فرقہ شمار کیا ہے۔ (تحقیقی دستاویز ص 119)

اس کے جواب میں حضرت مولانا قطب الدین خان دہلویؒ مظاہر حق میں ارشاد فرماتے ہیں:

''بلا شبہ ان بزرگان امت اور اساطین علم نے شیعوں کی تکفیر میں احتیاط کا دامن تھاما ہے اور اس فرقہ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے میں تامل کیا ہے لیکن اس کی وجہ یہ نہیں کہ ان حضرات نے شیعوں کے تمام عقائد اور نظریات اور ان کے احوال و معاملات کو پوری طرح جاننے کے باوجود ان کی تکفیر سے اعراض کیا ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ان بزرگوں کے ذہن میں شیعت کا مسئلہ پوری طرح واضح نہیں تھا۔'' (مظاہر حق ج5 ص588)

صاحب مظاہر حق نے بیان فرمایا ہے کہ ان حضرات کو شیعہ نظریات سے آگاہی نہ تھی اور یہ بات ان اہل علم کیلئے عیب کی بات نہیں۔ بہت دفعہ ایسا ہو چکا ہے کہ کسی مسئلہ کا واقعاتی پہلو ارباب علم پر مخفی رہتا ہے اور ایسا شخص جو کسی مسئلہ کے حقیقی پہلو سے پوری طرح آگاہ نہ ہو اس کی بات اس مسئلہ میں حجت نہیں ہوتی۔

ارباب علم نے کسی قوم یا فرد پر کفر کا فتویٰ صادر کرنے میں حد درجہ احتیاط سے کام لیا ہے۔ حتیٰ کہ یہ بات عام آدمی بھی جانتا ہے کہ ہمارے بزرگوں کے ہاں کسی شخص کی بات میں 99 احتمالات کفر کے اور صرف ایک احتمال اسلام کا پایا جائے تو اس ایک احتمال کا اعتبار کر کے اس کا مسلمان ہونا ہی معتبر مانا جاتا ہے مگر اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ دین کی قطعی اور یقینی باتوں کا انکار کرنے کے باوجود محض لفظ احتیاط کی آڑ میں ملحدوں کو اسلام کا وجود خراب کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں! بہر حال سن لیجئے! جس طرح کسی مسلمان کو کافر کہنا دین کے خلاف ہے اسی طرح کسی کافر کو مسلمان کہنا اور اس کے کفر سے چشم پوشی کرنا بھی دین کے خلاف ہے۔

(اکفار الملحدین مترجم ص 434 تحت عنوان آخری تنبیہ)

باوجود حد درجہ احتیاط کے ارباب علم نے دین کی حفاظت اور زندیق وملحدوں کے ہتھکنڈوں سے دین حق کو بچانے کیلئے مسلمہ عقائد ونظریات کا انکار کرنے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج بتلایا ہے۔ اسلام ایسا جامع مذہب ہے جو دخول عن الغیر سے مانع بھی ہے کہ کافر اپنے کفر و الحاد کے باوجود وہ اسلامی لباس میں متعارف رہے اور اپنے ملحدانہ نظریات کو اسلام کے روپ میں پیش کرتا رہے۔ اہل اسلام نے اس کی ہرگز اجازت نہیں دی ہے۔

رافضیت اور اسلام

جن گروہوں نے اسلامی عقائد کو برباد کرنے کی بدترین کوشش کی ان میں سرفہرست بلکہ صف اول کا سبائی گروہ ہے جس نے چراغ علم کو بجھانے کیلئے اتنے پھونک مارے کہ سانس پھول گیا۔ بڑی تیز رفتاری کے ساتھ یہ گروپ اپنے مقصد کی تکمیل کیلئے رواں دواں ہے جو اپنے اصلی روپ کو تو صرف اندرون خانہ ہی ظاہر کر پاتا ہے جبکہ بیرونی لیبل مخفی روپ سے یکسر مختلف اور جداگانہ ہے۔ جو علم وعرفان کے چوکیدار اور نور ایمان کی پہریداری کرنے والے عالم باعمل، محافظ ملت شہید اسلام، مہمان جنت حضرت اقدس مورخ اسلام مولانا علامہ ضیاء الرحمن فاروقی شہیدؒ نے تاریخی دستاویز میں نقاب الٹ کر عامۃ الناس و ارباب اختیار کے سامنے نمایاں کر دیا ہے۔ تاریخی دستاویز ملاحظہ کرنے کے بعد روافض کے بارے میں

درست رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ جو شخص اس قدر اسلام کے اساسی و بنیادی عقائد کا باغی ہو بھلا وہ بھی مسلمان کہلانے کا مستحق ہوسکتا ہے؟

بہر حال اس باب کے جواب میں ارباب تحقیق کو تاریخی دستاویز ملاحظہ فرمالینی چاہیے۔ جس سے ان شاء اللہ یہ فیصلہ کرنا دشوار نہیں رہے گا کہ روافض کے بارے میں بعض حضرات کی جو رائے تحقیقی دستاویز والوں نے رقم کی ہے وہ محض ناواقفیت کی بنا پر ہے ورنہ عالم تو عالم شیعہ عقائد جان لینے کے بعد کوئی ذرا برابر ایمان رکھنے والا اجہل شخص بھی اُن کو مسلمان نہیں مان سکتا۔

ارباب علم توجہ فرمائیں!

تاریخی دستاویز میں روافض کے کفریات پر جو دلائل و استشہادات پیش کئے گئے ہیں رافضی قوم نے ان کفریہ عقائد کا انکار نہیں کیا نہ ان حوالوں کا کوئی جواب دیا ہے جو تاریخی دستاویز میں بصورت عکس پیش کئے گئے ہیں۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ان کفریہ عقائد کو روافض نے قبول کرلیا ہے اور ان کفریہ عقائد کو قبول کرلینے والا مسلمان ہرگز نہیں کہلا سکتا اور نہ ہی کسی شیخ ازھر کا فتویٰ ان کو مسلمان بنا سکتا ہے نہ ہی ان کا خود کو مسلمان کہتے رہنا ان کے مسلمان ہونے کی دلیل بن سکتا ہے۔ اکفار الملحدین کا ایسے ہی عنوان کے تحت درج کیا ہوا یہ شعر پوری طرح صادق آتا ہے۔

و کل یدعیٰ حبا لیلیٰ و لیلیٰ لا تقر لھم بذاکا

''لیلیٰ کی محبت کا دعویٰ تو ہر کوئی کرتا ہے مگر لیلیٰ ہر کسی کی محبت کو تسلیم نہیں کرتی۔'' (اکفار الملحدین ص68)

البتہ ہزار سے زیادہ صفحات اس الزام پر صرف کردیئے کہ اہل سنت والجماعت کے بھی وہی عقائد ہیں جو روافض نے اپنا رکھے ہیں۔ یا ان کی کتابوں میں مندرج ہیں۔ ہم ان شاء اللہ آفتاب نیم روز کی طرح مطلع صاف کردیں گے کہ ہمارے عقائد ونظریات وہ نہیں ہیں جو روافض نے اپنائے یا انکی کتابوں میں موجود ہیں اور یہ بھی کہ کیسی کمال دھوکہ بازی سے قطع و برید اور غلط مطلب کشید کرنے کی مہم سر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان شاء اللہ واضح ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرامؓ اہل بیتؓ اور قرآن مجید کے بارے میں نیز عقائد ونظریات کی صاف ستھری شاہراہ پر اہل حق کس طرح باوقار طریق سے چلتے ہیں کہ حق کا دامن ہاتھ سے ہرگز نہیں سرکنے دیا۔

اگرچہ تاریخی دستاویز کے حوالوں سے انکار نہ کرسکنا اور نہ ہی ان حوالوں کا جواب دینا رافضی قوم کے کافر ہونے کی ایسی صاف ستھری دلیل ہے کہ مزید کسی بیان کی بالکل ضرورت نہیں اور یہ کہ یہاں مزید حوالہ جات سے رافضی کفریات کا اعادہ کرنا کتاب کی طوالت کا باعث ہوگا۔ مگر شیعہ لکھاریوں کے جواب میں ایسے چند حوالہ جات درج کردینا مفید ہوگا جو رافضی دھوکہ دہی کا مکمل جواب بن سکے لہٰذا اختصار کے ساتھ چند اکابرین کی عبارات پیش خدمت ہیں۔

روافض علمائے اسلام کی نظر میں

تفسیر ابن کثیر میں تحت آیت محمد رسول اللہ امام مالکؒ نے اس آیت سے رافضیوں کے کفر پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ

صحابہؓ سے چڑتے ہیں اور ان سے بغض رکھنے والا کافر ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج5 ص145 ،تحت سورۃ فتح کی آخری آیت مطبوعہ لاہور)

امام مسلم کے شیخ حضرت امام ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رسول کریم ﷺ کے صحابہ میں سے کسی کی تنقیص و توہین کرے تو بلا شبہ وہ زندیق ہے۔ (مظاہر حق ج5 ص587)

حضرت سہل ابن عبداللہ تستریؒ کا قول ہے کہ اس شخص کو آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے والا ہر گز نہیں کہا جا سکتا جس نے آنحضرت ﷺ کی توقیر نہ کی۔ (مظاہر حق ج5 ص587)

صاحب مناقب کردری کا ارشاد: یکفر اذا انکر خلافتھما۔

شیخین کی خلافت کا انکار کرنے والے پر کفر کا فتویٰ لگایا جائے گا۔ ([illegible] ج10 ص356 [illegible])

امام محمدؒ فرماتے ہیں: رافضیوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں کیونکہ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے منکر ہیں۔

(مظاہر حق ص587 جلد 5)

خلاصہ میں ہے:

من انکر خلافۃ الصدیق فھو کافر۔

یعنی جس شخص نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کا انکار کیا وہ کافر ہے۔

شفاء میں حضرت امام مالک بن انسؒ کا قول منقول ہے:

من ابغض الصحابۃ و سبھم فلیس فئی المسلمین حق۔

''جس شخص نے صحابہؓ سے بغض رکھا اور ان کو برا کہا اس کا مسلمانوں کے مال فے سے کوئی حق نہیں۔''

قاضی اپنی کتاب شفاء میں فرماتے ہیں:

من غاظہ اصحاب محمد ﷺ فھو کافر قال اللہ تعالیٰ لیغیظ بھم الکفار۔

''یعنی (امام مالک کا مشہور فتویٰ شفاء والے نقل فرماتے ہیں) کہ جس شخص نے اصحاب رسول ﷺ سے بغض رکھا وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد لیغیظ بھم الکفار کے بموجب کافر ہے۔''

قاضی ابوبکر باقلانیؒ نے بھی اسی طرح کی بات کہی ہے اور بیہقی نے امام اعظم سے بھی ایسا ہی قول نقل کیا ہے۔ بلکہ فقہائے حنفیہ نے شیعوں کو جو کافر کہا ہے اس کی بنیاد امام اعظم کا یہی قول ہے کہ

من انکر خلافۃ ابی ابکرؓ فھو کافر فی الصحیح۔

''جو شخص ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کا انکار کرے تو وہ صحیح قول کے مطابق کافر ہے۔'' (خیر امام کردری مطبوعہ مصر جلد 3 ص218)

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے:

قال المر غینانی تجوز الصلوٰۃ حلف صاحب ھوا و بدعۃ ولا تجوز خلف الرافضی۔

''امام مرغینانی نے فرمایا ہوا پرست اور بدعتی کے پیچھے نماز ہو جائے گی اور رافضی کے پیچھے نہیں ہوگی۔ (کیونکہ وہ

کافر ہے)'' (شرح کنز الدقائق مطبوعہ مصر جلد 1 ص 134)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''رافضی کے پیچھے نماز نہیں ہوگی۔ ایسا ہی تبیین الحقائق و خلاصہ میں ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی طرح بدائع میں ہے۔'' (فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ مصر جلد 1 ص 84)

من انکر امامة ابی بکر الصدیقؓ فھو کافر۔

''جو شخص حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔'' (شرح فقایہ مطبوعہ لکھنؤ ج 4 ص 21، بحوالہ فتاوی ظہریہ)

صحیح قول یہ ہے کہ امامت ابی بکر صدیقؓ کا منکر کافر ہے۔ (بحر الرائق مطبوعہ مصر جلد 5 ص 131)

الرافضی و ان انکر خلافة الصدیق فھو کافر۔

رافضی اگر خلافت صدیق کا انکار کرے تو وہ کافر ہے۔ (مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مطبوعہ قسطنطنیہ ج 1 ص 105)

غنیۃ شرح منیہ میں ہے:

گمراہ سے مراد وہ ہے جو کسی بات میں اہل سنت والجماعت کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو اور اسکی اقتداء میں کراہت کے ساتھ نماز جائز ہے جب تک کہ اس کا عقیدہ کفر تک نہ پہنچا ہو۔ اگر کفر تک پہنچ جائے تو اصلاً جائز نہیں ہے۔ جیسے رافضی متعصب کہ حضرت علیؓ کو خدا کہتے ہیں یا یہ کہ نبوت ان کے لیے تھی حضرت جبرائیلؑ نے غلطی کی اور اس قسم کی اور باتیں کفر ہیں۔ اسی طرح جو سیدہ عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگائے یا صدیق اکبرؓ کی صحابیت یا انکی خلافت کا انکار کرے یا شیخین کو برا کہے۔
(غنیۃ شرح منیہ مطبوعہ قسطنطنیہ ص 514)

شرح کنز میں ہے:

اور رافضی غالی کہ خلافت صدیق کا انکار کرے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق ص 32)

طحطاوی میں ہے:

''خلافت صدیق اکبر کا منکر کافر ہے۔'' (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص 198)

المقاصد میں ہے:

من انکر خلافة ابی بکر الصدیق فھو کافر۔

''جو کوئی خلافت ابوبکر صدیقؓ کا انکار کرے وہ کافر ہے۔'' (تیسیر المقاصد شرح وہبانیہ)

الروافض کفرہ جمعوا بین اصناف الکفر منھا انھم ینکرون خلافة الشیخین۔

''رافضی کافر ہیں طرح طرح کے کفروں کے مجمع ہیں ان میں سے یہ ہے کہ خلافت شیخین کا انکار کرتے ہیں۔''
(عقود الدریہ ج اول ص 92)

شرح شفاء میں ہے:

''یعنی شیخین کو گالی دینا کفر ہے۔'' (شرح شفا ملا علی قاری ج 1 ص 552)

الصارم المسلول میں ہے:

''قاضی ابو یعلی فرماتے ہیں جس نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی جس کی برات اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نازل فرما دی ہے تو ایسا شخص بلا اختلاف (اہل سنت) کافر ہے اور اس کے کافر ہونے پر بہت حضرات نے اجماع نقل کیا ہے۔'' (الصارم المسلول علی شاتم الرسول ص 404)

ابن ابی موسیٰ اور اسحاق بن راھویہ کے اصحاب فرماتے ہیں:

''جس نے سلف (بشمول صحابہ کرامؓ) کو برا بھلا کہا روافض میں سے تو وہ اہل سنت کا کفو نہیں لہذا اس کے ساتھ شادی نہ کی جائے۔'' (الصارم المسلول ص 406)

اہل کوفہ کے فقہا روافض کو کافر قرار دیتے ہیں۔ کہ جو شخص صحابہ کرامؓ کو برا بھلا کہے وہ کافر ہے۔ محمد بن یوسف فریابی کہتے ہیں کہ

''فقہائے کوفہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو برا بھلا کہے، انہوں نے جواب دیا وہ کافر ہے۔ پوچھا گیا کیا اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے تو جواب دیا کہ نہیں۔'' (الصارم المسلول لابن تیمیہ ص 407)

احمد بن یونس فرماتے ہیں:

''اگر ایک بکری یہودی ذبح کرے اور ایک بکری رافضی ذبح کرے تو میں یہودی کا ذبیحہ کھالوں گا اور رافضی کا ذبیحہ بالکل نہ کھاؤں گا اس لئے کہ رافضی مرتد عن الاسلام (اسلام سے ارتداد اختیار کرنے والا) ہے۔''

(الصارم المسلول ص 407)

ابوبکر بن ہانی بھی ایسا ہی جملہ ارشاد فرماتے ہیں:

لا تو کل ذبیحہ الروافض و القدریہ کما لا تو کل ذبیحۃ المرتد۔

''روافض اور قدریہ کا ذبیحہ حلال نہیں جیسا کہ مرتد کا ذبیحہ حلال نہیں ہے۔'' (الصارم المسلول ص 407)

ابوبکر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں:

اما الرافضی فان کان یسب فقد کفر فلا یزوج۔

''بہر حال رافضی اگر وہ سبی (تبرا باز) ہے تو کافر ہے اس سے نکاح نہ کیا جائے۔'' (الصارم المسلول ص 407)

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین میں روافض کے فرقے اور ان کے احوال پر تفصیلی بحث کی ہے اور فرمایا ہے کہ روافض دراصل یہودیوں کی ایک قسم ہے ان کے مسائل یہود سے مشابہ ہیں نہ کہ مسلمانوں سے۔

(غنیۃ الطالبین عربی ج اول ص 127 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی)

ابو منصور الفرق بین الفرق کے صفحہ 340 پر 20 فرقوں کا نام شمار کر کے فرماتے ہیں کہ یہ اگرچہ اسلام کا دعویٰ کرتے

ہیں مگر مسلمان نہیں بلکہ کافر ہیں۔ ان میں پہلے نمبر پر ابن سباء کا فرقہ ہے جس نے حضرت علیؓ کے وصی ہونے اور خلیفہ بلا فصل ہونے کا اعلان کیا۔ فرماتے ہیں اس (عبداللہ بن سودا المعروف ابن سباء) نے شہرت و سرداری حاصل کرنے کیلئے کوفہ میں یہ کہا کہ میں نے تورات میں یہ لکھا ہوا دیکھا کہ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے اور یہ کہ حضرت علیؓ محمد ﷺ کے وصی ہیں اور وہ اسی طرح خیر الاوصیاء ہیں جس طرح محمد ﷺ خیر الانبیاء ہیں۔ (الفرق بین الفرق ص 349)

حضرت علامہ انور شاہ کاشمیریؒ منکر خلافت شیخین کو مطلقاً کافر کہتے ہیں۔ (اکفار الملحدین ص 33)

حضرت گنگوہیؒ شیعوں کو کافر اور ان کے ساتھ رشتہ کو حرام فرماتے ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

اس عنوان پر اگر عباراتِ فتاویٰ جمع کی جائیں تو کئی جلدیں مرتب ہو جائیں گی۔ ہم نے بالاختصار فتاویٰ کے اقتباسات نقل کر دیئے ہیں طالب تحقیق الفرق بین الفرق از ابو منصور عبدالقادر بغدادی متوفی ۴۲۹ھ الصارم المسلول علی شاتم الرسول لابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، غنیۃ الطالبین لامام عبدالقادر الجیلانی متوفی ۵۶۱ھ، الشفاء لقاضی عیاض متوفی ۵۴۰ھ، شرح الشفاء لملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور عصر حاضر کے محقق حضرت اقدس مولانا علامہ انور شاہ کشمیری کی اکفار الملحدین اور حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ کی شیعہ اور امام خمینی کے بارے میں متفقہ فیصلہ ملاحظہ فرمائیں۔

شیعہ علماء دیوبند کی نظر میں (عیاری کا نیا باب)

اس عنوان کے تحت پہلا حوالہ حضرت گنگوہیؒ کی کتاب فتاویٰ رشیدیہ سے نقل کرتے ہوئے کمال بدیانتی کا مظاہرہ کیا گیا کہ اپنی مطلب کی آدھی بات کاٹ کر نقل کر دی اور باقی چھوڑ دی پوری عبارت ملاحظہ ہو:

1- جو لوگ شیعہ کو کافر کہتے ہیں ان کے نزدیک تو اس (شیعہ) کی نعش کو ویسے ہی کپڑے میں لپیٹ کر داب دینا چاہیے اور جو لوگ فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک انکی تجہیز و تکفین حسب قاعدہ ہونا چاہیے اور بندہ بھی انکی تکفیر نہیں کرتا۔

(ملفوظات ص 264)

ارباب دانش ملاحظہ فرمائیں قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نہ اس عبارت میں کوئی فتویٰ صادر فرما رہے ہیں اور نہ ہی روافض کا شرعی حکم رقم فرما رہے ہیں بلکہ حضرت کے ملفوظات میں سے ایک ملفوظ ہے جو شیعہ کی تکفیر کے باب میں علماء کے اختلاف پر دلالت کرتا ہے کہ بعض علماء کا قول روافض کی تکفیر کا جبکہ بعض کا قول تفسیق کا ہے۔ حضرت کی رائے دوسرے قول کی طرف ہے۔ لیکن رافضی نظریات سے واقف حضرات کا ارشاد اور ہے دراصل لفظ ''شیعہ'' کی اصطلاح کبھی حضرت علیؓ کی جماعت کے لیے استعمال ہوتی تھی مگر رفتہ رفتہ اس اصطلاح کا استعمال بدل گیا اب یہی لفظ سبائی ذریت کی پہچان بن گیا تو جن حضرات نے شیعہ کو فاسق قرار دیا ہے اُن کی نظر ابتدائی زمانے کی وضع پر تھی اور جو حضرات دور حاضر کی اصطلاح اور اثنا عشری غالیوں پر نظر فرماتے ہیں انہوں نے شیعہ کو کافر کہا۔ اس بحث کی مزید وضاحت امام اہلسنت حضرت اقدس مولانا سرفراز خان صفدرؒ کی ارشاد الشیعہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ شیعہ قوم کا تقیہ ان کے نظریات پر باڑ کا کام دیتا رہا ہے۔ لہذا چونکہ حضرت کو رافضی نظریات سے پوری طرح آگاہی نہ ہوئی اس لئے احتیاط کا دامن تھامے رکھا۔ یہ اس وقت کی بات

ہے جب حضرت کو رافضی نظریات سے پورے طور پر آگاہی نہ تھی۔ اور جب بعض ذرائع سے معلومات حاصل ہو گئیں تو حضرت نے شیعہ کے کفر کا برملا اظہار فرمایا۔ چنانچہ اسی فتاویٰ رشیدیہ کے ص 455 پر شیعہ سنی نکاح کے بارے میں ایک سوال کا جواب یوں ارشاد فرماتے ہیں:

جس کے نزدیک رافضی کافر ہے وہ فتویٰ اول سے ہی بطلان نکاح دیتا ہے اسمیں اختیار زوجہ کا کیا اعتبار ہے پس جب چاہے علیحدہ ہو کر عدت کر کے نکاح دوسرے سے کرسکتی ہے۔ اور جو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک یہ امر ہرگز درست نہیں کہ نکاح اول صحیح ہو چکا ہے اور بندہ اول مذہب رکھتا ہے (کہ رافضی کافر ہے) واللہ تعالیٰ اعلم علی ہذا رافضی کی اولاد کو ترکہ سنی سے نہ ملے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رشیدیہ کامل ص 455 مطبوعہ کراچی)

اربابِ علم ان دونوں عبارتوں کو پیش نظر رکھیں جو فتاوی رشیدیہ میں موجود ہیں ایک عبارت میں حضرت نے روافض کو فاسق اور دوسری میں کافر کہا ہے۔ جہاں فاسق کہا وہ فتویٰ نہیں اور جہاں کافر کہا وہ فتویٰ ہے۔ نیز شیعہ کی تکفیر کے لیے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی مستقل تصنیف موجود ہے چنانچہ ہدایۃ الشیعہ میں حضرت گنگوہیؒ نے شیعوں کے بارے میں لکھا ہے کہ ایسے شریروں کی تکفیر و تفسیق ہر مسلمان پر واجب ہے۔ (ہدایۃ الشیعہ ص 16) لہٰذا ہدایۃ الشیعہ کے بعد یہ بات بالکل عبث ہے کہ حضرت گنگوہی شیعوں کے بارے میں تکفیر کے قائل نہ تھے۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ حضرت نے شیعوں کی بنائی مسجد کو مسجد ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ شیعہ مسجد بنادے تو وہ مسجد ہے ثواب مسجد کا اس میں ہوگا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۲۳)

حیرت کی بات ہے کہ شیعہ لوگ اس فتویٰ کو اپنے مسلمان ہونے کی دلیل بنا رہے ہیں حالانکہ کافر کا روپیہ بھی مسجد پر خرچ ہوسکتا ہے۔ پھر شیعوں کے مسجد بنانے سے شیعہ مسلمان کیسے ہو گئے؟

یہ فتویٰ روافض کے مسلمان ہونے کی یا ان کو مسلمان قرار دینے کی دلیل نہیں ذرا آنکھیں کھول کر اگلے سوال کا جواب بھی ملاحظہ فرمایا جائے۔ وہاں ہے۔

جواب:

تعمیر و مرمت مسجد میں شیعہ و کافر کا روپیہ لگانا درست ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ص 523)

اس سے اگلا سوال ہے کہ نصرانی یا ہندو وغیرہ مسجد بنادے تو اس کا حکم مسجد کا ہوگا؟ تو حضرت نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس کے مسجد بنانے کو حکم مسجد کا ہوگا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۲۳)

یعنی اگر ہندو وغیرہ بھی مسجد بنادے تو مسجد بن جانے کے بعد اس پر مسجد کا حکم ہی لگے گا۔ لہٰذا جس طرح شیعہ مسجد بنا دے تو مسجد بن جانے کے بعد وہ مسجد ہی ہوگی نہ کہ کوئی دوسری عمارت اسی طرح ہندو عیسائی کی بنائی ہوئی مسجد کا معاملہ بھی رافضی کی بنائی ہوئی مسجد جیسا ہے اگر مسجد بنا دینے سے رافضی کو مسلمان ہونے کا تمغہ اور جنت کا ٹکڑا مل سکتا ہے تو ہندو اور نصرانی کا کیا قصور کہ اسے یہ کچھ نہ ملے؟

روافض نے یہ عبارت پیش کر کے جو کچھ حاصل کرنا چاہا ہے وہ ان کے مقدر میں کہاں! اس لئے کہ مسجد بنا دینے کے بعد بھی رافضی بالکل ویسا ہی حکم رکھتا ہے جو ہندو نصرانی وغیرہ کا حکم ہے کہ جس نے مسجد بنائی ہو۔ ملاحظہ فرمائیں:

سوال:

شیعہ یا ہندو یا نصرانی یا یہود مسجد بنا دے یا اس کی مرمت یا چندہ مسجد وغیرہ میں شریک ہو تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب:

اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ مسجد انکی بنائی ہوئی بحکم مسجد ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل مطبوعہ کراچی ص 523)

معلوم ہوا کہ حضرت کے نزدیک شیعہ ہندو نصرانی اور یہود ایک درخت کی کئی شاخیں ہیں اور معاملہ انکا ایک جیسا ہے۔ شاید کسی صاحب کو شک ہونے لگے کہ مسجد پر کسی کافر کا پیسہ کیسے لگ سکتا ہے؟ تو ایسے دوستوں کی خدمت میں عرض ہے کہ مسجد تو پاک و مقدس مقام ہے مگر بیت اللہ کا مقام و مرتبہ اس سے کہیں زیادہ بلند و بالا ہے۔ اس بیت اللہ کی جو تعمیر رسول اللہ ﷺ کے زمانہ بچپن میں ہوئی تھی وہ مشرکین مکہ کے مال و زر سے ہوئی تھی۔ اس تعمیر میں شریک بہت سارے لوگ آخر دم تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ حالانکہ بیت اللہ میں عبادت کرنا ممنوع قرار نہیں دیا گیا۔ اور آج تک اسے مسجد حرام ہی کہا جاتا ہے۔ اگر کافر کا پیسہ مسجد پر نہ لگ سکتا ہوتا یا اس کی بنائی ہوئی مسجد مسجد ہی نہ ہوتی تو فتح مکہ کے فوری بعد رحمت عالم ﷺ ایسا ضرور کرتے۔ آپ ﷺ کا مشرکین مکہ کے ہاتھوں مسجد حرام کی تعمیر کو باقی رکھنا اس بات کی کافی دلیل ہے کہ کافر کی بنائی ہوئی مسجد مسجد ہی کہلاتی ہے۔

علامہ وحید الزمان کا فتویٰ

نواب صاحب اہل سنت کے نہیں شیعہ مسلک کے ترجمان ہیں وضاحت کیلئے تحقیقی دستاویز کا ص 58 ملاحظہ فرمائیں جس میں نواب وحید الزمان کی انوار اللغہ سے حوالے نقل کر کے آخر میں لکھا ہے کہ ''اصحاب رسول کے بارے میں شیعہ موقف سابقہ اوراق پر بیان کیا جا چکا ہے۔'' (ص 59)

گویا تحقیقی دستاویز والوں نے نواب صاحب کو اپنا ترجمان اور روافض کا نمائندہ قبول کیا ہے۔ ایسے شخص کی عبارت الزام میں کیسے مقبول ہوگی۔ جس کا رافضی ہونا کئی طرح سے واضح ہے نواب صاحب کا اعتراف ملاحظہ فرمائیں۔

اهل الحديث شيعة علي يحبون اهل بيت النبي...... وهم القائمون علي وصية النبي متمسكون بالكتاب و العترة۔ (نزل الابرار من فقہ النبی المختار ص 4)

اہل حدیث شیعان علی ہیں اہل بیت نبی سے محبت رکھتے ہیں ...... اور وہ قائم ہیں آپ ﷺ کی وصیت پر دلیل پکڑتے ہیں کتاب اور عترۃ سے۔

معلوم ہوا نواب صاحب شیعہ ہے جس کا اعتراف نزل الابرار کے مذکورہ صفحہ پر اس نے کیا اور اس کے اعتراف کو تحقیقی دستاویز والوں نے قبول کر لیا۔ لہٰذا ایک رافضی کی کتاب سے اہل حق کو الزام دینا درست نہیں۔

قائد احرار مظہر علی اظہر اور روافض

احرار کے مرکزی راہنما مظہر علی اظہر اور خدام الدین کے حوالے سے بھی منفی تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ مظہر علی شیعہ تھا اور اس کا جنازہ اہلسنت کے حضرات نے پڑھا۔ حالانکہ مظہر علی اظہر جناب خمینی جیسے نظریات پر نفرین کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھنو کی تحریک مدح صحابہؓ جو خالص رافضی نظریات کے خلاف اہل سنت والجماعت کا احتجاج تھا اور یہ تحریک امام اہل سنت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ نے شروع فرمائی تھی شیعہ قوم کے چھوٹے بڑے امام اہل سنت والجماعت علامہ عبدالشکور لکھنوی کو اپنا دشمن خیال کرتے ہیں جبکہ جناب مظہر علی اظہر تحریک مدح صحابہؓ میں ہر طرح سے شریک رہے آج بھی ان کی تحریرات اور اس تحریک کی روائیداد رافضی نظریات سے بیزاری کا اعلان کر رہی ہیں۔ نیز قائد تحریک پاکستان جناب محمد علی جناح صاحب، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی سے قرآن پاک کی تفسیر اور دینی علوم پڑھتے رہے ہیں۔ یہ حضرات اسلام کے مسلمہ عقائد و نظریات پر بھرپور اعتماد رکھتے تھے لہٰذا ان حضرات کی آڑ میں ایسے لوگوں کو ہرگز مسلمان قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جو اسلام کے مسلمہ عقائد و نظریات کو قبول نہ کریں بلکہ اُلٹا وطنِ عزیز کے نظریہ اسلام پر جارحانہ حملے کرتے پھریں۔ ارباب علم نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔ کہ دین کے مسلمہ عقائد کا انکار کفر ہے جیسا کہ ہم گزشتہ اوراق میں اکفار الملحدین کے حوالہ سے وضاحت کر چکے ہیں۔ جبکہ خمینی صاحب کے پیروکار صاف خلافت شیخین کا انکار کرتے ہیں اور اوپر قریب کی معروضات میں اکابرین کے بکثرت فتاویٰ ہم نقل کر چکے ہیں کہ خلافت شیخین کا انکار کفر ہے۔

افتراء

شیعہ سنی بھائی بھائی بن گئے۔ (ص126)

الجواب:

حضرت مدنی کی طرف منسوب اس واقعہ میں شیعہ قلمکاروں نے اپنی روایتی فریب کاری کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے ملاوٹ سے کام لیا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کی درست صورت حال حضرت مدنیؒ کے اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی تحریر سے معلوم کی جائے۔ حضرت مدنی فرماتے ہیں: (امروھہ) اترنے کا سبب بعد میں معلوم ہوا کہ شیعوں اور سنیوں میں مناظرہ کی قرارداد پہلے سے ہو چکی تھی اور اس بنا پر اہل امروھہ نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کو تکلیف دی تھی کیونکہ مولانا موصوف کو شیعوں کے مذہب سے بہت زیادہ واقفیت تھی اور ان سے مناظرہ کی بھی بہت کامل مہارت تھی مولانا مرحوم نے [illegible] کتابیں شیعوں کے رد میں لکھی تھیں اور مختلف مقامات میں کامیاب مناظرے بھی کیے تھے۔ مگر چونکہ خلافت کی تحریک اس وقت بہت زوروں پر تھی اور عام فضاء مسلمانوں میں خصوصاً اور تمام ہندوستانیوں میں عموماً اتفاق اور اتحاد قائم کرنے کی متقاضی تھی اس لیے عام اہل شہر مناظرہ کے خلاف تھے اور مناظرہ کے بانیوں وغیرہ پر سخت سے سخت اعتراض کرتے تھے اس لئے سنجیدہ حضرات چاہتے تھے کہ مناظرہ نہ ہو مگر کوئی کھل کر روکنے پر آمادہ نہیں ہوتا تھا ورنہ اس کی جماعت کی بدنامی ہوگی اس لیے چاہتے تھے کوئی قومی تحریک کا حامی شخص بیچ میں پڑ کر مناظرہ رکوا دے۔ میں امروھہ میں اس سے

پہلے کئی مہینہ رہ چکا تھا اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا مخلص خادم اور مرید بھی تھا اس لیے حضرت موصوف اور دیگر احباب نے ضروری سمجھا کہ اسی کو اتار لیا جائے اور اسی کو درمیان میں ڈالا جائے تا کہ پھر کسی کو حرف گیری اور اعتراض کا موقع ہاتھ نہ آئے بالآخر مجھ کو مجبور کیا گیا اور میں نے حاضر ہو کر تقریر بڑے مجمع میں کی جس کی وجہ سے اشتعال ٹھنڈا ہوا۔ میں نے ہر دو فریق سنیوں اور شیعوں کو سمجھایا اور وقت کی نزاکتوں کو دکھلا کر زوردار اپیل کی کہ کوئی اس قسم کی کارروائی اس زمانہ میں مناسب نہیں ہے جس سے افتراق کی خلیج میں وسعت ہو۔ ضروری ہے کہ اتفاق اور اتحاد کو مضبوط کیا جائے میں نے کربلا شریف اور بغداد اور عراق کے انگریزی مظالم دکھلائے نیز مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور دیگر مقامات مقدسہ کے قیامت خیز واقعات بھی دکھلائے اور شیعوں اور سنیوں دنوں کو ملامت کی۔ بہر حال اس طویل تقریر کا فریقین اور عوام پر اچھا اثر ہوا فریقین سمجھ گئے اور معاملہ رفع دفع ہو گیا اس کے بعد میں روانگی کا انتظام کر ہی رہا تھا کہ دہلی سے ڈاکٹر انصاری مرحوم کا تار آ گیا کہ حضرت شیخ الہندؒ کا وصال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ (نقش حیات حصہ دوم ص 267)

محترم قارئین کرام درج بالا تحریر حضرت مدنیؒ کی اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی تحریر ہے جس میں حضرت نے امروھہ کا پورا واقعہ وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیا۔ اب آپ حضرات ہی انصاف فرمائیں کہ اس پورے واقعہ میں نہ تو شیعہ سنی بھائی بھائی بن گئے، ایسا کوئی لفظ ہے اور نہ ہی یہاں فریقین کا مسلم یا غیر مسلم ہونا بیان کیا گیا۔ حالات کی نزاکت کے پیش نظر حضرت مدنی نے فریقین کو سمجھایا کہ مناظرہ بازی سے باز آ جاؤ کہ انگریز اِن حالات سے غلط فائدہ نہ اٹھا جائے اور حالات کی سنگینی کے پیش نظر تو عیسائیوں سے بھی معاہدہ کیا جا سکتا ہے جیسا کہ رحمت عالم ﷺ نے مدینہ منورہ میں حالات کے پیش نظر کیا تھا۔ پس حضرت مدنیؒ کے اس واقعہ نے نہ تو شیعوں کے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ جاری کیا اور نہ ہی ان کو اہل حق کا کوئی جزو قرار دیا۔ پھر اس واقعہ کی بنا پر روافض کا اپنے مسلمان ہونے کی دلیل پکڑنا سراسر دھوکہ بازی ہے۔ حقیقت کچھ نہیں۔

مفتی اعظم دیوبند کا فتویٰ اور روافض

سید احمد علی سعید کے نام کے ساتھ مفتی اعظم دیوبند کا لقب چسپاں کر کے بلا حوالہ فتویٰ نقل کیا ہے جسکی مختصر وضاحت یوں ہے:

1- شیعہ مختلف ادوار میں مختلف عقائد رکھنے والے لوگوں کو کہا جاتا رہا ہے مگر دور حاضر میں برصغیر پاک و ہند وغیرہ کے قرب و جوار میں ایسے لوگوں کو شیعہ کہا جاتا ہے جو ایرانی انقلاب کے بانی جناب ایۃ اللہ خمینی کے پیروکار اور ان کے نظریات سے متفق لوگ ہیں اگر چہ اکا دکا کوئی شخص محض انفرادی سطح پر خمینی طرز کے نظریات کا مخالف ہو اور اس نے آپنے آپ کو شیعہ کہا ہو جیسا کہ مظہر علی اظہر قائد احرار مگر یہ شاذ اور نادر مثال ہے۔ لہذا اب لفظ شیعہ کا استعمال ایسے افراد پر عام اور معروف ہے جو صحابہ کرام بالخصوص حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ حضرت امیر معاویہؓ سمیت اکابر و اجل صحابہ کرامؓ ازواج مطہرات کی تکفیر کرتے اور اذانوں میں اعلانیہ خلافت خلفائے ثلاثہ کا

انکار کرتے ہیں۔

2- مذکورہ مفتی صاحب کا فتویٰ ارباب تحقیقی دستاویز نے بلاحوالہ نقل کیا ہے اور بلا حوالہ عبارت کی صحت عدم صحت کا معاملہ ارباب تحقیق کے ہاں برابر ہوتا ہے گویا بلاحوالہ عبارت قابل التفات نہیں ہوتی۔

3- شیعوں پر کفر کا الزام غیر شرعی جسارت'' مذکورہ عنوان علمی زبان میں خیانت اور دھوکہ کا منہ بولتا ثبوت اور غیر اخلاقی اقدام ہے ارباب علم اچھی طرح جانتے ہیں کہ ''علی الاطلاق'' کا لفظ ایسا بامعنی اور وزنی مفہوم ہے جسے عبارت سے اڑا دینے کے بعد رقم عبارت کا مقصود ایسے خراب ہو جاتا ہے جیسے شہد ایلوا سے:

چنانچہ اس عنوان کے تحت پیش کردہ عبارت میں ''علی الاطلاق'' کا لفظ اڑا کر بدترین علمی خیانت کی ہے۔

4- نقل فتویٰ میں پہلا لفظ روافض کا لکھا ہے اور روافض پر علی الاطلاق کفر کے فتویٰ کو غیر شرعی جسارت بتایا ہے یہ لفظ ''روافض'' بتا رہا ہے کہ یہ فتویٰ کوئی ماہر فن مفتی نہیں لکھ سکتا۔

کیونکہ اہل علم کے نزدیک روافض ایسے گروہ کو کہا جاتا ہے جو مشرک اور کفریہ عقائد کا حامل ہو۔ مسند احمد ج 1 ص 103 پر حضرت علیؓ سے مروی یہ روایت موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: **یظھر فی اخر الزمان قوم یسمون الرافضه یرفضون الاسلام** کہ آخری زمانہ میں ایک قوم ظاہر ہوگی جس کا نام رافضہ ہوگا جو اسلام کو چھوڑ دے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی یہ روایت مجمع الزوائد میں موجود ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا آپ کے پاس حضرت علیؓ بھی موجود تھے آپ ﷺ نے فرمایا اے علیؓ میری امت میں عنقریب ایک قوم ظاہر ہوگی جو اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرے گی اس کو رافضہ کہا جائے گا۔ **قاتلوھم فانھم مشرکون** (فرمایا) تم ان سے قتال کرنا کیونکہ وہ مشرک ہوں گے۔ (مجمع الزوائد ج 10 ص 22)

دار العلوم دیو بند جیسی عظیم علمی درسگاہ کا مفتی بھلا ان ارشادات رسول ﷺ سے بے خبر کیسے ہو سکتا ہے جن میں رافضہ کی حقیقت بطور پیش گوئی کے رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمادی ہے۔ لہذا یہ بات اہل علم کے لائق مرتبہ نہیں کہ وہ رافضی کے بارے میں وہ جملے فتویٰ میں تحریر کریں جو تحقیقی دستاویز والوں نے تحریر کئے ہیں۔ گویا یہ الفاظ اس فتویٰ کے من گھڑت ہونے کی صاف شہادت اور واضح دلیل ہے۔

5- شیعہ کی اصطلاح چونکہ مختلف المعنیٰ استعمال ہوئی جس کی وجہ سے بعض اہل علم کو اشتباہ ہو گیا اور وہ ماضی و حال کے فرق مفہوم کو نہ جان سکنے کی وجہ سے احتیاط کرتے رہے حالانکہ لفظ شیعہ کا استعمال دور حاضر میں ایسے لوگوں پر ہو رہا ہے جو اسلام کے بنیادی نظریات کو قبول نہیں کرتے مگر رافضہ کے ''مسلم و غیر مسلم'' کی کوئی بحث اہل علم کے درمیان جاری نہیں ہوئی بلکہ رافضی گروہ جو دور حاضر کے لفظ شیعہ کا متبادل اور اس کے مساوی المعانی استعمال ہو رہا ہے ان کے کفریہ عقائد کی وجہ سے انکو کافر ہی کہا گیا ہے کیونکہ رافضی کہا ہی اسی کو جاتا ہے جو دیگر کفریہ عقائد کی طرح سیدنا صدیق اکبرؓ و سیدنا فاروق اعظمؓ کا انکار کرتے ہیں۔ ماضی قریب کے بدزبان رافضی غلام حسین نجفی نے شعیان علی اور

ان کی شان نامی کتاب میں لکھا ہے۔ رفض کا معنی چھوڑنا ابوبکر و عمر کو چھوڑنے کی وجہ سے شیعان علی کا نام رافضی رکھا گیا۔ (شیعان علی اور ان کی شان ص 45)

اتنی صاف وضاحت کے بعد بھی رافضی پر علی الاطلاق کفر کا فتویٰ لگانے کو غیر شرعی جسارت بتانا کسی دیوبندی عالم سے ممکن نہیں چہ جائیکہ وہ مفتی بلکہ مفتی اعظم ہو اور وہ بھی دار العلوم دیوبند کا۔

6- بالفرض یہ تاویل کر لی جائے کہ روافض سے مراد شیعہ ہے اور روافض کا لفظ سبقت قلم کا نتیجہ ہے اصل میں شیعہ ہی کے بارے میں کہا جا رہا ہے جس کے بہت سارے گروہ ہیں لہٰذا علی الاطلاق رافضی پر فتویٰ کفر صادر نہ کیا جائے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ جب کسی اصطلاح کا استعمال ایسا غالب اور واضح ہو کہ مزید وضاحت کی ضرورت نہ رہے تو ایسی اصطلاح پر بغیر تفصیل بتائے حکم لگانا بالکل درست ہے جیسے روافض یا شیعہ کا لفظ سنتے ہی سامع کے ذہن میں ایک تصور قائم ہو جاتا ہے جس شخص نے رافضی باڑوں سے دن میں 3 بار خلفائے ثلاثہ کی خلافت کا انکار سنا ہو بھلا اس کے ذہن میں یہ بات کیسے آئے گی کہ یہ تفضیلی شیعہ ہے یا غیر تفضیلی شیعہ! وہ تو ایک ہی بات جانتا ہے کہ رافضی یا شیعہ کہا جاتا ہے اس شخص کو جو صدیق اکبرؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ کی خلافت کا انکار اور حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل کا اقرار کرے چنانچہ ایران افغان، انڈیا، پاکستان وغیرہ دیار میں ہمارے علم میں ایسا کوئی باڑہ ابھی تک نہیں آیا جس میں شہادتین کے بعد خلیفہ رابع کی خلافت بلافصل کا اعلان اور اس کے ضمن میں حضرات خلفائے ثلٰثہ کے خلیفہ ہونے کا انکار نہ کیا جاتا ہو لہٰذا کم از کم ان ملکوں کے لوگ تو رافضی یا شیعہ کی ایک ہی جنس سے واقف ہیں اور جس جنس سے عامۃ الناس واقف ہیں خود مفتی موصوف کا ان کے بارے میں فیصلہ وہی ہے جو اہل اسلام بیان فرماتے رہتے ہیں یعنی یہ کہ او ینکر صحبة الصديق...... فهو كافر الخ۔ (تحقیقی دستاویز ص 127)

خلافت خلفائے ثلاثہ کے انعقاد پر اجماع ہے اور انکار اجماع کا حکم ارباب علم پر مخفی نہیں گویا رافضی باڑوں سے گونجنے والی اذان شرعی نظریات سے کھلی بغاوت ہے جس پر فقہائے اسلام نے فتویٰ کفر صادر کیا ہے کہ جو صدیق اکبرؓ کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ ہم گذشتہ اوراق میں ان فتاویٰ کا مختصر سا نمونہ لکھ چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

7- کلمہ گو، اہل قبلہ، اور علی الاطلاق جیسی اصطلاحات سے ہمیشہ باطل پرست تلبیس کا دروازہ کھولنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ جیسے یہاں ''علی الاطلاق'' کی اصطلاح سے شیعہ مسلمان صفوں میں گھسنے کی طمع لئے ہوئے زور آزمائی کر رہے ہیں مگر یہ سب عبث اور بے فائدہ کاوشیں ہیں کہ تھوڑی سی کوشش سے حقیقت حال واضح ہو جاتی ہے اور یوں تلبیس کا دروازہ کھولنے والا منہ کی کھاتا ہے مثلاً یہی علی الاطلاق والی کہانی ہی سامنے رکھو تو اس کی مثال یوں ہے جیسے کوئی شخص فروٹ فروش سے کیلے کی قیمت دریافت کرے تو وہ جواب دے کہ ایک کیلا سعودیہ میں بکتا ہے اس کا ذائقہ ایسا اور طول قد اتنا ہے وہ ہماری کرنسی کے مطابق 17 روپے کا بکتا ہے ایک فرانس میں ہوتا ہے اس کی کیفیت ایسی اور ایسی ہوتی ہے ایک کیلا کیلی فورنیا امریکہ میں ہوتا ہے وہ ایسا اور ایسا ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ ظاہرت

اس کی یہ گفتگو نہ تو مقتضائے حال کے مطابق ہے اور نہ ہی یہ اس کی علمیت، عقل مندی اور ذہانت کی دلیل ہے بلکہ یہ طول کلام محض سامع کی پریشانی ضیاع وقت اور گاہک کو مخاف بنانے کی دلیل ہے کہ گاہک کہے گا نہ میں نے سعودیہ وغیرہ میں بکنے والے کیلئے کا سوال کیا اور نہ اس کی قیمت پوچھی ہے بلکہ میں تو سامنے موجود برائے فروخت رکھے ہوئے ان کیلوں کے بارے میں پوچھ رہا ہوں اگر بتاتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ میں کسی دوسری دکان پر جاتا ہوں۔

یہاں پر بھی رافضی کے بارے میں سوال کرنے والا انہیں کے بارے میں پوچھتا ہے جو خمینی کے پیروکار ہیں اور کم از کم انکار خلافت شیخین کا تصور تو آل خمینی کا ایسا جزو ہے جو اس سے جدا نہیں ہوتا تو ایسے میں اس کا وہی حکم بیان کیا جائے گا جس کا تصور سامع کے ذہن میں موجود ہے۔

8- رافضی کرم فرماؤں کو تو اتنا بھی پتہ نہیں چلتا کہ کون سی بات ہمارے حق میں اور کون سی ہمارے خلاف ہے۔ اب یہ مذکورہ فتویٰ نقل کر کے محض اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری ہے ورنہ اس فتویٰ سے رافضیوں کو اتنا بھی فائدہ نہیں ہوتا جتنا کوڑا اٹھانے والے کو ردی بیچنے کا۔ بلکہ الٹا یہ فتویٰ لکھ کر اپنے خلاف ایک دلیل قائم کر لی یہ فتویٰ تو تحقیقی دستاویز والوں کے خلاف صاف صاف کفر کا فتویٰ لگا رہا ہے مثلاً یہ کہ

فتویٰ وہی معتبر ہے جو مجتہدین فقہاء کے کلام سے ماخوذ ہو۔ (شیعہ دستاویز ص 127) حاصل عبارت یہ ہے کہ اگر مجتہدین فقہاء رافضیوں کو کافر کہہ دیں تو پھر کسی کا بس نہیں چلتا کہ ان پر کفر کا فتویٰ نہ عائد کیا جائے آپ ذرا چند اوراق پیچھے پلٹ کر دیکھیں۔ امام مالک، احمد بن حنبل کے شاگرد امام بخاری کے استاد امام ابوحنیفہ امام ابویوسف، ابن تیمیہ، قاضی عیاض، مجدد الف ثانی، شیخ عبدالقادر جیلانی، سمیت کتنے فقہاء و مجتہدین نے انکار خلافت شیخین وغیرہ کی بنا پر روافض کو کافر کہا ہے جس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ چونکہ اکابرین فقہاء نے روافض کے کفر کا واضح فیصلہ ان کے کفریہ عقائد کی بنا پر دے دیا ہے لہٰذا ان کی بات زیادہ معتبر اور وزنی ہوگی نہ کہ بعد کے کسی ناواقف مفتی صاحب کی جو ان ضروریات دین کے منکر کو بھی نہیں جانتا جو ایسے عقائد سے انکار کریں کہ وہ بالکل واضح ہیں۔ جیسے صدیق اکبرؓ کا صحابی ہونا قرآن پاک کا لاریب ہونا، صحابہ کرامؓ کا رضی اللہ عنہ ہونا، صدیق اکبرؓ کا خلیفہ اول ہونا، فاروق اعظمؓ کا خلیفہ ثانی اور عثمان غنیؓ کا خلیفہ ثالث اور حیدر کرارؓ کا خلیفہ رابع اور ان چاروں حضرات کا خلفائے راشدین ہونا وغیرہ۔ رافضی ان نظریات کے منکر ہیں جیسا کہ اصول کافی وغیرہ اور دور حاضر کے نائب امام خمینی صاحب کی کشف الاسرار الحکومت الاسلامیہ وغیرہ میں بصراحت موجود ہے۔

شافی کی تصریح (کہ آپ کی رحلت کے بعد تین حضرات کے علاوہ باقی تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے) روافض کے کفر کا ایسا ثبوت ہے جس کا انکار خود تحقیقی دستاویز والوں کیلئے بھی ممکن نہیں۔

9- روافض نے فتویٰ کی بنا جن چند اصطلاحات پر رکھی ہے مثلاً اہل قبلہ کو کافر نہ کہو، اور علامہ شامی کا مقولہ کہ لازم مذہب، مذہب نہیں اور ابن نعیم کا مقولہ کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ کسی کو کافر نہ کہوں گا۔ یہ تمام باتیں اہل سنت تو اہل سنت خود روافض کے ہاں بھی قابل اعتبار نہیں ورنہ کیا قادیانی، خارجی، واقفی المذہب وغیرہ اہل قبلہ نہیں اور

کیا ان کے کفر میں خود تحقیقی دستاویز والوں نے قلم استعمال نہیں کیا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ محض اپنے فریب پر پردہ ڈالنے کیلئے اس طرح کی بے سرو پا باتیں نکالی جاتی ہیں جو نہ دلیل ہوتی ہیں اور نہ ہی فریقین کے نزدیک لائق اعتماد، علامہ انور شاہ کاشمیری نے اکفار الملحدین میں اس طرح کی اصطلاحات پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے کہ ان اصطلاحات سے گمراہ لوگ استدلال کر رہے ہیں۔ ارباب ذوق اکفار الملحدین ملاحظہ فرمائیں۔

10- فتوی میں درج یہ الفاظ بھی مضحکہ خیز ہیں جو ترجمہ والی عبارت سے جوڑ کر لکھی گئی ہے تا کہ یہ دھوکہ دینا آسان ہو کہ یہ عبارت بھی عربی عبارت کا ترجمہ ہے کہ جن کا عقیدہ ہے وہ اقل قلیل ہیں۔ سبحان اللہ، انکار خلافت شیخین کا اعلان برصغیر کے ہر باڑے سے ہو رہا ہے اور پھر بھی وہ اقل قلیل ہیں۔ یہ منطق خدا معلوم کس کی فہم میں آئے گی۔

نوٹ: اربابِ علم یہ بھی نوٹ فرمالیں کہ جس شخص کو دارالعلوم دیوبند کا مفتی اعظم کہا جا رہا ہے اس نام کا دارالعلوم میں کوئی مفتی اعظم نہیں ہے۔ تسلی کے لیے فتاویٰ بینات کی پہلی جلد میں حضرت اقدس مولانا عاشق الٰہی بلند شہری کا مضمون ملاحظہ فرما لیا جائے جو انہوں نے حضرت نعمانی کے متفقہ فیصلہ کی تائید اور روافض کے جواب میں لکھا تھا۔

عصر حاضر کے ادیبوں اور قلمکاروں کے فتاویٰ

کرم فرماؤں نے علامہ محمد حسن اعظمی، استاد احمد ابراہیم بیک، ڈاکٹر عبدالکریم زیدان، مشہور مفکر علامہ عبدالفتاح وزیر اوقاف مصر احمد حسن، مشہور سکالر ڈاکٹر عمر فروخ، شیخ جامعہ الازہر محمود شلتوت وغیرہ کے ارشادات بھی کتاب کا حصہ بنائے ہیں۔ جبکہ کرم فرماؤں کو یاد رکھنا چاہیے تھا کہ یہ خالص ایک دینی وشرعی اصطلاح ہے جس کا حکم بیان کرنا فقہاء اور ماہرین علوم اسلامیہ کا کام ہے نہ کہ ادیبوں اور قلم کاروں کا بے شک کسی بھی ادیب وقلم کار کا اپنا درد دل اور ملت کی فلاح و بہبود کا جذبہ اس کے الفاظ میں چھپا ہوتا ہے اور وہ اصلاح احوال کیلئے اپنے خیالات کا بھرپور اظہار اپنے مضامین وتصنیفات میں کرتا ہے مگر یہ اس کی رائے اور اظہار خیال ہوتا ہے شرعی حکم نہیں جیسا کہ خود تحقیقی دستاویز والوں نے اپنی اسی کتاب کے صفحہ 127 پر لکھا ہے کہ

> ''فتویٰ وہی معتبر ہوتا ہے جو مجتہدین فقہاء کے کلام سے ماخوذ مستند ومعتمد کتب فقہ سے اخذ کیا گیا اور نقل کیا گیا ہو۔ مفتی اس کو صحیح حوالہ سے نقل کر رہا ہو تو اس کا اعتبار ہوگا ورنہ اس پر فتویٰ کا اطلاق کرنا صحیح نہیں ہوگا بلکہ کہنے یا لکھنے والے کی اپنی رائے ہوگی جو کہ بغیر سند یا نظیر کے ناقابل اعتبار ہوگی۔'' (تحقیقی دستاویز ص 127)

اسی آئینہ میں رافضی کرم فرما ذرا اپنی کتاب میں درج شدہ عبارات کا تجزیہ بھی کرلیں تو بہت ساری برف پگھل جائے گی انشاء اللہ، باقی امام اعظم، امام شافعی، اور جمہور یہ متکلمین کا وہی قول کہ اہل قبلہ کو کافر نہ ہو۔ یہ کلام موول ہے اس کا صحیح مطلب وہ ہے جو ہم گزشتہ اوراق میں عرض کر چکے ہیں اگر روافض ظاہری معنی ہی مراد لیں تو واقفی شیعہ جن کو خود کافر لکھ چکے ہیں نیز خارجی، قادیانی بھی اہل قبلہ ہیں پھر اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی کافر نہ ہوئے؟ مگر اس طرح کی عبارتیں محض دھوکہ دینے کیلئے استعمال کی جاتی ہیں جو بالکل ناقابل اعتبار ہیں۔

شیعہ دستاویز کی اندھیر نگری اور اس کی جھلک

تحقیقی دستاویز کے صفحہ 135 سے 22 صفحات پر مشتمل بلیک لسٹ مرتب کر کے سپاہ صحابہ کے کفریہ عقائد کی ایک جھلک کی سرخی جمائی گئی ہے۔

(الف) ان عبارات سے پہلے چار سطروں کی عبارت ملاحظہ کرنے کے قابل ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں کہ برادران اہل سنت کا فرض ہے کہ وہ یا ان عقائد کا اقرار کریں یا پھر اہل سنت کا نام استعمال کرنے والی سپاہ صحابہؓ کے کفر کا اعلان کریں۔ مزید لکھا ہے سپاہ صحابہ والے بھی ہمت کریں کہ یا تو ان عقائد کو تسلیم کر کے اپنے ان غلیظ عقائد کا اعلان کریں یا پھر اپنے ارتداد سے تائب ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

حاصل عبات یہ ہوا کہ

1- اہل سنت ذیل میں مذکور عقائد کا اقرار نہیں کرتے (جب ہی تو وہ مایوس شخص کی طرح ان عقائد کے اقرار پر اہل سنت کو مجبور کرنا چاہتے ہے)

2- سپاہ صحابہ والے اہل سنت میں شامل ہیں (اگر اہل سنت میں شامل نہ ہوے تو ضرور نام استعمال کرنے پر (حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی) احتجاج کرتے۔

3- اہل سنت سپاہ صحابہ کو کافر نہیں کہتے (جب ہی تو رافضی تحریر نوحہ کناں ہے)

4- سپاہ صحابہ والے بھی ذیل مذکور عقائد کو تسلیم نہیں کرتے۔ (ورنہ دعوت ہمت دینے کا کیا معنی)

محترم قارئین کرام! اس عبارت کو ذرا غور سے ملاحظہ فرما کر رافضی قلمکاروں کی بوکھلاہٹ دیکھیں کہ

یا تو ان عقائد کو تسلیم کر کے عقائد کا اعلان کریں یا اپنے ارتداد سے تائب ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ یعنی ان عقائد کو تسلیم کرنے کی صورت میں نہ توبہ کی ضرورت اور نہ ارتداد کا فتویٰ لیکن ان عقائد کو تسلیم نہ کیا جائے تو پھر ارتداد کا فتویٰ بھی ہے اور توبہ کی ضرورت بھی۔

سرخی میں ان عقائد کو کفریہ بتایا جا رہا ہے اور نیچے کی عبارت میں ان عقائد کو تسلیم نہ کرنے کی صورت میں مرتد ہونے کا فتویٰ لگا رہا ہے جس کا مطلب ارباب عقل کی سمجھ سے مخفی نہ رہے گا کہ رافضی کفریہ عقائد نہ مانتے اور تسلیم نہ کرنے پر مرتد قرار دیتا ہے لیکن اگر کفریہ عقائد کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر خیر ہے کہ رافضیوں کے بھائی بن جائیں گے۔ اس جملے کو ارباب علم غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ لفظ ''یا پھر'' غیر مسلم رافضی پارٹی کے خبث باطن کا خوب پرچار کر رہا ہے۔

(ب) ''یا تو ان عقائد کو تسلیم کریں یہ عبارت واضح کر رہی ہے کہ جن پر الزام عائد کیا گیا ہے ابھی تک انہوں نے ان عقائد کو تسلیم نہیں کیا۔ رافضی قلم کی کمائی اسی ایک جملے کی آگ میں جل کر راکھ ہوگئی ہے کہ جن عقائد کا الزام مخاطب فریق کو دیا جا رہا ہے وہ اس عقیدے کو مانتے ہی نہیں۔ (واضح رہے کہ عبارات میں تصرف کر کے جو مطالب کشید کئے گئے ہیں ان کی وضاحت ہم آئندہ سطور میں کرنے والے ہیں۔ اور جو عقیدہ کسی قوم یا فرد کے ہاں قابل تسلیم

ہی نہ ہو۔ اس عقیدے کو لے کر فتویٰ سازی کرنا یا عامۃ الناس کے مذہبی جذبات کو بھڑکانا نہ بدفطرت شخص کی خصلت ہوسکتی ہے کسی صاحب ایمان کی نہیں۔

(ج) رافضی دجل کی یہ مثال بھی ارباب اختیار ملاحظہ فرمائیں جن کا یہ گمان ہے کہ رافضی کسی کو کافر نہیں کہتے وہ تو امن کے داعی اور اتحاد کے پیغامبر ہیں تحقیقی دستاویز جو ارباب اختیار یعنی افسران بالا وممبران قومی وصوبائی اسمبلی جیسے معزز اور قومی سرمایہ قسم کے حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کیلئے لکھی گئی ہے۔ لہذا اس جیسی کتاب میں جس قدر محتاط زبان اور معتدل رویہ اپنایا جائے گا وہ کسی دوسری جگہ نہیں اپنایا جا سکتا۔ روافض کی سب سے محتاط اور معتدل ترین زبان ''اپنے ارتداد سے تائب ہوکر دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں'' ہے شائد انگریزی دان حضرات ارتداد کا مطلب نہ جان سکیں تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ روافض لوگ سپاہ صحابہ کو مرتد قرار دے رہے ہیں۔ جب یہ محتاط زبان ہے تو غیر محتاط زبان کا خود اندازہ کرلیا جائے۔

(د) روافض کا سپاہ صحابہ کے بارے میں غیر مہذب رویہ اس لئے نہیں کہ سپاہ صحابہ نے روافض کی حقیقت واشگاف کرنے کے لیے کوئی جدید فارمولا یا خود ساختہ نظریہ پیش کیا ہے بلکہ ''اکابرین امت کے نظریات کی اشاعت وتبلیغ'' ایسا سبب ہے جس نے روافض کو سپاہ صحابہ کے ساتھ ظالمانہ رویہ اپنانے پر مجبور کیا ہے، اگر کسی صاحب کو ہمارے اس عریضہ سے اختلاف ہوتو وہ روافض کی تحقیقی دستاویز کے صفحہ 135 پر دی گئی عبارات ملاحظہ کرے۔

(س) اہل علم کی خدمت اقدس میں مودبانہ عرض ہے کہ تحقیقی دستاویز والے جن عبارات کو صفحہ مذکور پر کفریہ عبارات سے تعبیر کر رہے ہیں وہ عبارات سپاہ صحابہ کے عالم اسباب میں معرض وجود میں آنے سے پہلے کی ہیں۔ یہ عبارات سپاہ صحابہ کے کفریہ عقائد کا عنوان بنا کر پیش کرنا صرف سپاہ صحابہ نہیں تمام ان حضرات کیلئے لمحہ فکریہ ہے جو دیوبندی نسبت پر فخر کرتے ہیں۔ لہٰذا روافض کے ساتھ کسی بھی طرح کا معاملہ کرتے وقت انکی وقتی چاپلوسی، مسکراہٹ، قدم بوسی، دست بوسی اور عقیدت مندانہ پہلو پیش نظر رکھنے کی بجائے انکا یہ حقیقی چہرہ سامنے رکھیں۔ باہمی معاملات میں کوئی ایسا رویہ نہ اپنائیں کہ دین اسلام اور شارحین اسلام کی ذوات قدسیہ ہی نشانہ بن جائیں۔ ہماری یہ التجاء بالخصوص ان حضرات کی خدمت میں ہے جو دیوبندی جماعتوں یا مدارس کے ارباب حل وعقد ہیں اور ان کو سپاہ صحابہ کے آہ و درد سے لبریز الفاظ میں شدت اور سختی نظر آتی ہے مگر دشمنوں کی نظریاتی غلاظت بالکل مخفی رہتی ہے۔

(ص) جیسا کہ روافض کرم فرماؤں نے اپنی تحریر میں مان لیا (جوکہ ہم حاصل عبارات میں لکھ چکے ہیں) کہ سپاہ اہل سنت ہیں اور مسلک اہل حق کے اسلاف واکابرین سے حاصل شدہ علوم وعقائد کے نہ صرف پیروکار بلکہ محافظ و پہرے دار بھی ہیں۔ سو ہم ان تمام باتوں کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم اہل سنت والجماعت، حنفی، دیوبندی ہیں اور ہمارے عقائد ونظریات میں کوئی جملہ نہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کی بے ادبی پر مشتمل ہے اور نہ ہی رسالت مآب ﷺ کی ذات اقدس طیب وطاہر کے بارے میں! اور ایسا ہر عقیدہ ونظریہ جو ذات باری تعالیٰ کے بارے میں بے ادبی پر

مشتمل ہو یا رحمت عالم ﷺ یا ان نفوس قدسیہ کے بارے میں جو محبوبان خدا و محبوبان مصطفیٰ کے عظیم منصب پر فائز ہیں ان کے بارے میں ہم اس سے نفرین و برات کا اعلان و اظہار کرتے ہیں۔

عبارات اکابر اور روافض کی ہٹ دھرمی

روافض نے جو 22 عبارات پیش کیں ہیں ان میں اکثر عبارات وہی ہیں جن کی وضاحت اکثر مواقع پر کی جا چکی ہے۔ یہ عبارات دراصل تاریخی دستاویز کے صفحہ 53 پر روافض کے کفریہ عقائد کے جواب میں تحریر کی گئی ہیں ہم ارباب انصاف کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ ان دونوں قسم کے عقائد کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرلیا جائے کہ کون کس مقام پہ کھڑا ہے۔ اور یہ کہ کس کے عقائد اسلام دشمنی پر مبنی ہیں! جو عبارات اکابرین اہل حق کی روافض نے پیش کی ہیں۔ ہم ان عبارات کی مختصر سی وضاحت محترم قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں جو حضرات تفصیل کے طالب ہیں وہ حضرت امام اہل سنت الشیخ مولانا سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم العالیہ کی عبارات اکابر ملاحظہ فرمائیں۔

1- اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔ (یک روزہ)

2- افعال قبیحہ مقدور باری تعالیٰ ہیں (یعنی ان پر اللہ تعالیٰ قادر ہے)۔ (الجہد المقل)

اول عبارت حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی کی ہے یہ مسئلہ دراصل امکان قدرت کا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے تو اسکی قدرت کے تحت کیا کچھ داخل ہے مسلک حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دست قدرت سے کوئی چیز بھی ماورا نہیں ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت ہے لیکن ایک امکان قدرت ہے اور دوسرا اس کا واقع ہونا ہے یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں چنانچہ اس جگہ پر بھی یار لوگوں نے محض دھوکہ دینے کے لئے بات کو غلط ملط کر دیا بے شک اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "ان اللہ علٰی کل شیءٍ قدیر" بے شک اللہ تعالیٰ ہر ہر چیز پر قادر ہے۔

اس آیت میں لفظ شیءٍ کے تحت ہر وہ شے داخل ہے جو چھوٹی ہو یا بڑی جسکا وجود ممکن ہے وہ شی ہے اور اللہ تعالیٰ نے علی کل شی قدیر فرمایا ہے اب مہربان ہی فرمائیں کہ کیا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک سچا نہیں؟ حالانکہ و من اصدق من اللہ قیلا۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہوسکتی ہے۔ چنانچہ حضرت گنگوہیؒ نے یہاں امکان قدرت کا مسئلہ لکھا ہے کہ افعال جیسے بھی ہوں وہ مقدور باری تعالیٰ ہیں اللہ کی قدرت سے باہر نہیں۔ رہا وقوع کا مسئلہ تو اس کے بارے میں حضرت نے یوں وضاحت فرمائی ہے۔

سوال:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذات باری تعالیٰ عز اسمہٗ موصوف بصفت کذب ہے یا نہیں؟ اور خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص خدا تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے۔ بینوا فتوجروا۔

الجواب:

ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک و منزہ ہے اس سے کہ متصف بصفت کذب کیا جاوے۔ معاذ اللہ ثم معاذ

ﷲ: اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں ہے۔ قال اللّٰہ تعالٰی و من اصدق من اللّٰہ قیلا۔

جو شخص اللہ تعالٰی کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے وہ ہرگز مومن نہیں وہ قطعاً کافر ہے اور مخالف قرآن اور حدیث اور اجماع امت کا ہے وہ ہرگز مومن نہیں۔ تعالٰی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔

البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان کا ہے کہ خدا تعالٰی نے مثل فرعون و ھامان و ابی لھب کو جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا مگر وہ اللہ تعالٰی قادر ہے اس بات پر کہ اسکو جنت دے دیوے عاجز نہیں ہو گیا قادر ہے اگرچہ ایسا اپنے اختیار سے نہ کرے گا۔ قال اللّٰہ تعالٰی و لئن شئنا لاتینا کل نفس ھداھا ولکن حق القول منی لا ملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین۔ اس آیت سے واضح ہے کہ اگر خدا تعالٰی چاہتا سب کو مومن کر دیتا مگر جو فرما چکا ہے اس کے خلاف نہ کرے گا اور یہ سب اختیار سے ہے اضطرار سے نہیں وہ فاعل مختار ہے، فعال لما یرید ہے یہ عقیدہ تمام علمائے امت کا ہے چنانچہ بیضاوی میں تحت تفسیر قولہ تعالٰی ان تغفر لھم الخ لکھا ہے کہ عدم غفران، شرک کا مقتضی وعید کا ہے ورنہ کوئی امتناع ذاتی نہیں اور یہ ہے عبارت اس کی و عدم غفران الشرک مقتضی الوعید فلا امتناع فیہ لذاتہ واللّٰہ تعالٰی اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوھی عفی عنہ۔

صفحہ 20 پر بھی مسئلہ کی وضاحت ہے کہ ایک ہے امکان کذب ایک ہے وقوع کذب۔ امکان کو وقوع لازم نہیں۔ بے شک اللہ تعالٰی کا ہمیشہ مطابق واقعہ فرمانا اور خلاف واقعہ کچھ نہ فرمانا اپنے اختیار سے ہے اللہ تعالٰی مجبور یا عاجز نہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص 20)

صفحہ 11 پر حضرت نے فرمایا بعد از سلام مسنونہ آنکہ آپ نے مسئلہ امکان کذب کا استفتاء فرمایا ہے مگر امکان کذب بایں معنیٰ کہ جو کچھ حق تعالٰی نے فرمایا ہے اس کے خلاف پر قادر ہے مگر با اختیار خود اسکو نہ کرے گا یہ عقیدہ بندہ کا ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص 11)

اس وضاحت کے بعد یہ بات واضح ہو گئی کہ یار لوگوں نے عوام کو دھوکہ دینے کیلئے امکان کو وقوع بنا ڈالا حالانکہ یہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ حضرت کے ارشاد کا مطلب وہ ہے جو حضرت نے فتاویٰ رشیدیہ کے ص 11 پر فرمایا ہے۔

2- اس سے ملتا جلتا مسئلہ افعال قبیحہ کے بارے میں ہے۔ اللہ تعالٰی سے کوئی قبیح کام کبھی صادر نہیں ہوا اور نہ ہی اللہ تعالٰی ایسا کرے گا ہے مگر کیا اللہ پاک کو اس کا اختیار و قدرت حاصل ہے بھی یا نہیں؟ اہل حق فرماتے ہیں قدرت تو حاصل ہے کیونکہ یہ کہیں کہ قدرت ہی حاصل نہیں تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالٰی عاجز ہے جبکہ یہ بات ہرگز اللہ تعالٰی کیلئے بولنا جائز نہیں لہٰذا مالک کریم قادر تو ہے مگر قدرت کے باوجود افعال قبیحہ کا ارتکاب اللہ تعالٰی نہیں فرماتے یہی بات قرآن پاک سے معلوم ہوتی ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں ہے:

''اور اگر ہم چاہیں تو لے جائیں اس چیز کو جو ہم نے تجھ کو وحی بھیجی پھر تو نہ پاوے اپنے واسطے اس کے لا دینے کو ہم پر کوئی ذمہ دار۔'' (بنی اسرائیل آیت نمبر 86)

2- اس آیت سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وحی کا علم واپس لے لے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تمام لوگوں کو ہدایت دیکر جنت بھیج دے۔ یہ دونوں باتیں قدرت خداوندی میں داخل ہیں مگر ان کا وقوع نہیں ہوا۔ ان آیات سے یہ بات سورج کی طرح واضح ہوگئی کہ امکان اور چیز ہے اور وقوع اور چیز مگر یار لوگوں نے جان بوجھ کر دھوکہ دہی کا راستہ اپنایا اور فریب خوری کو اپنا شعار بنایا۔ انصاف کے خوگر اور حق کے متلاشی ہماری گزارش غور سے سنیں۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کو سچا بھی مانا اور قادر مطلق بھی مانا ہے ہم عرض کرتے ہیں کہ اللہ کو سچا مان کر عاجز قرار دینے والے ایک طرف سے ادب تو دوسری طرف سے کفر کا ارتکاب کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ جیسے صادق ہے ویسے ہی قادر ہے۔ ہمارے اکابر نے ان دونوں پہلوؤں سے اللہ پاک سے محبت کرنے کا حق ادا کیا جبکہ یار لوگ بہک کر اوروں کو بھی بہکانا چاہتے ہیں۔

خواب اور عقیدہ

3- مولوی حسین علی واں بھچروی کا خواب دیکھنا کہ آپ ﷺ مجھے معانقہ فرما کر پل صراط پر لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ آپ پل سے گزر رہے ہیں میں نے گرنے سے بچالیا۔ (تحقیقی دستاویز)

4- خواب میں زیارت کرنے والے نے آپ ﷺ کو اُردو میں گفتگو کرتے دیکھا تو پوچھا آپ تو عربی میں فرمایا جب سے دیو بند سے ہمارا رابطہ ہوا اُردو زبان آگئی۔ (تحقیقی دستاویز)

5- **کلمہ لا الہ الا اللّٰہ اشرف علی رسول اللّٰہ۔**

اللھم صلی علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی۔ (تحقیقی دستاویز)

جواب:

(الف) مذکورہ بالا تینوں باتیں خواب کی ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اول خواب کے متعلق عرض کر دیا جائے۔

خواب کی ایک ظاہری صورت ہوتی ہے اور اس میں پنہاں ایک حقیقت ہوتی ہے جس کو ارباب تعبیر جانتے ہیں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خواب بظاہر بڑا خوشنما اور مژدہ افزا معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے اور کبھی خواب برا خطرناک یا ہولناک مناظر پر مشتمل ہوتا ہے جبکہ اس کی حقیقت یعنی تعبیر بڑی خوش آئندہ ہوتی ہے، خواب کے بارے میں بڑے عجیب وغریب واقعات پیش آتے ہیں جن کو اصحاب تعبیر نے اپنی کتابوں میں نقل بھی کیا ہے۔ علامہ ابن سیرین جو خوابوں کی تعبیر میں بڑے ماہر تھے ان کے اس بارے میں بیان کیے ہوئے عجیب وغریب قصے اور واقعات ہیں جسے حضرت اقدس امام اہل سنت رحمہ اللہ نے عبارات اکابر میں لکھا ہے۔

آپ ﷺ کی چچی نے خواب دیکھا گھبرا گئی آپ ﷺ کو بہت پریشانی کے عالم میں بتایا کہ آپ کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ خواب تو بہت اچھا ہے تعبیر یہ ارشاد فرمائی کہ فاطمہ کا لڑکا پیدا ہوگا جو تیری گود میں کھیلے گا۔ بظاہر صحابیہ پریشان اور خواب کی ظاہری صورت سے خوفزدہ ہے مگر اس کی حقیقت بہت مختلف ہے۔

خواب میں پاؤں میں بیڑیوں کا پڑا ہوا ہونا دین پر ثابت قدمی کی دلیل ہے حالانکہ بظاہر یہ ایک پریشان کن صورت حال ہے اس طرح کی کئی مثالیں عبارات اکابر ص 203 سے 205 تک ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہیں۔ اس لئے خواب کی ظاہری صورت پر کوئی حکم فٹ کرنا یا اسے عقیدہ قرار دیکر الزام تراشی کرنا نری دھوکہ بازی اور فریب کاری ہے۔

(ب) خواب کی حالت میں جو باتیں زبان سے صادر ہوتی ہیں شریعت میں انکا کوئی اعتبار نہیں۔ بالفرض اگر کسی سے حالت نیند میں کلمات کفریہ سرزد ہو جائیں تو اس پر کفر و ارتداد کا فتویٰ نہیں لگ سکتا، کیوں کہ وہ مرفوع القلم ہے چنانچہ سیدہ عائشہ الصدیقہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

تین شخص مرفوع القلم ہیں۔ (یعنی شرعی قانون کی زد سے محفوظ ہیں) سونے والا جب تک کہ وہ جاگ نہ جائے، اور جنون میں مبتلا یہاں تک کہ اس کو افاقہ نہ ہو اور بچہ جب تک بڑا (یعنی بالغ) نہ ہو جائے۔ (الجامع الصغیر ج2 ص24)

حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوقتادہؓ سے اسی طرح کی روایات مروی ہیں ان روایات کے پیش نظر حضرات فقہائے احناف نے یہ قاعدہ اخذ کیا ہے کہ نیند کی حالت میں کوئی بات کسی بھی درجہ میں قابل اعتبار نہیں۔ نہ خواب میں اسلام لانا معتبر ہے اور (معاذ اللہ) نہ کفر و ارتداد معتبر ہے اور نہ ہی نکاح و طلاق بلکہ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ نیند کی حالت کی بات پرندوں کی آواز سے کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ (شامی ج3 ص588)

عقائد خواب کی باتوں سے نہیں بنتے

مذکورہ بالا وضاحت کے بعد یار لوگوں کی بددیانتی ملاحظہ فرمایئے جو خواب کی باتوں کو عقیدہ بنا کر اہل اسلام پر الزام تراشیاں کرتے ہیں حالانکہ اثبات عقیدہ کیلئے ظنی دلیل قبول نہیں کی جاتی چہ جائے کہ خواب کی بات جس کا وزن فقہاء کے نزدیک پرندوں کی آوازوں سے زیادہ نہیں۔ ہمارے عقائد کی کتابیں الحمد للہ کسی سرمن رائے غار کے گوشہ میں چھپا کر رکھی ہوئی نہیں بلکہ کرہ ارض کے اطراف و اکناف میں موجود ہیں۔ ان کتابوں میں عقائد بڑی وضاحت سے مرقوم ہیں۔ ہر پڑھنے والا عقائد میں کہیں بھی اشرف علی رسول اللہ یا مولوی حسین علی آپ ﷺ کو پل صراط سے پکڑ کر دوسری سمت تک لیجانے والا یا آپ ﷺ کو اُردو سکھانے والا لکھا نہ پائے گا۔ ہمارے عقیدے کیلئے دلیل خوابوں کی باتیں ہرگز نہیں ہیں جیسا کہ دھوکہ بازوں نے دھوکے دیئے البتہ خوابوں کی تعبیر سے صاحب خواب کیلئے کوئی نصیحت آموز پہلو معلوم ہوتا ہے جس کا علم خواب کی تعبیر بیان کرنے والے کو ہوتا ہے چنانچہ مذکورہ بالا عبارات بھی خواب ہیں جنکی حقیقت کچھ اور ہے اور وہ بھی کوئی ڈھکی چھپی نہیں بالکل واضح اور صاف صاف کتابوں میں مذکور ہے۔

خوابوں کی حقیقت

1- مولانا حسین علی واں بھچراں نے ایک خواب دیکھا جیسا کہ مذکور ہوا تحقیقی دستاویز والوں نے اس مطلوبہ عبارت کو تو نقل کر دیا مگر اس خواب کی تعبیر جو بالکل ساتھ اسی صفحے پر لکھی ہوئی موجود تھی اسے بالکل چھوڑ دیا چنانچہ آگے کی عبارت ہے۔

کہ میں نے اس خواب کی یہ تعبیر لی کہ اس سے مراد اقامت دین اور شرک کی بیخ کنی ہے۔ یعنی اس خواب کی تعبیر یا حقیقت یہ ہوئی کہ صاحب خواب کے ذریعے اللہ تعالیٰ دین کو قوت و اقامت عطا فرمائے گا اور شرک کی جڑیں کٹیں گی۔ اب اس تعبیر کو پیش نظر رکھیے اور فرمایئے کہ کون سا کفر یا ارتداد کا جملہ اس میں چھپا پڑا ہے؟

2- دوسرے خواب میں آپ ﷺ کے اردو میں کلام کرنے پر سائل نے پوچھا اور آپ ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا کہ جب سے علماء دیوبند سے ہمارا رابطہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی۔

ہم عرض کر چکے ہیں کہ ہر خواب محتاج تعبیر ہوتا ہے اور فن تعبیر کے ماہرین ہی جانتے ہیں کہ تعبیر اور خواب کے درمیان میں کیا مطابقت اور مناسبت ہے۔ چنانچہ ارباب علم نے اس خواب کی تعبیر اردو میں احادیث نبویہ کا پھیلنا ارشاد فرمایا ہے۔ عبارات اکابر کے صفحہ 176 پر حضرت امام اہل سنت فرماتے ہیں۔ قارئین کرام اس خواب کی نہایت واضح اور روشن تعبیر صرف اسقدر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان مردِ صالح کو خواب میں یہ بتایا کہ!

میرا کلام یعنی میری احادیث اس وقت سے اردو زبان میں شائع و ذائع ہوئیں جب سے کہ دار العلوم دیوبند قائم ہوا اور اس مدرسہ کے علماء نے اپنی تقریر و تحریر اور تدریس سے اردو میں اس خدمت کو سرانجام دینا شروع کیا۔

اس سے قبل اول تو اس درجہ علوم اسلامیہ کا شیوع نہ تھا اور سلطنت مغلیہ کے زمانہ میں جو کچھ بھی ان علوم کی اشاعت ہوئی وہ بیشتر فارسی زبان میں تھی اس وقت اسلامی کتابیں ان کے شرح اور حواشی فارسی زبان میں تھے جب سے دار العلوم دیوبند قائم ہوا تمام علوم اسلامیہ کی تقریری تحریری اور تدریسی خدمت اردو زبان میں ہو رہی ہے اور اطراف عالم سے شائقین علوم دینیہ اپنی آتش شوق اس گہوارہ علم میں آکر آب شیرین سے بجھاتے ہیں۔ (عبارات اکابر ص 177-176)

محترم حضرات یہ ہے خواب کی تعبیر مگر روافض کو اس تعبیر یا کسی خواب وغیرہ کی اصل سے کیا۔ وہ تو اپنے کفر کو چھپانے کیلئے گمراہی کا ایسا طوفان برپا کرنے پر تلے ہوئے ہیں جس میں ہر صدائے حق ڈوب کر رہ جائے مگر یہ کہاں ممکن ہے کہ جسے حق تعالیٰ مجدہ نے بقاء دینا قرار دیا ہوا سے کوئی فنا کرے۔

3- **کلمہ لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ۔**

محترم قارئین کرام! یہ مذکورہ بالا کلمہ کسی بزرگ کا تعلیم کردہ یا کسی مولوی کا کسی شخص کو پڑھایا ہوا کلمہ نہیں جیسا کہ یار لوگوں نے درمیان کا ٹکڑا نکال کر عامۃ الناس کو دھوکہ دینے کیلئے تراشا بلکہ یہ ایک خواب کا قصہ ہے جس کی تفصیل صاحب خواب کی زبانی یوں ہے کہ

اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اسکو صحیح پڑھنا چاہیے اس خیال سے دوبارہ کلمہ پڑھتا ہوں دل پر یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان

سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور چند شخص حضور کے پاس تھے اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا اس لیے کہ رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن حالت بے داری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آتا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اسواسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری بار لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدراک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہی کہتا ہوں کہ **اللھم صل علی سیدنا ونبینا و مولانا اشرف علی** حالانکہ اب بے دار ہوں خواب میں نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا دوسرے روز بے داری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سی وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔ (بحوالہ عبارات اکابر ص 203)

ارباب انصاف عبارت کو ملاحظہ فرمانے کے بعد غور فرمائیں۔

1- کرم فرماؤں نے خواب کی نشاندہی کئے بغیر یہ کلمہ نقل کیا ہے۔
2- پوری عبارت کی بجائے صرف کلمہ اور درود شریف والے الفاظ لکھے۔
3- اس عبارت سے کفریہ عقیدہ تراش نکالا۔
4- حالانکہ یہ بات خواب کی ہے اور خواب کی باتوں کو عقیدہ نہیں کہا جاتا۔
5- خواب دیکھنے والے نے پوری وضاحت کی ہے کہ یہ سب کچھ بے اختیار ہوا ہے اور بے اختیار آدمی پر کوئی جبر و اکراہ نہیں ہوتا۔
6- اسی خواب والی حالت میں صاحب خواب کو آپ ﷺ کی زیارت ہوتی ہے جو اس کیلئے سعادت کی بات ہے۔

بہر حال خواب محتاج تعبیر ہے اور حضرت تھانویؒ نے یہ تعبیر ارشاد فرمائی کہ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ تم جس کی طرف رجوع کرتے ہو وہ بعونہ متبع سنت ہے۔ (عبارات اکابر)

ارباب دانش ملاحظہ فرمائیں مرید نے خواب دیکھا اس میں بے بس و مجبور ہو کر اپنے شیخ کیلئے وہ لفظ بولتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کیلئے بولے جاتے ہیں ساتھ وہ اپنی بے بسی و مجبوری کا اعتراف سارا دن رونا، چیخ مارنا، افسوس زدہ ہونا، غم میں گویا بے جان ہو جانا بھی بیان کرتا ہے اور شیخ تعبیر میں فرماتا ہے کہ یہ خواب تیرے پیر کے رسول اللہ ﷺ کے متبع، غلام اور سچے وفادار ہونے کی تسلی ہے۔ یعنی خواب کی وہ ظاہری صورت جو تم نے دیکھی ہے وہ اصل نہیں بلکہ یہ پریشان کرنے والا خواب ویسا ہی ہے جیسا کہ آپ ﷺ کی چچی نے دیکھا تھا کہ آپ ﷺ کے جسم کا ٹکڑا کٹ کر میری گود میں آ گرا مگر آپ ﷺ نے پریشان چچی کو تسلی دی تھی کہ یہ خواب اچھا ہے اب شیخ وضاحت کر رہا ہے کہ تیرا شیخ رسول اللہ ﷺ نہیں بلکہ رسول اللہ کا خادم، متبع، غلام اور محبوب ﷺ کے در کا چاکر ہے۔ فرمائیے اس میں کون سی بات کلمہ کفر ہے؟ اور کس بات سے آدمی مرتد ہو

گیا ہے؟ مگر اس بھینگے کا بندہ کیا علاج کرے جسے ایک کے دو نظر آتے ہیں اور جو اپنے بھینگے پن کو ہی سلامتی نظر قرار دے کر صحیح نظر والوں کو کوسے اور الزام دے۔

قبر پر قبہ گنبد وغیرہ بنانا

6- قبور پر گنبد اور فرش بنانا ناجائز اور حرام ہے۔

رافضی لکھاریوں نے نہ سوال پورا نقل کیا اور نہ ہی جواب لکھا ہے محض دھوکہ دینے کیلئے آدھا سوال اور محض مطالب کا جوابی جملہ لکھ کر اسے کفریہ عقیدہ ثابت کر دکھایا۔ قارئین کرام پورا سوال و جواب ملاحظہ فرما کر بددیانت رافضی کو داد دیں جو بددیانتی کی تمام حدود کو کراس کر گیا۔

سوال ایک متبع شریعت فوت ہوا اس کے مریدین و معتقدین اسکی قبر پر گنبد پختہ اور فرش پختہ بنانے پر امادہ ہیں اور اندر صرف قبر کچی رکھیں۔ اس شخص کی اولاد مانع ہے کیونکہ اس میں مظنہ شرک کا ہے۔ جیسا کہ فی زمانہ مقابر اولیا اللہ پر مشاہدہ کیا جاتا ہے تو بروز حشر اولاد پر عنداللہ مواخذہ ہوگا یا نہیں اور بعض تمثیلاً کہتے ہیں کہ جناب رسول ﷺ اور حضرت امام حسینؓ اور مجدد الف ثانی کے روضے پختہ بنے ہوئے ہیں یہ کیسے درست اور جائز ہوئے بالتشریح والتفصیل جواب تحریر کیجئے

الجواب: قبور پر گنبد اور فرش پختہ بنانا ناجائز اور حرام ہے بنانے والے اور جو اس فعل پر راضی ہوں گناہ گار ہیں اور وہ مخالفت کرنے والے ہیں جناب سرور کائنات ﷺ کی مسلم شریف میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا قبر کو چونا کرنے سے اور قبر پر عمارت بنانے سے اور قبر پر بیٹھنے سے۔ (مسلم)

دوسری حدیث صحیح مسلم میں ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

ولا قبراً مشرفاً الا سویته۔ (کہ قبر کو بلند نہ بناؤ۔)

گنبد وغیرہ کی ممانعت ان دونوں احادیث سے ثابت ہے اور قبروں کو کچی رکھنا اور اس کے گرد چبوترہ پختہ یا گنبد بنانا درست نہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ فقہ کی معتبر کتابوں میں بھی پختہ قبر بنانے اور چبوترہ پختہ بنانے اور گنبد بنانے کو درست قرار نہیں دیا گیا۔

درمختار میں ہے:

اس روایت میں قبر کے پختہ کرنے اور گنبد بنانے کی صاف ممانعت ہے۔ پس جب خود جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے قبر کے پختہ کرنے اور گنبد وغیرہ بنانے کی ممانعت ثابت ہوگئی اور اقوال فقہاء سے بھی اس کی ممانعت ہوئی۔

فقہاء نے قبر میں پختہ اینٹ تک رکھنے کو منع کیا ہے اور وجہ ممانعت شامی میں یہ بھی لکھی ہے کہ وہ آگ میں پکی ہوئی ہے۔ میت کے پاس تک نہ لائی جائے۔ **ولانه ها مسته النار فیکره ان یجعل علی المیت تفاؤلاً۔**

آگے معتقدین مریدین کو حضرت نے نصیحت فرمائی ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ج1 ص118)

اس جواب کو ملاحظہ فرما کر آپ ہی فیصلہ کریں رحمت عالم ﷺ اور وہ ہستی کہ جن سے بظاہر روافض دعویٰ محبت

بجالاتے ہیں کیا وہ کفریہ عقائد کی تلقین فرماتے ہیں۔ معاذ اللہ۔ روافض کو حیا آنی چاہیے جو حیدر کرارؓ سے بظاہر محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور پھر اسی مقدس ہستی کے مبارک ارشاد کی روشنی میں اگر دیوبند کا مفتی فتویٰ رقم کرے تو اس فتویٰ پر کفریہ عقیدہ کی سرخی بھی جما دیتے ہیں اور یوں عامۃ الناس کو گمراہ کرنے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں۔

مٹی میں ملنے کا قصہ

7- میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (تحقیقی دستاویز ص135 از تقویۃ الایمان)

الجواب:

اول صاحب کتاب کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو۔ حدیث شریف کے الفاظ نقل کرنے کے بعد صاحب تقویۃ الایمان لکھتے ہیں۔ ترجمہ: مشکوٰۃ کے باب عشرۃ النساء میں لکھا ہے کہ ابوداؤد نے ذکر کیا کہ (سیدنا حضرت) قیس بعد سعد (رضی اللہ عنہ) نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شہر میں جس کا نام حیرہ ہے سو دیکھا میں نے وہاں کے لوگوں کو سجدہ کرتے تھے اپنے راجہ کو سو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا ﷺ زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیجئے ان کو پھر آیا میں پیغمبر خدا ﷺ کے پاس پھر کہا میں نے کہ گیا تھا میں حیرہ میں سو دیکھا میں نے ان لوگوں کو سجدہ کرتے ہیں اپنے راجہ کو سو تم بہت لائق ہو کہ سجدہ کریں ہم تم کو فرمایا مجھ کو؟ بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو؟ کہا میں نے نہیں، فرمایا مت کر۔

(ف) یعنی میں ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدہ کے لائق ہوں سجدہ تو اس ذات پاک کو ہے کہ نہ مرے کبھی۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ سجدہ نہ کسی زندہ کو کیجئے نہ کسی مردہ کو نہ کسی قبر کو کیجئے نہ کسی تھان کو کیونکہ جو زندہ ہے سو ایک دن مرنے والا ہے اور جو مر گیا ہے سو زندہ تھا اور بشریت کی قید میں گرفتار پھر مر کر خدا نہیں بن گیا بندہ ہی بندہ ہے۔ (انتہی بلفظہٖ)

اس عبارت میں صاحب کتاب نے جو کچھ لکھا وہ حدیث پاک کی تشریح اور تفصیل میں لکھا ہے جس میں غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے روکنا مقصود ہے کہ لائق سجدہ صرف حی لایموت ذات ہے اور وہ صرف اور صرف اللہ جل مجدہ ہی ہے باقی تمام مرنے والے ہیں کل نفس ذائقة الموت۔ البتہ یہ الفاظ ''میں مٹی میں ملنے والا ہوں'' وضاحت طلب ہیں۔ یہاں لفظ ''میں'' بمعنی ''سے'' ہے۔ تو اب عبارت یوں ہو گی کہ ایک دن مر کر میں بھی مٹی سے ملنے والا ہوں۔ لہٰذا عبارت پر کوئی اعتراض نہیں رہتا۔ اگر کوئی صاحب یہ کہے کہ یہاں عبارت میں تو ''میں'' ہے اور تم اس کو ''سے'' بنا رہے ہو تو جواباً عرض ہے کہ ''میں'' بمعنی ''سے'' استعمال ہوتا ہے اور اردو لغات میں لکھا ہوا موجود ہے۔ نور اللغات ج 4 ص 738 میں ہے کہ لفظ 'میں'' کبھی ''سے'' کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ درخت میں باندھ دو یعنی درخت سے باندھ دو۔ اس طرح ''ملنا'' بھی اُردو لغات میں متعدد معنوں میں استعمال ہوا ہے نور اللغات میں اس کے معنیٰ ''پیوستہ ہونا، ملحق ہونا، چسپاں ہونا، ایک ذات ہونا ہے۔

جامع اللغات ج 2 ص 460 دفن ہونا، مٹی میں پڑنا۔

منیر اللغات ص 90 پر خاک میں ملنا، دفن ہونا۔

سعید اللغات (مرتبہ منیر لکھنوی) مٹی میں مل جانا، دفن ہونا۔

اس وضاحت سے عبارت کا مطلب بالکل صاف معلوم ہو گیا کہ اس کا مطلب مٹی میں دفن ہونا، مٹی کے ساتھ ملحق ہو جانا ہیں۔ چنانچہ قطب الاقطاب حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ۔ الجواب۔ مٹی میں ملنے کے دو معنی ہیں۔

1- مٹی ہو کر زمین کے ساتھ خلط ملط ہو جائے۔

2- مٹی سے ملاقی اور متصل ہو جانا یعنی مٹی سے مل جانا یہاں مراد دوسرے معنی ہیں۔'' اور جسد انبیاء علیہم السلام کا خاک نہ ہونے کے مولانا (صاحب تقویۃ الایمان) مرحوم بھی قائل ہیں۔ چونکہ مرے کو چاروں طرف سے مٹی احاطہ کر لیتی ہے اور نیچے مردہ کی مٹی سے جسد مع کفن ملاحق ہوتا ہے یہ مٹی میں ملنا اور مٹی سے ملنا کہلاتا ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ج 1 ص 9 بحوالہ عبارات اکابر)

عبارت مذکورہ کا مطلب واضح ہو جانے کے بعد ارباب انصاف بتلائیں کہ اس میں کون سا پہلو کفریہ ہے کہ جس کے ماننے سے بندہ اسلام کا دامن چھوڑ بیٹھتا ہے کیا جس پاکیزہ مٹی میں آپ ﷺ مدفون ہیں اس کے ساتھ جسد مقدس ملا ہوا نہیں؟ اور آپ ﷺ کے جسد مقدس کو مٹی کے ساتھ متصل اور ملا ہوا ماننا کیا کفر ہے؟ ارباب انصاف ہی فرمائیں ایسی مبہم عبارات پر کسی پر مرتد ہونے کا فتویٰ عائد کرنا کسی طرح بھی درست ہو سکتا ہے؟

مختار کا معنی

8- جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔

نوٹ: اس عبارت کا جواب زیر بحث باب کے بالکل آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

9- یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان)

الجواب:

تقویۃ الایمان کی پوری عبارت یوں ہے۔ قرآن پاک کی آیت و اذ قال لقمان۔ الخ

فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۃ لقمان میں جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو اور نصیحت کرتا تھا اس کو اے بیٹے میرے مت شریک بنانا اللہ کا بے شک شریک بنانا بڑی بے انصافی ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے لقمان کو عقل مندی دی تھی سو انہوں نے اس سے سمجھا کہ بے انصافی یہی ہے کہ کسی کا حق کسی اور کو پکڑا دینا اور جس نے اللہ کا حق اسکی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی۔ اور یقین کر لینا چاہیے کہ ہر مخلوق خواہ بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان بحوالہ عبارات اکابر)

عبارت مذکورہ میں حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ جو خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے وہ توحید و عبادت ہے اور خالق

کائنات کا یہ حق کسی دوسرے کو دے دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ بادشاہ کا تاج چمار کے سر پر رکھ دینا اور کون نہیں جانتا کہ یہ نا انصافی کی انتہاء ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک بنا دینا حد درجہ کی نا انصافی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ان الشرك لظلم عظیم۔

''بے شک شرک البتہ ظلم عظیم ہے۔'' (لقمان)

اس عبارت سے مقصود شرک کی قباحت و برائی کا اعلان و اظہار ہے۔ کہ جس طرح بادشاہ کے سامنے چمار بے کس و بے بس اور مجبور و لاچار اور کمزور وضعیف ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلیل و کمزور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

خلق الانسان ضعیفاً۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ تمام انسان ضعیف، عاجز، اور کمزور پیدا کئے گئے ہیں۔ باقی رہا لفظ ذلیل کا معنی اور مفہوم تو جاننا چاہیے کہ ذلیل بمعنی کمینہ اور حقیر ہی کے نہیں ہوتے بلکہ ذلیل کا معنی کمزور، ضعیف اور بے سرو سامان کے بھی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولقد نصر کم اللّٰہ ببدرو انتم اذلہ۔ (آل عمران پارہ 4)

البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے بدر کے مقام پر تمہاری مدد کی اور تم ذلیل (یعنی ضعیف، کمزور، اور بے سروسامان) تھے۔

معلوم ہوا کہ نفع ونقصان کے باب میں انسانوں کی حیثیت اللہ کے مقابل اضعف ترین ہے اور یہی بات اس عبارت سے حضرت شاہ صاحب بیان کرنا چاہتے ہیں مگر یار لوگوں کو یہ عبارت کفریہ معلوم ہوتی ہے۔ بلا شبہ شرک کے مریض شفاء کی اس تریاق کو آسانی سے ہضم کب کر سکیں گے۔ لہٰذا ہر وہ بات جو توحید باری تعالیٰ کا پرچار ہوگی۔ مشرک تعصب کی عینک لگا کر جب دیکھے گا تو اسے وہی کچھ نظر آئے گا جو اس کے باطن میں ہے۔ جیسے صاف پانی میں جھانک کر دیکھنے والے کو اس صاف پانی میں اپنی شکل نظر آتی ہے۔

حضور علیہ ﷺ کو بڑا بھائی کہنا

10۔ وہ سب انسان ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے۔ ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔ (تقویۃ الایمان)

الجواب:

مذکورہ عبارت کمال ایمانداری اور اظہار محبت کی خوبصورت تعبیر ہے مگر حقیقت حال جاننے کیلئے مکمل عبارت ملاحظہ فرمائی جائے۔

حدیث پاک کا عربی متن لکھ کر ترجمہ وتشریح یوں فرماتے ہیں:

''مشکوۃ کے باب عشرۃ النساء میں لکھا ہے کہ امام احمد نے ذکر کیا کہ بی بی عائشہؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا علیہ ﷺ مہاجرینؓ وانصارؓ میں بیٹھے تھے کہ آیا ایک اونٹ پھر اس نے سجدہ کیا پیغمبر خدا علیہ ﷺ کو سو ان کے اصحابؓ کہنے لگے اے پیغمبر خدا ﷺ تم

کو سجدہ کرتے ہیں جانور اور درخت اور سو ہم کو ضرور چاہیے کہ تم کو سجدہ کریں۔ سو فرمایا کہ بندگی کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی۔ اعبدوا ربکم و اکرموا اخاکم۔

ف- یعنی انسان سب آپس میں بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اسی کو چاہیے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء و انبیاء و امام زادہ پیر و شہید یعنی اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرماں برداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیے نہ کہ خدا کی سی۔ (تقویۃ الایمان بحوالہ عبارات اکابر)

حدیث مذکورہ میں جو یہ الفاظ ہیں۔ اکرموا اخاکم کہ تم اپنے بھائی کی (یعنی میری) تعظیم کرو۔ تو بھائی کا لفظ حضرت شاہ شہیدؒ کا اپنا نہیں حدیث پاک کا ترجمہ ہے البتہ فائدہ لکھ کر حضرت شاہ صاحب نے مطلق بھائی کے لفظ کی وضاحت کی ہے۔ اور اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے کہ حدیث پاک کے الفاظ اخاکم کا معنی تو بھائی ہے مگر اللہ پاک نے ہمارے محبوب کو بڑا مرتبہ عطا فرما کر ہمیں ان کی فرمانبرداری کا حکم دیا ہے لہٰذا آپ ﷺ کو خدا تو ہرگز نہ جانا جائے اور نہ خدا کی سی تعظیم کی جائے مگر انسانوں میں ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے لہٰذا ہم پر کہ ہم چھوٹے ہیں آپ ﷺ کی تعظیم و تکریم بجالانا واجب ہے۔

اب آپ ہی غور فرمائیں اس میں کون سا عقیدہ کفریہ ہوا؟ کیا آپ ﷺ کو بھائی کہنا کفر ہے؟ اگر یہ بات ہے تو پھر اس فرمان مصطفیٰ پر کیا گوہر فشانی کی جائے گی جس کا حضرت شاہ صاحب نے یہ ترجمہ کیا ہے؟ اور قرآن پاک و احادیث میں اخوت کا جو مادہ استعمال ہوا کیا ان قرآنی آیات و احادیث مبارکہ پر بھی یہ فتوی صادر کرنے کی ہمت کوئی مسلمان کر سکتا ہے۔

اَخ ''بھائی'' کا استعمال قرآن کریم میں

انما المومنون اخوۃ۔

کہ سب مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

حدیث پاک میں ہے:

1- **اعبدوا ربکم و اکراموا اخاکم۔**

''اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی (یعنی میری) تعظیم کرو۔''

2- آپ ﷺ نے سیدنا صدیق اکبرؓ سے ان کی لخت جگر سیدہ عائشہؓ کا رشتہ طلب کیا تو صدیق اکبرؓ نے عرض کیا۔ **انما انا اخوك۔** بے شک میں تو آپ کا بھائی ہوں۔ فرمایا **انت اخی فی دین اللہ و کتابہ** (بخاری) تم میرے کتاب اور دین کی رو سے بھائی ہو۔ (یعنی یہ اخوت نسبی نہیں) کہ رشتہ ہو جانا حلال نہ ہو۔ بلکہ یہ اخوت دینی ہے۔

ایک موقع پر فرمایا:

وددت انا قدر اننا اخواننا۔ (مسلم)

''میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ کاش ہم اپنے بھائیوں (قیامت تک آنے والے امتیوں) کو دیکھ لیتے۔''

آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو فرمایا:

اخونا و مولانا۔ (بخاری)

حضرت عمرؓ کو عمرہ پر روانہ کرتے ہوئے ان سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اشرکنا یا اخی فی دعائك و الا تنسنا۔ (ترمذی)

''اے میرے (چھوٹے) بھائی ہمیں اپنی دعا میں یاد رکھنا اور بھلا نہ دینا۔''

مذکورہ بالا روایات اور اس طرح کی کئی احادیث میں اخوۃ والا لفظ آیا ہے جس کا معنی بھائی کا ہے خود آپ ﷺ نے صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ حضرت زیدؓ اور بعد میں پیدا ہونے والی پوری امت کو بھائی کہا ہے تو کیا یہ روایات و احادیث معاذ اللہ کفریہ عقیدہ پر مشتمل ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں اس لفظ کا استعمال یہ باور کرانا ہے کہ بھائی ہونا ایسا عظیم رشتہ ہے جو دیگر تعلقات اور رشتوں پر فائق ہے۔ لہٰذا مذکورہ عبارت کو کفریہ عقیدہ قرار دینا کسی قرآن پاک و احادیث کے دشمن کا ہی کام ہوسکتا ہے اور جس کے دل میں ذرا بھی ایمان کی رتی ہو وہ محض کسی شخص سے بغض وحسد کی وجہ سے اتنا بڑا لفظ نہیں بول سکتا کہ جس کی وجہ سے رحمت کائنات ﷺ کی مبارک احادیث و فرامین پر کوئی حرف گیری ہوتی ہو یا ان کی ذات اقدس پر الزام عائد ہوتا ہو۔

نماز میں وسوسہ کا علاج

نماز میں زنا کے وسوسہ سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اس جیسے بزرگوں کی طرف خواہ رسالت مآب ﷺ ہی ہوں اپنی ہمت (خیال) کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ بدتر ہے۔
(صراط مستقیم فارسی)

الجواب:

اول صراط مستقیم جو اصل فارسی زبان میں ہے اس کے مذکورہ مقام کا پورا حصہ اردو ترجمہ میں نذر قارئین کر رہے ہیں تاکہ اعتراض کی اصلیت کھل جائے ملاحظہ ہو۔

دوسری ہدایت عبادت میں خلل انداز چیزوں کی تفصیل کا ذکر اور ان کے علاجوں کے بیان میں اس میں تین افادے ہیں۔

پہلا افادہ:

نفس اور شیطان دونوں نماز میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ نفس تو اس طرح سے کہ سستی کرتا اور اپنا آرام چاہتا ہے اور ارکان نماز کے ادا کرنے میں جلدی کرتا ہے تاکہ جلد فراغت حاصل کر کے سو رہے یا آرام کرے اور اپنی محبوب چیزوں میں مشغول ہو جائے اور نماز کے پڑھنے میں قیام اور رکوع اور سجدہ اور قعدہ مسنون طور پر نہیں کرتا بلکہ لاغر اور فاقہ زدہ کی ...

طرح کہ اس کے اعضا میں سستی اور استرخاء پیدا ہو جاتا ہے اور اپنے اعضاء کو ارکان نماز کے ساتھ بے پرواہی کی وجہ سے کیف ما اتفق یا جس طرح اس کی بدنی راحت کے مناسب ہو رکھتا ہے اور اسی طرح تپ زدہ لوگوں کی مانند حواس باطنہ کی پراگندگی اور وہم اور خیال کی پریشانی اس کے معترض حال ہو کر نماز کی طرف قوئ باطنہ اور اعضائے ظاہرہ کی توجہ میں بڑا خلل ڈالتی ہے ولیکن شیطان وسوسہ ڈال کر نماز میں خلل اندازی کرتا ہے اور نماز کی شان میں سبکی اور اس سے بے پرواہی۔ اور اس کو چنداں کار آمد نہ جاننا اس کے بدترین وساوس سے ہے اور یہ وسوسہ فرض کے استحقاق اور انکار کی وجہ سے بہت جلدی کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ وساوس کی مختلف مثالیں بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

یہ بھی نہ سمجھنا چاہیے کہ غریب مسائل کا سمجھ میں آجانا اور ارواح وفرشتوں کا کشف نماز میں برا ہے بلکہ اس کام کا ارادہ کرنا اور اپنی ہمت کو اسی کی طرف متوجہ کر دینا اور نیت میں اس مدعیٰ کو ملا دینا مخلص لوگوں کے خلوص کے مخالف ہے اور خود بخود مسائل کا دل میں آجانا اور ارواح اور فرشتوں کا کشف ان فاخرہ خلعتوں میں سے ہے جو حضور حق میں مستغرق باخلاص لوگوں کو نہایت مہربانیوں کی وجہ سے عطا ہوا کرتے ہیں پس یہ ان کے حق میں ایسا کمال ہے کہ مثال کے موقعہ پر مجسم ہو گیا ہے اور ان کی نماز ایسی عبادت ہے کہ اس کا ثمرہ آنکھوں کے سامنے آگیا ہے۔ ہاں حاجتوں کی وہ دعائیں جو باکمال نمازی سے مطلق بے نیاز کی ذات میں حاجت روائی کے منحصر ہونے کے اعتقاد کے باعث عین نماز میں صادر ہوتی ہیں۔ اس قبیل سے ہیں یعنی نماز کیلئے کمال ہے گو وہ قلیل حاجتیں معاش ہی کے متعلق ہوں اور اپنی حاجتوں کے بارے میں نفس کے ساتھ مشورے کرنا قبیح وسوسوں اور نماز کے نقصان میں سے ہے اور جو کچھ حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ نماز میں سامان لشکر کی تدبیر کیا کرتے تھے سو اس قصہ سے مغرور ہو کر اپنی نماز تباہ نہ کرنا چاہیے:

کار پاکاں راقیاس از خود مگیر　　　گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

حضرت خضرؑ کیلئے تو کشتی کے توڑنے اور بے گناہ بچے کو مار ڈالنے میں بڑا ثواب تھا اور دوسروں کیلئے نہایت درجہ کا گناہ ہے جناب فاروقؓ کا وہ درجہ تھا کہ لشکر کی تیاری آپ کی نماز میں خلل انداز نہ ہوتی تھی بلکہ وہ بھی نماز کے کامل کرنے والے کاموں میں سے ہو جاتی تھی۔ اس لیے کہ وہ تدبیر اللہ جل شانہ کے الہامات میں سے آپ کے دل میں ڈالی جاتی تھی اور جو شخص خود کسی امر کی تدبیر کی طرف متوجہ ہو خواہ وہ امر دینی ہو یا دنیاوی بالکل اس کے خلاف ہے اور جس شخص پر یہ مقام کھل جاتا ہے وہ جانتا ہے۔ ہاں بمقتضائے ظلمات بعضھا فوق بعض (یعنی اندھیرے درجے میں بعض بعض سے اوپر ہیں) زناء کا وسوسہ سے اپنی بی بی کی صحبت کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے لوگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ﷺ ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے۔ کیوں کہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی (یعنی تعلق اور لگاؤ) ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر و ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ حاصل کلام اس جگہ وسوسو کے مرتبوں کے تفاوت کا بیان کرنا مقصود ہے انسان کو چاہیے کہ آگاہی حاصل کر کے کسی مانع

کے ساتھ اللہ عزوجل کے حضور نہ رکے اور پیچھے ہٹے اور اس موقعہ پر اس خلل کا علاج اس طرح سے بیان کرنا مقصود ہے کہ ہر کس و ناکس اس کو سمجھ لے۔ انتہیٰ بلفظہٖ (صراط مستقیم بحوالہ عبارات اکابر ص 94)

محترم قارئین کرام! عبارت بالا کو ملاحظہ فرمانے کے بعد غور فرمائیں۔

1- اس عبارت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ ارواح و فرشتوں کا کشف و خیال اور خود بخود مسائل کا دل میں آجانا نماز کیلئے مضر اور مخل نہیں۔ مثلاً اگر آنحضرت ﷺ کی روح مبارک کا اور اس طرح دیگر حضرات انبیائے کرام و اولیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواح کا یا فرشتوں کا خیال خود بخود نماز میں آجائے یا خود بخود طرح طرح کے مسائل دل میں آنے لگیں تو نماز میں کچھ خلل نہیں آتا۔ حضرت شاہ صاحب کی کتاب میں یہ صراحت آپ اُن الفاظ میں پڑھ چکے ہیں اور ''خود بخود مسائل کا دل میں آجانا اور ارواح اور فرشتوں کا کشف ان فاخرہ خلعتوں میں سے ہے جو حضورِ حق میں مستغرق با اخلاص لوگوں کو نہایت مہربانیوں کی وجہ سے عطا ہوا کرتے ہیں۔'' (صراط مستقیم)

2- ایک ہے کسی چیز کا خود بخود خیال میں آجانا اور ایک ہے اپنے اختیار سے کسی دوسری طرف اپنا دھیان لے جانا ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ حضرت شاہ صاحب ان دونوں قسموں کا حکم الگ الگ ارشاد فرماتے ہیں کہ خود بخود، اپنے اختیار و تصرف کے بغیر کسی نبی و فرشتہ وغیرہ کا خیال آگیا تو یہ کمال درجے کی عطائے خداوندی بڑی نعمت اور عظیم مرتبہ کی بات ہے جو با اخلاص لوگوں کو ہی نصیب ہوتی ہے۔ جبکہ خود بخود اپنے تصرف سے نماز کی چیزوں سے دھیان پھیر کر غیر اللہ کی طرف متوجہ ہونا نماز کیلئے مضر ہے۔ اس لئے کہ جب کسی نے اپنے ارادہ و اختیار سے اپنی پوری توجہ غیر اللہ کی طرف پھیر دی تو جس کی بندگی میں یہ مصروف تھا اس ذات حق کی طرف اس سے غفلت برتی اور بے پرواہی کا مظاہرہ کیا اور یہ کھلی بات ہے کہ جب اپنے مالک سے یہ رخ موڑے گا تو اب یہ عبادت عبادت نہ رہے گی اور نماز نماز نہ ہوگی۔ حضرت شاہ صاحب نے صرف ہمت کو مضر نماز بتایا ہے کہ خود اپنے اختیار سے نماز میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے علاوہ کسی کا دھیان دل میں نہ آنے دینا چاہیے اور یہی وہ کیفیت احسان ہے جس کا ذکر مشہور حدیث جبریل میں ہے جب حضرت جبرائیل نے احسان کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔

یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کر گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے پس اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا (یعنی یہ درجہ تجھ کو حاصل نہ ہو) تو بے شک وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ (بخاری حدیث جبریل)

احسان کی یہی وہ کیفیت ہے جس کے حصول کا حضرت شاہ صاحب طریقہ ارشاد فرما رہے ہیں۔ مگر یار لوگوں کو نماز میں کیفیت احسان ہی کفریہ عقیدہ نظر آنے لگا۔ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم)

3- انسان کے دل میں جو خیال پیدا ہوتے ہیں وہ تمام ایک جیسے نہیں۔ کچھ خیالات ایسے محبوب و مرغوب کے ہوتے ہیں کہ جب توجہ اس کی طرف جائے تو وہ محبوب ذات خیال میں ایسے جم جاتی ہے کہ انسان دنیا و مافیھا سے بے نیاز ہو جاتا ہے جب کوئی محبوب کے خیال میں گم ہو جائے تو ایسے ہو جاتا ہے گویا اس جہاں میں ہے ہی نہیں۔ جبکہ کچھ

خیال ناپسندیدہ ہوتے ہیں جنکی طرف توجہ کا جانا فوری لوٹنے کا باعث بن جاتا ہے نمازی کا مقصود ادائیگی نماز کے ذریعے قرب خداوندی حاصل کرنا اور فریضہ کی کامل طرح سے ادا کرنا ہے لہٰذا نماز کی حالت میں نمازی کیلئے صفت احسان کے حصول کا ایک طریقہ حضرت شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ محبوب ترین ذات کی طرف صرف ہمت نہ کرے یعنی اپنے خیال کو زور اور اپنے ارادہ سے ان کی طرف نہ پھیرے کہ محبوب کا خیال بندے کو پوری طرح اپنی ذات میں سمیٹ لیتا اور مستغرق کر لیتا ہے اور [illegible] محبوب [illegible] کامل [illegible] محبین [illegible] کمالات کے مالک حضرت نبی کریم ﷺ کی مبارک ومحبوب ہستی کی طرف کوئی بندہ اپنے خیال کو پھیر لے گا تو وہ گم ہو کر رہ جائے گا۔ اور پھر جب نمازی ذات محبوب کبریا ﷺ میں مستغرق ان کے خیالوں میں محو اور ان کی محبت بھرے احوال کی سیر کر رہا ہوگا تو نماز کی ادائیگی اور اس کا شغف، صفت احسان اور ذات حق کی طرف توجہ کا حصول بھلا کہاں باقی رہے گا؟۔ لاشک محبوب کبریا ﷺ کی پاک ذات میں گم رہنا زندگی اور اپنے محبوب ﷺ کی ہر ادا کا اپنانا طریق بندگی اور زندہ دلی ہے مگر نماز میں احوال محبوب ﷺ کی طرف اپنے کو متوجہ کرنا اور جس کی بارگاہ میں حاضر ہوا اسے بھلا دینا اللہ تعالیٰ کے حضور ادائیگی فریضہ میں کوتاہی ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے مذکورہ باب میں جہاں ادائیگی نماز میں کی کوتاہی سے بچنے کے طریقے بتائے ہیں وہاں یہ بھی بتایا ہے کہ کس کا خیال محبوب اور کس کا غیر محبوب ہے گویا حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت میں آپ ﷺ کے ساتھ اپنے محبت بھرے تعلق کا اظہار کیا جسے یار لوگ تعصب کی خوردبین سے دیکھ کر کفر اور نا معلوم کیا سے کیا جانتے اور مانتے ہیں۔

4۔ صراط مستقیم کی اس عبارت میں وساوس کے مختلف درجات بیان کئے گئے ہیں کہ بعض وساوس کا خطرہ کم اور بعض کا زیادہ ہے مثلاً زنا کے خیال سے اپنی منکوحہ بیوی کے ساتھ جماع کا خیال بہتر ہے کیونکہ منکوحہ بیوی سے جماع کا خیال اگرچہ نماز میں برا ہے لیکن ہے تو فی نفسہٖ حلال چیز کا خیال۔ جب کہ اس کے مقابلے میں زنا جو سرے سے حرام ہے اس کا خیال اول خیال سے دوگنا بدتر ہوا کہ ایک حرام اور دوسرا نماز میں اس کا خیال آنا دو مصیبتوں کو جمع کرنے والا ہے۔ اسی طرح دنیاں کی حقیر چیزوں گاؤ خر کے خیال میں منہمک ہونا اس لحاظ سے کم خطرہ کی چیزیں ہیں کہ یہ کسی کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ نہیں ہیں جنہیں فوراً ذہن سے جھٹک دینے کی کوشش ہوتی ہے بخلاف محبوب اور پسندیدہ چیز کے کہ اس میں خیال کو لگا دینا اس میں منہمک کر دینا ہے۔

اب خدا کو معلوم روافض کو اسمیں کون سی بات کفریہ عقیدہ نظر آئی حالانکہ یہاں ادائیگی نماز میں نفس اور شیطان کے وساوس سے بچنے کی تدبیریں بتا کر بندے کا اللہ تعالیٰ سے محبوبانہ رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی بلکہ بتایا گیا کہ نماز میں اپنے تصرف سے اپنی محبوب ترین ذوات کی طرف دھیان لگا کر اپنا دھیان اور توجہ کو حق تعالیٰ شانہ سے نہ پھیر بیٹھو اور بالفرض کبھی شیطان سروں پر سوار ہو کر زنا کا خیال دل میں ڈالنے پر لگ جائے تو اپنی بیوی کی طرف اپنا خیال پھیر کر زنا جیسے قبیح اور بدترین خیال سے اپنے دل کو پاک رکھو۔ مگر کرم فرماؤں کو یہ کہا ہوا کفر نظر آیا۔ بہت سوچا کہ آخر وجہ کیا ہوگی تو خیال

میں آیا کہ یہ جو بیوی کی طرف خیال لوٹانے کا لکھا ہے اور متعہ کا کوئی نام ہی نہیں لیا شائد اس پر برانگیختہ ہو کر فتویٰ کی توپ اہل حق کی طرف پھیر کر فائر کرنا شروع کر دیئے۔

12-ختم نبوت کا مسئلہ

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (تحذیر الناس)

الجواب:

حضرت نانوتوی علیہ السلام تحذیر الناس میں خاتم النبین پر طویل علمی بحث فرمانے کے بعد ص 12 پر ارشاد فرماتے ہیں۔ عرض پرداز ہوں کہ اخلاق خاتم اس بات کو مقتضی ہے کہ تمام انبیاء کرام کا سلسلہ نبوت آپ ﷺ پر ختم ہوتا ہے جیسے انبیاء گزشتہ کا وصف نبوت میں حسب تقریر مسطور اس لفظ سے آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کا اس وصف میں سے کسی کی طرف محتاج نہ ہونا اس میں انبیاء گذشتہ ہوں یا کوئی اور اس طرح فرض کیجئے آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین میں یا کسی اور زمین میں یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا اور اس کا سلسلہ نبوت بہر طور آپ پر ختم ہوگا اور کیوں نہ ہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے اور جب علم ممکن للبشر ہی ختم ہو گیا تو پھر سلسلہ علم و عمل کیا چلے۔

آگے فرماتے ہیں:

ہاں اگر خاتمیت بھی اوصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا ہیچمند ان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ ﷺ اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی ﷺ نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء علیھم السلام کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اس زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ الخ۔ (تحذیر الناس ص 26)

مسئلہ ختم نبوت اور حضرت نانوتویؒ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ علمی اور تحقیقی طور پر مسئلہ ختم نبوت پر بحث کرتے ہوئے محدثانہ، فقیہانہ اور متکلمانہ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر منطقیانہ انداز میں ٹھوس دلائل اور واضح براہین کے ساتھ امام الانبیاء کی ختم نبوت ثابت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ختم نبوت کے ۳ درجات اور مراتب ہیں:

1- ختم نبوت مرتبی۔
2- ختم نبوت مکانی۔
3- ختم نبوت زمانی۔

مکان اور زمانہ کے اعتبار سے آپ ﷺ کا خاتم النبین ہونا مسلم و مشاہدہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ ان میں اعلیٰ درجہ ختم نبوت مرتبی ہے جو علت ہے۔ ختم نبوت زمانی کیلئے اور آنحضور ﷺ بایں معنی خاتم النبین ہیں کہ نبوت کے تمام درجات و

مراتب اور کمالات آپ ﷺ پر ختم ہیں اور ساری کائنات میں آپ سے اوپر کسی اور انسان کا درجہ نہیں ہے اور فرماتے ہیں یہ تینوں درجات دلیل مطابقی کے طور پر ثابت ہیں۔ صرف ختم نبوت زمانی ہی دلیل مطابقی کے طور پر ثابت نہیں جیسا کہ عوام میں معروف ہے کہ اس سے آپ ﷺ کی پوری فضیلت ثابت نہیں ہوتی فرماتے ہیں بالفرض آپ کے زمانہ میں کوئی اور نبی آجائے یا بالفرض آپ کے بعد کوئی اور نبی پیدا ہو جائے تب بھی آپ کی ختم نبوت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ اس لئے کہ نبوت کا ہر مرتبہ آپ پر ختم ہے: لیکن یہ تو محض ایک تعبیر ہے جو ختم نبوت مرتبی کے درجہ اور مرتبہ کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے اختیار کی گئی ہے ورنہ آپ کی ختم نبوت زمانی کا منکر بھی ویسا ہی کافر ہے جیسا کہ فرائض وغیرہ کی رکعات کا منکر کافر ہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ جو اس مسئلہ میں تاویل کرے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

یہ خلاصہ ہے اُن عبارات کا جو تحذیر الناس و دیگر کتابوں میں موجود ہیں۔ ختم نبوت کے مسئلہ پر تمام پہلو سامنے رکھ کر جو عالمانہ بحث مذکورہ کتاب میں کی گئی ہے اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ حتیٰ کہ بالفرض والمحال کے درجہ میں جو کچھ صورتیں ہو سکتی تھیں ان کو بھی سامنے رکھ کر سورج کی طرح مسئلہ کو واضح کر دیا مگر یار لوگوں نے اس کو بھی کفریہ عبارت قرار دے ڈالا۔ جس جملہ کو پرزور طریقہ سے اچھالا گیا وہ "بالفرض" کے جملہ فرضیہ کے تحت لکھا گیا ہے اور معمولی علم رکھنے والے لوگ بھی جانتے ہیں کہ "بالفرض" کہہ کر جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ محض ایک فرضی جملہ ہوتا ہے لہٰذا بالفرض کے بعد لکھی ہوئی عبارت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ واقعی آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے چنانچہ حضرت نانوتویؒ نے خود مختلف مقامات پر اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

1- خاتمیت زمانی اپنا دین اور ایمان ہے ناحق تہمت کا البتہ کوئی علاج نہیں۔ (مناظرہ عجیبہ ص 39)

یعنی آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ہماری ایمان کا ضروری جز ہے اور جو تہمت ہم پر لگائی گئی ہے وہ محض تہمت ہے حقیقت نہیں جس کا علاج ہمارے پاس نہیں۔

مناظرہ عجیبہ کی چند عبارات ملاحظہ ہوں۔

1- حضرت خاتم المرسلین ﷺ کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے۔ (مناظرہ عجیبہ ص 3)

2- ہاں یہ مسلم ہے کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے۔ (ص 39)

3- بلکہ اس سے بھی بڑھ کر لیجئے۔ (تحذیر الناس) صفحہ نہم کی سطر دہم سے لے کر صفحہ یازدھم کی سطر ہفتم تک وہ تقریر لکھی جس سے خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی اور خاتمیت مرتبی تینوں بدلالت مطابقی ثابت ہو جائیں اور اسی تقریر کو اپنا مذہب مختار قرار دیا۔ (مناظرہ عجیبہ ص 50)

5- خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے۔ (ص 3)

6- اپنا دین و ایمان ہے کہ بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔ (مناظرہ عجیبہ 103)

حضرت موصوف کی یہ واضح عبارات کس قدر صفائی کے ساتھ عقیدہ ختم نبوت کی صراحت وضاحت کر رہی ہیں اب اس وضاحت کے بعد بھی محض فرضی جملہ کو حقیقی اور واقعاتی جملہ قرار دے کر بہتان تراشی کرنا بھلا کسی خوف خدا رکھنے والے کا کام ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ ایک عالمانہ اور محققانہ جملے کو کہ تمام احتمالات کا قلع قمع کر کے ختم نبوت کا ٹھوس عقیدہ مضبوط بنیادوں پر ثابت کر رہا ہے۔ طفل ناداں نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے الزام تراشیاں کرنے پر تل گئے ہیں۔ اب اس میں قصور راسخ فی العلم اور عالم ربانی حضرت نانوتوی کا نہیں ان ناداں مسند نشیں جبہ پوشوں کا ہے جو عالمانہ زبان سے آگاہی نہیں رکھتے اور دعویٰ غزالی دوراں ہونے کا کرتے ہیں۔ بہر حال عبارت بالا سے جن مریضان رفض نے کفریہ عقیدہ تراشا انہیں کسی روحانی ہسپتال میں علاج کی اشد ضرورت ہے۔

13-عالم الغیب کا مسئلہ

حضرت تھانویؒ کی حفظ الایمان سے جس عبارت کو لیکر اسے کفریہ عقیدہ قرار دیا گیا اول وہ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ﷺ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایک بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہوسکتا ہے اور التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔'' (حفظ الایمان ص9)

محترم حضرات! عبارت بالا پڑھیئے اور فرمایئے اس میں کون سی بات خلاف حقیقت اور عقیدہ کفریہ پر مشتمل ہے؟ یار لوگوں نے جس عبارت کی نشاندہی کی ہے کہ اس میں حضور اکرم ﷺ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر وغیرہ کو حاصل ہے اس میں لفظ ''ایسا'' محض سینہ زوری سے برابر یا تشبیہ کے معنیٰ میں لیا گیا ہے ورنہ لفظ ''ایسا'' متعدد معنیٰ کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ امیر مینائی کی کتاب امیر اللغات میں لفظ ''ایسا'' کی تحقیق یوں مرقوم ہے۔

1- اس قسم کا۔ اس شکل کا۔ فقرہ ایسا قلمدان ہر ایک سے بننا دشوار ہے۔

محبوب نہیں باغ جہاں میں کوئی ایسا بو رکھتا ہے گل ایسی نہ لذت ثمر ایسی

2- اس قدر، اتنا۔ فقرہ ''اتنا مارا کہ آدھموا کر دیا''۔

اس بارہ کش کا جسم ہے ایسا لطیف وصاف زناد پر گمان ہے موج شراب کا

(امیر اللغات ج ۲ ص ۳۰۲)

لفظ ایسا سے اس قسم کا یا اس قدر یا اتنا ان میں سے کوئی سا معنیٰ لیں تو حضرت تھانوی کی عبارت بالکل صاف اور بے

داغ نظر آتی ہے کہ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کی کیا تخصیص ہے ایسا یعنی اس قدر علم غیب کہ جس کے اعتبار سے تم آنحضرت ﷺ کو عالم غیب کہتے ہو اور اطلاق لفظ عالم الغیب کیلئے جتنے اور جس قدر علم غیب کی ضرورت سمجھتے ہو یعنی مطلق بعض مغیبات کا علم تو زید وعمر وغیرہ کو بھی حاصل ہے تو چاہیے کہ معاذ اللہ سب کو عالم الغیب کہا جائے کیونکہ قائلین کے نزدیک کسی کے عالم الغیب کہنے کیلئے محض اتنا ہی کافی ہے کہ اس کو غیب کی کسی نہ کسی بات کا علم ہو اور زید وعمر وغیرہ کو بھی بعض مغیبات کا علم ہے۔ حضرت تھانوی کی ہرگز یہ مراد نہیں کہ آپ ﷺ کے علم کے مساوی اور برابر علم زید وغیرہ کو حاصل ہے۔ جس کی بعض دیگر مقامات پر خود حضرت تھانوی نے تصریح فرمادی ہے حضرت مولانا سید مرتضی حسنؒ نے حضرت اقدس مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں چند سوالات لکھے۔ حضرت نے ان کا جواب لکھا تھا وہ ملاحظہ ہو۔

الجواب:

مشفق مکرم سلمہم السلام علیکم آپ کے خط کے جواب میں عرض کرتا ہوں میں نے خبیث مضمون (آپ ﷺ کی اہانت والا) کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ (وہم) نہیں گزرا۔ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے (کہ غیب کی باتوں کا علم زید وعمر کو آپ ﷺ کے مساوی ہے) اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی...... مناسب سمجھتا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت کی مزید توضیح کروں جس کی بنا پر یہ تہمت مجھ پر لگائی گئی ہے گو وہ خود بھی بالکل واضح ہے۔ اول میں نے دعویٰ یہ کیا ہے کہ علم غیب جو بلا واسطہ ہو وہ خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور جو بواسطہ ہو وہ مخلوق کیلئے ہوسکتا ہے۔ مگر اس سے مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں اس دعوے پر دو دلیلیں قائم کی ہیں وہ عبارت دوسری دلیل کی ہے جو اس لفظ سے شروع ہوتی ہے پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا محض اس بنا پر کہ علوم غیبیہ بواسطہ حاصل ہیں (اس وجہ سے)۔ آپ کو عالم الغیب کہنا اگر صحیح ہو تو اس سے اگر کل غیر متناہیہ مراد ہوں تو وہ نقلاً وعقلاً محال ہے اور اگر بعض علوم مراد ہوں گو وہ ایک ہی چیز کا علم ہو اور گو وہ ادنیٰ ہی درجہ کی ہو تو اس میں حضور ﷺ کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید وعمر وغیرہ کیلئے بھی حاصل ہے تو ایسا کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا علم واقع میں حضور اقدس ﷺ کو حاصل ہے نعوذ باللہ منہا، بلکہ مراد اس لفظ ایسا سے وہی ہے جو اوپر مذکور ہے یعنی مطلق بعض علم گو وہ ایک ہی چیز کا ہو گو وہ ادنیٰ درجہ ہی کی ہو۔ انتہیٰ بلفظہ!

اس وضاحت سے معلوم ہوگیا کہ یار لوگوں نے جو مطلب تراشا ہے وہ ان کے اپنے دماغ کی کرشمہ سازی اور ان کے اعمال کی کمائی ہے۔ حضرت تھانویؒ کی نہ وہ مراد ہے اور نہ ہی اس خانہ ساز مفہوم کا کبھی شائبہ ان کے دل میں گزرا۔ اپنے تراشیدہ مفہوم کو بزرگان دین کے ذمہ لگا کر کفر کی مشین گن کا فائر کھول دینا بددیانت لوگوں کا کام ہوتا ہے ورنہ سنجیدہ مزاج ایسی واہی تباہی سے اپنا دامن صاف ہی رکھتے ہیں۔

14- علم کی بحث

ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم اپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر ہو چہ

جائے کہ زیادہ۔

الجواب:

مذکورہ عبارت حضرت الشیخ مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی براہین قاطعہ سے لی گئی ہے جو ایک کتاب کی عبارت کے رد میں تحریر کی گئی۔ مکمل عبارت درج ذیل ہے:

قولہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کا یہ ہے۔ اقول عقیدہ اہل سنت کا یہ ہے کہ کوئی صفت صفات حق تعالیٰ کی بندہ میں نہیں ہوتی اور جو کچھ صفات کا ظل کسی کو عطاء فرماتے ہیں اس سے زیادہ ہرگز کسی میں ہونا ممکن نہیں۔ سمع و بصر علم وتصرف حق تعالیٰ کا حقیقی ہے اور مخلوق کا مجازی لیس کمثلہ شیء (الایہ) پھر جس کو جس قدر کوئی علم وقدرت وغیرہ عطا فرمادیا اس سے زیادہ وہ ہرگز نہیں بڑھ سکتا شیطان کو جس قدر وسعت دی اور ملک الموت کو اور آفتاب ومہتاب کو جس وضع پر بنایا ہے اس سے زیادہ کی ان کو کچھ قدرت نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے بہت اعلیٰ و افضل ہیں۔ مع ھذا علم کا مکاشفہ ان کو خضر علیہ السلام سے بہت کم تھا اور پھر جس قدر حضرت خضرؑ کو ملا اس سے زیادہ پر وہ قادر نہ تھے اور حضرت موسیٰؑ کو باوجود افضلیت کے نہ ملا۔ تو حضرت خضرؑ مفضول کے برابر بھی اس علم مکاشفہ کو پیدا نہ کرسکے پس آفتاب ومہتاب کو جو اس ہیئت وسعت نور پر بنایا اور ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں اول تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جاویں بلکہ قطعی ہیں قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں لہٰذا اس کا اثبات اس وقت قابل التفات ہو جب مولف قطعیات سے اس کو ثابت کرے اور خلاف تمام امت کے ایک قیاس فاسد سے عقیدہ خلق کا اگر بیان کیا جائے تو کب قابل التفات ہوگا؟

دوسرے قرآن وحدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے پس اس کے خلاف کس طرح قبول ہوسکتا ہے۔ بلکہ یہ سب قول مولف کا مردود ہوگا خود فخر عالم ﷺ فرماتے ہیں۔ و اللّٰہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم۔ (الحدیث)

اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں اور مجلس نکاح کا مسئلہ بھی بحر الرائق وغیرہ کتب سے لکھا گیا ہے۔

تیسرے اگر افضلیت ہی موجب اس کی ہے تو تمام مسلمان اگرچہ فاسق ہوں خود مولف بھی شیطان سے افضل ہیں۔ تو مؤلف سب عوام میں بسبب افضلیت کے شیطان سے زیادہ نہیں تو اس کے برابر تو علم غیب بزعم خود ثابت کر دیوے اور مولف خود اپنے زعم میں تو بہت بڑا اکمل الایمان ہے تو شیطان سے ضرور افضل ہو کر اعلم من الشیطان ہوگا (معاذ اللہ) مؤلف کے ایسے جہل پر تعجب بھی ہوتا ہے اور رنج بھی کہ ایسی نالائق بات منہ سے نکالنا کس قدر دور از علم وعقل ہے۔

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی

فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے اور خاصہ کی تعریف تہذیب منطق پڑھ کر مؤلف نے یاد کر کے بے تہذیبی عقیدہ کی اختیار کی۔ مگر فہم سے ماشاء اللہ ہنوز بہت دور ہیں خاصہ حق تعالیٰ کے علم کا یہ ہے کہ اس کا علم ذاتی حقیقی ہے کہ جس کا لازم احاطہ کل شی کا ہے اور تمام مخلوق کا علم مجازی ظلی کہ قدر عطاء کی حق تعالیٰ کی طرف سے مستفاد ہے پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کا تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائے کہ زیادہ۔

(البراہین قاطعہ ص 50 از عبارات اکابر ص 157 تا 159)

قارئین کرام مذکورہ عبارت کو ملاحظہ فرمائیں اور بار بار پڑھیں پھر فرمائیں کہ حضرت خضرؑ کا مکاشفہ والا علم جو اپنے سے افضل حضرت موسیٰ کے سامنے انہوں نے ظاہر فرمایا کیا یہ بات خلاف حقیقت اور کفریہ عقیدہ ہے؟۔ یا ملک الموت کا تمام مخلوق سے آگاہ ہونا اور مشرق تا مغرب شمال تا جنوب پورا جہاں ایک تھال کی مانند ان کے سامنے ہونا خلاف واقعہ اور عقیدہ کفریہ ہے؟ یہ الزام کہ ملک الموت کو آپ ﷺ سے بڑا عالم قرار دیا گیا ہے محض حماقت اور عقل دشمنی کی زندہ مثال ہے کہ عبارت میں جملہ ''ان امور میں'' واضح کر رہا ہے کہ تمام علوم مراد نہیں خاص وہ علم جس کا تعلق ملک الموت کے اپنے فن سے ہے کہ اس فن میں وہ ماہر ہے اور کسی ایک فن میں ماہر ہو جانا مطلق عالم ہونے کی علامت نہیں ورنہ یہ کہنا پڑے گا کہ عالم چونکہ جوتا بنانا نہیں جانتا اس لیے یہ عالم نہیں یا اس کا مرتبہ کم ہے یا کوئی یہ کہے کہ نائی بال کاٹنے میں ماہر ہے جبکہ قاری صاحب کو بال کاٹنے کا پتہ ہی نہیں'' اور دوسرا شخص کہہ دے کہ آپ نے قاری صاحب کی توہین کر دی ہے۔ یہ کہنا بالکل درست نہیں۔ ایک عام آدمی بھی جانتا ہے کہ درزی، نائی، موچی وغیرہ اپنے خاص فن میں اگرچہ ماہر ہیں اور عالم یا قاری کو یہ فن نہیں بھی آتے اور بال بنوانے میں وہ نائی کی خدمت حاصل کرتا ہے مگر اس کے باوجود بڑا مرتبہ اور اونچی شان عالم اور قاری ہی کی ہے۔ یہاں بھی ان امور میں مؤلف واضح کر رہا ہے کہ کسی خاص فن میں ملک الموت کی معلومات زیادہ ہوں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ فخر موجودات ﷺ سے بڑا عالم اور ذی مرتبہ ہوا۔

محترم قارئین یہ ہے وہ عبارت جس کو یار لوگ کفریہ عقائد کا پیش خیمہ قرار دیتے ہیں حالانکہ اس میں سوائے اظہار حقیقت اور عین واقعہ کلام کے کچھ بھی نہیں مگر ناس ہو تعصب اور حسد کا کہ یہ مرض جن کو لگ جاتا ہے وہ دونوں جہانوں ذلت کا طوق گلے میں ڈالے بغیر نہیں چھوڑتا۔

15- مرثیہ گنگوہی کا شعر

پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا راستہ   جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق وشوق عرفانی

جواب:

حضرت گنگوہی کا یہ شعر خالص تصوف کی زبان میں منظوم ہے پس جو شخص علم اخلاق سے ناواقف اور تصوف و تزکیہ سے بے بہرہ ہے وہ تو جہالت کے اندھیرے میں ہر ایسی بات کہہ سکتا ہے جو جاہلوں کا وطیرہ اور ان کی عام روش ہے البتہ تصوف

وتزکیہ سے واقف اربابِ علم اس خالص علمی واخلاقی منہج پر منظوم شعر سے کمال فی التصوف کا علم حاصل کرتے ہیں۔ اتنی بات تو ہر صاحب علم جانتا ہے کہ کسی بھی فن میں اس فن کے ماہر کی بات معتبر ہوتی ہے: لہٰذا تصوف کے اسی مسئلہ میں بھی ماہرین علم اخلاقؒ کی بات ہی قابل اعتبار ہوگی۔ ماہر فن کے مقابلے میں جاہل بلکہ اجہل کی بات پر کوئی عقل سے پیدل تو اعتبار کر سکتا ہے، عقل منداور ذی فہم شخص ہرگز اعتبار نہیں کر سکتا۔ اس شعر کے بارے میں اربابِ فن اور ماہرین علم تصوف کا فرمان یہ ہے کہ یہ ''حصولِ مطلب'' میں کمال کا درجہ ہے جو بندگان خاص کو حاصل ہوا کرتا ہے۔ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہٗ کے ملفوظات میں ہے۔ ۷۰۷ھ ۳ شعبان بروز اتوار کی مجلس میں حضرت خواجہؒ نے ارشاد فرمایا:

''خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز ایک دفعہ عید کی رات کو اپنی خانقاہ میں تشریف فرما تھے اور چار اشخاص مردانِ غیب میں سے ان کی خدمت میں حاضر تھے (حضرت نے) ان میں سے ایک کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ کل عید کی نماز تم کہاں پڑھو گے؟ اس مرد نے کہا مکہ مبارک میں۔ اس کے بعد دوسرے سے پوچھا تم کہاں ادا کرو گے؟ وہ مرد بولا کہ مدینہ معظمہ میں۔ اس کے بعد تیسرے سے دریافت کیا کہ تم کہاں پڑھو گے؟ اس نے جواب دیا کہ بیت المقدس میں۔ پھر چوتھے سے پوچھا گیا کہ تم کہاں پڑھو گے؟ وہ آداب بجا لایا اور عرض کی بغداد ہی میں، اپنے خواجہ کے ساتھ! خواجہ نے اس کے بارے میں اس طرح فرمایا تو ان سب سے زیادہ زاہد ہے عالم ہے اور افضل ہے۔''

(فوائد الفواد، ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاءؒ جمع کردہ، خواجہ امیر حسن علا سجزی دہلویؒ ترجمہ: خواجہ حسن ثانی نظامی دہلوی مجلس اول ص ۱۵۷ مطبوعہ الفیصل اردو بازار لاہور)

ناقص اور تصوف سے جاہل لوگ تو حضرت جنید بغدادیؒ کے اس ارشاد کو کسی اور نظر سے دیکھیں گے کہ دیکھو جی مکہ مکرمہ میں نماز پڑھنے کا ثواب تو لاکھ نماز کے برابر ہے اس مکہ مکرمہ میں نماز عید ادا کرنے والے کو اعلم افضل ازہد نہ فرمایا اور حضرت جنیدؒ کے ساتھ جو نماز عید ادا کرنا چاہتا ہے اس کو یہ سب القاب نوازے جا رہے ہیں مگر ارباب دانش جانتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ کا فرمان ''وحدت مطلب'' کی تشریح و توضیح ہے۔ جو تصوف وتزکیہ سے تعلق رکھنے والوں کی سمجھ میں آ سکتی ہے۔ تزکیہ سے عاری لوگ اسے کیا جانیں۔

فوائد الفواد کے صفحہ ۲۹۴ پر اٹھائیسویں مجلس میں ہے۔ فرمایا:

''شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کے انتقال کے بعد مجھ پر حج کے اشتیاق نے بہت ہی غلبہ کیا۔ اپنے آپ سے کہا کہ چلو پہلے اجودھن شیخ کی زیارت کو جاؤں۔ القصہ جب شیخ الاسلام کی زیارت میسر آئی مجھے میرا وہ مقصود حاصل ہوگیا (بلکہ) کچھ اور بھی ملا۔ دوبارہ پھر یہ آرزو ہوئی اور پھر شیخ کی زیارت کو گیا اور یہ آرزو پوری ہو گئی۔ (فوائد الفواد مترجم ص ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۸ ویں مجلس)

معلوم ہوا تصوف کے اس مسئلہ میں ماہرین فن اپنے شیخ کے قرب کو حصول مطلب میں کمال قرار دیتے ہیں نا کہ اس

محبت شیخ اور قرب کی کوشش و چاہت کو وہ کفر قرار دیتے ہیں اور نہ ہی ناجائز بلکہ یہ سالک کے لیے نعمت عظمٰی ہے۔ مگر دشمنانِ اخلاق وتصوف اور تزکیہ کے ویریوں کو کیا نام دیا جائے جو اس ''وحدت مطلب'' پر کفر کے فتوے لگا کر اولیاء اللہ کو بدنام کرتے اور دُکھ پہنچاتے ہیں۔ ''وحدت مطلب'' کی اصطلاح چونکہ عام لوگوں کی سطح معلومات سے اوپر درجے کی چیز ہے اس لیے اُن کے غلط فہمی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے لہٰذا ایسے دوستوں کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے کہ جیسے پانی کے چشمہ سے نل لگا کر کسی دور مقام پر اس کی ٹوٹی لگا دی گئی ہو تو چشمہ سے جو پانی نکلتا ہے اس کا نفع اس ٹوٹی والے مقام سے ہی حاصل ہوگا اگر چشمہ کے کنارے کوئی پیاسا آب آب کرتا رہے تو گہرائی میں کھڑا ہوا پانی دیکھ کر نہ اس کی پیاس بجھے گی اور نہ اس موجود پانی کا نفع حاصل ہوگا۔ بلکہ اس کی سیرابی کے لیے ذریعہ وہی ٹوٹی ہے جو چشمے میں موجود پانی کو بذریعہ نل وہاں تک پہنچا رہی ہے۔ ایسے ہی انوار نبوت کے چشمہ صافی سے سیراب ہونے کے لیے شیخ ایک ذریعہ ہے اور شیخ کی صحبت بھی انوار نبوت کی ضیاء پاشیوں سے فیض یاب ہونے کی بنا پر ہے بلکہ شیخ کا کمال اور مخدوم ہونا بھی انہیں انوارات کے حامل ہونے کے سبب ہے جو آفتاب نبوت سے سے اُن کو حاصل ہوئیں۔ بے شک حضرت گنگوہی انہیں انوارات نبوی کے چشمہ صافی کے سایہ میں موجود ہیں مگر پیاسے کو سیرابی تو نل سے لگی اسی ٹوٹی سے ہی ہوگی پس شدت پیاس میں جب بے تاب ہوئے تو سیراب ہونے کے لیے اس چشمہ سے معرفت کا جام حاصل ہونے والی جگہ کا پتہ پوچھتے پھرتے تھے۔

اب کوئی بتائے کہ خالص نبوی علوم اور تذکیہ کے جام حاصل کرنے کے لیے ذریعہ سے محبت اور اس کا قرب حاصل کرنا کیا شرک اور کفر کہلاتا ہے؟ بچہ اگر دادا کے گھر میں اپنے ابا کو آواز دے اور دادی اماں کی موجودگی میں اپنی ماں کو لپٹ جائے اور اس کی جدائی برداشت نہ کرے تو کون عقل سے کورا یہ کہے گا کہ ابا کو آواز دینا اور والد کے پاس جانے کی خواہش دادا کی توہین ہے یا نانی کی موجودگی میں اپنی والدہ سے بچے کا لپٹ جانا یہ نانی کی توہین ہے حالانکہ دادا کا نسب بچہ کو باپ کے ذریعہ ہی نصیب ہوا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خواب اور حضرت تھانویؒ

16- میں نے ایسا خواب دیکھا ہے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرا ایمان نہ جاتا رہے۔ حضرت نے فرمایا کہ بیان تو کرو ان صاحب نے کہا میں نے دیکھا کہ قرآن مجید پر پیشاب کر رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا یہ تو بہت اچھا ہے؟

الجواب:

1- راقم نے درج شدہ حوالہ کے مطابق تلاش کیا مگر افاضات الیومیہ (جواب ملفوظات حکیم الامت کے نام سے چھپی ہے اس کی ابتدائی دس جلدیں افاضات الیومیہ کی ہیں) میں تلاش بسیار کے بعد بھی ہمیں مذکورہ خواب کہیں نہیں ملا۔

2- الزام نمبر 19 + 20 اور 16 پر خواب دیکھنے کو بصورت عقیدہ کفریہ کے لکھا گیا ہے یہ خواب یا خواب کا جواب حضرت حکیم الامتؒ کی طرف منسوب ہیں ان خوابوں کا حاصل جو بھی ہو رافضی اسے عقیدہ اور وہ بھی کفریہ عقیدہ قرار دینے پر معصر ہیں جبکہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ اس کے برعکس خواب کو دلیل شرعی یا حجت تو کیا ایک گمان جتنا وزن

بھی نہیں دیتے بلکہ اپنی تحریروں اور ملفوظات میں سختی کے ساتھ خوابوں کو اصل جان لینا اور انہیں مقصود بنا لینے سے منع فرمایا ہے۔ ایک موقعہ پر فرمایا ''خواب ایک کمزور چیز ہے مگر لوگوں نے آج کل خواب کو اس درجہ اہم سمجھ رکھا ہے کہ گویا کہ خواب کوئی حجۃ شرعیہ ہے'' اس پر ایک صاحب نے جو لکھنو کے معززین میں سے تھے عرض کیا کہ حدیث میں تو آیا ہے کہ خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خواب ایک اہم چیز ہے۔ فرمایا کہ آپ نے یہ بھی غور کیا کہ حدیث میں خواب سے مراد ہر کس و ناکس کا خواب ہے یا صالحین کا۔ پھر خواب کو جز نبوت کہنے کیلئے اس خواب کا معبر نبی ہونا شرط ہے۔ خواب کو لوگ واقعات کے اندر موثر سمجھتے ہیں حالانکہ خواب موثر نہیں بلکہ اثر ہوتا ہے واقعہ کا اور اس واقعہ میں موثر اعمال ہوتے ہیں پس قابل توجہ اور اہم چیز اعمال ہوئے نہ کہ خواب۔ خواب کے بارے میں چند احادیث نقل فرمانے کے بعد فرمایا ''خواب کے فضائل کا انکار نہیں اس کے حجت ہونے کا اور اس کے رتبہ سے بڑھانے کا انکار ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت ج10 ص361)

ڈاک میں دو خط ایسے تھے جن میں خواب درج تھے حضرت نے ان دونوں خطوں کو یہ جواب لکھ کر واپس بھیج دیا کہ اگر خواب کا تذکرہ نہ ہوتا تو جواب دیتا۔ پھر زبانی ارشاد فرمایا کہ لوگ خواب کو وحی سمجھنے لگے ہیں۔ یہ پیروں نے لوگوں کے خیالات کو بگاڑا ہے کہ وہ غیر مقصود کو مقصود سمجھنے لگے ہیں۔ اور یہ بہت بڑی خرابی ہے کیونکہ اس سے غیر مقصود کی طرف اسقدر اشتغال ہو جاتا ہے کہ اصل مقصود کی طرف توجہ ہی نہیں رہتی آخر دل تو ایک ہی ہے دونوں طرف کیسے متوجہ ہو سکتا ہے۔ اول تو خواب کا اعتبار ہی کیا کہ یہ خواب ہے اکثر خواب تو خواب ہی نہیں ہوتے بلکہ محض خیالات ہوتے ہیں دوسرے تعبیر خواب ایک دقیق فن ہے یہ فیصلہ کیسے ہو کہ جو تعبیر دی گئی ہے وہی تعبیر ہے لہذا کسی خواب کی تعبیر بھی محض تکلف ہی تکلف ہے ان سب غیر مقاصد کو چھوڑ کر مقصود میں مشغول ہونا چاہیے۔ (ملفوظات حکیم الامت ج10 ص199)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''خواب ایک غیر اختیاری چیز ہے جس پر نہ کچھ عذاب نہ ثواب۔ مگر آج کل لوگ خواب کو وحی سمجھتے ہیں بلکہ وحی سے بھی بڑھا رکھا ہے۔'' (ملفوظات حضرت حکیم الامت (افاضات الیومیہ) ج10 ص136)

مذکورہ اقتباسات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت تھانوی کے ہاں خواب نہ حجت شرعی ہے نہ کوئی قابل اعتماد شے نہ یہ اہم ہے اور نہ قابل اتباع۔ اس سے عقیدہ تو کیا کسی فرعی عمل کو بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ظنی ہی نہیں ظن سے بھی زیادہ کمزور چیز ہے۔ نیز خواب قابل تعبیر چیز ہے۔ اور تعبیر کا جاننا بھی بزرگی کیلئے لازم نہیں یعنی کوئی بزرگ اللہ والا ہو تو یہ ضروری نہیں کہ وہ معبر بھی ہو۔ حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں جو لوگ اہل اللہ میں شمار ہوتے ہیں اور لوگ ان کو بزرگ سمجھتے ہی ان کو چاہیے کہ وہ خوابوں کی تعبیر کم دیا کریں کیونکہ ان کے اس فعل سے عوام کے عقیدے خراب ہو چکے ہیں اور وہ فساد عقیدہ یہ ہے کہ لوگ خوابوں کی تعبیر کو آج کل بزرگی کے لوازم میں سمجھنے لگے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں جو بزرگ ہوگا وہ خواب کی تعبیر بھی ضرور دے سکے گا اور جو خواب کی تعبیر نہ دے سکے تو گویا وہ ان کے نزدیک بزرگ ہی نہیں۔ چنانچہ اگر کوئی خواب کی تعبیر

دے اور وہ صحیح نکل آئے تو سمجھتے ہیں کہ یہ بہت بڑا بزرگ ہے اگر چہ وہ کچھ بھی نہ ہو۔

(افاضات الیومیہ) ملفوظات حکیم الاسلام ج9 ص 108)

اس طرح کے کافی ملفوظات، افاضات الیومیہ وغیرہ کتابوں میں موجود ہیں جو حضرت نے خواب کے غیر حجت ہونے پر ارشاد فرمائے ہیں مگر یار لوگ خواب کو عقیدہ قرار دے کر اس پر فتوی عائد کرتے ہیں حالانکہ اس کا کوئی اخلاقی یا شرعی جواز موجود نہیں۔

3- ہم گذشتہ اوراق میں عرض کر چکے ہیں کہ خواب کی اصل وہ ظاہری صورت نہیں جو خواب میں دیکھی گئی بلکہ تعبیر کے بعد اس کی حقیقت واضح کی جا سکتی ہے چنانچہ خواب میں قرآن پاک کا دیکھنا میراث، امانت، رزق حلال، اور دیانت ہے۔ حضرت جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ خواب میں مصحف دیکھنا پانچ وجہ پر ہے جو اوپر مذکور ہوئیں۔

(تعبیر الرؤیا ص 566)

یہ رافضی کرم فرماؤں کی دھوکہ بازی اور شاطرانہ چال ہے جو انہوں نے خواب کے ظاہری خاکہ کو حقیقت بنا کر پیش کیا ہے۔ حالانکہ حضرت جعفر صادقؒ جنکی طرف اپنی فقہ کی نسبت گانٹھتے ہیں اور جن کو یہ اپنا امام اور معصوم عن الخطا قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے خواب میں مصحف دیکھنے کو مصحف ہی قرار نہیں دیا بلکہ فرمایا کہ خواب میں مصحف دیکھا تو وہ فی الحقیقت مصحف نہیں بلکہ وراثت کا مال امانت، حلال رزق وغیرہ میں سے کچھ ہے۔ نیز خواب میں پیشاب کرنا بھی اپنی اصلی صورت پر نہیں بلکہ اس کا دیکھنا حضرت جعفر صادقؒ کے ارشاد کے مطابق چار وجہوں پر ہے۔

1- مال حرام۔
2- کشائش رزق۔
3- عیال پر خرچ کرنا۔
4- غم کا دور ہونا۔ (تعبیر الرؤیا ص 355)

اب ان دونوں باتوں کو ملایا جائے تو یوں تعبیر بھی ہو سکتی ہے۔

1- مال وراثت کے ذریعے رزق کی فراوانی۔
2- روزی حلال ملنے کی وجہ سے معاشی پریشانی اور غم سے نجات۔
3- امانت و دیانت کی وجہ سے غموں سے چھٹکارا حاصل کرنا۔

یہ تمام تعبیریں اچھی اور حصول خیر کی دلیل ہیں لہٰذا صاحب خواب کو حضرت کا یہ جواب دینا کہ یہ تو بہت اچھا ہے یعنی اس خواب کی تعبیر تو اچھی ہے یہ کون سا کفر اور ارتداد کا باعث ہوا؟

محترم قارئین کرام! یہ ہیں حضرت جعفر صادقؒ کے نام لیوا اور عاشق ہونے کے دعویدار جو حضرت کی فرمائی تعبیر کو چھوڑ کر محض ظاہری الفاظ سے عوامی جذبات کو ابھارتے اور اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل چاہتے ہیں۔

اسی طرح حضرت سیدہ فاطمۃ الزاہراؓ اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا خواب میں تشریف لانا خیر اور بھلائی کی علامت ہے۔ یہ محض رافضی دماغ کا کرشمہ ہے کہ اول خواب کو حقیقت قرار دیتے ہیں دوم گندے دماغ سے گندے نتائج اخذ کرتے ہوئے سیدہ فاطمۃ الزاہراؓ کا سینے سے لگانا عقیدہ کفریہ بتاتے ہیں حالانکہ ماں کا اپنی اولاد کو یوں سینے سے لگالینا کوئی کفر نہیں۔

18- غم حسین کا مسئلہ

کفریہ عقائد میں ایک یہ بھی عقیدہ لکھا ہے کہ سپاہ صحابہ کے اکابرین یوں کہتے ہیں کہ "غم حسین اس وقت تھا جب آپ (حضرت حسینؓ) شہید ہوئے۔

الجواب:

پوری عبارت یوں ہے سائل نے پوچھا کہ اب بھی حضرت حسینؓ کا غم منانا چاہیے تو حضرت نے جواب میں فرمایا کہ غم تو اس وقت تھا جب آپؓ شہید ہوئے۔ ہمیشہ ہمیشہ غم منانے کا طریقہ اسلام میں نہیں۔

گویا برسی منانے کی رسم اسلام کی ایجاد کردہ نہیں ورنہ محبوب کبریا ﷺ کا دار فانی سے انتقال فرما کر ریاض الجنۃ میں آرام فرما ہونا اور امت کا اپنے محبوب ﷺ کی زیارت سے محروم ہونا ایسا بڑا غم ہے جو کبھی بھی نہیں بھولنا چاہیے تھا۔ مگر آپ ﷺ کے بعد دیگر صحابہ کرامؓ کے ساتھ حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ اور ازواج مطہراتؓ عرصہ تک بقید حیات رہے مگر برسی نام کی کوئی رسم اس زمانے میں نہ پائی گئی۔ اب بھلا ایک نو ایجاد رسم کو ادا نہ کرنا اور برسی کے بارے میں درست تصور سے اہل اسلام کو آگاہ کرنا کیا کفر ہے؟

مگر یار لوگوں کے جذبات کو تسکین جب ہی مل سکے گی جب ان کے بنائے ہوئے طلسمی مذہب کو اختیار کرلیں اور ان کی سی بولیاں بولنے لگیں۔ مگر یہ کب اور کیسے ممکن ہے کہ ملت کے محافظ ہی ملت کو اغیار کے حوالے کر کے خاموش ہو رہیں۔

19- سبیل وغیرہ لگانا

محرم میں ذکر شہادت حسین اگرچہ بروایات صحیحہ، یا سبیل لگانا، شربت پلانا، چندہ سبیل اور شربت دودھ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں۔

الجواب:

1- حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ من تشبہ بقوم فھو منہ۔ جو کسی قوم کی مشابہت کو اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہے۔ ایک جگہ فرمایا۔ یہود کی مخالفت کرو داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کتراؤ۔ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو عاشورہ والے دن اہل کتاب کو پایا کہ وہ روزہ رکھے ہوئے ہیں آپ ﷺ کے پوچھنے پر بتایا گیا کہ قوم موسیٰ علیہ السلام فرعون کے مظالم سے نجات پانے کی خوشی میں روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم اس کے زیادہ لائق ہیں کہ روزہ رکھیں مگر آپ ﷺ نے ایک عاشورہ اور اسکے ساتھ 9 ویں یا گیارہویں کا روزہ بھی ملانے کا حکم دیا کہ کہیں ان سے مشابہت نہ ہو جائے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو وہ لفظ بولنے سے منع فرمادیا جو

یہود آپ ﷺ کو مخاطب بنانے کیلئے بولا کرتے تھے۔

فرمایا:

یا ایھا الذین امنو لا تقولوا راعنا و لکن قولو اانظرنا و اسمعوا ...... الخ۔

یعنی اے ایمان والوں تم ''راعنا'' نہ کہا کرو لیکن تم (آپ ﷺ کو مخاطب کرنے کیلئے) کہا کرو کہ ہماری طرف نظر فرمائیں اور ہماری بات سنیں!

ان کے علاوہ بے شمار ایسی مثالیں موجود ہیں کہ غیروں کی مشابہت اختیار کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ اب اگر ان آیات واحادیث کی روشنی میں حضرت گنگوہیؒ نے یہ کچھ لکھ دیا تو کیا برا کیا؟

2- روافض کی تضاد بیانی یوں تو مشہور و معروف ہے مگر کبھی کبھی کچھ زیادہ ہی ترقی ہو جاتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ اس موضوع یعنی ''سپاہ صحابہ کے کفریہ عقائد کی ایک جھلک'' سے پچھلا عنوان ''اہل تشیع کے بارے میں فتاویٰ'' کا ہے اس پچھلے عنوان کے تحت اسی فتاویٰ رشیدیہ کا حوالہ بڑے چاہ و ناز سے رقم کیا اور حضرت گنگوہی کا نام ایسے دل فریب محبت بھرے انداز میں لکھا جیسے ان سے بڑھ کر عالم دنیا پر ان کو کسی سے محبت ہی نہ ہو۔ ''قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی'' دو جگہ ایک ہی صفحہ پر اسی طرح کے لقب نام اور فتاویٰ رشیدیہ کے حوالے سمیت تحریر کیا۔

(تحقیقی دستاویز ص 125)

مگر ابھی ایک عنوان ہی درمیان میں حد فاصل نہ بنا تھا اور صرف 12 صفحات کا سفر طے کیا تھا کہ وہی پورے عالم کا قطب نہ صرف کافر بلکہ کافروں کا سردار ٹھہرا۔

محترم قارئین کرام! کھلی آنکھوں سے رافضی دھوکے کا سرراہ پھوٹتا بھانڈہ ملاحظہ فرمایئے۔ کہ جس قطب عالم کی عبارت توڑ مروڑ کر اور سیاق وسباق کے الفاظ حذف کر کے اپنے آپ کو مسلمان ثابت کیا تھا اور یہ ڈھنڈورا پیٹا تھا کہ دیوبند کے حضرات بھی شیعہ کو مسلمان جانتے ہیں انہیں مولانا صاحب اور قطب عالم کی یہ عبارت نقل کر کے اپنی چھری سے اپنی ناک کو رگڑ کے کاٹ ڈالا اور ثابت کر دیا کہ گزشتہ عبارت جو فتاویٰ رشیدیہ کی نقل کی تھی وہ محض دھوکہ تھا کیونکہ ص 137 کی یہ عبارت ''تشبیہ روافض کی وجہ سے حرام ہے'' صاف صاف روافض کے کفر پر مہر ثبت کر رہی ہے۔ ایک ہی فتاویٰ کی دو مختلف عبارات کی نقل بتا رہی ہے کہ مطلبی لوگ کس طرح مطلب کے وقت دشمن کو بھی باپ تک کہنے سے گریز نہیں کرتے اور جب مطلب نکل جائے تو پھر آنکھیں دکھاتے اور گھورتے ہیں۔ جی ہاں! یہی ہے رافضیت کا تاریخ ساز کردار اور بے نقاب چہرہ اور لازوال تاریخ، جس کو بہت کم لوگ غور سے پڑھتے ہیں اور زیادہ لوگ تو ڈسے جانے کے بعد ہی سوچتے ہیں کہ کاش ایسوں کی رفاقت اختیار نہ کی ہوتی۔

محترم حضرات! اس مثال سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکیں گے کہ باقی جن حوالوں سے روافض اپنا مسلمان ہونا ثابت کر رہے ہیں انکا حال بھی اسی عبات جیسا ہے کہ عبارت میں تصرف کر کے بات کو کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں اور یا پھر اپنے

تصورات کو مصنف کی عبارت کا نام دے دیتے ہیں۔

کارخانہ کائنات کا مالک کون

کفریہ عقائد میں یہ دو عبارات بھی ملاحظہ فرمائیں جو رافضی باطن سے کافی کچھ پردہ کشائی کر رہی ہیں۔

21- کسی پیر، فقیر، پیغمبر کو پکارنا کفر وشرک ہے ایسے عقائد والے پکے کافر ہیں اور ان کا نکاح نہیں ہوتا۔ (جواہر القرآن)

22- جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کو مشکل وقت میں پکارے اور آپ ﷺ کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھے تو وہ شخص اور ابوجہل شرک میں برابر کے شریک ہیں۔ (تقویۃ الایمان)

اسی طرح کی عبارت نمبر بھی ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان)

ان عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ روافض کے نزدیک یہ عقیدہ رکھنا کہ مختار کائنات اور قادر مطلق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے کوئی نبی ہو یا ولی وہ اللہ کے مقابل کائنات کو کچھ نفع یا نقصان نہیں دے سکتا، یہ عقیدہ کفریہ ہے۔

الجواب: اول عبارات کا مطلب جان لینا چاہیے تاکہ صحیح بات کو جاننے میں دشواری نہ رہے۔ 21 نمبر کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مافوق الاسباب امور میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پیر فقیر وغیرہ کو پکارنا شرک ہے جیسے کسی پیر فقیر وغیرہ سے اولاد کا سوال کرنا یا بیماری دور کرنے کیلئے پکارنا یا قبر حشر میں نجات دینے کا ان کو مختار جاننا جیسے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت علیؓ کا نام لینے والے مشرک کافر ہی کیوں نہ ہوں حضرت علیؓ ان کو چھڑالیں گے۔ ایسے ہی بعضوں کا خیال ہے کہ اللہ کے پیارے اور محبوب بندے اولاد دیتے یا دلاتے ہیں جبکہ قرآن کریم میں ہے: ''یعنی عطا کرتا ہے جس کو چاہے بیٹیاں اور عطا کرتا ہے جس کو چاہے بیٹے یا ان کو دیتا ہے جوڑے بیٹے اور بیٹیاں اور کر دیتا ہے جس کو چاہے بانجھ۔ (سورۃ الشوریٰ آیت نمبر 50)

مطلب یہ ہے کہ انسان کی تخلیق میں کسی کے ارادہ واختیار کا کوئی دخل نہیں اور کسی کا دخل تو کیا انسان کے ماں باپ جو اس کی تخلیق کا ظاہری سبب بنتے ہیں خود ان کے ارادے اور اختیار کو بھی بچوں کی تخلیق میں کوئی دخل نہیں۔ تخلیق میں دخل ہونا تو دور کی بات بچہ میں روح ڈالے جانے سے قبل ماں کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے۔ کیسا اور کس طرح سے وہ بن رہا ہے یہ صرف حق تعالیٰ کا کام ہے کہ کسی کو اولاد میں لڑکیاں دے دیتا ہے اور کسی کو نرینہ اولاد لڑکے بخش دیتا ہے۔ اور کسی کو لڑکے لڑکیاں دونوں عطا کر دیتا ہے اور کسی کو بالکل بانجھ کر دیتا ہے کہ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوتی۔

(معارف القرآن ج7 ص713)

اسی طرح مشکلات اور دشواریوں سے نکالنے کا اختیار بھی اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے جس میں کسی غیر اللہ کو شریک قرار دینا کفر ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یعنی تم فرماؤ کون تم کو بچا لاتا ہے جنگل کے اندھیروں سے اور دریا کے اندھیروں سے اس وقت میں کہ پکارتے ہو تم اس کو گڑگڑا کر اور چپکے سے کہ اگر ہم کو (وہ) بچا لے اس بلا سے تو البتہ ضرور ہم احسان مانیں گے تو فرما دو

اللہ تم کو بچاتا ہے اس سے اور ہر سختی سے پھر بھی تم شرک کرتے ہو۔ (الانعام آیت نمبر 63-64)

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا بیان ہے کہ ہر انسان کو ہر مصیبت اور تکلیف سے نجات دینے پر اسکو پوری قدرت ہے اور یہ بھی کہ ہر قسم کی مصیبتوں اور تکلیفوں اور پریشانیوں کو دور کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں میں ہے اور یہ بھی کہ یہ ایسی کھلی ہوئی حقیقت اور ہدایت ہے کہ ساری عمر بتوں اور دیوتاؤں کو پوجنے اور پکارنے والے بھی جب کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں تو اس وقت وہ بھی صرف خدا تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں۔ (معارف القرآن ج ۳ ص ۱۰۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور اگر پہنچا دے تجھ کو اللہ کچھ تکلیف تو کوئی اس کو ہٹانے والا نہیں اس کے سوا اور اگر پہنچانا چاہے تجھ کو کچھ بھلائی تو کوئی پھیرنے والا نہیں اس کے فضل کو کہ پہنچائے اپنا فضل جس کو چاہے اپنے بندوں پر۔''

قرآن کریم کی یہ اور اس مضمون کی دسیوں آیات حضرت مولانا غلام اللہ خان کی تفسیر جواہر القرآن میں تحریر کردہ اس عقیدے کا اعلان کر رہی ہیں مگر روافض کو یہ عقیدہ ایک لمحہ بھی ہضم نہیں ہو پا رہا۔ اب نا معلوم وہ قرآن کی مذکورہ آیات پر کیا اظہار خیال کریں گے۔ وہ ان مقامات کو محرف کہیں یا الحاقات صحابہ کرامؓ کے نام سے کوئی شوشہ چھوڑ کر اپنے اعمال نامہ کو مزید سیاہ کریں گے۔ ہم اپنے اہل اسلام برادران کو عرض کرنا چاہتے ہیں کہ روافض کا یہ شوشہ چھوڑنے سے مقصود محض یہ تاثر دینا ہے کہ اہل حق اولیاء اللہ کو نہیں مانتے اور پیر وفقیر اور انبیاء کی بے ادبی کرتے ہیں۔ حاشاء وکلا ایسا ہر گز نہیں کہ اہل اللہ کی بے ادبی کا تصور بھی کیا جائے بلکہ مقصود وضاحت عقیدہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے اختیار و تصرف کا مسئلہ زیر بحث ہو تو وہاں تمام اللہ والے یا انبیاء بھی بے بس ہیں اور یہی ان کی شان ولایت کا منصب عالی ہے۔ کہ وہ مالک کائنات کی رُبوبیت و مالکیت سے بندگان خدا کو آگاہ کریں۔

عبارت نمبر 22 کا مطلب بھی یہی ہے کہ خدائے واحد کو جہاں پکارنا لازم ہے وہاں وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر کو پکارے اور ان کو ایسا سفارشی جانے جیسا کہ کفار اپنے معبودان باطلہ کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں کہ آخرت میں وہ سفارش کر کے ہم کو چھڑا لیں گے تو ایسا عقیدہ شرک ہے اور اس کو قرآن کریم نے بھی بیان فرمایا ہے۔

''اور جس دن ہم جمع کریں گے ان سب کو پھر ان کو جنہوں نے شرک کیا کہیں گے کہاں ہیں تمہارے شریک جن کا تم دعویٰ کیا کرتے تھے۔'' (الانعام آیت نمبر 22)

معارف القرآن میں خلاصہ تفسیر کے اندر ہے (بتلاؤ) وہ تمہارے شریک کہاں ہیں جن کا تم دعویٰ کرتے تھے۔ (کہ تمہاری سفارش نہیں کرتے جس کا تم کو بھروسہ تھا) چونکہ کفار کا خیال اپنے خداؤں کے بارے میں یہی تھا کہ وہ معبود اللہ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے اور ان کی سفارش سے ان کو جہنم سے چھٹکارا مل جائے گا۔ مذکورہ عبارت میں بھی ایسی ہی سفارش کا ذکر ہے کہ لوگ ان اہل اللہ کو معبود کی طرح جان کر بارگاہ عالی میں ایسا سفارشی تصور کر لیں جیسا کہ کفار نے سمجھا ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔

کون ہے جو سفارش کر سکے اس کے پاس مگر اس کی اجازت سے باقی رہی وہ سفارش جو حافظ، شہید، نبی اور امام الانبیاء گنہگاروں کی فرمائیں گے یہاں پر اس سفارش کی ہرگز نفی نہیں ہے کہ وہ سفارش عند اہل الحق مسلم اور ثابت ہے۔ خود رحمت عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ محشر میں سب سے پہلے میں تمام امتوں کی سفارش کروں گا۔ اسی کا نام مقام محمود ہے۔

(معارف القرآن ج 1 ص 614)

عبارت نمبر 7 بھی اسی نوعیت کی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے قدرت اور تصرف میں حضرت علیؓ یا نبی اکرم ﷺ کو شریک جانتا ہے وہ خیال باطل رکھتا ہے یہ ہر دو بزرگ ہستیاں اللہ پاک کے اختیار و قدرت میں تصرف کا حق نہیں رکھتیں نہ وہ اللہ تعالیٰ کے دست قدرت کے تحت کسی چیز کا اختیار رکھتے ہیں۔ اس حقیقت کے انکشاف پر قرآن پاک گواہ ہے۔ سورۃ اعراف میں ہے۔

''آپ فرما دیجئے کہ میں مالک نہیں اپنی جان کے نفع اور نقصان کا مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔'' (الاعراف)

''اللہ تعالیٰ اپنی مدد کی طاقت جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔'' (آل عمران 13)

اس مضمون کی متعدد قرآنی آیات و احادیث مبارکہ موجود ہیں۔ جو صرف ایک مختار کل اور قدرت کاملہ کا مالک بتا رہی ہیں۔ مگر رافضی کرم فرما اس عقیدہ توحید کی اساس کو ہی کفریہ عقیدہ قرار دے رہے ہیں۔ یہ ہے رافضیت کی اصل جو قرآن دشمنی کو اپنا شعار بنا چکی ہے کہ قرآن پاک کا ارشاد فرمایا ہوا عقیدہ ان کو کفریہ عقیدہ معلوم ہوتا ہے اور اپنے شرکیہ نظریات کا نام وہ حب اہلبیت رکھ کر عامۃ الناس کو راہ حق سے بہکانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ ہماری ان مختصر گزارشات سے ثابت ہو گیا کہ الحمد اللہ اہل حق کا کوئی عقیدہ کفریہ نہیں دھوکہ بازوں نے ہاتھ پاؤں تو بہت مارے مگر پلے کچھ نہ پڑا سوا خسر الدنیا و الآخرہ کے۔

ضروری گذارش

محترم قارئینِ کرام! تحقیقی دستاویز جو درحقیقت اُلزامی دستاویز ہے۔ کیوں کہ اس کتاب میں اہلسنّت کو تاریخی دستاویز کے جواب میں یہ الزام دیا گیا ہے کہ شیعہ کتابوں کی طرح توہین آمیز عبارات سنی کتابوں میں بھی پائی جاتی ہیں گویا تحقیق و الزام کے مفہوم سے نابلد یا بذریعہ جھوٹ تقیہ کا اجر پانے کے لیے الزامی دستاویز کا نام تحقیقی دستاویز رکھ دیا۔ الحمدللہ اس دستاویز میں اہلسنّت پر اٹھائے گئے الزامات کو محض اللہ پاک کی مدد سے زیرنظر کتاب حقیقی دستاویز میں ایسے صاف کر دیا ہے جیسے آٹے سے بال کو نکال کر آٹے کو بالوں سے صاف کردیا جاتا ہے۔ ہم کتاب کا مطالعہ شروع کرنے سے قبل چند اصولی باتیں عرض کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ دورانِ مطالعہ لکھی گئی بات بآسانی سمجھی جاسکے۔ عام طور پر شیعہ کرم فرماؤں نے جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے اُن کی مختلف اقسام ہیں:

1. مشہور و غیرمشہور شیعہ مصنفین کی کتابوں سے حوالے پیش کیے گئے جیسے المسعودی کی مروج الذہب۔ العقد الفرید وغیرہ۔ یہ اور اس طرح کے شیعہ مصنفین کی کتابیں سنی ظاہر کر کے الزام میں پیش کی گئیں۔
2. بظاہر تو اپنے آپ کو سنی کہلواتے ہیں مگر درپردہ وہ شیعہ یا اُن کے ہم نواء ہیں جیسے مصر کا ڈاکٹر طٰہٰ حسین نابینا بزرگ اسی طرح جناب ابوالاعلیٰ مودودی وغیرہ جن کا قلم باطل پرستی میں تیز رو اور بے نیام تلوار کی طرح چلتا ہے۔
3. آزاد خیال صحافی اور ایسے ادیب وصحافی جن کا مبلغ علم محض مطالعہ اور کتاب بینی ہے۔ وہ کسی غلط صحیح کا فرق بالکل نہیں جانتے جو کچھ تاریخی کتب میں پڑھا اسی کو اپنے لفظوں میں نشر کر دیا۔ جیسے الکامل کے مصنف المبرد وغیرہ۔
4. وہ کتابیں جن کو کسی معروف سیاسی راہنماء نے لکھا مگر اس کا ماخذ وہی تاریخ کی کتابیں ہیں جن میں لوط بن یحییٰ جیسے جلے بھنے رافضی اور اپنے پرائے سبھی کا کلام درج ہوتا جیسے ابوالکلام آزاد وغیرہ۔
5. وہ کتابیں جو بدعقیدہ ولامذہب حضرات کی تحریر کردہ ہیں جیسے نواب صدیق حسن خان وغیرہ۔
6. تاریخی کتب جیسے طبری وغیرہ۔

ان مذکورہ کتب میں سے رافضی، ان کے نمائندے یا لامذہب لوگوں کی کتابیں ہوں یا آزاد خیال صحافیوں کی تحریرات ان کا کل کا کل یا اکثر مواد اور مرکزی معدن تاریخی کتابیں ہیں۔ اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں ضروری

وضاحتیں محترم قارئین کرام کی نذر کر دی جائیں۔

چونکہ تاریخی مواد پیش نظر رکھ کر اصحاب رسول کی مقدس جماعت کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس سے محترم قارئین نوٹ فرما لیں کہ تاریخ نہ تو کوئی دلیل قطعی اور خبر متواتر ہے اور نہ ہی کوئی یقینی خبر بلکہ ہر قسم کی باتوں کا مجموعہ کہ جس میں سچ بھی ہے اور جھوٹ بھی۔ گھڑی ہوئی کہانیاں بھی ہیں اور دشمنانِ اسلام کی قصہ سازیاں بھی۔ بناوٹی خبریں بھی ہیں اور من گھڑت قصے بھی۔ ان تاریخ لکھنے والوں کا حال بھی اعتماد کی روشنی سے بالکل تہی دامن ہے۔ چنانچہ مؤرخین کے سرخیل جناب واقدی صاحب کے بارے میں اربابِ علم کے خیالات ملاحظہ فرمائیں۔

1. واقدی کی لغو بیانی مسلمہ عام ہے اس لیے ان کی شہرت بدنامی کی شہرت ہے۔

(سیرت النبی حصہ اول صفحہ ۲۳ طبع ششم مکتبہ معارف اعظم گڑھ)

2. اسی کتاب کے صفحہ ۳۳ پر امام شافعیؒ کا ان کے بارے میں فرمان ہے واقدی کی تمام تصنیفات جھوٹ کا پلندہ ہیں۔ سیرت کی کتابوں میں اکثر لایعنی روایات کا ماخذ واقدی کی تصنیفات ہیں۔

امام طبری نے حضرت عثمانؓ کی مصریوں سے گفتگو وغیرہ کی روایات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا یہ روایات واقدی سے میں نے نقل کی ہیں اور بہت ساری روایات کو میں نے چھوڑ دیا۔ کیونکہ ان قبیح روایات کے ذکر سے مجھے کراہت محسوس ہوتی ہے۔ (ملخص طبری جلد ۳ صفحہ ۳۹۱)

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: واقدی کذاب ہے۔

ابن معین نے فرمایا: وہ ثقہ نہیں ہے۔

ابوحاتم اور امام بخاری نے فرمایا: وہ متروک ہے۔

امام نسائی نے کہا وہ حدیثیں وضع کرتا ہے۔

امام دار قطنی نے فرمایا وہ ضعیف ہے۔۔

ابن عدی نے فرمایا اس کی روایات محفوظ نہیں۔

ابن مدینی نے فرمایا: واقدی حدیثیں وضع کرتا ہے۔ ۳۰ ہزار روایات کیں وہ سب مجروح ہیں۔

ابن راہویہ بھی اسے وضاع الحدیث حدیثیں گھڑنے والا قرار دیتے ہیں۔ ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد علامہ ذہبیؒ نے آخر میں لکھا ہے کہ

واستقر الاجماع علی وھن الواقدی۔

''واقدی کے ضعف پر اجماع واقع ہو چکا ہے۔'' (میزان الاعتدال صفحہ ۱۱۰-۱۱۱ مطبوعہ مصر تحت محمد بن عمر واقدی)

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: واقدی وسعت علم کے باوجود متروک ہے۔ (تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن عمر واقدی)

اربابِ انصاف ملاحظہ فرمائیں۔ جب اس طرح کے مؤرخین ہوں کہ ان کی بات پر اعتماد نہ کرنے پر اہلِ علم متفق ہو

جائیں تو ایسے لوگوں کی باتوں کو بنیاد بنا کر صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت کو کیسے مطعون کیا جا سکتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

مؤرخین اکثر روایات جھوٹ بیان کرتے ہیں ان کی نقل روایات کی کمی بیشی سے محفوظ نہیں ہیں۔ (منہاج السنہ جز ۳ صفحہ ۱۹۶)

اسی کتاب کے صفحہ ۲۴۲ پر رقم فرماتے ہیں:

(تاریخی نقل شدہ باتوں پر) دانا بینا لوگ کبھی اعتماد نہیں کرتے۔

قاضی ابوبکر بن العربیؒ انتہائی نصیحت آمیز بات ارشاد فرماتے ہیں۔

میری وصیت یاد رکھو...... سوائے صحیح احادیث وروایات کے کسی بات کی طرف التفات نہ کرو اور خاص کر مؤرخین سے بچو...... اور جس نے صحابہ کرام کے حالات و کردار پر نظر کی ہے اس پر ان توہین آمیز الزامات کا جھوٹا ہونا واضح ہو گیا ہے۔ جنہیں اہلِ تاریخ نے گھڑا اور ان (گھڑی ہوئی باتوں سے) وہ کمزور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

العواصم من القواصم۔ (مطبوعہ قاہرہ مصر، صفحہ ۲۴۴-۲۴۵)

کچھ آگے چل کر حضرت ابنِ عربی مزید ارشاد فرماتے ہیں:

''یہ میں نے تمہیں اس لیے کہا تاکہ تم مخلوق سے بچو۔ خصوصاً مؤرخین اور ادیبوں سے یہ لوگ (عموماً) دین کے مقام واحترام سے جاہل ہیں۔ پس تم ان کی روایات کی پرواہ نہ کرو اور ائمہ حدیث کے سوا اور کسی کی روایت قبول نہ کرو اور طبری کے علاوہ کسی مورخ کی بات نہ سنو! بلاشبہ یہ لوگ احادیث وضع کرتے ہیں جن میں صحابہ کرام اور سلف صالحین کی تحقیر واستخفاف ہوتا ہے۔'' (العواصم من القواصم صفحہ ۲۴۷، ۲۴۸)

ایک اور مقام پر دردمندی میں ڈوبے ہوئے الفاظ ارشاد فرماتے ہیں:

''میں تم سے برملا کہتا ہوں کہ جب تم اپنے خلاف دینار بلکہ درہم تک کا دعویٰ تسلیم نہیں کرتے جب تک کہ مدعی سچی تہمتوں سے بری اور خواہشات نفسانی سے محفوظ نہ ہو۔ تو تم احوال سلف اور مشاجرات صحابہؓ کے بارے میں ایسے آدمی کی بات کیسے مان لیتے ہو جس کا عدالت تو کیا دین میں بھی کوئی مقام نہیں۔'' (العواصم من القواصم صفحہ ۲۵۲)

اربابِ انصاف اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور یار لوگوں کی دستاویز میں دی گئی عبارات کا مطالعہ فرماتے ہوئے قدم بہ قدم ضمیر سے فیصلہ ضرور لیتے رہیں کہ کیا یہ تاریخی روایات قبول کرنے کے قابل ہیں جو واقدی جیسے متساہل و ابومخنف جیسے کذاب اور فتنہ پرور لوگوں نے ایجاد کی ہیں؟

❀ ابنِ عربی کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد آلِ رسول سید نورالحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

رب العزت امام (ابنِ عربی) رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو اپنے نور سے بھر دے کیا خوب نکتہ بیان فرمایا ہے کہ جب تم لین دین روپے پیسے کے بارے میں اپنے خلاف کسی مشتبہ مدعی کے دعویٰ کو تسلیم نہیں کرتے تو سلف صالحین خصوصاً صحابہ کرامؓ کے باہمی احوال کے بارے میں ان ملحد و بے دین، فاسق و فاجر، مفتری و کذاب لوگوں کی ہزلیات کیونکر

قبول کر لیتے ہو۔ کیا یارانِ نبی ﷺ اور اسلاف امت کی ناموس و آبرو تمہارے چند کھوٹے سکوں کے برابر بھی نہیں۔ (عادلانہ دفاع (کامل) صفحہ ۲۷ مطبوعہ نوید پبلشرز لاہور)

امام ابن العربی مزید اسی تاریخ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

اور بالیقین امت مسلمہ کو یہی ترکہ ملا ہے (جو جھوٹی سچی روایات کا مجموعہ ہے) یہ ہماری تاریخ نہیں بلکہ بحث و مطالعہ کے لیے ایک وافر و کثیر مواد و ذخیرہ ہے جس سے ہماری تاریخ کا استخراج کیا جا سکتا ہے۔

(العواصم من القواصم حاشیہ صفحہ ۱۷۷)

ماہنامہ تجلی دیوبند بابت ماہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۶۰ء کے صفحہ ۸۱ پر عامر عثمانی صاحب رقم فرماتے ہیں:

''ہمارے قدیم ترین تاریخ نگاروں نے ابومخنف اور ہشام جیسے قصہ گویوں کی روایتوں سے ضخیم کتابیں تیار کیں اور پھر فاسد و کاسد چشمے سے نہروں کی نہریں پھوٹتی چلی گئیں۔ بعد میں آنے والوں کی بڑی تعداد نے انہیں نہروں کو ماء صافی سمجھا۔ ذہن و بصیرت کے اعتبار سے جو متوسطین سے کچھ اوپر تھے انہیں اس پانی کا گدلا پن ضرور نظر آیا۔ مگر انہوں نے بھی اسے نتار کر پی لیا اور نہیں محسوس کیا کہ اس میں صرف ریت ہی نہیں ہے اس کی ہر بوند میں زہر بھی حل ہو چکا ہے۔ ہاں جو اعلیٰ بصیرت و فراست کے حامل تھے اور نقد و نظر کی خداداد صلاحیتیں لے کر پیدا ہوئے تھے انہوں نے سہل انگاری کو راہ نہیں دی۔ جو گھونٹ پیا تجزیہ و تحلیل کی ایسی چھلنیوں سے چھان کر پیا کہ ساری سمیت باہر رہ گئی۔ (ماہنامہ تجلی صفحہ ۸۱)

حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ فرماتے ہیں:

''بہرحال یہ ''ہماری تاریخ'' ہماری تاریخ نہیں، البتہ بحث و مذاکرہ کے لیے کثیر مواد ضرور ہے۔ جس کے بحر وسیع و عمیق سے تاریخ کے موتی، برآمد کیے جا سکتے ہیں مگر اس کے لیے پوری بصیرت کے ساتھ مسلسل جہاد کی ضرورت ہے جب تک نور بصیرت روشنیٔ قلب و دماغ اور جہد مسلسل سے کام نہیں لیا جائے گا۔ حقیقت و افسانہ اور صدف و گہر میں فرق و امتیاز نہیں ہو سکے گا۔'' (عادلانہ دفاع صفحہ ۳۱)

ہماری ان گزارشات سے تاریخ کا حقیقی چہرہ ''اگرچہ دھندلا سا ہی سہی'' مگر کچھ نہ کچھ رُخ تاریخ نظر آ ہی گیا ہوگا۔ کیا اس تاریخ کے بل بوتے پر اصحابِ رسول ﷺ کی ذواتِ قدسیہ کو مجروح کیا جا سکتا ہے؟؟؟

عظیم مؤرخ ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے:

''اور بہت سارے مؤرخین مثلاً ابن جریر وغیرہ نے مجہول راویوں سے ایسی خبریں ذکر کی ہیں جو صحاح سے ثابت شدہ حقائق کے مخالف ہیں۔ یہ سب اپنے روایت کرنے والوں اور نقل کرنے والوں کے منہ پر ماری جائیں گی۔ (واللہ اعلم) اور صحابہ کرامؓ سے حسن ظن مقتضی ہے۔ بہت سے روافض اور احمق قصہ خوانوں کے اوہام (باطلہ) کے **خلاف (صحابہ سے حسن ظن قائم رکھا جائے گا) جن کو صحیح و ضعیف اور درست و نادرست روایتوں میں کوئی تمیز**

نہیں۔'' (البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۱۳۷)

گویا علامہ ابنِ کثیر ہر اُس روایت کو اُس شخص کے منہ پر دے مارنے کا حکم ارشاد فرما رہے ہیں جو روایت صحابہ کرامؓ کی عظمت و شان کے خلاف ہو کیونکہ صحابہ کرامؓ کے ساتھ بہر حال حسنِ ظن قائم رکھنا ضروری ہے جبکہ اس کے مقابل ہر تاریخ کی روایت امام المؤرخین علامہ ابنِ کثیر کی نظر میں مردود اور بالکل نا قابلِ اعتبار ہے۔

سید العرب والعجم سید حسین احمد مدنیؒ نے اس عنوان پر جو کچھ فرمایا ہے وہ سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں:

''یہ مؤرخین کی روایتیں تو عموماً بے سروپا ہوتی ہیں۔ راویوں کا پتہ ہوتا ہے نہ ان کی توثیق و تخریج کی خبر ہوتی ہے نہ انفصال و انقطاع سے بحث ہوتی ہے اور اگر بعض متقدمین نے سند کا التزام بھی کیا ہے تو عموماً ان میں ہر غث و سمین سے اور ارسال و انقطاع سے کام لیا گیا ہے۔ خواہ ابنِ اثیر ہوں یا ابن قتیبہ ابن حدید ہوں یا ابن سعد۔ ان اخبار کو مستفاض و متواتر قرار دینا بالکل غلط ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم کے متعلق ان قطعی اور متواتر نصوص اور دلائل عقلیہ و نقلیہ کی موجودگی اگر روایات صحیحہ احادیث کی بھی موجود ہوتیں تو مردود یا مؤول قرار دی جاتی ہیں، چہ جائے کہ روایات تاریخ۔'' (مکتوبات الشیخ الاسلام، مکتوب نمبر ۸۹ صفحہ ۲۶۶)

اگر چہ تاریخ کی نا قابلِ قبول روایات کے بارے میں کافی وضاحت کی ضرورت ہے کیونکہ روافض عام طور پر ہشام و لوط جیسے رافضی راویوں کی تاریخی قصہ کہانیوں کی بنا پر اہلِ اسلام کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ مگر ہمیں اختصار کی خاطر یہ قربانی دینا پڑ رہی ہے کہ ہم اپنی گزارشات کا دامن سمیٹ لیں پس قارئین باتمکین کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے کہ اکثر الزام میں پیش کردہ حوالے تاریخی کتابوں مثلاً طبری وغیرہ سے لیے گئے ہیں جن پر مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ ان مذکورہ بالا کتابوں کو الزام میں پیش کرنا اس لیے درست نہیں کہ یہ کتابیں یا تو سرے سے اہل سنت کی ہی نہیں یا غیر معتبر قسم کے حضرات ان کتابوں کے مصنف ہیں جنہوں نے دین کے مسائل میں احتیاط کا دامن نہیں تھا، اور یا وہ اہلِ سنت کی ایسی کتابیں ہیں جن میں شیعہ سنی سب کی روایات و تاریخی اقوال کو نقل کیا گیا ہے لہٰذا مذکور الصدر چھ طرح کی کتابیں اہل السنت والجماعت کے ہاں قابل قبول نہیں اور ظاہر بات ہے کہ ہمارا مذہب ہماری مذہبی کتابوں سے ہی معلوم ہوسکتا ہے۔ لہٰذا جو کتابیں ہماری ہیں ہی نہیں اُن کو الزام میں پیش کرنا یا تاریخی روایات پر مبنی کتابوں کی بنا پر الزام دینا کس طرح درست ہوسکتا ہے؟ پس روافض کا اہل السنت کی معتبر کتابوں سے الزام دینا درست ہوسکتا ہے مگر تحقیقی دستاویز کے نام سے مرتب مجموعہ میں یا تو مذکورہ بالا کتابوں سے الزام دیا گیا اور یا پھر اہل سنت کی کتابوں کو آڑ بنا کر لغویات کا انبار لگا دیا گیا چنانچہ جن اہل سنت کی کتابوں سے عکس دیے گئے اُن میں کرم فرماؤں نے درج ذیل طریقوں سے ہاتھوں کی صفائی دکھائی ہے:

① صفحوں کا عکس دے کر ایسی سرخی لگائی جس کا وجود پورے صفحہ میں کہیں نہیں جیسے تحقیقی دستاویز کے صفحہ ۲۲۷ اور ۲۴۷

پر سرخی ہے حضرت عثمان عورتوں کے بڑے شائق تھے۔ رقیہ بنت رسولؐ پر عاشق ہو گئے معاذ اللہ۔ حالانکہ ان دونوں صفحات میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس کا ترجمہ ہو کہ عاشق ہو گئے تھے۔'' اس طرح کے بہت سے عکسی صفحات ایسے ہیں جن میں اوپر سرخی کچھ ہے اور عبارت کچھ اور ہوتی ہے جس سے اُن کا مقصود محض تبرائی مشن کی تکمیل ہوتی ہے۔

◆ ۲ الفاظ کا من گھڑت ترجمہ لکھ کر عامۃ الناس کو ورغلانے کی جسارت کی گئی ہے جیسے صفحہ ۵۳۴ پر ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے گھر سے فتنوں نے سینگ نکالے یہاں غو کا غلط معنی لکھتے ہوئے خاص مکان مراد لیا گیا ہے جبکہ عربی کا عام استعمال ہونے والا یہ لفظ جہت بتاتا ہے نہ کہ خاص مکان۔ اسی کے ساتھ والے صفحات پر ازواج مطہرات کے دلوں کا ٹیڑھا ہونا لکھا گیا حالانکہ صغت کا معنی میل ہونا اور جھکاؤ کا معنیٰ ہے۔'' اسی طرح متعدد مقامات پر یہ حربہ آزمایا گیا جن کی نشاندھی اپنے اپنے مقامات پر کر دی گئی ہے۔

◆ ۳ ایک صحیح بات کو ایسے بھونڈے طریقے سے بیان کیا گیا کہ وہ حیاء سوز حرکت نظر آنے لگی جیسے صفحہ ۵۴۳ پر سرخی لگائی گئی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے مردوں کو غسل جنابت کر کے دکھایا۔ اس بد بخت قلمکار کی یہ جسارت عرش الٰہی کو ہر لمحہ ہزاروں بار لرزا دیتی ہے حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ تقریباً گھر میں خواتین ہوتی ہیں جو اپنے بھائی والدین وغیرہ کے گھر میں ہوتے ہوئے غسل کرتی ہیں جبکہ ایسا جملہ کہ فلاں کی ماں یا بہن بیوی وغیرہ نے مردوں کے سامنے غسل جنابت کیا۔ یہ کوئی زبان تک ہرگز نہیں لاتا۔ سیدہ عائشہ الصدیقہؓ کے رضاعی بھائی اور بھتیجے نے مسئلہ پوچھا کہ غسل جنابت میں کتنا پانی کفایت کر سکتا ہے تو انہوں نے پردے کے اندر تقریباً ایک صاع پانی سے غسل کیا جس کو رافضی شیطنت پروروں نے یہ عنوان دے ڈالا۔

◆ ۴ خواب کو حقیقت بنا کر پیش کیا گیا جیسے کتاب کا آخری الزام یہ لکھا گیا ہے کہ دیوبندیوں کا کلمہ لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ ہے۔ حالانکہ مذکورہ واقعہ خواب کا ہے اور خواب حقیقت نہیں ہوتا نہ اس پر بیداری والے احکام جاری ہوتے ہیں کہ اگر نائم نکاح کرے یا طلاق دے ڈالے تو یہ نکاح یا طلاق واقع نہ ہو گی مگر یہاں خواب کو صورت واقعیہ قرار دے کر الزام داغ دیا۔

◆ ۵ جملہ فرضیہ کو جملہ واقعیہ بنا کر الزام داغا گیا مثلاً حیاۃ الصحابہؓ کے حوالہ سے ص ۵۵۷ کے عکسی صفحہ پر صدیق اکبرؓ کا یہ فرمان کہ میں جیش اسامہ ضرور بھیجوں گا اگرچہ کتے ازواج مطہراتؓ کو کاٹ لیں (کہ کوئی بھی اُن کی حفاظت کرنے والا نہ ہو) یہاں عربی محاورہ کے اعتبار سے صدّیق اکبرؓ نے اپنے عزم مصمم کا اظہار فرمایا کہ بالفرض بڑی سے بڑی قربانی بھی دینا پڑے حتیٰ کہ ازواج مطہراتؓ کی نگہبانی اور حفاظت پر بھی کوئی باقی نہ بچے تو بھی یہ لشکر ضرور لڑائی پر روانہ ہوگا۔ مگر اس فرضی جملہ کو واقعی جملہ قرار دے کر اعتراض داغ دیا۔

◆ ۶ عبارت کا من گھڑت مطلب تراش کر الزام دیا۔ جیسے ص ۱۱۹۰ پر سرخی لکھی گئی، عورت سے غیر فطری فعل جائز ہے۔

حالانکہ عکسی صفحہ کی عبارت میں صاف لکھا ہوا ہے واتق الدبر کہ غیر فطری فعل سے بچے اب عبارت کا مطلب کچھ ہے اور یارلوگوں نے اس پر اپنے ذوق کے مطابق خول چڑھا دیا۔

۷ نقل حوالہ کو اہل حق کے کھاتے ڈال کر الزام دیا گیا جیسے ص ۲۵۷ پر حضرت مدنی علیہ الرحمۃ نے گمراہ لوگوں کی عبارت نقل کی ان گمراہوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تمہارے بڑے یوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ ایک لاٹھی فائدہ مند ہے پھر حضرت مدنی نے اِس گمراہ نظریے کا پرزور رد لکھا مگر اس گمراہوں کے نقل کیے ہوئے نظریہ کو ہمارے کھاتے ڈال کر الزام داغ دیا۔

۸ تعبیرات میں تصرف کرتے ہوئے عبارت کا مطلب کچھ سے کچھ بنا کر الزام دیا گیا جیسے ۱۸۳ء پر حبشیوں کے جنگی مظاہرے کو ناچ قرار دے کر گھناؤنے طریقے سے عبارت کا جو مطلب تھا اس کا حلیہ بگاڑ کر اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کیا گیا۔

۹ جو احکام منسوخ ہو گئے اُن کی بنا پر طعن نکالا گیا عقیدہ تحریف القرآن کے بارے میں وہ تمام آیات منسوخ یا قراءت شاذہ کو بنیاد بنا کر اعلان نشر کیا کہ قرآن میں تحریف کا عقیدہ اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے حالانکہ منسوخ آیات قرآن ہی نہیں کہلاتی تو اُن کو قرآن میں نہ لکھنے سے تحریف کیسے ہوگئی۔

الغرض اِس طرح کے مختلف حربوں سے اور دھوکہ بازیوں سے تحقیقی دستاویز کا مجموعہ تیار کیا گیا ہے۔

محترم قارئین! حقیقی دستاویز کا مطالعہ کرنے والوں کی سہولت کیلئے ہم نے چند مثالوں سے یہ وضاحت کر دی کہ کس طرح کے میٹیریل سے شیعہ کی دستاویزی عمارت تعمیر ہوئی ہے اور شیعہ فریب کاروں نے دھوکہ سے عامۃ الناس کو گمراہ کرنے کا کیسا گھناؤنا طریقہ روا رکھا ہے اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ یہ ابتدائی گزارشات تحقیقی دستاویز کا مطالعہ فرمانے والے معزز قارئین کرام کیلئے بہت مفید اور تلاش حق میں معاون ثابت ہوں گی انشاء اللہ العزیز۔

چند ضروری معروضات

قارئین کرام نوٹ فرمالیں۔ زیر نظر کتاب حقیقی دستاویز شیعہ کی کتاب تحقیقی دستاویز کا جواب اور ان کی طرف سے اہل سنت والجماعت پر کیے جانے والے بے جا اعتراضات واختراعات کا جواب ہے ہمارا مدعیٰ اہل سنت والجماعۃ کی طرف سے پیش کی جانے والی کتاب تاریخی دستاویز کی توثیق کرنا ہے تاریخی دستاویز میں اہل سنت کا شیعہ کے بارے میں دعویٰ اور شیعہ کے کفریہ عقائد کا ان کی کتابوں سے عکسی ثبوت پیش کیا گیا شیعہ ملت نے تاریخی دستاویز میں زیر بحث لائے گئے کفریہ عقائد کا اثبات یا انکار کرنے کی بجائے الٹا یہ واویلا کرنا شروع کر دیا کہ یہی عقائد سنی مذہب کے بھی ہے اور تحقیقی دستاویز کے نام سے تلبیس کا ایک مزید باب رقم کر دیا چنانچہ حقیقی دستاویز میں۔

۱ یہ عرض کیا گیا ہے کہ ہماری طرف منسوب یہ عقائد جھوٹ کا پلندہ اور محض دجل وفریب ہیں۔ وضاحت وتفصیل آپ

کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

- کوشش کی گئی ہے کہ شیعہ کتابوں سے الزام دینے کی بجائے کتاب میں پیش کیے گئے عکسی صفحہ کی وضاحت کر دی جائے اور بس۔
- بعض مقامات پر اہل علم کی تصنیفات سے اقتباسات لیے گئے تو اُن میں اپنی طرف سے کوئی تصرف نہیں کیا گیا حتیٰ کہ عربی عبارتوں کا ترجمہ بھی اگر اصل کتاب میں نہیں تھا تو وہ عبارت اسی حال پر من وعن لکھ دی ہے۔ اگرچہ عامۃ الناس کیلئے اس میں خاصی مشکل ہوگی مگر اصول دیانت کے تحت اس مشکل کو برداشت کیا گیا ہے۔
- جو کتاب سنی مکتب فکر کے علاوہ کسی اور شخص کی تھی ہم نے حتیٰ الوسع اس کا جواب دینے کی بجائے صرف یہ عرض کر دیا ہے کہ یہ کتاب شیعہ یا آزاد خیال شخص کی یا اہل السنّت کے معتبر شخص کی نہیں لہٰذا الزام میں اسے پیش کرنا درست نہیں۔

اِن چند گزارشات کے بعد اب آپ حضرات اِن الزامات کا مختصر مختصر جواب ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں التجا ہے کہ وہ راقم کی اِس کاوش کو خالص اپنی رضا کا ذریعہ بنائے اور پڑھنے والوں کے لیے نافع بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم۔

و صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی حبیبہٖ محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

باب اول:

عقیدہ توحید

تاریخی دستاویز کے پہلے باب ''شیعہ اور عقیدہ توحید وتوہین باری تعالیٰ'' میں شیعہ کی ایسی ۱۷ کتب سے ۳۰ حوالہ جات اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے پیش کیے جن کتب کا انکار شیعہ قوم کے لئے ہرگز ممکن نہیں اس لئے کہ وہ کتابیں عام سطح کی یا غیر معروف شیعہ مجتہدین کی تصنیفات نہیں بلکہ اصول اربعہ میں سے بھی اصل الاصول یعنی اصول کافی جس کا درجہ شیعہ قوم کے ہاں قرآن پاک کا سا ہے علاوہ ازیں اصول کافی بارھویں امام کے زمانہ غیبت صغریٰ میں امام زمانہ کے سامنے پیش کی جانے والی اور ان کی طرف سے تصدیق شدہ کتاب ہے کہ جس کیلئے امام زمانہ نے فرمایا تھا۔ ھذا کافٍ لشیعتنا۔

(مقدمہ اصول کافی مطبوعہ لکھنو)

اور الشافی جو اسی اصول کافی کی شرح ہے اسی طرح شیعہ کے مایہ ناز خاتم المحدثین ملا باقر مجلسی کی جلاء العیون، حیات القلوب ملا فتح اللہ فیض کا شانی کی تفسیر قرآن بنام تفسیر کبیر منہج الصادقین اور انوار النعمانیہ وغیرہ جیسی معروف زمانہ کتابیں ہیں جسمیں توحید رب ذوالجلال پر جارحانہ حملے کیے گئے مثلاً اصول کافی کے حوالے سے کتاب کا عکس دیا گیا جس میں ابوعبد اللہ یعنی امام جعفر صادق کی یہ روایت موجود ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ جب تک کوئی نبی اللہ تعالیٰ کے لئے 5 خصلتوں کا اقرار نہیں کر لیتا اسے ہرگز نبوت نہیں ملتی اُن پانچ چیزوں میں سب سے پہلی چیز بداء ہے جسکا آسان سا معنیٰ بھول لگ جانا ہے۔ چنانچہ شیعہ مجتہد نظام الدین جیلانی اپنے رسالہ علم الھدیٰ فی تحقیق البداء میں بدا کا معنیٰ لکھتے ہیں۔ یقال بَدَا اذا ظھر له رأیٌ مخالفٌ للرائے الاول۔ یعنی کہا کرتے ہیں فلاں کو بداء ہوا جب اسکو پہلی رائے کے خلاف کوئی دوسری رائے سوجھے۔ اس روایت کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھول جاتے ہیں جس کی وجہ سے اللہ پاک کو اپنی پہلی رائے بدل کر دوسری رائے اختیار کرنا پڑتی ہے ظاہر بات ہے کہ یہ بہت بڑا نقص اور عیب ہے جو معیوب کے اقوال سے اعتماد کو کمزور اور یقین کو زائل کر دیتا ہے جبکہ ذات حق تمام عیوب اور نقائص سے بلاشک وشبہ یقیناً مبرا اور محفوظ ہے اب اس کا حل تو یہ تھا کہ مجیب کتاب کا رد لکھتے وقت اس حوالہ کا کوئی معقول حل پیش کرتا یا انکار کرتا کہ یہ حوالہ غلط ہے یا کہتا کہ راوی بے چارا بھنگ پی کر ایسا مست تھا کہ وہ امام کی بات درست طور پر نہ سمجھ سکا امام نے یہ نہیں فرمایا تھا اسکے برعکس کوئی دوسرا جملہ تھا۔ یا کتابت کی غلطی ہے ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہم تو اللہ پاک کو بدا یعنی بھول چوک سے محفوظ جانتے ہیں مگر قارئین کرام اللہ گواہ ہے

تاریخی دستاویز کی اس تاریخی ضرب سے رافضیت ''ماہی بے آب کی طرح تڑپ اٹھی'' اور تڑپ کر ایسی بے حس ہوئی کہ کانوں تو لہو نہیں چنانچہ ایک لفظ بھی حوالہ کے رد میں لکھنا نصیب نہیں ہوا حالانکہ تحقیقی دستاویز کے قلم کار صاحبان کیلئے کسی فی نفسہٖ موجود چیز کا انکار کر دینا کچھ مشکل نہیں ان مہربانوں کا جی چاہے تو پیغام وحی لانے والے حضرت جبریلؑ کو مورد الزام ٹھہرائیں کہ وحی تو علیؓ کے پاس لانی تھی بھول کر محمد ﷺ کے پاس جا پہنچے۔ لوگوں کو خلیفہ رسول ﷺ تو حضرت علیؓ کو ماننا تھا سارے بھول بھال کر سمیت حضرت حیدر کرار کے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کر بیٹھے۔ (احتجاج طبرسی) وغیرہ قارئین محترم خدا توفیق دے آپ ذرا تاریخی دستاویز میں دیے گئے صرف نمونہ کے ان 30 حوالہ جات کو ملاحظہ فرمائیں جن کے پڑھنے سے ایک ایمان دار آدمی کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں باب میں پیش کیے گئے حوالہ جات کے مقابلہ میں ہم پر جو اعتراض ڈھونڈ لاتے وہ یہ ہے کہ تم بھی تو اللہ تعالیٰ کی بے ادبی کرتے ہو کہ تمہارے امام صاحب نے فرمایا ''میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے۔ جیسا کہ شرح فقہ اکبر میں لکھا ہوا ہے محترم قارئین ذرا غور کیجئے کیا اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھنا بے ادبی ہے؟ کیا خواب میں کسی کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا انسانی اختیار میں ہے؟ کیا شیعیت میں کوئی نصِ قطعی اس کے ممنوع ہونے پر وارد ہوئی ہے؟ کیا خواب میں جو کچھ دیکھا وہ اصل ہے یا خواب میں دیکھی جانے والی چیز کی اصل وہ تعبیر ہے جو اہل فن معبرین بتایا کرتے ہیں؟ قرآن کریم میں خواب اور انکی تعبیر کے بارے میں سورۃ یوسف، سورۃ صافات میں تذکرے موجود ہیں حضور اکرم ﷺ فجر کی نماز کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے خواب کے بارے میں دریافت فرماتے تھے خواب سن کر اسکی تعبیر ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ خود اپنے خوابوں کی تعبیر بھی ارشاد فرماتے تھے۔ معترض کو تو بالآخر خانہ پُری کرنی ہے اب تحقیقی دستاویز پڑھنے والے تمام لوگ کوئی ابن سیرین تھوڑے ہوں گے کہ جن کو معلوم ہو جائے گا کہ خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی تعبیر کیا ہے وہ تو محض یہ جانیں گے کہ جیسے شیعہ قوم اللہ تعالیٰ کیلئے بدا کا عقیدہ رکھتی ہے اسی طرح سنی بھی تو خوابوں میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے قائل ہیں پھر پلہ تو برابر رہا۔ مگر کیا دھوکہ دہی ہر جگہ پر کارگر ثابت ہو سکے گی؟ ہرگز نہیں انصاف کا ایک دن جھوٹ اور سچ کے درمیان میں حدِ امتیاز قائم کرنے والا ہے۔

اہل انصاف اور خدا ترس حضرات کی خدمت میں ہم عرض گزار ہیں کہ خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہو جانا سعادت اور عظمت کی بات ہے بے اَدبی یا گستاخی نہیں خدا تعالیٰ تعصب اور ہٹ دھرمی سے بچائے، ان کو عزت بھی ذلت نظر آئی ہے اگر چشم انصاف رکھتے ہو تو دیکھو کہ متقین کے مقتدا حضرت جعفر صادق جو فن تعبیر کے مقتداؤں میں شمار ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھنے والے کو نور بصیرت سے محروم قلم کارانِ تحقیقی دستاویز کی طرح بے اَدب نہیں جانتے بلکہ صاحب عزت ہدایت یافتہ، مامون مغفور جانتے ہیں چنانچہ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کو خواب میں دیکھنے کی تاویل سات وجہ پر ہے۔

1- معافی اور بخشش۔

2- بلا اور مصیبت سے امن۔

3- نور اور ہدایت اور دین میں قوت۔

4- ظالموں پر فتح مندی۔

5- بلا اور آخرت کے عذاب سے امن۔

6- اس ملک میں آبادی اور بادشاہ عادل ہوگا۔

7- عزت و شرف اور دنیا اور آخرت میں بلند پایہ ہوگا۔

حضرت دانیال علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو مومن بندہ خدا تعالیٰ کو خواب میں بے چون اور بے چگون دیکھتا ہے (جیسا کہ احادیث میں آیا ہے) اس امر کی دلیل ہے کہ اس کو دیدار الٰہی ہوگا اور اس کی حاجتیں پوری ہوں گی تعبیر الرویاء صفحہ 72 پر علامہ ابن سیرین ﷫ نے فرمایا ہے اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ اللہ تعالیٰ سے راز کی بات کرتا ہے تو اس امر کی دلیل ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ ہے۔ (تعبیر الرویاء 72)

حضرت کرمانیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر خواب میں دیکھے کہ حق تعالیٰ اسکو نظر لطف سے دیکھتا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ اسکو بہشت اور اپنا دیدار عنائت کرے گا۔ (تعبیر الرویاء 72)

حضرت جابر مغربیؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص خواب میں اللہ تعالیٰ کو کسی شہر یا گاؤں میں دیکھے تو اس امر کی دلیل ہے کہ اس جگہ نیک لوگ عزت اور شرف اور مرتبہ پائیں گے۔ (تعبیر الرویاء 72)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کو بے چون و بے چگون خواب میں دیکھے، وہ ڈر اور خوف سے امن میں رہے گا اور اگر مسلمان ہے تو آخرت میں دیدار الٰہی پائے گا۔ (تعبیر الرویاء 72)

خوف طوالت نہ ہوتا تو ہم کئی مزید اصحاب تعبیر کے اقوال زیارت الٰہی کی تعبیر کے نقل کرتے مگر اہل دانش کیلئے ان اسلاف کرام کے اقوال دیکھ کر یقیناً سامان تشفی میسر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی زیارت سے امام اعظم کو دنیا میں ہی خوشخبری دے دی گئی۔ خوف سے امن، معافی و بخشش، نور ہدایت، قوت دین، فتح مندی و ظفر یابی، عذاب آخرت سے نجات، سرخروئی و سرفرازی، اور عدوان اسلام دشمنانِ احناف پر حصول فتح کی۔ لہٰذا اس حوالہ کو دیکھ کر جسکا جی چاہے وہ امام اعظمؒ کے دشمنوں میں شامل ہوکر مغلوبیت و خسر الدنیا والاخرہ کے تمغے کو پائے اور جو قوت دین، راہ صواب اور دیدار الٰہی کا طالب ہو تو وہ کونوا مع الصادقین حکم قبول کر کے اس پر عمل کرے اور سچوں کی جماعت میں آ ٹھہرے۔

نکتہ: قرآن میں ہے کونوا مع الصادقین۔ حضرت جعفر صادق کا خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے والوں کے بارے میں یہ ارشاد ہے کہ خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے والے کو ظالموں پر فتح مندی حاصل ہوگی۔ اب الصادق تو خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کو نہ توہین قرار دیتے ہیں اور نہ بے ادبی یا گستاخی۔ غور کریں قرآن کا حکم ہے صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ اور صادق خواب میں دیدارِ الٰہی کو عظیم نعمت قرار دیتے ہیں۔

مگر یار لوگ جس تعصب کی عینک چڑھا کر شرح فقہ اکبر کے عکسی صفحہ کا مطالعہ کرتے ہیں اس سے انہیں خواب میں

دیدارِ الٰہی گستاخی اور توہین نظر آتا ہے۔

اربابِ انصاف ضرور جان گئے ہوں گے کہ اس منافی رؤیت باری تعالیٰ کو توہین قرار دینے والے نہ صادقوں کے ساتھ ہیں اور نہ صادق کے ساتھ۔

شیعہ قلمکار ان عبارات پر کس قدر برانگیختہ اور سیخ پاء ہے اسکا اندازہ سرخی سے لگایا جا سکتا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ کے بارے میں بکواسات'' اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں غلیظ اور گندے قسم کے ان اعتراضات پر قلم کار کو بے حد تکلیف اور دُکھ پہنچا ہے جسے وہ برداشت نہیں کر پا رہا اُس اندر کی تکلیف اور درد کا اظہار ہاتھوں میں تھامے قلم کو بھی متاثر کر رہا ہے جس کی بدولت لفظوں میں شدت آگئی ہے بلا شبہ کوئی اللہ پاک کے ذات عالی کو کبھی ادھر کبھی اُدھر کبھی زمین پر کبھی آسمان پر کبھی اٹھائے کبھی بٹھائے یوں بے اَدبی کا مظاہرہ کرے تو کوئی غیرت مند مسلمان اس بے باکی اور گستاخی کو آخر کیسے برداشت کرسکتا ہے مگر کاش مگر مچھ کے آنسوؤں میں پوشیدہ رازوں سے کوئی باخبر ہوتا! قلم کار نے تو اپنے فراڈ اور دھوکے کا بازار گرم رکھنا ہی ہے۔ اسے ہم کیا عرض کریں اہل انصاف قارئین سے التجا ہے کہ اے عقلمند و ذرا کتاب کا سر ورق تو ملاحظہ فرماؤ دیکھو ٹائٹل ہی پر رقم عبارت کہیں تقیہ کی چادر تار تار تو نہیں کیے دیتی؟ کتاب کا نام لکھا ہے ''ہدیۃ المہدی'' اور اُس سے اوپر کی سطر میں جو عبارت ہے ذرا غور فرماؤ لکھا ہے بعونہ تعالیٰ دین اخر الزمان بطور مقدمہ ظہور صاحب الزمان علیہ السلام، حضور والہ کیا ''یا صاحب الزمان ادر کنی'' اہل سنت والجماعت کی مساجد، مدارس، گھروں اور گاڑیوں پر لکھا ہوا ہوتا ہے؟ یا پھر یہ شیعہ قوم کا وہ مونوگرام ہے جو انکے گھروں باڑوں اور گاڑیوں وغیرہ پر نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ پردہ چاک ہوا اور درمیان سے جو کچھ گند نکلا وہ اپنے مونوگرام سے مزین نکلا اسے کہتے ہیں۔ ''لو خود اپنے دام میں صیاد آ گیا''۔

غلیظ گندے اور ناپاک عقیدے لکھ کر جنکا رد کرنا تھا وہ اپنے گھر کا سودا نکلا۔ ان اللّٰہ لا یھدی القوم الکافرین۔ جب عقلوں پر پردے پڑ جائیں تو یوں ہی ہوتا ہے یہ عبارت ہم نے تو لوگوں کو نہ دکھائی تھی اور نہ تاریخی دستاویز کے کسی کونے میں لکھی یہ تحریر نظر آتی ہے مگر اہل سنت کو مشکور ہونا چاہیے آپ کا کہ آپ بھی شیعہ قوم کی ناک کٹوانے میں ہمارے معاون ثابت ہوئے۔

ہاں البتہ قارئین کو لازم ہے کہ وہ کتاب کو ذرا غور سے دیکھ لیا کریں کہ یہ کس طبقہ کی ہے بہرحال جو کتاب الزام دینے کے لیے کرم فرماؤں نے پیش کی ہے اس کتاب کا ٹائٹل شیعہ کے مذہبی مونوگرام سے مزین ہے مگر پھر بھی ان مہربانوں نے اس خرافات کا مجموعہ کتاب کو ہمارے کھاتے میں ڈالنا چاہا ہے اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اتنا واضح دجل جو کوئی کرسکتا ہے وہ در پردہ کیا کچھ نہیں کرسکتا؟ ہم اہل سنت عرض کرتے ہیں کہ واقعی ہدیۃ المہدی نامی کتاب کے مذکورہ صفحات سمیت دیگر مقامات خرافات و گندگی کا ڈھیر ہیں اور یہ کرم فرمائی اور گندے عقیدے نہ مسلمانوں کے ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں یہ عقیدہ ان ہی کرم فرماؤں کا حصہ ہے جو رات دن نعرے لگاتے پھرتے ہیں یا صاحب الزمان ادر کنی۔ مدد کن یا صاحب الزمان۔

لہٰذا اس توہین آمیز تحریر کا خالق کوئی اہل سنت والجماعت کا بزرگ نہیں بلکہ نواب وحید الزمان حیدر آبادی ہے جو

غیر مقلدیت سے ترقی کر کے شیعیت تک پہنچا ہے جب کہ لغات الحدیث کے مقدمہ میں مذکور ہے اس لیے اس کے اپنے غیر مقلد بھی رافضی کہہ کر رد کرتے ہیں۔صحابہ کرام ﷺ کی ذوات قدسیہ پر کیچڑ اچھالنا ان کا مشن رہا ہے۔نواب صاحب کے پیالے میں جو کچھ ہے ناظرین ہدیۃ المہدی کتاب کے ٹائٹل پر لکھی ہوئی عبارت پڑھ کر اس سے اچھی طرح آگاہ ہو سکتے ہیں ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ الحمد للہ سنت کے دشمنوں نے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر کے جو کچھ ہماری مخالفت کرنے کے لیے ڈھونڈ لائے وہ یا تو فقہ اکبر کی روئت منامی تھی۔جسکا حال گزر چکا۔یا نواب وحید الزمان جیسے آزاد خیال لوگوں کی عبارات! چنانچہ جب عوام الناس اور عصری تعلیم یافتہ طبقہ کو ملت اسلامیہ سے برگشتہ کرنے کیلئے کچھ ہاتھ نہ آیا تو نواب وحید الزمان صاحب و دیگر اسطرح کے وظیفہ خور قلم کاروں کی کتابیں ملت اسلامیہ کی طرف منسوب کر کے سادہ لوحوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔اس دھوکہ بازی سے قارئین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اپنے رب کے ساتھ محبت و تعلق میں اہل سنت والجماعت کتنے پاک وطاہر ہیں کہ تعصب کے خوردبین لگا کر بھی اہل سنت والجماعت کی کتابوں میں سے کوئی معقول اعتراض نہ نکال سکے۔اگر کوئی سہارا بنا تو اپنے وظیفہ خور جنکو سنیوں کے لیبل میں چھپانے کی جسارت کی گئی مگر واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

یک روزی از شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ اور الجہد المقل از شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ کے حوالے سے صاحب کتاب کو یہ اعتراض ہے کہ اہل سنت اللہ تعالیٰ کو تمام چیزوں پر قادر کلی مانتے ہیں اور افعال قبیحہ جھوٹ وغیرہ بھی تو موجودات میں سے ہیں تو ان پر اللہ کو قادر ماننا بے ادبی اور گستاخی ہے یہ وہ حوالہ ہے جس کو تحقیقی دستاویز کے مقدمہ میں سپاہ صحابہ کا کفریہ عقیدہ قرار دے کر طعن کیا ہے، جواباً ہم عرض کرتے ہیں کہ خدائے لم یزل عقل پر پردے ڈال دے تو کون پردہ کشائی کرنے کی جسارت کرسکتا ہے ورنہ انصاف کی بات یہ ہے کہ ان دونوں کتابوں میں اللہ تعالیٰ سے تمام عیب والے کاموں سے نفی کی گئی ہے یک روزہ میں صفحہ ۲۱۷ محولہ عبارت کے درمیان میں عبارت ہے۔

وھو محال لانہ نقص والنقص علیہ تعالٰی محال۔

اسی طرح الجہد المقل صفحہ ۴۱ مقدمہ ہفتم کے تحت پہلی دو سطریں قابل غور ہیں۔فرماتے ہیں:

''امر ہفتم یہ ہے کہ صدور قبائح اور قدرت علی القبائح میں زمین آسمان کا فرق ہے امر اول کو عند اہل سنت بہ نسبت ذات خالق کائنات محال کہا جاتا ہے۔''

دونوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہوا کہ اہل سنت کے نزدیک برے کام جھوٹ وغیرہ یہ نقص اور عیب ہیں اور ہر وہ کام جو عیب والا ہے اسکا اللہ تعالیٰ کی پاک ذات سے ہونا محال ہے۔اندازہ لگائے جس چیز کا یہ حضرات رد فرمارہے ہیں انہیں ہمارا مہربان معترض ثابت کررہا ہے ہمارے اسلاف اہل سنت والجماعت برملا اس کا اظہار کرتے ہیں کہ کوئی بھی ایسا فعل جو قبیح ہو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے صادر نہیں ہوتا۔

ترجمہ: حضرت مولانا محمود الحسنؒ پر اعتراض کہ انھوں نے وھو خادعھم کا ترجمہ ''وہی ان کو دغا دے گا'' کیا ہے جس کی بنا پر

سرخی جمائی کہ اللہ تعالیٰ دغا کرنے والا ہے۔

الجواب:

خدعہ: باب فتح کا معنیٰ ہے دھوکہ دینا فریب میں لانا۔

اخدعہ: کسی کو دغا بازی پر اکسانا۔

اخدع الشی: چھپانا پوشیدہ کرنا۔ (المنجد صفحہ ۲۶)

لغت کے اعتبار سے چونکہ معنیٰ یہی بنتا ہے اس لئے ترجمہ میں وہی لکھ دیا جو لغت کے مطابق تھا کیونکہ ترجمہ میں حد درجہ احتیاط ملحوظ خاطر ہوتی ہے مگر اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اُن کو انکے دھوکہ بازی کی سزا دے گا چنانچہ اس کی وضاحت اسی ترجمہ پر حاشیہ لگا کر دی گئی مگر یار لوگوں کے دھوکہ کا یہ بھی ایک نمونہ ہے کہ صفحہ 130 کا اندرونی حصہ نقل ترجمہ والا عکس تو دے دیا اور اسی صفحہ کے دائیں سمت اس لفظ کی وضاحت جو حاشیہ نمبر۲ کے تحت درج ہے وہ نہیں دی حالانکہ جو عکس دیا گیا ہے یہ مکمل نہیں بلکہ اس کے ساتھ حاشیہ بھی ہے جو رافضی دھوکہ کو چوراہے پر ننگا کیے دیتا ہے۔ حاشیہ نمبر۲ میں مرقوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دغا بازی کی یہ سزا دی کہ انکی تمام شرارتوں اور مخفی خباثتوں کو اپنے نبی پر ظاہر فرما کر ایسا ذلیل کیا کہ کسی کو مُنہ دکھانے کے قابل نہ رہے اور سب دغابازی مسلمانوں پر کھل گئی اور آخرت میں جو سزا ملے گی وہ بھی ظاہر فرما دی۔ خلاصہ یہ کہ ان کی دھوکہ بازی سے تو کچھ نہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا دھوکہ میں ڈالہ کہ دنیا آخرت دونوں غارت ہوئیں۔

(حاشیہ نمبر2 ص130)

اسی حاشیہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہاں مراد دھوکہ بازی کی سزا ہے جو اللہ تعالیٰ ان کو دے گا۔ تفسیر ماجدی میں ہے ان کی چالوں کی انکو سزا دے گا۔ (تفسیر ماجدی ج1 ص813)

نیز فرماتے ہیں خداع کی نسبت جب اللہ کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مراد مجازات خداع ہوتی ہے۔

(تفسیر ماجدی ج1 ص814)

قرطبی میں ہے:

''خداع کی نسبت جب اللہ کی طرف ہو تو مجازات خداع کا معنیٰ ہوتا ہے یعنی ان کو سزا دے گا جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور اسکے پیاروں سے دغا کرتے ہیں۔''

جصاص میں ہے:

سمی الجزا علی العمل باسمہ علی مجاوزہ الکلام۔

تفسیر میں ہے:

ای یجازیھم بالعقاب علی خداعھم۔

ابن کثیر میں ہے:

ای هو الذی یستدرجهم فی طغیانهم و ضلالهم و یحزلهم عن الحق والرسول الیه فی الدنیا و کذالك یوم القیامة۔

المدارک میں ہے:

جزاء خداعهم۔

حاصل یہ ہے کہ وھو خادعھم کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان کو ان کی سرکشی اور گمراہی میں ڈھیل دے گا اور حق سے گمراہ رکھے گا اور دنیا اور آخرت میں ان کو ان کے اس جرم کی سزا دے گا چنانچہ مختلف آیات میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی سزا کو بیان فرمایا ہے:

ان المنافقین فی الدرك الا سفل من النار۔ (النساء آیت 140)

''بے شک منافقین جہنم کے سب سے نیچے درجے میں ہوں گے۔''

۲۔ آیت کا ترجمہ تو اوپر کی گزارشات میں واضح ہوگیا اس ترجمہ کے ضمن میں یہ سرخی جما دینا کہ اللہ تعالیٰ دغا کرنے والا ہے۔ پرلے درجے کی خیانت اور دھوکہ بازی ہے! کیونکہ "منافقین دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی انکو دغا دے گا" یہ عبارت اور "اللہ تعالیٰ دغا کرنے والا ہے" ان دونوں کے مفہوم میں بعد المشرقین سے بھی زیادہ فرق اور فاصلہ ہے۔

پانچواں الزام اور اس کا جواب

ترمذی مترجم صفحہ 515 سورۃ ق کی تفسیر میں حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ جہنم برابر ہل من مزید کہتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (جیسا اس کے شایان شان ہے) اپنا قدم اس میں رکھے گا وہ کہے گی بس بس۔ یہی روایت مسند الصحیح المسند ابی عوانہ ج ا ص ۱۸۷ پر بھی ہے جسکا عکس دیا گیا ہے معترض کو اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ جہنم میں قدم رکھے گا تو وہ خود بھی گویا شریک عذاب ہوا لہذا یہ روایت سوء ادب پر مشتمل ہے۔

جواباً عرض ہے کہ قرآن پاک کے ساتھ جس کا روحانی لگاؤ اور تعلق ہو وہی اسکی فرمائی ہوئی باتوں کو جانتا ہے حق تو حق کے متوالوں کو ملتا ہے جس کا مقصد ہی اعتراض پر گزارا کرنا اور کسی طرح سادہ لوحوں کو گمراہ کرنا ہو اسے کسی بات کی تہہ تک رسائی کیونکر ہو سکے گی۔

اللہ تعالیٰ کا جہنم کو چپ کروا دینا

26 پارہ کی سورہ ق میں آیت کا ترجمہ یوں ہے:

''اُس دن ہم جہنم سے (دوزخیوں کو ڈالنے کے بعد) پوچھیں گے کیا تو بھر گئی وہ کہے گی اور بھی چاہیے۔''

گویا اللہ تعالیٰ کے بار بار پوچھنے پر اس کا جواب یہ ہوگا کہ اور بھی اور بھی۔ تو اللہ تعالیٰ قدم اُس پر رکھ کر اسے چپ کروا دیں گے یہ قدم کا رکھنا بطور محاورہ کے ہے یعنی کنایہ کے طور پر یوں فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی توجہ اُس پر ڈال کر اسے

مطمئن کرادیں گے۔ شارحین حدیث نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب جنت وسعت مکانی کی بنا پر اور لوگ مانگے گی تو اللہ تعالیٰ اور مخلوق پیدا فرما کر اُن کو جنت میں داخل فرمادیں گے یہ اس کا انعام ہوگا اور جب جہنم مزید کا مطالبہ کرے گی تو اللہ تعالیٰ جہنم کے لئے نئی مخلوق پیدا فرما کر اُس میں نہ ڈالیں گے کہ نئی مخلوق کو پیدا کر کے بلا جرم عذاب اور ارتکاب گناہ کے اُن کو جہنم میں ڈالنا ہوگا جو کہ عدل خداوندی کے خلاف ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی قدم مبارک کی توجہ سے اُس جہنم کو ساکت و مطمئن کردیں گے۔ جیسے روتے ہوئے بے قرار بچوں کو چپ کروانے کے لئے باپ تھپکی دیتا ہے تو وہ خاموش ہوجاتے ہیں بسا اوقات تھپکی کی بجائے۔ لات کی ضرب سے کام لینا پڑتا ہے پھر یہ تو ایک تمثیل ہے آگ بجھانے کیلئے کبھی پاؤں اوپر رکھا جاتا ہے جس کے نیچے آگ دب کر مر جاتی ہے تو آگ بجھانے کیلئے اوپر رکھے جانے والے پاؤں کو جلنے والا کیسے خیال کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی جسم سے پاک ہے پھر پاؤں سے یہ پاؤں جو جسم کی شکل میں نظر آتا ہے یہ کیسے درست ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اتنا بڑا پاؤں اس پر رکھ دے جو جہنم کی آگ کو نیچے دے کر فنا کردے یا اس کی حرارت کم کر دے۔ اس میں اعتراض کی آخر کون سی بات ہے مگر ہمیشہ بھینگے کو ایک کے دو ہی نظر آتے ہیں تعصب کی عینک چڑھا کر دیکھا جائے گا تو یقیناً اچھی بات بھی بری نظر آنے لگے گی۔



افتراء

آدمی زنا اللہ کی طرف سے کرتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۷، اور منتخب کنز العمال ج اول صفحہ ۹۰)

الجواب:

دونوں کتابوں میں ایک ہی روایت ہے جس میں تقدیر کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے مگر تقدیر کے بارے میں یہ مسئلہ یار لوگوں نے بھونڈی شکل میں پیش کیا ہے۔ روایت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں ایک آدمی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ زنا کرنا بھی کیا تقدیر میں لکھا ہوا ہے؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا ہاں! اس آدمی نے کہا کہ اُس کو اللہ نے ہی مقدر بھی کیا اور پھر اُس پر وہ سزا بھی دے گا؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: ہاں!

یہ مسئلہ تقدیر کا ہے کہ جو کچھ انسان نے کرنا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی پیدائش سے پہلے لکھ دیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اس نے کیا کرنا ہے! تقدیر کا مسئلہ سِرٌّ مِنْ اِسْرَارِ اللّٰہ (اللہ کے رازوں میں سے ایک راز) ہے۔

درس مشکوٰۃ للشیخ محمد اسحاق کے صفحہ ۸۷ پر ہے مسئلہ تقدیر مذلۃ الاقدام میں سے ہے سر من اسرار اللہ ہے جسکی پوری حقیقت کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتہ کو دی گئی اور نہ کسی نبی اور رسول کو۔

حضرت علیؓ سے سائل نے پوچھا: **اخبرنی عن القدر قال طریق مظلم فلا تسلکه**۔ کہ مجھے تقدیر کے بارے میں خبر دو تو حضرت علیؓ نے فرمایا: تاریک راستہ ہے تم اس پر نہ چلو۔ **فاعاد السوال فقال بحر عمیق فلا تلجه**۔ اس نے دوبارہ پوچھا تو فرمایا گہرا سمندر ہے اس میں نہ گھسو۔ **اعاد السوال فقال سر اللّٰہ قد خفی علیك فلا تفتشهٗ**۔ اُس نے

تیسری بار پوچھا تو فرمایا یہ اللہ کا راز ہے جسکو اُس نے تجھ سے مخفی رکھا ہے لہٰذا تو اسکی تفتیش و تحقیق میں مت پڑ۔

(بحوالہ درس مشکوۃ صفحہ ۸۷)

معلوم ہوا کہ تقدیر کے مسئلہ میں چوں چراں کرنے کی ہرگز گنجائش نہیں حضرت علیؓ کی ہدایت تو تقدیر کے بارے میں وہ ہے جو ہم نقل کر چکے ہیں مگر اس نصیحت کے برعکس شیعہ تقدیر کے مسئلہ کو توہین باری تعالیٰ کے روپ میں پیش کر رہا ہے جبکہ سیدنا صدیق اکبرؓ سے سائل نے یہ پوچھا کہ زنا کرنا بھی کیا تقدیر میں لکھا ہوا ہے؟ آپؓ نے فرمایا ہاں۔ اس تقدیر کے مسئلہ کو رافضی نے اعتراض بنا کر پیش کر دیا۔

2- حضرت علیؓ کے ارشاد مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ کا راز ہے جس کی پوری حقیقت کسی کو معلوم نہیں تو یہ متشابہات میں سے ہوا اور متشابہات کے پیچھے پڑنے والوں کے بارے میں قرآنی ہدایات ہیں کہ وہ ٹیڑھے دل والے اور گمراہ ہیں۔ فاما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منهم ابتغاء الفتنة وابتغاء تاويله وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہے وہ متشابہات کے پیچھے لگے رہتے ہیں فتنہ اور تاویل کی تلاش میں۔ (آل عمران)۔ معلوم ہوا متشابہ (جن کی پوری حقیقت کسی پر واضح نہیں) کو وہی اچھالتے ہیں۔

1- جن کے دل ٹیڑھے ہیں۔

2- فتنہ پرور ہیں۔

۳- نئی نئی تاویلوں سے اسلام کا وجود مسخ کرنے کے در پے ہیں۔ اگر جائزہ لیا جائے تو یہی تینوں رذائل رافضی قوم کا خاصہ اور انکا ضروری جزو نظر آئیں گی۔

3- حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مسئلہ تقدیر کی پوری حقیقت جاننا انسانی کمزور سی عقل کے لیے ممکن نہیں کیونکہ یہ تاریک راہ ہے۔ گہرا سمندر ہے، اللہ کا سِرّ اور راز ہے لہٰذا اس مسئلہ کی بنا پر اعتراض نہ کر اور نہ ہی اسکی جستجو میں لگ، مگر حضرت علیؓ کے نام پر قوم کو بے وقوف بنانے والے حیدر کرارؓ کی ان تمام ہدایات کو نظر انداز کرتے ہوئے تقدیر کے اس مسئلہ کو اعتراض بنا کر لاتے ہیں۔

4- تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک نے لکھ دیا ہے اب لکھنا اور چیز ہے اور کرنا اور چیز تقدیر کو اللہ کی طرف سے مقرر فعل بنا کر پیش کرنا شرک کے روگ میں مبتلا دماغ کی سوءمزاجی ہے ورنہ ماہر ڈاکٹر علامات دیکھ کر آگاہ کر دے اور رپورٹ لکھ دے کہ یہ گھنٹہ دو گھنٹے میں مر جائے گا یا محکمہ موسمیات کے لوگ آلات کی مدد سے اعلان کر دیں کہ فلاں علاقے میں بارش ہوگی یا بذریعہ آلات روح ڈالے جانے کے بعد بتایا جائے کہ اس عورت کے ہاں بیٹا یا بیٹی ہوگی تو کوئی یوں نہیں کہتا کہ ڈاکٹر کی رپورٹ کی وجہ سے بندہ مر گیا یا محکمہ موسمیات کی اطلاع کی وجہ سے بارش ہوئی یا الٹراساؤنڈ کی وجہ سے بچہ یا بچی ہوئی کیوں کہ انہوں نے یوں کہا تھا بس اُنکے کہنے کی وجہ سے یوں ہو گیا بلکہ ان خبروں کو معلومات اور علم کا درجہ دیا جاتا ہے یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اور مخلوق کا علم ہرگز ایک جیسا نہیں بلکہ

محض بات سمجھانے کی غرض سے عرض کیا ہے کہ تقدیر میں لکھے ہوئے ہونے کی وجہ سے زانی نے زنا نہیں کیا بلکہ اپنے کسب واختیار سے یہ جرم کیا ہے۔ البتہ اللہ پاک کا علم اتنا یقینی اور پائیدار اور صادق ہے کہ جو کچھ اس نے کرنا تھا وہ سب اللہ کو پہلے سے معلوم تھا جو تقدیر میں لکھ دیا گیا۔

لہٰذا تقدیر میں لکھا ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں جو راؔ ئی ذماغ نے کشید کیا ہے کہ چونکہ تقدیر میں لکھا ہوا ہے لہذا اس نے یہ جرم اللہ کی طرف سے کیا ہے بلکہ مجرم یہ جرم اپنے ارادہ اور اختیار سے ہی کرتا ہے۔

5- جیسا کہ عرض کیا گیا زنا کرنے کے بارے میں تقدیر کے اندر لکھا ہوا ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ فعل انسان مجبور ہوکر اس لیے کرتا ہے کہ وہ تقدیر میں لکھا گیا ہے بلکہ کسی بھی فعل کے معرض وجود میں آنے کے لیے دو چیزیں بنیاد بنتی ہیں۔ (1) خلق، (2) کسب۔ خلق اللہ کی طرف سے اور کسب انسان کی طرف سے ہوتا ہے جب انسان کسی کام کیلئے کسب کرے تو اللہ پاک بسا اوقات اسی کام کو خلق فرما دیتے ہیں جس سے وہ کام تکمیل تک پہنچ جاتا ہے انسان کا کسب اس کے لئے جزا یا سزا کا باعث ہوتا ہے نہ کہ تقدیر۔



افتراء

اللہ تعالیٰ کرسی پر بیٹھے گا تو کرسی کجاوہ کی طرح چڑ چڑائے گی۔

الجواب:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

وسع کرسیة السموات والارض۔ (آیت الکرسی)

''گنجائش ہے اس کرسی میں تمام آسمانوں اور زمینوں کی۔''

بظاہر کرسی کی یہ وسعت انسانی خیال وسوچ سے بہت ماورا ہے ایسے ہی احادیث میں ہے کہ سب سے کم جنت پانے والا اس پوری دنیا سے پانچ گنا بڑی وسیع جنت کو پائے گا۔ تو جو انبیاء ہوں گے انکی جنت کس قدر وسیع وغریض ہوگی انسانی عقل اس کا احاطہ بھی نہیں کرسکتی ہے بلکہ یہ محض ایک تمثیل ہے جو انسان کو سمجھانے کے واسطے کہی گئی ہے حقیقت نہیں جو اپنے حقیقی معنی پر محمول ہو۔

حضرت مولانا قطب الدین خان دہلویؒ فرماتے ہیں:

پس اس حدیث میں کرسی کی جو وسعت وکشادگی بیان کی گئی ہے وہ بطریق تعین وتحدید نہیں بلکہ عام لوگوں کے ذہن و فہم کے مطابق محض تمثیل کے طور پر ہے جیسا کہ جنت کی وسعت وکشادگی کو محض تمثیل کے طور پر بیان کرنے کیلئے فرمایا گیا:

عرضها السمٰوٰت والارض۔ (مظاہر حق جدید ج ۵ صفحہ ۱۸۴)

2۔ کرسی کا وجود وسعت اور اس پر قیام وجلوس منجملہ متشابہات کے ہے جسکی حقیقت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ لہذا

اس کی تفتیش میں مشغول ہونا بھی متشابہات کے درپے ہونا ہے۔ حضرت مولانا قطب الدین فرماتے ہیں "یہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ حدیث کے الفاظ ان متشابہات میں سے ہیں جس کے حقیقی معنیٰ و مراد تک انسانی علم و ذہن کی رسائی تیقن کے ساتھ ممکن نہیں لہٰذا مفردات عبادت جیسے کرسی پر حق تعالیٰ کے بیٹھنے سے کرسی کے چڑچڑانے اور اس کرسی کے زمین و آسمان کے درمیانی فاصلہ کے بقدر وسیع و کشادہ ہونے وغیرہ کے حقیقی معنیٰ تک پہنچنے کی کوشش کیے بغیر صرف مفہوم حدیث کے خلاصہ کو اختیار کرنا چاہیے جو یہ ہے کہ اس حدیث کے ذریعے قیامت کے دن حق تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اس کے جاہ و جلال اور اس کی بادشاہت و حاکمیت کا اظہار کرنا مقصود ہے۔ (مظاہر حق جدید صفحہ ۱۸۴ ج ۵)

معلوم ہوا کہ کرسی پر بیٹھنا کرسی کا چرچڑانا اور اسکا وسیع و عریض ہونا سب متشابہات میں سے ہیں اور متشابہات کے درپے وہی ہوتا ہے جسکا دل ٹیڑھا، فتنہ کا طالب اور دین کا حلیہ بگاڑنے کیلئے تاویل کی راہوں کا طالب ہو۔ جیسا کہ ہم گذشتہ اوراق میں عرض کر چکے ہیں۔

3۔ جن حضرات نے اسکا کچھ مطلب بیان فرمایا انہوں نے بھی کرسی وغیرہ سے وہی حقیقی معنیٰ مراد نہیں لیے جو رافضی کرم فرمانے بیان کیے ہیں بلکہ وہ فرماتے ہیں کرسی پر قیام سے نعمت الٰہی اسکی عظمت اور بلندی کی تجلی کا ظہور ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا کرسی پر قیام فرمانا اسکا تجلی ظاہر فرمانا ہے اس لئے کہ کرسی اور اس پر قیام مادہ جسم پر مبنی اشیاء ہیں اور اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہیں۔



افتراء

اللہ تعالیٰ کو رو برو بالمشافہ دیکھا۔ (غنیۃ الطالبین)

الجواب:

معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا بھی گویا رافضی کے ہاں بے ادبی اور گستاخی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا زیارت کرنا نہ بے ادبی ہے اور نہ کوئی گستاخی ہے۔ بلکہ سراسر ادب اور محبت میں ترقی کا باعث ہے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کا ہونا تو کسی کے ہاں بھی مختلف فیہ نہیں حضرت امام اعظم کا اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھنا اور اس خواب کی تعبیر گزر چکی ہے۔ بیداری کی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کی زیارت ہو جانا ناممکن نہیں۔

تفسیر معارف القرآن میں لن ترانی (یعنی آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے) اس میں اشارہ ہے کہ رؤیت ناممکن نہیں مگر مخاطب بحالت موجودہ اس کو برداشت نہیں کر سکتا ورنہ اگر رؤیت ممکن ہی نہ ہوتی تو لن ترانی کی بجائے لن اریٰ کہا جاتا کہ میری رؤیت نہیں ہو سکتی۔ (مظہری)

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار دنیا میں بھی عقلاً ممکن تو ہے مگر اس ایت سے اسکا ممتنع الوقوع ہونا بھی ثابت

ہو لیا اور یہی مذہب ہے جمہور اہل سنت کا!

2- مذکورہ عبارت اختلاف تفسیر کی ہے کہ آپ ﷺ کو رؤیت باری تعالیٰ ہوئی یا نہیں ہوئی اس مسئلہ میں دو آرائیں ارباب تفسیر میں پائی جاتی ہیں۔

۱- آپ کو رؤیت ہوئی۔

۲- آپ کو رؤیت باری تعالیٰ نہیں ہوئی۔

سورۃ النجم کی تفسیر میں حضرت مفتی اعظمؒ پاکستان رقم فرماتے ہیں:

ان آیات کے بارے میں آئمہ تفسیر سے دو تفسیریں منقول ہیں ایک کا حاصل یہ ہے کہ ان سب ایات کو معراج کا واقعہ قرار دے کر حق تعالیٰ سے تعلیم بلاواسطہ اور رؤیت وقرب حق تعالیٰ کے ذکر پر محمول فرمایا اور شدید القویٰ، ذومرۃ، فاستویٰ، اور دنیٰ فتدلیٰ، سب کو حق تعالیٰ کی صفات و افعال قرار دیا اور آگے جو رؤیت و مشاہدہ کا ذکر ہے اس سے بھی حق تعالیٰ کی رؤیت و مشاہدہ کا ذکر ہے اس سے بھی حق تعالیٰ کی رؤیت و زیارت مراد لی، صحابہ کرام میں حضرت انسؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے یہ تفسیر منقول ہے۔ تفسیر مظہری میں اسی کو اختیار کیا ہے جبکہ بہت سارے حضرات صحابہ و تابعین و آئمہ تفسیر نے ان آیات سے حضرت جبریل کو ان کی اصل صورت میں دیکھنا مراد لیا ہے۔ اور شدید القویٰ وغیرہ جبریل امین کی صفات بتلائی ہیں اس کی بہت سی وجوہ ہیں۔ الخ (معارف القرآن ج ۸ صفحہ ۱۹۵)

جمہور مفسرین کی رائے دوسری تفسیر ہے کہ حضرت عائشۃ الصدیقہؓ نے بھی آپ ﷺ کی رؤیت باری تعالیٰ سے انکار کیا ہے غنیۃ الطالبین میں اسی اختلاف تفسیر کا ذکر ہے جو کوئی قابل گرفت شے نہیں اسطرح کا اختلاف رائے مختلف مسائل میں حضرات اکابرین کا موجود ہے جس اختلاف کو رحمت بتایا گیا ہے وہ اسی قسم کا ہے۔ لہذا اس اختلاف کی بنا پر اگر غنیۃ الطالبین میں کسی ایک رائے کا اظہار کیا گیا ہے تو یہ ہرگز اللہ تعالیٰ کی گستاخی و بے ادبی نہیں۔



افتراء

اللہ تعالیٰ کرسی پر رسول اللہ کے روبرو بیٹھے گا۔

الجواب:

یہ عبارت بھی غنیۃ الطالبین کے صفحہ ۱۲۷ سے منقول ہے جسمیں میدان حشر کی کچھ باتوں کا ذکر ہے۔

دوسرا باب

عقیدہ رسالت

توہین پیغمبر اسلام و دیگر انبیاء

افتراء

نبی کریم کافر اور گمراہ تھے۔ (تفسیر رازی)

الجواب:

محترم قارئین کرام داد دیجئے میدان دجل کے شاہ سوار اور فاتح اعظم کو جس نے حیا اور غیرت کی تمام حدود کو کراس کر کے اپنے غیظ وغضب کی بھڑاس نکالی۔ ملاحظہ فرمایئے مذکورہ کتاب کے عکسی صفحہ پر جو عبارت درج ہے وہ یہ ہے۔ اما **الجمهور من العلماء قد اتفقوا على انّهٗ عليه السلام ما كفر لحظة واحدة۔** (مذکورہ عکسی صفحہ کی سطر نمبر 15)

یعنی جمہور علماء تحقیق اس بات پر پوری طرح متفق ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک لحظ (ایک لمحہ) بھی کفر کی حالت میں نہیں گزارا۔

مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اعلان نبوت سے قبل یا بعد کبھی ایک لمحہ بھی ایسا بسر نہیں فرمایا جس میں آپ ﷺ نے کفر کیا ہو بلکہ ہمیشہ فرمانبرداری کی راہ پر ہی قائم رہے ہیں۔ اس صفحے پر جو عبارت لکھی ہوئی ہے وہ ہم نے پیش کردی مگر اسکے برعکس ملت اسلامیہ پر کتنا بڑا بہتان کیسا بھاری افترا ان رافضیوں نے تراش نکالا اور کتنا بڑا جھوٹ ملت اسلامیہ کے منہ لگادیا آپ ہی فرمایئے جو اس قدر شرم وحیاء کو بٹہ لگا کر غیظ ودشمنی میں اس حد تک جا پہنچے اس سے کیا توقع رہ جاسکتی ہے کہ فلاں قسم کا الزام اور جھوٹ وہ ملت اسلامیہ پر نہیں باندھ سکتا۔

۲- ہر دیانت دار شخص جانتا ہے کہ کسی فرد واحد کے ذاتی خیال سے آگاہ کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ بتانے والے یا تمام لوگوں کا خیال اور نظریہ یہی ہے جیسے ممبران اسمبلی کسی قانون پر گفتگو کر کے فیصلہ کرنا چاہیں تو 500 میں سے ایک آدمی کا خیال ہو کہ یہ قانون پاس نہ کیا جائے جبکہ 499 افراد اسکے حق میں ہوں اب قانون پاس ہوجانے کے بعد بحث کی تفصیل میں لکھا ہوتا ہے کہ فلاں آدمی کا یہ خیال ہے کہ یہ قانون پاس کرنا مفید نہیں تو کون ذی عقل

کہے گا کہ چونکہ اس شخص نے یہ کہالہذا تمام ممبران اسمبلی کا یہی خیال اور رائے ہے کہ یہ قانون مفید نہیں ! مذکورہ مقام پر کلبی کا قول اور اسکا خیال امام رازی نے یہ نقل کیا کہ کلبی کا خیال یہ ہے کہ وو جدك ضالا فهدى کا معنیٰ ہے کہ آپ شروع میں توحید سے ناواقف تھے یعنی یہ عقیدہ توحید آپ سے چھپا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی رہنمائی توحید کی طرف کردی۔ (فتح الباری ج 1 ،ص204 سورۃ حج کی تفسیر) ارباب علم نوٹ فرمائیں کہ کلبی کوئی معتبر عالم نہیں، تھا بلکہ یہ شخص گمراہوں میں سے ایک تھا اہل علم نے اس پر خوب جرح کی ہے چنانچہ فتح الباری میں ہے کلبی وسدی غیر معتبر لوگ اور گمراہ تھے۔ وہ کلبی متروک یہ خیال مذکورہ شخص کا ہے نہ کہ صاحب تفسیر اور اہل حق کا۔

3- جس شخص کے قول کو سامنے رکھ کر روافض نے یہ اعتراض داغا ہے اس کلبی کا ذرا مذہبی چہرہ بھی سامنے رکھ لیا ہوتا مگر اتنی ہمت رافضی قلم میں کہاں! جو وہ حقیقت حال سے کسی کو مطلع کرے۔ حضرات محترم نبی کریم ﷺ کی ذات اطہر کے بارے میں یہ ناپاک قول کرنے والا کلبی رافضی العقیدہ کذاب ہے! ارباب علم کے نزدیک اس کذاب شخص کا یہ عقیدہ ہرگز قابلِ قبول نہیں کلبی سبائی کے احوال کے لیے کامل ابن عدی ص۶۵۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

لہٰذا یہ عنوان باندھ کر روافض نے شرمناک خیانت اور بدترین فریب کاری کا مظاہرہ کیا ہے کوئی شریف آدمی ایسی ظالمانہ حرکت پر خاموش نہیں رہ سکتا یقیناً خوف خدا اور فکر آخرت سے بے نیاز لوگوں کیلئے یہ حرکت کوئی عجوبہ نہیں بلکہ اسطرح کی کئی خرافات ایجاد کرنا انکے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اسطرح لوگوں کیلئے گمراہی کی دلدل کھودنے والے جہنم کی دلدل سے اپنے آپ کو بھی نہ بچا سکیں گے۔



افتراء

نبی اکرمؐ بحالت روزہ حضرت عائشہؓ سے بوس وکنار کرتے اور انکی زبان چوستے تھے۔ (مشکوٰۃ)

الجواب:

1- مذکورہ حدیث ضعیف ہے اس لیے کہ اس روایت کی سند میں محمد بن دینار الطاحی البصری ہے جس پر اہل علم نے کلام کیا ہے چنانچہ ابن معین فرماتے ہیں "ضعیف" کہ یہ راوی ضعیف ہے ابن مرہ فرماتے ہیں: **ليسُ به بأس ولم يكن له كتاب:**

کہ اس میں حرج تو کوئی نہیں اور اس کے پاس کتاب نہیں تھی۔ یعنی اس کے پاس احادیث کا لکھا ہوا مجموعہ نہیں تھا محض اپنے حافظہ سے بیان کرتا تھا تو احتمال ہے روایت بیان کرتے ہوئے الفاظ آگے پیچھے ہوجاتے ہوں یا کوئی لفظ کم زیادہ ہوگیا ہو کیونکہ کتاب میں لکھا ہوا تو نہیں بدل سکتا حافظہ میں موجود چیز میں البتہ وہ یقین واحتیاط نہیں "ابن عدی فرماتے ہیں کہ متن حدیث میں **و يمص لسانتها** کا لفظ حرف محمد بن دینار والی سند سے ہے کسی اور نے اس لفظ کو متن میں ذکر نہیں کیا۔ دیگر ارباب علم بھی اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں اس ضعیف راوی کی وجہ سے فقہا نے اعتماد نہیں کیا نہ ہی بحالت روزہ بیوی کی

زبان چوسنے کی اجازت دی ہے۔اسی طرح ایک راوی سعد بن اویس ہے۔ ابن معین فرماتے ہیں یہ راوی بھی ضعیف ہے۔ ان متکلم فیہ راویوں کی سند سے حاصل ہونے والی روایت کا ضعف واضح ہے۔ تفصیل مرقات شرح مشکوٰۃ جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 500 پر ملاحظہ فرمائیں۔

2- میاں بیوی کے باہمی معاملات میں ایسے واقعات کچھ معیوب نہیں اور نہ ہی ذات پیغمبر کا کوئی عمل تعلیم امت سے بغیر ہوتا ہے اگر گھر میں آپ ﷺ نے ایسا فرمایا تو اسمیں بھی یہ وضاحت مطلوب تھی کہ اگر کوئی شخص اپنے اوپر اختیار و کنٹرول رکھتا ہو تو گھر میں ایسا کچھ اہلیہ سے کر لینا تو روزے کو نہیں توڑتا جبکہ کسی دوسرے کی ریق یعنی لعاب وغیرہ پیٹ میں نہ جائے۔ اسکی وضاحت دوسری حدیث صراحتاً بھی موجود ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت کے بارہ میں پوچھا تو آپ نے اجازت دے دی ایک اور شخص نے اجازت مانگی تو آپ نے اجازت نہ دی یعنی اسے مباشرت سے منع فرمایا جس کو اجازت دی تھی وہ بوڑھا اور جس کو منع فرمایا وہ جوان تھا۔ (مشکوۃ صفحہ ۱۷۶)

اپنی اہلیہ سے الفت و محبت کے ساتھ بولنا یا ہاتھ لگانا کوئی عیب کی بات نہیں اور نہ ہی نواقض صوم میں سے ہے تو پھر نامعلوم رافضی کرم فرماؤں کو کیا سوجھی جو اس پر اعتراض داغ دیا۔



افتراء

حضرت رسول اکرم ﷺ جناب عائشہؓ کو مسجد میں حبشیوں کا ناچ دکھاتے تھے۔ (ترمذی، نسائی)

الجواب:

1- ترمذی اور نسائی میں جس واقعہ کا ذکر ہے اول تو یہ قبل از نزول حکم حجاب کا ہے ابھی پردہ کا حکم نازل نہ ہوا تھا اس وقت آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو یہ جنگی مظاہرہ دکھایا تھا۔ اور پردہ کا حکم نازل ہونے سے قبل عورتوں کا کام کاج کیلئے نکلنا اور اپنے آدمیوں کی خدمت کھلے بندوں کرنا درست تھا جیسا کہ سیدہ فاطمہ الزہراؓ کا میدان احد میں آپ ﷺ کے زخموں کو دھونا اور خون روکنے کی کوشش کرنا فریقین کی کتب سے ثابت ہے۔

2- مسجد میں حبشی صحابہ کرام کے جنگی مظاہرہ کو ناچ قرار دینا بھی رافضی دماغ کی کمائی ہے ورنہ وہ ناچ نہیں ،جنگی قوت کا مظاہرہ تھا اور جنگ کی تیاری کیلئے ٹریننگ کرنا جنگی مظاہرہ کرنا نہ صرف جائز بلکہ عبادت ہے اور عبادت کی جگہ مسجد ہے لہذا مسجد میں یہ جنگی مظاہرہ برا نہیں جیسا کہ یار لوگوں نے تاثر دیا اور اس پر استغفر اللہ کا ورد کر کے یہ تاثر بھی دیا کہ یہ کام کوئی بہت بڑا گناہ ہے۔ بلاشبہ روافض کے ہاں تو ہر نیک کام گناہ ہی ہے البتہ تقیہ، متعہ، بھنگ اور چرس کے مزے لینا انکے ہاں کار ثواب اور اجر عظیم ہے۔

3- جنگی کھیلوں کا دیکھنا کوئی گناہ کی بات نہیں خود نبی کریم ﷺ جنگی کھیل دیکھتے بلکہ بسا اوقات خود بھی شریک ہوتے تھے۔ لہذا حضرت عائشہؓ کو یہ کھیل دکھانا ایک طرف دل جوئی اور دل داری ہے جو کہ اعلیٰ اخلاق اور حسن معاشرت کا بہترین

نمونہ ہے تو دوسری طرف جہاد کا شوق اور جذبہ بیدار کرنا اور اس سے راہ فرار اختیار نہ کرنے کی رغبت دلانا بھی ہے اگرچہ عورت پر نہ جہاد فرض ہے اور نہ اُن کو بہاد پر نکلنے کا حکم۔ مگر بلاشک وشبہ عورت جہاد میں مردوں کے جانے کا باعث ہے عورت کی ترغیب اور شوق دلانا مردوں کیلئے اس میدان کی طرف چلنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

4- حیرت کی بات تو یہ ہے کہ روافض کو یہ کھیل دکھانا باعث اعتراض نظر آ گیا مگر اپنے گھر کی خبر ہی نہ لی شیعہ قوم کے معصوم امام حضرت ابوعبداللہ فرماتے ہیں۔ ان خدمة جوارينا لنا وفروجهن لكم حلال۔ یعنی چھوکریوں کی خدمت ہمارے واسطے ہے اور انکی فرجیں (شرمگاہیں) تمہارے واسطے حلال ہیں۔ بحوالہ تحفہ اثنا عشریہ 163۔

یہاں تو کھیل کا دیکھنا بھی باعث اعتراض نظر آیا اور اپنا حال یہ ہے کہ شرم و حیاء کی ساری حدیں کراس کرتے ہوئے اللہ کے پیاروں کا نام آڑ بنا کر حیاء سوز حرکتیں کرتے ہیں اور اس پر ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ احساس ندامت بھی نہیں اس حوالہ کی روشنی میں خود ہی آپ ملاحظہ فرمائیں اور کوئی رائے قائم کریں۔ ہم عرض کریں تو شکایت ہوگی۔

5- باقی رہا یہ معاملہ کہ جو بھی ہو وہ حبشی تھے تو اجنبی۔ پھر نبی ﷺ کی بیوی کو اور وہ بھی نبی ﷺ کی موجودگی بلکہ نبی کی اپنی مرضی سے اُن اجنبیوں کو دیکھنا کیسے درست ہو گیا۔ ہم عرض کر چکے ہیں کہ یہ واقعہ قبل از حکم حجاب کا ہے اس وقت تک پردہ کرنا فرض ہی نہ ہوا تھا اور قبل از حکم فرضیت اُس کام کے کرنے پر معصیت کا حکم لگانا درست نہیں۔ اگر یار لوگوں کو ہضم نہ ہوا اور اس ساری گزارش اور الفاظ روایت کو جھوٹ ہی قرار دینے پر تلے رہیں تو لیجئے یہ اللہ کا قرآن ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اللہ کے نبی اور پیغمبر ہیں دو فرشتے انسانی صورت وشکل میں تشریف لائے تو مجمع البیان و دیگر شیعہ تفسیروں میں و امرته قائمة فضحکت فبشرنها باسحاق کے تحت مرقوم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ حضرت سارہؑ ان مہمانوں کی خدمت کے واسطے کھڑی ہوئیں اور فرشتوں کی باتیں سن کر ہنسیں۔ ابھی تک ان فرشتوں کا حال ظاہر نہ ہوا تھا کہ وہ فرشتے ہیں یا انسان۔ (ملخصاً بحوالہ تحفہ اثنا عشریہ 163) اب ذرا ملاحظہ فرمائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی موجودگی میں انکی بیوی غیر مردوں کے سامنے کھڑی ہیں اس پر مستزاد یہ کہ اُن غیر مردوں سے باتیں ہی کر رہی بھی بلکہ ہنس بھی رہی ہیں۔ تحقیقی دستاویز والے کرم فرما اس واقعہ پر نعوذ باللہ کہہ کر کیا فتویٰ صادر کرنا پسند فرمائیں گے؟

چلو حدیث میں لکھا یہ واقعہ تو نسائی وغیرہ نے العیاذ باللہ گھڑا ہوگا تو کیا قرآن پاک کی یہ آیت بھی کسی ایسے رافضی فتویٰ کا بوجھ اٹھائیگی؟

الحمدللہ اہل سنت والجماعت تو راہ صواب پر قائم اور کاربند ہیں کہ ابھی پردہ کا حکم ہی نازل نہ ہوا تھا لہٰذا حضرت سارہؑ کا یہ عمل نہ خلاف شرع ہے اور نہ معصیت۔ مگر روافض اپنی انوکھی فکر اور ضد وحسد کے مرکبات میں ڈوب کر جو نئے شگوفے چھوڑتے ہیں وہ یہاں پر کیا جواب دیں گے؟ ماهو جوابكم فهو جوابنا۔



افتراء

انبیاء کی قبور سے جو آوازیں آئیں وہ شیطان کی چالیں تھیں۔ (الوسیلہ)

الجواب:

ابن تیمیہ کی اردو ترجمہ میں ڈھلی ہوئی الوسیلہ کے عکسی صفحہ کی متنازعہ عبارت یہ ہے۔ ''مشرکین پر جنات و شیطانوں کا ظہور'' اس رائے پر کفر وضلالت کا جس قدر غبار ہے۔ کسی صاحب عقل سے پوشیدہ نہیں بلاشبہ بتوں کے ذریعہ شیاطین کا جو تصرف ظاہر ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کی گمراہی کا ایک بڑا سبب ہے قبر کو بت بنانا شرک کی ابتدا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ قبروں کے پاس بھی بعض لوگوں کو کبھی آوازیں سنائی دیتی ہیں صورتیں دکھائی دیتی ہیں کوئی عجیب وغریب تصرف نظر آتا ہے جسے وہ مردہ کی کرامت سمجھتے ہیں مثلاً کبھی دکھائی دیتا ہے کہ قبر شق ہوگئی مردہ باہر نکل آیا۔ باتیں کیں۔ معانقہ کیا۔ اس طرح کی چیزیں عام و خاص سب کی قبروں پر پیش آسکتی ہیں مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ سب شیطان کی چالیں ہیں جو آدمی کے بھیس میں ظاہر ہوکر مکروفریب کا کرشمہ دکھاتا ہوا کہتا ہے کہ میں فلاں بزرگ یا شیخ ہوں۔ اس بارے میں متعدد واقعات مشہور ہیں۔ الخ

(الوسیلہ عکسی صفحہ دستاویز صفحہ نمبر 187)

اس عبارت کو ملاحظہ فرما کر از روئے انصاف فرمایئے کیا مذکورہ اعتراض والی سرخی درست اور دھوکہ سے پاک صاف نظر آتی ہے؟ سرخی کو پڑھ کر فوری تصور ذہن میں یہی آتا ہے کہ انبیاء کی قبروں سے جو بھی آواز آئے وہ شیطان کی چال ہے اور یہ کہ اس طرح کی چالیں صرف قبور انبیاء کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں جبکہ عبارت مذکورہ میں شیطان کے تصرفات اور گمراہ کرنیکے مختلف حربوں اور طریقوں میں سے یہ حربہ بھی بتایا گیا کہ وہ قبروں کے اندر سے اسطرح کے تصرفات کرتا ہے اور دھوکہ دے کر راہ حق سے گمراہ کرتا ہے۔

2- اس عنوان و اعتراض کا مقصد محض عامۃ الناس کی محبت رسول ﷺ سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے کہ گنہگار مسلمان بھی اللہ کے رسول سے اپنی جان سے زیادہ محبت رکھتا ہے ظاہر ہے کہ جب ایک مسلمان اس سرخی زدہ دھوکہ کو پڑھے گا تو وہ اہل حق کے بارے میں بدگمانی کا شکار ہوکر اُن سے دور ہو جائے گا اور یہی روافض کا مطلوب ہے۔ حالانکہ عبارت مذکورہ میں محض شیطانی تصرفات سے بچانے کی ایک کوشش کی گئی ہے کہ شیطان اس طرح سے بھی گمراہ کرسکتا ہے لہذا ہوشیار رہنا چاہیے اور ایسے واقعات قبرستانوں میں یا کسی دوسری طرف سے پیش آجائیں تو بلا سوچے سمجھے اُن کو قبول کر کے گمراہی کی دلدل میں قدم نہ رکھنا چاہیے مگر یار لوگوں نے اہل اسلام کو شیطانی دھوکوں سے بچانیکی اُس کوشش کو بھی غلط طریقہ سے استعمال کرنا شروع کردیا۔ گویا شیطانی دھوکوں سے آگاہ کرنے والی اس عبارت کے خلاف یہ ایک دوسرا شیطانی دھوکہ ہے جو کہ تحقیقی دستاویز کے صفحہ 187 کی سرخی میں نمایاں طور پر ظاہر ہو رہا ہے۔

3- قبروں سے اس طرح کی مختلف آوازیں آنا اور عام طور پر قبرستانوں میں شیاطین و جنات کا قیام کرنا۔ تسخیر جنات وشیاطین کیلئے چلہ کشیوں کے دلدادہ لوگوں کا قبرستانوں میں قیام پذیر ہونا ایسا معروف ومشہور ہے کہ کسی کو انکار کی گنجائش

نہیں مذکورہ کتاب میں اس کی طرف ان الفاظ سے اشارہ بھی کردیا ہے کہ "اس بارے میں متعدد واقعات مشہور ہیں"

گویا یہ صرف خیالی یا تصوراتی بات نہیں کہ شیطان یوں بھی تصرف کرتا ہے بلکہ ایسے واقعات پیش آچکے ہیں جو کتابوں میں موجود ہیں۔ حضرت حکیم الامتؒ نے اپنے ملفوظات میں یہ حکایت نقل فرمائی ہے حضرت شیخ عبدالحق کو خواب میں آپ ﷺ کی بکثرت زیارت ہوتی تھی انکا معمول تھا کہ جب سنتے کہ کسی جگہ کوئی بزرگ رہتا ہے تو زیارت کیلئے تشریف لے جاتے ایک بزرگ کی کافی شہرت سنی تو اسکی زیارت کے لئے تشریف لے گئے بمشکل جب زیارت ہوئی تو ان کو پینے کے واسطے شراب کا پیالہ پیش کیا گیا۔ کہ نوش فرماؤ حضرت نے انکار کردیا بزرگ نے مسلسل اصرار کیا بالآخر کہنے لگا کہ دیکھو یہ پیالہ نوش کرلو ورنہ پچھتاؤ گے حضرت نے انکار کردیا واپس ہوئے رات خواب دیکھا کہ رحمت عالم ﷺ اندر کمرے میں تشریف فرما ہیں اور وہی درویش شراب نوش دروازے پر کھڑا پہرہ دے رہا ہے جب حضرت اندر جانے لگے تو اس درویش نے روک لیا اور کہا کہ جب تک میرا کہا نہ مانو گے اندر نہ جانے دوں گا صبح کو پھر اسی درویش کے پاس تشریف لے گئے تو وہ صاحب کشف بھی غضب کا تھا کہنے لگا دیکھا ہمارا کہا نہ ماننے کا یہ نتیجہ ہوا کہ حاضری سے محروم رہے اگر شراب کا پیالہ پی لیتے تو محروم کیوں رہتے۔ جواب میں حضرت شیخ نے فرمایا حاضری سے محروم رہا تو کیا ہوا آپ ﷺ کی خوشنودی تو حاصل ہوگئی کہ شریعت پر عمل کرنے کو باقی ہر شے پر مقدم رکھا الغرض دوسری رات پھر تیسری رات یہی قصہ پیش آیا بالآخر اندر سے آپ ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے دو دن سے عبدالحق نہیں آئے تو حضرت شیخ نے چیخ کر عرض کیا حضور ﷺ یہ شخص مجھ کو اندر نہیں آنے دیتا بس پھر حضور ﷺ نے اس درویش سے فرمایا کہ اخسا یا کلب یعنی دور ہو اے کتے اور صحابہؓ کو فرمایا اس کو نکال دو صحابہؓ نے اس کو نکال دیا حضرت شیخ اندر حاضر ہوگئے اگلے دن پھر اس درویش کے پاس گئے وہاں بہت مجمع رہتا تھا سب لوگ وہاں موجود تھے مگر وہ درویش نہ تھا لوگوں سے پوچھا تو جواب ملا کہ وہ اندر ہیں اندر دیکھا تو کچھ نہیں تحقیق احوال کے بعد پتہ چلا کہ ایک کتا اس کمرے سے نکل کر گیا ہے حضرت شیخ نے فرمایا وہی تو درویش تھا جو آپ ﷺ کے فرمان ''اخساء یا کلب'' سے کتا بن گیا۔ (ملخصا) (ملفوظات حکیم الامت افاضات الیومیہ ج 9 ص 120)

جب اس طرح کے تصرفات شیاطین اور اس کے چیلے کرسکتے ہیں تو قبور وغیرہ سے آوازیں وغیرہ تو اس سے ہلکا تصرف ہے۔ الوسیلہ میں اسی طرح کے تصرفات و شیطانی دھوکوں سے آگاہ کر کے امت اسلامیہ کے ایمانوں کو بچانے کی کوشش کی گئی ہے جسے یار لوگوں نے مزید دھوکے کا لباس چڑھا کر تحقیقی دستاویز کی زینت بنا دیا۔ اس طرح کی فریب کاریاں تلبیس ابلیس میں ملاحظہ فرمائیں۔



افتراء

شیطان نے رسول اللہ ﷺ کی زبان پر بتوں کی تعریف جاری کردی۔

(غنیۃ الطالبین، الکشاف، احکام القرآن، جامع البیان، ارشاد الساری، تفسیر ابن کثیر، فتح الباری، جلالین)

الجواب:

مذکورہ واقعہ ۸ کتابوں میں سے نقل کیا گیا ہے یہ ایک ہی واقعہ ہے جو ان تمام کتابوں میں سورۃ حج کی آیت نمبر ۵۲ الّا اذا تمنیٰ القی الشیطان فی امنیّته۔ کی تفسیر کے تحت نقل کیا گیا ہے۔

کہ آپ ﷺ سورۃ النجم نماز میں تلاوت فرما رہے تھے مشرکین مکہ بھی وہاں موجود تھے جب آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی افریتم الات والعزیٰ و مناۃ الثالثة الاخریٰ۔ تو شیطان نے یہ الفاظ بول دیے: تلك الغرانیق العلیٰ و ان شفاعتهن فترتجی۔ اس پر مشرکین بہت خوش ہوئے۔

یہ واقعہ سرتا پا جھوٹا اور گھڑا ہوا افسانہ ہے ارباب علم نے اُس کو رد فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیں۔ امام بیہقی فرماتے ہیں یہ قصہ رِوایتاً بے اصل ہے اور یہ حدیث کی کسی معتبر کتاب میں نقل نہیں ہوا۔ (بحر)

اسحاق بن راہو یہ فرماتے ہیں یہ قصہ زندیقوں کا گھڑا ہوا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں۔ قال هذا وضع من الذنا دقه۔ (تفسیر کبیر)

انھوں نے اس واقعہ کے رد میں پوری کتاب تصنیف فرمائی ہے صاحب کبیر فرماتے ہیں: وصنّف فیه کتابا۔

بیضاوی میں ہے:

هو مردودٌ عند المحققین۔ محققین کے ہاں یہ واقعہ مردود ہے۔

تفسیر کبیر میں لکھا ہے:

اما اهل التحقیق فقد قالوا هذهِ الروایة باطلة موضوعة و احتجوا علیه بالقران و السنة و المعقول۔

یعنی اہل تحقیق یہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت باطل، موضوع گھڑی ہوئی ہے اس پر انھوں نے قرآن وسنت اور عقلی دلائل پیش کیے ہیں۔

تفسیر قرطبی میں ہے:

الا حادیث المرویة فی نزول هذهِ الایة و لیس منها شیءٌ یصح۔

یعنی اس آیت (القی الشیطان) کے تحت شان نزول میں جو احادیث مروی ہیں اُن میں کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ یہ روایت جتنے طرق سے بھی آئی ہے اِن میں کسی طریق کی سند متصل نہیں ہے۔ الفاظ ہیں۔۔

کلها مرسلات منقطعات۔ (ابن کثیر تحت لیۃ المذکورہ)

حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادی فرماتے ہیں:

اس موقعہ پر سادہ دل حضرات کی بے خیالی سے ایک لغو قصہ بھی نقل ہو گیا ہے لیکن محققین نے اس کی پوری تردید کردی ہے۔ اور وہ قصہ نہ روایۃً قابل قبول ہے نہ درایۃً۔ (تفسیر ماجدی جد، صفحہ ۶۷۹ تحت آیت المذکورہ)

مفتی اعظم پاکستان فرماتے ہیں۔ یہ واقعہ جمہور محدثین کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ بعض حضرات نے اسے موضوع

ملحدین وزنادقہ کی ایجاد قرار دیا ہے۔ معارف القرآن ج ۶ ص ۲۷۷ تفسیر سورہ حج تحت الایۃ ۔ (القی الشیطان فی امنیتہ)

2- جن حضرات نے اسے نقل کیا انھوں نے وضاحت کی ہے کہ یہ واقعہ بے اصل ہے چنانچہ عکسی صفحات ملاحظہ فرمائیں۔ تحقیقی دستاویز صفحہ ۲۰۱ پر ہے۔ **هذا من طريق الكلبي عن ابى صالح عن ابن عباسؓ و الكلبي متروك و لا يعتمد عليه۔**

یعنی یہ واقعہ کلبی عن ابی صالح عن ابن عباسؓ کے طریق سے مروی ہے۔ اور کلبی متروک شخص ہے اُس پر کسی نے اعتماد نہیں کیا۔ نیز کلبی سبائی (الکامل لابن عدی ص۶۵۲) ہے تو یہ روایت بھی ان کے اپنے گھر کی ایجاد نکلی۔ یہ الفاظ مذکورہ واقعہ کے افسانہ محض ہونے کا صاف اعلان کررہے ہیں تحقیقی دستاویز صفحہ ۱۹۹ کے عکسی صفحہ پر **هذا من طريق الكلبي** کا لفظ صاف وضاحت کررہا ہے کہ یہ واقعہ کلبی کے واسطے سے آیا ہے اور کلبی صاحب کے بارے میں ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ کہ یہ کتنا اعتبار کے قابل ہے۔

تحقیقی دستاویز صفحہ 197 کے عکسی صفحہ سے ملاحظہ فرمائیں:

هذا من طريق كلبى عن ابى صالح عن ابن عباس انتهى و الكلبى متروك۔

.... كلها مراسيل۔ و قد طعن فيها غير واحد من الائمة حتى قال ابن اسحاق...... هى من وضع الذنا دقة۔ قال البيهقى غير ثابتة تقلد و روايتهما مطعونون و اطنب القاضى عياض فى الشفاء۔

الغرض پوری وضاحت سے اس واقعہ کو رد کیا اور اسے افسانہ قرار دے کر ارباب علم کے اس بارے میں اقوال نقل کردیے ہیں۔

3- ارباب علم فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ لسان نبوت پر ہرگز جاری نہیں ہوئے بلکہ بعض مشرکین نے یہ الفاظ ان آیات کی تلاوت کے وقت پڑھے جس سے سننے والوں نے یہ سمجھا کہ یہ آپ ﷺ نے پڑھے ہیں جب آپ ﷺ کو لوگوں کی اِس غلط فہمی کا علم ہوا تو آپ ﷺ کافی غمگین ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات آپ ﷺ کو تسلی دینے کیلئے نازل فرمائیں تسلی کیلئے ملاحظہ فرمائیں۔ (تحقیقی دستاویز کا عکسی صفحہ نمبر ۱۹۳ از احکام القرآن)

ان النبى صلى الله عليه وسلم لم يتله و انما تلاه بعض المشركين و سمى الذى القى ذالك فى حال تلاوة النبى صلى الله عليه وسلم شيطاناً لانه كان من شياطين الانس الخ۔

مطلب یہ ہے کہ (تلك الغرانيق العلىٰ الخ) نبی کریم ﷺ نے تلاوت نہیں فرمائے تھے۔ بلکہ بے شک یہ الفاظ بعض مشرکوں نے پڑھے اسی کو کہا کہ شیطان نے دوران تلاوت یہ الفاظ ملادیے کیونکہ وہ مشرک جس نے یہ الفاظ **(تلك الغرانيق الخ)** پڑھے تھے وہ انسانوں میں سے شیطان تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **شياطين الانس و الجن۔**

تفسیر جلالین کے عکسی صفحہ پر بھی یہ الفاظ موجود ہیں۔

غير علمه صلى الله عليه وسلم۔

یعنی آپ ﷺ کو اس کا علم بھی نہ تھا۔ لہذا تفسیر ابن کثیر میں صاحب کتاب نے اس پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے وہ فرماتے ہیں کہ امام بغویؒ نے ابن عباسؓ کے کلام سے اس طرح کی مرسل روایات نقل کی ہیں پھر خود سوال وارد کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود آپ ﷺ کے بچاؤ اور حفاظت کا ذمہ لیا ہوا ہے تو پھر یہ واقعہ پیش آنا کیسے ممکن ہے پھر اسکی وضاحت فرمائی ہے کہ شیطان نے یہ الفاظ حضور اکرم ﷺ کے منہ کے پاس سے نکالے ہیں حقیقت میں ایسا نہ تھا یہ صرف شیطانی حرکت تھی نہ کہ رسول اللہ ﷺ کی آواز۔ قاضی عیاض نے بھی شفاء میں اس پر بحث فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ میں رسول ﷺ کا محافظ ہوں ایسی صورت میں شیطان کا تصرف اس کلام رسول ﷺ میں داخل ہو جانا کیسے ممکن ہے؟

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۶۹ تحت آیت والقی الشیطان فی امنیتہ مترجم)

لہٰذا کلام اللہ کے مقابلے میں گھڑے ہوئے اس واقعہ کی کوئی حیثیت نہیں۔

4- اس واقعہ کا من گھڑت اور محض کہانی ہونا مذکورہ بالا معروضات سے تو سورج کی طرح واضح ہو گیا البتہ یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ اہل سنت مفسرین نے اسے کیوں نقل کیا؟ کسی جھوٹے واقعہ کو نقل کرنا بھی تو جھوٹ کی تشہیر کرنا اور اسے پھیلانا ہے۔ ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ اکثر حضرات نے یہ محض اثبات کے درجہ میں نقل نہیں کیا بلکہ اس واقعہ کو نقل کر کے اسکا رد کرنا مقصود ہے جسکی کچھ مثالیں اوپر عرض کی جا چکی ہیں۔ ارباب علم کا یہی طریقہ ہے کہ جو بات اُڑ جائے اور باطل پرست اسکے درپے ہو جائیں تو اسکو نقل کر کے وضاحت کرتے ہیں جیسا کہ مذکورہ واقعہ میں مفسرین نے وضاحت کی کہ فلاں شخص یہ واقعہ نقل کرنے والا غلط گو اور متروک ہے لہذا یہ واقعہ قابل اعتبار نہیں۔

- اور بعضوں نے اول وضاحت کر دی ہوتی ہے کہ اس تفسیر میں بعض اسرائیلیات بھی ہیں جسکا مطلب یہ ہے کہ محض تفسیر کیلئے ہمیں جو واقعہ بھی ہاتھ لگا ہم نے اسے لکھ دیا لہٰذا تمہیں خود تحقیق کر کے سچ اور غیر سچ میں تمیز کرنا چاہیے۔

نیز یہ بات بھی واقعہ ہے کہ روافض مزاج کے لوگ اکثر اہل سنت کی کتابوں میں تصرفات کرتے رہتے ہیں بالخصوص اہل سنت کی تفسیروں میں بہت باتیں ایسی ہیں جو روافض نے ملادی ہیں حالانکہ وہ ان تفسیروں کے لکھنے والوں نے نہیں لکھیں چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف تحفہ اثنا عشریہ کے صفحہ ۸۲ پر کید نمبر ۳۲ میں لکھا ہے کہ روافض کے عالموں کی ایک جماعت نے بالخصوص تفسیروں میں اپنی باتیں ملادی ہیں جو اُن مفسرین کے وہم و گمان میں بھی نہ تھیں پھر اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور اسکی کئی مثالیں درج فرمائیں۔

محترم قارئین کرام! مذکورہ وضاحت کے بعد ذرا روافض کا عنوان اور انکی مکاری اور فریب کاری ملاحظہ فرمایئے کس درجہ شاطرانہ دماغ اور ٹیڑھی سوچ سے ایک درست اور صحیح پہلو سے بات کو مروڑ کر غلط پٹڑی پر لا کھڑا کرتے ہیں اور کیسے اہل حق پر اپنے باطل اور جھوٹے گھڑے ہوئے مطالب کی بنا پر الزامات تراشتے ہیں۔ آپ ہی ذرا سوچئے ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

❀❀❀❀

افتراء

نبی کریم ﷺ کھڑے ہوکر پیشاب کرتے تھے۔ ابوداؤد مسند ابوعوانہ۔ تیسیر الباری۔

الجواب:

جھوٹا الزام لگانا اور بات کو بگاڑنا رافضیوں کے پیچھے بس ہے۔

اب اندازہ فرمایئے حدیث پاک کے الفاظ ہیں۔ **فبال علیها قائماً** کھڑے ہوکر پیشاب کیا۔ الفاظ کے فرق کو ذرا ملحوظ خاطر رکھیے۔ پیشاب کیا۔ پیشاب کیا: یعنی ایک آدھ مرتبہ کیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ ایسا کرنے کی نہ تھی جبکہ دوسرا جملہ ہے۔ پیشاب کرتے تھے" یہ ماضی استمراری ہے یعنی یہ آپ کی عادت مبارکہ تھی آپ اپنی ضرورت یوں ہی پوری فرماتے تھے؟ ماضی استمراری سے قبل کان آتا ہے جیسے **ماکان رسول الله ﷺ اقد الآ قاعدا**۔

آپ کی (کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی) بالکل عادت نہ تھی بلکہ آپ بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے۔ اس فرق کو ملاحظہ کرنے کے بعد بخوبی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رافضی نے صاف ستھرا اور صریح جھوٹ بول کر ہماری کتابوں کے حوالے نقل کیے ہیں ہماری کتابوں میں وہ مطلب ہرگز نہیں جو رافضی بیمار ذہن نے پیش کیا ہے۔

۲۔ اہل سنت کی کتابوں میں حضرت عائشہؓ سے یہ حدیث مروی ہے:

من حدثکم ان النبی ﷺ کا ن یبول قائما فلاتصدقوہ ماکان یبول الا قاعداً۔

یعنی جو شخص تمہیں یہ کہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ کھڑے ہوکر پیشاب کرتے تھے تو تم اس کی مت تصدیق کرو آپ ﷺ کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کرتے تھے۔ بلکہ بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے اس حدیث سے واضح معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی نہ تھی بلکہ آپ اپنی یہ ضرورت بیٹھ کر ہی پوری فرماتے تھے کیونکہ عام عادت اپنی ضرورت گھر میں پورا کرنے کی ہوتی ہے اور گھر کے لوگ ہی بہتر جانتے ہیں کہ یہ عادت مبارکہ کس حالت میں پوری ہوئی تھی لہٰذا ام المؤمنینؓ نے اس حدیث میں وضاحت فرمادی کہ وہ بیٹھ کر پوری کی جاتی تھی۔ اگر کوئی مریض روح یہ اشکال اٹھا لائے کہ پھر تو دو حدیثوں میں تعارض ہوگیا کہ بول قائما کی حدیث بخاری وغیرہ میں ہے ہم جواباً عرض کریں گے کہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں اسکی صاف وضاحت موجود ہے۔

اخرجه الحاکم و البیهقی عن ابی هریرهؓ انه قال انما بال قائماً بجرح کان فی مابضه۔

حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ کے مابض میں زخم تھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا مابض زانوں کے نیچے ایک رگ کا نام ہے جسمیں درد کی بنا پر آپ نے ایسا کیا معلوم ہوا کہ یہ فعل مرض کے سبب سے تھا۔ حالت مرض اور حالت صحت کا حکم ایک جیسا بالکل نہیں ہوتا کئی کام حالت مرض میں جائز ہوجاتے ہیں جو حالت صحت میں جائز نہیں ہوتے خود اللہ تعالیٰ نے حالت مرض میں رخصت و آسانی کے دروازے کھولے ہیں فرمایا: **لا علی المریض حرج** (سورۃ الفتح آیت ۱۷) یعنی مریض پر کچھ تنگی نہیں ہے۔ اب آپ ہی اندازہ لگایئے کہ حالت

مرض میں جب اللہ تعالیٰ نے بھی رخصت اور نرمی دے رکھی ہے اس حالت کا کوئی عمل اگر اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہو تو اس پر بھی اعتراض ٹھونس دیتے ہیں بھلا اس کو سوا تعصب اور ہٹ دھرمی کے کوئی نام دیا جاسکتا ہے۔ بہر حال ان دونوں فعلوں میں ہر ایک کا محل الگ اور جداجدا ہے اور ہر چیز اپنے محل پر ہی درست اور صحیح فٹ آتی ہے روافض کے امام و مقتدا سید مرتضیٰ و دیگر اصولیوں نے یہ اصول لکھا ہے کہ **ان الخبر متی وجدله محل صحیح فلا یرد۔**

بیشک جب روایت کا صحیح محل پایا جائے تو اسکو مان لینا چاہیے رد نہ کرنا چاہیے۔ (بحوالہ تحفہ اثنا عشریہ ۱۷۲)

اب جب مذکورہ حدیث کا درست محل موجود ہے تو پھر اس پر اعتراض کرنا کیونکر درست ہے۔

مگر محض تعصب ہی وہ مرض ہے جو ایک بالکل صحیح بات کو بھی رد کرنے پر مجبور کر دیتا ہے روافض کا اس طرح کی روایات پر اعتراض کرنا کچھ اسی مرض کا ہی اثر ہے۔



افتراء

حضرت ابوبکرؓ پیغمبر اسلام سے بڑے عالم تھے۔ (الریاض النضرہ)

الجواب:

حیرت کی بات یہ ہے کہ جو بات کسی عظیم المرتبت ذات کیلئے باعث عزت و وقار ہو روافض اسی کو باعث عار قرار دینے اور اسے توڑنے مروڑنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ الریاض النضرہ میں مذکورہ روایت کا یہ واقعہ بھی کچھ ایسا ہی ہے کافر کے لیے جنت کا رزق اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قاصد کو یہ جواب ارشاد فرمایا ہے تو یہ علم حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بواسطہ پیغمبر اور نبی ہی حاصل ہوا پیغمبر اسلام سے حاصل کیا ہوا علم اگر ابوبکر صدیقؓ نے ارشاد فرمادیا تو اس سے یہ کہاں لازم آ گیا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نبی کریم ﷺ سے بڑے عالم ہیں۔

2- یہ مسئلہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ کافروں پر جنت کی نعمتیں حرام ہیں سورۃ اعراف کی آیت نمبر 50 میں ہے کہ دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ وہ پانی یا رزق جو اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا فرما رکھا ہے اسمیں سے کچھ ہماری طرف بھی بہاؤ تو جنتی فرمائیں گے۔ **ان اللہ حرمھما علی الکافرین** بے شک اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو کافروں پر حرام کر دیا ہے۔ قرآن کا یہی مسئلہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قاصد کو بتایا ہے پھر دوبارہ جب قاصد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو بھی اسے وہی جواب دیا جاتا ہے اب معلوم نہیں اسمیں رافضی کو کون سی بات اعتراض کی نظر آئی ہے۔ ارباب عقل اور نظر انصاف رکھنے والوں کے ہاں نہ تو کوئی بات قابل اعتراض ہے اور نہ ہی قرآن پاک کا فرمودہ یہ مسئلہ صدیق اکبرؓ کے بتانے کی وجہ سے کوئی تقابلی صورت پیش آئی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا علم حضرت نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر حضور اکرم ﷺ کے علم سے کوئی مقابلہ لازم آتا ہے مگر تعصب کا کیا علاج۔

3- نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں ۱۴ افراد فتویٰ دیتے تھے۔ خلفائے راشدین حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ ابن مسعود، عمار بن یاسر، ابی بن کعب، معاذ بن جبل، حذیفہ بن الیمان زید بن ثابت، ابودردا، سلمان فارسی، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم۔

پھر صاحب کتاب الریاض النضرہ کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ کی موجودگی میں سوا ابوبکر کے کوئی فتویٰ نہ دیتا تھا۔ اور یہ آپ ﷺ کے صدیق اکبرؓ پر اعتماد کی کامل دلیل ہے کہ جب صدیق اکبرؓ مسئلہ بتاتے تو نبی کریم ﷺ اس کی تصدیق فرماتے تھے جیسا کہ مذکورہ واقعہ میں ہو چکا ہے۔ یہ اعتماد کی دلیل ہے نہ کہ اس بات کی کہ صدیق اکبرؓ کا علم نبی کریم ﷺ سے زیادہ تھا۔ گویا رحمت عالم ﷺ اپنے تمام شاگردوں میں سے صدیق اکبرؓ پر اُن کے سبق یاد کرنے کی بنا پر پورا اعتماد تھا۔



افتراء

رسول پاک نماز میں آیتیں پڑھنا بھول گئے۔ (ابوداؤد، بخاری)

الجواب:

1- اول تو رافضی کا جھوٹ اور ملاوٹ ملاحظہ ہو کہ یہاں جس حدیث پاک کا حوالہ دیا ہے اس میں کہیں صلوۃ کا لفظ نہیں صرف اتنی بات ہے کہ آپ ﷺ نے مسجد میں ایک شخص کو قرآن پڑھتے سنا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے کہ اس نے مجھے فلاں فلاں سورت کی یاد دلا دی۔ غور فرمایئے اس میں نہ نماز کی کوئی بات ہے اور نہ ہی وہ صحابیؓ یا آپ ﷺ نماز میں مشغول تھے جب یہ واقعہ پیش آیا۔ مگر رافضی قلم کار نے ''نماز میں'' کا لفظ لکھ کر فراڈ کیا جو رافضی مذہب کا خاصہ اور جزو لاینفک ہے اب خدا جانے اتنا واضح اور صاف جھوٹ بول کر وہ آخر کس کو دھوکہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔

2- قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے: سنقرئك فلا تنسیٰ الا ماشاء الله۔ (اعلیٰ)

یعنی عنقریب ہم آپ کو پڑھا دیں گے ایسا کہ آپ نہیں بھولیں گے مگر جو اللہ چاہے گا۔ اس سے واضح ہو رہا ہے کہ کچھ ایسی آیات و سورتیں بھی ہیں جو آپکو بھلا دی جائیں گی۔ ما ننسخ من اية الخ (البقرہ) میں نسخ قرآن کا مسئلہ واضح طور پہ ارشاد فرمایا ہے جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ کچھ آیات اور سورتیں منسوخ کر دی جائیں گی یا کر دی گئی ہیں قرآن پاک کے ان ارشادات کے عین مطابق یہ حدیث پاک بھی واضح کر رہی ہے کہ کچھ سورتیں نازل ہوئیں مگر وہ بعد میں منسوخ ہو گئیں۔ کچھ دنوں بعد جب مسجد میں وہ کلام کسی صحابی نے پڑھا جو قبل از نسخ اُس نے یاد کر لیا تھا تو آپ کو انکی یاد آ گئی اور اسی موقع پر یہ دعائیہ جملے آپ ﷺ نے ارشاد فرمائے اب قرآن پاک کی تفسیر وضاحت کرنے والی ان احادیث پر تو رافضی کو اعتراض ہے کہ یہ بھی انکے نزدیک کفریہ عبارت اور گستاخانہ جملہ ہے تو پھر آپ دل پر ہاتھ رکھ کر ذرا یہ بھی ارشاد فرمایئے کہ انکا قرآن حکیم کے بارے میں پھر کیا خیال ہوگا جس میں نسخ کا مسئلہ بیان ہوا ہے؟

3- مذکورہ اعتراض سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ آپ کو قرآن پاک آتا تھا پھر بھول گیا پھر صحابی کے بتانے پر دوبارہ سے آپ نے اسے یاد کرلیا مگر یہ مطلب سراسر حدیث پاک کے خلاف ہے دراصل پڑھی جانے والی وہ سورتیں منسوخ ہوگئیں تھیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے قلب اطہر سے واپس اٹھالی تھیں پھر اس صحابی نے پڑھا تو دوبارہ اُن سورتوں کی یاد آگئی یہاں الفاظ ''یاد کرلی'' نہیں ''یاد آگئی'' ہے جیسے کسی دور رہنے والے کی یاد آجاتی ہے۔ تو یہاں یاد کرنا نہیں مراد جیسا کہ روافض نے تاثر دیا بلکہ لقد اذکرنی ہے کہ اس نے مجھے اُن گئی ہوئی سورتوں کی یاد دلا دی ہے۔

یہ اور اس طرح کے کئی وہ دھوکے ہیں جو عامۃ الناس کو گمراہ کرنے کیلئے خوف خدا کو بالائے طاق رکھ کر دیے جاتے ہیں مگر سوا اپنی عاقبت برباد کرنے کے اور وہ کیا کرسکیں گے۔



افتراء

رسول خدا نے ایک نامحرم عورت سے کہا کہ اپنے آپ کو میرے حوالے کرو۔ (بخاری)

الجواب:

سراسر بہتان اور دھوکہ کی انتہا ہے۔ صحیح بخاری کے دونوں صفحے ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں باب ۵۸ من طلق۔ کہ جو شخص بیوی کو طلاق دے۔

کیا یہ ضروری ہے کہ بیوی کو طلاق دیتے وقت آدمی بیوی کی طرف متوجہ ہو۔ اِس باب کے الفاظ صاف صاف بتا رہے ہیں کہ جس عورت کو رافضی غیر محرم قرار دے رہے ہیں وہ غیر محرم نہ تھی بلکہ بیوی تھی واقعہ یہ ہے جو سیدہ عائشہؓ نے نقل فرمایا کہ جون کی بیٹی جس کا نام امیمہ بنت شراجیل تھا اس سے نکاح ہوا وہ حضورﷺ کے پاس لائی گئی آپﷺ اُس کے قریب ہوئے تو اس نے آپ سے اللہ کی پناہ مانگی آپﷺ نے فرمایا تو نے بڑی ذات کی پناہ مانگی ہے جا اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا۔

اسید بن اسید کی روایت میں ہے کہ جب آپﷺ اُسکے قریب تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تو (میری بیوی ہے) اپنے آپ کو میرے حوالے کردے اس نے کہا کیا شہزادی اپنے آپ کو کسی بازاری کے حوالے کرسکتی ہے؟ آپ نے ہاتھ بڑھایا تا کہ اس پر ہاتھ رکھ کر اسے تسکین دیں تو اُس نے کہا میں آپ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں آپﷺ نے فرمایا تو نے اُس ذات کی پناہ مانگی ہے جس کی پناہ مانگی جاتی ہے پھر آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے ابو اسید اس کو دو رازقی (خاص قسم کا جوڑا) پہنا کر اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دے۔

پھر راوی کہتا ہے کہ آپﷺ اس امیمہ بنت شراجیل سے نکاح کیا تھا جب وہ آپﷺ کے پاس لائی گئی تو آپﷺ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اس نے ناپسند کیا تو آپﷺ نے ابو اسید کو حکم دیا کہ اسے سامان مہیا کردے اور دو رازقی جوڑے پہنادے۔ (بخاری مترجم ج۳،۱۳۲)

بخاری کے علاوہ یہی واقعہ شیعہ کتابوں میں بھی پایا جاتا ہے۔شیعہ مجتہدوں کے پیشوا جناب ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب میں لکھا ہے کہ نعمان بن شراجیل کی بیٹی سے آپ کا نکاح ہوا عائشہ و حفصہ نے اس سے حسد کیا (ایک طویل کہانی لکھنے کے بعد کہتا ہے) وہ بدنصیب ان کے فریب میں آگئی اور جب آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے کہا کہ میں آپ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ (حیات القلوب مترجم ج ۲،۸۸۲)

گویا شراجیل کی اولاد میں سے ایک عورت سے آپ ﷺ کا نکاح کرنا اور اس بدنصیب کا سعادت عظمیٰ سے محروم رہنا ایک ناقابل انکار واقعہ ہے جس کا شیعہ بھی اقرار کرتے ہیں یہی واقعہ امام بخاری لکھ دے تو گستاخ اور بے ادب ہے اور ملا باقر مجلسی تبرا کا مصالحہ لگا کر یہی واقعہ لکھ دے تو بالکل درست اور سچ مچ ٹھیک واقعہ قرار پائے۔

محترم قارئین کرام ہماری ان گزارشات سے معلوم ہوا۔

1- مذکورہ عورت سے آپ ﷺ کا باقاعدہ نکاح ہوا تھا۔ اس بات پر علماء اہل سنت کا اجماع ہے۔ (تحت واقعہ مذکورہ فتح الباری)

2- اس نکاح کا تذکرہ فریقین کی مسلمہ کتابوں میں موجود ہے۔

3- آپ ﷺ ہاتھ دراز کرنا غیر محرم عورت کی طرف نہ تھا۔

4- آپ ﷺ اپنی منکوحہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

اس حقیقت کے واضح ہوجانے کے بعد ذرا رافضی دماغوں میں تیار ہونے والا ردعمل اور اس واقعہ پر تبصرہ اس سرخی کی شکل میں ملاحظہ فرمائیں۔ کہ رسول خدا نے نامحرم عورت کو کہا کہ اپنے آپ کو میرے حوالے کر۔ فریقین کی کتابوں سے لکھے گئے حوالوں کے پیش نظر خود ہی فیصلہ فرمائیں کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ۔ کس کو محبت ہے اور کس کو دشمنی۔



افتراء

رسول اللہ ﷺ کے گھر میں شیطانی ساز بجائے جاتے تھے۔ (بخاری)

الجواب:

بہت سارے پرفریب حربوں میں یہ سرخی بھی ایک کارگر ہتھیار اور شیعہ عادات کی مکمل ترجمان ہے ورنہ مذکورہ حدیث کے الفاظ ہیں: جاریتان۔ ''دو کم سن لڑکیاں'' آپ ﷺ کی موجودگی میں دو کم عمر بچیاں دف پر گیت گا رہی تھیں آپ ﷺ نے ان بچیوں کو نہ تو ڈانٹا اور نہ منع کیا یہاں جو مزامیر کا لفظ ہے اس سے مراد باجا وغیرہ نہیں جو ساز میں سے ہے بلکہ اسی دف کو صدیق اکبرؓ نے ناپسند خیال کر کے مزامیر کہہ دیا یہ سمجھا کہ شاید یہ دف بھی انہیں مزامیر کے مشابہ ہوں ورنہ حقیقت میں وہ مزامیر نہ تھے دیگر روایات میں اس اجمال کی مزید وضاحت اور تفصیل موجود ہے۔

بخاری و مسلم ہی کی روایت ہے کہ ایام منیٰ میں حضرت ابوبکرؓ میرے پاس تشریف لائے اس وقت میرے پاس انصار کی

دو بچیاں میرے پاس بیٹھی دف بجا رہی تھیں دوسری روایت میں ہے کہ وہ اشعار گا رہی تھیں جو انصار نے بعاث (جنگ کے موقع پر) کہے تھے اور آنحضرت ﷺ منہ پر کپڑا ڈالے ہوئے آرام فرمارہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ ان لڑکیوں کو دھمکانے لگے (یعنی دف وغیرہ سے منع فرمانے لگے) آنحضرت ﷺ نے منہ سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا ابو بکر انھیں چھوڑ دو کیونکہ یہ عید کے دن ہیں ایک روایت میں یوں ہے فرمایا ہر قوم کے لئے عید ہوتی ہے اور ہمارے لیے یہ عید ہے۔ (مشکوۃ باب صلوۃ العیدین از بخاری و مسلم)

یہ روایت بخاری کی عکسی صفحہ والی روایت کا مطلب واضح کر رہی ہے کہ وہ بجایا جانے والا ساز باجا نہ تھا بلکہ دف تھا اور خوشی کے موقع یعنی عید کے موقع پر وہ ایسا کر رہی تھیں نیز دف بجانے والی بچیاں تھیں جوان عورتیں نہ تھیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر شیطانی ساز بجائے جاتے تھے یہ سراسر دھوکہ اور عقل و خرد سے دشمنی ہے نہ اللہ کے نبی ﷺ ساز کو پسند فرماتے تھے اور نہ ہی آپ ﷺ کے گھر میں یہ ساز باجے وغیرہ پائے جاتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس دف کو ساز کے مشابہ سمجھ لیا جسکی اصلاح آپ ﷺ نے خود فرما دی کہ فرمایا: "**دعهما يا ابا بكر**" (بخاری مسلم)

اے ابو بکر ان دونوں کو کچھ نہ کہو۔ یہ لفظ صاف وضاحت کر رہے ہیں کہ ابو بکرؓ نے جس کو مزامیر شیطان قرار دیا تھا وہ حقیقی معنیٰ کے اعتبار سے نہ تھا بلکہ آواز کی مشابہت سے ہی آپؓ نے دف کو مزامیر شیطان کہا تھا ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جس چیز کو رحمت عالم حرام قرار دیں اُس حرام کو دیکھتے سنتے رہیں اور روکیں بھی نہ بلکہ روکنے والے کو بھی روکنے سے منع کر دیں لہٰذا یہ لفظ اپنے حقیقی معنیٰ میں نہیں ہے۔

2- وہ اشعار جو یہ لڑکیاں گا رہی تھیں وہ فواحش عشق و محبت کے مضمون پر مشتمل نہ تھے جو کہ ممنوع ہیں بلکہ وہ اشعار جنگ شجاعت و بہادری اور معرکہ آرائیوں پر مشتمل تھے جن کو پڑھنے سے جذبہ جہاد کو جلا مل سکتی تھی نیز حفاظت دین اور اشاعت اسلام کیلئے جس جذبہ کی ضرورت ہے اس طرح کے اشعار پڑھنے سے وہ آسکتا ہے لہٰذا یہ اشعار پڑھنا بھی کچھ معیوب یا گناہ نہ تھا۔

3- جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ یہاں حدیث سے نہ تو گانا بجانا ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی ساز کے استعمال کا جواز معلوم ہوتا ہے ہاں البتہ کم عمر بچیاں گھروں میں دف بجا کر شجاعت و بہادری اور مجاہدین اسلام کے کارناموں پر مشتمل اشعار گائیں جبکہ گھروں سے باہر آواز نہ جائے تو بعض اہل علم کے نزدیک مطلق جائز ہے کہ خوشی کا کوئی خاص موقع ہو یا نہ ہو اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ صرف ایام مسرت، شادی، عید، وغیرہ پر جائز ہے مطلقاً جائز نہیں۔

باقی رہا مسئلہ غنا اور ساز وغیرہ کے استعمال کا تو یہ اسلام میں حرام ہیں جسکی وضاحت و صراحت فرامین رسول اللہ ﷺ میں موجود ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ غنا نفاق کو اس طرح اُگاتا ہے جس طرح پانی سبزہ کو اُگاتا ہے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

"جس طرح پانی کھیتی کو اُگاتا ہے اسی طرح گانا نفاق کو اگاتا ہے۔"

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

''غنا اور لہو ولعب دل میں نفاق اس طرح اگاتے ہیں جیسے پانی گھاس کو اُگاتا ہے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

''کہ غنا اور لہو ولعب دل میں نفاق اس طرح اُگاتے ہے جیسے گھاس کو پانی اُگاتا ہے۔'' (از مظاہر حق صفحہ 900 ج 1)

اہل سنت کے چاروں ائمہ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ غنا کو حرام بتاتے ہیں۔ قاضی ابو لطیف نے شعبی، سفیان ثوریؒ، حمادؒ نخعی اور خاکہی سے غنا کا حرام ہونا نقل کیا ہے۔ علامہ بغوی نے تفسیر معالم التنزیل (گانے بجانے) میں چاروں ائمہ اہل سنت والجماعت کا متفقہ قول غناء کا حرام ہونا لکھا ہے۔

لہٰذا اہل سنت کے ہاں غنا حرام ہے اور مذکورہ حدیث کا مطلب احادیث کی روشنی میں ہم عرض کر چکے ہیں تعجب ہے کہ معترض کو اہل سنت کی حدیث پر اعتراض ہے حالانکہ انکا اپنا مذہب گانے بجانے کے حلال ہونے کا ہے شیخ مقتول نے کتاب الدروس میں ذکر کیا ہے۔ **یجوز الغناء بشروطه فی العرس۔** (کتاب الدروس)

یعنی شرائط کے ساتھ غنا ''جائز ہے شادی کے موقعہ پر'' (گانا بجانا) اور وہ شرائط کیا ہیں؟ ذرا ہنسی کو ضبط فرما کر وہ بھی پڑھ لیجئے۔ وہ شرائط یہ ہیں:

1- کہ گانے والی عورت ہو مرد نہ ہو اور نہ وہ شعر کسی کی ہجو میں ہوں۔ (''کتاب الدروس'' سرح الواعد، بحوالہ تحفہ اثنا عشریہ ۱۷۲)

ارباب دانش پاک باز اور شریف النفس گروہ کو دیکھیں جن کو معصوم بچیوں کے دف بجانے اور جنگی اشعار کے گانے پر نہ صرف اعتراض بلکہ کفر کا فتوئی لگانے سے بھی اعراض نہیں ان کا اپنا حال یہ ہے کہ گانا تو جائز ہے مگر گانے والی عورت ہو اور وہ بھی پھیکے اور بدمزہ اشعار نہ گائے بلکہ وہ سب کچھ گا دے جو سفلی جذبات کو بھڑکا دے۔ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)

یہ ہے پاک باز و پارسا مہربانوں کی اندر کی کہانی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔



افتراء

رسول پاک کا سینہ چاک کر کے ایمان سے بھر دیا گیا۔ (بخاری)

الجواب:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بے شمار معجزات سے نوازا ہے معجزہ ایسے خرق عادت فعل کو کہتے ہیں جو عام طور پہ نہ ہو سکے ان عظیم الشان نعمتوں اور معجزات میں ایک یہ معجزہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کا سینہ مبارک کھول کر دل مبارک کو زم زم سے دھو دیا اور پاکیزگی و طہارت میں وسعت وترقی فرمادی اس معجزہ کا ظہور بعض علماء کے نزدیک چار مرتبہ ہوا بخاری کی وہ حدیث جس کی بنا پر اعتراض کیا گیا وہ اسی معجزہ سے متعلق ہے یہ واقعی آپ کے کمال و مرتبہ کی بلندی اور رفعت مکان کا بیان ہے مگر نہ معلوم رافضی کو کیا سوجھی جو اس پر اعتراض کرنے لگ گیا حالانکہ اس میں کوئی بات قابل اعتراض نہیں۔

2- شاید یہ لفظ ''کہ ایمان وحکمت سے بھر دیا'' قابل اعتراض نظر آیا ہو مگر یہ اشکال کسی ایسے جاہل ہی کے ذہن میں پیدا ہوسکتا ہے جو صحرائے ایمان سے واقف نہ ہو۔ بلاشبہ کلمہ پڑھنے والا ایمان دار کہلاتا ہے مگر رفعت ایمان میں وہ اولیاء جتنا مقام نہیں پاسکتا علی ہذا انبیاء کا بھی اپنا مرتبہ اور مقام ہے مگر رحمت عالم ﷺ کے مرتبہ وعلوشان کا مقابل کوئی نبی بھی نہیں ایمان وایقان کی اس طویل شاہراہ کی آخری منزل پر صرف رحمت عالم ﷺ ہی پہنچے ہیں لہذا علم اور حکمت و ایمان کا دل میں بھر دینا اور عملاً سینہ مبارک کا کھول دینا کچھ بعید نہیں اگر یہ خیال ہو کہ ایمان تو ایمان ہے۔ ایمان کماً وکیفاً ایک جیسا ہی ہوتا ہے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ ارباب علم نے کمال یقین کے درجات تحریر فرمائے ہیں اس بارے میں کسی صاحب علم کو اشکال نہیں کہ یقین کی کیفیت ہر ایک کو برابر حاصل نہیں ہوتی۔ قرآن پاک کی اس آیت پر غور کیا جائے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا ایھاالذین امنوا۔ اے ایمان والو ایمان لاؤ۔ حق بات یہ ہے کہ علم وحکمت کو قلب اطہر میں بھر کر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو زمانہ بھر سے بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے یہ معجزہ محل اعتراض نہیں بلکہ محل شکر ہے کہ ہمارے محبوب ﷺ کے ساتھ اللہ پاک نے سب سے الگ اور انوکھا معاملہ فرمایا ہے۔

3- شیعہ مقتدا ومجتہد جناب فرمان علی صاحب اپنے ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر لکھتا ہے کہ اس پر مفسرین کے وہ اقوال کہ فرشتے نے رسول اللہ ﷺ کے پیٹ کو سینہ تک چاک کیا اور پھر دل کو دھودیا بالکل خلاف عقل ہے۔ فرمان علی کا فرمان ہے۔

۱- مفسرین نے الم نشرح لک صدرک کا واقعہ لکھا ہے۔

۲- یہ واقعہ خلاف عقل ہے۔ الحمد للہ فرمان نے مفسرین کا فرمان مان تو لیا کہ یہ واقعہ لکھا ہے اب تحقیقی دستاویز والوں کو بھی فرمان کا فرمان مان لینا چاہیے۔ کہ مفسرین اس واقعہ کو نقل فرمارہے ہیں باقی یہ کہنا کہ خلاف عقل ہے شاید تحقیقی دستاویز والے اس پر بغلیں بجائیں گے مگر یہ موقع بغلیں بجانے سے زیادہ اپنی عقل پر ماتم کرنے کا ہے۔ اسلئے کہ یہ معجزہ ہے اور معجزہ ہمیشہ ماوراعقل ہوتا ہے۔ چاند کے دو ٹکڑے ہونا، انگلیوں سے پانیوں کے چشمے جاری ہونا، درختوں کا زمین چیرتے ہوئے حاضر خدمت ہونا حیوانات کا آپ ﷺ سے شکایات کرنا، آپ ﷺ کا آسمانوں کو عبور کر کے معراج پر جانا سب ماوراعقل ہی تو ہیں جس کو صاحب خلاف عقل کہتے ہیں وہ ماوراعقل ہے نہ کہ خلاف عقل۔ ہاں اس معجزہ پر اعتراض کرنا البتہ خلاف عقل ہی ہے اور خلاف نقل بھی!



افتراء

رسول اکرم ﷺ نے بھول کر چار رکعتی نماز دو رکعت پڑھادی۔ (بخاری، ابوداؤد)

الجواب:

نماز میں سہو کا ہو جانا نہ تو مقام طعن ہے اور نہ ہی محل اعتراض نہ جانے سوء مزاجی اور بغض وحسد میں روافض کیوں

ساری حدیں پھلانگ گئے ہیں افعال میں سہو کا ہونا خواص بشریت سے ہے اور آپ ﷺ باعتبار جنس کے بشر ہیں قرآن پاک کی متعدد آیات آپ ﷺ کی بشریت پر واضح دلالت کرنے والی موجود ہیں لہٰذا امور بشریت میں آپ ﷺ و دیگر انبیاء سب لوگوں کے ساتھ شریک ہیں۔ جیسے بیمار ہونا، صحت یاب ہونا، بھوک کا لگنا، چلنا پھرنا اور رنج خوشی کا پیش آنا اولاد اور بیوی بچوں کا ہونا وغیرہ عوارض جیسے باقی لوگوں کو پیش آتے ہیں انبیاء کو بھی ان سے سابقہ پڑتا ہے لہٰذا باقی عوارضات کی طرح سہو کا ہونا بھی جنس بشریت کے ساتھ متعلق ہے البتہ احکامات الٰہی کے پہچانے میں انبیاء سے سہو کا ہونا جائز نہیں کہ امر کی جگہ نہی اور نہی کی جگہ امر ارشاد فرمادیں۔ بعض محققین اہل سنت نے ارشاد فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو سہو بوجہ ذات حق میں کمال استغراق، حضوری اور مشاہدہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور عوام کو بہت پریشانی اضطراب اور دنیاوی مشاغل میں استغراق کی وجہ سے لہٰذا صورت سہو تو ایک جیسی ہے مگر سب ایک نہیں الگ الگ ہے۔ کہنے والے نے خوب کہا ہے۔

کار پاکاں راقیاس ازخود مگیر　　　گرچہ ماند درنوشتن شیر و شیر

2۔ نماز میں آپ ﷺ کا چار رکعت کو دو پڑھا دینے میں باعث نقص مگر پھر بھی یار لوگوں نے ایک صحیح اور امر واقعی کی تکذیب کر ڈالی لیکن سچ کہتے ہیں دروغ گورا حافظہ نباشد جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا ملاحظہ فرمائیں روافض کی اصل الاصول اصول کافی اور ابو جعفر کی تہذیب میں صحیح سندوں کے ساتھ واقعہ ذوالیدین کے نام سے آپ ﷺ کو سہو کا ہو جانا لکھا ہے عجیب بات ہے نماز میں سہو ہو جانے پر تو اعتراض ہے مگر اپنے گھر کی ذرا خبر نہیں کہ وہاں کیا پڑا ہے اگر محمد بن یعقوب کلینی روافض کا سردار لکھے وہ تو نہ جھوٹ ہو اور نہ توہین رسول کا مرتکب قرار پایا اور نہ ہی کسی تحقیقی دستاویز والے نے یہ تحقیق کی کہ وہ جھوٹ اور توہین رسول صدیوں سے اُن کی کتاب میں بھرا پڑا ہے۔ اگر ناک نظر آئی تو دوسرے کے منہ پر اپنی والی دونالی بندوق تو نظر ہی نہ آئی۔

ہم عرض کرتے ہیں کہ تحقیقی دستاویز والوں کو جس پر اعتراض سوجھا ہے وہ وجہ اعتراض خود انکی کتابوں میں موجود ہے گویا یعقوب کلینی اور ابو جعفر طوسی جیسا مجتہد امام بخاری کی مذکورہ احادیث کی تصدیق و تائید کر رہا ہے اور اُن کو ثابت مسلہ قرار دے رہا ہے روافض کو اس مسئلہ پر جرح کر کے اپنے بڑوں کے کارناموں پر سیاہی نہ ملنی چاہیے۔



افتراء

پیغمبر اسلام کی قبر ایک بت ہے۔ (شرح الصدور)

الجواب:

۱۔ اس مقام پر جس کو یار لوگوں نے پیغمبر اسلام کی قبر قرار دیا ہے شرح الصدور میں پیغمبر اسلام کی قبر کا لفظ نہیں لکھا گیا بلکہ وہاں مطلق مقدس قبر کا لفظ ہے پیغمبر اسلام کا لاحقہ رافضی کی اپنی ملاوٹ۔ یہ یہاں کسی لفظ سے اس بات پر صراحتاً کوئی دلالت نہیں جس سے یہ قبر متعین رحمت عالم ﷺ کی ہو محض ملت اسلامیہ کے مذہبی جذبات کو برانگیختہ

کرنے اور دھوکہ دینے کیلئے یہ سیاہ کارنامہ انجام دیا گیا ہے

۲- رحمت عالم ﷺ نے ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا اور اسکی پوجا پاٹ میں مصروف ہوگئے مذکورہ کتاب میں بھی اس مسئلہ پر زور دیا جارہا ہے کہ مسئلہ توحید میں یہ بات ضروری جز کے طور پر داخل ہے کہ اللہ پاک کی ذات کے مقابل کسی قبر وغیرہ کو اگر چہ وہ قبر مقدس اور لائق احترام ہستی کی ہی کیوں کہ نہ ہو۔ شریک نہ بنایا جائے کیوں کسی غیر کو ساجھی یا شریک بنالینا اسلامی نظریات کے خلاف بغاوت اور شرعی حدود سے تجاوز ہے اس خالص دعوت توحید میں بطور مثال قبر پرستی سے منع کرتے ہوئے اس بات سے روکا ہے کہ مقدس قبر کو بھی ایسی تعظیم کا مستحق جاننا (جو کہ ذات حق کے لئے خاص ہے) گویا اس قبر کو بت کی طرح پوجنا ہے! مگر اس دعوت حق کو منفی طریقے سے لینا اور بھونڈے پروپیگنڈہ میں مشغول ہونا رافضیوں کا ہی حصہ ہے۔



افتراء

نبی کریم ﷺ نے مسجد میں شراب نوش فرمائی۔ (جذب القلوب)

الجواب:

ستھرا جھوٹ اور صریح بہتان ہے جذب القلوب کے مذکورہ صفحہ پر شراب پینے کا اشارہ تک نہیں مگر عادت سے مجبور کرم فرماؤں نے مذکورہ صفحہ کا من گھڑت مطلب تراش کر اپنے جذبات حاسدانہ کو تسکین دی ہے۔

ملاحظہ فرمائیں جذب القلوب کے اس صفحہ پر لکھا ہے کہ مسجد بننے سے قبل حضرت ابو ایوب اور کچھ صحابہ کرام تشریف فرما تھے۔ اور فضیح جو ایک قسم کا شراب ہے وہ استعمال کررہے تھے جب حرمت شراب والی آیات نازل ہوئیں تو حرمت شراب کی خبر سنتے ہی انھوں نے صراحی کا منہ کھولا اور سب شراب وہیں انڈیل دی بعد میں اسی جگہ مسجد تعمیر ہوئی تو اسکا نام شراب والی جگہ پر مسجد بن گیا اس میں نہ تو آپ ﷺ کے شراب پینے کی بات ہے اور نہ ہی اسکی طرف کوئی اشارہ۔ پھر بھی عادت تقیہ سے مجبور یار لوگوں نے یہ الزام دھر دیا بالفرض حرمت شراب کا حکم نازل ہونے سے پہلے اس جگہ لوگ شراب پیتے تھے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حرمت شراب کا حکم نازل ہونے کے بعد انھیں مورد الزام ٹھہرایا جائے کہ پہلے تو یہ لوگ شراب پیتے تھے۔ اس لیے کہ جب تک کسی چیز کا حرام ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر نہ ہوا ہو اس وقت تک اُس چیز کے استعمال پر اللہ کی طرف سے کوئی عتاب یا سزا نازل نہیں ہوتی۔



افتراء

قبر نبی پر صلوٰۃ وسلام کرنا شریعت میں ممنوع ہے۔ (ہدایۃ المستفید)

الجواب:

۱- مذکورہ کتاب ہدایۃ المستفید دراصل محمد بن عبدالوہاب کی کتاب التوحید کے اردو ترجمہ کا نام ہے جس کا ترجمہ اور اضافی حاشیہ آرائی کا لکھاری عطاء اللہ ثاقب ہے یہ صاحب نہ اہل سنت والجماعت سے ہے نہ اور دیگر مسلم مکتب عالم سے بلکہ روافض کی طرح آزاد خیال، ملت اسلامیہ کے اکابرین سے متنفر، حق سے دور اور گمراہی کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے والے ہیں انکا کہنا روافض کے کہنے سے زیادہ مختلف نہیں۔ فی الحال یہ اور روافض ایک گدھا گاڑی کے سوار ہیں روافض کا اصحاب نبی کیلئے نظریہ یہ ہے کہ وہ العیاذ باللہ دین چھوڑ کر کافر ہو گئے تھے اور اس ترجمہ نویس صاحب کے گروہ کا کہنا ہے کہ صحابہ بدعتی تھے اور بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہ جہنم میں جائیگا کافر کا ٹھکانہ اور بدعتی کا ٹھکانہ آخرت میں ایک ہی ہے لہذا فی الحال دونوں گروہوں کا نظریہ صحابہ کرام کے بارے میں کچھ زیادہ مختلف نہیں ایسے شخص کی کتاب کو ہمارے خلاف الزام میں پیش کرنا خود انکے اپنے قبیلے اور مذہب کیلئے شرم اور عار کی بات ہے۔

2- رہا مسئلہ درود و سلام عند قبر النبی ﷺ کا مسئلہ تو یہ اہل سنت والجماعت میں متفق علیہ ہے سلام عرض کرنے کی خاطر اکابرین اہل سنت لاکھوں روپے خرچ کر کے دراقدس پر پوری محبت وعقیدت سے حاضر ہوتے ہیں حتیٰ کہ دیار حبیب ﷺ میں پاؤں چھلنی ہو جانے کے باوجود گوارا نہیں کرتے کہ پاؤں میں جوتا پہن لیں کہ مبادا کہیں اس جگہ محبوب کریم ﷺ کے نعلین کے تلڑے مس ہوئے ہوں اور میں جوتا سمیت اس پر قدم رکھ دیں۔ سینکڑوں کتابیں مختلف زبانوں میں رحمت عالم ﷺ پر درود و سلام پڑھنے کے فضائل پر لکھی جا چکی ہیں صحاح ستہ میں مستقل ابواب اداب مدینہ، اداب حضوری اور اداب مسجد شریف کا بیان تفصیل سے لکھا ہوا موجود ہے۔ جس سے رحمت عالم ﷺ کی قبر اطہر پر سلام عرض کرنے کا مسئلہ اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے لہذا اہل سنت والجماعت اپنا عقیدہ خود بیان کرنے کا حق رکھتے ہیں کسی لا مذہب کو اہل سنت کا مذہب و مسلک بیان کرنے کا حق نہیں ہے اس لئے اہل سنت کا مذہب غیروں کی کتابوں سے مت معلوم کیا جائے۔



افتراء

رسول پاک دوران نماز بچوں کو اٹھاتے اور بٹھاتے تھے۔ (سنن ابی داود کشف الغمہ)

الجواب:

نماز حرکات سے سکون کی طرف لوٹی ہے اول نماز میں باتیں کرنا بھی جائز تھا مگر بعد میں آہستہ آہستہ نماز کی حرکات ختم اور سکون قائم کرنے کی طرف رجوع ہوتا رہا اس دور میں آپ ﷺ بچوں کو نماز میں اٹھالیتے تھے جو بعد میں منع ہو گیا۔ منسوخ احکام کی بنا پر اعتراض کرنا محض حاسدانہ کاروائی ہے حالانکہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز کا پڑھا جانا فریقین کے

نزدیک مسلم ہے مگراب وہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ اسی طرح سے بچوں کو نماز میں اٹھانے والا مسئلہ بھی ہے۔

2- آپ ﷺ کو بچوں سے محبت تھی بچوں سے پیار کرنا انکا حق ہے آپ ﷺ عام طور پر بچوں سے محبت کا اظہار فرماتے تھے ایک بچے کا آپ نے بوسہ لیا اقرع بن حابس نے کہا میرے دس بچے ہیں میں نے تو کبھی کسی کو نہیں چوما آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اگر تیرے دل سے رحم لے لیا تو ہم کیا کریں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ بچوں کا حق ہے کہ انھیں محبت اور پیار دیا جائے۔ آپ ﷺ کا بچوں کو نماز میں اٹھانا امت کو بچوں سے غایت درجہ محبت و پیار کی تعلیم دینے کے واسطے تھا اور آپ کا تعلیم دینے کیلئے کوئی کام کرنا محل اعتراض نہیں۔



افتراء

نبی اکرم کے علم غیب کو مجنون اور چوپایوں کے علم سے تشبیہ۔ (حفظ الایمان)

الجواب:

تفصیلی جواب ''سپاہ صحابہ کے کفریہ عقائد کی ایک جھلک'' کے جواب یعنی اختتام مقدمہ کے قریب ہم عرض کر چکے ہیں وہاں ملاخطہ فرمائیں۔ یہاں اتنی گذارش ہے کہ محض دھوکہ دہی سے کام چلاتے ہوئے یار لوگوں نے اعتراض کی لٹھ چلائی ہے ورنہ اردو خواں حضرات عبارت ملاحظہ فرما کر تسلی کر سکتے ہیں کہ یہ اردو میں لکھا ہوا جملہ تشبیہ بنتا ہی نہیں یہاں تو صرف یہ بتایا گیا ہے کہ علم غیب کا علی الاطلاق استعمال اللہ تعالیٰ پر ہی ہوتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو بغیر واسطہ کے تمام چیزوں کا کلی علم حاصل ہے باقی تمام مخلوق کا علم کلی نہیں بلکہ عطائی جزوی ہے اگر بعض غیب کی چیزوں کا علم حاصل ہونے کے بعد انھیں عالم الغیب کہنا درست ہے تو کچھ نہ کچھ علم غیب تو ہر شخص کو ہی ہوتا ہے حتیٰ کہ بچوں کو بھی کچھ ایسی باتوں کا پتہ ہوتا ہے جو اوروں سے مخفی اور غیب ہوتی ہیں پھر تو ہر ایک کو عالم الغیب کہنا چاہیے مگر یہ بات کسی کے ہاں بھی معروف و متعارف نہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو علی الاطلاق عالم الغیب کہنا درست نہیں۔ تفصیلی جواب مقدمہ میں گزر چکا وہاں ملاخطہ فرمائیں۔



افتراء

دیوبندی علماء نبی اکرمؐ کے استاد ہیں۔ (براہین قاطعہ)

الجواب:

1- جس عبارت کی بنا پر کرم فرماؤں نے یہ اعتراض تراشا ہے ذرا اس عبارت کا مطالعہ فرمائیں اور پھر لکھاریوں کے کمال اجتہاد کو داد دیں کہ فریب کاری میں یہ لوگ کہاں تک سفر کر چکے ہیں عبارت یہ ہے ''ایک صالح فخر دوعالم ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپؐ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی آپ تو عربی ہیں۔ فرمایا کہ جب سے علماء و مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آ گئی۔

سبحان اللہ اسی سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔ (براھین قاطعہ عکسی صفحہ آخری سطریں)

محترم قارئین کرام عبارت بالا کا بار بار ملاحظہ فرمائیں اور مہربانوں کی دیانت داری پر جھومتے رہیں۔ اب بھلا اس عبارت میں استاد اور شاگرد والی تقسیم کہاں سے تراشی گئی حالانکہ عبارت ھذا میں اس طرح کی کوئی بات موجود ہی نہیں۔ پھر یہ بھی کہ یہ ساری بات خواب کی ہے اور خواب میں نظر آنے والی چیز قابل تعبیر ہوتی ہے۔ تو کیا اس خواب کی یہی تعبیر ہے کہ دیوبند علماء نبی اکرمؐ کے استاد ہیں؟؟؟

حضورﷺ کی چچی ام الفضل بنت الحارثؓ نے خواب بیان کیا کہ آپؐ کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا۔ (مشکوۃ) یار لوگ اس پر کیا سرخی جمائیں گے یہی کہ آپﷺ کی پھوپھی نے آپ کا جسم کاٹا یا یہ کہ ام الفضل نے نبی اکرمﷺ کے گوشت کا ٹکڑا کھایا؟ العیاذ باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ بات کرتے اور کہتے ہوئے کچھ شرم بھی چاہیے۔ یہ ایک خواب کی بات ہے جو اپنی حقیقت پر محمول نہیں ہوتی جیسے ام الفضل کا خواب حقیقت نہیں بلکہ محتاج تعبیر ہے ایسے ہی براہین قاطعہ کی مذکورہ عبارت جو خواب پر مشتمل ہے وہ بھی قابل تعبیر ہے لہٰذا اس کی واضح اور صاف تعبیر یہ ہے کہ آپﷺ نے اس مرد صالح کو یہ بتایا کہ میرا کلام یعنی احادیث مبارکہ اسوقت سے اردو زبان میں شائع ہوئیں اور پھیلیں جب سے دارالعلوم دیوبند قائم ہوا۔ اور الحمد للہ واقعہ بھی یہی ہے مگر برا ہو تعصب کا جو کسی بات کو اپنی جگہ ٹھیک نہیں رہنے دیتا۔ ارباب انصاف ہی غور فرمائیں یہاں خواب کی بات ہے اسمیں استادی والی بات کہاں سے آگھسی اس طرح کے جاہلانہ پروپیگنڈے اور ظالمانہ حرکتوں سے بھلا اشاعت اسلام کی اس مضبوط تحریک کو مٹا دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں بلکہ اسلام نے تا قیامت زندہ و جاوید رہنا ہے اور انہوں نے بھی جو اسلام کے ساتھ وابستہ ہو کر اس کی خدمت میں معروف ہو گئے۔

مزید تفصیل مقدمہ کے اختتام پر ملاحظہ فرمائیں۔



افتراء

نبی اکرمﷺ کا نہیں بلکہ شیطان کا علم ثابت ہے۔ (براہین قاطعہ)

الجواب:

ہم اردو خواں حضرات کی خدمات میں عرض کرتے ہیں کہ یہ جو اوپر سرخی میں لکھا گیا ہے کہ ''نبی اکرمﷺ کا نہیں بلکہ شیطان کا علم ثابت ہے'' پورا صفحہ ایک بار دو بار بلکہ بار بار پڑھیئے اور تلاش فرمایئے۔ پورے صفحے میں یہ عبارت آپ کو کہیں پر لکھی ہوئی ہرگز نہ ملے گی کہ نبی اکرم کا علم ثابت نہیں بلکہ شیطان کا علم ثابت ہے۔ اگر تحقیقی دستاویز دستیاب نہ ہو سکے کہ ممکن ہے رافضی اپنی یہ کتاب چھپالیں کونکہ یہ پرانی عادت اور انکے بڑوں کا وطیرہ ہے اپنی کتابوں کو گناہ کی طرح چھپاتے ہیں ایسے ہی اپنے عقائد و نظریات کو بھی۔ تو ہم اپنے مہربان دوستوں اور تحقیق کے طالب متلاشیان حق سے درخواست کریں گے کہ براہین قاطعہ کا نسخہ آپ کو مل سکتا ہے اسکا پورا نام ہے براہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ الملقب بالدلائل الواضحہ علی

کرھۃ المروج من المولود والفاتحہ۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی باہتمام مختار علی ابن محمد علی از کتب خانہ امدادیہ دیوبند یو پی انڈیا۔

مذکورہ کتاب کا صفحہ نمبر ۵۱ ملاحظہ فرمائیں اور رافضیت کے دجل کا تماشہ دیکھیں۔ ہم مختصر سا جواب مقدمہ میں بھی لکھ چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں نیز امام اہلسنت حضرت اقدس مولانا سرفراز خان صفدر نوراللہ مرقدہٗ کی کتاب عبارات اکابر کی طرف رجوع فرمائیں۔



افتراء

نبی اکرم ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی آسکتا ہے۔ (تحذیر الناس)

الجواب:

مذکورہ کتاب کا یہ مکمل باب مطالعہ فرمایئے اور اس ٹکڑا عبارت کی حقیقت معلوم کریں۔ صاحب کتاب نے ختم نبوت کی تقسیم کی ہے۔ زمانی، مکانی، رتبی، ختم نبوت زمانی یعنی زمانہ کے اعتبار سے آپ آخری نبی ہیں اسکو دلائل سے واشگاف کیا اور لکھا کہ آپؐ زمانہ کے اعتبار سے آخری پیغمبر اور نبی ﷺ ہیں پھر مکان کے اعتبار سے بھی آپ ﷺ کا آخری نبی ﷺ ہونا دلائل سے مزین فرمایا اور پھر مرتبی ختم نبوت پر دلائل ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا علو مرتبہ اور شان نبوت اتنی اونچی اور عظیم الشان ہے کہ بفرض محال اگر کوئی نبی ﷺ بعد میں بھی پیدا ہو جائے تو مرتبہ خاتمیت میں وہ آفتاب کے سامنے مثل ٹمٹماتے چراغ کے ہوگا اور آپ ﷺ کے اس شان و مرتبہ پر ذرا بھی فرق نہ پڑے گا۔ یہاں بحث علو مرتبہ پر دلائل کی ہے جسمیں زوردار طریقہ سے بالفرض کا جملہ فرضیہ نکال کر فرمایا کہ آپ ﷺ کے مرتبہ اور شان خاتمیت پر کسی طرح سے کمی نہ آسکے گی۔ اس عالمانہ تحقیق پر اعتراض محض جہالت ہے یا تعصب اور ضد ہے اور بس۔ ہم نے مقدمہ میں اسکی مزید وضاحت کی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔



افتراء

شیطان نبی پاک ﷺ کی شکل میں آکر مدد کرتا ہے۔ (الوسیلہ)

الجواب:

1- محترم حضرات اردو کی مذکورہ عبارت اور جمائی گئی سرخی کو ذرا ملا کر دیکھئے مطلوبہ مقصد کی عبارت خط کشیدہ عبارت میں نہیں یہ محض فراڈ ہے کہ عبارت میں کچھ ہے اور سرخی کچھ اور۔ اس طرح کے تصرف علمی خیانت اور گمراہی کی شاہراہ پر چلنے کی دلیل ہوا کرتے ہیں۔

2- الوسیلہ کا حوالہ گذشتہ صفحات میں بھی گزر چکا ہے جسمیں بتایا گیا تھا کہ شیطان مختلف طریقوں سے انسان کو گمراہ کرتا ہے کبھی قبروں میں سے آوازیں دیتا اور اپنے کو پہنچی ہوئی سرکار باور کراتا ہے اور کچھ مذکورہ طریقہ اختیار کر کے لوگوں

کو راہ حق سے برگشتہ کرتا ہے۔ تلبیس ابلیس میں اس طرح کے متعدد واقعات منقول ہیں اور شیطان کے گمراہ کرنے کی مختلف صورتیں بتائی گئی ہیں یہاں الوسیلہ میں بھی شیطان کے مکروفریب اور نئے نئے طریقوں سے گمراہ کرنے کے حربوں سے آگاہ کیا گیا ہے۔

3۔ علامہ ابن تیمیہؒ بڑے عالم مسلکاً حنبلی اور نقاد وباریک بین شخص ہیں مگر اُن کے بعض ایسے تفردات بھی ہیں جنہیں بالاتفاق امت نے قبول نہیں کیا اُن تفردات میں ایک یہ بھی ہے کہ شیطان یہ کہ سکتا ہے کہ میں محمد ہوں۔ حالانکہ یہ محض ابن تیمیہؒ صاحب کی رائے اور انکی ذاتی سوچ ہے اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ شیطان تمام شکلوں میں آ سکتا ہے مگر نبی کریم ﷺ کی شکل وصورت اختیار کرنا شیطان کے بس میں بھی نہیں ہے چنانچہ روایات میں اسکا ذکر موجود ہے کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا لہٰذا ابن تیمیہؒ کا مذکورہ نظریہ ان کا تفرد، ذاتی رائے اور اپنی فکر ہے اہل سنت کا یہ عقیدہ نہیں اور نہ ہی ابن تیمیہؒ کے ایسے تفردات جمہور امت اور ملت اسلامیہ پر حجت ہیں۔



افتراء

نماز میں حضور ﷺ کا خیال گدھے کے خیال سے بدتر ہے۔ (صراط مستقیم)

الجواب:

اول عنوان اختیار کرنے میں روافض کا انصاف اور دیانت ملاحظہ فرمائیں کہ کس قدر بھونڈا طریقہ اس میں اختیار کیا حالانکہ ایک ہے محبوب کا خیال اور ایک ہے بُری چیز کا خیال محبوب کا خیال محبوب ہوتا ہے اور اُس محبوب کے خیال میں آدمی گم ہوکر باقی تمام چیزوں سے بے خبر ہوجاتا ہے جبکہ اسکے مقابل بُری چیز کا خیال دل میں نہ جمتا ہے اور نہ اسکی طرف توجہ قائم رہتی ہے دوسری بات یہ ہے کہ ایک ہے خیال آنا اور ایک ہے خیال لانا خیال کا آنا اور بات ہے خیال کا لانا اسکے علاوہ دوسری بات ہے یہاں خیال لانے سے منع کیا گیا ہے جسے صرف ہمت کہتے ہیں نیز گدھے وغیرہ کا غیر محبوب ہونا اور شیخ بزرگان دین اور مقربان خدا اور محبوب خدا ﷺ کا محبوب ومطلوب ہونا واضح کیا ہے کہ یہ ذوات قدسیہ محبوب ہیں ان کا خیال نماز میں دل کے اندر لاؤ گے تو ان محبوبوں کی محبت میں گم ہوکر نماز کے ارکان واحوال سے غافل ہو جاؤ گے۔ پھر ذات حق کے حضور حاضر ہوکر اُس ذات سے غافل ہونا اللہ تعالیٰ کے لئے ناراضگی کا باعث بنے گا کہ بڑے کے دربار میں اسی ذات کا خیال اور اسی کی طرف توجہ کو قائم رکھنا چاہیے۔ صفت احسان کو نماز میں حاصل کرنے کی کوشش کو کرم فرماؤں نے کیا سے کیا بنا دیا۔ مزید وضاحت مقدمہ میں ملاحظہ فرمائیں۔



افتراء

قبر نبی ﷺ کے قریب دُعا مانگنا بدعت ہے۔ (النہج المقبول)

الجواب:

عوام کو دھوکہ دینے کے نت نئے طریقے خانہ رافضیت میں ایجاد ہوتے رہتے ہیں ان میں ایک حربہ اور طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی کی کتاب اٹھا کر اہل سنت کے کھاتے ڈالتے اور الزام دیتے ہیں مذکورہ کتاب لکھنے والے صاحب نواب صاحب نواب صدیق حسن خان ہیں جو ہند میں غیر مقلدیت کے بانیوں میں اور انگریزی اقتدار کے خاص حامیوں میں شمار کیے جاتے ہیں نواب صاحب کی ہسٹری معلوم کرنے کے لئے محقق العصر حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی آئینہ غیر مقلدیت کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ ہماری گزارش ہے کہ یہ کتاب فرقہ لا مذھبیہ کی تصنیف ہے۔ جس کے نزدیک ائمہ اربعہ کی تقلید شرک اور صحابہ کرامؓ بدعتی ہیں العیاذ باللہ لہذا ایسی کتابیں اہل سنت کے خلاف ہرگز حجت نہیں ہیں نہ ہی غیر مقلدین کی کتابوں سے اہل سنت کو الزام دینا درست ہے۔



افتراء

نبی پاکؐ نے بغیر عدت کے نکاح پڑھ دیا۔ (بلغۃ الحیر ان)

الجواب:

• اگر اللہ تعالیٰ ہدایت کی راہیں مسدود فرماوے اور عقلوں پر پردے پڑ جائیں تو کون بھلا اتار سکتا ہے دیکھو کیسے ظلم کی بات اور آنکھوں دیکھی تعدی ہے کہ صاف مسئلہ لکھا ہوا موجود ہے مگر پھر بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتے۔ ذرا غور فرمائیں خط کشیدہ عبارت سے اوپر لکھا ہوا موجود ہے کہ

اے مومنو! اگر نکاح کرو مومنات کے ساتھ خواہ متبنٰی کی عورت ہو اور قبل الدخول (یعنی رخصتی سے پہلے) طلاق دو تو اس عورت پر عدت لازم نہ ہوگی جیسا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو قبل الدخول طلاق دی گئی اور رسول اللہ ﷺ نے اسکا نکاح بلا عدت کرایا۔ (بلغۃ الحیر ان عکسی صفحہ)

اب جو حکم خدا کا ہے کہ عورت نکاح کرے اور رخصتی نہ ہوئی ہو یعنی شوہر بیوی کا ملاپ نہ ہوا ہو تو عدت نہیں اور جس پر عدت ہی نہیں اس سے نکاح اگر آپ ﷺ نے کرلیا تو یہ کون سا قابل اعتراض جملہ ہوگیا۔

2- جو عنوان روافض نے اختیار کیا اول تو وہ جھوٹ ہے عبارت کے الفاظ ہیں جیسا کہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق قبل الدخول دی گئی اور رسول اللہ ﷺ نے اسکو بلا عدت نکاح کرلیا۔ ثانیاً اس مسئلہ کی وضاحت اردو میں پوری طرح لکھی ہوئی موجود ہے جو اس اعتراض کی ٹیوب سے ہوا نکال رہی ہے۔ ثالثاً یہ قرآنی حکم ہے کہ قبل الدخول طلاق یافتہ پر عدت نہیں اُس حکم کے بیان کرنے پر یہ الزام دھر دینا انکار قرآن کی دلیل ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص دعویٰ

کرے کہ نماز کے قریب بھی نہ جانا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود حکم دیا ہے کہ یا ایھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوٰۃ۔ ''اے ایمان والونماز کے قریب مت جاؤ'' اس کے آگے کیا ہے؟ وہ نہ پڑھے اور یہی آدھی آیت پڑھ کر دھوکہ دے اسی طرح کا معاملہ یہاں ہے۔آپ ملاحظہ فرمائیں ایک قرآنی مسئلہ کو بھی معاف نہ کیا اور بیچ کا ٹکڑا جس سے عوام کو بھڑکایا کہ (نبی پاک نے بغیر عدت کے نکاح پڑھ لیا) یہ بہکایا اور دھوکہ دیا جا سکتا ہے وہ عنوان بنا کر لکھ دیا کیا اسی کا نام تحقیق اور تلاش حق کی جستجو ہے؟

3- مولوی فرمان علی شیعہ مجتھد اپنے ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر لکھتا ہے تمسوھن۔مس سے مراد اس ایت میں جماع ہے یعنی دخول کرنے سے قبل اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو تو ان پر عدت نہیں۔ (ترجمہ فرمان علی صفحہ ۵۰۷ سورۃ الاحزاب آیت ۴۶)

پھر ان پر بھی یہی اعتراض دھرانا چاہیے مگر ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔

❀❀❀❀

افتراء

سرور کائنات  سے زیادہ ایک لاٹھی فائدہ مند ہے۔ (الشہاب الثاقب)

الجواب:

شاباش حق کے متلاشیو واقعی ایسے ہی ہوتے ہیں جن کو حق کی راہ نصیب ہوتی ہے۔کیا کمال کا راستہ ڈھونڈا اور کیا خوب چال چلے۔سمجھ میں نہیں آتا اس دجل اور فریب پر داد دینے کے لئے کون سے الفاظ پیش کیے جائیں۔حیرت کی بات ہے کہ اتنا واضح اور بالکل عیاں دھوکہ دیتے ہوئے شرماتے بھی نہیں۔

محترم قارئین! ذرا کھلی آنکھوں سے عبارت کو پڑھ کر دیکھیے۔ہم من وعن مذکورہ عبارت کا حصہ قارئین کی ضیافت کیلئے نقل کرتے ہیں۔شہاب ثاقب کی عبارت ہے۔ششم ۶۔یہ کہ شفاعت حضرت رسول مقبول علیہ السلام کو ثابت مانتے ہیں بخلاف وہابیہ کے کہ مسئلہ شفاعت میں ہزاروں تاویلیں اور گھڑنت کرتے ہیں اور قریب قریب انکار شفاعت کے پہنچ جاتے ہیں (۴) شان نبوت وحضرت رسالت علی صاحبھا الصلوۃ والسلام میں وہابیہ نہائت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوت قلبی وضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لا رہے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور نہ کوئی فائدہ ان کی ذات سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسل دُعا میں آپ ﷺ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں ان کے بڑوں کا مقولہ ہے معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام سے زیادہ نفع دینے والی ہے ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر عالم ﷺ سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے اب اسکے مقابلہ میں ان ہمارے حضرات اکابر کے اقوال، عقائد کو ملاحظہ فرمائیے۔یہ جملہ حضرات ذات حضور پر نور علیہ السلام کو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک واسطہ فیوضات الہیہ و میناب رحمت غیر متناھیہ اعتقاد کیے

ہوئے بیٹھے ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے ابتک جو جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہونگی عام ہے کہ وہ نعمت وجود کی ہو یا اور کسی قسم کی۔ ان سب میں آپ ﷺ کی ذات پاک اسی طرح پر واقع ہوئی ہے جیسے آفتاب سے نور چاند میں آیا ہو اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں۔ غرض کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیان ہیں یہی معنیٰ لولاک لما خلقت الافلاک اور اول ما خلق اللہ نوری اور انا نبی الانبیاء وغیرہ کے ہیں اس احسان و انعام عام میں جملہ عالم شریک ہے۔ الخ عکسی صفحہ شہاب ثاقب صفحہ ۴۷ از تحقیقی دستاویز صفحہ ۲۵۷۔

ہم نے عکسی صفحہ کی کچھ عبارت نقل کر دی ہے اس کتاب کے مصنف دار العلوم دیوبند کے ماہتاب شیخ العرب والعجم جانشین شیخ الہند حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ صدر المدرسین دار العلوم دیوبند ہیں۔ حضرت نے پوری صفائی کے ساتھ علمائے دیوبند کا نظریہ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ باطل نظریات کا رد کیا اور لا مذھبیہ کی گستاخانہ فکر کو نقل کر کے ان کے مکروہ چہرے سے نقاب اٹھایا ہے۔ جس عبارت کو اعتراض بنا کر پیش کیا گیا ہے وہ نقل کفر کفر نباشد کے اصول سے منقل ہے یعنی گمراہ فرقے کے عقیدے کو بیان کر کے اسکا رد کیا ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ جیسے قرآن میں ہے قالت الیہود عزیر ابن اللہ۔ اور رافضی اعتراض دھر دے کہ قرآن کہتا ہے کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں۔ لہٰذا قرآن تو دعوت شرک دے رہا ہے العیاذ باللہ۔

محترم قارئین کرام آپ اس عبارت سے روافض کا معیار تحقیق معلوم کر سکتے ہیں نیز رافضی مزاج اور طلب حق کا جذبہ اور صدق مقالی، دیانت داری اور شرافت کی خوب صورت جھلک آپ اس حوالے کے آئینے میں دیکھ سکتے ہیں کہ کس درجہ شرم و حیاء کو بالائے طاق رکھ کر گمراہوں کے نقل حوالہ کو ناقل کی ذاتی عبارت و عقیدہ قرار دے دیا اور پھر شور مچا دیا کہ اہل حق کا یہ عقیدہ ہے کہ ایک لاٹھی بھی حضور ﷺ سے زیادہ فائدہ مند ہے العیاذ باللہ۔ اب اکثر لوگ تو صرف عنوان اور ہیڈنگ ہی پڑھیں گے اور خیال کریں گے کہ واقعی کوئی بات تو ہوگی ناں آخر حوالہ جو دیا ہے مگر کون تحقیق کرے گا کہ صاحب بہادر نے کیا خوب گل کھلائے ہیں اور اپنی سچائی کے جھنڈے گاڑ دیے ہیں۔

ارباب دانش پر واضح رہنا چاہئے کہ تحقیقی دستاویز والوں نے جو اعتراض اٹھایا ہے وہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ نہیں ہے۔ اہل السنت والجماعت حضور ﷺ کی شفاعت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو شفاعت و توسل کا انکار کرے اہل سنت ایسوں کو حق پر نہیں جانتے جیسا کہ شہاب ثاقب میں واضح الفاظ کے اندر باطل طبقہ کا رد کیا گیا ہے۔



افتراء

شیطان رسول پاک سے نہیں حضرت عمر سے ڈرتا ہے۔ (ترمذی)

الجواب:

تھانیدار کا منصب اور عہدہ بہت کم درجے کا ہے اور امیر و بادشاہ کا مرتبہ بہت بلند مگر لوگ جتنا تھانیدار سے ڈرتے ہیں اتنا کسی بادشاہ اور حاکم سے نہیں ڈرتے۔ لیکن کوئی یہ نہیں کہتا کہ چونکہ لوگوں پر رعب اور دبدبہ تھانیدار کا زیادہ ہے لہٰذا اسی کی

شان بڑی اور مرتبہ فائق ہے بھلا اُس بادشاہ کی کیا حیثیت جس سے کوئی بھی نہیں ڈرتا۔ اس لئے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ بادشاہ نرم دل اور رحیم مزاج کے ہوتے ہیں اور تھانیدار کا کام تعزیرات لگانا اور جرائم کی روک تھام میں قوت کو استعمال کرنا ہوتا ہے۔اس خوف عوام سے بادشاہ کا مرتبہ کم نہیں ہوتا اور تھانیدار کا مرتبہ زیادہ نہیں ہوتا۔ ہماری اس گزارش سے واقعہ مذکورہ کی صورت واقعی جاننا کچھ دشوار نہ رہا آنحضرت ﷺ تو حاکم مہربان ہیں اور حضرت عمر فاروقؓ صاحب درہ ہیں اسلام کے باغیوں کیلئے اسلامی قوت کے استعمال میں معروف ہیں۔لہذا روافض کا یہ اعتراض اس مثال سے ہوا۔



افتراء

رحمۃ للعالمین رسول اللہ ﷺ کی صفت خاصہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

الجواب:

خاصہ کی تعریف ہے یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ کہ اسمیں وہ چیز پائی جائے لیکن اسکے علاوہ کسی اور میں وہ چیز نہ پائی جائے جیسے ضاحک ہونا یہ انسان کا خاصہ ہے ضحک کی صفت انسان کے علاوہ حیوان جمادات نباتات کسی میں نہیں پائی جاتی۔ یہاں صاحب فتاویٰ یہ نہیں فرمارہے کہ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین نہیں ہیں بلکہ ایک ہے آپ ﷺ کا رحمۃ للعالمین ہونا اور ایک ہے آپ ﷺ کے علاوہ کسی کا بھی رحمت نہ ہونا۔آپ رحمۃ للعالمین ہیں اور باقی انبیاء اسی طرح اولیاء اور بزرگان دین اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں۔اگر یوں کہا جائے کہ آپ ﷺ کی صفت خاصہ ہے رحمۃ للعالمین ہونا تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کے علاوہ کوئی بھی رحمت نہیں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ومحبوب بہت سے ایسے بندے ہیں جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہوتی ہے۔

دراصل ''خاصہ'' ایک علمی ومنطقی اصطلاح ہے عام لوگ تو اسکا مطلب جانتے نہیں لہذا رافضی کرم فرماؤں کو موقع ہاتھ آیا اور انھوں نے اس خاص علمی اصطلاح سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی ناروا کوشش کی ورنہ اتنی بات تیسیر المنطق پڑھا ہوا بھی جانتا ہے کہ خاصہ کس کو کہتے ہیں اور عرض عام کیا ہے۔ بہر حال یہاں عبارت سے صاف واضح اور عیاں ہے کہ آپ ﷺ کی ذات کا رحمۃ للعالمین ہونا صاحب فتاویٰ رشیدیہ کے ہاں بھی مسلم ہے۔عکسی صفحہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء وانبیاء اور علمائے ربانین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں اگر چہ رسول اللہ ﷺ (انبیاء میں رحمۃ عالم ہونے کے اعتبار سے) سب سے اعلیٰ ہیں۔'' (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۲۱۸ عکسی صفحہ)

یہی وہ خط کشیدہ عبارت ہے جسے تعصب کی عینک لگا کر پڑھنے والوں نے قابل اعتراض بنادیا ذرا انصاف کے چشمے لگا کر آپ بھی ملاحظہ فرمائیں تاکہ حق بات کی پہچان حاصل ہوسکے۔



افتراء

نبی اکرم کے والدین جہنمی ہیں دُعا مغفرت کی بھی اجازت نہیں دی گئی۔

(شرح فقہ اکبر مسند امام ابوحنیفہ، الاقتضاء الصراط المستقیم، مرقات شرح مشکوۃ)

الجواب:

1- اللہ تعالیٰ حاسدوں کے حسد سے اپنی پناہ نصیب فرمائے کہ حاسد کی آنکھ چاند کو بھی کالا سیاہ دیکھتی ہے۔ ہم ارباب انصاف کی خدمت میں التماس گزار ہیں کہ وہ اُن کتابوں کے عکسی صفحات کا بغور جائزہ لیں جو اعتراض بنا کر یار لوگوں نے پیش کی ہیں جب آپ ان عکسی صفحات کو غور سے دیکھیں گے تو یقین جانیے ایک دفعہ آپ سر پکڑ کر ہماری طرح بیٹھ جائیں گے کہ جن کتابوں میں ان لوگوں کا رد کیا گیا ہے جو آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں مذکورہ نظریہ رکھتے ہیں انہوں نے وہی مردود قول اہل السنّت و الجماعت کے کھاتے میں ڈال کر واویلا مچا دیا کہ اہل السنّت کا یہ عقیدہ ہے. **لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔**

2- دراصل آپ ﷺ کے والدین آنجناب ﷺ کے اعلان نبوت سے قبل دار فانی سے منتقل ہو گئے تھے ظاہر ہے اس وقت تک آپ ﷺ نے اعلان نبوت ہی نہ فرمایا تھا تو اُن کا کلمہ پڑھنا کہاں سے ثابت ہوگا اسی وجہ سے علماء کے درمیان اس مسئلہ میں دو قسم کی آراء پیدا ہوگئی ہیں۔ یار لوگوں کو تو خیر دیانتداری سے دور کا بھی واسطہ نہیں لہذا انھوں نے تو منفی پروپگنڈہ ہی کرنا ہے ورنہ جن کتابوں کا عکس دیا ہوا ہے اُن میں ہمارا مسلک وضاحت سے درج ہے مثلاً پہلی کتاب شرح فقہ اکبر کے جن الفاظ پر خط کھینچا گیا ہے اس کے عین نیچے والی سطر بلکہ اسی سطر کے آخری الفاظ ہیں۔ ثم احیاھما۔ اللہ تعالیٰ فما تا فی مقام الایقان۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد معجزہ آپ کے والدین کو زندہ کیا پھر وہ فوت ہوئے ایمان اور صحیح یقین کے ساتھ۔ رافضی کو یہ الفاظ آخر کیوں نظر نہیں آئے؟ مگر جس میں کچھ انصاف اور خوف خدا ہو آخرت کی ملاقات کا یقین ہو وہی شخص ہی دغا، جھوٹ اور فریب کاری سے بچ کر حق بات کا اظہار کرتا ہے۔ اور جن کے مقدر میں یہ نعمت نہ ہو وہ کچھ بھی کہہ اور کر سکتے ہیں۔

مرقات میں بھی پورے صفحہ پر اسی بات کی وضاحت کی گئی ہے اور وہ روایت جس کا یہاں حوالہ نقل کیا گیا کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی امی کی قبر پر حاضری کی اجازت چاہی تو اجازت عطا ہوئی اور استغفار کی اجازت مانگی تو وہ نہ ملی.. مذکورہ مرقات کے صفحہ پر اس کے جوابات دیے گئے ہیں مگر روافض کو سوا دھوکہ دینے اور منفی پروپگنڈہ کے کچھ نہیں آتا جہاں موقع پاتے ہیں فریب دینے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔

3- مظاہر حق میں مذکورہ حدیث کے ضمن میں ہے بعد کے علماء نے انحضرت ﷺ کے والدین کا اسلام ثابت کیا ہے پھر اسکی بھی تین صورتیں بیان کی ہیں۔

1- یا تو وہ حضرت ابراہیمؑ کے دین پر قائم تھے۔

2- یا انہیں اسلام کی دعوت ہی نہیں پہنچی لہٰذا وہ اس کے مکلف نہ تھے وہ ایام فترت میں تھے۔

3- یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی دعا سے (معجزہ کے طور پر) اتنی دیر کے لئے زندہ کر دیا کہ وہ انحضرت ﷺ پر ایمان لے آئیں۔ اگر چہ آنحضرت ﷺ کے والدین کے دوبارہ زندہ ہونے کے بارہ میں جو حدیث منقول ہے وہ بذاتہ ضعیف ہے لیکن تعدد طرق کے ذریعہ اسکی تحسین کی گئی ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اس بارے میں رسالے تصنیف فرمائے ہیں اور اس مسلہ کو دلائل سے ثابت کر کے مخالفین کے شبہات کے جواب دیے ہیں۔

(مظاہر حق جدید ج ۲ صفحہ ۱۵۹)

مرقات کا عکسی صفحہ بھی اسی طرح کی بحث پر مشتمل ہے علامہ سیوطی نے تین رسالے انحضرت ﷺ کے والدین کے بارے میں تصنیف فرما کر معترضین کے اعتراضات وشبہات کے جوابات ارشاد فرمائے ہیں۔

4- ابن تیمیہؒ کی جس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے اسمیں ابن تیمیہ کی ذاتی رائے کا بیان ہے اور ہم گذشتہ اوراق میں عرض کر چکے ہیں کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی بعض ایسی آرا اور خیالات بھی ہیں جن سے اہل سنت والجماعت کو اتفاق نہیں ہے لہٰذا یہ انکا خیال بھی انکی ذاتی رائے ہے۔



افتراء

انبیاء کرام خطاء کار اور گنہگار ہیں۔ (شرح مسلم الثبوت)

الجواب:

شیعہ قوم کا خاصہ ہے بد دیانتی اور بہتان تراشی کا مظاہرہ کرنا اور عامۃ الناس کو دھوکہ دیتے رہنا۔ ورنہ تمام ارباب علم جانتے ہیں کہ انبیاء کرام کے خلاف اولیٰ کاموں پر اللہ تعالیٰ نے بعض دفعہ تنبیہ فرمائی ہے مگر وہ کام گناہ نہیں ہیں قرآن کریم میں گناہ کی تعریف ارشاد فرمائی گئی ہے۔ ارشاد ہے۔ ولیس علیکم جناح فیما اخطاء تم به ولکن ماتعمدت قلوبکم، وکان الله غفورا رحیما۔ (احزاب رکوع نمبر ۷ پ ۲۱)

تم پر کوئی گناہ نہیں کہ بھول چوک سے کوئی غلطی کر بیٹھو ہاں گناہ تب ہوگا جب جان بوجھ کر دل کے ارادہ سے کرو اور اللہ تعالیٰ تو بہت بخشنے والا ہے معلوم ہوا کہ گناہ کہتے ہیں اس فعل کو جو جان بوجھ کر دلی ارادہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والا کام کیا جائے اور علامہ بحر العلوم عبدالعلی لکھنوی نے شرح مسلم الثبوت کے اس عکسی صفحہ پر انبیاء کی وہی مثالیں ذکر فرمائیں ہیں کہ جو خلاف اولیٰ امور پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسے آپ ﷺ کا اسیران بدر کو فدیہ لیکر چھوڑ دینا وغیرہ۔ اگر چہ قیدیوں سے فدیہ لیکر اُن کو رہا کر دینا ناجائز نہیں مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ یہ کام حسنات الابرار سیآت المقربین کے ضابطہ سے قابل تنبیہ ثابت ہوا اس بات کو غلط طریقے سے بیان کرتے ہوئے گناہ قرار دیکر الزام دے دینا کہاں کا انصاف ہے؟ حالانکہ قرآن پاک کی واضح ہدایت اور صریح حکم موجود ہے کہ یہ کام گناہ اور نافرمانی نہیں کیونکہ انبیاء کرام کا ارادہ ان کاموں

میں گناہ کا ہرگز نہ تھا اور نہ ہی ان امور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کام کے خلاف کوئی ہدایت جاری کی گئی تھی جو انبیاء کرام سے سادر ہو۔



افتراء

حضرت ابراہیمؑ نے تین جھوٹ بولے ہیں۔ (بخاری)

الجواب:

1- بخاری شریف کا وہ عکسی صفحہ جو تحقیقی دستاویز والوں نے پیش کیا ہے اس پر اسکی وضاحت موجود ہے ذرا آنکھوں کھول کر پڑھا جائے تو ترجمہ میں یہ الفاظ لکھے ہوئے موجود ہیں کہ جو حضرت ابراہیمؑ کا کلام منقول ہے اس طرح کے کلام کو توریہ کہتے ہیں۔توریہ اور چیز ہوتا ہے اور جھوٹ اس کے علاوہ دوسری چیز کو کہتے ہیں یار لوگوں نے توریہ کو اپنے عنوان میں جھوٹ سے تعبیر کر دیا ہے حالانکہ یہ سراسر بددیانتی ہے۔ جاننا چاہیے کہ جھوٹ خلاف واقعہ کلام کو کہتے ہیں اور توریہ ذومعنیین لفظ کو۔ کہ مخاطب کا ذہن کسی اور معنیٰ کی طرف ہو اور متکلم کی مراد اسکے علاوہ معنیٰ والی ہو حضرت ابراہیمؑ کا کلام توریہ ہے حضرت سارہ کو فرمایا کہ ظالم حاکم کو کہنا میں اسکی بہن ہوں اور مراد یہ لیا کہ دینی اعتبار سے بہن ہو اب حاکم ظالم نے حقیقی بہن اور متکلم نے دینی بہن کا معنیٰ جانا۔ اسی طرح سے باقی ارشادات میں دومعنیٰ لفظ بولا جس کا ایک معنیٰ سننے والے نے سمجھا جبکہ بولنے والے کی مراد دوسری تھی۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلام توریہ ہے جھوٹ نہیں۔

2- اس طرح کا کلام رحمت عالم ﷺ کے ارشادات میں بھی موجود ہے جیسے **العجائز لا تدخل الجنه**۔ بوڑھی جنت نہ جائے گی۔ (الحدیث)

انی حاملك علی ولد ناقة میں تجھے اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا وغیرہ اور حضرت علیؓ کے کلام میں بھی اس طرح کے جملے بکثرت استعمال ہوے ہیں تسلی کیلئے نہج البلاغہ کا بغور مطالعہ کرلو۔

کیا ان تمام باتوں پر یہ حکم لگانا روافض کے ہاں روا ہوگا کہ یہ جھوٹ ہیں؟ روافض کے ہاں تو سب کچھ ہوسکتا ہے کیا بعید جو وہ کہہ دیں کہ ہاں ہوسکتا ہے مگر ارباب انصاف اور فکر آخرت کے حامل کبھی ایسی بات زبان پر نہ لائیں گے۔ راقم اثیم عرض کرتا ہے کہ جیسے کلام رسول اور کلام علی میں ذومعنیین الفاظ کا استعمال ہوا ہے اور وہ کذب حقیقی نہیں ہیں ویسے ہی یہ بھی کذب حقیقی نہیں محض صورتاً کذب معلوم ہوتے ہیں ورنہ یہ توریہ ہیں۔

3- خود روافض کا انبیاء کے بارے میں جو عقیدہ اور خیال ہے اصول کافی وغیرہ کتابوں سے باخوبی واضح ہے۔ پورا باب **باندھ کر لکھا کہ کفر کی تین اصلیں ہیں۔ ''اصول الکفر ثلثه'' پھر تفصیل بتائی کہ ایک کفر کی اصل شیطان میں ایک ابن آدم میں اور ایک آدم میں پائی جاتی ہے۔ اصول کافی (باب اصول الکفر) اسی طرح یہ کہ آدم نے ائمہ کی [illegible]رف**

حسد سے دیکھا تب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو حضرت آدمؑ پر مسلط کر دیا اور درخت کا پھل کھانے سے جنت سے نکلنا ہوا۔ (اصول کافی بحوالہ تحفہ) روافض کی بنیادی کتابوں میں ابواب ائمہ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو دشمنی انبیاء سے اس قوم کے مقدر میں آئی ہے وہ کسی کے مقدر میں بھی نہ تھی۔ اپنا حال تو یہ ہے اور اعتراض اہل حق پر کہ وہ انبیاء کی بے ادبی اور گستاخی کرتے ہیں۔ اسی کو کہتے ہیں۔ "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے"

4- کذب کا معنیٰ ہمیشہ جھوٹ اور خلاف واقعہ کا ہی نہیں ہے بلکہ اسکا معنیٰ خطا کرنا بھولنا، چوکنا بھی ہے۔ المنجد وغیرہ لغت کی کتابوں میں کذب کا یہ معنیٰ بھی لکھا ہوا موجود ہے جیسے **کذبت العین** آنکھ نے دھوکہ کھایا، **کذب الرای** رائے غلط ہوگئی۔

قرآن کریم میں واقعہ معراج کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: **ماکذب الفواد مارای** دل سے جو کچھ دیکھا اس میں غلطی نہ کھائی۔ لہٰذا یہاں کذب کا معنیٰ چوکنا ہے۔ نہ کہ خلاف حقیقت بات کا کہنا۔



افتراء

1. حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ کی لرزہ خیز توہین۔
2. نبی کریم ﷺ بت پرست کے دودھ سے پرورش پائی۔
3. حضرت ابوبکرؓ کی برابری نہ موسیٰؑ کر سکتے ہیں نہ عیسیٰؑ۔

یہ تینوں اعتراض کتاب شہادت کے عکسی صفحات پر مشتمل ہیں۔

الجواب:

محترم قارئین کرام مذکورہ کتاب مرزا حیرت دھلوی کی ہے مرزا صاحب فرقہ لامذھبیہ کا سرخیل اور اہل حق کا دشمن ہے۔ حقائق کا انکار کرنا مسلم الثبوت واقعات کو بھونڈے طریقے سے توڑ دینا اس کا مشن ہے مذکورہ کتاب کے ٹائٹل پر ہی مذکورہ کتاب کا لب لباب نظر آجاتا ہے جس میں ہے کہ اسی طرح امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ بالکل غلط اور محض بے بنیاد ہے۔ (ٹائٹل کتاب الشہادت)

ایسے بے بنیاد کی بنیاد پر اہل حق پر اعتراض بے بنیاد ہے بلکہ دیانت وشرافت کی بنیاد اکھیڑنے کے مترادف ہے روافض بھی یہ بات جانتے ہیں کہ اہل حق کا مسلک ومذہب **کذالك جعلنا کم امة وسطا** کی پائیدار اور مضبوط بنیادوں پر قائم ہے جسمیں افراط وتفریط کی امیزش نہیں ہونے دی گئی، مودودی، طہٰ حسین مصری، نواب وحید الزمان وشیعہ اور مرزا حیرت دہلوی جیسے حیرت ناک فریب کاروں سے اور انکے افکار ونظریات سے ہمارا دامن یکسر طور پر صاف و پاک ہے لہذا انکی اور **ان جیسے راہ حق سے برگشتہ گمراہوں کی تحریر ہمارے نزدیک قابل اعتبار نہیں نہ ہی ہمارے لیے حجت ہیں۔**



افتراء

ران پر آدم اور حوا کا نام لکھیں تو احتلام نہیں ہوگا۔ (الرحمۃ فی الطب)

الجواب:

1- علامہ سیوطی کی یہ کتاب الرحمۃ فی الطب نہ تو حدیث وفقہ کی کوئی کتاب ہے اور نہ ہی تفسیر وغیرہ دینی علوم کی جن سے شریعت کے مسائل کا علم ہو سکے بلکہ یہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے طب کی کتاب ہے جسکا موضوع بدن انسانی صحت ومرض کے اعتبار سے ہے)لہذا اس میں انسانی امراض کا علاج بتایا گیا ہے شرعی قوائد بیان کرنے کا التزام نہیں کیا گیا جیسا کہ کبھی کبھی شراب کے فوائد طب میں بیان کردیے جاتے ہیں وغیرہ۔ حالانکہ شراب کا شرعی حکم یہ ہے کہ وہ حرام ہے لہذا یہاں پر بھی ایک خالص طبی نظریہ کے پیش نظر مرض احتلام کا علاج لکھا گیا ہے نمبرا: علاج تو یہ ہے کہ سورۃ طارق۔ حافظ۔ تک پڑھ کر کہے صدق وعدہ ونصر عبدہ وکذب الشیطان وعدہ تو اسے سوتے میں احتلام نہ ہوگا اور دوسرا علاج یہ ہے کہ ران پر بغیر روشنائی کے انگلی کے ساتھ نام لکھ دے تو بھی احتلام نہ ہوگا جیسے بغیر روشنائی کے کفن پر کچھ آیات واحادیث لکھنے کی علماءکرام اجازت دیتے ہیں مگر روشنائی کے ساتھ کہیں بھی لکھنا جائز نہیں نہ کفن پراور نہ ہی ران پر۔ نیز ران پاک ہے پاک سے بغیر روشنائی کے لکھنا حالت اضطراری میں جائز ہوگا جبکہ اضطراری حالت میں حرام کا ارتکاب جائز ہو جاتا ہے۔

2- حیرت کی بات تو یہ ہے کہ تحفۃ العوام میں صفحہ ۲۹۳ پر خود سورۃ فجر پڑھ کر آلہ تناسل پر دم کرنے کا حکم جاری کرنے والے لوگ بھی عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکتے اور اہل اسلام پر الزام لگاتے ہیں نیز اسی تحفۃ العوام کے دیگر صفحات کا مطالعہ اُن لوگوں کی آنکھیں کھول دے گا جو پارساؤں کی جراءت ناروا سے واقف نہیں ہے کہ قرآنی آیات کو وضع حمل اور نرینہ اولاد کے حصول کیلئے لکھنے کا کس بدترین طریقے سے حکم جاری کرتے ہیں ہماری قلم میں سکت نہیں جو اُن حوالہ جات کو نقل کریں۔



افتراء

پیغمبر اسلام ایک گنوار کے ہاتھوں دہشت زدہ اور بے حواس ہوگئے۔ (تقویۃ الایمان)

الجواب:

مذکورہ عکسی صفحہ ذرا آنکھیں کھول کر پڑھا جائے تو بددیانت قلم کار کی دغا بازی طشت ازبام ہو جاتی ہے آنحضرت ﷺ کے سامنے گنوار نے جو جملے بولے وہ تھے۔

تمہاری سفارش اللہ کے پاس ہم چاہتے ہیں اور اللہ کی (سفارش) تمہارے پاس۔

یہ دوسرا جملہ سن کر اللہ کے محبوب ﷺ جلال الہٰی اور عظمت رب العالمین کے مشاہدہ کی بنا پر دہشت زدہ ہوگئے۔ یہ

دہشت زدہ ہونا اُس گنوار کی ذات سے نہیں گنوار کے اس جملے سے تھا جو اُس نے بول دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے آپ کے آگے سفارش کرواتے ہیں جب یہ جملہ محبوب کریم ﷺ کے کان مبارک میں پڑا تو اللہ تعالیٰ کی عظمت جلال اور شان ربوبیت انکھوں کے سامنے آگئی اور اللہ پاک کے بارے میں یہ جملہ سن کر دہشت زدہ ہو گئے۔

اب دیکھیے اللہ پاک کے بارے میں بولا جانے والہ جملہ سن کر دہشت زدہ ہونے کو گنوار سے دہشت زدہ ہونا قرار دے ڈالا بات اور ذات میں فرق ہوتا ہے۔آپ ذات سے نہیں اسکی بات سے دہشت زدہ ہوئے مگر رافضی کے ہاتھوں کی صفائی دیکھیے بات کو کہاں سے کہاں پہنچادیا۔ حالانکہ صاحب کتاب وضاحت کرر ہا ہے کہ "ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بیحواس ہوگئے "یہ جملہ کتنا صاف وضاحت کر رہا ہے کہ بات سے آپ ﷺ کی یہ حالت ہوتی تھی۔ جو اس گنوار کے منہ سے نکلی تھی اور وہ بات اللہ کی عظمت وجلال سے خالی ہونے والی تھی۔مزید اسی صفحہ پر پانچویں سطر میں ہے کہ صرف رسول خدا ہی نہیں بلکہ ساری مجلس کے لوگوں کے چہرے اللہ کی عظمت سے متغیر ہوگئے یعنی آپ ﷺ اور تمام وہ لوگ جو وہاں پر موجود تھے یہ جملہ سنا تو جلال الہی کے خوف سے اُن کے چہرے متغیر ہوگئے۔اور اللہ کے جلال و عظمت کے اظہار پر محبوبان خدا کی یہی حالت ہوا کرتی ہے۔ حکایات میں انبیاء اور اہل اللہ کے بہت سے قصے اسطرح کے معروف مشہور ہیں کہ اللہ پاک کے جلال وعظمت کا ذکر ہوا اوران کے دل ڈر گئے۔

تیسرا باب:

عقیدہ تحریف القرآن الحکیم

افتراء

قرآن میں لفظی تحریف ہوئی ہے۔ (فیض الباری)

الجواب:

قال ابن عباسؓ سے کتب سماویہ یعنی قرآن کریم سے قبل جو آسمان سے اُتری ہیں ان میں تحریف ہوئی اس پر تین مذاہب بیان فرمائے کہ بعض حضرات کے کتب سماویہ میں تحریف لفظوں میں بھی ہوئی ہے اور معنیٰ میں بھی اور بعض حضرات کے نزدیک بہت معمولی سی تحریف ہوئی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ الفاظ میں تحریف ہوئی ہی نہیں بلکہ صرف معنوی تحریف ہوئی ہے یہ تینوں مذاہب بیان کرنے کے بعد اپنا فیصلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک کتب سابقہ سماویہ میں معنوی تحریک کے علاوہ لفظی تحریف بھی ہوئی ہے چنانچہ والذی تحقق عندی ان التحریف فیہ لفظی ایضاً میں فیہ واحد کی ضمیر نہیں (یہ کتابت کی غلطی ہے جس پر صاحب کتاب کوطعن کرنا جائز نہیں) بلکہ یہاں فیھا جمع مونث کی ضمیر ہے جواُن کتب سماویہ کی طرف لوٹتی ہے یعنی میرے نزدیک یہ بات محقق ہے کہ پہلی آسمانی کتابوں میں تحریف معنوی کے ساتھ تحریف لفظی بھی ہوئی ہے اس فیھا کو فیہ کرکے لکھا گیا ہے جو درست نہیں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ العرف الشذیٰ اور فیض الباری وغیرہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کی اپنی تصانیف نہیں ہیں کہ یہ یقین سے کہا جائے کہ علامہ کشمیریؒ نے یہ بات ضرور ارشاد فرمائی ہوگی بلکہ یہ کتابیں تو حضرت کی املائی تقاریر کا مجموعہ ہیں جن کو ان کی وفات کے بعد ان کے شاگردوں نے کتابی صورت میں شائع کر دیا اب ظاہر بات ہے کہ ناقلین کے سننے یا نقل کرنے میں غلطی کا امکان موجود ہے خود حضرت کشمیریؒ کے شاگرد رشید حضرت مولانا سید احمد شاہ بجنوری نے انوار الباری شرح صحیح بخاری میں ان کتب کے ایسے بے شمار تسامحات کی نشاندہی فرمائی ہے۔

(۲۰ رکعات تراویح ایک تاریخ جائزہ صفحہ ۳۶ از حافظ ظہور احمد الحسینی)

3- امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے جو استفتاء مرتب کیا تھا کہ شیعہ کافر ہیں اس تکفیر شیعہ کا سبب روافض کا عقیدہ تحریف قرآن قرار دیا تھا مولانا علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے اس فتویٰ کی تصدیق کی تھی اگر موصوف کے

نزدیک تحریف قرآن لفظاً ثابت ہوتی تو وہ ایسا عقیدہ رکھنے والوں کے کفر کا فتویٰ کیوں دیتے۔ گویا عقیدہ تحریف قرآن کی بنا پر روافض کی تکفیر کا فتویٰ دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت کشمیریؒ کے نزدیک عقیدہ تحریف کفر ہے۔ تو پھر وہ خود ایسی بات کیسے فرما سکتے ہیں جو ان کے نزدیک عقیدہ کفر ہو؟



افتراء

آیت رجم موجودہ قرآن میں غائب ہے۔ (مسند احمد)

الجواب:

کرم فرماؤں کو معلوم ہونا چاہیے کہ سواد اعظم روافض کی طرح ہر رطب و یابس روایات پر گزارا کرنے والے نہ۔ للہ ہمارا فن اسماء الرجال لاکھوں راویان حدیث کی تحقیق کے لیے بیسیوں کتابوں میں پھیلا ہوا ہے جو کھوٹے کھرے کو واضح کر کے دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دیتا ہے ذرا تعصب کے شیشے اتار کر دیکھئے یہاں روایت میں محمد بن اسحاق راوی کھڑا ہوا ہے جس کی روایات کو ارباب علم نے قبول نہیں کیا ہاں اسکا کوئی اور متابع ہو تو پھر غور کیا جاتا ہے۔ ابن اسحاق کی یہ روایت صرف اسی سے منقول ہے گویا اُس روایت کو نقل کرنے میں یہ منفرد ہے ایسی صورت میں اسکی روایت قبول نہیں کی جاتی ارباب علم کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔

1- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے تہذیب میں لکھا ہے کہ ایوب بن اسحاق نے امام احمد ابن حنبل سے محمد بن اسحاق کی گئی روایت کے متعلق پوچھا جس کو نقل کرنے میں وہ منفرد ہو تو امام احمد ابن حنبل نے جواب ارشاد فرمایا کہ اسکی منفرد روایت قبول نہیں کی جائے گی۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۳)

2- علامہ ذہبی مفصل بحث کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:
یعنی جس روایت میں یہ منفرد ہو وہ روایت منکر ہوتی ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ صفحہ ۲۴)

3- علامہ عینی شرح بخاری میں ارشاد فرماتے ہیں کہ امام بیہقی نے ارشاد فرمایا ہے کہ جن روایات کے نقل کرنے میں ابن اسحاق منفرد ہو اُس روایت کو قبول کرنے سے علماء اجتناب فرماتے ہیں۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری از علامہ بدرالدین عینی ج ۶ صفحہ ۱۷۶)

جس روایت کا یہ حال ہو جو مذکور ہوا اُس روایت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا یہ روافض کرم فرماؤں کا حصہ ہے کہ ہر غلط صحیح بات پر اعتقاد جما کر بیٹھ جاتے ہیں اہل علم بات کو تول کر ہی قبول کرتے ہیں چنانچہ مذکورہ روایت معیار قبول پر پورا نہیں اُترتی لہذا قابل قبول نہیں۔



افتراء

سورۃ "واللیل اذا یغشٰی سے والذکر والانثٰی" غائب ہے۔ (بخاری)

الجواب:

1- خدا جانے واقعی کمزوری نظر کا مسئلہ ہے یا پھر طوطا چشمی، کہ لکھے ہوئے الفاظ نظر ہی نہیں آتے اور پھر الزام یہ کہ قرآن سے غائب ''یہ غائب'' فلاں آیت غائب فلاں سورۃ امام غائب نے ایسا دماغوں میں بٹھا دیا کہ ہر موجود شے بھی غائب ہی معلوم ہوتی ہے ظاہر ہے جب عقل غائب، امانت و دیانت غائب، سترہ ہزار آیتوں والا قرآن غائب اُن کے ساتھ مذہب غائب کیوں کہ امام غائب تو والذکر والانثیٰ اگر غائب ہوگئی باوجود موجود ہونے کے تو یہ کون سا کوئی عجوبہ ہے بہر حال یہ الفاظ غائب نہیں جسے پیروان امام غائب نے غائب سمجھا ہے بلکہ قرأت ثانی کی شکل میں حاضر ہے اگر آپ حاضر ہوں تو یہ بھی حاضر ہی پائیں گے۔ چنانچہ لکھا ہوا موجود ہے۔ و ما خلق الذکر والانثیٰ، اگر نظریں کھول کر دماغ حاضر کر کے قرآن پاک کی موجودہ سورۃ دیکھیں گے تو یہ دونوں لفظ حاضر باش ہوں گے شرط یہ ہے کہ آپ حاضر ہوں ساوی کا پیالہ چڑھایا ہوا ہوتو پھر ظاہر ہے کہ سب کچھ ہی غائب ہوگا۔

2- مذکورہ روایت میں اختلاف قرأۃ کا مسئلہ بیان ہوا ہے اور اختلاف قرأۃ کا نام کوئی بھی تحریف نہیں رکھتا لہٰذا ایک ہے وما خلق الذکر والانثیٰ اور ایک ہے والذکر والانثیٰ ان میں وما خلق الذکر والانثیٰ مشہور قراءت ہے اور دوسری قرائت شاذہ اور شاذ قرات کی بنا پر الزام دینا سراسر عقل دشمنی اور اعلان جہالت ہے۔

3- مذکورہ دونوں صحابی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور حضرت علقمہؒ سے بہت سارے حضرات نے قرآن سیکھا ان دونوں حضرات نے اس مذکورہ روایت کے باوجود قراءت متواترہ کی ہی تعلیم ارشاد فرمائی ہے۔

مگر شاباش ہے ان رافضی مہربانوں کو جو اس اختلاف قراءت کو بھی الزام بنا کر اہل سنت پر فائر کرتے ہیں حالانکہ وہ خود بھی جانتے ہیں کہ قرآن پاک کو اہل عرب کی سہولت کے لئے مختلف قراءتوں میں پڑھنے کی خود رحمت عالم ﷺ نے اجازت عنائت فرمائی تھی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

ان هذا القرآن انزل على سبعة احرف فاقرء وما تيسر منه۔ (صحیح بخاری مع قسطلانی ج7 صفحہ 453)

کہ یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے پس ان میں سے جو تمہارے لیے آسان ہو اس طریقہ پر پڑھو۔

ابن حجر فرماتے ہیں کہ والذکر والانثیٰ کی قراءت وما خلق کے بغیر صرف ابن مسعودؓ اور ابو داؤد کے سوا کسی سے منقول نہیں اسکے خلاف، وماخلق الذکر والانثیٰ پر اجماع امت منعقد ہوگیا۔ (حاشیہ بخاری ۷۳۷)

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں ابن مسعودؓ سے والذکر والانثیٰ کے بارے میں روایت بکثرت منقول ہیں مگر وہ تمام روایات اہل نقل کے ہاں ثابت نہیں مسلم کی شرح سراج الوھاج شیعہ مجتہد آیت اللہ، الشیخ محمد حسین کاشف الغطاء اصل و اصول شیعہ صفحہ ۱۰۱ پر لکھتے ہیں کہ تمام علماء کا اتفاق و اجماع ہے کہ قرآن میں نقص و تحریف کی کوئی روایت ہے بھی تو وہ غیر معتبر ہوگی کیونکہ جو احادیث طریق احاد سے منقول ہیں وہ مفید علم و عمل قرار نہیں پاسکتیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ والذکر والانثیٰ والی روایت خبر واحد اور اجماع کے خلاف ہے لہٰذا معتبر نہیں ہے۔



افتراء

صحابہؓ کی رائے کے خلاف ہر آیت منسوخ ہے۔ (اصول کرخی)

الجواب:

قرآن پاک آپ ﷺ کے زمانہ میں نازل ہوا اور آپ سے بلاواسطہ صحابہ کرامؓ نے سنا، پڑھا اور سمجھا، جہاں کہیں کوئی غلط فہمی پیدا ہوئی تو صحابہ کرامؓ کی اس غلط فہمی کی اصلاح خود رحمت عالم ﷺ نے فرمادی ایک صحابی نے قرآن پاک کے الفاظ خیط الابیض من الخیط الاسود (البقرۃ) سنے تو تکیے کے نیچے دھاگے رکھ لیے اور یہ جانا کہ سفید اور سیاہ دھاگا جو ہمارے معروف معنیٰ میں ہے وہ مراد ہے جب یہ خبر رحمت عالم ﷺ کو دی تو آپ ﷺ نے اصلاح فرمادی کہ تیرے معروف معنیٰ کے دھاگے مراد نہیں بلکہ آسمانی کناروں پر چھا جانے والی وہ لکیریں مراد ہیں جو بوقت طلوع صبح نمودار ہوتی ہیں۔ اسی طرح قرآن پاک کے معنیٰ و مفہوم اور محل و مواقع کی وضاحت فرما کر امت کو علمی سرمایہ بواسطہ صحابہ کرامؓ امت کو عطا فرمایا چونکہ آپ ﷺ کے زمانہ میں نسخ قرآن و نسخ اعمال کا سلسلہ جاری رہا ہے اس سارے سلسلہ نزول دین کے شاہد مشاہد صحابہ کرامؓ ہی تھے۔ علم کے ساتھ عملی پریکٹیکل سے جب حاملین دین کی مکمل تربیت ہوگئی اور رب العالمین کی حجت عالم پر تمام ہوئی تو اللہ پاک نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے پاس بلوالیا، اب دین کی صحیح شکل اور صورت کہاں سے میسر ہوگی اور کسی عمل کے معمول و منسوخ ہونے کا پتہ کہاں سے چلے گا امام کرخی نے اس عبارت میں اسکی نشاندہی فرمائی ہے کہ صحابہ کرام ہمارے لیے ایسا معیار ہیں کہ اُن کا عمل ہمارے علم کے معمول یا منسوخ کی وضاحت کرسکتا ہے۔ اس عبارت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ صحابہ کی مرضی جس کو منسوخ کر دیں اور جس کو معمول بنادیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ کسی جگہ سے کسی بات کا ہمیں علم ہوا کیا وہ آخری زمانے تک عمل ہوتا بھی رہا یا نہیں تو اس بات کی وضاحت صحابہ کرامؓ کے عمل سے ہوگی مثلاً کوئی صاحب کسی کتاب میں یہ روایت پڑھتا ہے کہ آپ ﷺ نے بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز ادا کی یہ اسکا علم ہے تو کیا اسے اپنے اسی علم پر عمل کرنا چاہیے؟ جبکہ اسکا یہ علم غلط بھی نہیں بلکل ٹھیک اور بلا اختلاف ثابت ہے اور اگر وہ اس ٹھیک اور ثابت شدہ علم پر عمل کرتا ہے تو کیا یہ اسکے لئے باعث نجات ہوگا؟ اگر کوئی تھوڑا سا بھی فکر سلیم رکھنے والا ایمان دار شخص ہمارے ان سوالوں پر غور کرے گا تو ضرور یہی کہے گا کہ اسکا اپنے اس صحیح علم پر عمل کرنا درست نہیں اور اس عین واقع کے مطابق درست علم پر عمل کرنا اسکے لئے نجات کا باعث ہرگز نہیں بن سکتا۔ تو پھر اس کیلئے کیا معیار ہے جو وہ اپنے علم کو اُس معیار پر رکھ کر راہ نجات پر گامزن ہو۔ علامہ کرخی نے اپنی اس کتاب میں اسی سوال کا جواب دیا ہے کہ وہ معیار اور کسوٹی صحابہ کرام ہیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو معیار ایمان و عمل ارشاد فرمایا ہے چنانچہ چند ایک آیات بطور تبرک سے نقل کی جاتی ہیں۔

1- فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا و ان تولوا فانما ھم فی شقاق۔ (البقرۃ ع ۱۶)

”تو اگر یہ لوگ بھی ایمان اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لے آئے ہو تو ہدایت یاب ہو جائیں اور اگر منہ پھیر لیں اور نہ مانیں تو وہ (تمہارے) مخالف ہیں۔“

2- ومن یشا قق الرسول من بعد ماتبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولیٰ ونصله جهنم و ساء ت مصیرا۔ (نساء)

''اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم کرنے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مؤمنوں کے راستے کے سوا اور راستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔''

تفسیر مدارک میں اس آیت کے تحت لکھا ہے:

''یعنی یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے اسکی مخالفت جائز نہیں جیسے کتاب وسنت کی مخالفت جائز نہیں۔'' (مدارک)

3- واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغدٰوة ولعشي يريدون وجهه ولا تعد عيناك عنهم۔ (کہف ع ۳)

''اوران لوگوں کے ساتھ بسر کرنے کی برداشت کرو جو صبح وشام اپنے پروردگار سے دُعا مانگتے ہیں اور اسی کی رضاء کی خواستگاری کرتے ہیں اور اپنی نظر اُن سے نہ ہٹاؤ۔''

4- قل هذه سبيلي ادعو الى الله على بصيرة انا ومن اتبعني۔ (یوسف ع ۱۲)

''آپ فرمادیں یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں بھی اور وہ بھی جنھوں نے میری پیروی کی ہے بصیرت پر ہیں۔''

5- والذين امنوا وهاجروا وجاهدوا في سبيل الله والذين اوو و نصرو اولئك هم المؤمنين حقا لهم مغفرة و رزق كريم۔ (الانفال ع ۱۰)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور خداؔ کی راہ میں لڑائیاں کرتے رہے اور جنھوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی یہی لوگ سچے مسلمان ہیں ان کیلئے (خدا کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے۔''

6- واذا قيل لهم امنو ا كما امن الناس قالو ا انوء من كما امن السفهاء الاانهم هم السفهاء ولكن لا يعلمون۔ (البقرۃ)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اور لوگ (مخلص صحابہ کرام) لے آئے تم بھی (اسی طرح) ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں بھلا جس طرح بے وقوف ایمان لے آئے ہیں اسی طرح ہم بھی ایمان لے آئیں۔''

سن لو یہی بے وقوف ہیں لیکن یہ نہیں جانتے اور اس طرح کی کئی قرآنی آیات سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو خاص طور پر اسی کام کیلئے چنا گیا کہ وہ علوم نبوی کو درست طریقے سے تمام الائشوں سے پاک صاف امت تک پہنچا دیں۔ اب

جن لوگوں کا مقصد حیات ہی تشریح وتوضیح دین تھا وہ لوگ ہی علم کا درست محل اور عملی صورت بتا سکتے ہیں۔

۲- صحابہ کرام کے معیار حق ہونے پر آیات قرآنی اور کافی مقدار میں احادیث دلالت کرتی ہیں لہٰذا صاحب کتاب کا یہ کہنا کچھ اپنی طرف سے نہیں دراصل قرآن وسنت کا فرمودہ ارشاد اپنے لفظوں میں انھوں نے بیان کر دیا ہے۔

۳- معترضین تو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ صاحب کتاب کا یہ قول دراصل صحابہ کو اصل اور قرآن کو انکا تابع بتانا ہے حالانکہ صحابہ کرامؓ کے عمل کی حجیت کو واضح کرنا اور عموم قرآنی کا درست محل متعین کرنے کا اصول بیان کرنا ہے کہ قرآن اصل ہے اور صحابہ کرامؓ نے قرآن پاک پر عمل کر کے ہی یہ مقام پایا ہے کہ انکا عمل قرآن پاک کی شرح بن گیا ہے۔
گویا اس مقام پر قرآن پاک کا مطلب اور مفہوم متعین کرنے میں صحابہ کرامؓ کو معیار بتایا ہے اور صاحب کتاب کا مقصود بھی یہی ہے۔

۴- جیسا کہ یار لوگوں نے تاثر دیا کہ گویا قرآن پاک تابع اور صحابہ کرام اصل ہیں جس کو چاہیں منسوخ بتائیں جس کو چاہیں معمول بتائیں تو علامہ نسفیؒ نے چند مثالیں ارشاد فرمائی ہیں جن کے معنیٰ اپنے عمل سے صحابہؓ نے متعین کر دیا اُس وقت حضرت علیؓ سمیت حضرت حسنؓ وحسینؓ جن کو رافضی لوگ اپنا معصوم امام قرار دیتے ہیں کیا انھوں نے مخالفت کی؟ اگر نہیں تو کیوں؟ حضرت علیؓ سمیت حضرت حسنؓ کے دور خلافت میں کیا صحابہ کرامؓ کے ان متعین کردہ مفہوم آیات واحادیث کو بدل کر کوئی دوسرا عمل جاری کیا گیا؟ اگر ان نفوس قدسیہ نے ان تمام ذکر کی ہوئی مثالوں کو درست جانا اور قرآن وحدیث کے علاوہ روافض کے (مذعومہ) معصوم اماموں نے بھی ان کے عمل کو درست قرار دیا تو تحقیقی دستاویز والوں کو ہم سے نا سہی چلو اللہ رسول سے بھی نہ سہی جن کے نام گا گا کر اپنا نام بناتے ہیں اُن سے ہی شرم کر لی ہوتی اور انکا ہی کچھ لحاظ پاس رکھا ہوتا کہ جب آل رسول بھی صحابہ کرامؓ کے متعین کردہ قرآن وسنت کے مفہوم اس مفہوم کے مطابق عمل کو قبول کر رہے ہیں تو یہ بھی قبول کر لیتے کسی درست بات کو بھی ماننے پر آمادہ نہیں ہوتے مگر ناس ہو حسد کا جو کچھ حیاء شرم نہیں چھوڑتا۔

نوٹ: صحابہ کرام سے ہماری مراد عام ہیں جس نے بھی بحالت ایمان کلمہ پڑھا صحبت رسول کو پایا اور ایمان پر ہی خاتمہ ہوا خواہ خاندان محبوب کبریا ﷺ سے ہوں یا نہ۔ لہٰذا اہل بیت بھی لفظ صحابہ کرام سے مراد ہیں اگر چہ اہل بیت کا مرتبہ ومقام اسکا متقاضی ہے کہ اُن کا نام مبارک بالخصوص ذکر کیا جائے مگر بوجہ اختصار مجبوراً ان کا نام مبارک الگ ذکر نہیں گیا اور ان کو بھی صحابہ کرامؓ کے لفظ سے مراد لیا۔ (راقم)



افتراء

سورۃ الحمد میں کمی بیشی کی گئی۔ (الدر المنثور)

الجواب:

ہم عرض کر چکے ہیں کہ مختلف قرأتوں میں قرآن کریم کو پڑھنے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔ اس مقام پر بھی غیر المغضوب علیهم و غیر الضالین میں لفظ غیر یہ قرات شاذہ ہے جبکہ قرأت متواترہ وہ ہے۔
جس کے پڑھنے کا عام معمول ہے اور وہ ہے غیر المغضوب علیهم ولضالین تفسیر درالمنثور میں ہے:

۲- اس مقام پر اعتراض کرتے ہوئے یہ جملے لکھنا کہ کمی پیشی ہوئی ہے۔ کمال دھوکہ بازی کی دلیل ہے۔ کہ نہ یہاں کمی کا لفظ نہ پیشی کا اور نہ ہی یہ اعتراض بنتا ہے کیونکہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ قرآن کریم کا سات حروف پر نازل ہونا خود رحمت عالم ﷺ ارشاد فرما چکے ہیں لہذا اختلاف قراۃ کی بنا پر حدیث پر اعتراض کرنا ہے، جو منکرین حدیث کی عادت ہے۔

۳- حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور مذکورہ تمام حضرات جو اس روایت میں بطور راوی کے موجود ہیں یہ حضرات معلم اور قرآن پاک کے استاذ تھے خود انھوں نے کسی کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے ہوئے وغیر الضالین نہیں پڑھایا بلکہ ولاالضالین ہی پڑھایا ہے جو خود اِس بات کی دلیل ہے کہ وہ قرأت متروک ہے۔'' لہٰذا اِس کو کمی پیشی قرار دینا خالص جہالت ہے۔

۴- یہ روایت ضعیف ہے سند میں ابراہیم بن سوید النخعی موجود ہے جس کے بارے میں ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں لم یثبت اور فرماتے ہیں ان النسائی ضعفه۔ امام نسائیؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔



افتراء

◆ قرآن مجید میں کتابت کی غلطیاں ہیں۔

◆ قرآن مجید میں چار حروف غلط ہیں۔

المصاحف کے حوالے سے یہ دونوں اعتراض کیے گئے ہیں یہ روایت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

الجواب:

1- مذکورہ روایت کئی لحاظ سے نا قابل استدلال ہے۔

الف: یہ روایت متصل نہیں ہے۔

ب: زید بن الحباب بعض روایات میں غلطی کرتا ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: یخطی فی حدیث الثوری۔

(تقریب التہذیب ج ص ۳۲۷)

ج: یہ روایت اجماع کے خلاف ہے پوری امت ان الفاظ کے درست اور صحیح ہونے پر متفق ہے۔ جبکہ اجماع کے مقابل یہ تفرد ہے۔ جو مقبول نہیں ہوتا۔

۲- علی وجہ التسلیم علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تثنیہ کی نصب الف کے ساتھ بھی آسکتی ہے لہٰذا ان ھذا ن

لساحران کا اعتراض نہ رہا۔ اور المقیمین کا اعتراض اس وجہ سے پیدا ہوا کہ اسکو دیکھنے والوں نے محل رفع کی جگہ پر خیال کیا حالانکہ یہ محل رفع میں نہیں بلکہ بناء پر مدح منصوب ہے۔

علامہ زمخشریؒ کی یہی تحقیق ہے۔ ایسے ہی والصابئون کے بارے میں اشکال کی وجہ یہ ہے کہ اسے محل نصب میں خیال کیا گیا ہے حالانکہ یہ مبتدا ہے جس کی خبر محذوف ہے۔ صاحب کشاف فرماتے ہیں:

والصابئون رفع علی الابتداء خبرہ محذوف ای والصابئون كذالك مطلب عبارت کا یہ ہے کہ والصابئون مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور اس کی خبر محذوف ہے یعنی اصل یوں تھی: ''والصابئون كذالك۔'' الصابئون مبتدا اور كذالك اس کی خبر ہوگیا لہٰذا الصابئون کے اعراب پر اعتراض باقی نہ رہا۔

صاحب کشاف نے بطور دلیل یہ شعر پیش فرمایا ہے:

والا فاعلمو اما و انتم بغاة ما بغيتا في شقاق

لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ ان الفاظ کے اعراب پر جن لوگوں نے کلام کیا ہے وہ نحو قواعد میں غلطی کی وجہ سے معترض ہوئے ورنہ قرآن کریم کے ان الفاظ کا اعراب اپنی جگہ بالکل درست ہے۔



افتراء

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورۃ میں اضافہ کیا۔ (المصاحف)

الجواب:

تحقیقی دستاویز ص 295 پر در المنثور کے عکسی صفحہ کی بعینہٖ وہی روایت ہے۔ جس میں یہ اشکال اٹھایا گیا ہے کہ غیر المغضوب علیھم و غیر الضالین تھا۔ ہم جواباً عرض کر چکے ہیں کہ وہ قرأت شاذہ ہے نہ کہ تحریف اور یہ دونوں یعنی قرأت شاذہ اور تحریف ایک چیز نہیں ہیں۔ مختلف الفاظ میں قرأت کی اجازت خود رحمت عالم ﷺ کی طرف سے دی گئی ہے لہٰذا اختلاف قراءۃ کی روایت کو اضافہ کہنا اضافی دجل ہے۔



افتراء

قرآن مجید میں چار لفظ غائب۔ (المصاحف)

الجواب:

اعتراضات کو بیان کرتے ہوئے میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو والا اصول رافضی لوگوں نے ایسا مضبوطی سے تھاما ہے جتنا کہ حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم ربی ہے۔ ورنہ اس مذکورہ روایت میں صاف صاف وضاحت کے الفاظ موجود ہیں روایت کے آخری الفاظ ہیں۔

''وقال هذه قرأة ابی بن کعب۔''

یعنی راوی کہتے ہیں کہ یہ الفاظ ابی بن کعبؓ کی قرأۃ کے ہیں جس سے صاف وضاحت ہو رہی ہے کہ یہ مسئلہ بھی اختلاف قرأۃ کا ہے مگر یار لوگوں کو اس اختلاف قرأۃ سے کیا سروکار وہ تو اپنا جھوٹ منوانے پر ہی مصر ہیں۔ حالانکہ اختلاف قرأۃ پر واضح روایت موجود ہے جو ہم قبل ازیں عرض کر چکے ہیں۔

اِس صفحے پر اختلاف قراءۃ کی مختلف مثالیں مصنف کتاب نے رقم کی ہیں اور اختلاف قراءت نہ تحریف ہے اور نہ ہی قرآن پاک میں اضافہ: مگر جان بوجھ کر عامۃ الناس کو دھوکہ دینے کیلئے اختلاف قراءت کی روایات والے محققات کے عکسی لیے گئے ہیں۔ تاکہ عوام کو دھوکہ دیا جا سکے مگر یہ طریقہ ہرگز راہِ ہدایت کی تلاش کا نہیں ہوتا ہاں البتہ دھوکہ دینے والوں کا طریقہ ازل سے ایسا ہی رہا ہے۔



افتراء

قرآن حکیم سے الیٰ اجل مسمی غائب ہے۔ (المصاحف)

الجواب:

روایت کو غور سے دیکھئے تو وہی ابن اسحاق راوی یہاں بھی موجود ہے جس کے بارے میں ہم ایت رجم کے حوالے سے مسند احمد کی روایت تحقیقی دستاویز صفحہ 287 کا جواب دیتے ہوئے مفصل عرض کر چکے ہیں یہ روایت ضعیف ہے اور روایات کے قبول ورد کے بارے میں آپ کا اپنا لکھا ہوا ضابطہ یہ ہے کہ آنکھیں بند کر کے ہر روایت کو تسلیم کر لینا اہل علم کے شایانِ شان نہیں۔ لہٰذا آپ اپنی آنکھیں کھول کر دیکھیں اور آنکھیں بند کر کے اعتراض نہ جھاڑیں کیوں یہ روایت قبول کرنے کے اصول روایت پر پوری نہیں اترتی۔

2- اس میں لفظ ''الی اجل مسمیٰ'' صحف یا قرآن کا حصہ نہیں جیسا کہ آپ نے آنکھیں بند کر کے سمجھا ہے بلکہ یہ جملہ ''تفسیری ہے'' عام طور پر صحابہ کرام اپنے پاس اپنے لکھے ہوئے مصاحف پر قرآن پاک کے الفاظ لکھ کر ساتھ تفسیری جملے بھی لکھ لیا کرتے تھے جو قرآن کا حصہ نہیں ہوتے تھے یہ جملہ بھی اسی طرح کا تفسیری جملہ ہے۔



افتراء

حضرت عائشہؓ کا قرآن موجودہ قرآن سے مختلف تھا۔ (المصاحف)

الجواب:

عرف الشذی شرح ترمذی میں اس کا جواب لکھا ہے:

قال النووی فی شرح مسلم هذه قرأة شاذة لا یحتج بها ولا یکون بها حکم الخبر عن رسول الله

ﷺ لم ینقلها الا علی انها قرآن والقرآن لا یثبت الا ما تواتر بالاجماع و اذا لم یثبت خبر واحد۔

یعنی امام نوویؒ نے شرح مسلم میں فرمایا کہ یہ قرأۃ شاذہ ہے جو لائق احتجاج نہیں اور یہ (وصلوۃ العصر) حضور ﷺ کے ارشاد (فرماتے ہوئے قرآن) کا حصہ نہیں ہے اور یہ (جملہ) نہیں نقل کیا گیا مگر بحیثیت قرآن کے اور قرآن کریم بالا جماع نقل متواتر کے ساتھ ہی ثابت ہوتا ہے۔ خبر واحد سے قرآن ثابت نہیں ہوتا۔

قرآن پاک کی تعریف میں یہ الفاظ بھی بطور فصل کے موجود ہیں: المنقول عنه نقلاً متواترا۔ (اصول الشاشی)

کہ قرآن وہ ہے جو نقل متواتر کے طور پر منقول ہو اور مذکورہ لفظ نقل متواتر کے ساتھ چونکہ ہم تک نہیں آیا لہٰذا یہ قرآن نہیں۔ بلکہ قرأت شاذہ ہے۔ امام نوویؒ کے اِس ارشاد سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ

1- خبر واحد کے سہارے کسی کلام کو کلام اللہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔

2- کسی قراءت کے شاذ یا متواتر ہونے کا فیصلہ اجماع کے ذریعے سے ہوتا ہے جس قراءت پر امت کا اجماع ہو گیا وہ قراءت متواترہ ہے اور اس کے علاوہ قراءت شاذہ ہوگی۔

3- قرآن وہی ہے جو قراءت متواتر کے ساتھ منقول ہو لہٰذا قراءت شاذہ کا قرآن میں نہ ہونا تحریف نہیں ہے: اور المصاحف کے عکسی صفحہ نمبر۹۴ اور ۹۵ پر جو مختلف مثالیں لکھی گئی ہیں وہ قرأت شاذہ کی ہیں جن کی بنا پر اعتراض کرنا یا الزام دینا فریب کاری کے سوا کچھ نہیں۔



افتراء

قرآن پاک کو پیشاب سے لکھنا جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان فتاویٰ سراجیہ)

الجواب:

صریح بہتان اور سیاہ جھوٹ ہے۔

''اہل سنت سے بڑھ کر نہ کوئی قرآن پاک کا ادب جانتا ہے اور نہ ہی اداب قرآن کا عملی نمونہ سوا ہمارے اسلاف کے کوئی پیش کر سکا ہے۔''

اہل سنت کے ہاں قرآن پاک کے کاغذ اور پاروں کو بغیر وضو کے چھونا اور ہاتھ لگانا مکروہ تحریمی ہے۔

(بہشتی گوہر صفحہ۱۱۴)

اسی طرح شامی میں ہے کہ قرآن پاک کو غلیظ جگہ پر رکھنا استخفاف ہے جو ایسا کفر ہے جیسے بت کو سجدہ کرنا یا معاذ اللہ کسی نبی کو شہید کرنا اور یہ ایسے کفر ہیں جن کے ساتھ اقرار ایمان کا کچھ نفع حاصل نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ شامی ج ۳ ص ۲۸۴)

حالت اضطرار کے احکام وہ نہیں جو غیر اضطراری حالت کے ہوتے ہیں چنانچہ حالت اضطرار میں حرام کے استعمال کی

شریعت نے اجازت دی ہے اس حالت اضطرار میں جان بچانے کے لئے شراب یا حرام چیزوں کے استعمال کی اجازت دینا اس بات کی دلیل ہرگز نہیں کہ ہر حال میں یہ حرام اشیاء استعمال کرنا جائز ہوگیا یا یہ پروپگنڈہ کرنا کہ اسلام میں شراب وخنزیر حلال اور دلیل میں اضطراری حالت میں دی جانے والی اجازت کو پیش کرے تو کوئی شخص اس کو درست قرار نہ دے گا۔ اسی طرح اگر کوئی مریض ایسا ہو جسے شفاء حاصل نہ ہو رہی ہو اور کوئی تجربہ کار ماہر حکیم اپنے تجربہ سے بتا دے کہ اسکو فلاں حرام دوا دو اور ظن غالب ہو کہ اس حرام کے استعمال سے اسے شفاء حاصل ہو جائے گی تو کیا حرام چیز کا استعمال جان بچانے کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ صاحب درمختار نے لکھا ہے کہ ہمارا ظاہر مذہب یہ ہے کہ حالت اضطرار میں بھی حرام کا استعمال جائز نہیں۔ اسی ضمن میں یہ سوال ہے کہ کسی شخص کا ناک سے خون جاری ہوگیا اور حلال دوا سے شفاء نہ ہو رہی ہو اور کوئی جاننے والا یہ کہہ دے کہ خون سے پیشانی پر فاتحہ لکھ دینے سے خون رک جائے گا تو حنفی مذہب یہ ہے کہ اس حالت اضطرار میں بھی فاتحہ کا خون سے لکھنا جائز نہیں ظاہر مذہب یہی ہے البتہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس حالت اضطرار میں جان بچانے کے لئے فاتحہ کا لکھنا جائز ہے اسی آخری لفظ کو ان دونوں فتاویٰ میں لکھا گیا ہے۔ حالانکہ یہاں بات حالت اضطرار کی ہے جسمیں شریعت نے اجازت دی ہوتی ہے۔ اور یہ قول بھی بعض کا ہے سب کا نہیں یہ اختلافی قول لکھ کر پروپیگنڈا کرنا اور الزام دینا شرارت پسند لوگوں کا ہی کا طریقہ ہوسکتا ہے۔



افتراء

قرآن مجید سے چار آیات غائب۔ (تاویل مشکل القرآن)

الجواب:

اول تو یہ اعتراض والزام ہی غلط ہے کہ چار آیات غائب ہیں حالانکہ اس پورے صفحہ پر کسی آیت کو تو درکنار ایک لفظ کو بھی غائب نہیں بتایا گیا عربی زبان سے واقف اِس دھوکہ بازی سے بآسانی واقف ہو سکتے ہیں کہ یہاں نہ کسی آیت یا لفظ کے غائب ہونے کی بحث ہے نہ اس کا تذکرہ بلکہ چار الفاظ کے اعراب کا مسئلہ قدرے وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

2- گذشتہ ۱۲ صفحات قبل بھی یہی اعتراض بحوالہ المصاحف لکھا گیا ہے ہم جواباً عرض کر چکے ہیں کہ ان الفاظ کے اعراب اپنی جگہ بالکل درست ہیں البتہ بعض حضرات کو لغوی قواعد کی بنا پر کچھ اشکال پیدا ہو گیا تھا کہ یہاں ان الذین امنوا و الذین ھادوا والصائبین ہونا چاہئے تھا والصائبون کیوں ہے کیوں کہ یہ محل نصب میں واقع ہے۔ علامہ زمخشریؒ نے اس کی وضاحت فرمائی کہ یہ محل نصب میں واقع نہیں جیسا کہ سمجھا گیا ہے بلکہ یہ مبتدا ہونے کی وجہ سے محل رفع میں واقع ہے لہٰذا والصابئون پڑھا جانا بالکل درست اور اپنی جگہ ٹھیک ہے ایسے ہی دیگر الفاظ ہیں جن کی علامہ زمخشریؒ نے وضاحت فرما دی ہے لہٰذا قرآن میں سے کچھ بھی غائب نہیں اگر دیکھنے والوں کا دماغ حاضر ہو تو! ورنہ غائب العقل کیلئے ہر شے غائب ہی ہے۔



افتراء

1- سورۃ توبہ کا تیسرا حصہ غائب کیا گیا ہے۔
2- سورۃ طلاق میں تحریف کی گئی ہے۔
3- اکثر قرآنی آیات میں تحریف ہوئی ہے۔
4- نازل شدہ بعض ایات غائب ہیں۔
5- قرآن مجید کا اکثر حصہ غائب ہوگیا ہے۔
6- سورۃ احزاب کا اکثر حصہ حضرت عثمانؓ نے غائب کردیا۔
7- قرآن حکیم سے ایک پوری آیت غائب ہے۔

مذکورہ بالا ساتوں اعتراض الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور از علامہ جلال الدین سیوطی سے پیش کیے گئے ہیں چونکہ انکی بنیاد تقریباً ایک طرح کی ہے اس لیے ہم نے ان تمام کا مشترک جواب نقل کرنے کا ارادہ کیا ہے اول مختصر جواب ملاحظہ فرمائیں۔

۱- تحقیقی دستاویز صفحہ 311 کے عکسی صفحہ پر منسوخ آیات کی طرف اشارہ ہے کہ سورۃ توبہ کا کافی حصہ منسوخ ہوگیا۔
۲- تحقیقی دستاویز صفحہ 313 کے عکسی صفحہ پر سورۃ طلاق کی منسوخ آیات کی نشاندھی ہے۔
۳- تحقیقی دستاویز صفحہ 314 کے عکسی صفحہ پر اختلاف قراۃ کی مثالیں ذکر کی گئی ہیں۔
۴- تحقیقی دستاویز صفحہ 316 کے عکسی صفحہ پر ابن عمرؓ کا ارشاد نقل کیا ہوا ہے کہ قرآن کا کچھ حصہ منسوخ ہوگیا ہے۔
۵- تحقیقی دستاویز صفحہ 317 کے عکسی صفحہ پر حضرت عائشہؓ والی شاذ قراءۃ کا ذکر جسکا جواب صفحہ 302 والے اعتراض کے جواب میں بھی گزر چکا ہے۔
۶- صفحہ 319 کے عکسی صفحہ پر سورۃ احزاب میں منسوخ آیات کی نشاندھی ہے۔
۷- صفحہ 320 پر بھی احزاب کی ہی آیت منسوخہ کی نشاندھی ہے۔

الغرض ان صفحات میں یا تو نسخ کا مسئلہ بیان ہوا یا اختلاف قراۃ کا اور یہ دونوں چیزیں محل اعتراض نہیں لیکن روافض چونکہ ضد کے مریض ہیں تو مزید تسلی کے لیے درج ذیل معروضات پیش خدمت ہیں۔

۱- قرآن پاک میں تحریف ہوئی یا نہیں؟ اس کا تعلق عقیدے سے ہے یعنی جو کہتے ہیں کہ قرآن پاک غیر محرف محفوظ اور شک وریب سے پاک ہے یہ انکا عقیدہ ہوا اور جو یہ کہتے ہیں کہ تحریف ہوئی ہے تو یہ انکا عقیدہ ہوا۔ اور عقیدہ ایسی دلیل سے ثابت ہوتا ہے جو یقینی اور قطعی ہو ظنی دلیل اور محض قصے کہانیوں سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔
۲- تفسیر درمنثور کی جن روایات میں مذکورہ مثالیں ذکر کی گئی ہیں وہ ضعیف اور بعض بالکل موضوع اور من گھڑت ہیں۔ ان عکسی صفحات میں کئی جگہ اسکی وضاحت بھی ہے مثلاً صفحہ 313 کے عکسی صفحہ پر ہے۔

قال الذهبي اسناده واهٍ والخبر خطاء۔ (درمنثور صفحہ ۲۲۹)

کہ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں اس کی سند واہی تباہی ہے اور یہ خبر جھوٹی ہے ان مثالوں میں کچھ روایات تو سند و متن کے اعتبار سے واہی اور جھوٹی ہیں اور کچھ، منقطع، یا موقوف ہیں اور اس طرح کی روایات اصول میں تو کہا قبول کی جائیں گی فروع میں بھی مقبول نہیں ہوتیں۔

۳- عام طور پر تفسیروں میں روافض نے اپنے ہاتھوں کی صفائی دکھائی ہے اور اپنے مطلب کی باتیں درج کردی ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دھلویؒ نے تحفہ میں مکر نمبر۳۲ پر وضاحت سے لکھا ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں خصوصاً تفسیروں میں کہ اکثر علماء اور طلباء کے ہاتھوں میں وہ نہیں ہوتی یعنی بہت زیادہ وہ پڑھی نہیں جاتی جس کی وجہ سے غلط صحیح کا بروقت ادراک ہو سکے شیعہ مذہب کی مؤید اور اہل سنت والجماعت کے مسلک کو خراب کرنے والی جھوٹی باتیں بنا بنا کران تفسیروں میں داخل کر دیتے ہیں جیسے یہ روایت کہ "**لما نزلت وات ذوالقربیٰ حقه دُعا رسول الله ﷺ فاطمه و اعطاها فدك**" کہ جب آیت **و ات ذوالقربیٰ** نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فاطمہ کو بلایا اور فدک اُن کو دے دیا۔

دہلی میں محمد شاہ بادشاہ کے دور میں دو امرا مرتضیٰ خان اور مرید خان نے اہل سنت کی ایسی کتابیں جو نایاب تھیں ان کو خوشخط لکھوا کر ملاوٹ سے بھرا اور کم قیمت چوراہوں پر فروخت کروایا ایسے ہی اصفہان میں سلاطین صفویہ سے آغا ابراہیم بن علی شاہ نے بھی ایسا سیاہ باب رقم کیا۔ اسی لیے علماء محققین نے مستند تفسیروں کے علاوہ کسی کتاب سے روایت نقل کرنے کو جائز قرار نہیں دیا سوا ایسی باتوں کے جو رغبت دلانے اور آخرت سے ڈرنے والی ہوں۔ ایسی کتب کو اہل علم انبیائے سابقین کے صحائف کے حکم میں قرار دیتے ہیں لہٰذا ان سے کوئی عمل اور عقیدہ لینا اور اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ (ملخصاً)

(تحفہ اثنا عشریہ صفحہ۸۳)

لہٰذا مذکورہ باتوں کو عقیدہ قرار دینا یا ان کو عقیدہ کیلئے دلیل بنانا کسی طرح بھی درست نہیں۔

۴۔ بالفرض والمحال یہ روایات درست اور قابل قبول ہوں اور روافض کا بیان کردہ مطلب ہی مراد ہو پھر بھی قرآن پاک کے حکم سے مطابقت نہ رکھنے کی وجہ سے واجب الرذ ہوں گی یعنی ان روایات کو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ اہل سنت اس روایت کو قبول نہیں کرتے جو قرآن پاک سے مطابقت نہ رکھتی ہو۔ یہ اصول روافض کے ہاں بھی مسلم ہے چنانچہ ایک واقعہ لکھا ہے کہ مغیرہ بن سعید بڑا مکار آدمی تھا وہ امام باقر کے نام سے بے شمار جعلی روایات چلایا کرتا تھا امام مغیرہ بن سعید کی اس تلبیس اور جعل سازی، کا ذکر کرتے ہوئے لوگوں کو بطور نصیحت ایک قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ **فاتقوالله ولا تقبلوا علينا ماخالف قول ربنا تعالىٰ و سنة نبينا محمد** ﷺ یعنی اللہ سے ڈرو اور ہماری طرف منسوب کوئی ایسی روایت مت قبول کرو جو ہمارے رب کے ارشاد اور ہمارے نبی محمد ﷺ کی حدیث کے خلاف ہو۔ (رجال کشی تذکرہ مغیرہ بن شعیب صفحہ ۱۴۶ مطبوعہ بمبئی قدیم)

اسی طرح احتجاج طبرسی پر امام باقر کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے پاس حدیث پہنچے تو جو کتاب و

سنت کے موافق ہو اسے قبول کرلو اور جو خلاف ہو رد کردو۔ (ملخصاً) (احتجاج طبرسی صفحہ ۲۲۹)

امالی میں شیخ صدوق نے بھی ایسی روایات نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب وسنت کے خلاف روایات مقبول نہیں۔

اسی طرح اہل سنت والجماعت کے ہاں بھی یہ اصول مسلم ہے کہ کتاب اللہ کے مقابل روایت غیر مقبول اور واجب الرد ہے۔ علامہ سرخسی اپنی اصول سرخسی میں لکھتے ہیں۔ ''ان کل حدیث هو مخالف لکتاب الله فهو مردود'' کہ جو روایت قرآن پاک کے خلاف ہو وہ قابل رد ہے۔ (اصول سرخسی ج 1 صفحہ 345)

فصل فی بیان وجوه الا نقطاع توضیح وتلویح میں ہے۔ **فدل هذاالحدیث علی ان کل حدیث یخالف کتاب الله فانه لیس بحدیث الرسول علیه السلام وانماهو مفتری،** یعنی اس حدیث نے بتلا دیا کہ جس روایت میں کتاب اللہ کے خلاف کوئی مضمون آ گیا وہ رسول اللہ کا فرمان نہیں ہے وہ خود ساختہ اور مصنوعی ہے۔

(توضیح وتلویح، بحث سیہ فصل فی الانقطاع)

خطیب بغدادی نے الکفایہ فی علم الروایہ میں بھی اسی طرح کی بحث رقم فرمائی ہے اس گزارش سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوگئی کہ فریقین کے ہاں یہ بات مسلم ہے کہ کتاب اور سنت کے مطابق جو روایت ہو وہ تو مقبول ہے ... کتاب و سنت کے مقابل ہو وہ مردود ہے۔

اب ہم عرض کرتے ہیں کہ جو روایات یارلوگوں نے پیش کی ہیں ان روایات کو درست مان لیا جائے اور جو مطلب کرم فرماؤں نے جانا ہے اسے بھی قبول کرلیا جائے کہ یہ روایات نسخ یا اختلاف قراۃ پر مبنی نہیں ہیں تو یہ نظر یہ قرآن وسنت اور خود اقوال ائمہ کے خلاف ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ روایات قرآن کے بھی خلاف ہیں۔ (قرآنی آیات)

۱۔ **انا نحن نزلنا الذکرو اناله لحافظون۔** (حجر ۱۳)

یعنی ہم ہی نے یہ ذکر (قرآن) اُتارا ہے اور ہم ہی اس کے یقیناً زبردست حفاظت کرنے والے ہیں۔ شیعہ مجتہد سید فرمان علی نے اس آیت کا ترجمہ اپنے ترجمہ قرآن میں یہ لکھا ہے۔

''بے شک ہم ہی نے قرآن نازل کیا اور ہم ہی تو اس کے نگہبان بھی ہیں۔'' (ترجمہ فرمان علی صفحہ ۳۱۳)

نیز اسی کے حاشیہ پر لکھا کہ اسکی نگہبانی کا مطلب یہ ہے کہ اس کو ضائع اور برباد نہیں کریں گے۔

(ترجمہ فرمان علی حاشیہ نمبر ۳ صفحہ نمبر ۳۱۳)

۲۔ **وان کنتم فی ریب ممانزلنا علی عبدنا فاتو ابسورة من مثله۔** (البقرہ ۲۳)

''اور اگر تم لوگ اس کلام سے جو ہم نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر نازل کیا ہے شک میں پڑے ہوئے ہو پس اگر تم سچے ہو تو تم (بھی) ایک ایسی سورۃ بنالاؤ۔'' (ترجمہ فرمان علی)

اس آیت کے حاشیہ نمبرا پر شیعہ مجتہد لکھتا ہے:

ایسی حالت میں خداوند عالم نے حضرت رسول پاک کو جہاں اور معجزے عطا فرمائے تو ایک قوی مستحکم و پائیدار اور

تاقیامِ قیامت باقی رہنے والا معجزہ یہ بھی عطاء فرمایا کہ قرآن نازل فرمایا۔ (ترجمہ فرمان علی حاشیہ نمبر ۱ صفحہ ۱)

حضرت مفتی اعظم پاکستان تفسیر معارف القرآن میں ارشاد فرماتے ہیں قرآن ایک زندہ اور قیامت تک باقی رہنے والا معجزہ ہے۔ اس مضمون کی آیات بکثرت قرآن کریم میں موجود ہیں فقط دو آیات کی شہادت پیش خدمت کی ہے ان دونوں آیتوں میں قرآن کی حفاظت اور قیامت تک باقی رہنے والا معجزہ فریقین کے ترجمہ و تفسیر سے ہم نے نقل کر دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فریقین اس بات پر متفق ہیں۔

۱- ذکر سے مراد قرآن ہے۔

۲- قرآن کا نگہبان و محافظ اللہ تعالیٰ ہے۔

۳- قرآن آپ ﷺ کا دائمی معجزہ ہے۔

۴- یہ معجزہ قیامت تک باقی رہے گا۔

اب وہ روایات جو فریق مخالف نے بعض تفسیروں سے پیش کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک موجود و محفوظ نہیں ہے اور یہ کہ اس معجزے کو دیگر آسمانی نازل شدہ کتابوں کی طرح بدل دیا گیا ہے حالانکہ یہ روایات قرآن کریم کی ان آیات سے ٹکراتی ہیں اور فریقین اس بات پر متفق ہیں کہ ایسی روایات مردود ہیں لہٰذا ان مردود روایات کو نقل کرنے والا مردود خیالات کا کوئی مالک ہی ہو سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ تفاسیر میں اکثر الحاقات کیے گئے ہیں لہٰذا عام تفسیروں کی روایات عقیدہ میں دلیل نہیں بن سکتیں۔

۲- مذکورہ روایات منقطع یا موقوف ہیں جو عقیدہ میں مفید نہیں

۳- بعض روایات واہی اسناد پر مشتمل ہیں جو ہر طرح بے فائدہ ہیں

۴- بعض متون کے بارے میں صاحب درمنثور نے لکھا ہے کہ فیہ خطاء امیں غلطی ہے لہٰذا مفید علم نہ ہوئیں۔

۵- اور بالفرض والمحال ہماری کوئی گذارش بھی درخوا اعتنا نہ ہو تو یہ روایات قرآن کے خلاف ہیں جو روافض کے ہاں بھی مسلم ہے کہ خلاف قرآن روایت سے عقیدہ تو عقیدہ معمولی فضیلت بھی ثابت نہیں ہوتی بلکہ انکو چھوڑ دینا ہی ضروری ہے۔

۶- ہم عرض کر چکے ہیں کہ مذکورہ تفسیر میں یہ مثالیں نسخ اور اختلاف قراۃ کی ہیں اور نسخ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے نہ کہ بندہ کا نیز اختلاف قراءۃ بھی بندہ کا فعل نہیں لہٰذا اختلاف قراءت یا نسخ کی بنا پر اعتراض کرنے والا ذرا یہ بھی ذہن میں رکھے کہ اس تیر کا رخ کس سمت ہے اور یہ اعتراض کس پر کر رہا ہے۔ نسخ و اختلاف قراءت کی تفصیلی بحث عنقریب آتی ہے۔ ان شاء اللہ۔

۷- درمنثور کے صفحہ 316 والے عکسی صفحہ پر ابن عمرؓ کی روایت ہے جو یار لوگ بڑے طمطراق سے پیش کرتے ہیں بعضوں کو اس روایت سے وہم پیدا ہونے کا خدشہ ہے اس لیے اس روایت کی وضاحت ہم نے مقدمہ میں صفحہ 57 کے جواب میں عرض کر دی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔



افتراء

قرآن مجید میں حضرت علیؓ کا نام تھا۔ (فتح القدیر)

الجواب:

یہ روایت بالکل جھوٹی اور من گھڑت ہے۔ اور یار لوگوں کا تفسیروں میں تصرف کا یہ بھی ایک نمونہ ہے مگر اللہ پاک نے ملت اسلامیہ کو وہ عقابی نظر اور مضبوط ہتھیار دیے ہیں کہ جنگی موجودگی میں کسی جھوٹ بات کا دین میں چھپ جانا دشوار ہے یار لوگوں نے تو کمال ہاتھ کی صفائی سے اپنی اصل دکھا دی مگر اسماء الرجال کا ہتھوڑا جب برسا تو جھوٹ کے سب پتھر پاش پاش ہوگئے ذرا آپ بھی اس سنگ گراں کی بے بسی کا تماشا ملاحظہ فرمایئے یہ روایت ابن مردویہ نے جس سند سے نقل کی ہے اس میں (۱) عاصم نمبر (۲) ابوبکر بن عیاش۔

ابوبکر بن عیاش قابل اعتماد راوی نہیں ارباب علم نے اسے روایت میں غیر معتبر قرار دیا ہے کیونکہ یہ روایت میں بہت غلطیاں کرتا تھا۔

ذرا میزان الاعتدال میں ابوبکر بن عیاش کا ترجمہ کھولیے۔ لکھا ہے:

۱- ابوبکر بن عیاش حدیث میں اغلاط کرتا تھا۔

۲- محمد بن عبداللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

۳- یحییٰ بن سعید اس پر بالکل اعتبار نہ فرماتے تھے بلکہ جس وقت اُن کے سامنے ابن عیاش کا ذکر آتا تو آپؒ چین بجبیں ہوجاتے تھے۔

۴- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابوبکر بن عیاش کثیر الغلط ہے۔

۵- عبداللہ بن مبارک فرماتے تھے کہ ابوبکر بن عیاش حدیث بیان کرنے میں عجلت سے کام لیتا تھا۔

(میزان الاعتدال ترجمہ ابوبکر بن عیاش)

ابوبکر بن عیاش صاحب کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ جب اسکی عمر بڑی ہوگئی تو اسکا حافظہ خراب ہوگیا تھا۔ (تقریب التہذیب ج ۲ صفحہ ۳۶۶)

لیجئے حضور یہ تھا اس روایت کا راوی ابوبکر بن عیاش جن کا حال آپ نے ملاحظہ فرمالیا اب ذرا اُن کے بعد والے راوی کی کرم فرمائی پر بھی ایک نظر ڈال لیں کہ انہوں نے کیا کیا۔ جو ان سے روایت نقل کرنے والے حضرات ہیں انھوں نے ابوبکر بن عیاش کا زمانہ ہی نہیں پایا۔ چنانچہ امام اہلسنت حضرت علامہ دوست محمد قریشیؒ فرماتے ہیں۔ جو مفسرین ابوبکر بن عیاش کی سند سے روایت نقل کرتے ہیں انھوں نے خود ابوبکر بن عیاش کا زمانہ نہیں پایا۔ (اہلسنت پاکٹ بک صفحہ ۴۰)

ذرا عاصم صاحب کے بارے میں بھی غور فرمایئے یہ عاصم کون ہے کیوں عاصم نام کے بہت سارے راوی ہیں اور آدمی کی پہچان اسکے نسب لقب اور کنیت وغیرہ سے ہوتی ہے سند میں عاصم کے باپ کا نام ہے نہ اسکی کنیت نہ نسبت اور نہ ہی

لقب کا تذکرہ ہے اول تو وضاحت ضروری ہے کہ یہ صاحب کون ہیں کیوں کہ بعض عاصم کذاب ہیں۔

۲- ابن علیہ اور یحییٰ القطان نے میزان الاعتدال میں فرمایا ہے کہ عاصم نام کے جتنے بھی راوی ہیں سب کا حافظہ خراب ہے۔ (میزان الاعتدال بحوالہ اہلسنت پاکٹ بک)

محترم حضرات! آپ ہی فرمایئے جس روایت کا یہ حال ہو کیا وہ مفید یقین ہوسکتی ہے؟ حالانکہ یہ روایت نہ مفید ظن ہے اور نہ ہی مفید علم بلکہ صریح کذب اور واضح جھوٹ ہے۔ ایسی روایات کا ہمارے یہاں چلن نہیں ہے۔ باقی رہا ہماری کتابوں میں ایسی روایات کا آجانا تو ہم تحفہ کے حوالے سے واضح کر چکے ہیں کہ یارلوگوں کی یہ کرم فرمائیاں ہیں جنھیں ہم اللہ کے فضل سے اسماء الرجال کے فن سے پہچان لیتے ہیں کہ روایت کا کیا حال ہے اور کس راستے سے اہل سنت کے خانہ علم میں نقب لگا کر داخل ہوئی ہے۔ والحمد للہ علی منہ۔



افتراء

1- قرآن مجید میں غلطیاں۔
2- قرآن مجید میں بعض حروف غلط ہیں۔
3- قرآن مجید میں تین حروف غلط ہیں۔
4- قرآن مجید میں موجود غلط آیات کی نشاندھی۔

الفرقان کے حوالے سے از صفحہ ۳۲۳ تا صفحہ ۳۲۹ چند صفحات پر یہ اعتراضات نقل کیے ہیں۔

الجواب:

رب تعالیٰ اگر آنکھوں کی بنائی نہ چھین لے تو ان حسی آنکھوں سے انھیں صفحات پر ذرا آنکھیں کھول کر نظر ڈال لینی چاہیے مگر یہ کام تو وہ کرے جو طالب حق ہو اور فکر آخرت کا کچھ خیال رکھتا ہو جسے صرف ضد ہو اسے کون سمجھائے۔ حالانکہ ان الفاظ کی ساتھ ساتھ وضاحت انھیں اوراق پر موجود ہے کہ یہ اختلاف قراءت کی مثال ہے اور یہ اعراب کی۔ بہر حال ہم ہی اپنے دوستوں کی رہنمائی کر دیتے ہیں دیکھنے پڑھنے کی سب کو اجازت عام ہے۔

صفحہ ۳۲۴ ان ھذا ن لساحران۔ (سورۃ طہٰ) اشکال یہ ہے کہ اصل میں عربی قاعدہ کے مطابق ھذین ہونا چاہیے تھا مگر صاحب کتاب خود جواب لکھتے ہیں کہ ایک قوم نے یہ فرمایا ہے کہ "انَّ ھذان لساحران" پڑھنا ٹھیک ہے۔ کیونکہ اعراب کی تینوں حالتوں میں نصب الف کے ساتھ آسکتا ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ کتابت میں ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ لکھنا جائز ہے جیسے (الصلوٰۃ الزکوٰۃ الحیوٰۃ) وغیرہ کہ یہاں الف کی جگہ واو لکھا ہوا ہے لہٰذا کوئی اشکال نہ رہا۔

(حاشیہ تحقیقی دستاویز صفحہ ۳۲۴)

۲- اس سرح والمقیمین الصلوٰۃ والمؤتون الزکوٰۃ۔ (النساء)

اصل میں مقیمون الصلوۃ ہونا چاہیے تھا یعنی دونوں جگہ مقیمون الصلوۃ مؤتون الزکوۃ حالت رفع میں ہیں تو عرض اس سلسلے میں ہے کہ یہ حالت رفع میں نہیں بلکہ بناء بر مدح منصوب ہے علامہ زمخشری نے یہی فرمایا ہے۔ لہذا مقیمین منصوب ہونے کی وجہ سے ''ی'' کے ساتھ لکھنا ٹھیک ہوا۔ (حاشیہ نمبر۲ تحقیقی دستاویز صفحہ ۳۲۴)

۳۔ ان الذین امنوا والذین ھادوا والصائبون۔ (المائدہ)

الصائبون کے بارے میں صاحب کتاب کو خدشہ لاحق ہوا کہ یہ محل نصب میں ہے لہذا عربی قاعدہ کے بموجب والصائبین ہونا چاہیے تھا مگر انکا یہ خدشہ درست نہیں یہ لفظ مبتدا ہے اور اس کی خبر کذالك محذوف ہے کما قال صاحب الکشاف، لہذا الصائبون بوجہ محل رفع میں ہونے کے بالکل درست ہے۔ (حاشیہ نمبر۳ تحقیقی دستاویز صفحہ ۳۲۴)

۴۔ الذین یا تون ما اتوا یاالذین یوتو ما آتوا۔ (المؤمنون)

یعنی اس آیت ما یاتون اور یؤتون میں سے یاتون قرأت ہے اور یؤتون قرأت مشہور ہے چنانچہ شاذہ حاشیہ نمبر۱ تحقیقی دستاویز کا صفحہ نمبر ۳۲۵ الفرقان کے صفحہ ۴۲ پر ہے وہی القرأۃ المشھور یعنی الذین یوتون ما اتو۔ مشہور قراءت ہے اور یاتون والی شاذ قرأت ہے۔ (حاشیہ نمبر۱ صفحہ ۴۲ تحقیقی دستاویز صفحہ ۳۲۵)

۵۔ عن سعید بن جبیر۔ وہی گذشتہ الفاظ الصائبون والے لفظ کی روایت ہے تفصیل گزر چکی ہے کہ یہاں لحن نہیں بلکہ محض وہم ہے۔

۶۔ ان ھذا ن لساحران والذین ھادو والصائبون والمقیمین الصلوۃ۔
ان تینوں کی وضاحت ابھی اوپر گزری ہے ملاحظہ فرمالیں۔

۷۔ للذین یقسمون۔ (البقرہ)
یقسمون قرأۃ کی جگہ للذین یؤلون قرأۃ مشہور ہے اور ایلا بمعنی قسم ہے۔ گویا یہ اختلاف قراءت کی مثال ہے۔ (حاشیہ نمبر۱ صفحہ ۱۰۷)

۸۔ فلا جناح علیه ان یطوف بھما۔ (البقرۃ)
قرأۃ غیر مشہورہ فلا جناح علیه ان یَطُوفَ ہے حاشیہ نمبر۲ یہاں بھی قراءۃ کے اختلاف کا بیان ہے۔

۹۔ فصیام ثلثة ایام متتابعات فی کفارۃ اللیمین۔ (المائدہ)
قرأت مشہور فصیام ثلثة ایام ذالك کفارۃ ایمانکم ہے۔ (حاشیہ نمبر۳)

۱۰۔ ان الله لایظلم مثقال نملة۔ (النساء)
مشہور قرأت ان اللّٰہ لایظلم مثقال ذرۃ ہے۔ (حاشیہ نمبر۴)

۱۱۔ وارکعی و اسجدی فی الساجدین۔ (ال عمران)
والقرأۃ المشھورۃ واسجدی وارکعی مع الراکعین۔ (حاشیہ نمبر۵)

۱۲- من بقلها وقثائها وثومها۔ (البقرہ)
والقرأۃ المشہورۃ وفومھا مکان ثومھا ہے۔
یعنی ثومھا قرأۃ شاذہ اور فومھا قرأۃ مشہور ہے اور فوم کا معنیٰ بھی ثوم ہی ہے۔ (حاشیہ نمبر۶)

۱۳- وتزودوا وخیر الزاد التقویٰ۔ (البقرہ)
والقرأۃ المشہورۃ وتزودوا فان خیر الزاد التقویٰ۔ (حاشیہ نمبر۷)

۱۴- ولا جناح علیکم ان تبتغو افضلاً من ربکم فی مواسم الحج فابتغوا حینئذٍ۔ (البقرہ)
والقرأۃ المشہورۃ لیس علیکم جناح ان تبتغو ا فضلاً من ربکم یعنی درمیان کے فی مواسم الحج وغیرہ الفاظ قراۃ شاذ ہیں۔ (حاشیہ نمبر۸صفحہ۱۰۷)

۱۵- اتموالحج و العمرۃ الی البیت۔ (البقرہ)
والقرأۃ المشہورۃ اتموا الحج والعمرۃ للّٰہ ہے:

۱۶- حیث ماکنتم فولو اُوجوھکم قبلۃ۔ (البقرہ)
والقرأۃ المشہورۃ وحیث ماکنتم فولو ا وجو ھکم شطرہ۔ (حاشیہ نمبر۲صفحہ۱۰۸)

۱۷- مانسئلک من ایۃ او ننسھا...... الخ (البقرہ)
والقرأۃ المشہورہ ما ننسخ من ایۃ او ننسھا۔ (حاشیہ نمبر۴صفحہ۱۰۸)

محترم قارئین کرام! ہم نے وہ تمام آیات جو یہاں بطور مثال کے نقل کی گئی ہیں اور قرأۃ شاذہ کی مثال ہیں انکو نقل کر کے اسی کتاب کے حاشیہ سے وہ وضاحتی اقوال بھی عرض کر دیے ہیں جس کے بارے میں انہی عکسی صفحات پر لکھا ہوا موجود ہے کہ اوپر والے الفاظ قرأۃ شاذہ کے ہیں جبکہ قرأۃ مشہورہ یہ ہے ہر ایک مثال کو پوری وضاحت سے حاشیہ میں لکھا گیا ہے مگر کرم فرماؤں کو تو یہ وضاحت نہ نظر آنی تھی اور نہ آئی ہم ارباب انصاف سے درخواست کریں گے کہ اسطرح سے دھوکہ دینا کہ جس کو قرأۃ شاذہ قرار دیا ہے اور صاف صاف وضاحت کی ہے کہ یہ نہ تحریف ہے کہ کوئی سورۃ یا آیت غائب ہو بلکہ وہی قرأتیں ہیں جو دورِ نبوی میں جاری و ساری تھیں۔ ان کو تحریف، غلط اور الفاظ و آیات کا غائب ہونا قرار دے کر سرخیاں جمانا کیا کسی دیانت دار یا کچھ بھی خوف خدا رکھنے والے آدمی کا کام ہوسکتا ہے؟ اور کیا یہ مذہب و ملت کی خدمت ہے؟ عقل و خرد سے بہرہ یافتہ شیعہ کرم فرماؤں کو بھی غور کرنا چاہیے کہ ان عکسی صفحات سے رافضی مذہب کے فراڈ اور دھوکہ بازی کا پول تو کھلا ہے پر رافضی مذہب کی سچائی واضح نہیں ہوئی ظاہر ہے جب مذکورہ عکسی صفحات پر کسی کی نظر پڑے گی اور وہ کھلی آنکھوں سے ان الفاظ کا قرأۃ شاذہ ہونا لکھا ہوا پڑھے گا تو حقیقت حال سے وہ باخبر نہ ہو جائے گا؟ اس وقت شیعہ مذہب کی رسوائی کا کیا عالم ہوگا؟ نیز شیعہ کرم فرماؤں کو یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ جب اُن کے مذہب کو تحقیقی دستاویز کے محررین جیسے امانت و شرافت کے پتلا افراد میسر آ جائیں اُس مذہب کا دنوں میں حلیہ اور نقشہ بگڑنے کا پورا پورا خدشہ موجود

ہے۔ ایسے موقع پر کہتے ہیں جس کے یہ دوست ہیں اُس کو کسی دشمن کی ضرورت نہیں۔ اس طرح کے قلم کار مخالف کی ٹانگ توڑنے کی کوشش میں اپنے مذہب کی گردن پر چھری چلا بیٹھتے ہیں لہٰذا کرم فرماؤں کو اپنے مذہب کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے جناب محمد حسین ڈھکو صاحب تو بے چارے کب سے پریشان ہو کر اپنے مذہب کی بے بسی کا تماشہ دیکھ رہے۔ اس لئے وھابی شیعہ کا انہیں سرٹیفکیٹ جاری کیا جا چکا ہے۔

وہ سعادۃ دارین فی مقتل حسینؑ میں یوں رقمطراز ہیں:

کس قدر شرم کی بات ہے کہ حافظ قرآن ہونا تو درکنار قاری (پڑھنے والے) قرآن بھی کم ملیں گے نماز باجماعت اور نماز جمعہ سے تو غرض ہی کیا عتبات عالیہ کی زیارت کو اگر 100 جائیں گے تو حج کو پانچ بھی نہیں امام باڑوں کی عمارتیں عالی شان ہیں ہزاروں روپے کا شیشہ الات وغیرہ موجود ہیں مگر مساجد ویران پڑی ہیں۔ (سعادۃ الدارین فی مقتل حسین صفحہ ۷۷ د)

آج جو ڈھکو صاحب باڑوں کی عالی عمارتوں پہ توجہ کناں ہیں انہیں اپنے ہی احوال پر نظر کرنی چاہئے بھلا جس قوم کو بھنگ ومتعہ جیسی عبادات سے متعارف کروا دیا گیا ہو انہیں نماز روزوں سے کیا سروکار اور حج زکوٰۃ کی کیا ضرورت۔



افتراء:

1- قرآن حکیم سے سورۃ فلق اور والناس غائب ہیں۔

2- موجودہ قرآن ناقص ہے۔

مذکورہ دونوں حوالے الاتقان سے ہیں۔

الجواب:

وہ آیات جو منسوخ ہوگئی ہیں تفسیر الاتقان کے مذکورہ دونوں صفحات میں ان کی کچھ مثالیں ذکر کی گئی ہیں۔ ان میں اکثر کے جوابات تو منفرداً گذشتہ سطور میں گزر چکے ہیں ان روایات میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت البتہ ایسی ہے جس کو روافض تحریف کے باب میں وزنی پتھر قرار دیتے ہیں مگر اسی الاتقان ج ا صفحہ ۷۹ پر وہاں نظر جا کر بالکل ہی بے نور ہو جاتی ہے جہاں ان تمام روایات کو نقل کرنے کے بعد علامہ جلال الدین سیوطی نے یہ الفاظ رقم فرمائے ہیں:

اجمع المسلمون علیٰ ان المعوذتین والفاتحة من القرآن ومن جحد منها شیئاً کفرو مانقل عن عبد الله ابن مسعود باطل لیس بصحیح وقال ابن حزم فی کتاب القدح لمحلیٰ تتمیم المجلیٰ و هذا کذب علی ابن مسعود موضوع لیس بصحیح و انما صحّ عنه قراء ة عاصم عن ابوذر عنه و فیها المعوذتان و الفاتحة۔ (الاتقان جلد ا صفحہ ۷۹)

''مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ معوذتین اور فاتحہ قرآن کا حصہ ہے اور جو کوئی ان کے قرآن ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو عبداللہ ابن مسعودؓ سے (ان کے خارج قرآن ہونے کی روایات) نقل کی گئی ہیں وہ

باطل ہیں صحیح نہیں ہیں۔ ابن حزم اپنی کتاب المحلیٰ میں فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن مسعودؓ پر یہ جھوٹا بہتان ہے کہ (وہ انکو خارج قرآن قرار دیتے ہیں) یہ روایات موضوع ہیں صحیح نہیں ہیں۔ اور اُن سے صحیح روایت وہ ہے جو عاصم کی قراءت ہے ابوذر سے اور اس میں معوذتین اور فاتحہ بھی ہے۔"

۲۔ طبرانی نے اوسط میں صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضورﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ (آپﷺ نے فرمایا) مجھ پر کچھ ایسی آیات نازل ہوئیں کہ ان جیسی دوسری آیات نہیں نازل ہوئیں وہ معوذتین ہیں۔ (طبرانی فی الاوسط)

یہ روایت سند کے اعتبار صحیح ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معوذتین قرآن کا حصہ ہے جبکہ اسکے مقابل الاتقان کی وہ مذکورہ روایات جس میں معوذتین اور سورہ جعد وغیرہ کا ذکر ہے وہ ضعیف اور بعض بالکل موضوع ہیں اور موضوع روایات کیلئے اہل سنت کے ہاں ردی کی ٹوکری کا پیٹ ہے عقیدہ بنانے کیلئے دل کا خانہ نہیں ہے۔

باقی رہا آیات منسوخہ کی بنا پر اعتراض کرنا۔ سو یہ جہالت اور فراڈ کی نایاب مثال ہے کہ نسخ انسانوں کا فعل ہے ہی نہیں بلکہ نسخ اللہ تعالیٰ کا اپنا فعل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ماننسخ من اية او ننسها نأت بخير منها او مثلها"۔

"(اے رسولﷺ) ہم جب کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں یا (ذہن سے) مٹا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی (اور) نازل بھی کر دیتے ہیں۔" (ترجمہ فرمان علی)

حاشیہ ترجمہ فرمان علی پر ہے "قرآن مجید جب تک نازل ہوتا رہا کبھی کبھی کوئی کوئی ایت حسب مصلحت و موقع وقت منسوخ العمل یا منسوخ التلاوۃ ہوتی رہی اس پر مخالفین اسلام کو اعتراض ہوتا اور اب اس زمانہ میں بھی ہے اس کا جواب خداوند عالم نے خود فرمایا کہ ہم بندوں کے مصالح سے خوب واقف ہیں اور بندوں کی حالت یکساں نہیں رہتی ہر ایک حالت کے موافق ایک مناسب حکم دیا جاتا ہے ہم کو انکی حالتوں میں تصرف کا اختیار کامل ہے جس طرح مناسب سمجھا جاتا ہے انکو تعلیم دی جاتی ہے یہ تو کوئی اعتراض کی بات نہیں"۔ (ترجمہ سید فرمان علی صفحہ ۱۹ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۰۶ پارہ اول)

سید فرمان علی نے ترجمہ اور اپنے حاشیہ میں صاف صاف وضاحت کی ہے کہ

۱- آیات قرانیہ میں نسخ ہوا ہے۔

۲- نسخ دو قسم کا ہوا (الف) تلاوت منسوخ ہوئی (ب) تلاوت تو باقی رہی البتہ اس آیت کا حکم یعنی عمل منسوخ ہو گیا۔

۳- نسخ کی بنا پر اعتراض مخالفین اسلام کو ہوتا ہے۔

۴- مخالفین اسلام پہلے بھی نسخ کی بنا پر اعتراض کرتے تھے اور اب بھی اس نسخ کی بنا پر اعتراض کرتے ہیں۔

۵- نسخ بندوں کی مصلحت کے پیش نظر ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتے ہیں۔

۶- اللہ تعالیٰ کو نسخ کا اختیار کامل ہے۔

۷- نسخ کی بنا پر اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

گویا آیات کے منسوخ ہونے کا مسئلہ فریقین کے نزدیک مسلم اور نا قابل انکار ہے نیز یہ مسئلہ بھی اتفاقی ہے کہ ایات کا منسوخ ہونا دوطرح سے ہوا ہے نمبرا تلاوت منسوخ ہوگئی نمبر۲۔ تلاوت باقی رہی حکم منسوخ ہوگیا جیسا کہ فرمان علی شیعہ مجتہد کے مذکورہ بالا قول سے واضح ہوا البتہ اہل سنت کے نزدیک نسخ تین قسم کا ہے دو اقسام تو یہی ہیں جو فرمان علی صاحب نے لکھی ہیں اور ایک تیسری صورت بھی ہے کہ تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوگئے چنانچہ الاتقان میں ان تینوں قسم کے نسخ کی وضاحت موجود ہے کہ قرآن میں نسخ تین طرح سے ہوا۔ نمبرا: ما نسخت تلاوته وحکمه الاتقان ج ۲ صفحہ ۲۲۔ یعنی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو گئے۔

۲- **ما نسخ حکمهٗ دون تلاوته، کما کتب علیکم اذا حضر احد کم الموت۔** (الاتقان ج ۲ صفحہ ۲۴)

یعنی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی صرف حکم منسوخ ہوگیا جسے آیت **کتب علیم اذاحصر احد کم الموت۔**

۳- **ما نسخت تلاوته دون حکمه۔** (الاتقان ج ۲ صفحہ ۲۶)

صرف تلاوت منسوخ ہوئی حکم منسوخ نہیں ہوا۔

روح المعانی میں ہے کہ تمام اہل شرائع کا نسخ کے جواز اور وقوع دونوں پر اتفاق ہے۔ (روح المعانی ج ا صفحہ ۳۵۲)

امام قرطبی فرماتے ہیں:

باب نسخ کی معرفت بہت ضروری ہے اور فائدہ اسکا بہت بڑا ہے اسکی معرفت سے علماء مستغنی نہیں ہو سکتے اور جاہلوں بے وقوفوں کے سوا کوئی اسکا انکار نہیں کرسکتا۔ (قرطبی ج ا صفحہ ۵۵)

امام قرطبی نے اس مقام پر ایک واقعہ بھی نقل فرمایا ہے کہ حضرت علیؓ ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے دیکھا کہ ایک شخص وعظ کہہ رہا ہے آپؓ نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا کرتا ہے لوگوں نے بتایا کہ یہ وعظ و نصیحت کر رہا ہے آپؓ نے فرمایا یہ کوئی وعظ و نصیحت نہیں کر رہا بلکہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں پس تم مجھے پہچانو۔ پھر اُس شخص کو بلوا کر اس سے پوچھا کہ کیا تم قرآن و حدیث کے ناسخ و منسوخ احکام کو جانتے ہو تو اس نے کہا میں نہیں جانتا حضرت علیؓ نے فرمایا ہماری مسجد سے نکل جاؤ۔ آئندہ کبھی ہماری مسجد میں وعظ نہ کہو۔ (قرطبی ج ا صفحہ ۵۵)

قرآن کریم میں نسخ کے وجود وقوع پر صحابہ کرام و تابعین کے آثار و اقوال بڑی تعداد میں تفسیر ابن کثیر، تفسیر درمنثور، تفسیر ابن جریر میں صحیح اسناد کے ساتھ موجود ہیں جنکا انکار کرنا سورج کے بعد از طلوع انکار کرنے کے مترادف ہے۔

ان دونوں اعتراضات کی بنیاد یہی آیات منسوخہ ہیں مذکورہ مفسر نے پوری وضاحت سے ان آیات کا منسوخ ہونا اور موضوع روایات سے ثابت ہونا بتایا ہے اس وضاحت کے باوجود اب رافضی کرم فرما سے سوال کیا جائے کہ کیا وہ نسخ قرآن کا قائل ہے یا نہیں اگر نسخ قرآن کا قائل ہے تو منسوخ آیات کو تحریف اور غائب قرار دیکر تحریف کا عندیہ دینا دھوکہ کیلئے ہے یا تقیہ کی بنیاد پر! اور اگر وہ رافضی نسخ قرآن کا انکار کرے تو قرآنی آیت کے ساتھ ساتھ فرمان علی جیسے بیسیوں مجتہدوں کے

27B

فرمان کا باغی اور نافرمان بنناپڑے گا اور نافرمانوں کا جو انجام ہوتا ہے اس سے کوئی واقف نہیں لہٰذا ان نافرمان محررین تحقیقی دستاویز کیلئے ان بعد والے مجتھدوں کو کسی تحقیقی دستاویز میں یہ تحقیق لکھنی پڑے گی کہ تحقیقی دستاویز کا مرتب کرنے والا کوئی واقفی المذہب شخص ہے اسے ہم بھی جہنمی مانتے ہیں اور یہ کہ اُس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔

بہرحال یہ تمام حوالہ جات جو عکسی صفحات کی صورت میں پیش کیے گئے ہین ان میں نمبر 1 جو آیات یا الفاظ منسوخ ہوئے اُن کے عکس ہیں۔

۲- وہ آیات یا الفاظ جو قرأت شاذہ پر مشتمل ہیں۔

۳- اعراب کی درست نہ جان سکنے کی وجہ سے اعتراض پیدا ہوا اور اسے تحریف قرآن قرار دیکر اعتراض داغ دیا

۴- اختلاف قرأت کا ذکر تھا ان کی بنیاد پر تحریف کا اعتراض کیا گیا اور یہ بات مسلم بین الفریقین ہے کہ منسوخ آیات منسوخ ہونے کے بعد موجودہ قرآن کا حصہ نہیں بلکہ قرآن وہ ہے جو نقل متواتر کے ساتھ منقول ہو۔

قرأت معروفہ میں غیر معروف قرأۃ اگر چہ جائز ہوتی ہے مگر بہتر معروف قراءت کرنا ہی ہے۔

ارباب علم قرآن پاک کی یہ تعریف فرماتے ہیں:

القرآن المنزل علی الرسول، المکتوب فی المصاحف المنقول عنه نقلًا متواترا بلا شبهة۔

یعنی قرآن وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ پر اتارا گیا، مصاحف میں لکھا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ سے اسطرح متواتر یعنی سلسلہ وار نقل کیا گیا ہے جس میں کسی طرح کا شبہ نہیں۔ (نور الانوار صفحہ ۷)

لہٰذا اس تعریف میں **المکتوب فی المصاحف** کی فصل سے منسوخ التلاوۃ اور **المنقول عنه نقلا متواترا** سے قرأۃ شاذہ وغیرہ قرآن ہونے سے خارج ہوگئیں ہیں۔ لہٰذا منسوخ التلاوۃ آیات اور قرأۃ شاذہ وغیرہ قرآن کا حصہ ہی نہ رہی جب منسوخ ہونے یا خبر واحد ہونے کی وجہ سے قرأۃ شاذہ قرآن کی تعریف کے تحت داخل ہی نہیں تو ان کی بنیاد پر یہ اعتراض دھرنا کہ اہل سنت کی کتابوں میں تحریف لکھی ہوئی ہے اور یہ آیات منسوخہ وغیرہ دلیل میں پیش کرنا اتنا بڑا دجل ہے کہ سارے جہاں پر تقسیم کردیا جائے تو ہر ایک فرعون کا ہم صف نظر آنے لگے۔

ہماری ان گزارشات سے یہ بات صاف ہوگئی کہ مذکورہ تمام عکسی حوالے محض دجل اور دھوکہ بازی کے نمونے اور مثالیں ہیں آخر میں ہم انکی زبان میں انکے پیش کیے ہوئے حوالے اُن کے منہ پر مارتے ہیں کہ یہ حوالے مبنی بر تحریف نہیں اور یہ کہ ان کتابوں میں مذکورہ سب کچھ قرآن کی تعریف کے تحت داخل نہیں بلکہ جس کا نام قرآن ہے وہ بلاشک وشبہ بالکل صحیح حالت میں موجود و محفوظ ہے۔

شیعہ مجتہد جناب شریف مرتضیٰ صاحب کا تفسیر صافی میں درج ذیل بیان ملاحظہ فرمائیں۔

یعنی تحقیق قرآن مجید حضرت رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں اسی طرح جمع شدہ موجود تھا جس طرح آج۔

اور اس پر استدلال کیا ہے کہ اس طرح قرآن پڑھا جاتا تھا اور پورا قرآن یاد کیا جاتا تھا حتیٰ کہ ایک جماعت صحابہ کرامؓ

کی معین کی گئی اس کے یاد کرنے میں اور آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کیا جاتا تھا اور پڑھا جاتا تھا اور صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت مثلاً عبداللہ ابن مسعودؓ، ابی ابن کعبؓ وغیرہ نے آنحضرت ﷺ کے سامنے کئی ختم کیے اور سب کچھ تھوڑے سے فکر سے معلوم ہوسکتا کہ یہ مجموعہ مرتب تھا ٹکڑے ٹکڑے اور متفرق نہ تھا۔ (تفسیر صافی بحوالہ اہل سنت پاکٹ بک از علامہ دوست محمد قریشی صفحہ ۳۸)

محترم حضرات مذکورہ بالا روایت کو ملاحظہ فرمائیں جو جناب شریف مرتضیٰ صاحب کی ہے وہ قرآن پاک کے مرتب و محفوظ ہونے پر کیسی صاف گوئی کا مظاہرہ کررہے ہیں یہ بات دلیل ہے اسکی کہ قرآن ان صحابہ کرامؓ کے واسطہ سے امت کو بالکم و کاست درست اور صحیح حالت میں میسر ہوا نہ تحریف ہوئی اور نہ کوئی تبدیلی۔ اب تحقیقی دستاویز والے گریبانوں میں جھانک کر خود ہی فیصلہ کریں انکا یہ گذشتہ پورا اعتراض خانہ کس کام آیا؟

چوتھا باب:

اہلبیتؓ کی توہین

افتراء

حضرت عمرؓ دروازہ فاطمہ زھرا پر آگ لگانے کیلئے آئے۔ (قرۃ العینین، تاریخ الامم والملوک، العقد الفرید، الامامۃ والسیاسہ)

الجواب:

1- حضرت عمرؓ کا دروازہ سیدہ پر آگ لگانے کیلئے آنے کا واقعہ سفید جھوٹ اور گھڑی ہوئی کہانی ہے حضرت عمرؓ ہرگز سیدہ کے گھر پر آگ لگانے کے ارادے کبھی بھی نہیں آئے اور نہ ہی ناطق بالحق سے اس طرح کے کام کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ جن کتابوں کے عکس دیئے گئے ہیں اُن میں اول کتابوں میں آگ لگانے کیلئے آنے کا ذرا ذکر نہیں یہ مفتریوں کا کرم ہے جو انہوں نے مذکورہ عنوان سے عامۃ الناس کو دھوکہ دیا۔

2- اواخر الذکر کتابیں عقد الفرید اور الامامۃ والسیاسہ شیعہ کرم فرماؤں کی کتابیں ہیں نیز یہ ایسی بے سند کتابیں ہیں۔ جن میں جھوٹ رطب و یابس اور ہر طرح کی غیر مستند وغیر معتبر باتیں موجود ہیں جو نہ دلیل بننے کی اہلیت رکھتی ہیں اور نہ ہی اُن پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ روافض کے قلم کی کمائی بھلا اہل السنّت والجماعت پر حجت ہو بھی کیسے سکتی ہے۔ ان کتابوں کے مصنفین سے متعلق محقق العصر حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم اپنی معرکۃ الاراء کتاب رحماء بینھم میں رقم فرماتے ہیں۔ عرض ہے کہ صحابہ کرام کے باہم بغض و عداوت، عناد و فساد بتلانے والی روایات کو شیعہ رواۃ اور شیعہ مصنفین ہی شد و مد سے نشر کیا کرتے ہیں (رحماء بینھم) چونکہ اِن دونوں کتابوں میں صحابہ کرامؓ کے بارے میں ایسی واہیات باتیں درج ہیں جو باہمی صحابہ کرام کے درمیان بغض و عداوت کی گھڑی ہوئی کہانیوں پر مشتمل ہیں لہٰذا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ الامامۃ والسیاسہ اور عقد الفرید کے مولفین شیعہ ذہن کے آدمی ہیں وہ ابن قتیبہ جو ایک سنی عالم ہے مختلف الحدیث اور المعارف وغیرہ اس کی مشہور تصانیف ہیں وہ دوسرا شخص ہے اور الامامۃ والسیاسہ کا مؤلف ابن قتیبہ کوئی تقیہ باز ہے شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفہ اثنا عشریہ کے مکائد میں ابن قتیبہ کے متعلق متعدد بار کلام کیا ہے۔ کید نمبر۱۹ نمبر۲۲۔ و نمبر ۱۸ ملاحظہ فرما کر تسلی کی جا سکتی ہے جس میں شاہ صاحب نے

ابن قتیبہ صاحب الامامہ کو شیعہ لکھا ہے اور صاحب عقد الفرید کے متعلق علماء نے تصریح کردی ہے ابن کثیر نے اس کے حق میں کہا ہے۔ کہ اسکا کلام اسکے شیعہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ (کشف الظنون ج ۲ ص ۱۴۹ تحت العقد الفرید)

نیز العقد الفرید جدید طبع کے مقدمہ میں ناشرین کی طرف سے اس بزرگ کی پوزیشن ذکر کرتے ہوئے یہ الفاظ درج ہیں۔ ''وھو امیل الی التشیع'' یعنی شیعہ مذہب کی طرف اس کا بہت رجحان ہے۔ (رحماء بینھم حصہ فاروقی صفحہ ۲۰۲)

''لہٰذا ان دونوں کتابوں کی روایت نا قابل اعتبار ہے۔''

3۔ تاریخ الامم والملوک میں: جس روایت کا ذکر ہے کہ حضرت عمرؓ نے اہل بیت رسول سے عرض کی کہ یہاں ان زبیر وغیرہ اختلاف امت کے ارادے سے جمع ہو رہے ہیں ان کو یہاں نہ جمع ہونے دو ورنہ میں دروازہ کو آگ لگا دوں گا۔ اس قسم کی روایت جو تاریخ کی کتاب الامم والملوک میں ہے اور کسی کتاب میں نہیں لہذا اس روایت کی حقیقت اسی سے واضح ہو جاتی ہے کہ کسی معتبر محدث نے اس روایت کو قبول نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات صرف اُڑائی ہوئی اور محض افسانہ ہے یہ روایت معیار قبول پر پوری نہیں اترتی کیونکہ ارباب علم نے اسکی سند دیکھ کر اسکے جھوٹا ہونے کا واضح اعلان کردیا ہے۔ چنانچہ اس روایت کے راویوں کو کذاب، دروغ گو وغیرہ القاب سے یاد کیا گیا ہے۔ حضرت مولانا محمد نافع اپنی تحقیق رقم فرماتے ہیں۔

ابن حمید جو طبری کا مروی عنہ ہے اس کو طبری بالکذب (دروغ گوئی میں بڑا ماہر) کہا گیا ہے۔ اور یہ شخص مقلب المتون والاسانید۔ یعنی متن وسند میں کئی قسم کی تبدیلیاں کردینے والا بزرگ ہے۔ نیز یہ روایت مقطوع ہے اس واقعہ کا ناقل زیاد بن کلیب خود واقعہ میں موجود نہیں تھا۔ کسی شخص نے اسکو یہ واقعہ بیان کیا۔ بیان کندہ کون صاحب اور کیسا ہے؟ کچھ معلوم نہیں۔ (رحماء بینھم حصہ فاروقی صفحہ ۲۰۳)

نیز تقریب التہذیب میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے ابن حمید کو ضعیف راوی قرار دیا ہے۔ (تقریب التہذیب ج ۲ صفحہ ۴۹)

4۔ بالفرض اس واقعہ کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو حیدر کرار رضی اللہ عنہ اور امام باقرؒ کے فرامین کو نظر انداز کرنا پڑے گا۔

۱۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

عن ابی اسطفیل عن علیؓ قال حدثوا الناس بما یعرفون و دعو۔

یعنی امام الائمہ فرماتے ہیں کہ جو بہتر اور معروف چیز ہو وہ لوگوں کے سامنے بیان کرو جو ناپسندیدہ اور بری چیزیں ہوں ان کو چھوڑ دو اور بیان نہ کرو۔ حضرت ذھبیؒ فرماتے ہیں اس نصیحت میں علی المرتضیٰؓ نے ہم کو ناپسندیدہ چیزیں روایت کرنے سے منع فرمایا ہے اور مشہور و معروف اور بہتر چیزوں کے پھیلانے اور نشر کرنے کا حکم دیا ہے۔ واہیات اور بے اصل چیزوں کے پھیلانے سے روکنے کیلئے یہ بہت بڑا ضابطہ ہے خواہ وہ چیزیں فضائل سے متعلق ہوں یا عقائد وغیرہ سے۔

(تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۱۲)

۲۔ حضرت امام باقرؒ کا ارشاد ہے:

فاذا اتاکم الحدیث فاعرضوا علی کتاب اللہ۔ (احتجاج طبری صفحہ ۲۲۹)

یہ روایت جوابات باب نمبر۳ کے اخیر میں ذکر کر چکے ہیں۔

یہ واقعہ جو احراق بیت فاطمہ کا بیان کیا جاتا ہے غیر معروف اور منکر ہے اسمیں مثبت نہیں منفی فکر کا اظہار اور اختلاف کا ذکر ہے حیدر کرار ایسی چیزوں کے بیان پر زجر فرمار ہے ہیں۔ جبکہ یہ واقعہ قرآن پاک کے ارشاد ''یبتغون فضلاً من اللّٰہ و رضوانا'' کے خلاف ہے کیونکہ قرآن پاک فرماتا ہے کہ وہ صحابہ کرام تو اللہ تعالیٰ کا فضل اور اسکی رضاء تلاش کرتے تھے جبکہ مذکورہ واقعہ اس کے خلاف کچھ اور ہی بتا رہا ہے اگر اس واقعہ کو تسلیم کر ہی لیں تو پھر ان کی صفات و عادات یوں ہوں گی۔ یبتغون شرا من اللّٰہ وغضباناً۔ ظاہر بات ہے کہ سیدہ کے درکو آگ سے جلانا اتنا بڑا شر اور غضب الٰہی کو دعوت دینا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی شر و غضب الٰہی کو دعوت دینے والا کام ہو ہی نہیں سکتا اور قرآن پاک کا فرمان یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا ہے اب ارباب دانش انصاف سے کام لیتے ہوئے خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ اس واقعہ کا سچ مان لینا قرآن پاک سے انکار کے ساتھ ساتھ بزعم شیعہ معصوم اماموں کی نافرمانی اور انکے ارشاد سے بغاوت بھی ہے کیا ایسے افراد کی باتوں پر اعتماد کیا جاسکتا ہے جو خود اپنے معصوموں کی باتوں پر اعتماد نہیں کرتے اپنے دن رات انکی نافرمانی میں بسر کرتے ہیں۔

امام تو فرمار ہے ہیں مخالف قرآن روایت جھوٹی ہے اسے مت بیان کرو اور تحقیقی دستاویز والے اُن جھوٹی روایات کا سہارا لیکر الزام دیتے ہیں حالانکہ اہل سنت والجماعت نے ایسی ویسی روایات کو کبھی بھی درخوا اعتنا نہیں جانا۔ بلکہ یکسر طور پر اسے رد کر دیا ہے۔

۱- شاہ عبدالعزیز محدث دھلویؒ فرماتے ہیں:

ایں قصہ سراسر واہی و بہتان و افترا است۔ (تحفہ اثنا عشریہ باب مطاعن فاروقی طعن نمبر۲)

کہ یہ (احراق بیت فاطمہؓ) کا قصہ بالکل واہی اور سراسر بہتان اور جھوٹ ہے۔

حضرت مولانا عبدالعزیز پرہاروی اپنی کتاب نبراس (جو شرح عقائد نسفی کی شرح ہے) میں فرماتے ہیں۔

وسا بعها انّ ابابکر امر باحراق بیت علی وفیه فاطمةؓ وحسنان لتاخره عن البیعة، قلنا کذب محض۔

یعنی نمبر سات کہ ابوبکرؓ نے بیت علی کو جلانے کا (حضرت عمرؓ کو) حکم دیا اور اسمیں حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا اور حسنین کریمین بھی تھے حضرت علی کے بیعت میں تاخیر کرنے کی وجہ سے ہم کہتے ہیں یہ محض جھوٹ ہے۔

اہل السنّت والجماعت اس واقعہ کا سفید جھوٹ ہونا رافضی راویوں کا اہل سنت کی کتاب میں الحاق، بہتان اور افترا جانتے ہیں یہ واقعہ نہ درست ہے اور نہ ہی کسی قابل اعتماد کتاب نے اسے نقل کیا ہے۔

صرف اہل سنت والجماعت کے حضرات نے ہی نہیں شیعہ علماء نے بھی اس روایت کی تردید کرتے ہوئے اسے غیر معتبر قرار دیا ہے۔ ابن ابی الحدید کا بیان ہے۔

اما ماذکره من الهجوم علی دار فاطمه وجمع الحطب لتحریقها۔

فهو خبرو احد غير موثوق به ولا معمول عليه فى حق الصحابه بل ولا فى حق احداء من المسلمين ممن ظهرت عدالته۔ (شرح نہج البلاغہ لابن الحدید صفحہ ۶۳۱ ج ۴ بحوالہ رحماء بینھم ج ۲ صفحہ ۲۱۰ طبع بیروت تحت متن قول لعمار بن یاسر)

یعنی سیدہ فاطمہ الزہراؓ کے خانہ پر ہجوم کرنا اور خانہ سوزی کیلئے لکڑی جمع کرنے کی روایات خبر واحد ہیں (یعنی مشہور و متواتر نہیں ہیں) یہ غیر معتمد ہیں نہ صحابہ کے حق میں قابل عمل ہیں نہ کسی دوسرے عادل مسلمان کے حق میں۔



افتراء

حضرت فاطمۃ الزہراؓ حضرت ابوبکر سے ناراض ہو کر دنیا سے رخصت ہوئیں۔ (بخاری، تاریخ الامم والملوک، برق سوزاں)

الجواب:

بخاری وغیرہ کی اس روایت پر روافض کرم فرماؤں کی طرف سے شدومد کے ساتھ تحریر وتقریر کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ آل رسول اور خلافت راشدہ کے اولیں مسند نشینوں پر کیچڑ اچھالنے کیلئے اس روایت کو کلیدی حیثیت دی جاتی ہے۔ لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خود خامہ فرسائی کی بجائے اپنے بزرگ اور میدان تحقیق کے شاہ سوار حضرت مولانا محمد نافع صاحب کی تحریر پیش کردی جائے کہ جو جذبہ اصلاح درد دل اور زبان، کلام اور قلم میں اثر اللہ کریم نے ان مصلحین امت کو عطاء فرمایا وہ راقم اثیم جیسوں کو کہاں حاصل! حضرت مولانا محمد نافع صاحب نے رحماء بینھم حصہ صدیقی میں صفحہ ۱۳۶ تا صفحہ ۱۵۱ پر خاص ان روایات زیر بحث کے مطلوبہ الفاظ پر مفصل گفتگو فرمائی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

عرض یہ ہے کہ بخاری شریف کی ایک روایت جس کا مفہوم یہ ہے (**غضبت فاطمة فهجرته فلم تتكلمه حتى ماتت الخ**) سے مخالفین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی باہمی دائمی رنجیدگی و ناراضگی ثابت کرتے ہیں اور اولاد رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حق تلفی کی بنیاد اس پر قائم کرتے ہیں۔

اس روایت کی وجہ سے مخالف دوستوں کی طرف سے ملک بھر میں اس قدر انتشار و خلفشار، افتراق و انشقاق پیدا کر دیا گیا ہے جس کی نظیر نہیں۔ اس لئے اس کے جواب میں کچھ تفصیل پیش کی جارہی ہے۔



ظنِ راوی کا بیان

اولاً عرض ہے کہ اس روایت میں غضب وجد وہجران وعدم تکلم وغیرہ اشیاء اصل روایت کا جز نہیں بلکہ یہ ظنِ راوی ہے۔ چنانچہ بعض علماء نے یہ توجیہ ذکر کر دی ہے۔ ایک تو شیخ العلماء حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقریر لامع الدراری علیٰ جامع البخاری جلد ثانی میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ فرماتے ہیں کہ

لولا لغضبت فاطمة الخ هذا ظن من الراوى حيث استنبط من عدم تكلمها اياه انها غضبت عليه۔ الخ۔ (لامع الدراری علی جامع البخاری، جلد ثانی صفحہ ۵۰۰، کتاب الجہاد، باب فرض الخمس، طبع سہارنپور یوپی)

دوسرا حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ امدادیہ، جلد چہارم کتاب المناظرۃ میں اس روایت کی توجیہ اس طرح تحریر کی ہے کہ

''علماء محققین لم تعکلم را بر معنی لم تحکلم فی ہٰذا الامر محمول کردہ اند۔ ولوسلمنا کہ لم تکلم بر معنی متبادر محمول باشد تاہم چہ دلیل کہ ایں ہجران از ملالت بود واگر بروایتے تصریحے ہم برآید یمکن کہ ظن راوی باشد''۔

(فتاویٰ امدادیہ جلد چہارم، کتاب المناظرۃ صفحہ ۱۳۲، طبع قدیم مجتبائی، دہلی)

اس کے بعد یہ مسئلہ پیش آئے گا کہ آیا ''صحیحین'' میں ظنِ راوی جاری ہوسکتا ہے؟ تو اس کے متعلق اکابر علماء نے ذکر کیا ہے کہ صحیحین بیشتر صحیح ہیں لیکن کہیں کہیں وہم راوی پایا جاتا ہے۔

چنانچہ فیض الباری علی صحیح البخاری (از علامہ کبیر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ) جلد چہارم، کتاب بدأ الخلق میں مذکور ہے۔ فرماتے ہیں کہ

وایّ اعتماد بہٖ (بالتاریخ) اذا لم یخلص الصحیحان عن الاوھام حتٰی صنفوا فیھا کتباً عدیدۃً فاین التاریخ الذی یدوّن بافواہ الناس و ظنون المؤرخین لا سند لھا و لا مدار۔ الخ

(فیض الباری حاشیہ بخاری، جلد۴، صفحہ ۷۷، جلد رابع، باب مبعث النبی ﷺ)

حاصل یہ ہے کہ صحیح روایت میں جب وہم راوی کی گنجائش ہے اور خاص اس روایت میں علماء کبار ظنِ راوی کا قول بھی کر رہے ہیں تو آسانی سے جواب مرتب ہوگیا کہ کشیدگی پر دلالت کرنے والے یہ الفاظ سب کے سب وہم راوی ہیں اور اصل روایت سے خارج ہیں۔

بعد ازاں یہ صاف کرنے کا معاملہ ہے کہ وہ کون بزرگ ہیں؟ جن کا یہ ظن اور گمان ہے۔

ہماری جستجو اور تلاش کے موافق اس سند کے رواۃ میں سے ابنِ شہاب زہری رحمہ اللہ علیہ ہیں یہ سب الفاظ ان کے گمان کی پیداوار ہیں۔

اِس چیز پر قرینہ یہ ہے کہ مذکورہ چیزیں (غضب و عدمِ تکلّم وغیرہ) صرف ابنِ شہاب زہری کی مرویات میں ہی دستیاب ہوتی ہیں۔ مطالبہ (فدک وخمس وتوریث) کی روایت جہاں بھی ابنِ شہاب زہری کے ماسوا کسی سند سے پائی گئی ہے تو وہاں مذکورہ الفاظ بالکل ندارد ہیں۔ ہم نے اپنی ناقص تلاش کے موافق مسئلہ ہٰذا کو اسی طرح پایا ہے۔ آپ حضرات بھی تحقیق فرمالیں ان شاء اللہ تعالیٰ یہ چیز درست ثابت ہوگی۔



ادراجِ راوی کا بیان

سوال مذکور کے جواب میں ''وہم راوی'' کے بجائے اس طرح بھی آپ تعبیر کر سکتے ہیں کہ (مطالبہ والی) ''روایت مدرج'' ہے اور راوی کی طرف سے روایت ہٰذا میں ادراج پایا گیا ہے وہ اس طرح کہ اس روایت کے بعض مواضع میں

''قَالَ'' کا لفظ پایا جاتا ہے۔ اور ''قَالَ'' کے بعد (هجرته فلم تكلمه حتى ما تت) وغیرہ الفاظ مذکور ہیں۔ یہ کلمات ''قَالَ'' کا مقولہ ہیں۔ یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اصل روایت سے یہ الفاظ خارج ہیں۔ اور راوی کی جانب سے روایت میں بطور ادراج مذکور ہیں۔

پھر یہ چیز قابل توجہ ہوگی کہ کن کن مواقع میں لفظ ''قَالَ'' پایا جاتا ہے؟ جس کو آپ نے ادراج فی الروایۃ کا قرینہ قرار دیا ہے اور کن محدثین ومؤرخین نے اس روایت کو تخریج کیا ہے؟

تو اس کے متعلق (مطالبہ کی روایت کا) ہم ایک اجمالی خاکہ پیش کرتے ہیں جو ہم کو اس بحث کے مطالعہ کے تحت حاصل ہوا ہے۔ اس کے ملاحظہ کرنے سے ناظرین کو ایک گونہ رہنمائی حاصل ہو سکے گی۔ مزید برآں آپ تتبع و تعمق فرما کر مسئلہ ہذا کو پایۂ تحقیق تک پہنچا سکتے ہیں۔ (اعاننا الله تعالیٰ و ایاکم)

تعداد مرویات کا اجمالی نقشہ

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کی روایت احادیث وروایات وتاریخ کی مندرجہ ذیل باسند کتب سے قریباً چھتیس مواضع سے دریافت ہوئی ہے۔

اَسماءِ کُتب	عدد روایات
① المصنف لعبد الرزاق میں	(یک عدد)
② بخاری شریف میں	(5 عدد)
③ مسلم شریف میں	(2 عدد)
④ مُسند امام احمد میں	(5 عدد)
⑤ طبقات ابن سعد میں	(2 عدد)
⑥ مُسند ابی عوانہ اسفرائینی میں	(3 عدد)
⑦ ترمذی شریف میں	(2 عدد)
⑧ ابوداؤد شریف میں	(4 عدد)
⑨ نسائی شریف میں	(یک عدد)
⑩ المنتقیٰ لابن جارود میں	(یک عدد)
⑪ شرح معانی الآثار طحاوی میں	(یک عدد)
⑫ مشکل الآثار طحاوی میں	(یک عدد)
⑬ السنن الکبریٰ للبیہقی میں	(6 عدد)

۱۴. تاریخ الامم والملوک لابن جریر طبری (یک عدد)

۱۵. فتوح البلدان بلاذری میں (یک عدد)

ان مقامات میں مذکورہ روایت بعض جگہ مفصل ہے اور بعض مواضع میں مجمل ہے اور تفحص وتفکر سے واضح ہوا ہے کہ مندرجہ چھتیس مواضع میں تقریباً گیارہ عدد مطالبہ ہٰذا کی وہ روایات ہیں جن کی سند میں ابن شہاب زہری نہیں ہے) اور دیگر صحابہ کرام مثلاً حضرت ابو ہریرہ، ابوالطفیل عامر بن واثلہ، ام ہانی وغیرہم سے مروی ہیں یعنی حضرت عائشہؓ سے منقول نہیں۔ یہاں کسی ایک مقام میں بھی رنجیدگی وکشیدگی کا نام ونشان نہیں۔

ان کے ماسوا ۲۵ مقامات (جن کی سند میں زہری موجود ہے) دوطرح پائے گئے ہیں ایک صورت یہ ہے کہ سند میں زہری موجود ہونے کے باوجود مناقشہ نما الفاظ بالکل مفقود ہیں اور کشیدگی سیدہ کا تذکرہ نہیں ایسے مواضع قریباً ۹ عدد ہیں۔ دوسری شکل یہ ہے کہ اس روایت میں وجد وعدم تکلم وغیرھما۔ یہ چیزیں منقول ہیں ان مقامات کی ہر سند میں زہری موجود ہے (زہری سے کوئی سند بھی خالی نہیں) قریباً یہ سولہ مواقع ہیں۔

لفظ قال کی دریافت

مذکورہ سولہ مقامات میں (جہاں مناقشانہ کلمات پائے جاتے ہیں) تدبر کرنے سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ مذکورہ الفاظ مندرجہ ذیل مواقع میں قال کے بعد مذکور ہوئے ہیں۔ یعنی قال کا مقولہ ہیں قالت کا مقولہ نہیں۔ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی کلام سے خارج ہیں۔ اس قال کا قائل زہری کا کوئی شاگرد ہے۔ معمر بن راشد یا کوئی دوسرا آدمی اور قال کا فاعل خود ابن شہاب زہری ہے اور کشیدگی کے مذکورہ کلمات اس کے اپنے فرمودات میں سے ہیں جو دراصل روایت میں امتخت کر دیے گئے ہیں۔

قال کے مواقع

ہمارے محترم حضرات کو انتظار ہوگی کہ مطالبہ کی روایت میں قال کن مواقع میں دستیاب ہوا ہے؟ اس کے متعلق عرض ہے کہ ایک ناقص جستجو کے موافق مندرجہ ذیل مقامات میں قال کا لفظ روایت میں پایا گیا ہے:

حافظ کبیر ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام المتوفی ۲۱۱ھ کے ''المصنف'' جلد خامس میں روایت ہٰذا منقول ہے:

۹۷۷۴- اخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن الزهری عن عروة عن عائشة ان فاطمة رضی اللہ عنہا (والعباس) اتیا ابابکر یلتمسان میراثهما من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم و هما حینئذٍ یطلبان ارضهٗ من فدك و سهمه من خیبر فقال لهما ابوبکر رضی اللہ عنہ سمعتُ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول لا نُورّث ما ترکنا صدقة انما یأکل ال محمد صلی اللّٰه علیه وسلم من هٰذا المال و انی واللّٰه لا ادع امرًا رأیتُ رسولَ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم یصنعهٗ الّا صنعتهٗ **''قال'' فهجرته فاطمه فلم تکلّم فی ذالك حتی ماتت فدفنها علی لیلًا و لم یؤذن بها ابابکر الخ۔**

(المصنف لعبد الرزاق ص۴۷۲ تا ۴۷۳ جلد خامس تحت عنوان الخصومة فی علی والعباس، طبع مجلس علمی کراچی وانڈیا طبع اول)

۲

امام محمد بن اسماعیل البخاری نے بخاری جلد ثانی کتاب الفرائض میں روایت ہٰذا ذکر کی ہے۔

حدثنی عبد اللّٰہ بن محمد قال حدثنا هشام (بن یوسف الیمانی) قال اخبرنا معمر عن الزهری عن عروة عن عائشة رضی اللّٰہ عنها ان فاطمة و العباس اتیا ابابکر یلتمسان میراثهما من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم و هما یومئذٍ یطلبان ارضیهما من فدك و سهمهٗ من خیبر فقال لهما ابوبکر سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول لا نورث ما ترکنا صدقة انما یأکل ال محمد من هٰذا المال قال ابوبکر رضی اللّٰہ عنه و اللّٰہ لا ادع امراً رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یصنعهٗ فیه الّا صنعته "قال" فهجرته فاطمة فلم تکلمه حتّٰی ماتَتْ۔

(الصحیح البخاری المجلد الثانی، کتاب الفرائض، باب قول النبی ﷺ لا نورث ما ترکنا صدقۃ صفحہ ۹۹۶، طبع مجتبائی ۔ نور محمدی دہلی)

۳

مسند ابی عوانہ جلد رابع میں منقول ہے:

حدثنا الدبری عن عبدالرزاق عن معمر عن الزهری عن عُروة عن عائشة (رضی اللّٰہ تعالٰی عنها) ان فاطمة رضی اللّٰہ عنها و العباس رضی اللہ عنہ اتیا ابابکر رضی اللہ عنہ یلتمسان میراثهما من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم و هما حینئذٍ یطلبان ارضهٗ من فدك و سهمهٗ من خیبر فقال لهما ابوبکر رضی اللّٰہ عنه انی سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لا نورث ما ترکنا صدقة انما یأکل ال محمد (صلی اللّٰہ علیه وسلم) من هٰذا المال و انی و اللّٰہ لا ادع امراً رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یصنعهٗ الا صنعتهٗ "قال" فهجرته فاطمة فلم تکلمه فی ذالك حتّٰی ماتت فدفنها علی رضی اللّٰہ عنه لیلًا و لم یؤذن ابابکر رضی اللّٰہ عنه ۔ الخ"

(مسند ابی عوانہ، جلد رابع صفحہ ۱۴۵-۱۴۶ باب اخبار الدالۃ علی الاباحۃ ان یعمل فی اموال من لم یوجف علیہ الخیل ۔ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن)

۴

علامہ ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی نے اپنی تصنیف مشہور السنن الکبریٰ جلد سادس میں اس روایت کو درج کیا ہے:

اخبرنا ابومحمد عبداللّٰہ بن یحیٰی بن عبدالجبار ببغداد انا اسماعیل بن محمد الصفار ثنا احمد بن منصور ثنا عبدالرزاق انا معمر عن الزهری عن عروة عن عائشة ان

فاطمه والعباس اتیا ابابکر یلتمسان میراثهما من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وهما حینئذ یطلبانِ ارضه من فدك و سهم من خیبر فقال لهما ابوبکر سمعت رسول اللّٰه یقول لا نورث ما ترکناه صدقة انما یاکل ال محمد من هذا المال واللّٰه انی لا ادع امراء رأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یصنعه بعد الا صنعته قال فغضبت فاطمةؓ فهجرته فلم تکلمه حتٰی ماتت قد فنها علی لیلاً ولم یؤذن بها ابابکر الخ۔

(السنن الکبریٰ بیہقی جلد سادس ص300 کتاب قسم الفئی والغنیمہ الخ)

۵

مسلم شریف میں ہے:

عن ابن شهاب (الزهری) عن عروه عن عائشه (مطالب کی تمام سابقہ روایات کی طرح درج ہے اگرچہ رُوات کی جانب سے تصرف وتغیر پایا گیا ہے تاہم اس میں عبارت ہذا موجود ہے..... قال فهجرته فلم تکلمه حتٰی توفیت الخ۔

۶

تاریخ الامم والملوک لابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ میں ہے:

حدثنا ابو صالح الضراری قال حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن الزهری عن عروة عن عائشة رضی اللّٰه عنها ان فاطمة و العباس اتیا ابابکر یطلبان میراثهما من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم و هما حینئذٍ یطلبان ارضهٗ من فدك و سهمه من خیبر فقال لهما ابوبکر رضی اللّٰه عنه اما انی سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول لا نورث ما ترکنا صدقة انما یاکل آل محمد صلی الله علیه وسلم فی هٰذا المال و انی و اللّٰه لا ادع امراً رأیت رسول اللّٰه (صلی اللّٰه علیه وسلم) یصنعه اِلا صنعتهٗ "قال" فهجرتهٗ فاطمة فلم تکلمه فی ذالك حتٰی ما تت فدفنها علی رضی اللّٰه عنه لیلا و لم یؤذن بها ابابکر الخ"۔

(تاریخ ابن جریر طبری، صفحہ ۲۰۱-۲۰۲ جلد ثالث، تحت حدیث السقیفہ، السنۃ الحادی عشرۃ)

حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ نے البدایہ جلد خامس صفحہ ۲۸۵-۲۸۷ باب بیان ''انه علیه السلام قال لا نورث'' میں یہ روایت بخاری سے نقل کی ہے وہاں روایت میں اسی طرح لفظ درج ہیں کہ ''قال فهجرته فاطمة فلم تکلمه حتی ما تت'' یعنی کشیدگی کے الفاظ بعد از قال روایت میں مندرج پائے گئے ہیں۔ سند ہذا میں زہری موجود ہے۔

۷

سابقہ حوالہ جات قال کے متعلق اہل سُنت کی کتابوں میں سے نقل کیے ہیں۔ اب یہ ایک حوالہ شیعی کتب سے بھی بطور

تائید مسئلہ یا بطور الزام تحریر کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمادیں۔

ابن ابی الحدید شیعی معتزلی ان کے مشہور عالم ہیں اور نہج البلاغہ کے قدیمی شارح ہیں۔ انہوں نے اپنی شرح ہذا میں فدک کے لئے ایک طویل بحث کی ہے، تین فصلیں قائم کی ہیں۔ الفصل الاول میں ابوبکر الجوہری سے مکمل سند کے ساتھ مطالبۂ فدک کی روایت ذکر کی ہے وہاں لفظ قَالَ روایت میں موجود ہے اور بعد از قَالَ الفاظ وہی منقول پائے گئے ہیں جو سابقہ حوالہ جات میں درج ہیں۔ تمام روایت ملاحظہ ہو۔

شیعی روایت میں لفظ ''قال'':

"قال ابوبکر (الجوهری) اخبرنا ابو زید قال حدثنا اسحاق بن ادریس قال حدثنا محمد بن احمد عن معمر عن الزهری عن عروة عن عائشة ان فاطمة و العباس اتیا ابابکر یلتمسان میراثهما من رسول الله صلی الله علیه و اله و هما حینئذٍ یطلبان ارضه بفدك و سهمهٗ بخیبر فقال لهما ابوبکر انی سمعت رسول الله صلی الله علیه و اله یقول لا نورث ما ترکنا صدقة انما یأکل آل محمد صلی الله علیه و اله من هٰذا المال و انی والله لا اغیّر امراً رأیتُ رسُول الله صلی الله علیه و اله یصنعهٗ الاصنعتهٗ قال فهجرته فاطمة فلم تکلمه حتی ماتت"۔

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی معتزلی، جلد رابع صفحہ ۱۱۲ بحث فی ذکر ما جریٰ علی فدک بعد رسول اللہ ﷺ الخ طبع بیروت شام در چہار جلد کلاں)

اگر بعض لوگ یہ خیال کریں کہ یہ سُنیوں کی روایت ہے (جو ابھی ابوبکر جوہری کی سند سے نقل ہوئی) اور جوہری ہذا سُنی ہے اس سے ان پر الزام کیسے قائم ہوسکتا ہے؟؟

تو اس کا مختصر و معقول جواب یہ ہے کہ

ابوبکر الجوہری کا مقام:

1. کتاب شرح نہج البلاغہ حدیدی ابوبکر جوہری کی روایات سے مملو ہے۔ اول، اوسط آخر کتاب میں سب جگہ ابن ابی الحدید نے اس کی روایات اپنی تائید میں مدون کی ہیں اور حدیدی کے جس مقام سے ہم نے روایت مندرجہ نقل کی ہے وہاں حدیدی نے بحث فدک کے لئے تین فصل قائم کیے ہیں وہاں بحث ہذا کی ابتدا میں تصریح کردی ہے کہ و جمیع ما نوردهٗ فی هٰذا الفصل من کتاب ابی بکر احمد بن عبد العزیز الجوهری فی السقیفة و فدك و ما وقع من الاختلاف و الاضطراب عقب وفاة النبی صلی الله علیه وسلّم۔
2. دوسری یہ عرض ہے کہ جوہری بزرگ نے ایک مستقل کتاب بنام کتاب السقیفہ تصنیف کی ہے۔ یہ چیز اس کے تشیّع کی قوی علامت ہے۔ اہلِ سُنت کو اس واقعہ کے لئے (یعنی سقیفہ کے لئے) الگ کتاب مُرتب کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ جس طرح خم غدیر کے واقعہ کے لئے یہ لوگ بڑی بڑی تصانیف مُرتب کرتے ہیں، اہلِ سُنت کو اس میں

الگ الگ کتاب مرتب کرنے کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح یہ بھی ہے۔

٣ تیسری یہ چیز ہے کہ ابوبکر جوہری ان کی معتبر کتاب ''فروع کافی'' جلد اول کتاب الصلوۃ باب السجود والتسبیح صفحہ ۱۹۱ طبع نول کشور لکھنو، میں سند میں موجود ہے۔ اور اصولِ اربعہ کے لئے معتبر راوی ہے۔ اسی طرح اُصولِ اربعہ کی کتاب ''تہذیب الاحکام'' باب کیفیۃ الصلوۃ جلد ا، صفحہ ۱۷۲۔ طبع ایرانی قدیم طبع تختی کلاں ٹی سند میں موجود ہے ثقہ راوی ہے۔ علیٰ ہٰذ القیاس ان کی اصولِ اربعہ میں یہ بہت جگہ راوی ہے۔

٤ چوتھی یہ گذارش ہے کہ شیعی تراجم کی معتبر کتابوں میں اس کا تذکرہ دریافت کیا گیا ہے وہاں اس کی توثیق موجود ہے اس پر کچھ ردنہیں کیا گیا۔ اگر یہ شخص قابلِ رد ہوتا تو اس کے ترجمہ میں اس کو رد کر دیتے اور اس کی تنقیص واضح کر دیتے۔ کسی جرح کا نہ پایا جانا یہی اس کے عند الشیعہ مقبول ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ عباراتِ ذیل ملاحظہ ہوں۔

① ''جامع الرواۃ'' محمد بن علی الاردبیلی، جلد اصفحہ ۵۲ میں درج ہے۔

احمد بن عبد العزیز (ق-ست) الجوهری له کتاب السقیفة الکوفی الخ۔

② ''رواضات الجنات'' خوانساری الموسوی، (میرزا محمد باقر) صفحہ ۱۱۱ پر درج ہے کہ ''منهم الشیخ المتقدم البارع احمد بن عبد العزیز الجوهری صاحب کتاب السقیفة الذی یعتمد علی النقل عنه ابن ابی الحدید وغیرهٗ''۔

③ ''مجمع الرجال'' (مولیٰ عنایت اللہ علی القہپائی) جلد اصفحہ ۱۲۳ پر درج ہے (ست) احمد بن عبد العزیز الجوهری لہٗ کتاب السقیفہ''۔

نوٹ: لفظ (ست) سے مراد ''فہرست'' شیخ ابی جعفر طوسی ''شیخ الطائفہ'' ہے یعنی اس میں یہ جوہری بزرگ مندرجہ ، مذکور ہے۔

حاصل یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں دلالت کرتی ہیں کہ جوہری صاحب دوستوں کے فریق کے یگانہ فرد ہیں اور ان کے مذہب کے خاص آدمی ہیں فلہٰذا ان کی روایات ومرویات اہلِ سنت کی روایات نہیں ہوسکتیں۔ ان گذارشات کے بعد اصل مسئلہ کی طرف عود کرتے ہوئے لکھا جاتا ہے۔ بہر کیف روایت ہٰذا میں لفظ قال کے ساتھ راوی کا ادراج اس مقام میں مسلم و متیقن ہے یہ قریباً چھ مقامات ومواضع میں لفظ قال کا پایا جانا کوئی اتفاقی امر نہیں ہے بلکہ واقع میں یہ اضافہ فی الروایۃ ہے۔ اُمید ہے کہ حق پسند طبائع اور حمایتِ حق کرنے والے علماء اس کو شرفِ قبولیت بخشیں گے۔

بعد ازاں یہ چیز مزید قابلِ وضاحت باقی ہے آیا قال کے ساتھ جو ادراج فی الروایۃ کا مسئلہ ثابت کیا گیا ہے یہ فاضل زہری سے صادر ہوا ہے؟ یا کہ قال کا فاعل کوئی دوسرا راوی ہے؟

تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ ہمارا پختہ خیال ہے کہ یہ ادراج زُہری کی ہی طرف سے ہے۔ اس چیز کے ثبوت کے لئے ہمارے پاس قرائن وشواہد موجود ہیں۔ بلا دلیل اور سینہ زوری سے یہ مسئلہ نہیں طے کیا گیا۔ آئندہ سطور میں اہم اس چیز کے متعلقات پیش کرتے ہیں۔ بنظرِ غائر ملاحظہ فرما کر حق بات کی حمایت فرمادیں۔

محدّثِ زُہری کے متعلقہ کوائف

ان کا پورا نام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبد اللہ بن شہاب الزہری (المتوفی ۱۲۴ھ) ہے۔ پہلی یہ گذارش ہے کہ ہمارے تراجم و رجال کی کتابوں میں ان کی بڑی توثیق موجود ہے۔ بڑے پایہ کے محدث اور فاضل ہیں جو چیزیں ہم آئندہ سطور میں درج کررہے ہیں ان کی اتنی حیثیت ہی آپ تصور کرلیں کہ ان کی تصویر کا دوسرا رُخ یہ بھی ہے جو ہم نے مختلف مواضعات سے فراہم کرکے پیش کردیا ہے۔

ایک چیز تو اس مقام میں وہی ہے جو سابقاً ہم نے ذکر کردی ہے یعنی مطالبۂ فدک وخمسِ خیبر وغیرہ کی روایت میں جہاں کہیں کشیدگی و رنجیدگی کے الفاظ (مثلاً غضبناک ہونا، ہجران، عدمِ تکلم، عدمِ اطلاع وفاتِ فاطمہ وغیرہ وغیرہ) دستیاب ہوئے ہیں وہاں سند میں ابنِ شہاب زہری ضرور موجود ہے۔ زُہری سے خالی سند تاحال نہیں ملی۔ یہ امر اس بات کا مستقل قرینہ ہے کہ قَالَ کا فاعل ان مقاماتِ مذکورہ میں یہی ابنِ شہاب زہری ہے دوسرا شخص نہیں ہے۔

نیز ابنِ شہاب زُہری کے متعلق بعض کتابوں میں یہ چیز ملتی ہے کہ یہ صاحب بعض اوقات روایات کی وضاحت کے لئے ازخود تفسیر کردیتے تھے پھر اس مفسرانہ کلام کے تفسیری حروف و اداۃ کو بعض مواضع میں ساقط بھی کردیتے تھے۔ اس طریقہ سے روایت کے اصل الفاظ اور تفسیری الفاظ میں فرق نہیں ہوسکتا تھا بلکہ نفس الامر میں اختلاط ہوجاتا تھا۔

زُہری کے اِس طریقۂ کار کو علامہ سخاوی نے اپنی کتاب فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث للعراقی بحث مُدرج میں ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر ؒ نے اپنی تصنیف ''النکت'' میں لکھا ہے، فرماتے ہیں کہ

"كذا كان الزهرى يفسر الاحاديث كثيراً و ربما اسقط اداة التفسير فكان بعض قرانه دائمًا يقول لهٗ افصل كلامك من كلام النبى صلى الله عليه وسلم الى غير ذالك من الحكايات"۔

(النکت علی کتاب ابن صلاح و الفیۃ للعراقی لابن حجر عسقلانی۔ تحت النوع العشر ون (المدرج) قلمی در کتب خانہ پیر جھنڈا (سندھ)

◆ فتح المغیث سخاوی صفحہ ۱۰۳ بحث مدرج مطبوعہ انوار محمدی لکھنو۔ طبع قدیم۔

اب اس چیز کی مزید وضاحت کے لئے (ابن شہاب) کے متعلق چند ایک حوالہ جات ناظرینِ کرام کی خدمت میں ہم پیش کرتے ہیں کہ جن سے بعض روایات میں ان کا طریقِ کار مزید روشن ہوجائے گا اور بعض اقران جو زہری کو بطورِ نصیحت افہام و تفہیم کررہے ہیں وہ بھی متعین ہوسکیں گے۔

ایک تو امام بخاری ؒ نے اپنی تاریخ کبیر جلد ثانی، قسم اول صفحہ ۲۶۲۔ تذکرہ ربیعہ بن ابی عبد الرحمن (ربیعۃ الرائی) میں امام مالک ؒ کے حوالہ سے زہری کے حق میں ربیعہ ہذا کا قول ذکر کیا ہے وہ ملاحظہ فرمادیں۔

قال عبد العزيز بن عبد الله حدثنا مالك كان ربيعة يقول لا بن شهاب ان حالتى ليس تشبه حالك انا اقول برأيٍ من شاء اخذهٗ ۔ و انت عن النبىّ صلى الله عليه وسلم

فتحفظ"۔ الخ ۔ [illegible]

دوسرا خطیب بغدادی نے اپنی کتاب "الفقیه و المتفقه" باب ذکر اخلاق الفقیه و ادبه و ما یلزمه استعماله مع تلامیذهٖ و اصحابه" میں دو روایتیں اپنی مکمل سند کے ساتھ درج کی ہیں وہ ملاحظہ فرمادیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے بعد زہری کا طریق کار (بعض روایات میں) آپ پر پوری طرح منکشف ہو جائے گا، یہاں ان کے ہم عصر ربیعہ مذکور اور زہری صاحب ان دونوں کی باہمی گفتگو ہو رہی ہے۔

① اخبرنا عثمان بن محمد بن یوسف العلّاف انبأنا محمد بن عبد اللّٰه الشافعی حدثنا ابو اسماعیل الترمذی حدثنی ابن بکیر حدثنا اللیث قال قال ربیعة لابن شهاب یا ابابکر اذا حدثت الناس برأیك فاخبرهم بانّه رأیك و اذا حدثت الناس بشیءٍ من السُّنة فاخبرهم انه سُنّةٌ لا یظنون انهٗ رأیك"۔

② اخبرنا محمد بن الحسن بن الفضل القطان اخبرنا عبد اللّٰه بن جعفر بن درستویه حدثنا یعقوب بن سفیان ثنا محمد بن ابی زکریا انبأنا ابن وهب قال حدثنی مالك قال قال ربیعة لا بن شهاب اذا اخبرت الناس بشیءٍ من رایك فاخبرهم انهٗ رایك"۔

(کتاب "الفقیہ والمتفقہ" للخطیب للبغدادی۔ باب ذکر اخلاق الفقیہ وادبہٖ الخ صفحہ ۱۴۸۔ طبع مکہ شریف)

تیسرا حافظ شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تاریخ الاسلام وطبقات المشاہیر و الاعلام میں بعبارت ذیل ربیعہ مذکور کی کلام ذکر کی ہے جو علامہ زہری کے ساتھ ہوئی۔

"قال الاویسی قال مالك کان ربیعة یقول للزهری انَّ حالی لیست تشبّه حالك قال و کیف؟ قال انا اقول برأیٍ من شاء اخذهٗ و من شاء ترك و انت تحدث عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فیحفظ"۔ (تاریخ اسلام ذہبی جلد خامس، صفحہ ۲۴۸۔ تذکرہ ربیعۃ الرأی۔ طبع مصر)

حاصل یہ ہے کہ فاضل سخاوی کی عبارت میں بعض اقران جو مذکور ہے اس سے مراد ربیعۃ الرأی ہے۔ ربیعہ علامہ زہری کو نصیحت کرتے ہیں کہ جب لوگوں کو آپ روایت بیان کریں تو اپنی رائے اور روایت میں فرق قائم رکھا کریں۔ تاکہ لوگوں کو آپ کی رائے میں اور روایت میں مفارقت معلوم ہو سکے، دونوں میں تخلیط نہ رہے۔

ناظرین باتمکین پر عیاں ہوگیا کہ ابنِ شہاب زُہری اپنی مرویات میں اختلاط وتخلیط فرمایا کرتے تھے اس وجہ سے ان کے ہم عصر حضرات کو اس گفتگو اور اس مکالمہ کی ضرورت پیش آتی۔

نیز اہلِ علم کے اطمینان کے لئے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ علامہ ابنِ شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کے ادراجات فی الروایات بے شمار پائے جاتے ہیں۔ بہت سے اکابر علماء مثلاً دارقطنیؒ، طحاویؒ، ابن عبدالبر، بیہقیؒ، ابوبکر الحازمیؒ، امام نوویؒ، جمال الدین الزیلعیؒ، ابن کثیرؒ، ابن حجر عسقلانیؒ، جلال الدین سیوطیؒ اور ملا علی قاری وغیرہم نے زُہری کے ادراجات کو تصریحاً ذکر کیا ہے اور ان کی

عبارات کو ہم نے جمع کیا ہے۔

اس عنوان کی تفصیل بہت طویل ہے ہم نے اختصار کے پیش نظر صرف کتابوں کے نام وحوالے درج کر دیئے ہیں۔



افتراء

حضرت عمرؓ نے جناب فاطمہ الزہراؑ کا میراث نامہ پھاڑ دیا تھا۔ (انسان العیون)

الجواب:

انسان العیون کے مؤلف علی بن برھان نے سبط ابن جوزی کے کلام سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت فاطمہ الزہراؑ کا نوشتہ میراث پھاڑ ڈالا تھا۔ یہ روایت بھی روافض کی خانہ ساز فیکٹری میں تیار ہوئی ہے سبط ابن جوزی جیسے رافضی دماغ کی مشین میں تیار ہونے والی روایت کو ہمارے کھاتے میں ڈالنے کی یہ بے جا کوشش ہے اس روایت کے مرکزی کردار جناب سبط ابن جوزی ہیں جن کے بارے کچھ ملاحظہ فرمائیں۔

سبط ابن جوزی جو ابن جوزی کا نواسہ ہے اسکا نام یوسف کنیت المظفر اور لقب شمس الدین ہے۔ علامہ حافظ محدث شمس الدین ذھبیؒ اپنی مشہور کتاب میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں:

و الف کتاب مرأة الزمان افتراه یاتی فیه بمناکیر الحکایات و ما اظنه ثقته فیما ینقله بل یجنف ویجاز ثم انه۔

یہ ہے کہ اس نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جسکا نام مرؤۃ الزمان ہے پس اس کتاب میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایسی حکایات لاتا ہے۔ جو قابل انکار ہوتی ہیں یہ شخص جو کچھ بھی نقل کرتا ہے میں اس کو قابل اعتبار نہیں جانتا بلکہ یہ شخص تو حق سے ہٹی ہوئی باتیں اور وہ باتیں جو قاعدہ کے خلاف ہوں بغیر سوچے سمجھے لکھ دیتا ہے اسکے بعد یہ بھی ہے کہ رافضیوں کی سی باتیں لکھتا ہے اس نے رافضی مذہب کے حق میں ایک کتاب بھی لکھی ہے ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس سے عافیت میں رکھے۔ (میزان الاعتدال ج ۴ صفحہ ۴۷۱ طبع جدید، میزان الاعتدال ج ۳ صفحہ ۳۳۳ مطبوعہ مصر)

حافظ ابن حجر عسقلانی واعظ موصوف کے بارے میں فرماتے ہیں:

سبط ابن جوزی نے اپنے نانا سے روایت لی ہے اور دوسرے علماء سے بھی روایت کی ہے اور ایک کتاب مرأۃ الزمان (تاریخ میں) تصنیف کی ہے اس کتاب میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ناپسندیدہ حکایات درج کرتا ہے اور میں اس شخص کو اس کی نقل میں لائق اعتبار نہیں جانتا۔ بلکہ یہ شخص تو حق سے دور باتیں لکھتا اور گپیں ہانکتا ہے۔ پھر یہ بات بھی تحقیقی ہے کہ یہ رافضی ہوگیا تھا اور اسکی ایک کتاب رافضیہ کی تائید میں ہے اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں عافیت میں رکھے۔ ۶۵۴ھ دمشق میں فات پائی حضرت شیخ محی الدین سوسی نے فرمایا کہ جب میرے جد امجد کو سبط کی موت کی خبر ملی تو انکی زبان سے بے ساختہ صادر ہوا خدا اس پر اپنی رحمت نازل نہ کرے وہ تو رافضی تھا۔ (لسان المیزان ج ۶ صفحہ ۳۲۸ لابن حجر عسقلانی)

تقریباً یہی عبارت جواہر مضیہ ج ۲ صفحہ ۲۳۱ پر موجود ہے جس میں صاحب جواہر نے علامہ ذہبی کی تائید کی ہے۔ نیز کشف الظنون ج ۲ صفحہ ۱۶۴۷ پر بھی وہی تحقیق مرقوم ہے جو میزان الاعتدال میں لکھی ہوئی ہے۔ ارباب علم نے اسکے تغیر مسلک کی کہانی بھی رقم فرمائی ہے کہ کبھی یہ حنبلی اور کبھی حنفی اور کبھی کچھ اور مذہب اختیار کرتا تھا۔ اس کی یہ عادت تھی کہ آئے روز اپنا مذہب تبدیل کرتا تھا مگر علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ روزانہ کا مذہب تبدیل کرنا صرف تقیہ تھا ورنہ اندر سے وہ اپنے اسی تقیہ والے پرانے مذہب پر ہی تھا چنانچہ لکھتے تھے:

وعندی انه لم ینتقل عن مذهبه الافی الصورة الظاهر۔

یعنی میرے نزدیک پختہ بات یہ ہے کہ وہ ظاہری طور پر اپنے پرانے مذہب سے منتقل ہوا تھا دل سے پرانے مذہب ہی کا معتقد تھا۔ (لسان المیزان ج ۶ صفحہ ۳۲۸)

روافض کے ہاں ایک مذہب سے دوسرے تیسرے مذہب کی طرف رجوع کرنا تقیہ کہلاتا ہے یہ انکے ہاں مذہب کی خدمت کا ایک طریقہ جانا جاتا ہے بہر حال ہماری ان گزارشات سے واضح ہوگیا کہ مذکورہ روایت رافضی میٹریل سے تیار ہوئی ہے جیسا کہ اس روایت کے مرکزی کردار کا حال آپ نے ملاحظہ فرمالیا۔

علامہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں اس روایت کو جھوٹا قرار دیا ہے:



افتراء

حضرت علیؓ کی غیرت پر رکیک حملہ۔ (اسد الغابہ، الصواعق الحرقہ، اعلام النساء)

الجواب:

حضرت عمرؓ کا سیدہ ام کلثوم بنت حضرت علی المرتضیٰؓ (جو بیٹی سیدہ فاطمہ الزہراؓ سے تھیں) سے نکاح ہوا۔ فریقین کی کتابوں میں اس نکاح کا ذکر موجود ہے اس ضمن میں یار لوگ آبروئے خاندان رسول کا پاس لحاظ رکھے بغیر ہوائی باتوں کو اڑاتے ہیں حالانکہ اہل السنّت کے ہاں قبول روائت کے معیار سے واقف بھی ہیں مگر سنی کتابوں میں سے وہ کتابیں جو غیر معتبر بلا سند اور قصوں کہانیوں پر مشتمل ہیں اور جسمیں عام طور پر کرم فرما اپنی باتیں ملا جلا چکے ہیں انکا حوالہ دیکر سنی کتابوں میں ایسی خرافات ہونے کا اعلان کرتے پھرتے ہیں حالانکہ دیانت داری کا تقاضہ ہے کہ غیر معتبر اور بے سند روایات کی بنا پر الزام دینے کی بجائے معتبر کتابوں میں درج باتوں کو کسی مکتب فکر کا نظریہ قرار دینا چاہئے، بہر حال اس واقعہ کے بارے میں چند وضاحتی باتیں ملاحظہ ہوں۔

1- محمد باقر کی طرف منسوب شدہ بعض روایات میں یہ واقعہ کہ شادی کے بعد ام کلثومؓ حضرت عمرؓ کے گھر تشریف لے گئیں نقل کیا جاتا ہے اس بارے میں محدثین کرام مختلف روایات کو سامنے رکھ کر واقعہ کی صحیح صورت حال سے آگاہی حاصل کرتے ہیں کیونکہ راویوں کا کبھی کبھی تصرف واقعہ کی صحیح صورت حال سے آگاہی میں رکاوٹ بن جاتا ہے

چنانچہ واقعہ کی درست صورت کو۔ (طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۳۴۰)

تذکرہ ام کلثوم بنت علی طبع لندن یورپ میں ذکر کیا گیا ہے ارباب علم وہاں ملاحظہ فرما کر تسلی کر سکتے ہیں۔

اس روایت کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے کہ اصل چیز اتنی ہی ہے کہ سیدہ حضرت عمرؓ کے گھر تشریف لے گئیں باہمی رضا مندی ہو جانے کے بعد نکاح ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اولاد سے نوازا بیٹا ہوا جس کا نام زید رکھا گیا اس واقعہ کو منکر الفاظ قبیح عبارات کی صورت میں جہاں کسی نے ذکر کیا ہے وہ راویوں کی زیادتی اور اضافہ ہے۔

2- امام محمد بن باقر کی جو روایت ہم نے ذکر کی ہے وہ ان تمام الفاظ سے محفوظ ہے جو نازیبا اور غیر مناسب ہیں اس کے علاوہ کچھ مزید روایاتِ بھی ہیں جنکی نسبت امام محمد باقر کی طرف کی جاتی ہیں حالانکہ وہ تمام روایات منقطع ہیں یعنی جن روایات میں نازیبا الفاظ کا ذکر ہے وہ سنداً منقطع اور متناً شاذ ہیں گویا امام محمد سے دوطرح کے الفاظ پر مشتمل روایات ہیں ایک وہ کہ جن میں کوئی لفظ غیر مناسب نہیں اور دوسری وہ جن میں غیر مناسب الفاظ موجود ہیں اور اہل علم کا ضابطہ یہ ہے کہ جب کسی امام سے ایسی روایات منقول ہوں جو معروف الفاظ پر مشتمل بھی ہوں اور منکر الفاظ پر مشتمل بھی تو منکر الفاظ سے محفوظ روایت کو قبول کیا جائے گا۔

علامہ ابن حجر مکی الہیثمی نے اپنی کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر صفحہ ۲۸ اور علامہ ابن عابدین الشامی نے ردالمختار حاشیہ درالمختار ج ۳ صفحہ ۴۴۷ باب المرتد میں یہ ضابطہ نقل کیا ہے۔

واذا اختلف الامام فیوخذ بما یوافق الادلة الظاهره و یعرض عما خالفها۔

یعنی جب کسی امام کے بیان میں اختلاف پایا جائے تو جو امر ان بزرگوں کی امانت، دیانت اور تقویٰ کے مناسب ہوگا وہی تسلیم کیا جائے گا اور جو اس کے معارض ہوگا وہ لائق اعراض ہوگا۔

نیز یہ ضابطہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جو روایت عقل اور عادت کے موافق پائی جائے گی وہ لائق قبول ہوتی ہے اور جو عقل اور عادت کے برعکس ہو وہ قابل اعتبار نہیں ہوتی ابن عراق کنانی نے تنزیہ الشریعہ المرفوعہ میں اسے بیان کیا ہے۔

لہٰذا یہ واقعہ مذکورہ میں نامناسب الفاظ کا استعمال عقل اور امام موصوف کے اخلاق فاضلہ اور عادات شریفہ کے خلاف ہے۔

3- یہ بات فریقین کے مابین مسلم ہے کہ ارباب علم کے کلام میں بعد والوں نے کافی کچھ داخل کر دیا بالخصوص امام محمد باقر کے کلام میں لوگوں نے بہت کچھ ملا دیا ہے وہ الفاظ جو امام موصوف نے ارشاد ہی نہیں فرمائے انھیں بھی امام موصوف کی طرف منسوب کر دیا ہے رجال کشی وغیرہ میں ایسے ہی حالات پر امام الصادق نے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے ہماری طرف سے جھوٹی باتیں نشر کرنا شروع کر دی ہیں مغیرہ بن سعید نے میرے باپ کی طرف سے ایسی روایت نقل کی ہیں جو میرے والد گرامی نے بیان ہی نہیں کی لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ہماری طرف منسوب ایسی روایات مت قبول کر جو ہمارے رب تعالیٰ اور ہمارے نبی ﷺ کے ارشادات کے خلاف ہیں۔

(رجال کشی صفحہ ۱۴۶ مطبوعہ بمبئی، تنقیح المقال لعبداللہ المامقانی صفحہ ۲ ج ۱)

امام باقر کے بیٹے اپنے باپ سے روایات نقل کرنے میں اس افترا بازی اور جھوٹ کی ملاوٹ کا اعلان فرما رہے ہیں جو بعد والوں نے ان کے کلام میں ملا دیا معلوم ہوا کہ امام محمد باقر کے کلام میں مغیرہ بن سعید اور ان جیسوں نے بہت کچھ ملا جلا دیا ہے جب یہ بات واضح ہوگئی کہ امام موصوف کے کلام میں یار لوگوں نے جھوٹی باتیں خلط ملط کردی ہیں تو ایسی روایات جو ان کی طرف منسوب ہوں ان کو آنکھیں بند کر کے کیسے قبول کیا جا سکتا ہے۔

4- مقام غور ہے کہ سیدہ ام کلثومؓ اور سیدنا حضرت عمرؓ کے باہمی عقد کے بعد مکان واحد میں دو ہی افراد ہیں ان دو کی باہمی باتوں کو کوئی تیسرا نہیں سن رہا سوال یہ ہے کہ یہ راز باہر تک کس نے افشاء کر دیا کیا حضرت عمرؓ نے یا سیدہؓ نے ارباب دانش جان لیں کہ یہ دونوں صورتیں فہم و عقل اور عادت کے سراسر خلاف ہیں جب ان دونوں میں سے کوئی ایسی باتیں نہیں کہ سکتا تو تیسرا فرد وہاں کوئی موجود نہیں پھر یہ باتیں راویوں تک کہاں سے پہنچیں؟ کیا ان روایات میں منکر اور خلاف حقیقت باتوں کے موجود ہونے کیلئے اتنی سی بات کافی نہیں؟ بہر حال یہ بات سراسر جھوٹی ہے کہ سیدہؓ اور ان کے شریک حیات کے درمیان کوئی نامناسب گفتگو ہوئی ہو مگر اس قصہ خوانی کے جھوٹے ہونے کے باوجود دوستی کے روپ میں کچھ لوگ دشمنی کرتے ہیں اس دشمنی کا بے نقاب چہرہ دیکھنے کے لئے ذرا یہ سرخی بھی ملاحظہ فرمالیں۔

حضرت علیؓ نے بیٹی کو بناؤ سنگھار کے ساتھ حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا جنھوں نے بوس و کنار کیا تحقیقی دستاویز صفحہ ۳۶۲ فرمایئے اس لایعنی اور گستاخانہ جملے کو ایسی واہی تباہی روایات کی بنیاد پر مان لینا جن کا حال ہم ابھی ذکر کر چکے کسی محب کا یہ کام ہو سکتا ہے؟

5- ہم عرض کر چکے ہیں امام موصوف کے کلام میں الحاقات ہوئے۔ اور یہ کہ اہل سنت کی کتابوں میں رافضی راویوں نے بہت کچھ اپنا بنایا ہوا گند ڈال دیا اور یہ کہ اہل علم نے کئی مواقع پر اسکی وضاحت بھی کردی تو اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ یہ الفاظ کس نے ایجاد کیے ملاوٹ کرنے والے اور شرافت و اخلاق سے گرے ہوئے یہ الفاظ کس نے ملائے؟ قرائن سے یہ بات معلوم کی جاسکتی ہے کہ یہ الفاظ اُن ہی لوگوں نے ملائے جن کی ملاوٹ اور امام موصوف کے کلام میں افترا بازی پر ابن امام محمد باقر نے احتجاج کیا۔ گذشتہ صفحہ پر رجال کشی کے حوالے سے اس احتجاج والی روایت گزر چکی ہے، نیز آدمی عادتوں سے پہچانا جاتا ہے زوجین کے ذاتی معاملات کو بیان کرنے یا پھیلانے کی عادت وہی اپنا سکتا ہے جو اس طرح کی عادتوں میں پہلے مبتلا رہا ہو غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی قبیلہ رافضیہ کے لوگ ایسی باتیں بنانے بتانے اور سنانے کے ماہر پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ دنیائے رافضیت کے مشہور عالم اپنی سند سے یہ روایت نقل کرتے ہیں۔

عن جعفر عن ابیه علیهٔ السلام عن علی علیه السلام انه کان اذا اراد ان یبتاع الجاریة یکشف عن ساقها فینظر الیها۔ (کتاب قرب الاسناد لعبد اللہ بن جعفر الحمیری صفحہ ۴۹ تحت مرزیات الحسین بن علوان مطبوعہ تہران)

خلاصہ روایت کا یہ ہے کہ حضرت علیؓ جب کسی لونڈی کوخریدنے کا ارادہ فرماتے تو اسکی پنڈلی کھولتے اور اسے دیکھتے یعنی پنڈلی کھول کر دیکھنے کے بعد ہی اس لونڈی کوخریدتے تھے۔

ہم قارئین کی خدمت میں عرض گزار ہیں کہ **یکشف عن ساقیھا فینظر الیھا** کے الفاظ دیکھیں اور اُن روایات پر بھی ایک نظر ڈالیں جو بطور اعتراض کے پیش کی جاتی ہیں کہ روایت ہذا کے الفاظ اُن الفاظ سے کتنے مشابہت رکھتے ہیں تو چور کا پکڑنا بہت آسان ہوجائے گا اور یہ معلوم کرنا کچھ دشوار نہ رہے گا کہ کس جگہ اس طرح کی روایات تیار کی جاتی ہیں اور کون لوگ از:بوبان خدا پر اس طرح کے گندے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ فروع کافی ج ۲ صفحہ ۱۴۱ کتاب النکاح باب تزویج ام کلثوم پر یہ الفاظ بھی قابل غور ہیں۔ **ان ذالك فرج غضبناه** ہم اس جملے کا ترجمہ کرنے سے عاجز ہیں اور کروڑہا بار اس ظالمانہ زبان درازی اور آل رسول کی حرم پر زہریلے جملے بازی سے بے زاری کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی انجث ترین بدزبانی و بدکلامی سے پناہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

بہرحال ان الفاظ سے آپ کیلئے یہ پہچاننا بہت آسان ہوجائیگا کہ کس نے اسطرح کے الفاظ روایات میں ملاکر اُن بزرگان ملت کے کھاتے ڈال دیے۔



افتراء

مروان منبروں پر جمعہ کوحضرت علیؓ پرسب کرتا تھا۔ (صواعق)

الجواب:

مروان کے بارے میں یہ ایسا گھڑا ہوا جملہ ہے جس کی کوئی سند ہے اور نہ کوئی بنیاد۔ یہ روایت البدایہ کی آٹھویں جلد سے چلی ہے مگر کمال لطف کی بات یہ ہے کہ جس منزل سے اسکی ابتدا ہے وہاں ہی اس کا وجود بڑا خطرے میں ہے۔ البدایہ کے ایک نسخہ میں تو یہ روایت بلاسند موجود ہے جبکہ اسی البدایہ کے مصری نسخہ میں روایت موجود نہیں۔ حضرت مولانا محمد نافع صاحب **رحماء بینھم** میں لکھتے ہیں۔ یہ روایت البدایہ کے ایک نسخہ میں پائی جاتی ہے اور مصری نسخہ سے یہ روایت ساقط ہے اور البدایہ میں اس کے منقول عنہ اور ماخذ کونہیں بتایا گیا اور نہ ہی اسکی کوئی تخریج ذکر کی گئی ہے۔ روایت کا ایک نسخہ میں پایا جانا اور دوسرے سے ساقط ہونا منصف کے نزدیک اس کو مشکوک بنادیتا ہے۔ (رحماء بینھم حصہ صدیقی صفحہ ۲۱۷)

اب ارباب انصاف غورفرمائیں:

1- یہ روایت البدایہ کے ایک نسخہ میں ہے اور دوسرے میں نہیں۔

2- یہ روایت بالکل بے سروپا ہے یعنی اسکی کوئی سند اور اتہ پتہ نہیں۔

3- روایت کا ناقل ابن کثیر متوفی ۷۷۴ آٹھویں صدی کا شخص ہے پہلی صدی ہجری کا قصہ نقل کررہا ہے جس کی نہ کوئی سند اور نہ ہی کسی کتاب کا حوالہ! مزید لطف کی بات یہ کہ کتاب کے غیرمصری نسخہ میں یہ روایت موجود ہے جبکہ مصری

نسخہ میں نہیں! تو کیا ایسی روایت اس قابل ہے کہ اس پر اعتماد کیا جاسکے؟ جو روایت تقریباً ساڑھے سات سو سال تقیہ کے غار میں غائب رہی وہ ظہور امام سے قبل فکر خانہ ابن کثیر میں کہاں سے اور کس راستے سے ظہور پذیر ہوئی؟ ہم عرض کرتے ہیں کہ رافضی کمالات کا ایک یہ بھی ادنیٰ سا کرشمہ ہے اور ہاتھوں کی صفائی۔ جس نے صدیوں بعد صدیوں قبل کی روایات کو ایسی صفائی سے جنم دیا جسکی جائے پیدائش اور حسب نسب کا آج تک کسی کو پتہ نہ چلا اور آج کا تحقیقی دستاویز کا لکھاری ایسی بے نسب روایات تاریخ کی کتابوں سے نکال کر ان سے اہل السنّت کو الزام دینے لگا۔ جبکہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ ہماری کتابوں میں ایسی من گھڑت روایات یارلوگوں کی داخل کی ہوئی ہیں جو اہل علم کیلئے ہرگز لائق التفات اور قابل قبول نہیں۔

ابن حجر مکی نے تطہیر الجنان میں اس الزام کا خوب رد فرمایا ہے لکھتے ہیں:

یعنی اس قسم کی روایات کا جواب یہ ہے کہ اس نوعیت کی روایت مروان سے صحیح نہیں اور جو روایت اسطرح کی منقول ہے اس کی سند میں جرح وقدح پائی گئی ہے۔

(تطہیر الجنان واللسان لابن احمد بن حجر المکی الفصل الثانی بحوالہ رحماء بینھم حصہ صدیقی ص ۲۱۷)

نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر منبر پر حیدر کرار کے بارے میں سب کا یہ الزام درست ہے تو ایسے شخص کے پیچھے صحابہ کرام نمازیں کیوں پڑھتے تھے؟ ان کی امامت مسجد میں بالعوام کیسے درست ہوئی اور حسنین کریمین کی نمازوں کا کیا بنا؟ جو ان کے پیچھے کھڑے ہو کر حضرت حیدر کرارؓ پر سب کرتا تھا اور حضرت حسن مسجد میں بیٹھے سن رہے ہوتے تھے؟ اگر یہ الزام تسلیم کرلیا جائے تو صحابہ کرامؓ اور خانوادہ رسول ﷺ کی نمازوں کا درست قرار دینا کتنا دشوار ہوگا؟

سچ ہے ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کیلئے سو جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔

مروان پر سب حیدر کرارؓ کے جھوٹ کو ثابت کرنے کیلئے تو ہزار جھوٹ بھی کافی نہ ہوگا۔ بہرحال ان گزارشات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ الزام محض روافض کا تاریخ کی کتابوں میں تصرف ہے حقیقت کچھ بھی نہیں۔



افتراء

1- عمرو بن العاص نے حضرت علیؓ کو منبروں پر برا بھلا کہنے کا حکم دیا۔ (حضرت علی ابن ابی طالب)

2- عمرو بن العاص کے توہین علیؓ کے بارے میں خطرناک عزائم۔ (العامل)

الجواب:

حضرت علی ابن ابی طالب نامی کتاب ایک مصری صاحب علامہ عباس محمود العقاد مصری کی ہے جسکا انداز گفتگو ہی اعلان کررہا ہے کہ یہ عباس صاحب رافضی ہیں۔ ایسے ہی العامل کے مذکورہ اشعار سنی العقیدہ کے نہیں ہیں محض سینہ زوری یا کمال فریب کاری سے اہل اسلام کے کھاتے ڈالنے کی جسارت کی ہے۔ نہ یہ تحریرات اہل السنّت کی ہیں اور نہ اہل

السنّت پر ان رافضی تحریرات سے الزام دینا درست ہے۔



افتراء

بنوامیہ کے سلاطین، خلیفہ چہارم پر طعن و تشنیع کرتے تھے۔ (نفع المفتی والسائل)

الجواب:

یہ بنوامیہ کے سلاطین کے طعن و تشنیع والاقول ان مفتی صاحبان کا اپنا قول نہیں بلکہ ان مستی صاحبان نے یہ قول نزہۃ المجالس سے اخذ کیا ہے اور صاحب نزہۃ المجالس نے البدایہ لابن کثیر کے حوالے سے یہ قول نقل کیا ہے ابھی ایک دو صفحے پیچھے وضاحت سے لکھ چکے ہیں کہ یہ ایسی روایت ہے جس کا نہ سر ہے اور نہ پاؤں بالکل بے سند اور ایجاد شدہ کہانی ہے جس پر ارباب دانش کبھی اعتماد نہیں کرسکتے۔

3- کیونکہ اتنی بات ثابت ہو چکی ہے کہ شیعہ لوگوں نے اہل السنۃ والجماعۃ کی کتابوں میں اپنی طرف سے بہت کچھ ملا دیا ہے جس کا علم اہل علم کو سند دیکھنے سے ہو جاتا ہے اور بے سند باتوں کا تاریخ کی کتاب میں ہونا اسی ثبوت کو فنا کرنے کے لئے ہے جو سند کے ذریعہ اہل علم کو معلوم ہوتا ہے یہ بھی ان روایات میں سے ایک ہے جو یار لوگوں نے اہل سنت کی کتابوں میں انڈیل دی ہے۔



افتراء

1- معاویہ نے رسوا کن اور حیاء سوز بدعت منبروں پر تبرابازی ایجاد کی۔

2- بحکم امیر معاویہؓ منابر پر حضرت علیؓ کی شان میں گستاخیاں کی گئیں۔ یہ دونوں اعتراض حضرت عمر بن عبدالعزیز کی کتاب سے لیے گئے ہیں۔

الجواب:

مذکورہ کتاب اہل سنت کی نہیں کوئی تقیہ باز بزرگ ہی یہ سیاہ کارنامہ سرانجام دے رہا ہے ورنہ اس میں ایسے خلاف واقع اور بدیہی جھوٹ نہ لکھے ہوتے مذکورہ عکسی صفحوں کے "تقیہ "یعنی جھوٹ کے نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

1- جب یہ بات (علی) لگاتار لوگوں کے کان کھٹکھٹاتی رہے گی اور لوگوں کے دلوں میں ٹھونسی جاتی رہے گی تو ضرور لوگ اس سے متاثر ہوں گے اور انکے دل ہماری طرف جھک جائیں گے۔ (ص 371)

کیا گالیوں سے عوام کے دل جیتے جاسکتے ہیں اور یہ کہ مسلسل گالیاں دینے والوں کے پیچھے صحابہ کرامؓ نماز پڑھتے رہے ہوں گے؟ کیا سب علیؓ کرنے والوں کی اقتدا میں پڑھی ہوئی نمازیں قبول ہوں گی اور ایسے امام کا عزل کیا واجب نہیں؟ اگر ہے تو ایسے شخص کو حضرت حسنؓ و حسینؓ نے حکومت کیوں دی؟ یزید کے خلاف کربلا تشریف لے گئے تو اس بدترین بدعت کے

خلاف قدم کیوں نہ اٹھایا؟ کیا یہ جھوٹ سینکڑوں جھوٹ پیدا نہیں کرتا؟

2- لوگوں کے دلوں میں یہ بات بٹھا دی کہ خلافت میں بنو ہاشم کا حصہ نہیں (صفحہ 371) کیا حدیث پاک میں کہیں یہ بھی ہے کہ خلافت صرف بنو ہاشم کا حصہ ہے حالانکہ احادیث میں قریش کا ذکر ہے۔ لاکھ چھپائے مگر تقیہ کی ٹیوب لیک ہو ہی جاتی ہے"یہ جملہ کہ (لوگوں کے دلوں میں یہ بات بٹھا دی کہ خلافت بنو ہاشم کا حصہ نہیں) مصنف کتاب کے رفض کی کیا کافی دلیل نہیں؟

3- اسے (حضرت علیؓ کو) خلافت تک پہنچنے کا حق حاصل نہیں۔ (تحقیقی دستاویز صفحہ 371)

حالانکہ حضرت علیؓ کا خلیفہ حق یعنی خلیفہ راشد ہونا مسلم ہے اہل السنت والجماعت بالیقین حیدر کرارؓ کو خلفائے راشدین میں شمار کرتے ہیں۔

4- آپ کی رائے اور گمان کے خلاف یہ بدعت لوٹ گئی تھی۔ تحقیقی دستاویز صفحہ 372

حالانکہ خود مصنف کتاب کا خیال ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ خلافت تک یہ سب وشتم والی بدعت جاری رہی تھی کیا اس تضاد بیانی کو شعبدہ گاہ یا تقیہ ریسٹ ہاؤس کے سوا کسی اور جگہ پناہ مل سکتی ہے؟

5- معاویہؓ نے عید و بقرعید کے خطبوں کو مقدم کر دیا (صفحہ 372) حالانکہ حضرت امیر معاویہؓ نے عیدین پر خطبہ کو ہرگز مقدم نہیں کیا یہ صرف تبرا باز کا گھڑا ہوا افسانہ ہے۔ (خطبہ کے بعد) طالبی حضرات جمع ہوتے اور اپنی تمام لعنتیں بنو امیہ پر الٹ دیا کرتے تھے۔ (صفحہ 372) گویا لعنت کی بدعت میں تمام اہل اسلام شریک تھے ال رسول بھی اور بنو امیہ بھی بنو امیہ نماز سے قبل لعنت کرتے اور بنو ہاشم نماز کے بعد، لیکن دونوں طرح کے حضرات اس بدعت میں شریک تھے یہ ہے اصل رافضیت جو کسی کو معاف نہیں کرتی۔ ارباب انصاف غور فرمائیں اگر لعنت کرنا جرم اور بدعت ہے تو بقول مذکورہ صاحب کتاب کے یہ جرم اور بدعت بنو ہاشم بھی کرتے تھے پھر دونوں میں سے ایک کو گالیاں دینا اور ایک سے محبت کا اعلان کرنا کس دین کا پتہ دیتا ہے۔ ان دو صفحوں میں تقریباً ہر دوسرا جملہ جھوٹ پر مبنی ہے جو کسی مسلمان کا کام نہیں تقیہ آشنا پارٹی کا ہی یہ محبوب مشغلہ ہے۔ رافضی ڈبل ظلم کرنے سے کم از کم باز آئیں تو بہتر ہوگا۔ ایک طرف اہل سنت کی کتابوں میں اپنا گند ڈال دیا تو دوسری طرف رافضی تحریرات کو اہل سنت کے کھاتے ڈال دیا، کم از کم اپنی دینی کتابیں تو اپنے کھاتے میں ڈالے رہو۔



افتراء

معاویہ........میں حضرت علیؓ، امام حسن، امام حسین اور ابن عباس پر لعنت کرتا تھا۔ (البدایہ والنہایہ قنوت لابن کثیر)

الجواب:

جس کا کام دھوکہ کی دکان سجانا ہو اُس سے اس طرح کی خیانت پر تعجب کرنا خود باعث تعجب ہے رافضی کی آنکھیں وہی

کچھ دیکھتی ہیں جو اسکے دجل کو تسکین دے اور بس، وہ تو خیر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی آنکھوں سے صرف چراغ ایمان کے گل کرنے اور فنا کرنے کا سامان ہی تلاش کرتے ہیں ہم ارباب انصاف سے مذکورہ عبارت پر نظر انصاف ڈالنے کی درخواست کرتے ہیں۔

البدایہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو جب خبر پہنچی کہ جو حضرت عمرو ابن العاص نے کیا ہے تو حضرت علی قنوت میں معاویہ، عمر بن العاص، ابو اعور اسلمی حبیب بن مسلمہ، ضحاک، بن قیس، عبدالرحمٰن بن خالد، ولید بن عتبہ پر لعنت کرتے تھے جب یہ خبر امیر معاویہ تک پہنچی تو امیر معاویہ قنوت میں حضرت علی حسن، حسینؓ، ابن عباسؓ، اشتر نخعی پر لعنت کرنے لگے اور یہ واقعہ صحیح نہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔ نمبرا: اس روایت میں لکھا ہوا ہے کہ ابتداء لعنت کرنے کی حضرت علیؓ نے کی۔ نمبر۲: امیر معاویہ نے جواباً لعنت کرنا شروع کی۔ نمبر۳: صاحب کتاب کہتا ہے کہ یہ خبر سراسر جھوٹ ہے۔ ان باتوں پر غور فرمایئے اور خدا را انصاف فرمایئے کیا حیدر کرارؓ کی مقدس ذات ایسا کام کرسکتی ہے جس کو نبی رحمت ﷺ نے منع فرمایا ہو اور پھر کوئی مسلمان ایسا ہوسکتا ہے جو آل رسول کے بارے میں لعنت کے لفظ بول سکے اور بالفرض کوئی ایسا ہو بھی تو کیا کوئی مسلمان آل رسول پر اس طرح کی زبان درازی سن کر برداشت کرسکتا ہے؟ رافضی کو نہ حیدر کرارؓ کی پاک ذات کا کچھ پاس لحاظ ہے اور نہ ہی امیر معاویہؓ کا وہ تو صرف زبان یہود کا پیکر ہے ورنہ خود ہی غور فرمایئے جس خبر کو سنی لکھاری لکھ کر خود اعلان کررہا ہے کہ یہ جھوٹی، بناوٹی اور اڑائی ہوئی خبر ہے اُس جھوٹی خبر کا اعلان اور نشر و اشاعت بھلا کس کا کام ہے؟ البدایہ کے مذکورہ عکسی صفحہ پر اس روایت کی سند یوں لکھی ہوئی ہے فذکر ابو مخنف عن ابی حباب الکلبی ان علیا الخ۔ اِس سند سے قصہ کی حقیقت بڑی اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اِس روایت کا مرکزی کردار جناب ابو مخنف صاحب ہیں جس کے بارے میں اس کتاب کے کئی مقامات پر ہم وضاحت سے لکھ چکے ہیں یہ شخص جلا بھنا، رافضی تبرائی شخص اور صحابہ کرام کے خلاف جھوٹی باتیں گھڑ گھڑ کے پھیلانے والا ذاکر تھا اس کی زندگی اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے میں بسر ہوئی ہے۔ جس روایت کا گھڑنے والا تبرائی جلا بھنا رافضی ہو اس کی بات کو الزام میں پیش کرنا مضحکہ خیز ہے۔ ہم پھر عرض کرتے ہیں حیدر کرارؓ کی ذات مقدس پر سب کرنے کی کہانی یار لوگوں نے گھڑی اور اہل سنت کی کتابوں میں ملا دی بعض ناداں قلم کاروں نے آنکھیں بند کرکے ان رافضیوں کی جھوٹی کہانیوں کو تاریخ جان کر اپنی کتابوں میں لکھ مارا حالانکہ جس کی ابتدا جھوٹ ہو اسکی آخیر اور انتہا بھی جھوٹ ہی ہوتی ہے۔ ہمارے نزدیک جیسے حیدر کرارؓ کا کسی کو لعنت کرنے والا قصہ جھوٹا ہے ایسے ہی حضرت علیؓ پر لعنت کرنے والا قصہ روافض کا خبث باطن ہے حقیقت کچھ نہیں کہ یہ قصہ جھوٹا ہے (جو بیان کیا گیا) محترم قارئین کرام البدایہ کا مذکورہ حوالہ اور اسکے یہ الفاظ ذہن میں محفوظ رکھیں کہ ''لا یصح ھذا''۔

تاکہ قریب آمدہ عکسی صفحوں کے جواب میں یہ الفاظ رافضی دجل کا پردہ چاک کرتے رہیں کیونکہ بعد والی کتابوں کا ماخذ بھی البدایہ کی یہی ابو مخنف جھوٹے، مکار، جلے بھنے رافضی کی روایت ہے۔



افتراء

معاویہ قنوت میں حضرت علیؓ پر بدعا کرتا تھا۔ (تتمہ المختصر فی اخبار البشر)

الجواب:

وجہ اعتراض کا مطلب یہ ہے۔

کہ میں داخل ہوا اور حضرت علی و معاویہ میں سے ہر ایک دوسرے کے خلاف قنوت میں بدعا کرتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھیوں کے خلاف یہ یعنی وہی مفہوم ہے جو ابھی البدایہ کے حوالہ سے گزرا جس کے آخر میں تھا۔ **(لا یصح هذا)**

اب البدایہ کی یہ روایت جو آگے کو چلی تو ناقل نے لا یصح ھذا کے الفاظ بھی اڑا دیے، اس سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ آگے کے ناقل مزید کیا کچھ کریں گے۔ ہم عرض کر چکے ہیں کہ یہ روایت نقل و عقل کے خلاف ہے رافضیوں کے تصرفات کا ایک نمونہ ہے جو انھوں نے اہل سنت کی کتابوں میں کر ڈالے ہیں۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کے علمی محاسبہ کا عکس بالا سرخی موجود ہے اس صفحہ پر ''کیا حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ پر لعنت کی'' اس عنوان کے تحت اس روایت کا رد کیا ہے جو آئندہ صفحات میں موجود ہے اور ہر ذی عقل بخوبی اس آسان اردو الفاظ کو پڑھ سکتا ہے اسمیں کوئی بات قابل اعتراض نہیں کہ حضرت موصوفؒ نے حوالہ نقل کیا ہے۔



معاویہ نے اسلام میں بدی سنت حضرت علی پر لعن طعن ایجاد کی۔ (الامام زید مصنفہ ابوزھرہ)

الجواب:

الامام زید کے مذکورہ عکسی صفحہ پر یہ اعتراض تاریخ ابن جریر طبری اور جزری شریف کی الکامل لابن اثیر الجزری کی روایات کے حوالے سے کیا ہے ابن جریر طبری نے جو روایت نقل کی ہے کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے بارے میں لعن طعن کو جاری کیا اس روایت میں ایک راوی ہشام بن محمد کلبی ہے نمبر۲: لوط بن یحییٰ ابومخنف ہے۔ یہ راویان کرام کس پائے کے اور کتنے قابل اعتماد حضرات ہیں! ذرا ان بزرگوں کا حال اسماء الرجال سے ملاحظہ فرمائیں۔ ہشام بن محمد کلبی (۱) متروک ہے (۲) قصہ گو اخباری ہے (۳) رافضی ہے (۴) غیر معتبر ہے (۵) ناقابل اعتماد ہے۔

عربی الفاظ ہیں: **ترکوہ، وھو اخباری، متروك، رافضی، لیس بثقة لایوثق۔**

(① المغنی فی الضعفاء للذھبی ج ۲ صفحہ ۷۱۱ جز ثانی تحت ہشام بن محمد کلبی ② میزان الاعتدال للذھبی ج ۳ صفحہ ۲۵۶ تحت ہشام ③ لسان المیزان لابن حجر ۱۹۴، ۱۹۷ ج ۲)

2- لوط بن یحییٰ ابومخنف۔

یہ صاحب بھی ارباب علم کی نظر میں اچھے خاصے مجروح بلکہ روایات گھڑنے والوں کے امام اور استاد ہیں اہل علم

فرماتے ہیں: (۱) مجروح ہے، (۲) غیر معتمد ہے، (۳) ضعیف اور متروک ہے، (۴) جلا بھنا شیعہ ہے۔ اخباری ہے۔ الفاظ ہیں۔ ابو مخنف لوط بن یحییٰ، لا یوثق به، ضعیف، لیس بشئی، شیعی محترق، صاحب اخبارھم۔

(① المغنی للذھبی ج ۲ صفحہ ۸۰۷ تحت احوال ابن مخنف، ② میزان الاعتدال ج ۲ صفحہ ۳۶۰ تحت لوط بن یحیٰ طبع قدیم مصری، ③ لسان المیزان لابن حجر ج ۴ صفحہ ۴۹۲ تحت لوط بن یحیٰ طبع دکن)

ارباب علم انصاف سے توجہ فرمائیں بھلا جلے بھنے ابو مخنف جیسے رافضی۔ حضرت امیر معاویہؓ جیسی عظیم المرتبت شخصیت کے بارے میں کون سی اچھی رائے قائم کریں گے۔ اور ان کی گوہر فشانی سے کتنی سچائی ٹپکے گی؟ بہر حال طبری کے دونوں رافضی راوی عام یا معمولی درجے کے نہیں۔ غالی شیعہ اور متعصب رافضی تھے ان متعصب رافضیوں کی روایات اہل سنت کی کتابوں میں داخل کردی گئی ہیں ان روایات کو بھلا کیسے اہل سنت والجماعت کے کھاتے ڈالا جاسکتا ہے۔

یہ تاریخ کی ان روایات کا حال ہے جو بغض صحابہؓ کے اظہار میں پیش کی جاتی ہیں اور یہی روایات ابو زھرہ مصری جیسے قلم کاروں کا علمی اثاثہ اور استدلال کی بنیاد ہے جو سنی کتابیں معروف کرکے ہمارے مقابل الزام میں پیش کی جاتی ہیں۔ ہم اُن انصاف پسند ارباب نظر سے استدعا کریں گے کہ جو حضرات حقیقت حال سے واقفیت چاہتے اور سچے مذہب کے متلاشی ہیں کہ وہ ان راویان روایت کا اسماء الرجال کی کتابوں سے جائزہ لیں جس سے یہ حقیقت آپ کے سامنے سورج کی طرح روشن ہوجائے گی کہ رافضی کرم فرماؤں نے کمال عیاری سے اہل سنت کی تاریخ، تفسیر اور غیر معروف کتابوں میں اپنا گندا مواد بھر دیا ہے اور اسی گندے مواد کو پھر ہمارے خلاف الزام میں پیش کرتے ہیں یہ تو قادر مطلق کی خاص عنائت اور بے انتہا احسان ہے کہ کریم ذات نے کھوٹا کھرا پہچاننے کا بے مثال آلہ فن اسماء الرجال کی صورت میں اُس امت کو تھما دیا جس سے ارباب علم عقائد و

نظریات کا درجہ حرارت یا حسن معلوم کرلیتے ہیں۔ ورنہ رافضیت نے تو اسلامی نظریات کو مسخ کرنے اور تباہ و برباد کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

تحقیقی دستاویز والے بھول میں نہ رہیں کہ انکے دھوکوں پر ہمیشہ ہی پردے پڑے رہیں گے۔ اس طرح کے دھوکے اور فراڈ کی حرکتیں اللہ کے نور کو بجھانے پر ہرگز قادر نہیں ہوسکتیں مذکورہ صفحہ پر طبری کے ساتھ ابن اثیر کا بھی حوالہ دیا گیا تھا یاد رہے ابن اثیر جزری نے یہ روایت ابن جریر سے ہی نقل کی ہے گویا دونوں کتابوں میں ایک ہی روایت ہے اور اسکا حال ہم عرض کرچکے ہیں کہ جلے بھنے رافضیوں کی یہ روایت ہے جو حسد کی آگ میں جل جل کر کوئلہ ہونے کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کو بدنام کرنے کیلئے انھوں نے تیار کی ہے۔



افتراء

ساٹھ سال تک خطبوں میں حضرت علیؓ پر سب وشتم ہوتا رہا۔ (الخلفاء الراشدون)

الجواب:

1- یہ روایت بھی بے سند اور دم بریدہ ہے نہ اسکی کوئی ابتدا ہے کہ حقیقت حال پر اطلاع پائی جاسکے۔ اور ہم ابھی عرض کرچکے ہیں کہ اس مفہوم کی روایت نہ نقل کے اعتبار سے درست ہے اور نہ ہی عقل کے اعتبار سے بلکہ قرآن وسنت کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ حیدر کرارؓ و امیر معاویہؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کے اخلاق فاضلہ اور اوصاف جلیلہ کے یہ روایت منافی ہے۔

2- اِس مفہوم کی روایات وضع کرنے والے لوط بن یحییٰ اور ہشام بن محمد کلبی بغض و عداوت میں بھرے ہوئے رافضی تھے جن کو صحابہ کرامؓ پر طعن کرنے میں ہی چین آتا تھا ان کا مشن ان مقدس حضرات صحابہ کرامؓ پر کیچڑ اچھالنا تھا لہٰذا ان رافضی دماغوں میں پرورش پانے والی روایات کو اہل السنّت کے خلاف الزام میں پیش کرنا ہرگز درست نہیں۔



افتراء

1- مغیرہ بن شعبہؓ امیر معاویہؓ کے حکم سے حضرت علیؓ کو برا بھلا کہتا تھا۔

2- امیر معاویہؓ حضرت علیؓ سے بیزاری اور لعنت کرنے کی بیعت لیتا تھا۔ (حضرت علی تاریخ و سیاست کی روشنی میں)

الجواب:

مذکورہ کتاب کا لکھاری رافضی نمائندہ ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ رافضیوں کے نمائندہ وکیلوں کی کتابیں اہل سنت کو الزام دینے کے لئے پیش کی جاتی ہیں بندہ فراڈ کرتے ہوئے کم از کم اتنا تو خیال رکھے کہ ہر کوئی تو بھنگ کے نشے میں مست ہوکر کتابوں کو ہاتھ نہیں لگاتا ظاہر ہے کہ کوئی تو بقائمی ہوش وحواس کتابوں کے پڑھنے کا عادی ہوگا تو کیا وہ طہٰ حسین مصری کی اس کتاب کو کسی مسلمان کی کتاب قرار دے سکتا ہے؟ جس کی زبان بازاری اور تبرا بازی ماضی قریب کے غلام حسین نجفی سے بدتر ہے۔ ایسا شیطنت کا پروردہ شخص اس قابل نہیں کہ اسکا ذکر بھی کتاب میں کیا جائے۔ یہ وہی شخص ہے کہ جس کا بانی مذہب شیعہ کو فرضی شخص قرار دینے کا اچھا خاصا انعام حاصل کیا تھا رجال کشی کے جدید ایڈیشن میں اسی طہٰ حسین مصری کا وضاحتی بیان ابن صیاد کے ترجمہ میں لکھا گیا ہے جو خیر سے حسی و ظاہری آنکھوں سے بھی نابینا تھا اور دل کی آنکھوں سے بھی بے چارا نابینا تھا۔ چونکہ یار لوگوں نے اسے سنی عالم کی شکل میں پیش کر کے الزام دیا ہے تو ہم بس اتنے جواب پر اکتفا کرتے ہیں کہ ایسا تقیہ باز تمہیں مبارک ہم اسے سنی مسلمانوں کا نمائندہ تو کیا شریف آدمیوں میں بھی گننا گوارا نہیں کرتے۔

اولٰئك كالانعام بل هم اضل۔



افتراء

خلافت علیؓ کے بعد شر تھا جس میں برسر منبر علیؓ پر لعنت کی جاتی تھی۔ (عمدة القاری، شرح صحیح بخاری)

الجواب:

علامہ عینی بخاری کی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں جسمیں صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ اب تو آپ ﷺ کی برکات سے دین کی بہاریں ہیں جو خیر ہی خیر ہے کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا ہاں خیر کے بعد شر ہوگا انہوں نے پھر پوچھا اس شر کے بعد خیر ہوگی فرمایا ہاں پوچھا اس خیر کے بعد پھر شر ہوگا فرمایا ہاں اس خیر کے بعد شر ہوگا۔

علامہ عینی نے اس پر مختلف بزرگوں کے اقوال نقل کیے کہ بعض اس حدیث کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں اور بعض اس حدیث کا یہ مطلب بیان فرماتے ہیں ان مختلف اقوال میں علامہ کرمانی کا یہ قول بھی نقل کیا وہ کہتے ہیں ''یحتمل'' یعنی یہ احتمال بھی ہے کہ یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ شر والے زمانے سے مراد وہ زمانہ ہو جسمیں حضرت عثمانؓ کو شہید کیا گیا اسکے بعد حضرت علیؓ کا زمانہ شر کے بعد خیر کا ہو اور اسکے بعد وہ زمانہ شر کا ہو جس میں حضرت علیؓ پر لعنت کی جاتی تھی منبروں پر۔

یہ آخری جملہ متنازعہ ہے جس کی بنا پر سرخی قائم کی گئی ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ قول علامہ کرمانی کو بھی کہیں سے حاصل ہوا ہے یہ بات تو ظاہر ہے کہ کرمانی نبی نہیں جن پر کوئی وحی اُترتی ہو نہ ہی صحابی ہیں جنھوں نے آپ ﷺ سے اس بارے میں کچھ سنا ہو نہ ہی قرون خیر میں سے خود تھے اور نہ ہی خیر القرون کے کسی شخص نے ان کو اسکی خبر دی ہے سوال یہ ہے کہ علامہ کرمانی نے یہ قول کہاں سے اخذ کیا؟ مذکورہ کتاب اسکے بارے میں خاموش ہے۔ ہم نے گذشتہ اوراق میں اس سب وشتم کے بارے میں وضاحت کردی ہے کہ یہ روایت شیعہ متعصب بلکہ جلے بھنے راویوں کی روایت ہے علامہ کرمانی نے بھی کتاب میں پڑھ کر وہی الفاظ بول دیے بغیر اس وضاحت کے کہ اس کتاب میں یہ الفاظ کن کرم فرماؤں کی مہربانی ہے۔ لہٰذا کرمانی کے الفاظ کو حجت نہیں بنایا جاسکتا کہ یہ وضاحت ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس طرح کی روایات کے موجدین اولین ہشام وغیرہ جیسے لوگ تھے۔ جو کسی طرح قابل اعتماد نہیں۔ لہٰذا آنکھیں بند کر کے اس طرح کی کسی روایت کو ہرگز قبول نہیں کیا جاسکتا۔



افتراء

عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں حضرت علیؓ پر سب وشتم کا سلسلہ بند ہوا۔ "تاریخ ملت"

الجواب:

اردو کی اس تاریخ میں بھی بلا حوالہ وسند یہ بات لکھ دی گئی۔ کہ بنو امیہ کے دور میں سب وشتم کا سلسلہ جاری تھا۔ مکمل روایت حاضر خدمت ہے۔ **عن لوط بن یحیٰ قال کا ن الو لا ۃ من بنی امیۃ قبل عمر بن عبدالعزیز یشتمون علیاً فلما ولی عمر امسك عن ذالك۔** (طبقات ابن سعد ج ۵ صفحہ ۲۹۱ تذکرہ عمر بن عبدالعزیز)

یعنی عمر بن عبدالعزیز سے پہلے بنو امیہ کے والی و حاکم حضرت علی بن ابی طالبؓ کو سب وشتم کرتے تھے جب عمر خلیفہ ہوئے تو انھوں نے اس بات سے روک دیا: اہل نظر جان چکے ہوں گے کہ اس قصہ کا اولین کہانی ساز کون ہے؟ وہی لوط بن

...ی کا حال گذشتہ اوراق میں ہم عرض کر چکے ہیں یہ ماہر کہانی باز، جلا بھنا رافضی اور قصہ گوشخص تھا۔

اس قصہ گو کہانی باز نے مرض رافضیت میں مجبور ہو کر ایک کہانی تیار کی جو اس صفائی اور تیزی کے ساتھ پھیلائی گئی کہ شیطان بھی اس سرعت روئی اور قصہ خوانی پر ہکا بکا رہ گیا گویا اس بات میں وہ لوط بن یحییٰ کو بھی اپنا باپ سمجھنے لگا۔ چنانچہ لوط بن یحییٰ رافضی اور متعصب اسلام دشمن کی تیار کی ہوئی یہ کہانی ہے جو قطعاً اہل سنت والجماعت کیلئے حجت نہیں اور نہ ہی محتاط ارباب علم کا اس جیسی رافضیانہ باتوں کو نقل کرنا مناسب ہے۔ عمر بن عبدالعزیز بلاشبہ عادل نیک طبیعت اور عظیم انسان تھا اور کیوں نہ ہوتا جو "عمرؓ" اسکے عدیم المثال کارناموں پر آج بھی آفریں کی جاتی ہے مگر یہ بات بھی حقیقت ہے کہ عمر بن عبد العزیزؒ سے قبل کوئی ایسا جرم نہ ہوتا تھا جسے سب وشتم کے نام سے جانا جاتا ہو۔



افتراء

آلِ فاطمہؓ کی توہین، حضرت علیؓ پر تبرا بازی، فضائل معاویہؓ گھڑے گئے۔ (سیرۃ النبی شبلیؒ)

الجواب:

آج کا ہر شخص جانتا ہے تبرا کس کا مذہب ہے ہر مذہب والا اپنے مذہب کی پیروی کے ساتھ حفاظت بھی کرتا ہے تبرا ...ب ہے قبل ازیں بھی انہیں کا مذہب تھا اور امیر معاویہؓ کے زمانے میں بھی تبرا وہی کرتے تھے جو اہل اسلام کے دشمن ہے حیدر کرارؓ پر زبان درازی کی بنیاد بھی انہی کرم فرماؤں نے رکھی ہوگی جو اس فعل کو حلال یا جائز سمجھتے ہیں۔ لہذا تبرا بازی کا الزام امیر معاویہؓ یا اہل اسلام کو دینا درست نہیں کیونکہ ہم واضح کر چکے ہیں کہ تبرا بازی کا یہ مواد تیار کرنا ابومخنف جیسے رافضی متعصب اور اسلام دشمن لوگوں کا تھا اور اب بھی انہیں کے ہاتھ میں تبرا کا علم ہے۔

اور اس طرح کی روایات اگر اہل سنت کی کتابوں میں بھی ہوں تو بھی کیا تعجب ہے کہ رافضی ہاتھ تو اس سے بھی زیادہ اپنی صفائی دکھا چکے ہیں۔ جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں کہ بدزبانی کی ایسی روایات گھڑ کر اہل السنت کی کتابوں میں داخل کر دی ہیں لہٰذا جہاں کہیں صاحب کتاب نے سند لکھی وہاں تو بات کھل گئی اور جہاں سند نہ لکھی گئی وہاں بات چھپی کی چھپی رہ گئی۔



افتراء

معاویہؓ نے اپنے زمانہ میں حضرت علیؓ پر سب وشتم کی بدعت جاری کی ہے۔ تاریخ اسلام، مسلمانوں کا عروج وزوال۔

الجواب:

مفصل جواب گذشتہ اوراق میں گزر چکا ملاحظہ فرمالیں۔ مختصر جواب یہ ہے کہ یہ روایات شیعہ کرم فرماؤں کی مہربانی ہے لہٰذا قابل قبول نہیں۔

مزید عرض خدمت ہے کہ تاریخ اسلام کے حاشیہ پر ذرا نظر ڈال کر دیکھیں تاریخ یعقوبی وغیرہ شیعہ کتابوں کے حوالے

سے یہ واقعات درج ہوئے ہیں۔ شیعہ لوگوں کا مواد اگر کسی صاحب نے اپنی کتاب میں درج کر دیا تو اسکا یہ مطلب کہاں سے ہوا کہ یہ عبارات اور یہ قصے سنیوں کے بیان کیے ہوتے ہیں۔ واضح ہو کہ یہ واقعات شیعوں کے گھڑے ہوئے ہیں۔ جن کو الزام میں پیش کرنا درست نہیں۔



افتراء

ایک مدت سے حضرت علیؓ پر خطبوں مین لعن پڑھا جاتا تھا۔ (سیرۃ النعمانی)

الجواب:

لوط بن یحییٰ کی گھڑی ہوئی یہ کہانی ان مذکورہ کتابوں کی سیر کر رہی ہے اور ہم عرض کر چکے ہیں کہ لوط بدترین رافضی تھا جو حسد کی آگ میں جلا بھنا ہوا تھا اگر ایک حسد کے بھنے شخص نے روایت ایجاد کر کے پھیلا دی تو وہ اہل اسلام کیلئے ہرگز حجت نہیں بن سکتی۔



افتراء

مغیرہ بن شعبہ کا دل حضرت علی کی طرف سے صاف نہ تھا۔ (استخلاف یزید)

الجواب:

طبری صفحہ ۱۴۱-۱۴۲ تحت ابتدا سنہ ۵۱ھ ذکر سبب مقتل حجر بن عدی کے تحت یہ واقعہ درج ہے کہ امیر معاویہؓ نے مغیرہ کو کہا کہ ایک خصلت کی میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ سب و شتم علیؓ و مذمت علیؓ سے پرہیز نہ کرنا اور حضرت عثمانؓ پر دعائے رحمت بھیجنا اسکے لئے استغفار کرنا علی کے ساتھیوں کی عیب جوئی کرنا اُن کو دور کرنا ان کی طرف کان نہ کرنا۔ آگے راوی کہتا ہے مغیرہ کی اور تو سیرت اچھی تھی مگر حضرت علیؓ کی مذمت کرنے اور عیب چینی کو انھوں نے نہ چھوڑا۔

اس روایت کا راوی، ہشام بن کلبی اور لوط بن یحییٰ ابومخنف ہے۔ حضرات! ہم گذشتہ صفحوں میں ان دونوں راویوں کی حالت بتا چکے ہیں یہ دونوں راوی کہانیاں نویس، قصہ گو اور کٹر رافضی تھے جارحین نے ان پر بڑے سخت لفظوں سے جرح کی ہے لہذا شیعوں کی روایات سے اہل سنت کو الزام دینا سراسر بددیانتی اور فریب کاری ہے۔



افتراء

بنی امیہ کے عمال حضرت علی پر لعن طعن کرتے تھے۔ (تاریخ اسلام)

الجواب:

ذرا آنکھیں کھول کر حاشیہ میں حوالہ بھی ملاحظہ کر لینا چاہیے حاشیہ نمبر۲ میں حوالہ درج ہے ابن سعد صفحہ ۲۹۱۔ یہی طبقات

ابن سعد ج ۵ صفحہ ۲۹۱ تحت تذکرہ عمر بن عبدالعزیز، کا حوالہ ہے جو ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ اس کہانی کا صانع اور موجد جناب لوط بن یحییٰ ہے جو شیعی محترق (میزان الاعتدال، لسان المیزان، المغنی) تھا یعنی جلا بھنا رافضی، متعصب اور کٹر شیعہ، معترض سے عرض ہے کہ یہ گند آنجناب کے خانہ غلاظت سے ادھر کو آگرا ہے تسلی کرنی ہو تو اسی کتاب میں مذکورہ حوالہ کی سند دیکھ کر کرلو ایک رافضی کی ایجاد شدہ کہانی کسی صاحب نے لکھ دی تو یہ اس ناقل کی ایجاد شدہ نہیں۔ سند سے دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جاتا ہے تم بھی ملاحظہ فرمالو۔



افتراء

1- خاندان علیؓ سے بنو امیہ کی دشمنی تھی۔ (عادلانہ دفاع)

2- معاویہ علی الاعلان حضرت علیؓ کی توہین کرتا تھا۔ (عادلانہ دفاع)

الجواب:

پہلی محولہ عبارت عین، طبری کی ہے جسکے کہانی ساز ہشام اور لوط دونوں ہیں جو کہانی باز، قصہ گو، کٹر رافضی اور غالی شیعہ تھے دیکھو (میزان الاعتدال، لسان المیزان، المغنی) تفصیل گزر چکی دوسرے حوالہ صفحہ ۲۱۸ تحقیقی دستاویز پر جو سرخی قائم کی گئی ہے کہ معاویہ علی الاعلان حضرت علی کی توہین کرتا تھا۔ پورے صفحہ میں نہ معاویہ کا نام ہے اور نہ ہی توہین کرنے کا کوئی لفظ، یہ صاف ستھرا جھوٹ ہے ارباب بصیرت کھلی آنکھوں سے ملاحظہ فرمالیں۔



افتراء

معاویہ نے اپنے عہد خلافت میں بدترین سنت قبیحہ حضرت علی کی توہین کی ایجاد کی۔ (اسلامی مذاہب)

الجواب:

اس روایت کا تانا بانا طبقات ابن سعد کی صفحہ ۲۹۱ ج ۵ سے ملتا ہے جسکا حال ہم عرض کر چکے کہ اسکا کہانی ساز جلا بھنا رافضی ہے۔



افتراء

نہایت مکروہ بدعت۔ معاویہ کے عہد میں حضرت علیؓ پر سب وشتم کی بوچھاڑ، خلافت وملوکیت

الجواب:

خلافت وملوکیت کے لکھاری بزرگ ابو الاعلیٰ مودودی صاحب آزاد خیال قلمکار اور ادیب تھے جنھوں نے اسلام پر اپنے قلم کے استعمال سے خاص شہرت پائی موصوف کے بارے میں مقدمہ کے اندر مختصر طور پر کچھ عرض کر چکے ہیں انکی صحیح

صورت حال معلوم کرنے کے لئے مجلس تحفظ اسلام کی شائع کردہ مودودی خمینی دو بھائی ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

2- مودودی صاحب کے مذکورہ ریمارکسوں کی بنیاد۔ طبری، طبقات ابن سعد اور البدایہ کی عبارات میں جن روایات پر موصوف کا گزارا ہے اور وہ روایات ہشام اور لوط کے دماغ کی کرشمہ سازی ہیں ان دونوں کا مفصل حال گزر چکا ہے۔



افتراء

معاویہ کے دربار میں خدا رسول اور حضرت علی کو گالیاں دی جاتی تھیں۔ (العقد الفرید۔تاریخ المذاہب الاسلامیہ)

الجواب:

ہم گذشتہ اوراق میں عرض کر چکے ہیں کہ عقد الفرید کے مصنف صاحب شیعہ ہیں طبع جدید کے طابع حضرات نے مقدمہ میں بھی اسکی وضاحت کردی ہے اور ویسے بھی اللہ رسول اور آل رسول کو گالیاں دینے کا کام سوا رافضی کے کر بھی کون سکتا ہے مذکورہ کتاب کے مصنف کو بھی اللہ رسول سے اور محبوبان خدا سے اپنے بغض و کینہ کا اظہار کرنا تھا سو اپنے مزاج فاسد کو اہل حق کا نام نشانے پر رکھ کر ان کی آڑ لیکر تسکین دے لی نیز تاریخ للمذاھب الاسلامیہ نامی کتاب کے مصنف جناب ابو زھرہ صاحب بھی اسی ذہن کے صاحب ہیں لہٰذا ان رافضی دماغ کے دونوں ادیبوں نے اپنے خبث باطن کو نمایاں کیا ہے ورنہ امیر معاویہ جیسے باخدا اور صحابی رسول کے دربار میں یہ کچھ ہونا ہرگز ممکن نہیں۔ حضرت امیر معاویہ کا نام لے کر ان دونوں ادیبوں نے اپنے ہی فاسد خیالات کا اظہار کیا ہے ظاہر ہے کہ پیالے میں جو کچھ ہوتا ہے باہر بھی تو وہی کچھ نکلتا ہے۔



افتراء

معاویہ نے حضرت علی کی منبر پر چڑھ کر مذمت کرنے کا تمام اپنے اعمال کو حکم دیا۔ (عمر بن عبدالعزیز از احمد زکی صفوت مصری)

الجواب:

اول تو مصری حضرات کی تصنیفات کو انکھیں بند کر کے سنی کتابوں کے طور پر قبول کر لینا بالکل درست نہیں اس لئے کہ عام طور پر مصری قلم کار جامعہ الازھر کے فیض یافتہ ہیں اور جامعۃ الازھر قرامطہ کی تعمیر کردہ شیعہ نظریات پھیلانے والی مرکزی یونیورسٹی ہے ماضی قریب میں وہاں کے فضلاء اسکالرز وغیرہ منصوبہ بندی اور ٹی وی جیسی خرافات کے جواز میں ہراول دستہ کا کردار ادا کرتے رہے ہیں حالانکہ اہل حق کے نظریات اِن دونوں مسئوں میں اِن مصری عورتوں سے مختلف ہیں نیز انکی کتابیں بالعموم شاذ اور منکر روایات کا مجموعہ اور شیعی افکار کی حامل ہوتی ہیں لہٰذا آنکھیں بند کر کے ان کتابوں کو اہل سنت کی کتابیں قرار دینا اور قبول کر لینا مشکل ہے۔ ثانیا مذکورہ کتاب کے عکسی صفحہ کی ابتدائی سطروں میں ابن جریر کی وہی روایت مذکور ہے جس کے کہانی ساز ہشام اور لوط جیسے متعصب شیعہ ہیں جنکا حال گزر چکا۔ آخری سطروں میں البتہ ایک نیا شوشہ بھی داخل کیا گیا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے امیر معاویہ کو فرمایا تھا کہ تم علی المرتضیٰ اور انکے رد... پر طعن کرتے ہو اور میں گواہی

دیتی ہوں کہ اللہ کا رسول اُن سے محبت کرتا تھا۔

ام سلمہؓ کی طرف منسوب یہ روایت متعدد اسناد کے ساتھ مروی ہے یہ روایت کہاں سے چلی اور کس واسطہ سے دورِ حاضر کے لکھاریوں تک آ پہنچی تحقیق سے پتہ چلا کہ ابوعبداللہ الجدلی اس روایت کا مرکزی کردار ہے جن کتابوں نے اس روایت کو نقل کیا اور جہاں تک تلاش کیا گیا۔ ابوعبداللہ جدلی کو ہی اس روایت کا مرکزی راوی پایا گیا۔ اور ابوعبداللہ جدلی کے بارے میں اہل علم کا فیصلہ اور اسماء الرجال کا اعلان کچھ اسطرح ہے۔

۱- و يستضعف فى حديثه و كان شديد التشيع — طبقات ابن سعد ج ۶ صفحہ ۱۵۹ تحت ابی عبداللہ

۲- ابو عبدالله الجدلى، شيعى، بغيض — میزان الاعتدال ج ۴ صفحہ ۵۴۴ الجدلی نمبر 10357

۳- ابو عبدالله الجدلى شيعى ثقل — المغنی للذھبی صفحہ ۷۹۴ ج ۲ تحت 7573

۴- ابو عبد الله الجدلى يستضعف فى حديثه و كان شديد التشع

تہذیب التہذیب لابن حجر 148، 149 ج 12

یعنی مندرجہ بالا حوالوں کا حاصل یہ ہے کہ ابی عبداللہ جدلی حدیث کے بیان میں ضعیف قرار دیا جاتا ہے اور وہ بدترین اور سخت قسم کا شیعہ تھا ابوعبداللہ صحابہ کرامؓ سے بغض وعناد رکھنے والا شیعہ تھا نیز مختار ثقفی کی جماعت کا سربراہ تھا۔

ارباب علم و دانش غور فرمائیں جو بغض صحابہ کی آگ میں بھنا شخص اور مختار ثقفی جیسے بدترین دشمن اسلام کی جماعت کا سربراہ سخت ترین رافضی اور کٹر شیعہ تھا کیا اسکی روایت قابل اعتماد ہوگی؟ ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس طرح کی وہ تمام روایات جو انسانی شرافت کے درجے سے بھی گری ہوئی ہیں اور اہل السنّت والجماعت کی کتابوں میں داخل کی گئی ہیں وہ سب رافضیت کا گند ہے جو اہل السنّت والجماعت کی کتابوں میں انڈیل دیا گیا ہے۔ ایسی رافضی راویوں کی گھڑی ہوئی کہانیاں اہل اسلام کے لئے ہرگز حجت نہیں ہوسکتیں۔



افتراء

بنوامیہ منبروں پر حضرت علیؓ کو گالیاں دیتے تھے۔ (تاریخ الامم الاسلامیہ)

الجواب:

۱- طبقات ابن سعد تاریخ الامم الاسلامیہ میں یہ روایت نقل کی گئی ہے اور طبقات ابن سعد نے یہ روایت جناب لوط لی گھڑی ہوئی کہانی ہے جس کو صاحب کتاب نے نقل کیا ہے لوط رافضی کے احوال گزر چکے۔

جس عیاری سے روایات گھڑتا تھا ارباب علم نے اس کی نشاندھی کی ہے یہ اخباری، رافضی اور باتیں گھڑ گھڑ کے پھیلاتا تھا۔



افتراء

امیر معاویہ حضرت حسین کے سامنے حضرت علیؓ کی توہین کرتا تھا۔ (البدایہ والنھایہ)

الجواب:

روافض کی خیانت پر ارباب دانش داد دیں البدایہ کے الفاظ کچھ ہیں اور اسکا مطلب کچھ بنایا جارہا ہے۔ البدایہ کے مذکورہ مقام پر حضرت حسن اور حضرت امیر معاویہ کے مابین صلح کا ذکر اور اسکی شرائط کا بیان ہے۔ مطلوبہ عبارت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے عبداللہ بن عامر اور عبدالرحمٰن بن سرہ کو اس مقصد (صلح) کیلئے بھیجا وہ دونوں حضرت حسنؓ کے پاس آئے اور انھوں نے حضرت سیدنا حسنؓ کے تقاضوں کو پورا کرنے کا ذمہ لیا۔ پس حضرت حسنؓ نے شرط لگائی کہ کوفہ کے بیت المال سے وہ پچاس لاکھ درھم حاصل کریں گے اور دار البحرد کا خراج بھی حضرت حسنؓ کیلئے ہوگا اور حضرت علیؓ کے بارے میں بے ہودہ کلام بھی انکی موجودگی میں نہ ہوگا۔ (البدایہ)

یہ مذکورہ عبارت صلح کی شرائط ہیں جو ابھی طے کی جارہی ہیں اُن شرائط میں یہ بھی ہے کہ حیدر کرارؓ کے بارے میں منفی رویہ نہ اپنایا جائے گا اس عبارت کا یہ مطلب بیان کرنا کہ وہ ''توہین کرتا تھا'' یہ روافض کے کمال بدیانتی کا انمول کارنامہ ہے ورنہ عبارت ھذا کا نہ یہ مطلب ہے اور نہ ہی ایسا کوئی حادثہ وقوع پذیر ہوا ہے۔

البدایہ کی یہ عبارت امیر معاویہ کی صفائی دیتی ہے۔ روافض نے تو خیر کسی کو سچی بات کیوں بتانی ہے ارباب انصاف مذکورہ عبارت کو نظر انصاف کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔ کہ جب ان دونوں حضرات کے مابین صلح ہوئی تو یہ شرائط طے ہوگئیں ان شرائط کی بنیاد پر صلح ہونا ایک عہدو پیمان تھا کہ امیر معاویہ جب تک یہ شرائط پوری کرتے رہیں گے ہم اس صلح پر کاربند رہیں گے اور جب یہ شرائط پوری نہ ہوئیں تو ہمیں صلح کے توڑنے کا اختیار ہوگا۔ ارباب علم جانتے ہیں کہ امیر معاویہ کے دور اقتدار کے آخری دن تک حضرت حسنؓ یا حضرت حسینؓ نے شرائط کی خلاف ورزی کا الزام نہیں عائد کیا نہ ہی کبھی بیعت توڑنے کا ارادہ فرمایا۔ یہ دونوں بھائی ہمیشہ بیعت پر قائم رہے اور جب کبھی کسی نے اُن سے بیعت توڑوانے کی کوشش بھی کی تو سختی کے ساتھ انکا رد فرمایا چنانچہ سیدنا حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد بعض لوگوں نے حکومت حاصل کرنے اور بیعت کو توڑ دینے پر حضرت حسینؓ کو برانگیختہ کیا اور صلح کا معاہدہ ختم کر کے باہمی جنگ وقتال پر آمادہ کرنا چاہا تو حضرت حسینؓ نے اُن کو صاف صاف جواب ارشاد فرمادیا۔ فقال الحسینؓ انا قد بایعنا و عاھدنا و لا سبیل الی نقض بیعتنا۔

(اخبار الطوال للدینوری الشیعی صفحہ ۲۲۰)

یعنی حضرت حسینؓ نے ارشاد فرمایا بے شک ہم نے امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے اور ان سے ہمارا معاہدہ ہوچکا ہے۔ اب بیعت توڑ ڈالنے کے لئے کوئی راستہ نہیں = ایک واقعہ شیعہ کتابوں میں مزید یہ بھی لکھا ہوا موجود ہے کہ عراق کے شیعان علی نے حضرت حسینؓ کی خدمت خط ارسال کیے اور حضرت امیر معاویہؓ سے بیعت توڑنے پر زور دیا عراقی شیعوں کے پرزور اصرار اور بار بار نقض بیعت کی درخواست کے جواب میں حضرت حسینؓ نے جو جواب ارشاد فرمایا شیعہ

مجتهد شیخ مفید نے اسے ان الفاظ سے نقل کیا ہے۔

ان بینه وبین معاویهؓ عهدا وعقدا لا یجوز له نقضه حتی تمضی المدة۔

یعنی میرے اور امیر معاویہ کے مابین عہد اور عقد (بیعت) ہو چکا ہے اسکا توڑنا جائز نہیں تاوقتیکہ معاہدہ کی مدت (خلافت معاویہ) ختم ہو جائے۔

ان بیانات سے یہ بات سورج کی طرح واضح اور روشن ہو جاتی ہے کہ امیر معاویہؓ اور ان دونوں حضرات کے درمیان شرائط طے ہوئیں تھیں وہ شرائط پوری کی جاتی رہیں امیر معاویہؓ نے کسی سے انحراف نہیں کیا اور نہ کسی شرط کی خلاف ورزی کی ورنہ ان حضرات کا کوئی اعتراض یا احتجاج یا بیعت توڑنے کی دھمکی ضرور دی جاتی مگر ارباب نظر ملاحظہ فرمائیں بیعت کے توڑنے پر حضرت حسینؓ کو برانگیختہ کیا جاتا ہے تو وہ صاحب انکار فرما کر اُس عہد و معاہدہ کی پاسداری کا اعلان فرماتے ہیں جو امیر معاویہؓ اور ان کریمینؓ کے درمیان طے ہو چکا تھا گویا یہ الفاظ شرائط کی عدم خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ سب علی کی تمام کہانیوں کو چوراہے پر آگ لگاتے نظر آتے ہیں۔ نواسہ رسول ﷺ کے ان ارشادات سے اُن رافضیوں کی گھڑی ہوئی روایات کی حقیقت پوری طرح کھل جاتی ہے جو انھوں نے سب علی اور بنو امیہ کی دشمنی آل رسول کے حوالے سے تراشی ہے الغرض البدایہ کی مذکورہ عبارت اور حضرت حسینؓ کے ارشادات حضرت امیر معاویہؓ اور بنو امیہ کے سب علی والی کہانی کو جھوٹا ثابت کرنے کی دلیل ہیں لہذا ان الفاظ کی بنا پر روافض نے جو سرخی جمائی ہے وہ سراسر دھوکہ اور بدترین خیانت ہے۔



افتراء

تمام بنو امیہ منبروں پر حضرت علیؓ پر سب کرتے تھے۔ (الانباء فی تاریخ الخلفاء)

الجواب:

طبقات ابن سعد کی وہی روایت جو لوط بن یحیٰی ابو مخنف سے منقول ہے یہاں بھی اسی کے سہارے یہ کچھ لکھا گیا ہے۔ لوط بن یحیٰی جلا بھنا رافضی ہے گذشتہ صفحات میں تفصیل گزر چکی ہے۔



افتراء

بنو امیہ حضرت علیؓ کی تنقیص اور ان کو گالی گلوچ کرتے تھے۔ (الصواعق المحرقۃ)

الجواب:

اول تو یہاں نہ امیر معاویہ کا ذکر ہے اور نہ ہی بنو امیہ کے کسی دوسرے عامل یا صاحب اختیار کا تذکرہ ہے مطلق یہ الفاظ کہے طائفۃ من بنی امیہ۔ یہ مبہم جملہ ہے جس سے کسی خاص جماعت کو الزام دینا درست نہیں۔ نیز ہم عرض کر چکے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے خلاف رافضیوں نے روایات گھڑ کر سنی علماء کی کتابوں میں داخل کر دی ہیں لہذا بے سند روایت کا قبول کرنا

ہرگز اہل سنت کے ہاں روانہیں جبکہ وہ روایت بھی اصحاب رسول ﷺ کی عزت پرحملہ اورالزام پر مشتمل ہو یہاں یہ مبہم الفاظ بے سند مذکور ہیں جو لائق التفات نہیں بلکہ صحابہ کرامؓ یا اخیار امت کے بارے میں ایسی منفی روایت اگر بلاسند ہو تو اسکے رافضی تصرف اور جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔



افتراء

1- معاویہ نے نوے برس تک آل فاطمہؓ کی توہین حضرت علیؓ پر سر منبر لعن کہلوایا۔

2- عہد معاویہ میں حضرت علیؓ کی شان میں بدگوئی ہوتی تھی۔

3- عہد معاویہ میں حضرت علی پر سب وشتم کرنا اکابر علماء کی ارا سے ثابت ہے۔

یہ تینوں حوالے محمد اسلم ایم اے کی خلافت وملوکیت اور علماء اہل سنت سے لیے ہیں۔

4- سب علیؓ کی مہم کا آغاز امیر معاویہ نے کیا۔ (خلافت وملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ)

الجواب:

یہ چاروں اعتراضات جناب مودودی صاحب کی خلافت وملوکیت کے وکلاء نے قائم کیے ہوئے ہیں ان وکلاء نے مودودی صاحب کی خلافت وملوکیت پر اہل السنّت والجماعت کے جوابات پر خلافت وملوکیت کی وکالت کا فرض نبھایا ہے گویا مذکورہ دونوں کتابیں جواب الجواب ہیں۔ مودودی صاحب سے اہل سنت والجماعت کا اختلاف کوئی چھپا ہوا نہیں شیعہ راویوں کی کہانیاں شیعوں کی مشکل وقت میں مدد کے لئے جمع کر کے شیعہ نظریات کا پرچار کرنا جناب مودودی صاحب کا مشن رہا ہے لہذا مودودی کی یہ کتاب شیعہ نظریات کا مجموعہ ہے جو شیعہ کہانی ساز راویوں کی گھڑی ہوئی کہانیوں کے سہارے زندہ ہے اہل السنّت والجماعت نے اس کتاب کو خمینی کی کشف الاسرار کی شرح سے زیادہ حیثیت نہیں دی لہذا اس کتاب کو اہل السنّت والجماعت کی کتاب قرار دینا بہت بڑا جھوٹ ہے۔ (کشف خارجیت ص۵۱۹ تا ۵۲۲)

ہم عرض کر چکے ہیں کہ مودودی صاحب کی صحیح صورت حال جاننے کے لئے ''خمینی مودودی دو بھائی'' کا مطالعہ کافی ہوگا۔ باقی رہا وکلائے خلافت وملوکیت کا معاملہ تو اس باب میں ہم اتنا عرض کریں گے کہ اب تو خود مودودی کی اپنی جماعت برملا اعلان کرتی پھرتی ہے کہ مودودی کے نظریات سے متفق ہونا کوئی ضروری نہیں گویا مودودی انکی نظر میں بھی ایک متنازعہ قلم کار سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ ان وکلاء کو جماعت اسلامی کی اصلاح کیلئے بھی کچھ ہاتھ پاؤں مارنے چاہئیں۔ ذرا ملاحظہ ہوں:

میاں طفیل صاحب کا انٹرویو:

مودودی جماعت اسلامی کے امیر کا ایک انٹرویو مصر کے اخبار الدعوہ میں شائع ہوا تھا جس کا مستند ترجمہ جماعتی نظریات کے ترجمان ماہنامہ زندگی لاہور انڈیا کے فروری و مارچ ۱۹۸۱ء کا مشترکہ شمارے میں جو انٹرویو کے عنوان سے چھپا ہے، شائع

ہوا ہے اس انٹرویو میں ایک سوال کا جواب میاں طفیل محمد کی زبان سے اس طرح ادا ہوا ہے۔ ایران کے اسلامی انقلاب سے ہمارا تعلق پہلے سے ہی تھا لیکن ہم اس کا اظہار غیر مناسب وقت میں نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ خمینی سے ہمارا تعلق ۱۹۶۳ء ہی سے تھا جبکہ وہ ایران سے نکلے ایران سے نکلنے کے بعد علامہ خمینی حج کے لیے تشریف لے گئے اور مولانا مودودی بھی حج کے لیے تشریف لے گئے تھے دونوں قائدوں میں وہاں ملاقات ہوئی اور علامہ خمینی نے علامہ مودودی کے سامنے تمام باتوں کی تشریح کی۔ مولانا مودودی جب پاکستان لوٹے تو انہوں نے ایران کے حادثہ کے بارے میں ایک زبردست مقالہ لکھا جو ترجمان القرآن میں شائع ہوا اور اس مقالمہ کی وجہ سے پرچہ چھ مہینے کے لیے بند کر دیا گیا اور مولانا مودودی اور چالیس اراکین کو جیل میں بھیج دیا گیا۔ غرض یہ کہ ایرانی انقلاب سے ہمارا تعلق ابتدا سے اب تک ہے۔

(بحوالہ ماہنامہ ندائے سنت لکھنو مارچ اپریل ۱۹۸۱)

جماعت اسلامی ہند کی قرارداد

ایرانی انقلاب کے بارے میں اجلاس مجلس شوریٰ جماعت اسلامی ہند منعقدہ دہلی مئی ۱۹۸۰ء میں جو قرارداد پاس ہوئی تھی وہ ان کے ماہنامہ زندگی سرام پور ستمبر ۱۹۸۰ میں شائع ہوا جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ مرکزی مجلسِ شوریٰ جماعت اسلامی ہند کا یہ اجلاس ایران کے اسلامی انقلاب کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ دور جدید میں احیاء اسلام کا جو خواب حسن ابن شہید سید قطب شہید مولانا سید ابوعلی مودودی، ڈاکٹر اقبال، علامہ علی شریعتی نے دیکھا تھا اس کی تکمیل سب سے پہلے آیت اللہ خمینی کی قیادت میں ایران میں ہوئی تھی اور افغانستان اور پاکستان نیز کئی مسلم ممالک اس منزل کی طرف گامزن ہیں۔ (بحوالہ ندائے سنت ص ۴۴)

قائد اہلسنت وکیل صحابہ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین خلیفہ اجل شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی وبانی تحریک خدام اہلسنت والجماعت لکھتے ہیں:

دوسری کتاب سفرنامہ ایران، اسعد گیلانی اختر کاشمیری صاحب نے انقلاب ایران کے مشاہدہ کے لیے اپنے جو تاثرات لکھے اس کا خلاصہ آپ نے پڑھ لیا ہے اب جماعت اسلامی کے ایک لیڈر سید اسعد گیلانی کے تاثرات کا خلاصہ بھی قارئین پڑھ لیں۔ گیلانی ۱۹۸۰ء-۱۹۸۳ء میں ایران انقلاب کی تقریبات آزادی میں شرکت کے لیے ایران گئے تھے۔ انہوں نے بھی سفرنامہ ایران کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں اپنے تاثرات مکمل طور پر پیش کر دیئے ہیں۔۔۔ اس ایرانی انقلاب کو خالص اسلامی انقلاب قرار دیتے ہیں اور دوسرے سنی ممالک کو متنبہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کیا عالم اسلام کے ۴۴ سنی ممالک کے لیے یہ بات چیلنج کی حیثیت نہیں رکھتی کہ دنیا کا واحد شیعہ ملک دین کی بنیاد پر اپنے تصورات دینی کے مطابق ایک انقلاب برپا کر چکا ہے لیکن دنیا کے ۴۴ سنی ممالک میں سے کسی ایک ملک کے اندر بھی ان کے فقہی تصورات کے مطابق انقلاب برپا نہیں ہوا ہے۔ الخ ص ۹ پھر ص ۱۰ پر گیلانی صاحب کہتے ہیں کہ ہم اپنے علم اور تربیت کے مطابق ہر حال میں سچ کی حمایت کرنے پر مجبور ہیں اور سچ یہی ہے کہ ایران کا انقلاب ایک اسلامی انقلاب ہے۔

خمینی اور مودودی اتحاد:

گیلانی صاحب حرف اول کے تحت کہتے ہیں کہ جب ۱۱ فروری ۱۹۷۹ء کو انقلاب برپا ہو گیا تو اسلام کے مختلف اسلامی تحریکوں کے مقتدر رہنما مولانا مودودی کے مشورے سے تہران پہنچے تا کہ ایران میں اسلامی انقلاب کے بانیوں کو پر خلوص مبارکباد پیش کریں یہ عالم اسلام کی طرف سے ایران کے اسلامی انقلاب کا خیر مقدم کرنے والا پہلا وفد تھا جو خود وہاں پہنچا۔ (ص ۷)

خمینی مودودی ملاقات:

گیلانی صاحب موصوف بعنوان انقلاب ایران اور مولانا مودودی کہتے ہیں اس صدی میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اسلامی انقلاب کے زبردست مفکر، داعی اور مجاہد تھے انہوں نے اسلام کو ایک مشن کی حیثیت سے پیش کیا اور مقصد زندگی بنا کر اس کی جدوجہد میں مصروف رہے۔ انہوں نے ۱۹۵۶ء مکہ مکرمہ میں دورانِ حج امام خمینی سے ملاقات کی تھی اور انہوں نے امام خمینی کی اسلامی تحریک پر ظلم تشدد کے خلاف ۱۹۶۳ء میں اپنے رسالہ ترجمان القرآن میں ایک زبردست معنویاتی مضمون دے کر ایران کی اسلامی حکومت کی علی الاعلان حمایت کی تھی۔ جب شاہ نے قم کے اندر ۱۵ ہزار سے زائد اسلامی تحریکوں سے وابستہ انسانوں کو گولیوں سے بھون دیا تھا جب خمینی کو جلاوطن کیا گیا تھا تو مولانا مودودی کو ان سے مکمل ہمدردی اور ان کے نظریات سے اتفاق تھا۔ (ص ۲۴۵)

لیجئے حضرات یہ ہیں مودودی صاحب جن کی کتاب الزام بن کر ہماری طرف رُخ کر رہی ہے: ایسے خمینی نظریات کے داعی کو سنیوں کا راہنما قرار دینا ایک دھوکہ ہے۔



افتراء

معاویہ کے دربار میں حضرت علیؓ پر تبرا ہوتا تھا۔ (روایات طیب)

الجواب:

۱- ہمارے وہ کرم فرما سادہ بھائی جن کو یہ بات سمجھنا خاصا دشوار لگتا ہے کہ بھلا اپنی بات کوئی دوسروں کی کتابوں میں کیسے داخل کر سکتا ہے یا اپنا عقیدہ اور خیال کوئی بندہ کسی دوسرے کے سر کیسے تھونپ سکتا ہے۔ وہ ہمارے دوست اس الزامی حوالہ تحقیقی دستاویز صفحہ 437 کو ملاحظہ فرمائیں۔ ہم بارہا عرض کر چکے ہیں کہ روافض کی یہ عادت اور بدترین خصلت ہے کہ وہ اپنی بات اور گندہ عقیدہ مسلمانوں کے سر تھونپ دیتے ہیں اور اس کام میں انھیں اتنی مہارت ہے کہ عام آدمی تو کیا عالم بھی ان کی اس ملاوٹ کو کم ہی جان سکتا ہے۔ جیسے گذشتہ حوالوں سے جان چکے کہ ایک رافضی نے کہانی بنائی اور طبقات ابن سعد، ابن جریر طبری، البدایہ، ابن اثیر وغیرہ کتابوں میں داخل کر دی انھیں کتابوں سے پھر یہ کہانی آگے یوں پھیلی کہ سیکڑوں کتابوں میں لکھی گئی۔ جب ارباب علم نے تلاش کیا کہ مرکزی کردار کون ہیں تو ہشام، لوط اور ابوعبداللہ الجدلی جیسے جلے بھنے رافضی اور متعصب شیعہ اس کہانی کے بانی اور موجد پائے گئے۔

غور فرمایئے کس صفائی سے یہ جھوٹ پھیلایا گیا کہ کوئی نہ جان سکا کہ یہ آیا کہاں سے ہے۔

۲۔ مذکورہ حوالہ روایات طیب سے لیا گیا اس کتاب میں اصل واقعہ جہاں سے شروع ہوتا ہے وہ صفحہ عکس میں نہیں دیا گیا بلکہ اگلے صفحہ کا عکس دیا جس پر اس واقعہ کے چند آخری الفاظ درج ہیں تا کہ پورا واقعہ پڑھنے کے بعد ہمارے دھوکہ اور فریب کا پردہ چاک نہ ہو جائے ہم قارئین کے سامنے واقعہ کا مختصر خاکہ عرض کرتے ہیں واقعہ یہ ہے کہ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کا ایک شیعہ سبحان خان سے مکالمہ ہوا وہ مکالمہ یہاں درج ہے۔ کہ حضرت شاہ صاحب نے شیعہ سبحان خان سے پوچھا کیا حضرت علیؓ کے دربار میں حضرت معاویہ پر تبرا ہوتا تھا؟ اُس نے کہا نہیں۔ حضرت علی کا دربار ہجوگوئی سے پاک تھا۔ حضرت شاہ صاحب نے پھر پوچھا۔ کہ حضرت معاویہ کے یہاں حضرت علیؓ پر تبرا ہوتا تھا۔ کہا بے شک تھا۔ اس پر حضرت شاہ صاحب شہیدؒ نے فرمایا کہ الحمد للّٰہ اہل سنت حضرت علیؓ کے مقلد ہیں اور روافض حضرت معاویہؓ کے اور پھر خود ہی اپنے امام کے حق میں زبان تنقیص بھی کھولتے ہیں اور ہم اپنے امام کے مقلد ہیں کہ ان اور ان کے ساتھ سب صحابہ کو اپنا مقتدا جانتے ہیں ارباب دانش وعقل ملاحظہ فرمائیں اس مکالمہ میں۔ حضرت معاویہ کے دربار میں تبرا ہوتا تھا؟ رافضی سبحان خان نے جواب دیا بے شک تھا۔ شیعہ کے اس جواب کو سنی عالم کا جواب بنا کر سرخی داغی ہے کہ دربار معاویہ میں حیدر کرار پر تبرا ہوتا تھا!

حالانکہ بیان کردہ یہ نظریہ شیعہ سبحان خان کا ہے جو شیعہ ابو مخنف نے گھڑا اور سبحان خان نے اپنے دل میں بٹھا لیا۔ ہم پھر عرض کرتے ہیں کہ شیعہ قوم کا یہ وطیرہ ہے کہ وہ سبحان خانوں کے عقیدے سنیوں کے سر تھوپ کر یہ شور مچاتے ہیں کہ "یہ سب کچھ اس ٹولے کے اپنے اکابرین وعلماء کی کتابوں میں موجود ہے۔" (تحقیقی دستاویز صفحہ ۵) ارباب انصاف یہ باب ملحوظ خاطر رکھیں کہ تحقیقی دستاویز کا سارا مواد جو اہل سنت کی کتابوں میں موجود بتایا گیا ہے وہ ایسے ہی سبحان خانوں کا ہے پر الزام اہل سنت پر دھرا گیا ہے۔ اگر برادران اہل السنّت دغا بازی اور شیعوں کی چالبازی کے ایسے واقعات کو بنظر انصاف ملاحظہ فرما کر معمولی سا غور فرمالیں تو شیعہ قوم کے بارے میں درست رائے قائم کرنے میں بہت سہولت پیدا ہو جائے گی۔ محض شدت پسندی کے الزامات دیکر رافضی مکاریوں سے امت کو آگاہ کرنے والوں کی کوششوں پر پانی پھیر دینا طوطہ چشمی اور غیر سنجیدہ رائے ہے۔

۳۔ حضرت شاہ صاحب نے رافضی کو رافضیت کے اپنے نظریات کی رو سے ایسی مات دی کہ رافضی کا ہوش ٹھکانے لگ گیا۔ کہ تم جو اپنے کو عاشق علیؓ کہتے ہو ذرا بتاؤ تو انکا کردار اور عمل کیا تھا!

اور تم جو امیر معاویہؓ سے بغض رکھتے ہو بتاؤ انکے بارے میں تمہارا عقیدہ اور خیال کیا ہے!

دونوں پہلو سامنے رکھ کر اس کا جھوٹا مذہب کھول کر رکھ دیا کہ خود تمہارا کہنا ہے کہ حضرت علیؓ تبرا نہیں کرتے تھے اور اہل سنت بھی تبرا نہیں کرتے۔ اور تمہارا کہنا ہے کہ امیر معاویہؓ کے ہاں تبرا ہوتا تھا اور تم بھی تبرا کرتے ہو۔

تو تمہارے اس قول کے مطابق اہل سنت حضرت علیؓ کے پیروکار ہوئے اور رافضی امیر معاویہؓ کے۔ اور رافضی کتنے بے

حیاء ہیں کہ اپنے ہی امام اور مقتدا پر بکتے اور تبرا کرتے ہیں حالانکہ کم از کم آدمی جن کی پیروی کرے اُن کا تو حیا کرے اور اپنے مقتدا کا بھی جو حیا نہ کرے ایسے کو کون شریف آدمی کہے گا۔ بلکہ اسطرح کے لوگوں کو تو نمک حرام کہتے ہوتے ہیں۔ بہرحال مذکورہ عبارت میں الزام کی صورت میں رافضی کا باطل ہونا خود رافضی عمل سے ثابت کیا مگر یار لوگ تو تاک میں بیٹھے تھے انھوں نے سبحان خان کا جملہ بھی حضرت شہیدؒ کے سر رکھ دیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

۴- اس حکایت میں ایک بڑی گہری بات شیعہ کے اپنے قواعد کی زد میں آکر کھلے جانے کی بھی حضرت سید صاحب نے کھول دی۔ وہ اس طرح کہ تمہارے خیال میں امیر معاویہؓ حضرت علیؓ پر تبرا کرتا تھا اس وجہ سے تم طرح طرح کے الزام اُن پر لگاتے ہو اُن کو کافر کہنے سے بھی نہیں چوکتے ہو اس لیے کہ وہ تبرا کرتے تھے اور تم بھی تبرا کرتے ہو پھر خود ہی بتاؤ تمہارا معاملہ کیا ہوا (اہل سنت کا معاملہ تو یہ ہے کہ وہ امیر معاویہ کو ہادی مانتے ہیں حیدر کرار کو خلیفہ راشد مانتے ہیں ان دونوں حضرات کی محبت سے دلوں کو سیراب رکھا ہوا ہے۔ البتہ جو مقام و مرتبہ حیدر کرارؓ کا ہے وہ انکے پیش رو خلفاء ثلثہ کے علاوہ امت میں کسی کا بھی نہیں مگر اے سبحان خان شیعہ صاحب تم جو امیر معاویہؓ کو تبرا گو کہتے ہو اور ان پاکوں پر تبرا کرنا کفر ہے تو تبرا گوئی میں تم بھی تو اُن کے پیرو ہو پھر خود ہی بتاؤ۔ انجناب کا ٹھکانہ کیا ہوگا؟ اگر یہ بات واضح نہ ہو سکے تو منطق کی زبان میں اسکا بیان یوں ہے۔ بقول سبحان خان شیعہ کے

'صغریٰ'	کبریٰ
امیر معاویہ کے دربار میں تبرا ہوتا تھا	حضرت علیؓ جو (صحابی ہیں) پر تبرا کرنے والا کافر ہے۔
حد اوسط	حد اوسط

تم اس بنیاد پر امیر معاویہ پر یہ حکم صادر کرتے ہو جو اس نتیجہ کی صورت میں ظاہر ہوا اور تم بھی تبرا بازی میں اُنکے نقش قدم پر چلتے ہو تو ذرا دل پر ہاتھ رکھو اور پڑھو۔

(صغریٰ)	(کبریٰ)
شیعہ درباروں میں صحابہ پر تبرا ہوتا ہے۔	صحابہ پر تبرا کرنے والے کافر ہیں۔
حد اوسط	حد اوسط

اب ذرا نتیجہ نکال کر منطق کے آئینہ اور اپنے بنائے ہوئے قواعد میں اپنا منہ بھی دیکھ لو۔ ممکن ہے اپنی درست اور حقیقی شکل دیکھنے میں مدد مل سکے۔ محترم قارئین حضرت سید شہیدؒ کی بات اور مکالمہ کو ہم نے دوسرے لفظوں میں ذرا وضاحت سے بیان کر دیا ہے حضرت نے تو یہ کچھ فرمایا تھا جو اوپر بیان ہوا مگر رافضی دستاویز نے بات کو کچھ کا کچھ بنا دیا۔



افتراء

حضرت علیؓ نے شراب پی کر نماز پڑھائی۔ (معیار صحابیت)

الجواب:

۱- مسلمانوں کا قبلہ بیت اللہ ہے اور اسی بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہے اگر کوئی شخص جان بوجھ کر بیت اللہ کی طرف منہ کرنے کی بجائے کسی دوسری سمت منہ کر کے نماز پڑھے تو اسکی نماز عنداللہ قبول نہ ہوگی۔ اب ذرا فرمان علی شیعہ مجتہد کا فرمان سنئے وہ سناتے ہیں کہ ''حضرت رسول بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔''

(ترجمہ فرمان علی پارہ نمبر۲ حاشیہ نمبر۱ صفحہ ۲۵ مطبوعہ لاہور)

مسلمانوں کا قبلہ بیت اللہ ہے اللہ کے رسول ﷺ اسی قبلہ کو محبوب رکھتے تھے تو کیا فرمان علی کا مذکورہ جملہ مثبت نظر سے دیکھا جائے گا؟ رافضی ذرا اسکا جواب دیں۔ ما هو جوابکم فهو جوابنا۔

۲- اگر تم یہ کہو کہ اول قبلہ بیت المقدس تھا مگر ہجرت مدینہ کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوگیا اب وہ حکم باقی نہیں رہا جو اول زمانہ اسلام میں تھا۔ تو حضور یہی کچھ واقعہ مذکورہ میں بھی ہے۔ ابتدائے اسلام میں شراب حرام نہ تھی بتدریج احکام نازل ہوتے رہے بالاخر مدینہ پاک میں حرمت شراب کا حکم ربانی نازل ہوا اس بنا پر الزام دینا کہ جب فلاں چیز حلال تھی حلال ہونے کے باوجود کیوں پی؟ اور جائز ہونے کے باوجود اسے اختیار کیوں کیا؟ یہ ایسا ہی اعتراض ہے جیسے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا ابتدا زمانہ ہجرت مدینہ میں حکم تھا اس پر اعتراض کرنا کہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز کیوں پڑھی۔ اس جہالت عارفانہ پر تعجب بھی ہوتا ہے اور افسوس بھی!

حضرت الحاج ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب زید مجدہ نے یہاں بطور الزامی جواب کے واقعہ مذکورہ لکھا ہے جو حرمت شراب کے حکم سے قبل کا تھا مگر یار لوگوں کو اس پر بھی اعتراض ہو۔ جو قابل اعتراض نہیں۔



افتراء

حضرت علیؓ اور فاطمہؓ کی توہین۔ (صراط مستقیم، حیات سید احمد شہید)

الجواب:

وہ توہین ذرا محترم قارئین بھی ملاحظہ فرمالیں۔ صراط مستقیم صفحہ ۳۱۵ پر ہے۔ آپ نے جناب رسالت مآب ﷺ کو خواب میں دیکھا اور آنجناب ﷺ نے تین تین عدد چھوہارے اپنے ہاتھ سے آپ کو کھلائے اس طرح سے کہ ایک ایک چھوہارا اپنے ہاتھ مبارک میں لیکر حضرت سید صاحب کے منہ میں رکھتے تھے اور بعدازاں کہ آپ بیدار ہوئے آپ کے رویائے حقہ کا اثر ظاہر باہر اپنے نفس میں پاتے تھے اور اسی خواب کی بدولت ابتدائے سلوک نبوت حاصل ہوگیا بعدازاں ایک دن جناب ولایت مآب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو خواب میں دیکھا پس علی المرتضیٰ نے آپ کو اپنے دست مبارک سے غسل دیا اور آپ کے بدن کو خوب اچھی طرح شست وشو کی۔ جس طرح والدین اپنے

بیٹوں کو شست و شو کرتے ہیں۔ اور جناب فاطمہ الزہرا نے نہایت عمدہ اور نفیس قیمتی لباس اپنے مبارک ہاتھوں سے آپ کو پہنایا۔ پس اس واقعہ کے سبب سے کمالات طریق نبوت جلوہ گر ہوئے اور اجتبائے ازلی جو کہ ازل الازال میں پوشیدہ تھی منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی۔ (صراط مستقیم بحوالہ تحقیقی دستاویز صفحہ 441)

محترم قارئین ذرا غور سے اور تکرار سے پڑھیں شاید آپ کو کوئی جملہ ایسا نظر آسکے؟ جس میں سیدہ کی توہین ہو یا حیدر کے شان و مرتبہ میں کسی کمی و بیشی کا ارتکاب نظر آتا ہو ہمیں تو سوا عطائے انعام کے کوئی دوسری بات معلوم نہیں ہو رہی مگر تعصب کی عینک پہلا کمال ہی یہ دکھاتی ہے کہ قبول حق کا جذبہ چھین لیتی ہے۔ کیا حیدر کرار کی زیارت یا رحمت عالم ﷺ کی خواب میں زیارت یا سیدہ کائنات کی زیارت ان کی توہین ہے؟ العیاذ باللہ! یاد رہنا چاہیے حضرت سید صاحب آل رسول ہیں۔ اس لحاظ سے آپ ﷺ نانا حضرت علیؓ جد امجد اور سیدہ فاطمہؓ امی ہوئیں رافضی کا بیٹے اور ماں باپ کے درمیان معاملات کو گستاخی قرار دینا کمال درجے کی بے شرمی ہے۔ نیز معاملہ خواب کا صورت حقیقی پر نہیں ہوتا ہم مقدمہ اور باب اول کے پہلے حوالے کے ضمن میں خواب کے بارے میں عرض کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔



افتراء

شرائط صلح کی خلاف ورزی امیر معاویہ نے حضرت علی پر تبرا کا سلسلہ جاری رکھا۔ (تتمہ المختصر فی اخبار)

الجواب:

یہ بالکل خلاف حقیقت بات اور محض سینہ زوری ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے کبھی بھی حضرت حیدر کرارؓ کی شان اقدس میں بے ادبی کا ارتکاب نہیں کیا۔ حیرت کی بات ہے ایک طرف تو امیر معاویہؓ کو شانِ حیدر کرارؓ میں بے ادبی کرنے والا قرار دیا جاتا ہے تو دوسری طرف یہ حقیقت بھی بیان کی جاتی ہے کہ حسنین کریمینؓ حضرت امیر معاویہؓ سے عطیے اور ہدیے و عطایا لیتے تھے جو کہ حیدر کرارؓ پر تبرا کرتے ہیں۔ لا حول ولا قوۃ۔ ملاحظہ فرمائیں! حضرت حسنؓ جب حضرت امیر معاویہؓ کو ملنے کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے ایک روایت کے مطابق ۲ لاکھ اور ایک روایت کے مطابق چار لاکھ درہم کا عطیہ پیش کیا۔ (تاریخ ابن عساکر صفحہ ۲۳۹ ج ۱۶)

یاد رہے کہ یہ عطیات اس عطیہ کے علاوہ ہیں جو بیت المال کوفہ سے حاصل کرنے کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے معاہدہ فرمایا تھا جو ۵۰ لاکھ اور بعض روایات میں ۷۰ لاکھ درہم تھے نیز بجرد کے علاقہ کی سالانہ آمدنی بھی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ۴۹ ھ تک مسلسل حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ملتی رہی۔ جس کی صراحت ان کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

(البدایہ والنہایہ ابن کثیر ۴۱-۴۲ ج ۸، کتاب انساب الاشراف للبلاذری صفحہ ۳۸۴، ۴۸،۵، شعبہ کی کتاب جلد العیون خاری صفحہ ۲۷۰، معجزات امام دوم (حسنؓ) از ملا باقر مجلسی وغیرہ)



افتراء

محبانِ عثمانؓ حضرت علیؓ سے منحرف ان سے بغض اور ان پر سب وشتم کرتے تھے۔ (مجموعہ فتاویٰ لابن تیمیہ)

الجواب:

ہم عرض کر چکے ہیں کہ وہ روایت جو بغض صحابہ پر مشتمل ہو وہ بلا سند وتحقیق قبول نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے کہ روافض نے بغض صحابہ کی بہت ساری کہانیاں تیار کر کے تاریخ اور غیر معروف کتابوں میں ملا جلا دی ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثناعشریہ میں اس طرح کے بہت سارے مکروں کا پردہ چاک کیا ہے جیسے مکر نمبر ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳ کہ اس میں مثالیں بیان فرما کر وضاحت کی ہے کہ بعض شیعہ اہل سنت کے ہاں مدرس و ملازم بن کر رہتے تھے اور خود کو بڑا عابد، زاہد، تارک الدنیا اور اپنے آپ کو نیک چلن ظاہر کرتے تھے مگر جب موقعہ ملتا تو اہلسنت کی کتابوں میں ملاوٹ کر دیتے اور اپنے مذہب کی تائید میں باتیں ملا دیتے تھے جیسے اجلح نامی شخص جس کا حال یحییٰ بن معین جیسا نقاد شخص بھی نہ جان سکا اور اس کو ثقہ لکھ دیا مکر نمبر ۵۱ میں فرماتے ہیں رافضیوں کی ایک جماعت اہل تاریخ کو دھوکہ دیتی تھی اور موہوم اور جھوٹی خبریں اور قصے ایجاد کر کے تاریخ کی کتابوں میں لکھوا دیتے تھے جو تنقیص صحابہ پر مشتمل ہوتے تھے فرماتے ہیں کہ جب بعض مورخین کسی کتاب سے حوالہ نقل کرتے تو اس پر بھرپور اعتماد کرتے ہوئے حقیقی واقعہ کے طور پر لکھتے اس گمان سے کہ اس کا مؤلف اہل سنت والجماعت ہے وہ واقعہ نقل کرتے ہیں تو غلطی میں پڑ جاتے ہیں آخر رفتہ رفتہ یہ امر موجب ضلالت ناظرین بے تحقیق کا ہوتا ہے۔ (تحفہ اثناعشریہ ص ۱۰۵)

چونکہ اس طرح کی جھوٹی سچی کہانیاں بڑی مقدار میں تاریخ اور غیر مقبول سنی کتابوں میں درج ہو گئی ہیں اور بعد والے بلا تحقیق آنکھیں بند کر کے انہیں نقل در نقل چلاتے آتے ہیں لہٰذا بلا سند کسی بات کا قبول کرنا ممکن نہیں مذکورہ کتاب میں بھی بلا سند یہ جملہ مرقوم ہے لہٰذا قابل اعتماد نہیں ہے۔



افتراء

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مست اونٹ کی طرح پکڑ کر لایا جاتا تھا۔ (العقد الفرید)

الجواب:

العقد الفرید کا مصنف ابن عبدربہ ہے جس کے بارے میں البدایہ والنہایہ کی بیان فرمودہ معلومات ملاحظہ ہوں۔

يدل من كلامه على تشيع فيه و ميل على حط بني اميه و هذا عجيب منه لا نه احد مواليهم و كان المولى به ان يكون ممن يواليهم لا ممن يعاد بهم۔

(البدایہ والنہایہ لابن کثیر صفحہ ۱۹۳-۱۹۴ جلد ۱۱، تحت سنہ ۳۲۸ھ، صاحب کتاب عقد الفرید)

یعنی احمد بن عبدربہ کا بیشتر کلام اس کے شیعہ ہونے پر دلالت کرتا ہے اور بنو امیہ کے گرانے یعنی ان کی تحقیر و تذلیل

کرنے پر اس کا میلان و رجحان ہے۔ اور یہ چیز اس کے حق میں عجیب ہے کیونکہ وہ بنوامیہ کے موالی میں سے ایک شخص تھا۔ اس کو چاہئے تھا کہ وہ بنوامیہ کے ساتھ دوستی کا اظہار کرتا لیکن وہ بنوامیہ کے ساتھ پوری عداوت اور دشمنی رکھتا تھا۔

دوسرے مقام پر لکھا ہے:

لان صاحب العقد کان فیه تشیع شنیع و مغالدة فی اهل البیت و ربما لا یفهم احد من کلامه ما فیه من التشیع۔ (البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۱۰ صفحہ ۲۱، تحت خالد بن عبداللہ بن یزید)

صاحب العقد الفرید (احمد بن عبدربہ) میں قبیح تشیع اور اہل بیت کے حق میں بے جا غلو پایا جاتا ہے اور بسا اوقات اس کے کلام سے کوئی شخص اس کے تشیع کو نہیں سمجھ سکتا۔

جس شخص کے بارے میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ وہ شیعہ تھا جو صحابہ کرامؓ کے بارے میں بے ہودہ خیالات رکھتا تھا اس کی بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف قبول کرنا عقل دشمنی کی دلیل ہے لہٰذا صاحب العقد الفرید کی کوئی وہ روایت قابل قبول نہیں جو اصحاب رسول ﷺ کے عیوب پر مشتمل ہو گی۔ روافض کو بھی کچھ شرم حیاء کو ہاتھ مارنا چاہئے جو اپنے رافضیوں کی کتابوں کو سنی حضرات کی کتابیں ظاہر کر کے عامة الناس کو دھوکہ دیتے ہیں۔



افتراء

مروان بن الحکم، حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرتا تھا۔ (فیض الباری)

الجواب:

شیعہ کرم فرماؤں نے جو روایات اُڑائیں ہیں ان روایات کے اڑانے میں ایسی مہارت سے کام لیا گیا ہے کہ ابن معین جیسا باریک بین شخص بھی نہیں پہچان سکا اس لئے مزکورہ بے سند حوالے کی عبارت بھی کوئی وزنی بات نہیں حضرت شاہ عبد العزیز نے وضاحت کی ہے کہ بہت سی خبریں روافض نے بنا کر کتابوں میں درج کر دی ہیں۔ اس روایت کا بلا سند ذکر کیا جانا دلیل ہے۔ اِس روایت کے جھوٹا اور من گھڑت ہونے کی۔ لہٰذا بلا سند روایت کو الزام میں پیش کرنا درست نہیں۔



افتراء

مروان خطبوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین کرتا تھا۔ (العرف الشدی، البدایہ، الکوکب الدری)

الجواب:

الکوکب الدری وغیرہ تینوں کتابوں میں اس کہانی کا بلا سند پایا جانا اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے'' مزید یہ کہ یہ روایت کئی وجوہ سے اعتبار کے لائق نہیں۔

① صحابہ کرامؓ مروان کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے ایک ایسا شخص جو اعلانیہ آل رسول پر سب کرتا ہو بھلا صحابہ کرامؓ کی نماز

اس کی اقتدا میں کیسے درست ہوگی صحابہ کرام کا مروان کی اقتدا میں نماز پڑھنا نا قابل انکار امر ہے۔

- خود حسنین کریمین ﷜ بھی مروان کی اقتداء میں نمازیں ادا فرماتے تھے چنانچہ تاریخ صغیر للامام بخاری صفحہ ۵۷ البدایہ جلد ۶ صفحہ ۲۵۸ طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۱۵۸ پر حسنین کریمین ﷜ کا مروان کے اقتدا میں نماز پڑھنا مذکور ہے مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔

کان الحسن و الحسین رضی اللہ عنہما یصلیان خلف مروان الخ ۔ (المصنف لابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۷۸)

حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ (دونوں حضرات) مروان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔

وہ کون ایسا شخص ہے جو باپ کو گالیاں دینے والے کی اقتدا میں نماز ادا کرے گا، نیز نماز کی قبولیت کا مسئلہ بھی قابل غور ہے کہ من سب اصحابی فقولوا لعنة اللہ علی شرکم (ترمذی) مذکورہ حدیث کی رو سے حیدر کرارؓ جیسی عظیم المرتبت ہستی، صحابی رسول، خلیفہ راشد کو گالیاں دینے والا اور ان کے بارے میں توہین آمیز رویہ اختیار کرنے والا شخص ملعون ہے۔ پھر ایسے شخص کی اقتدا میں پڑھی جانے والی نماز کا کیا بنے گا؟

- صحابہ کرام ﷢ مروان کی نیابت قبول کرتے رہے ہیں جیسے حضرت ابو ہریرہؓ کا نائب ہونا البدایہ اور مسلم شریف میں مذکور و موجود ہے۔

ان ابا ھریرہؓ کان یستخلفہ مروان علی المدینة اذا اقام للصلوٰۃ المکتوبہ کبر۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۶۹ باب اثبات التکبیر)

''یعنی ابو ہریرہؓ کو مروان اکثر اپنا نائب بنایا کرتا تھا مدینہ میں جس وقت فرض نماز کھڑی ہوتی تو وہ تکبیر کہتے تھے۔''

- مروان شرعی مسائل صحابہ کرام سے حل کرنے کیلئے رجوع کرتا تھا اگر یہ شخص سب علی کا مجرم ہے تو ایسے شخص کو علم دینا قاتل کو تلوار دینے کے مترادف ہوا۔ نیز اصلاح مسائل میں ساعی صحابہ کرامؓ اس رسم بد کی اصلاح کیوں نہ فرماتے تھے جبکہ یہ مسئلہ اہم اور اس کی اصلاح سب سے زیادہ ضروری تھی؟

ان گزارشات کو پیش نظر رکھ کر خود ہی انصاف سے فرمایئے مروان کے بارے میں بیان کی جانے والی ان روایات کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔

محقق العصر حضرت مولانا محمد نافع صاحب فرماتے ہیں۔ ناظرین خوب یاد رکھیں کہ ہمارے نزدیک نہ یہ روایات صحیح ہیں جن میں حضرت علیؓ پر یا حضرات حسنینؓ پر امیر معاویہؓ کی جانب سے یا مروان کی طرف سے سب وشتم یا لعن طعن کرنا دکھایا جاتا ہے اور نہ وہ روایات درست ہیں جن میں امیر معاویہ پر یا ان کے دیگر ہم نوا صحابہ کرام ﷢ پر حضرت علی ﷜ یا حسنینؓ کی طرف سے لعن طعن، سب وشتم ذکر کیا جاتا ہے ان اکابر صحابہ کی ملاعنت و مشاتمت کو ان روایات کی رو سے ہم صحیح تسلیم نہیں کرتے یہ بات بالکل غلط ہے۔ (رحماء بینھم ج ۴ صفحہ ۲۲۰)



افتراء

مروان بن حکم نے امام حسین کو گالیاں دیں کہ تم ملعون گھرانے کے ہو۔ (تطہیر الجنان)

الجواب:

جس روایت کی بناء پر اعتراض اُٹھایا گیا ہے اس روایت کو شروع کرنے سے قبل ہی اس کی حیثیت واضح کر دی گئی ہے الفاظ ہیں۔ ایک روایت جس کی سند میں عطاء بن سائب ہیں اور اُن کی عقل میں فتور آ گیا تھا۔ (مذکورہ عکسی صفحہ نمبر ۴۶۰)

ارباب انصاف سنجیدگی کے ساتھ ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ جس کی عقل میں فتور ہو گا وہ صحابہ کرامؓ پر اس طرح کی باتیں نہیں کہے گا تو کیا کہے گا۔ کاش امت کو یہ بات سمجھ میں آ جائے کہ جن کی عقل میں فتور ہو وہی اس طرح کی روایات نقل کرتے ہیں اور عقل کے ساتھ ساتھ نیتوں میں بھی فتور آ جائے تو تحقیقی دستاویز کے نام سے کتابیں مرتب کی جاتی ہیں۔

مگر یار لوگوں کو کم از کم اتنا تو خیال رکھنا چاہئے کہ جن کی عقل میں فتور ہو ان کی روایات سلیم العقل لوگ بھلا کیسے قبول کرلیں گے۔ مفتور العقل کی روایت مفتور العقل لوگ ہی قبول کر سکتے ہیں۔ اس عکسی صفحہ سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ بہت سے ایسے لوگوں نے جن کی عقلوں میں فتور ہے۔ انہوں نے اہل سنت والجماعت کی کتابوں میں اپنے فتور عقل کو انڈیل دیا ہے۔ اسی لئے ارباب علم واضح کر رہے ہیں کہ روایات کو قبول کرنے سے پہلے یہ ضرور ملاحظہ فرما لینا کہ کہیں یہ روایت کسی دیوانے کی بڑھ اور عقل سے خالی شخص کی کاشت تو نہیں؟ کیوں کہ کئی عقل سے پیدل لوگوں نے ایسی روایات بھی گھڑ لی ہیں جو رحمتِ عالم ﷺ کی آغوش میں تربیت پانے والے صحابہ کرامؓ کی باہمی محبت و پیار کو دشمنی کا رنگ دیتی ہیں۔

دراصل اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کے خاندان اور ان کے پیارے صحابہؓ کے درمیان ایسی محبت پیدا کر دی کہ زمانہ ایسی محبت و دوستی کی مثال لانے سے عاجز آ گیا جب خاندان پیغمبر اور اصحاب پیغمبر کی مثالی محبت دیکھ کر اسلام کے باغی گروہ حسد کی آگ میں جل کر کالا سیاہ کوئلہ ہو گئے۔ اور جب قوت برداشت نے جواب دے دیا تو پاگل ہو گئے جب عقل جاتی رہی تو پھر (وائٹ پیپر) تحقیقی دستاویز میں پیش کردہ روایات تراش کر لانے لگے۔



افتراء

باغی امیر معاویہ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کی جاتی تھی۔ (مجموعہ فتاویٰ)

الجواب:

اگر عقل میں فتور کے ساتھ ساتھ آنکھوں میں بھی فتور آ جائے تو آدمی کو ایک کے چار نظر آنے لگتے ہیں مگر المرء یقیس علی نفسہ، ہر شخص دوسرے کو اپنے جیسا خیال کرتا ہے۔ ''ہر شخص تو بھینگا نہیں ہوتا کہ وہ دو کو چار دیکھے'' کی مثال کا سچا نمونہ پیش کرتے ہوئے لگتا ہے کرم فرما ہر ایک کو اپنے جیسا ہی خیال کیے بیٹھے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہاں امیر معاویہؓ کو باغی نہیں کہا گیا۔ ہم ارباب نظر سے درخواست گزار ہیں پورا صفحہ مطالعہ کر جائیں باغی امیر معاویہ کا لفظ پورے صفحہ تو کیا پورے

مجموعہ فتاویٰ میں نظر نہیں آئے گا۔ اس کے باوجود یہاں یارلوگوں نے باغی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سرخی قائم کردی۔

مطلوبہ عبارت درج ذیل ہے:

و کان یسب علی و لعنه من البغی الذی استحقت به الطائفة ان یقال لها الطائفة الباغیه۔

اس پوری عبارت میں حضرت امیر معاویہ کا کہیں اتہ پتہ نہیں نہ ہی امیر معاویہ کو العیاذ باللہ کسی اہل السنّت عالم نے باغی قرار دیا مگر یہ خبث باطن اور فتور عقل کا کمال ہے جو یار لوگ صحابی رسول کو باغی قرار دینے پر تل چکے ہیں۔ امام احمد ابن حنبلؒ نے مذکورہ عبارت میں اُن شیعوں کو جو بعد میں خارجی بن گئے انہیں باغی قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام موصوف نے تو خارجیوں کو باغی لکھا اور وہی باغی سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو سب شتم کرتے تھے مگر مفتور العقلوں نے خارجی باغیوں کے مذکورہ الزام کو سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر دھر دیا یہ ہے رافضی امانت و دیانت کا معیار''۔



افتراء

حکمران بنوامیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد پر لعنت کرتے تھے۔ (جوامع السیرہ)

الجواب:

اس عبارت میں وہی مواد سرکتا نظر آتا ہے۔ جو طبقات ابن سعد میں ابومخنف لوط بن یحییٰ کی روایت سے چلا ہے اور لوط کا مفصل حال ہم لکھ چکے ہیں کہ وہ متعصب رافضی اور روایات کا گھڑنے والا شخص تھا جس کی روایت ہرگز قابلِ قبول نہیں۔



افتراء

معاویہ نے برسر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کی رسم جاری کی۔ (عادلانہ دفاع اور علماء اہل سنت)

الجواب:

بعین وہی الفاظ جو ابن جریر طبری سے چلے ہیں اور جن کے کہانی ساز ہشام اور لوط ہیں یہاں وہی مذکور ہیں۔ یہ دونوں رافضی کہانی ساز تھے جو اصحابِ رسولؐ کے خلاف زبان درازی کو محبوب مشغلہ خیال کرتے تھے، ایسے لوگوں کی روایات ایک آنکھ دیکھنے کے قابل بھی نہیں۔ تفصیل گزر چکی۔



افتراء

معاویہ نے سعد بن ابی وقاصؓ کے سامنے حضرت علی کو گالیاں دیں۔ (مروج الذہب)

الجواب:

یہ روایت بھی لائق استدلال نہیں مذکورہ واقعہ کی جو سند صاحب کتاب نے ذکر کی ہے اس میں ایک راوی محمد بن اسحاق

ہے جس پر ارباب علم نے کلام کیا ہے علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے کتاب المدلسین میں اسکا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ ضعیف اور مجہول لوگوں سے تدلیس کرنے میں مشہور ومعروف ہے۔

اور جو ان لوگوں میں شر ہیں ان سے بھی تدلیس کرتا ہے (یعنی جن لوگوں سے روایت کرتا ہے ان کا نام نہیں ذکر کرتا بلکہ نام حذف کر دیتا ہے۔) (کتاب المدلسین صفحہ ۱۹)

مدلس کے لئے قاعدہ علماء نے یوں بیان فرمایا ہے کہ اگر مدلس عَنْ کے ساتھ روائت نقل کرے تو وہ روایت حجت نہیں رہتی امام نووی نے نصب الرایہ میں لکھا ہے:

اذا قال المدلس ، عن" لا يحتج به۔ (حواشی نصب الرایہ صفحہ ۳۵۱ جلد ۲)

کہ جب مدلس عن کے ساتھ روایت نقل کرے تو وہ روایت قابل قبول نہیں۔ محمد ابن اسحاق کے بارے میں تہذیب التہذیب جلد ۹ صفحہ ۴۳ میزان الاعتدال صفحہ ۲۴ جلد ۳ وغیرہ میں جرح موجود ہے مزید وہاں رجوع فرمایا جائے۔ چونکہ محمد بن اسحاق راوی مجروح ہے لہٰذا یہ روایت قابل استدلال نہیں۔

- ۲ اس کا دوسرا راوی ابن ابی نجیح ہے جس کا نام عبد اللہ ہے یہ قدریہ مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ ساتھ ساتھ یہ مدلس بھی ہے۔ تقریب التہذیب میں ہے۔ رُمِیی بالقدر و ربمادلس۔ (تقریب التہذیب جلد ۱ صفحہ ۵۴۱)

تیسرا راوی محمد بن حمید الرازی ہے جسے علامہ حافظ ابن حجر نے ضعیف لکھا ہے۔ (تقریب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۶۹ نمبر ۵۸۵۲)

ارباب علم ملاحظہ فرمائیں جس روایت کے تقریباً اکثر راوی ہی نا قابل اعتماد ہوں اس روایت کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔



افتراء

امیر معاویہ اور انکا گروہ منابر پر حضرت علی کی توہین کرتے تھے۔ (فتح الباری)

الجواب:

صاحب بصیرت اور آنکھوں کی نعمت سے مالا مال حضرات کو دعوت انصاف ہے ذرا آنکھوں کو کھلا رکھ کر مذکورہ صفحہ پڑھیں۔ اس پورے صفحہ پر کہیں امیر معاویہ یا ان کے گروہ کا اتہ پتہ موجود نہیں ہے۔ صاحب کتاب نے خارجیوں کے بارے میں تو بتایا ہے اور صراحتاً ان کا نام بھی لیا ہے اور مزید وضاحت فرمائی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لوگ تین اقسام پر تقسیم ہو گئے۔

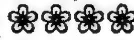
- ۱ اہل السنۃ والجماعۃ
- ۲ متبدعہ خوارج

30B

③ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ میں مصروف لوگ ان میں کچھ عامی بنوامیہ بھی تھے۔

پھر صاحب کتاب نے ان طبقات کے احوال لکھے ہیں۔ یہاں پر نہ تو حضرت امیر معاویہؓ کا تذکرہ ہے اور نہ منبروں پہ اُن کا کھڑے ہوکر حضرت علیؓ کی توہین کرنے کی کوئی بات!

ہاں البتہ ان خارجیوں کے بارے میں ضرور لکھا گیا ہے جو اول حضرت علیؓ کے ساتھ محبت کا اعلان کرتے تھے پھر بعد میں الگ ہوکر اپنی دوسری پارٹی بنالی اور یوں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرنے لگے۔



افتراء

معاویہ کے گورنر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب شتم کرتے تھے۔ (الکامل فی التاریخ)

الجواب:

الکامل لابن اثیر کی مذکورہ روایت طبری کی روایت ہی ہے جو معمولی الفاظ کے تغیر سے منقول ہے۔ علامہ ابن اثیر نے مقدمہ میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ میں نے طبری سے تاریخ کا مواد حاصل کیا اور اسی پر اعتماد کیا ہے اور طبری نے اپنی سند سے یہ واقعہ نقل کیا ہے جس کے راوی ہشام بن محمد کلبی (۲) لوط بن یحییٰ ابو مخنف ہیں یہ دونوں راوی کٹر شیعہ اور متعصب رافضی تھے جس کے تفصیل ہم گزشتہ اوراق میں عرض کر چکے ہیں۔



افتراء

امیر معاویہ اور عمرو بن العاص نے امام حسن کو زہر دیا۔ (حضرت علی تاریخ وسیاست کی روشنی میں)

الجواب:

مذکورہ کتاب ڈاکٹر طہٰ حسین مصری نابینا کی ہے جو اہل سُنت کا ترجمان نہیں ان کے الفاظ وتحریریں روافضہ کی ترجمانی کرتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب بصیرت و بصارت دونوں سے تہی دامن ادیب تھے۔ عربی ادب میں خاصی مہارت رکھتے تھے ان کی تحریر محض زبانی تقریریں ہیں کیونکہ نابینا ہونے کی وجہ سے کچھ لکھ نہیں سکتے تھے۔ حضرت مولانا محمد نافع صاحب نے ایک نجی تقریب میں ارشاد فرمایا کہ اس کی بیوی عیسائی تھی جو اس کی باتیں لکھا کرتی تھی۔ اربابِ علم موصوف کے احوال مذکورہ سامنے رکھ کر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کسی شرعی مسئلہ میں ان صاحب کی بات کتنا وزن رکھتی ہوگی۔ لہٰذا اس کتاب کو اہل سنت کے لئے الزام میں پیش کرنا سراسر فریب کاری اور دھوکا ہے۔



افتراء

① معاویہ نے حضرت علی کو علی الاعلان گالیاں دیں۔ (الحسن والحسین از رضا مصری)

◆ امیر معاویہ کی اطاعت میں ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر حضرت علی کیلئے گالیاں تھیں۔

الجواب:

اول اُن راویوں کی روایات جو اہل السنّت کی کتابوں میں گھسیڑ دی تھیں ان کے سہارے تحقیقی دستاویز کے ورقوں میں اضافہ کرتے رہے اور اب پوری پوری رافضی قلم سے محررہ کتابیں ہی اہل سنت کے کھاتے ڈالنے پر تل پڑے ہیں مگر جیسے روایات کے تہہ میں چھپی رافضیت کو اہلِ سنت نے فنِ اسماء الرجال کے ذریعے کھول کر رکھ دیا کہ جو روایات رافضی لوگوں نے گھڑی ہیں وہ ہمارے لیے حجت نہیں اور یوں اہلِ علم نے ان کی ملاوٹ کو تشت از بام کر دیا اسی طرح تقیہ بازوں کی کتابوں کو بھی اہل السنّت رد ہی کرتے ہیں۔ مذکورہ کتاب تقیہ باز رافضی کی ہے جو ہم پر الزام میں پیش کی گئی ہے۔ لہٰذا جواب دینے کی چنداں ضرورت نہیں۔



افتراء

مروان نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے والد کی توہین کی۔ (تاریخ الخلفاء)

الجواب:

ابن سعد نے یہاں جو روایت نقل کی ہے اس کی سند منقطع ہے۔ اندازہ یہی ہے کہ اس کا راوی لوط بن یحییٰ رافضی ہے ہم تفصیل سے عرض کر چکے ہیں کہ اس شیعہ کی روایت معتبر نہیں۔



افتراء

امام حسن کی مثال خچر کے مثل بیان کی گئی۔ العیاذ باللہ۔

الجواب:

یہاں بھی مروان کی زبانی جو الفاظ نقل کیے گئے ہیں وہ شیعہ تصرفات کا نتیجہ ہے۔ بنوامیہ کے خلاف عباسی دور خلافت کی تحریری تحریک کا یہ اثر ہے کہ ہر طرح کے الزام اور برائی کو بنوامیہ کے کھاتے ڈالا گیا ہے ہم گذشتہ اوراق میں وضاحت سے عرض کر چکے ہیں کہ تاریخ عباسی دور خلافت میں ترتیب دی گئی اور عباسی بنو اُمیہ کے ازلی دشمن تھے انہوں نے ہر وہ طریقہ اختیار کیا جس سے بنوامیہ کو بد نام کر کے عوام کی نظروں سے گرایا جا سکے مذکورہ الزام بھی اسی مہم کا ایک حصہ ہے، مروان پر الزامات کی حقیقت آئندہ صفحوں میں عنقریب انشاءاللہ آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔



افتراء

امام حسن چنگارہ تھے۔ (دراسات اللبیب)

الجواب:

❶ یہ بات جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی گئی ہے فی الحقیقت یہ بات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نہیں بلکہ یہ ایک شخص اُسیدی کا قول ہے خواہ مخواہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذمہ یہ قول لگا دیا گیا ہے۔

❷ چونکہ وہ روشن اور چمکدار ہوتا ہے اس کا بجھ جانا گویا زندگی کی روشنی ختم ہو جانا ہے۔ یہ لفظ بول کر اس کی تعبیر موت، مراد لی جاتی تھی کہ زندگی حیات کی روشنی ہے۔ بجھ جائے تو موت ہے اگر نیت میں خرابی نہ ہو تو یہ لفظ توہین امیز نہیں ہے مگر جس کی نیت میں فتور ہو اُس کو تو بالکل سولہ آنے صحیح بات بھی 100 فیصد غلط ہی نظر آتی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ ایک تعبیر ہے جو عام طور پر لوگ بولا کرتے تھے جس سے مراد موت لی جاتی تھی اس تعبیر کو بے ادبی سے تعبیر کرنا خود کمال بے ادبی اور بے وقوفی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔



افتراء

❶ عہد معاویہ میں ناصبیت کو فروغ حاصل ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر برملا سب وشتم کیا جانے لگا۔

(البیان الاظہر للکشف ۔کائد المظہر)

❷ امام حسین رضی اللہ عنہ کی ناکامی یقینی تھی حسین کو اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ (افادات وملفوظات)

افتراء

مذکورہ دونوں کتابیں خارجی مزاج مصنفوں کی ہیں۔ مولانا لعل شاہ بخاری صاحب کی کتاب میں تاریخ کی وہ روایات موجود ہیں جن کے کہانی ساز رافضی ہیں جبکہ محمد سرور صاحب کا خارجی نظریات وخیالات کا مالک ہونا خود ان کی کتاب سے عیاں ہے۔ لہٰذا یہ کتابیں اہل سنت کی مسلمہ کتب نہیں جن کو الزام میں پیش کیا جائے یا اس طرح کی کتابوں سے دیے گئے الزام کا جواب دیا جائے ہمارے نزدیک جیسے رافضیت قابل رد ہے خارجیت بھی اسی طرح واجب الرد ہے۔ نیز یہ کتاب امام اہلسنت وکیل صحابہ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین خلیفہ مجاز حضرت مدنیؒ اور امیر تحریک خدام اہلسنت کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ ہمارے دشمنوں کی کتابوں سے ہم کو الزام۔ فیا للعجب۔

لعل شاہ بخاری کے بارے میں حضرت قاضی صاحب لکھتے ہیں:

مولانا لعل شاہ بخاریؒ اور فتویٰ دیو بند۔

مولانا لعل شاہ بخاری نے ایک ضخیم کتاب استخلاف یزید لکھی ہے جس کے بعض مقامات پر میں نے خارجی فتنہ حصہ اول میں تنقید کی تھی۔ جس میں حضرت امیر معاویہ کی تنقید وتوہین پائی جاتی ہے اس کے جواب میں شاہ صاحب موصوف کے ایک شاگرد اور مرید مولوی مہر حسین بخاری، ساکن کامرہ ضلع اٹک، نے میرے نام ایک کھلی چھٹی شائع کی جس میں انہوں نے میری کتاب خارجی فتنہ کی بعض عبارات پر جرح کی کیونکہ بحث کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت

امیر معاویہؓ کی شخصیت کے ساتھ تھا اس لیے کھلی چٹھی کے جواب میں بندہ نے ایک کتاب بنام دفاع امیر معاویہؓ شائع کی جس میں مولانا لعل شاہ صاحب کی کتاب استخلاف یزید کی کئی عبارتیں زیر بحث لائی گئیں۔ جس میں حضرت امیر معاویہؓ کی ذات کو کھلم کھلا مجروح کیا گیا تھا۔ الحمدللہ میری کتاب دفاع امیر معاویہؓ بہت مقبول ہوئی ناواقف لوگوں کے کئی شبہات دور ہو گئے اس سلسلہ میں تحریک خدام اہل سنت ساہیوال، ضلع سرگودھا، نے میری اور مولانا لعل شاہ کی متعدد عبارتیں دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کو ارسال کیں اور استفسار کیا کہ مولانا لعل شاہ صاحب اور قاضی مظہر حسین صاحب میں سے کس کا موقف اور مسلک جمہور اہل سنت اور اکابر دیوبند کے مطابق ہے۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ ساہیوال کے احباب نے میرے دارالعلوم دیوبند سے اس استفسار کا جو جواب ان کو موصول ہوا۔ حسب ذیل ہے:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الجواب ھو الموفق والمعین۔ سوال میں مولانا لعل شاہ کی کتاب استخلاف یزید اور مولانا قاضی مظہر حسین کی کتاب دفاع امیر معاویہ کے جو حوالے نقل کیے گئے ہیں اس سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ قاضی مظہر حسین کا موقف درست اور اہل سنت والجماعت اور علماء دیوبند کے مطابق ہے اور لعل شاہ بخاری کا موقف اس بات میں غیر معقول اور شیعی مزاج کے مطابق ہے ان کی عبارت میں حضرت امیر معاویہؓ کی تنقید عیاں ہے جو اہل سنت والجماعت کے مسلک کے قطعاً خلاف ہے اور مولانا لعل شاہ بخاری کا فریضہ ہے کہ اپنی کتاب سے ان عبارات کو خارج فرما دیں جن سے صحابی رسول کاتب وحی سیدنا امیر معاویہؓ پر چوٹ ہوتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: قال رسول اللہ ﷺ اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم و من ابغضھم فببغضی ابغضھم و من اذاھم فقد اذانی و من آذانی فقد اذی اللہ فیوشك ان یاخذہ۔ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ) واللہ اعلم۔ دستخط محمد ظفیر الدین غفرلہ مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۸ ذوالحجہ ۱۴۰۵ھ الجواب الصحیح کفیل الرحمٰن نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۹-۱۲-۱۴۰۵ھ۔ الجواب الصحیح حبیب الرحمٰن خیرآبادی مفتی دارالعلوم دیوبند یکم محرم الحرام ۱۴۰۶ھ۔ الجواب الصحیح العبد نظام الدین مفتی دارالعلوم دیوبند۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

کتاب البیان الاظہر کا اعلان

علماء اہل سنت نے میرے موقف کی جو تائید کی اور تصدیق کر دی ہے اس سے مولانا لعل شاہ بخاریؒ بہت پریشان ہیں اور کچھ مزید حقائق، پیش کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے میری کتاب دفاع امیر معاویہؓ کے جواب میں ایک کتاب تصنیف فرمائی ہوئی ہے جس کا نام رکھا ہے البیان الاظہر لکشف مکائد المظہر اس کا اعلان انہوں نے کتاب بصیرت افروز تبصرہ ص۲۴۴ پر لکھا ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ ان کی کتاب طبع ہو چکی ہے کہ نہیں جب ان کی کتاب مطبوعہ موصول ہوگی تو حسب ضرورت اس کا جواب لکھا جائے گا۔ (خارجی فتنہ ص۶۵۳ تا ۶۵۴)

❀❀❀❀

افتراء

مروان نے امام حسین کی توہین اور اہل بیت رسول کو ملعون کہا۔ (صواعق محرقہ)

الجواب:

مروان سے متعلق چند روایات کو یہاں صواعق محرقہ میں بیان کیا گیا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں ارباب علم کی جو رائے ہے وہ نظر قارئین کر دی جائے۔ علامہ ابن القیم نے اپنی تصنیف المنار المنیف فی الصحیح و الضعیف کی فصل سینتیس میں بحث فرمائی ہے جس کے چند جملے پیش خدمت ہیں۔

و من ذالك الاحاديث، في ذم معاويه۔ و كل حديث في ذمه فهو كذب۔ و كل حديث في ذم عمرو بن العاص فهو كذب و كل حديث في ذم بني اميّه فهو كذب ۔ و كذالك احاديث ذم الوليد و ذم مروان بن الحكم۔

یعنی ان جعلی روایات میں سے وہ روایات ہیں جو امیر معاویہ کی تنقیص میں منقول ہیں اور ہر وہ روایت جو ان کی مذمت میں ہے وہ دروغ اور جھوٹ ہیں۔ اور ہر وہ روایات جو بنی امیہ کی مذمت میں ہیں وہ دروغ اور جھوٹ ہیں۔ اسی طرح وہ روایات جو ولید اور مروان بن الحکم کی مذمت میں ہیں۔ (وہ جھوٹ ہیں)

(المنار المنیف فی الصحیح والضعیف لابن قیم فصل ۳۷ صفحہ ۱۱۷ مطبوعہ حلب)

ملا علی قاری ﷫ بھی ان روایات کو قصہ کہانی اور جھوٹ و دروغ کا پلندہ قرار دیتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں:

و من ذالك الاحاديث في ذم معاويه و ذم عمرو بن العاص و ذم بني اميه...... و ذم مروان بن الحكم ۔

مطلب یہ ہے کہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ان جعلی روایات میں وہ احادیث ہیں جو امیر معاویہ کی مذمت میں ہیں اور عمرو بن العاص کی مذمت میں اور بنی امیہ کی مذمت میں ہیں۔ اسی طرح مروان بن الحکم کی مذمت میں مرویات بھی جعلی ہیں۔ (① موضوعات ملا علی قاری صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ دہلی، ② الاسرار المرفوعہ فی اخبار الموضوعہ صفحہ ۴۰۷ ③ کوثر النبی ﷺ از مولانا عبد العزیز پرہاروی حصہ دوم تحت بحث احادیث موضوعہ (قلمی))

ان ارباب علم نے علی الاعلان یہ بات واضح فرما دی کہ بنو امیہ یا حضرت امیر معاویہؓ یا مروان کے بارے میں جس قدر روایات وضع کی گئی ہیں وہ محض جھوٹ کی کہانی اور دروغ گوئی ہیں۔ محض عامۃ الناس کے درمیان ان اسلاف کے بارے میں بدگمانی پھیلانے کیلئے اس طرح کی مذمت میں جھوٹی روایات تعصب کی فیکٹری میں منافقت کے میٹریل سے تیار کر کے پھیلائی گئی ہیں ان روایات کی طرف التفات کرنا اور ان پر اعتماد کرنا گویا جھوٹ کو سچ قرار دینے کے مترادف ہے۔ لہٰذا یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ مروان وغیرہ کے باب میں مروی روایات کی نہ کوئی حقیقت ہے اور نہ ہی اس طرح کی روایات کوئی علمی مواد ہیں ایسی روایات کو ترک کر دینا ہی مناسب ہے۔

ذم معاویہ و مروان و بنوامیہ کی روایات درایت کی روشنی میں

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اربابِ علم نے حضرت امیر معاویہؓ بنوامیہ اور مروان وغیرہ کے بارے میں جو یہ اعلان کیا ہے کہ ان کے بارے میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں وہ ساری کی ساری موضوع اور جعلی روایات ہیں یا اس کی کچھ اصل بھی ہے یا نہیں؟ پس اِس حقیقت تک رسائی پانے کے لیے کہ اربابِ علم کو غور کرنا چاہئے کہ کیا ان روایات کی کوئی حیثیت عقلاً بھی سمجھ میں آتی ہے۔ یا نہیں؟ لہٰذا مقام غور ہے کہ بالفرض وہ روایات جو اِن مذکورہ حضرات کے بارے میں نقل کرتے ہیں وہ درست اور صحیح ہیں تو.........

1. حضرت عثمانؓ کا مروان کو اپنا داماد بنانا کیسے درست ہوا؟
2. حضرت عثمانؓ نے مروان کو اپنا کاتب کیسے تجویز فرمایا؟
3. حضرت عثمانؓ نے مروان کو بحرین کا حاکم اور والی کیسے بنایا؟
4. سہل بن سعد رضی اللہ عنہ (صحابی) علی بن الحسین ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ یعنی زین العابدین عروہ بن زبیر (تابعی) سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) وغیرہم اکابرین امت نے مروان کی دیانت و امانت پر کیسے اعتماد کیا کہ اُن سے احادیث روایت کیں؟
5. امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے موطاء میں مسائل شرعی میں اعتماد کرتے ہوئے مروان سے متعدد مسائل کیسے نقل کر دیے؟
6. امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مؤطا محمد میں مروان سے بہت سارے شرعی مسائل کیسے نقل کر دیے؟
7. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے عظیم محدث اور صحابی مروان کی نیابت کو کیسے قبول فرماتے تھے؟
8. حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ارشاد کیوں فرمایا کہ

بل نصلی خلفهم و نناكحهم بالسنة۔

یعنی ہم بنوامیہ خلفاء کے پیچھے نمازیں پڑھیں گے اور ان کے ساتھ رشتہ داریاں سنت کے مطابق قائم کریں گے۔

9. علامہ زہری کا یہ قول حضرت زین العابدین کے بارے میں کہ

احسنهم طاعة احبهم ای مروان و عبد الملك بن مروان۔

یعنی اہل بیت حضرات میں سے حضرت زین العابدین، مروان اور ان کے بیٹے عبد الملک بن مروان کے نہایت عمدہ تابع دار ہیں اور بہت زیادہ محبت رکھنے والے ہیں۔ نیز اگر مروان ملعون اور دشمنِ آلِ رسول ہے اور جو جملے العیاذ باللہ محولہ کتاب میں منقول ہیں تو اِن دونوں خاندانوں میں رشتہ داریاں اور گھریلو تعلقات رکھنا ممکن ہو سکتے ہیں؟ جبکہ صورت حال یہ ہے کہ

1. رملا بنت علی بن ابی طالب مروان کے بیٹے معاویہ کے نکاح میں تھیں۔
2. حسن مثنیٰ کی بیٹی (زینب) مروان کے پوتے ولید بن عبد الملک بن مروان کے نکاح میں تھی۔
3. امام حسن کی پوتی (خدیجہ بنتِ الحسین بن حسن رضی اللہ عنہما) مروان بن الحکم کے بھائی الحارث بن الحکم کے پوتے اسماعیل

بن عبد الملک بن الحارث کے نکاح میں تھی۔

۴ مذکورہ خدیجہ کے نکاح کے بعد ان کی چچا زاد بہن (حمارۃ بنت الحسن المثنی بن امام حسن ؓ) مروان کے حقیقی بھائی الحارث بن الحکم کے پوتے اسماعیل بن عبد الملک یعنی الحارث کے نکاح میں تھیں۔

ان گزارشات کو بنظر انصاف ملاحظہ فرما کر یہ ارشاد فرمائیں ایک شخص اِس قدر گندی گالیاں اور وہ بھی برسرِ منبر ہزاروں کے مجمع عام میں دے رہا ہے باپ کو گالیاں دینے والے کے لیے کوئی اتنا فراخ دل ہو سکتا ہے کہ اس کو یا اس کی اولاد کو اپنی بیٹی کا رشتہ دینے پر کوئی آمادہ و تیار ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اِن دو باتوں میں ایک بات ہی سچی ہو سکتی ہے؟

۱ یا تو اِن دونوں خاندانوں میں پیار محبت اور گہری دوستی کا رشتہ تھا جو آپس کی رشتہ داریوں کا سبب بنا کہ آلِ رسول نے بنوامیہ کو اپنی بچیاں نکاح میں دینا گوارا فرمالیں۔

۲ یا پھر سب وشتم کی بوچھاڑ تھی۔ برا بھلا کہتے زبانیں متحرک تھیں اور مسلسل ایک دوسرے کی عزت پامال کرنے کی جسارت ہو رہی تھی لیکن اِس صورت میں کوئی شخص اپنے دشمن کو اپنی بچیوں کا رشتہ ہرگز نہیں دے سکتا۔ فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں کہ تحقیقی دستاویز والے جس دشمنی کا ڈھنڈورا پیٹتے پھرتے ہیں وہ درست ہے یا آلِ رسول کا طرزِ عمل؟ ہمارے نزدیک تو دونوں خاندانوں کے درمیان دشمنی کا اعلان نشر کرنے والی ایسی تمام روایات کو من گھڑت قرار دے کر آلِ رسول کے طرزِ عمل کو بہترین فیصلہ قرار دینا زیادہ ٹھیک ہے؟ ہمیں اُمید ہے کہ انصاف پسند حضرات جان چکے ہوں گے کہ لوط بن یحییٰ اور ہشام وغیرہ کے ڈھکوسلے اگر درست ہوتے تو آلِ رسول کبھی اپنی عزتوں کے پہرے دار اُن لوگوں کو نہ بناتے جو آلِ رسول کی توہین کرنے والے تھے۔ عقلاً یہ محال ہے کہ دشمن کو عزتوں کا نگہبان بنایا جائے۔ اسی بنا پر اربابِ علم نے ایسی تمام روایات کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا ہے جو آلِ رسول کے طرزِ عمل سے سراسر ٹکرا رہی تھیں۔



افتراء

آلِ محمد پر برسرِ منبر لعنت کی جاتی تھی۔ (التفسیر المظہری)

الجواب:

تفسیر مظہری کے مذکورہ صفحہ پر وہی روایات درج ہیں جن کا اربابِ علم کی زبان سے رد ہم نقل کر چکے ہیں۔



افتراء

حضرت ابو طالب کفر پر مرے۔ (تفسیر ابن کثیر، شرح ملا علی قاری، تفسیر حقانی، معارف القرآن، کاندھلوی، خیر الفتاویٰ، معارف القرآن، اعلاء السنن)

الجواب:

ابو طالب آپ ﷺ کے چچا تھے جن کا آپ ﷺ سے خاص تعلق تھا آپ ﷺ کو ان سے اس لئے بھی محبت تھی کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ انتہائی ہمدردی جاری رکھی آخری مراحل میں آپ ﷺ نے ان کو ایمان کی دعوت دی مگر انہوں نے کلمہ نہیں پڑھا قرآن پاک کی آیت اس کی واضح تائید کر رہی ہے من احببت کے الفاظ سے یہ بات پوری طرح واضح ہوتی ہے کہ اِس آیت کے نزول کا تعلق ایمان ابو طالب کے مسئلہ پر ہے جس پر آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے یہ اصول ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ہدایت کے فیصلے اللہ رب العالمین خود ہی فرماتے ہیں کوئی دوسرا اس میں شریک کار نہیں ہے۔ اہل علم اس مسئلہ پر زیادہ بحث و مباحثہ کا راستہ اختیار نہیں کرتے کہ یہ مسئلہ بڑا نازک ہے معارف القرآن میں تفسیر روح المعانی کے حوالے سے منقول ہے کہ ابو طالب کے ایمان و کفر کے معاملے میں بے ضرورت گفتگو اور بحث و مباحثہ سے اجتناب کرنا چاہئے۔ (معارف القرآن از مفتی محمد شفیع صفحہ جلد ۶ صفحہ ۶۴۸)

شیعہ مجتہد فرمان علی نے بھی اس مسئلہ میں اختلاف کا تذکرہ کیا ہے کہ ایمان ابو طالب کے بارے میں اقوال مختلف ہیں۔ (ترجمہ فرمان علی پارہ ۲۰ تحت حاشیہ انک لا تھدی من احببت)

لہٰذا اِس مسئلہ کو اچھالنا کج روی کی علامت اور ٹیڑھے دل کی پہچان ہے۔ فریقین کے نزدیک اِس بارے میں یہ بات طے شدہ ہے یہ انک لا تھدی من احببت الخ یہ آیت اسی لیے نازل ہوئی کہ آپ ﷺ کو بتا دیا جائے کہ ہدایت کا اختیار اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس ہی رکھا ہوا ہے۔



افتراء

حکمران بنو امیہ وغیرہ خطبوں میں اہل بیت رسول کو گالیاں دیتے تھے۔ (التعلیق الفصیح)

الجواب:

جس روایت کے حوالے سے شارح بات کر رہا ہے اس میں یہ ٹوٹکا بالکل نہیں ہے جو ملا دیا گیا ہے۔ خطبوں میں گالیاں دینے کا" جو اضافی جملہ ساتھ جوڑا گیا یہ روافض کا گھڑا ہوا اور بالکل جھوٹا ہے جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ "گالیاں دینے" کی یہ روایت لوط بن یحییٰ اور ہشام کی دماغی فیکٹریوں میں تیار ہوئی ہیں جو بلا تحقیق نقل در نقل آگے کی طرف رواں دواں ہیں۔ رافضیوں کی ایجاد شدہ ایسی روایات اہل السنّت کے ہاں حجت نہیں ہیں۔



افتراء

امام حسین علیہ السلام نے خروج کرنے میں بہت بڑی غلطی کی۔ (محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ)

الجواب:

1- مذکورہ جملہ کتاب والے کا ذاتی خیال ہے جو اس کے خارجی ہونے کی دلیل ہوسکتا ہے۔

2- مذکورہ کتاب تاریخ کی ہے اور تاریخ کی ہر بات قابل قبول ہرگز نہیں ہے۔ کہ تاریخ میں رطب و یابس جھوٹ سچ سب کچھ ملا جلا کر جمع کیا جاتا ہے۔ جیسے روافض نے تاریخ میں ہاتھوں کی صفائی دکھائی ہے ایسے ہی خوارج نے بھی اپنا حتی الوسع زور صرف کیا ہے۔ اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک جیسے رافضی اسلام دشمن اور حدود اسلام سے خارج ہیں ایسے ہی خوارج کا معاملہ ہے۔ اہل سنت والجماعت نے ان دونوں فرقوں کا پورے زور سے رد کیا ہے لہٰذا مذکورہ بے اصل اور سند سے محروم قول کو اہلسنت قبول نہیں کرسکتے۔

امام اہلسنت وکیل صحابہ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ نے سیدنا حسینؓ کا جابجا دفاع کیا ہے اور وہی ہم اہلسنت کا مؤقف ہے چنانچہ آپ سیدنا حسینؓ کے مؤقف کو درست قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

علاوہ ازیں یہاں سوال یہ ہے کہ آپ نے حضرت محمد حنفیہ کی رائے کی پیروی کرنے کا دعویٰ کیا ہے لیکن آپ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مؤقف کی پیروی کیوں نہیں کی جو کہ حضرت محمد بن حنفیہ سے بدرجہا افضل ہیں۔ کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور حضرت محمد بن حنفیہ صحابی نہیں تابعی ہیں۔ حضرت محمد بن حنفیہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کوئی فضیلت مروی نہیں۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خصوصی فضائل رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل

1- چنانچہ ارشاد فرمایا: الحسن والحسین سیدآ شباب اھل الجنۃ۔ (ترمذی) حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

2- قال رسول اللہ ﷺ: الحسین منی و انا من الحسین۔ احب اللہ من احبہ حسینا۔ حسین سبط من الاسباط۔ (ترمذی) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں۔ (یعنی آپس میں گہرا محبت کا تعلق ہے) جو حسین سے محبت کرے گا اللہ اس سے محبت کرے گا۔ حسین میری اولاد میں سے میرے بیٹے ہیں۔

3- عن انس رضی اللہ عنہ قال سئل رسول اللہ ﷺ: ای اھل بیتك احب الیك قال الحسن والحسین۔ (ترمذی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا آپ ؐ اپنے اہلِ بیت (گھر والوں) میں سے کون زیادہ پیارا ہے؟ تو فرمایا: حسن اور حسین۔

ان حضرات کے اور فضائل بھی مذکور ہیں یہاں بطور نمونہ بعض کا ذکر کردیا ہے۔ (ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کو نااہل قرار دے کر ہی اس کی مخالفت کی ہے اگر حضرت محمد بن حنفیہ ان کے سامنے یزیدؔ صالح اور عادل ہونا ثابت کرسکتے تو آپ مخالفت کیوں کرتے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت محمد بن حنفیہ نے

کوفہ جانے سے روکا ہے لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان کی بات تسلیم نہیں کی۔ علاوہ ازیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بہ نسبت محمد بن حنفیہ کے یزید سے زیادہ واقف نہ تھے۔ بعض روایات کی بنا پر آپ جنگ قسطنطنیہ میں بھی اس کے ساتھ رہے ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی اس جنگ میں شامل تھے۔ لیکن باوجود اس کے ان دونوں جلیل القدر صحابیوں نے یزید کی کھلم کھلا مخالفت کی ہے حتیٰ کہ اپنے مؤقف پر قائم رہنے کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ ان کے نزدیک یزید فاسق تھا تو پھر سندیلوی صاحب بجائے حضرت محمد بن حنفیہ کے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا مؤقف کیوں نہیں قبول کرتے۔ ہم تو حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی تحقیق کو حضرت محمد بن حنفیہ پر ترجیح دیتے ہیں اور اہلِ مدینہ کے اصحاب وتابعین کو۔ جنہوں نے یزید کو فاسق قرار دیا اور یزید کی بیعت کو توڑ کر اس کا مقابلہ کیا تھا۔ حضرت محمد بن حنفیہ کا قول صحیح مان کر بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ بعد میں یزید کے کردار میں تبدیلی آ گئی تھی۔

(خارجی فتنہ حصہ دوم صفحہ ۶۷ تا ۶۸)

دوسرے مقام پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے باغی ہونے کی نفی کرتے ہوئے لکھتے ہیں: و اما ما تفوہ بعض الجھلة من ان الحسین کان باغیا فباطل عند اھل السنة والجماعة و لعل ھذا من ھذیانات الخوارج عن الجادة۔ (شرح فقہ اکبر)

جو بعض جاہل لوگوں کی زبان سے یہ بات نکلی ہے کہ حضرت حسینؓ باغی تھے تو یہ قول باطل ہے۔ اور شاید یہ بات خارجیوں کے بکواسات میں سے ہے جو سیدھی راہ سے خارج ہو گئے ہیں۔ (ایضاً ص ۹۸)

تیسرے مقام پر لکھتے ہیں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا موقف

گو محمود احمد عباسی صاحب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو طالب اقتدار قرار دیتے ہیں لیکن کوئی سنی مسلمان حضرت حسینؓ کے خلوص وتقویٰ میں شبہ نہیں کر سکتا۔ انہوں نے جو کچھ کیا رضاء الٰہی کے حصول کے لیے کیا۔ ان کو حضور رحمۃ للعالمین ﷺ اور پھر حضرت علیؓ سے جو ایمانی و روحانی فیضان نصیب ہوا تھا اس سے یزید کو کوئی نسبت نہیں۔

ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

حضرت حسینؓ کو زبان رسالت سے جنت کے جوانوں کے سردار ہونے کی بشارت نصیب ہوئی۔ الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنة۔ انہیں محبوب کبریا حضرت محمد ﷺ کی گود نصیب ہوئی۔

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کا نظریہ خلافت

حضرت حسینؓ یزید کو خلافت کا اہل نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ ان کے نزدیک خلافت اسلامیہ کے لیے اولین شرط تقویٰ اور خدا ترسی تھی۔ چنانچہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہؓ کے نظریہ خلافت میں اختلاف پائے جانے کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ کا نظریہ یہ ہے کہ خلافت اور نظام اسلامی برقرار

رکھنے اور ترقی دینے کے لیے مادی طاقت اولین شرط ہے۔ اس میں آج صرف بنی امیہ تمام قریش میں واحد مرکز ہیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور بنی ہاشم اور دیگر مسلمانوں کا نظریہ یہ ہے کہ اس کے یعنی خلافت اسلامیہ کے لیے اولین شرط تقویٰ اور خدا ترسی ہے اور اس کے واحد مرکز بنی ہاشم اور بالخصوص حضرت علیؓ ہیں۔ یہ دونوں اجتہادی نظریے اپنے پھل پھول لاتے ہیں یقیناً ہمارے نزدیک حضرت علیؓ کا نظریہ صحیح ہے اور جمہور اہل اسلام بھی یہی رائے رکھتے تھے مگر حضرت معاویہؓ کے نظریئے کو بھی غلط نہیں کہا جا سکتا۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج اول مکتوب نمبر ۸۸ ص ۲۶۶)

اور غالباً اس نظریہ کے تحت حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر الصدیقؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت سے اختلاف کیا تھا (خواہ اس وقت یزید کا فسق ظاہر نہ ہوا ہو۔ یا بعد میں وہ فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا ہو)

بہرحال حضرت امام حسینؓ پر یہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا کہ جب یزید کا فسق ظاہر نہ ہوا تھا (اور اسی وجہ سے حضرت معاویہؓ نے بھی اس کو ولی عہد بنا لیا تھا) تو آپ نے کیوں یزید کی بیعت نہ کی۔ کیونکہ آپ کے نظریہ کے تحت بوجہ متقی نہ ہونے کے اور بوجہ حضرات صحابہ کے موجود ہونے کے اس منصب خلافت کا اہل نہیں تھا اور جن حضرات صحابہؓ نے اس کی خلافت تسلیم کر لی تھی ان کے پیش نظر یہ تو حضرت معاویہؓ ہی کا نظریہ تھا جیسا کہ حضرت مدنیؒ نے فرمایا ہے کہ خلافت اور نظام اسلامی برقرار رکھنے اور ترقی دینے کیلیے مادی طاقت اولین شرط ہے یا انہوں نے دور فتن کے احکام کے تحت اس کی خلافت قبول کر لی تھی مگر کسی پہلو سے یہ لازم نہیں آتا کہ یزید صالح اور متقی تھا۔ (خارجی فتنہ حصہ دوم ص ۲۷۹)

چوتھے مقام پر لکھتے ہیں:

حضرت حسین کی مقبولیت عام

حضرت حسینؓ کی مقبولیت عامہ کا اعتراف خود عباسی صاحب بھی کر رہے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: جب ان چار ماہ کی مدت میں حکومت کی جانب سے کوئی کارروائی ان کے خلاف نہیں کی گئی تو پھر کیونکر باور کیا جا سکتا ہے کہ یہ ایام حج خصوصاً یوم الترویہ میں کہ اس دن سے حج کے ابتدائی مراسم شروع ہو جاتے ہیں۔ حدود حرم کے اندر جہاں لاکھوں مسلمانوں کا عظیم اجتماع موجود ہے، حضرت حسینؓ جیسی ممتاز و محبوب ہستی کی گرفتاری کا کہ جن کی ذات سے ہر مسلمان کے جذبات محبت قدرتاً وابستہ ہوں کوئی اقدام اس مقام پر کیا جانا ممکن ہو سکتا تھا۔ جس کی تقدیس و حرمت کا جذبہ زمانہ جاہلیت سے عرب کے بچے بچے کی طبیعت ثانیہ تھا۔ زمانہ اسلام میں تو حدود حرم کے بارے میں صریح احکام شریعت کس و ناکس پر ہویدا اور مبرہن تھے۔ باوجود اس کے اگر کوئی حکمران یا اس کا والی ایسے احمقانہ اقدام کی جسارت کر بیٹھتا تو یقیناً وحتماً اس کی حکومت کا تختہ الٹ دیئے جانے میں دیر نہ لگتی اور اس طرح جس مقصد کے حصول کے لیے یہ کوفی اور عراقی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو عراق تشریف لے جانے پر آمادہ کر رہے تھے وہ مقصد دشوار گزار اور طویل سفر کی صعوبتیں اٹھائے بغیر سرزمین حجاز ہی میں بہ سہولت اور بآسانی حاصل ہو جاتا اور اگر کردار خلیفہ میں کوئی ایسی برائی تھی کہ اس کو معزول کرنا یا اس کے خلاف خروج کرنا

احکام شریعت کے اعتبار سے جائز تھا جیسا کہ کذابین باور کرانا چاہتے ہیں تو اس کا بہترین موقع مکہ معظمہ میں تھا۔ جہاں مملکت اسلامی کے گوشہ گوشہ سے دیندار مسلمانوں کا عظیم اجتماع تھا نہ کہ صحراء و بیابان کی تیس منزلیں طے کر کے کوفہ میں جہاں کے لوگوں کی غداری کا تجربہ ان کے والد اور برادر بزرگ کو پہلے ہی ہو چکا تھا۔ (خلافت معاویہ اور یزید ص ۱۵۵)

عباسی صاحب اس طویل عبارت میں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ایام حج میں گرفتاری کے خوف کی بنا پر حضرت حسینؓ کوفہ تشریف نہیں لے گئے بلکہ بعد ادائیگی حج گئے ہیں کیونکہ ایام حج میں اگر حکومت آپ کو گرفتار کرتی تو حکومت کے الٹ دیئے جانے کا خطرہ ہوسکتا تھا۔ بوجہ حرم شریف کے تقدس کے اور بوجہ حضرت حسینؓ کی محبوب ومقبول عام شخصیت کے۔ یہاں ہم اس بحث میں نہیں پڑتے کہ حضرت حسینؓ کی کوفہ روانگی کب ہوئی۔ ہمارا مقصد عباسی صاحب کی عبارت پیش کرنے سے یہ ہے کہ حضرت حسینؓ کی شخصیت دینی اور شرعی حیثیت سے بہت ممتاز تھی اور ان کی ذات سے جذبات محبت مسلمانوں کے قدرتا وابستہ تھے لیکن باوجود اس کے آپ نے حرم شریف کے تقدس کو ملحوظ رکھا اور وہاں حکومت کے خلاف کوئی ایسا اقدام نہیں کیا جس کی وجہ سے حرم کا تقدس مجروح ہوسکتا تھا۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ یزید میں ایسی کوئی برائی نہ تھی۔ جس کی وجہ سے اسکے خلاف خروج جائز ہو۔ عباسی صاحب اور ان کی پارٹی کے دماغ میں یہ بات کیوں نہیں آئی کہ حضرت حسینؓ جیسی عظیم دینی شخصیت نے یزید کی مخالفت شرعی بنیاد پر ہی کی تھی نہ کہ محض سیاسی طور پر حصولِ اقتدار کے لیے۔

ان کا اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ وغیرہ صحابہ کرامؓ کا اپنا اجتہاد تھا یہ حضرات باوجود یزید کو منصب خلافت کے اہل نہ سمجھنے کی مخالفت کو جائز نہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ اس میں ان کو کامیابی نظر نہیں آتی تھی لیکن برعکس اس کے حضرت حسینؓ کو کوفی طاقت کے پیش نظر کامیابی کی امید تھی اور حضرت حسینؓ کا یہ سفر کوفہ پہنچنے کے لیے تھا اسی لیے اہل عیال کو ہمراہ لے گئے نہ کہ راستہ میں یزیدی فوج سے ٹکر لینے کے لیے۔ اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت حسینؓ کے موقف کی حمایت کرنے والے لوگ بہت قلیل لوگ تھے۔ جبکہ عباسی صاحب خود بھی یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ آپ کے ساتھ مسلمانوں کے جذبات قدرتا وابستہ تھے۔ (خارجی فتنہ ص ۳۵۵ تا ۳۵۸ حصہ دوم)

پانچویں مقام پر لکھتے ہیں:

کیونکہ آپ حق گو، حق پسند، بہادر اور صاحب عزیمت و استقامت تھے اپنے اجتہاد کے پیش نظر آخر تک اپنے موقف پر ثابت قدم رہے جان کا نذرانہ پیش کر دیا لیکن طمع اور خوف میں آ کر اپنا موقف ترک نہیں کیا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن — خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(خارجی فتنہ حصہ دوم ص ۳۶۹ ۵)



افتراء

جضرت علی ؓ بت خانہ اور نجس مقام پر پیدا ہوئے۔ (کتاب شہادت)

الجواب:

ہم قبل ازیں واضح کر چکے ہیں کہ یہ کتاب اہل سنت کی نہیں بلکہ لامذہب آزاد خیال اور عقل کے گھوڑے پر سوار گروہ کی ہے۔ رافضی الزام میں گمراہ لوگوں کی کتاب پیش کر کے یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ اس طرح کے گندے خیالات اور عقائد اہلسنت کے ہیں حالانکہ حاشا وکلا اہل سنت تمام محبوبانِ خدا'' بندگانِ مقبول کی بے ادبی کا تصور بھی نہیں کر سکتے نہ ایسی تحریرات اہلسنت والجماعت کی ہیں لہٰذا دھوکہ بازوں کی اس فریب کاری پر ارباب انصاف کو مطلع ہونا چاہئے۔



افتراء

محرم میں ذکر شہادت حسین رضی اللہ عنہ کرنا حرام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

الجواب:

ارباب دانش ذرا غیرت، دیانت، شرافت اور امانت داری کا دھوم دھام سے نکلتا جنازہ ملاحظہ فرمائیں۔ فتاویٰ کی عبارت ہے۔

محرم میں ذکر شہادت حسین علیہ السلام کرنا اگرچہ بروایات صحیحہ ہو یا سبیل لگانا، شربت پلانا چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبیہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں! بالکل ابتدائی الفاظ محرم میں ذکر شہادت حسین کرنا اور بالکل آخری الفاظ حرام ہے کو ملا دیا اور درمیان کی ساری عبارت یوں صاف کر دی جیسے ذاکر دسویں محرم کا حلوہ صاف کر جاتا ہے بالکل ابتدائی اور آخری الفاظ ملا کر ایسے یکجا کر دیا کہ فرق ہی نہ رہا۔ رافضی مذہب کی دیانت وشرافت کا یہ عالم ہے۔

محترم حضرات عبارت کو ملاحظہ فرمائیں اس عبارت میں کوئی چیز خلاف واقعہ یا خلاف شرع یا قابل اعتراض نہیں۔ ذکر حسین رضی اللہ عنہ بذاتہٖ ٹھیک لیکن محرم کی قید لگا دینے کی وجہ سے نادرست ہوا پھر جب اس کے ساتھ روافض سے تشبیہ بھی پائی گئی تو اس پر حرام ہونے کا حکم لگایا گیا کیونکہ من تشبه بقوم فهو منه کا نبوی ارشاد اغیار وکفار کی مشابہت اختیار کرنے سے سختی کے ساتھ روکتا ہے۔ اب روافض کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ذکر حسین رضی اللہ عنہ پر حرمت کا حکم لگایا گیا ہے تو وہ اس مشابہت کا اثر ہے جس کے اختیار کرنے سے رحمت عالم ﷺ نے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے حضرت مفتی صاحب نے شریعت کا مسئلہ اپنے مسلمان بھائیوں کو بتایا اس میں اعتراض کا کوئی لفظ موجود نہیں۔

البتہ رافضی نے اپنے دماغ کا فاسد بھوسہ بہر حال نکال کر اپنی اصلیت سے پردہ ہٹایا ہے کہ عبارت کا وضاحت کرنے والا حصہ درمیان سے اڑا دیا اور آخری اور شروع کے الفاظ کو ملا کر عامۃ الناس کو برانگیختہ کرنے والی اور دھوکہ دینے والی ایک بالکل جدید اور عجیب عبارت تیار کر لی ہے جس کا اول عبارت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

اس مثال سے اہلِ اسلام کو آگاہ ہو جانا چاہیے کہ عبارت کا حلیہ بگاڑنے اور بات کا بتنگڑ بنانے میں کرم فرماؤں کو

خوب مہارت حاصل ہے۔لہٰذا روافض کی نقل عبارت پر کبھی اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ جب تک کہ اصل کتاب کو دیکھ نہ لیا جائے۔



افتراء

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں ظالم تھے۔ (الحسن والحسین)

الجواب:

ہم گذشتہ اوراق میں عرض کر چکے ہیں کہ مصر کے رضاء صاحب کوئی قابلِ اعتماد شخص نہیں کہ آنکھیں بند کر کے اس کی لکھی ہوئی تحریر کو قبول کر لیا جائے بلکہ اس شخص کی تحریر سے رافضیت چھلکتی ہے۔ الزام میں ایسے لوگوں کی عبارات وتحریرات پیش کی جاتی ہیں جو اس مسلک کی مسلم شخصیت ہو۔ جبکہ اہلِ السنّت والجماعت کے نزدیک رضاء مصری کی اہمیت ٹکے برابر بھی نہیں۔ تو ایسے شخص کی تحریر کو الزام میں کیسے پیش کیا جا سکتا ہے۔

پانچواں باب:

ازواج نبی کی توہین

افترا.

طلحہ بن عبید ارقہ رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی خواہش کی۔

(درمنثور، امام رازی کی تفسیر کبیر، فتح القدیر جلد 4، تفسیر مظہری اور علامہ بغوی کی تفسیر معالم التنزیل)

الجواب:

❶ مفسرین نے یہ واقعہ:

و ما کان لکم ان توء ذوا رسول الله ولا ان تنکحوا ازواجه من بعده ابدا اِن ذالك کان عند الله عظیماً۔

''تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ اللہ کے رسول کو دکھ پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ آپ کے بعد اُن کی بیویوں سے نکاح کرو بے شک یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ) ہے''۔ (الاحزاب)

کے تحت درج کیا ہے اکثر مقامات تو ایسے ہیں کہ وہ شخص جس نے نکاح کا یہ جملہ بولا تھا اس کا نام ذکر نہیں کیا گیا کہیں کہیں حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی طرف اِس واقعہ کی نسبت کی گئی ہے ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ روایت سند کے اعتبار سے مجروح ہے، تفسیر مظہری فتح القدیر وغیرہ کتابوں کے عکس دے کر جو روایت نقل کی ہے اس میں سدی نام کا راوی ہے۔ اس کا پورا نام محمد بن مروان بن عبد اللہ سدی اصغر کوفی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لوگ اس کے بارے میں خاموش ہیں۔ ابن معین ان کو ثقہ نہیں مانتے۔ ابن نمیر کہتے ہیں لاشی ہے۔

امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اس بڈھے کو چھوڑ دیا۔ اسی طرح دیگر اہل علم کے اقوال منقول ہیں جو سدی کو ذاہب الحدیث متہم بالکذب۔ ضعیف، متروک الحدیث اور بعض اسے کذاب قرار دیتے ہیں۔ تفصیل تہذیب التہذیب جلد 5 صفحہ 972 پر ملاحظہ فرمائی جائے نیز تقریب التہذیب جلد 2 صفحہ 155 پر بھی سدی کو جھوٹا ہونے میں معروف بتلایا گیا ہے۔

❷ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ ابھی تک اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ کہ ولا ان تنکحوا ازواجه من بعدہ ابدا نازل نہ ہوا تھا اور جس کام کی حرمت ابھی نازل ہی نہیں ہوئی اس کام پر الزام دینا کسی طرح درست نہیں، یہ تو ایسا ہی ہے جیسے

تحویل قبلہ سے قبل کعبہ اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے پر الزام دیا جائے یا فرضیت حج کا حکم نازل ہونے سے قبل ترک حج پر گنہگار قرار دیا جائے۔

ہاں جب قرآنی حکم نازل ہو گیا اُس کے بعد کسی بھی شخص کو ایسی بات زبان پر لانے کی جرأت ہرگز نہیں ہو سکی۔ لیکن اس حکم کے نزول سے قبل صحابہ نے محض قرب رشتہ اور ان کی سمجھ داری و دیانت، امانت، صداقت و شرافت کی بنا پر ایک ایسی بات کہہ دی جو آپ ﷺ کو ناگوار گزری حالانکہ یہ بات اول تو کرنے سے روکا نہ گیا تھا ثانیاً قائل کے دل میں آپ کی ایذا کا تصور تک نہ گزرا تھا۔ اور غیر اختیاری طور پر ایسا ہو جانا باعث الزام نہیں جبکہ قائل واقعہ مذکورہ کے بعد نادم بھی ہوا۔

- روافض نے بالتعیین اس واقعہ سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کا صراحتاً نام ذکر کیا ہے حالانکہ روایات میں اکثر رجلا کا لفظ ہے جس سے اس قول کے قائل کی تعیین نہیں ہوتی نیز فتح القدیر میں اس بات سے انکار کیا گیا ہے کہ اس واقعہ کا قائل حضرت طلحہ بن عبید اللہ ہیں چنانچہ ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگانا درست نہیں۔ امام قرطبی رحمہ اللہ نے بھی کئی حضرات سے نقل کیا ہے کہ ایسی بات کہنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شایانِ شان نہیں لہٰذا مذکورہ واقعہ کی نسبت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جو جلیل القدر صحابی ہیں ان کی طرف کرنا درست نہیں۔
- علامہ سیوطی فرماتے ہیں حضرت طلحہؓ کے بارے میں اڑائی جانے والی اس بات پر کہ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد میں ام المؤمنینؓ سے نکاح کر لوں گا) میں بے حد مضطرب اور پریشان تھا کہ حضرت طلحہؓ جیسا جلیل القدر عشرہ مبشرہ میں شمار کیا جانے والا صحابی بھلا یہ بات کیسے کہہ سکتا ہے۔ یہاں تک کہ حقیقت حال میرے سامنے کھل گئی کہ یہ بات کہنے والا ایک اور طلحہ ہے جو مبشر بالجنہ صحابی کے نام و نسبت میں کافی حد تک مطابقت رکھتا ہے پس وہ طلحہؓ جو مشہور صحابی رسول اور عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں ان کا نام و نسب یوں ہے:

طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم التیمی رضی اللہ عنہ اور وہ طلحہ جس کا یہ واقعہ ہے اس کا نام و نسب یوں ہے:

طلحہ بن عبید اللہ بن مسافع بن عیاض بن صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم التیمی ابوموسیٰ نے ابن شاہین سے ذیل میں ان (طلحہ) کے ترجمہ میں فرمایا ہے کہ یہ (صاحب قصہ دوسرا طلحہ) وہ شخص ہے جس کے بارے میں وما کان لکم الخ آیت نازل ہوئی تھی۔ ملخصاً (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۱۶، ۱۱۷ از علامہ سیوطی: مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان)

- بالفرض یہ بات حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ہی کہی ہو تو تفسیر فتح القدیر کا وہی صفحہ جس کا عکس دے کر یک طرفہ ٹریفک چلائی گئی ہے اسی صفحہ پر ان کا توبہ کرنا مذکور ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو فاعتق ذالك الرجل رقبة الخ: کہ اس شخص نے غلام آزاد کیے۔

اور وہ بہت پریشان ہوئے۔ ۱۰ اونٹ (ہر مال سے) بھر کر خیرات کئے پیدل حج کیا تا کہ توبہ قبول ہو جائے۔ اور حدیث پاک کا بتایا ہوا اصول یہ ہے کہ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ۔ توبہ کرنے والا گناہ سے ایسا ہی بری ہے

جیسے گناہ نہ کرنے والا''۔ صحابہ کو معصوم قرار دینا اہلِ سنت کا مذہب نہیں بلکہ اہل سنت صحابہ کو محفوظ کہتے ہیں کہ غلطی تو ہو جاتی ہے پر اس کا اثر دل پر رہتا نہیں بلکہ فوری معافی تلافی سے اس گناہ کے اثر کو زائل کر دیا جاتا ہے لہٰذا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے اِس قصور کا صادر ہونا مان بھی لیا جائے تو توبہ اور معافی سے وہ گناہ باقی نہ رہا پھر الزام کس چیز پر!

6. ''لیکن ضد کا کیا علاج'' پھر بھی یار لوگوں کا یہی فرمانا ہو کہ نہیں جی وہ فلاں فلاں تمہاری کتابوں میں یہ واقعہ لکھا ہوا ہے اور یہ ازواج مطہرات کی توہین ہے تو جناب کی خدمت میں عرض ہے کہ ذرا اس حدیث پاک کے شانِ ورود پر بھی نظر ڈالئے جو آپ ﷺ نے فرمایا الفاطمة بضعة منی الخ: کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بنت ابوجہل سے عقد کا ارادہ فرمایا تھا تو آپ ﷺ کو کس قدر تکلیف پہنچی تھی؟ اور آپ ﷺ نے کس تاکید کے ساتھ فرمایا تھا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر کا حصہ ہے جس نے اس کو تکلیف دی اُس نے مجھے تکلیف دی۔ ہم تو عرض کرتے ہیں کہ حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے نکاح کا ارادہ فرمایا تھا مگر جب یہ علم ہوا کہ میرا یہ عمل آپ ﷺ کیلئے باعث تکلیف ہے تو آپ رضی اللہ عنہ باز آ گئے اور وہ سبب ایذا ختم ہو گیا لہٰذا جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واقعہ مذکورہ میں آپ کا باعث ایذا فعل جاتا رہا تو وہ زمرہ گناہ میں شمار نہ کیا گیا اسی طرح حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا ارادہ نکاح والا یہ فعل ہے جو اُن کے علم میں نہ تھا لاعلمی اور غلطی سے یہ فعل صادر ہوا جو آپ ﷺ کی ایذا کا باعث ہوا۔ اور جس وقت وہ صحابی مطلع ہوئے تو فوراً بارگاہِ رب العالمین میں معافی کے التجاء گزار ہوئے اور توبہ و استغفار کے علاوہ صدقہ خیرات اور پیدل حج کے ذریعے اِس کی تلافی کرنے میں مصروف ہو گئے۔ پس اب جب کہ وہ سبب ایذا ختم ہوا تو اِس پر الزام دینا درست نہیں مگر جو لوگ اِس واقعہ کو ایذا رسول قرار دے کر الزام عائد کرتے ہیں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بنتِ ابوجہل سے ارادہ نکاح پر بھی کچھ جمع تفریق کر لیں۔ جیسے وہ واقعہ شیعہ کتابوں میں مذکورہ ہے مگر باعث ملامت یا اظہار گستاخی نہیں ایسے ہی یہ واقعہ بھی کتابوں میں مذکور ہے مگر باعث ملامت نہیں۔

7. آپ ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ واقعہ کے بعد بھی اُن سے ناراضگی کا نہ اظہار فرمایا اور نہ کسی رنج و دکھ کو ظاہر فرمایا بلکہ اُن سے ایسی ایسی دینی خدمت لی جو صرف حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہی کا حصہ اور نصیبہ ہو سکتا ہے۔ میدان احد کا وہ صحابی رضی اللہ عنہ جس نے تیر پر تیر کھا کر ہاتھ تو چھلنی کروا لیا مگر رحمت عالم ﷺ کے وجود اطہر کی طرف دشمن کے کسی تیر کو نہ آنے دیا'' وہ صحابی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ یہی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ہیں جن کی ناراضگی سے اظہار تو دور کی بات لسانِ نبوت نے ایسے ایسے خوبصورت و عظیم الشان ارشادات سے ان کی عزت افزائی فرمائی کہ رہتی دنیا تک وہ عدیم المثال رہیں گی۔

8. وہ صحابہ جنہیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اُن میں شامل ہیں آپ ﷺ نے انہیں کے لئے فرمایا کہ جو زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھنا چاہیں وہ طلحہ کو دیکھ لیں (ترمذی) آپؓ نے احد میں 80 سے زیادہ زخم وجود پر ہونے کے باوجود محبوب کریم ﷺ کو کندھے پر اٹھا لیا تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ طلحہ کیلئے جنت واجب ہو گئی اسی طرح کے

کئی ارشادات نبوی ﷺ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کیلئے آپ ﷺ کی مبارک زبان سے جاری ہوئے اِس سے بخوبی جانا جا سکتا ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کو کس درجہ محبت تھی اور کس درجہ آپ انکا خیال رکھتے تھے۔



افتراء

ام المومنین عائشہ کے گھر سے فتنے نے سینگ نکالے۔ (بخاری)

الجواب

بخاری شریف کے جس مقام کی نشاندہی کرتے ہوئے روایت نقل کی گئی ہے وہاں الفاظ ہیں۔ فأشار نحو مسكن عائشة۔ مسکن عائشہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ اِس لفظ ''نحو'' سے حدیث کا مفہوم واضح ہو رہا ہے۔ ''نحو'' کا معنیٰ ہے جانب، جہت، راستہ، مثل، مقدار، قصد۔ (المنجد صفحہ ۱۰۰۱) نحو القبلہ کا معنیٰ مقام قبلہ نہیں بلکہ معنیٰ ہے کہ قبلہ کی طرف ''قبلہ کی جہت'' اسی طرح نحو المسکن کا معنیٰ مسکن یعنی خاص مکان مراد نہیں جیسا کہ رافضی مکار نے ترجمہ کر کے فریب کاری کا مظاہرہ کیا بلکہ معنیٰ ہے مسکن کی طرف یعنی اِس سمت اِس جانب اور اس طرف سے فتنے سر نکالیں گے، جہاں بخاری شریف کی مذکورہ حدیث ہے وہاں ههنا الفتنة پر حاشیہ لکھا ہوا موجود ہے جو حدیث پاک کا مطلب واضح کر رہا ہے ههنا الفتنة اى جانب المشرق یعنی مشرق کی طرف سے فتنے سر نکالیں گے۔ (بخاری حاشیہ نمبر۲ جلد ۱ صفحہ ۴۳۸ مطبوعہ کراچی)

گویا ''نحو مسکن عائشہ'' سے خاص مسکن عائشہ، یعنی حضرت عائشہؓ کا گھر مراد لینا حدیث پاک میں تحریف اور مفہوم حدیث کو بگاڑنے کی جسارت ہے۔

- بسا اوقات ایک جگہ پر امام بخاری کوئی روایت نقل کرتے ہیں جو مجمل ومختصر ہوتی ہے جبکہ دوسرے مقامات پر ایسی احادیث لاتے ہیں جو اِس حدیث کی وضاحت کرنے والی ہوتی ہے۔ مزکورہ مقام پر بھی روایت مختصر ہے جس کی وضاحت امام بخاری کی صحیح میں دوسرے مقام پر موجود ہے چنانچہ امام بخاری نے پورا باب اِس عنوان سے بیان فرمایا ہے۔ اُس باب کا نام ہے باب قول النبی ﷺ الفتنة من قبل المشرق۔ اور اس باب کے تحت کئی احادیث ذکر کی ہیں جن میں الفاظ ہیں الفتنة ههنا من حيث يطلع قرن الشيطان او قال قرن الشمس کہ فتنے اِس جانب سے نکلیں گے جہاں سے شیطان کے سینگ یا فرمایا سورج طلوع ہوتا ہے۔

(بخاری جلد۲ صفحہ ۱۰۵۰ مطبوعہ کراچی)

اِس باب کی روایات سے بھی بخاری جلد ا کی مذکورہ بالا روایت کا مفہوم اچھی طرح سے واضح اور روشن ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان کا مطلب فتنوں کا مشرق کی جانب سے نکلنا ہے نہ کہ مسکن صدیقہؓ سے۔

- مذکورہ روایت کے الفاظ جب رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمائے تو اس وقت آپ کا چہرہ مبارک شمال کی جانب تھا آج بھی منبر رسول پر بیٹھ کر خطیب خطبہ دیتا ہے تو اس کا چہرہ شمال کی جانب اور پیٹھ جنوب کی سمت ہوتی ہے آپ

نے ہاتھ بلند کر کے مشرق کی طرف اشارہ فرمایا کہ فتنے اس طرف سے سر نکالیں گے۔ یہ اشارہ مسکن عائشہؓ یعنی خاص مکان کی جانب نہ تھا بلکہ مشرق کی طرف تھا چونکہ مسکن عائشہؓ بھی اسی جانب پڑتا ہے اس لئے راوی نے روایت نقل کرتے ہوئے جانب مشرق کو مسکن عائشہؓ کہہ دیا کیونکہ وہ بھی اسی طرف پڑتا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے یہی الفاظ دیگر کئی مقامات پر بھی ارشاد فرمائے اور مشرق کی طرف اشارہ کیا جبکہ وہاں مسکن صدیقہؓ موجود نہ تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ و دیگر کئی صحابہؓ روایت فرماتے ہیں:

راس الکفر ھھنا و اشارنحو المشرق حیث تطلع قرن الشیطان فی ربیعۃ و مضر ۔ (بخاری)

"کفر کا سر اس طرف ہے اور مشرق کی طرف اشارہ فرمایا جس جگہ سے شیطان اپنا سینگ نکالتا ہے۔

- اہلِ سنت و الجماعت کا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ کا فرمان کبھی غلط نہیں ہو سکتا اگر مذکورہ روایت سے مسکن عائشہ رضی اللہ عنہا مراد لیا جائے تو کوئی فتنہ اس خاص مقام سے ہرگز ہرگز ظاہر نہیں ہوا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ العیاذ باللہ فرمان محبوب ﷺ خلاف واقعہ ہوا۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ خاص مکان آپ ﷺ کا مسکن تھا۔ آپ پر اسی مکان میں قرآن نازل ہوا۔ یہیں آپ ﷺ نے دار فانی کو خیر باد کہا۔ اسی جگہ کو جنت کا حصہ فرمایا، اسی جگہ پر آج بھی آپ ﷺ آرام فرما ہیں"۔ اور کیا آپ ﷺ جہاں آرام فرما ہیں اس جگہ کے بارے میں یہ بات کوئی سوچ بھی سکتا ہے؟ ہرگز کوئی شخص یہ گمان بھی نہیں کر سکتا۔ ہاں اس سے مراد جانب مشرق ہو جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا قول ہے تو پھر یہ کلام بمطابق واقعہ بھی ہے اور کسی کی بے ادبی کا پہلو بھی نہیں کہ مالک الشتر کا فتنہ پھر ابن زیاد کا فتنہ پھر مختار ثقفی کا فتنہ۔

واصل عطاء بصری کا فتنہ اور قرامطہ کا فتنہ، خارجی نہروان اور رجال نہروان کا فتنہ اٹھا جو سب کے سب مشرقی جانب پڑتے ہیں۔ ایران، عراق وغیرہ کے علاقے مدینہ منورہ سے مشرق کی طرف ہیں اور یہاں سے فتنوں کے ظہور سے کون انکار کر سکتا ہے۔

- ام المؤمنین عائشہؓ کے گھر سے فتنے نے سینگ نکالے یہ الفاظ نہ حدیث کا ترجمہ ہیں اور نہ اس کا مطلب و مفہوم اور نہ ہی واقعہ کے مطابق بلکہ یہ الفاظ خاص رافضی سوء مزاج کا تعفن ہے اول تو نحو کا لفظ جو مفہوم حدیث کی وضاحت کر رہا ہے اس کو ایسا کھا گئے کہ ڈکار بھی نہ لیا اور نمبر (۲) آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ فتنہ نے یہاں سے سینگ نکالے ورنہ آپ ﷺ کی موجودگی میں فتنہ سر اٹھاتا تو آپ ضرور اس کی سرکوبی کرتے یہ نہیں کہ آپ نے فتنے کا نکلا ہوا سینگ دیکھ کر بھی اسے نہ توڑا اور باقی رہنے دیا کہ یہ شانِ نبوت کے خلاف ہے (۳) کرم فرماؤں نے مزید یہ کرم بھی کیا کہ سرخی لگاتے ہوئے حدیث کا معنی ہی بدل دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مشرق کی طرف سے فتنے سر نکالیں گے اور یار لوگوں نے سرخی میں مضارع کو ماضی والے معنی میں کر دیا کہ فتنوں نے سر نکالے، بنا دیا۔ جو حدیث رسول کے نام پر دھوکہ دینا فرض جانتا ہو اس کے لئے کیا دشوار ہے جو وہ حدیث کا معنی یا مفہوم بدل دے۔ مگر یہ بھی تو نہیں ہو سکتا کہ ارباب علم حدیث میں ہونے والی خیانت اور دھوکہ بازی کے باوجود لبوں پر مہر سکوت لگا بیٹھیں۔

❀❀❀❀

افتراء

ام المؤمنین عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہن کے دل ٹیڑھے ہو گئے۔

(بخاری مترجم جلد ۳ صفحہ ۱۵۹ ترمذی مترجم صفحہ ۵۳۷ الکشاف تفسیر فی ظلال القرآن)

الجواب:

۱. محترم حضرات مذکورہ چار کتابوں میں دو مترجم اور دو عربی عبارت پر مشتمل ہیں ان میں ایک ہی واقعہ کا ذکر ہے کہ سائل نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حج کے موقع پر یہ سوال کیا کہ جن دو ازواج مطہرات کے بارے میں یہ آیت "قد صغت قلوبکما" نازل ہوئی وہ کون کون ہیں تو سائل (حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ) کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سوال کا جواب ارشاد فرمایا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اسی ایک واقعہ کو چار کتابوں سے نقل کیا گیا ہے جس کے عکس یہاں دے کر ازواج مطہرات کی گستاخی اور بے ادبی قرار دیا ہے کہ دیکھو خود اہل سنت ازواج مطہرات کی گستاخی کرتے ہیں اور ان کی کتابوں میں یہ گستاخانہ عبارت موجود ہے۔

قارئین کرام رافضی دجل وفریب کی کرشمہ سازی ملاحظہ فرمایئے کہ اپنے فاسد دماغ سے آیت کا غلط ترجمہ (کہ ان دونوں کے دل ٹیڑھے ہو گئے) ایجاد کر کے اس خانہ ساز ترجمہ کو اہلِ سنت کے کھاتے ڈال کر گستاخی کا نام دے دیا، جبکہ یہ ترجمہ غلط ہے ملاحظہ فرمائیں تحقیقی دستاویز کا صفحہ نمبر 535 جس پر بخاری مترجم کا عکس صفحہ نمبر ۱۵۹ دیا گیا ہے اس پر باب نمبر ۱۱۴ کی پہلی حدیث کی سطر نمبر ۳ اور چار پر آیت کا ترجمہ لکھا ہے "تمہارے دل پھر گئے ہیں تم اللہ سے توبہ کرو"۔ اور تحقیقی دستاویز کا صفحہ ۵۳۷ پر عکسی صفحہ کے تحت صرف ایک نصف سطر کا حاشیہ ہے جس پر ترجمہ ہے "تمہارے دل راہِ حق سے کچھ ہٹ گئے ہیں"۔ گویا خود ان کے دیے ہوئے عکسی صفحوں پر وہ مطلب نہیں بنتا جو کہ رافضی کرم فرماؤں نے سرخی بنا کر لکھا ہوا ہے بلکہ خود تراشیدہ اور خانہ ساز مطلب کو گستاخانہ عبارت بنا ڈالا ہے۔ اور یہی رافضی دماغ کا کمال ہے کہ وہ بات کا بتنگڑ بنانے اور الزام تراشی کرنے میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔

۲. مذکورہ آیات ان ہر دو امہات المومنین رضی اللہ عنہا کی عظمت پر روشن دلیل ہیں جیسا کہ ہم عرض کریں گے مگر آپ رافضی قلمکار کی کوڑمغزی پر داد دیجئے کہ دعویٰ ہے اہل سنت بھی ازواج مطہرات کے گستاخ ہیں اور جواب میں جو کتاب پیش کی وہ ہے آیت قرآنی جس کی تفسیر حدیث کی شکل میں موجود ہے ملاحظہ فرمایئے ایک طرف وہ قرآن پاک کو ازواج مطہرات کا العیاذ باللہ گستاخ قرار دے رہے ہیں دوسری طرف وہ قرآن و حدیث سے صاف دستبرداری کا اعلان کر رہے ہیں کہ یہ تمہاری کتابیں ہیں ہماری نہیں۔

اور یہی بات اگر ہم کہہ دیں کہ رافضی قرآن کا دشمن اور اس کا انکاری ہے تو تحقیقی دستاویز والے منہ بنا لیتے ہیں اور زور شور سے دعویٰ کرنے لگتے ہیں کہ ہم قرآن کو مانتے ہیں انکار کرنے والے تو جاہل شیعہ ہیں محققین کا تو یہ مذہب نہیں۔

(تحقیقی دستاویز ص ۴۵ تا ۵۸)

◆ ۳ اِن آیات و احادیث میں نہ تو کوئی بے ادبی کا پہلو ہے اور نہ ہی گستاخی کا۔ بلکہ کمال درجے کی عظمت و بلندیٔ مرتبہ کا واشگاف اعلان ہے روافض نے جو بھونڈا ترجمہ کیا ہے اُس سے البتہ عام آدمی یہی سمجھتا ہے کہ واقعی یہ بھی سوءِ ادب اور ازواج مطہرات کی گویا گستاخی ہے مگر درست یہ ہے کہ ''دل ٹیڑھے ہوگئے'' کا ترجمہ خانہ ساز اور بناوٹی ہے، ملاحظہ فرمائیں لفظ صغت صغو سے ہے اور صغو کا معنیٰ ہے میلان، پس کسی چیز سے میلان ہو تو عربی لغت میں اس مفہوم کو ادا کرنے کیلئے حسب ذیل الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

زیغ ادعوا تنحر انحراف

اور اگر کسی چیز کی طرف میلان ہو تو عربی لغت میں اُس کے لیے درج ذیل الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

فی التفات تویۃ صغو انابت

صغت کے متعلق عربی اصطلاحات درج ذیل ہیں:

◆ ۱ صغوہ معك۔ ''اس کا میلان تیرے ساتھ ہے''۔
◆ ۲ اصغیت الی ندان۔ ''تو نے اس کی طرف میلان کیا''۔
◆ ۳ ابعی یعلم بمصغٰی خدہ۔ لڑکا خسارے کے مائل کرنے سے معلوم کیا جاتا ہے۔
◆ ۴ اصغت الشمس و النجوم۔ سورج اور ستارے مائل ہو چکے ہیں۔
◆ ۵ کان یصغی لھا الاناء۔ آپ ﷺ نے بلی کیلئے برتن کو نیچے مائل کر دیا۔

معلوم ہوا کہ صغوا کا معنیٰ مائل ہونا ہے۔ لہٰذا اس آیت میں بھی اس لفظ صغوا کا معنی مائل ہونا ہے اور جو لوگ اس تحقیقی معنیٰ کو چھوڑ کر غلط مفہوم کی رٹ لگاتے اور سرخیاں جماتے ہیں وہ قساوت قلبی کے مریض ہیں۔

اس ترجمہ کی مزید تائید:

جان لینا چاہئے کہ قد صغت قلوبکما سے قبل ان تتوبا الی اللّٰہ کا جملہ موجود ہے جو شرط ہے اور قد صغت قلوبکما جزا ہے اس طرح کے جملے عرب کی اصطلاح میں اور قرآن مجید میں بکثرت استعمال ہوئے ہیں جیسے۔

ان تستفتحوا فقد جاء کم الفتح۔
''اگر تم فتح کے طلبگار ہو تو پس تمہارے پاس فتح آگئی ہے۔''

ان یکذبوك فقد کذب الرسل من قبل۔
''اگر وہ لوگ تیری تکذیب کرتے ہیں تو پس آپ سے پہلے نبیوں کی تکذیب کی گئی ہے۔''

الا تنصروہ فقد نصرہ اللّٰہ۔
''اگر تم نے رسول کی امداد نہیں کی تو پس اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کی خود بخود امداد فرما دی۔''

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں شرط و جزاء کی طرز کے جملے بکثرت استعمال ہوئے ہیں لہٰذا اس آیت میں

بھی اِن تتوبا الی اللّٰہ شرط اور فقد صغت قلوبکما'' اس کی جزا ہے جس کا معنی یہ ہے۔

اور اگر تم دونوں بیبیاں خدا کی طرف رجوع کرو تو پس تمہارے دل خدا کی طرف مائل ہو چکے ہیں۔

اس ترجمہ کو ملاحظہ فرمانے کے بعد ارباب علم ارشاد فرمائیں کہ کیا یہ آیت اِن دو مقدس ازواج کی تحقیر کو واضح کر رہی ہے یا اُن کی خوبصورت طریقہ سے تربیت کر رہی ہے؟؟؟ حق یہ ہے کہ مذکورہ روایت کا ترجمہ وہ ہے جو پوری وضاحت سے ہم نے عرض کر دیا اور جو ترجمہ روافض نے گھڑا ہے یہ ان کے اپنے ٹیڑھے دل کا ٹیڑھا پن ہے جو خود ٹیڑھا ہو کر سب کو ٹیڑھا دیکھتا ہے مثل مشہور ہے:

المرء یقیس علی نفسہ۔

آدمی دوسرے کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے (کہ جیسا میں ہوں دوسرا بھی ویسا ہی ہوگا)۔

- جس کی آنکھوں میں کالا جالا ہوا سے تو تمام چیزیں کالی ہی نظر آتی ہیں مگر جو کچھ اس کی بیمار آنکھ نے دیکھا ایسے ہی حقیقت نہیں بن جاتی رافضی بیمار مغز تو اہلِ سنت کی اِس بات پر خوب بغلیں بجاتے ہیں کہ یہ توہین ہے اور ازواج مطہرات کی توہین خود اہلِ سنت کی کتابوں میں موجود ہے مگر حق اس کے علاوہ ہے بلاشبہ اہلِ سنت کی کتابوں میں بلکہ اہلِ سنت کی طرف عطیہ خداوندی سے حاصل ہونے والی سب سے عظیم کتاب قرآن کریم میں یہ سب واقعہ موجود ہے مگر یہ واقعہ ازواج مطہرات کی رفعتِ مقام کو چار چاند لگا رہا ہے وہ اس طرح کہ نبی ﷺ کے پاس جو علم آتا ہے وہ براہِ راست اللہ پاک کی طرف سے آتا ہے اور نبی ﷺ کے بلندی مرتبہ کی یہ بڑی دلیل ہے کہ اس کا براہِ راست تعلق اللہ جل شانہ کی ذات عالی کے ساتھ قائم ہوتا ہے نبی ﷺ کو جو کچھ کہنا، کرنا اور بولنا ہو وہ سب اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہوتا ہے انبیاء کی تربیت کے بعد اللہ تعالیٰ کی خاص تربیت کا حصہ ازواج مطہراتؓ کو حاصل ہوا کہ اگر کبھی نامناسب کام ہو گیا تو انسانوں کی بجائے خود اللہ تعالیٰ نے ان کی تربیت فرمائی اور تعلیم کیا کہ یوں کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ گھریلو معاملات میں نشیب و فراز کا ہر شخص کو سامنا کرنا ہوتا ہے۔ عورت سے کمی کوتاہی عام طور پر ہو جایا کرتی ہے اُس کوتاہی پر باپ ماں شوہر یا خاندان کے بزرگ اور بڑے حضرات اصلاح کا فرض نبھاتے ہیں مگر ازواج مطہرات کیلئے معاملہ دوسرا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ان کے لیے اصلاحی احکام نازل فرماتا ہے اور تو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بھی یہ نہیں فرمایا کہ آپ ان کی یوں تربیت فرماؤ بلکہ بذریعہ وحی جلی کے ازواج مطہرات کو خود مخاطب بنایا۔

اور یہی بات اِن مقدسہ ازواج کے لیے عظمت کی دلیل ہے کہ ان کی تربیت و اصلاح خود اللہ تعالیٰ کی اپنی وحی و کلام سے ہوتی ہے۔

بادشاہ کسی کے نام چند حروف تحریر کے لکھ دے تو وہ پھولا نہ سمائے کہ بادشاہ نے مجھے یاد کیا اور جن کو بادشاہوں کا بادشاہ نہ صرف بلائے بلکہ ان کی گھریلو اور نجی زندگی پر بھی رہنمائی فرمائے اس کی عظمت شان کا کیا ٹھکانہ۔ مگر عزت و عظمت کے

جگمگاتے چراغ آنکھوں والے ہی دیکھ پائیں گے بصیرت سے محروم ظاہر میں بھلا اِن حقائق تک رسائی کہاں پائیں گے کہ جن کی زندگی معصیتوں کا بحر ناپید ہو اور اللہ تعالیٰ کی عنایات کا وافر حصہ انہیں نہ ملا ہو۔

◆ سورۃ تحریم کی آیات کے شان نزول میں کچھ واقعات درج ہیں جیسے حضرت زینبؓ کا آپ کو شہد پلانا اور اس پہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ آپ کے منہ مبارک سے بو آرہی ہے۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا اپنے گھر میں ایک باندی کے ساتھ تخلیہ میں دیکھ کر غیرت نسوانی کا شکار ہو جانا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا راز کو ظاہر کر دینے والا واقعہ۔

اِن واقعات کو سنی کتابوں سے نقل کر کے حضرات امہات المومنین کی گستاخی سے تعبیر کیا گیا حالانکہ ان واقعات میں بے ادبی اور گستاخی کا پہلو ہرگز نہیں بلکہ چند باتوں کی وضاحت ہے۔

◆ انبیاء کے علاوہ کوئی معصوم نہیں اگرچہ وہ صحابہ وصحابیات و ازواج ہوں مگر وہ محفوظ ہیں کہ ان کے کھاتے میں گناہ رہتے نہیں فوری معافی ہو جاتی ہے۔

◆ رحمت عالم ﷺ کا اِن ازواج سے کمال محبت کا بیان کہ ان کی دل جوئی میں وہ کر دیا جو فی الواقعہ نہ کرنا چاہئے تھا۔

◆ عورتوں کو تنبیہ کہ اگر کبھی شوہر کے حق میں کوئی نامناسب کام ہو جائے تو اِن مقدسہ ماؤں کی طرح فوراً رجوع الی اللہ کریں۔

◆ اِن مقدسہ ازواج کے کمال مرتبہ کا اظہار کہ اگرچہ اُن کو یہ نہ کرنا چاہئے تھا مگر عند اللہ ان کا یہ مقام ہے کہ بجائے تادیب کے تہذیب کی اور تربیت کا پہلو اختیار فرمایا نہ کہ سزا تجویز فرمائی اِس طرح کے کئی اسباق اور تربیت کے خوبصورت طریقے اِن واقعات کی تہہ میں مستور ہیں جو باعث تحقیر نہیں۔ جیسا کہ روافض کا خیال ہے بلکہ جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ یہ باعث عزت ہے کہ یہ کچھ کرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ ان کی دل جوئی، تسلی اور تربیت ہی فرماتا ہے اور یہ سب دلیل عزت و توقیر ہے نہ کہ دلیل تحقیر۔

◆ میاں بیوی کا آپس میں جو رشتہ محبت اور انس ہوتا ہے وہ ارباب مشاہدہ سے مخفی نہیں۔ محبت میں کبھی ایسے کام بھی سرزد ہو جاتے ہیں جو بظاہر عجیب معلوم ہوتے ہیں نیز کبھی گھریلو معاملات میں اُتار چڑھاؤ بھی ہو جاتا ہے مگر اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ اُن گھریلو واقعات کو کسی کی تحقیر و تذلیل کا ذریعہ بنایا جائے اگر اِن گھریلو واقعات کو تحقیر کا ذریعہ جانا جائے تو ذرا روافض اِن واقعات پر بھی لب کشائی کریں۔

① فریقین کے ہاں مسلم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عہد نبوت میں فاطمہ بنتِ ہشام پھر اسما بنتِ عمیس سے عقد کرنے کا ارادہ کیا اخیر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے شادی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روک دیا۔ اس واقعہ کے درست ہونے پر تو فریقین متفق ہیں مگر یہ واقعہ اِن نفوس قدسیہ کی تحقیر کا باعث ہرگز نہیں۔

② روافض کی کتب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا روٹھ جانا اور اپنے ابا کے گھر تشریف لے جانا تحریر

کیا ہے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر سے ناراض ہو کر چلے گئے اور مسجد نبوی میں جا کر مٹی پر سو گئے جسم پر مٹی لگ گئی آپ ﷺ تشریف لائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس حال میں دیکھ کر فرمایا اے مٹی کے باپ اُٹھ، قم یا ابا تراب۔ باہمی گھریلو ناراضگی کے یہ واقعات مسلمات میں سے ہیں۔ ان واقعات کی بنا پر معاذ اللہ حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی ذات پر حرف گیری قطعاً روا نہیں کہ یہ واقعات گھریلو زندگی کا حصہ ہیں۔

ہماری عرض ہے کہ جیسے یہ واقعات مسلم ہیں مگر باعث تحقیر نہیں نہ اِن واقعات کی بنا پر اعتراض کرنا درست ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا کسی کو اس پر حرف گیری کا حق نہیں ہے۔ اسی طرح ازواج مطہرات بالخصوص سیدہ حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا جن کی گود میں محبوب کائنات ﷺ نے رفیق اعلیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سفر کا آغاز فرمایا اور جن کا حجرہ جنت بنا اور جن پر جبریل اللہ تعالیٰ کا سلام لایا اُن کے مذکورہ واقعات بھی اُن مقدسہ ازواج کے لئے ذریعہ تحقیر ہرگز نہیں۔



افتراء

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مردوں کو غسل کر کے دکھایا۔ (بخاری مسلم مترجم وحید الزمان)

الجواب

- ① روافض کی خصلت و عادت دھوکہ دینے کی ایسی ہے جو کبھی ان سے جدا ہونے والی نہیں ہمیشہ ایک درست اور صحیح بات کو ایسا ٹیڑا بھونڈا بنا کر پیش کرتے ہیں کہ دیکھنے والا حیران ہو کر رہ جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں یہ جو عنوان اختیار کیا وہ رافضی دماغوں میں موجود گندگی کا ڈھیر ہے گویا گٹر کا منہ کھل گیا ہو۔ اِس عنوان کو پڑھتے ہی ذہن میں جو نقشہ ابھرتا ہے وہ بہت گھناؤنا اور شرافت سے دور ہے جیسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا غسل فرما رہی ہوں اور غیر محرم مرد دیکھ رہے ہوں حالانکہ خدا شاہد ہے یہ مطلب نہ حدیث پاک کا ہے اور نہ ہی یہ واقع کے مطابق ہے بلکہ اِس گھناؤنے عنوان سے حدیث پاک کے ہر لفظ کا دامن بالکل پاک ہے۔ بلکہ بات صرف اتنی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے رضاعی بھائی اور رضاعی بھانجے نے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ جب غسل فرض ہو جائے تو کتنے پانی سے غسل ہو سکتا ہے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک صاع پانی منگوایا پھر جائے غسل میں پردہ اور حجاب میں غسل کیا یہ بتلانے کے لئے کہ جب ایک صاع پانی سے عورت غسل کر سکتی ہے جس کے بال بھی ہوتے ہیں تو مرد بدرجہ اولیٰ اتنے پانی سے غسل کر سکتا ہے۔ مگر رافضی قلم نے اس بات کو کیا سے کیا بنا ڈالا ہے۔
- ② ارباب دانش انصاف فرمائیں ابو سلمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھانجے ہیں اور حضرت عبیداللہ بن یزید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی ہیں بھائی اور بھانجے کو شریعت کا مسئلہ بتانا اور اس کی وضاحت کرنا ایک بزرگ محسن اور خالہ کیلئے کسی طرح بھی معیوب نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھائی اور بھانجے کی موجودگی میں حجاب اور پردے میں غسل کیا ان تینوں باتوں کی وضاحت حدیث پاک کے الفاظ میں موجود ہے۔

① دخلت علی عائشة انا و اخوها من الرضاعة۔

② فسألها عن غسل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

③ بیننا و بینها سترٌ و فی حدیثٍ بیننا و بینها حجاب ۔

(الف) کہ سائل آپ رضی اللہ عنہا کے بھائی وغیرہ قریبی محرم تھے۔

(ب) انہوں نے غسل کا مسئلہ پوچھا کہ آپ ﷺ کتنے پانی سے غسل فرماتے تھے۔

(ج) جب اِن کی ماں برابر بہن نے غسل کیا تو اِن کے اور ان کے درمیان پردہ تھا۔ اِن تمام باتوں کو سامنے رکھ کر فرمایئے۔

① کیا یہ عنوان جو روافض نے اختیار کیا حدیث رسول کا مذاح اور ظالمانہ اقدام نہیں؟

② کیا یہ اعتراض سراسر سوئے مزاج کی علامت نہیں؟

ارباب انصاف ذرا عزت و غیرت کا لحاظ رکھتے ہوئے غور فرمائیں کہ تقریباً ہر گھر میں ماں بہن بیٹی ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ وہ نہاتی بھی ہوں گی اور ان کے نہانے کے وقت ان کے بھائی باپ وغیرہ بھی گھر میں ہوتے ہوں گے جو مرد ہیں تو کیا یہ عنوان اختیار کرنا کہ وہ فلاں کی بہن بیٹی یا ماں نے مردوں کے سامنے غسل کیا۔ کیا ایسا کہنا درست ہوگا؟ جبکہ گھر میں ماں بہن وغیرہ نے اپنے مرد بھائی باپ وغیرہ کے گھر ہوتے ہوئے غسل کیا۔

بعین یہی صورت مذکورہ مقام پر پائی جا رہی ہے کہ بہن نے بھائی کے گھر میں ہوتے ہوئے حجاب میں غسل کیا جس کی وضاحت بصراحت حدیث میں موجود ہے مگر اس کے باوجود محض آتش جہنم کی طرح بعض جسموں میں پرورش پانے والی آتش حسد کو تسلین دینے کے لیے یہ گھنونا اور بھونڈا عنوان اختیار کیا گیا۔ ارباب انصاف ہی فیصلہ فرمائیں جب کسی عام خاتون کے بارے میں جبکہ اُس نے بھائی وغیرہ کی موجودگی میں گھر کے اندر باپردہ غسل کیا اس پر مذکورہ عنوان کی طرح کوئی جملہ بول دیا جائے تو اسے غیرت کو چیلنج کرنا قرار دیا جاتا ہے اور اس طرح کے جملے کہنا سننا کوئی برداشت نہیں کرسکتا تو کیا ایک سیدہ عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول ہی اتنی مظلوم رہ گئیں کہ ایک ایسا شخص جو متعہ جیسی عبادت کی موجودگی میں جزم و یقین سے اپنا نسب نہیں ثابت کرسکتا وہ اس مقدمہ پر ایسی ظالمانہ تعبیر اختیار کرے اور اسے کوئی پوچھنے والا نہ ہو؟

③ رہا یہ مسئلہ کہ سائل نے غسل کے بارے میں سوال کیا ہے اس سے یہ کیسے جان لیا گیا کہ سائل کا مقصد غسل میں استعمال ہونے والے پانی کی مقدار تھی۔ تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ امام بخاریؒ نے یہ روایت باب الغسل بالصاع ونحوہ میں درج کی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سائل نے یہ پوچھا تھا کہ غسل کے لیے کتنا پانی کافی ہوسکتا ہے۔



افتراء

امہات المومنین کے بارے میں مغلظات۔

(تاریخ الخلفاء، ازالہ الخفاء مختصر سیرت رسول از محمد بن عبد الوہاب، حیات الحیوان، دمیری الصواعق المحرقہ، حیات صحابہ)

ان میں ایک ہی بات مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا تھا کہ میں حضور ﷺ کا تیار کردہ لشکر ضرور روانہ کروں گا اگرچہ مدینہ خالی ہو جائے اور مدینہ میں لوگ فوت ہو جائیں حتیٰ کہ دفن کرنے والا بھی کوئی نہ رہے فوت ہونے والوں کو جنگلی درندے اور کتے پامال کر دیں اگرچہ ازواج مطہرات کو بھی نقصان پہنچا دیں اور ان کو ٹانگوں سے پکڑ کر کھینچیں۔

الجواب:

❶ سچ ہے:

اذا فاتك الحياء فاصنع ماشئت۔

''جب تجھ سے حیاء جاتی رہے تو تو جو چاہے کر''۔ (تجھے کوئی چیز روکنے والی نہیں)

اب جب حیاء کا ہی جنازہ نکل گیا تو پھر کیا سچ کیا جھوٹ سب باتیں برابر کھاتے میں لکھی جائیں گی۔ ناس ہو بغض اور حسد کا یہ مرض جس کو لگ جاتا ہے اس میں اچھے بُرے کی تمیز ختم ہو جاتی ہے ذرا زیر نظر واقعہ کو ملاحظہ فرمایئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کس کمال عزم سے فیصلہ نبوی پر استقامت کا مظاہرہ فرمایا کہ جو فیصلہ رحمت عالم ﷺ نے فرمادیا ہے وہ ہو کر رہے گا چاہے دنیا کی محبوب ترین اور مقرب ترین چیز بھی قربان کرنا پڑے یہی استقامت اور عزم ہے کہ جس نے چراغ ایمان کو گل ہونے سے پوری پوری طرح محفوظ رکھا اس کمال استقامت کا اظہار انہوں نے ایک محال چیز کو ممکن کے ڈھانچے میں ڈھال کر کیا کہ یہ (ممکن نہیں ہوسکتا) مگر اس لشکر کی روانگی کے عوض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو کتے کاٹ کھائیں تو یہ گوارا کرلیا جائے گا مگر فیصلہ نبوی کو ہرگز تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔

❷ حضرت ابوبکر صدیق یہاں ناممکن کو ممکن فرض کر کے اپنے عزم کا اظہار فرماتے ہیں اور اہل عرب کے محاورات میں اس طرح کے موقعہ پر اپنی ثابت قدمی اور عزم کے اظہار کے لئے اس طرح کے جملے عموماً بولے جاتے ہیں مگر اس کا مطلب یہ کسی نے بھی نہیں لیا کہ جو بات محض تمثیلاً کہی ہے وہ واقع میں بھی ہو۔

جیسے ایک شخص نے چور خاتون کے حق میں سفارش کی اور نرمی کا مطالبہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''خدا کی قسم اگر فاطمہ بنتِ محمد بھی چوری کرے تو اس کا بھی ہاتھ کاٹوں گا''۔ یہ حدیث فریقین کے مابین مسلم ہے۔

پھر کیا اس حدیث کا عکس دے کر یہ واویلا کرنا جائز ہوگا کہ سیدہ فاطمہ الزہرا کے بارے میں مغلظات۔

جس طرح مذکورہ روایت محض تمثیل کے طور پر اور بالفرض والمحال کے درجہ کی چیز ہے فی الواقع ایسا ہرگز نہیں ہوا مگر آپ ﷺ نے اپنے عزم واستقامت کے اظہار کیلئے یہ جملہ ارشاد فرمایا ہے اسی طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے محض اظہار عزم کیلئے یہ جملہ بالفرض والمحال کے ضمن میں استعمال فرمایا اور جیسے آپ ﷺ کا سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمانا کہ وہ چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹتا اس حدیث میں نہ سیدہ کی اہانت مقصود ہے اور نہ تحقیر ایسے ہی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ جملہ ازواج مطہرات کی توہین کیلئے نہیں اپنے عزم کے اظہار کیلئے ہے۔

قرآن پاک کی مثالیں:

ناممکن کو ممکن فرض کر کے کسی بات کو پائیدار اور یقینی بنانے کیلئے عربی معاورات کے علاوہ احادیث اور قرآن پاک میں بھی کئی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ قرآن کریم میں مشرک کی نجات کو محال بتاتے ہوئے فرمایا:

❶ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط۔

''یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ سے گزر جائے''۔

یعنی یہ محال ہے کہ اونٹ سوئی کے ناکہ سے گزر سکے مگر مشرک کو نجات حاصل ہونا اس سے بھی بڑھ کر محال ہے گویا یہ تو ہوسکتا ہے کہ اونٹ سوئی کے ناکہ سے گزر جائے مگر مشرک کو نجات ملے'' یہ نہیں ہوسکتا حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ سوئی کے ناکہ سے اونٹ کا گزرنا ممکن نہیں۔

❷ اسی طرح فرمایا:

این ماتکونوا ید رکم الموت و لو کنتم فی بروج مشیدۃ۔

''تم جہاں کہیں بھی ہو موت تم کو آ کر رہے گی اگر چہ تم شیشے کے محلات میں بند ہی کیوں نہ ہو جاؤ''۔

حالانکہ شیشے کے محلات میں زندگی کا حصول اسباب کی دنیا میں ممکن نہیں کہ وہاں پر ہوا کا گزر نہیں اور ہوا کے بغیر زندگی کا حصول نہیں اس کے باوجود فرمایا یہ تو ممکن ہے کہ تم شیشے کے محلات میں جا پناہ لو مگر یہ ناممکن ہے کہ موت کے عمل سے چھٹکارا پا سکو۔

تو جیسے قرآن کریم میں اونٹ کے ناکہ سوئی سے گزرنے کو محال ہونے کے باوجود ممکن ظاہر کیا اور شیشے کے محل میں فقدان حیات کے باوجود حیات کے حصول ممکن قرار دیا ایسے ہی ازواج مطہرات کے لئے کتوں کا حملہ اور مدینہ کا ہر نفس سے خالی ہونا جو ناممکن ہے اسے ممکن خیال کر کے اپنے عزم و یقین اور استقامت کا اظہار فرملیا۔ تو کیا رافضی قلم حدیث میں تذکرہ فاطمہؓ اور ان قرآنی مثالوں کو بھی کذب اور مغلاطات سے تعبیر کرے گا؟ مگر ہم نے عرض کیا کہ حسد کا مرض لگ جائے تو پھر محسود کی بھلی بات بھی بُری نظر آنے لگتی ہے۔



افتراء

ام المؤمنین جناب عائشہ رضی اللہ عنہا کی غلیظ اور لرزہ خیز توہین۔ (کشف الغمہ، مصباح الزیت فی مناقب اہل البیت)

الجواب:

❶ رافضی ہمیشہ ایسا موقعہ تلاش کرتا ہے کہ جس سے دھوکہ دے کر اور مذہبی جذبات کی آگ بھڑکا کر اپنے گندے مقاصد پورے کر سکے مذکورہ عنوان ملاحظہ فرمائیے، یوں لگتا ہے جیسے اِس لکھاری سے بڑھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وفادار اور محب کوئی نہیں اور جن کی کتابوں سے اقتباس نقل کیے ہیں ان کتابوں والوں سے بڑھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

کا دشمن اور کوئی نہیں گویا آنکھوں میں دھول جھونک کر اپنے مقاصد کی تکمیل رافضیت کا مشن ہے دنیا میں ایک یہی دھوکہ بازی اور مکاری کا فن ہے جس میں رافضی سارے جہاں والوں کے امام ہیں اب ذرا حقیقت حال ملاحظہ فرمایئے اور رافضی مکار کو اس فن مکاری میں کرتب پر داد دیجئے۔

اول کتاب کشف الغمہ میں ایک فقہ کا مسئلہ بیان ہوا کہ جب کسی شخص کی بیوی ایام سے ہو تو شوہر کو اس اپنی بیوی سے کتنی قربت اختیار کرنا جائز ہے چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ماں ہونے کی حیثیت سے اولاد کو وہ طریقہ ارشاد فرمایا ہے جو رحمت عالم ﷺ کے دین میں درست اور جائز ہے نیز اُس پر دلیل خود رحمت عالم ﷺ کا عمل ہے جیسے بیان کیا ہے اِس حلال وحرام کی تفریق اور ازدواجی زندگی میں مسنون عمل کے بیان کو رافضی کرتب ساز نے لرزہ خیز توہین قرار دیا ہے حالانکہ شرعیت کے مسائل میں حلال حرام کا علم حاصل کرنا اور تعلیم دینا نہ لرزہ خیز توہین ہے اور نہ ناجائز اور حرام۔

- ۲ حدیث پاک میں ارشاد ہے:

طلب العلم فريضة على كل مسلم۔

''علم کا حاصل کرنا ہر مسلم (مرد عورت) پر فرض ہے''۔ (مشکوٰۃ)

اہل علم فرماتے ہیں کہ اتنا علم حاصل کرنا فرض ہے کہ جس سے حلال حرام کا پتہ چل جائے اور حلال حرام کا تعلق جیسے زندگی کے باقی شعبوں میں ہے ازدواجی زندگی کے ساتھ بھی ہے۔ اگر یہ ازدواجی زندگی کا طریقہ اور حلال وحرام کی وضاحت ام المؤمنین نہ فرمائیں گی تو اور کون عورت اس مسئلہ کی وضاحت کر سکتی ہے؟ مذکورہ کتاب میں اس علم کا بیان ہے جس کا تعلق حلال وحرام کے ساتھ ہے اور اُس تعلیم میں دلیل طریقہ نبوی ہے تو کیا حلال حرام کی تعلیم دینا لرزہ خیز توہین ہے؟

- ۳ سنجیدہ مزاج شخص تو اس کی ضرورت سے بخوبی آگاہ ہے کہ پاکیزہ زندگی گزارنے کے لئے پاک بازوں کی پاک سیرت پاکیزگی حاصل کرنے کا طریقہ ہے مگر جس شخص کا باطن فاسد اور گند سے لبریز ہے وہ ایسے تمام کاموں اور باتوں پر اعتراض کرتا رہتا ہے جس کا جواب قرآن پاک اور احادیث میں مذکور و موجود ہے وہ ان کے پیش رو تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام پر بھی ایسی باتیں کہنا شروع کر دی تھیں جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِن اللّٰہ لا یستحیی ان یضرب مثلا الخ۔ (البقرہ)

کہ بے شک اللہ تعالیٰ اِن مثالوں کے بیان فرمانے سے نہیں شرماتا نیز استنجاء میں پاکیزگی حاصل کرنے کا طریقہ رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا صحابہ کرام تو سنجیدہ مزاج اور ضرورت طہارت سے آگاہ تھے انہوں نے اس کو آپ ﷺ کا عظیم احسان جانا اور محبت ومودت میں اور بڑھ گئے مگر یار لوگوں کے پیش رو اسی انتظار میں بیٹھے تھے انہوں نے فوراً اعتراض داغ دیا کیا یہ تمہارا صاحب کیسا ہے جو تمہیں بیت الخلاء میں بیٹھنے اور وہاں کی ضرورت کے بارے میں باتیں بتاتا ہے گویا اِس عمل کو اس نے اپنے گمان میں لرزہ خیز توہین خیال کیا تو صحابی رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ترقی سے اس کو جواب ارشاد فرمایا الفاظ روایت ملاحظہ فرمائیں۔

عن سلمان قال قال بعض المشركين و هو يستهزی انی لا رئ صاحبكم يعلمكم حتى الخزاء ة قلت اجل امرنا ان لا نستقبل القبلة و لا نستنجي با يماننا و لا نكتفي بدون ثلاثة احجار ليس فيها رجيع و لا عظم۔ (مسلم، مسند احمد)

''حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مشرکوں میں سے ایک شخص نے بطور استہزا یہ کہا کہ تمہارے سردار (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کو میں دیکھتا ہوں تو وہ تمہیں ہر چیز سکھاتے ہیں یہاں تک کہ پاخانہ میں بیٹھنے کی صورت بھی! میں نے کہا! ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ (استنجے کے وقت) ہم قبلہ کی طرف رُخ کر کے نہ بیٹھیں اپنے دائیں ہاتھ سے استنجا پاک نہ کریں۔ تین پتھروں سے کم میں استنجاء نہ کریں اور ان پتھروں میں نجاست (یعنی پاخانہ لید گوبر) نہ ہو اور ہڈی نہ ہو۔''

اب ہر شخص جان سکتا ہے کہ اس طرح کے مخفی مسائل بیان کرنے پر اسے لرزہ خیز توہین خیال کرنیوالے لوگ کون ہیں اور اِن مسائل کو سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کیا طرز عمل تھا۔

❹ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما انا لكم مثل الوالد لولده اعلمكم اذا اتيتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة و لا تستدبروها الخ۔

''بے شک میں (تعلیم ونصیحت کے سلسلہ میں) تمہارے لئے ایسا ہی ہوں جیسا کہ باپ اپنی اولاد کیلئے ہوتا ہے چنانچہ میں سکھاتا ہوں کہ جب تم پاخانہ میں جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ کرو اور نہ پشت کرو''۔ (ابن ماجہ دارمی)

معلوم ہوا آپ امت کیلئے باپ ہیں اور باپ ہونے کی حیثیت سے امت کو وہ باتیں بھی تعلیم فرماتے ہیں جنہیں مریضانِ شرک لرزہ خیز توہین جانتے ہیں۔ یعنی بیت الخلاء کے سارے مسائل بھی ارشاد فرماتے ہیں بعین اسی طرح آپ کی ازواج امت کی ماں ہیں مائیں اور باپ دونوں کے ذمہ اولاد کی تربیت اور نقصان دہ احوال سے حفاظت ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح آپ کی ازواج بالخصوص معلمہ امت سیدہ عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا نے باخوبی اپنی روحانی اولاد کی تربیت کی جس طرح مشرکین کو آپ کے اِس مربیانہ عمل پر اعتراض تھا اسی طرح ان کی باقیات کو سیدہ عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کی تعلیم وتربیت پر بھی اعتراض ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کا یہ اعتراض درست بھی ہے بلکہ ہر دانا شخص جانتا ہے کہ گھر کی داخلی زندگی میں بھی سیرت طیبہ کو اپنانا اتنا ہی لازمی ہے جتنا کہ خارجی زندگی میں اور ظاہر ہے کہ علم کے بغیر عمل ممکن نہیں لہٰذا ماں کا اولاد کو تعلیم دینا کوئی لرزنے کی بات نہیں عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

❺ مصباح الزیت کا اردو میں لکھا ہوا تمام کچھ پڑھ لیجئے ہر شخص پہلو میں دل اور مادہ انصاف اور عقل کا کچھ حصہ رکھتا ہے فرمایئے کیا بیوی سے شوہر کا اظہار محبت کرنا، اور اپنے والہانہ تعلق کو عملاً ظاہر کرنا توہین کہلاتا ہے؟ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حضرت عائشہ صدیقہؓ سے غیر معمولی محبت تھی اس کا اظہار آج تک آپ کا مسکن بھی بصورت مشاہدہ بتا رہا ہے۔ جس جگہ آپ آرام فرماتے ہیں وہ جگہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہے خود تحقیقی دستاویز کے صفحہ 532

پر اعتراف موجود ہے ہمیشہ محبوب اور پیاروں کی جگہ پر آدمی کو سکوں حاصل ہوتا ہے۔ لحہ لحہ آپ ﷺ کا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی محبت پر شاہد ہے مگر رافضی بھلا اُس محبت و پیار کو کہاں برداشت کر سکتا ہے لہٰذا اس انداز محبت کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی توہین قرار دے ڈالا۔ واہ رے کرشمے تیرے حسن کے۔

حالانکہ یہیں پر روایت مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے تو اپنی بیٹی فاطمہ الزہرا کو بھی یہی فرمایا کہ بیٹی تو بھی عائشہ سے محبت کر۔ (ترمذی)



افتراء

''ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قتل کی سنسنی خیز واردات''۔ (ابن خلدون حبیب السیر)

الجواب:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ وفات ابن خلدون وغیرہ سے یوں لکھا گیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یزید کو ولی عہد بنانے پر اعتراض کیا تھا جس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں ایک گھر لیا اور وہاں گھر کے اندر ایک کنواں کھدوایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دعوت کی اور دستر خوان کنویں کے اوپر لگایا جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو اُس کنویں میں گر کر شہید ہو گئیں۔ معاویہ نے کنواں مٹی سے بھر دیا۔ معاذ اللہ۔

مذکورہ روایت سراسر جھوٹ کا پلندہ ہے ارباب علم کے نزدیک اس کا وزن کوڑے کے ڈھیر جتنا بھی نہیں۔ رافضی لوگوں نے گھڑ کر تاریخ کی ٹوکری میں ڈال دیا۔ نہ یہ روایت عقل کے ترازو پر پوری اترتی ہے نہ نقل کے پیمانہ پر اور نہ ہی مشاہدہ کا تعاون اِس روایت کو حاصل ہے بلکہ ابوعتیق کہتے ہیں کہ جس رات (سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا) جنازہ اٹھا (تو راستے میں روشنی کے لیے) زیتون کے تیل سے چلنے والے بڑے چراغ قمقمے جلائے گئے...... آپ کی وفات ۱۷ رمضان المبارک وتروں کی نماز کے بعد ہوئی۔

آپ رضی اللہ عنہا نے (سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کی طرح) رات کے وقت دفن کیے جانے کی وصیت کی۔ انصار جمع ہو گئے اتنا بڑا اجتماع رات کے وقت کبھی نہ دیکھا گیا آس پاس کے لوگ بھی کثیر تعداد میں جمع ہو گئے۔ آپؓ کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۳ صفحہ ۳۳۰)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا طبعی طور پر وفات پانا اہل علم نے بیان فرمایا ہے۔ سید سلمان علی ندوی سیرت عائشہ میں فرماتے ہیں۔ ۵۸ ہجری تھا اور رمضان المبارک کی ۱۷ تاریخ ۱۳ جون ۶۷۸ء تھی کہ نماز وتر کے بعد شب کے وقت وفات پائی۔ (سیرت عائشہ للشیخ السید سلمان علی ندوی صفحہ ۱۵۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سن وفات ۵۸ ہجری ہے۔ (مظاہر حق ۷۴۰ جلد ۵)

۱۷ رمضان المبارک ۵۷ ھ کی شب بعمر ۶۳ سال مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوئی انہوں نے رات کے وقت ہی دفن

کیے جانے کی وصیت کی تھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (مظاہر حق جدید جلد۵ صفحہ ۷۴۵)

ابن عیینہ ہشام بن عروہ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ آپؓ کی وفات ۵۸ ھ میں ہوئی۔

(تہذیب الابن حجر عسقلانی صفحہ ۶۰۵ جلد ۶)

واقدی نے کہا ہے کہ حبیبہ خدا نے ۵۸ ھ میں (طبعی طور پر) وفات پائی۔ (العبر جلد ا صفحہ ۴۲)

ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۵۸ ھ میں ہوئی۔ (العبر جلد ا صفحہ ۴۳)

تقریب التہذیب میں بھی ۵۷ ھ میں (طبعی طور پر) وفات پانا مذکور ہے:

علامہ ذہبی فرماتے ہیں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۵۷ ہجری میں ہوئی اور تذکرۃ الحفاظ جلد ا صفحہ ۲۶ پر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ (الاعلام جلد ۷ صفحہ ۳۸)

ابن حبان فرماتے ہیں عائشہ بنتِ صدیق کی وفات ۵۷ ھ میں ہوئی۔ (تاریخ الصحابہ لابن حبان صفحہ ۲۰۱)

اس کے علاوہ تذکرۃ الحفاظ الاستعاب وغیرہ میں وضاحت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وفات پانا رقم فرمایا ہے ان بیانات سے یہ بات سورج کی طرح روشن ہو جاتی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کا طبعی طور پر انتقال ہوا ہے کسی ایسے حادثہ میں قتل نہیں ہوئیں جس کا ذکر ایک بے چارے ابن خلدون نے ابومخنف جیسے جلے ہوئے رافضی کی روایت پر اعتبار کر کے لکھا ہے۔ لہٰذا نقل اِس مذکورہ ابن خلدون کے واقعہ کا صاف انکار کرتی ہے اہلِ علم اس دجل وفریب سے لبریز احمقانہ کہانی کو کسی طرح بھی قبول نہیں فرماتے۔

- اس من گھڑت قصہ کو جہاں نقل رد کر رہی ہے درایتاً بھی یہ واقعہ بالکل مردود ہے ذرا خیال فرمایئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت لیتے ہیں جس کا بہت سارے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے انکار کر دیا۔ اُن انکار کرنے والوں میں سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ۶۴ لاکھ ۶۵ ہزار مربع میل کی پوری حکومت میں کسی ایک کو بھی انکار بیعت یزید کی بنا پر قتل نہیں کرتے صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو انکار بیعت پر قتل کی منصوبہ سازی ہوتی ہے۔ آناً فاناً ایک مکان مدینہ میں خریدا جاتا ہے اُس مکان میں فوری طور پر ایسا کنواں بنایا جاتا ہے جس میں سے مٹی بھی نہیں نکالنا پڑتی ورنہ اگر مٹی نکالی جاتی تو مکان کے اندر یا اُس کے پاس کہیں تو ضرور پڑی نظر آتی جس سے اندازہ ہو جاتا کہ یہ مٹی کسی جگہ کو کھود کر نکالی گئی ہے اِس شک سے بچنے کیلئے الہ دین کا چراغ لے کر مٹی نکالے بغیر کنواں تیار ہوتا ہے کہ کسی کو شک بھی نہ ہو سکے کہ کچھ کھودا بھی گیا یا نہیں بغیر جدید الات کے کنواں کھدایا گیا پھر رمضان المبارک جو عبادت کا مہینہ ہے اس میں شاہی دعوت کا اہتمام ہوتا ہے۔ اس دعوت میں رات کے وقت (حالانکہ رات کا وقت خاص مناجات کا وقت ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عبادت میں مشغول ہونا ہر خاص و عام پر اچھی طرح واضح ہے۔) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تشریف لاتی ہیں عین اس کنواں کے اوپر دستر خوان بچھایا جاتا ہے اور شاہی کھانے اُس دستر خوان پر چن دیے جاتے ہیں شاہی خدام اُس عین کنویں پر رکھے دستر خوان پر بھاگ بھاگ کر

آتے جاتے اور کھانا لگاتے پھرتے ہیں مگر یہ کنواں ان کا بال بھی بھیگا نہیں کرسکتا کھانا لگ جانے کے بعد شاہی مہمان دستر خوان پر جلوہ افروز ہوتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نشت خاص اس کنویں پر بنتی ہے جس کو خاص مشن کیلئے تیار کیا گیا تھا جب تمام مہمان حضرات آچکے اور دستر خوان پر بیٹھ جاتے ہیں وہ دستر خوان کنویں میں حضرت عائشہ سمیت کود جاتا ہے باقی مہمانوں میں کوئی اس کنویں میں تو کیا گرتا انہیں کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی کہ کیا ہوا ہے بس کنویں میں جاتے ہی آواز تک اوپر کسی کو سنائی نہیں دیتی کہ وہ کنواں بند کرنا شروع کردیا جاتا ہے بس لمحہ بھر میں وہ کنواں بند ہو چکتا ہے کہ ابھی تو مہمان کھانے سے فارغ ہی نہیں ہوئے اور اُن مہمانوں میں ایک مہمان کنویں کا مہمان بن گیا اور پورے مدینہ میں کسی کو بھی پتہ نہ چلا نہ نماز جنازہ اور نہ اعلان اور یوں تمام دنیا کو علم وعرفان سے منور کرنے والی ماں چل بسی اور کسی نے خبر ہی نہ لی اور بعد میں بھی کسی نے کوئی تحقیق وجستجو نہ کی کہ وہ جو علم کا چراغ تھیں کہاں گئیں۔

یہ وہ کہانی کا خاکہ ہے جو مذکورہ کتاب کے حوالہ سے تیار کیا گیا ہے مشہور ہے کہ شیخ چلی بے چارہ دیوانہ قسم کا شخص تھا جس کے خیالی قصے عموماً بیان کیے جاتے ہیں مگر عقل وخرد کی دشمنی میں یہ قصہ تو تمام دیوانوں کو مات دیتا نظر آرہا ہے۔ بہر حال تاریخ ابن خلدون کی یہ کہاوت کوئی عقل کا ویری قبول کرے تو کرے، کوئی صاحبِ علم تو کیا عقل رکھنے والا بے علم اور اَن پڑھ بھی اس کو ہرگز قبول نہیں کرسکتا یہ کسی عقل دشمن کی قصہ گوئی ہے جو ایک آنکھ دیکھنے کے قابل نہیں۔

اگر اِس واقعہ میں کچھ صداقت ہوتی تو ضرور یہ بات شہرہ آفاق ہوتی مگر ایسا ہرگز نہیں ہوا لہٰذا یہ محض افسانہ ہے حقیقت کچھ نہیں۔



افتراء

- امہات المؤمنین کے بارے میں نازیبا کلمات۔ (عمر فاروق اعظم از ہیکل مصری)
- برا ہو عائشہ اور حفصہ کا۔ (عمر فاروق اعظم از ہیکل مصری)
- ام المؤمنین حضرت عائشہ کی توہین۔ (حضرت علی تاریخ اور سیاست از طہٰ حسین مصری)
- حضرت عائشہ اور حفصہ نے حضور کی توہین کی۔ (تفسیر فی ظلال القرآن)

الجواب:

یہ اعتراض بھی گذشتہ حوالہ سے متعلق ہے جو سورۃ التحریم اور سورۃ احزاب کے ضمن میں گزر چکا ہے وہاں جواب ملاحظہ فرمالیا جائے یہاں اربابِ دانش کی خدمت میں مزید چند باتیں عرض کی جاتی ہیں۔

1. طہٰ حسین مصری اور ہیکل مصری صاحب کوئی مسلم ومعتبر شخصیات میں سے نہیں کہ جن کی بات اہل حق کیلئے قابل قبول ہو دراصل دورِ حاضر کے ادیب طرز کے قلم کار ہیں جن کی باتیں ذوقِ ادب اور لطائف تحریر میں تو قابل قبول اور

32B

وزنی ہیں لیکن میدانِ تحقیق میں ان کی باتیں طفل ناداں کی ''الف، با'' بھی نہیں۔ عام طور پر اِس طرز کے حضرات نئے نئے شگوفے چھوڑنے کے عادی ہوتے ہیں جو عوام کے ذوق اور خیالات کی تسکین کا باعث ہوتے ہیں لہٰذا ان حضرات کی تحریرات کوئی تحقیق نہیں زبان دانی اور ادب ہے۔

- یہ طٰہٰ حسین مصری نابینا صاحب وہی ہیں جنہوں نے بانی نظریہ امامت و وصایت ابن سباء کے وجود کا ہی سرے سے انکار کیا جواب جدید رجال کشی کے حاشیہ پر لکھ کر چھاپا گیا ہے لہٰذا یہ صاحب محض جدید نظریہ کی بنا پر روافض کی تائید اور اس کے مذہب کی آبیاری کرنے کے درپے ہیں اِس لئے بھی ان کی تحریرات کافی حد تک مشکوک ہیں۔
- ہیکل صاحب کی مذکورہ تحریر بھی مودودی صاحب کے طرز کلام سے کافی مشابہت رکھتی ہے لہٰذا اِن پر بھی مودودی صاحب جتنا اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ باقی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت حفصہ وغیرہ کو سخت الفاظ سے کچھ کہنا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ باپ ہیں جس کو اپنی بیٹی کی اصلاح کرنے کا پورا حق حاصل ہے اِس طرح کے الفاظ والدین اپنی اولاد کو کہتے رہتے ہیں لیکن سوال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِن ازواج مطہرات کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تربیت اور اصلاح نے اِن مقدسہ خواتین کو اُس درجے پر پہنچا دیا کہ کوئی اُس مرتبہ کو حاصل کرنے کا گمان بھی نہیں کر سکتا ہم گذشتہ اوراق میں سورۃ الاحزاب کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ خدائی فیصلہ اُن کیلئے اُتارا گیا کہ اِن ازواج مطہرات کے علاوہ نہ آپ کسی اور بیوی سے شادی کریں گے اور نہ ان کی جگہ کسی اَور کو لائیں گے کہ اُن میں سے کسی کو چھوڑ دیں اور کسی دوسری خاتون سے عقد کر لیں۔
- ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری صاحب کی ''حضرت علی رضی اللہ عنہ تاریخ و سیاست کی روشنی میں'' بھی ایسی ہی معلوم ہوتی ہے جیسی کہ ان کی وہ عبارت جو رجال کشی جدید چھاپہ طبع طہران کے حاشیہ پر مرقوم ہے جس میں ابن سباء نامی شخص کے وجود کا ہی سرے سے انکار کر دیا گیا ہے حالانکہ ابن سباء کا وجود فریقین کی کتابوں سے ثابت ہے۔ اہل تشیع کی کتابوں میں اس کا موجد نظریہ امامت وغیرہ ہونا لکھا ہوا ہے۔'' جس شخص کا تذکرہ کثرت کے ساتھ تاریخی و مذہبی کتابوں میں موجود ہو، طٰہٰ صاحب اس کو فرضی شخص قرار دیتے ہیں۔ جس شخص کی معلومات اتنی ناقص اور کمزور ہوں وہ نہ اہلِ علم میں شمار کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کی کوئی بات قابلِ حجت ہو سکتی ہے۔
- تفسیر ظلال القرآن کے ضمن میں وہی پرانی بات دوبارہ دہرا دی کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کا راز فاش کر دیا جس کی وجہ سے وہ آپ ﷺ کی توہین کی مرتکب ہوئیں۔ مگر ہم گذشتہ اوراق میں عرض کر چکے ہیں کہ اس واقعہ کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی تکریم ہی ہوئی ہے۔ نہ کہ تحقیر۔



افتراء

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر گنہگاری کا الزام۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

مقام مذکورہ جس کو محل اعتراض قرار دیا گیا ہے وہ حضرت ام المومنینؓ کا یہ فرمانا ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ مجھے ازواج مطہرات کے ساتھ دفن کرنا (روضہ اطہر میں دفن نہ کرنا کیوں) کہ میں نے ایک نئی بات ایجاد کی ہے۔

الجواب:

◆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا روضہ اطہر میں مدفون نہ ہونا دو وجوہ کی بنا پر ہے۔

① روضہ اطہر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو غیر محرم تھے ان کی تدفین ہوگئی تھی لہٰذا مناسب نہ ہوا کہ ان کی تدفین وہاں ہو بلکہ یہی مناسب جانا کہ باقی ازواج مطہرات کے ساتھ بقیع میں مدفون ہوں

② روایات میں موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ روضہ اطہر میں باقی ہے یہ جگہ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے لہٰذا فرمایا کہ میری تدفین بقیع میں دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ کرنا باقی رہا آپ رضی اللہ عنہا کا افسوس فرمانا اور جمل کے واقعہ پر دُکھ کا اظہار فرمانا تو یہ اہلِ کمال کا شیوا ہوا کرتا ہے کہ اگرچہ ان کا قصد اس جنگ کا نہ تھا سبائیوں کی شاطرانہ چال سے جنگ وقوع پذیر ہوئی جس میں اصحاب رسول ﷺ کی ایک بڑی تعداد شہید ہوئی اِس نقصان پر وہ اپنے کو ذمہ دار ٹھہرا کر رجوع الی اللہ اور استغفار کا اہتمام کرتے ہیں، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اظہار افسوس اسی قبیل سے ہے ورنہ انکا کوئی جرم یا جنگ کرنے کا ارادہ بالکل نہ تھا۔

◆ بعض کرم فرماؤں کی عادت محض ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہنے کی ہوتی ہے اگر کوئی کرم فرما ضد پر اڑ جائے کہ نہیں جی جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود اظہار افسوس فرما رہی ہیں تو ضرور ان کا قصور تھا ورنہ جس کا قصور نہ ہو تو وہ بھلا افسوس اور حزن و ملال کا اظہار کرتا ہے؟ ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر یہی بات ہے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کس نظر سے دیکھا جائے گا جبکہ آپ رضی اللہ عنہ جنگ کے بعد بے حد اضطراب میں تھے اور فرماتے تھے:

یا لیت امی لم تلدنی و لیت انی مت قبل الیوم۔ (التاریخ الکبیر جلد۳ صفحہ۳۸۴، کتاب السنہ صفحہ ۱۹۶)

''یعنی کاش مجھے میری ماں نے نہ جنا ہوتا، کاش آج کے دن سے پہلے ہی میں فوت ہو چکا ہوتا''۔

اضطراب و پریشانی کے عالم میں آپ یہ ارشاد فرماتے تھے اور باہمی جنگ کے نقصان پر بہت دکھ کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

سچ یہ ہے کہ ملت اسلامیہ کا نقصان کسی کو لمحہ بھر کیلئے بھی برداشت نہیں تھا مگر سبائی ٹولہ فریقین میں لڑائی کی آگ کو بھڑکا رہا تھا جس کا کسی کو بھی علم نہ ہوسکا لہٰذا یہ جملہ بھی اظہار افسوس کا ہے جو جنگ کے اس نقصان پر تھا جو مسلمانوں میں وقوع پذیر ہوا۔

◆ حواب کے کتوں والی روایت بھی رافضیوں نے بصورت الزام نقل کر دی ہے اور اسے گناہ گاری کا الزام کے عنوان سے نقل کیا ہے حالانکہ الفاظ روایت پر غور کرنے سے ہی بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ جب پتہ چلا کتے بھونک

رہے ہیں اور یہ مقام حواب ہے تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے واپس لوٹاؤ مگر قافلہ والوں میں سے کوئی راضی نہ ہوا آپ رضی اللہ عنہا نے پھر فرمایا مجھے واپس لے چلو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہما عشرہ مبشرہ میں سے ہیں انہوں نے عرض کیا فیصلح اللّٰہ ذات بینھم کہ (آپ ضرور تشریف لے چلیں شاید) اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے ان مسلمانوں کے درمیان صلح کروا دے لہٰذا اِن حضرات کے اصرار پر آپ رضی اللہ عنہا تشریف لے گئیں نیز جیسا کہ حدیث سے بصراحت معلوم ہو رہا ہے کہ یہ سفر ارادہ جنگ سے نہ تھا بلکہ ان تمام حضرات کا ارادہ صرف صلح کا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اسی نیک ارادہ سے اُن کے ساتھ روانہ ہوئیں ورنہ اگر جنگ یا جو کچھ ہوا اس کا علم پہلے سے ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہا کبھی بھی نہ تشریف لے جاتیں۔ لہٰذا یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے۔ (۱) ارادہ صلح (۲) صحابہ کے اصرار اور جذبہ اصلاح پر دلالت کرتی ہے نیز (۳) آپ نے حواب نامی جگہ کا سن کر واپسی کا ارادہ فرمایا اور اصرار بھی کیا مگر اہل قافلہ کے اصرار کی وجہ سے اور یہ بتائے جانے کی وجہ سے کہ یہ حواب نامی جگہ نہیں آپ قافلہ کے ساتھ چل دیں۔ تو اِس سے گنہگاری کا الزام کہاں سے نکل آیا؟ ظلم یہ ہے کہ بات کچھ ہوتی ہے اور بنا کچھ دیا جاتا ہے۔ اِس طرح کی ظالمانہ حرکتیں اعمالنامہ کی سیاہی میں اضافہ تو ہوسکتی ہیں تحقیقی یا طلب حق کی تفتیش نہیں ہوسکتی۔



افتراء

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک جرم کی وجہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن نہ ہوئیں۔ (از حیات صدیقہ)

الجواب:

مذکورہ صفحہ کی عبارت میں سوا اس کے کچھ نہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاکیزہ دل میں کمال تقویٰ اور فکر آخرت کا جذبہ پایا جاتا ہے کہ آخری وقت میں مسلمانوں کے نقصان پر افسوس کا اظہار فرماتی تھیں ورنہ آپ رضی اللہ عنہا نہ تو ارادہ جنگ سے تشریف لے گئیں تھیں اور نہ ہی لڑنے کا کوئی عزم تھا فقط مسلمان جماعتوں میں صلح کا جذبہ کارفرما تھا جیسا کہ گزرا باقی رہا حجرہ مبارک میں دفن نہ ہونا تو اس کی وجہ وہ نہیں تھی جو رافضی تراش رہا ہے بلکہ اس کی وجہ وہ روایت تھی جو فریقین کے درمیان مسلم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روضہ اطہر میں دفن ہوں گے جبکہ شیخین کی روضہ اطہر میں تدفین کے بعد صرف ایک قبر کی جگہ باقی ہے اگر آپ رضی اللہ عنہا کی تدفین ہو جاتی تو اُس حدیث پاک کا محل کیا ہوتا جس میں تدفین عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے معلوم ہوا کہ جو مطلب روافض نے تراشا ہے وہ محض قصہ گوئی ہے البتہ اظہار تاسف کیلئے آپ رضی اللہ عنہا ضرور یہ جملے فرمایا کرتی تھیں کہ مجھے باقی ازواج کے ساتھ ہی دفن کر دینا، نیک لوگ تو نیک ہونے کے باوجود اپنے کو قصوروار ہی کہتے ہیں۔

یہ ناقص لوگوں کا شیوا ہے کہ کچھ نہ ہونے کے باوجود اپنے کو بڑی شئے جانتے ہیں لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ جملہ کسر نفسی اور اظہار تاسف پر محمول ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واقعی گنہگار یا مجرم تھی جیسا کہ کوڑ مغز اس نے سرخی جما کر غلط تاثر دینے کی جسارت کی ہے۔ ورنہ حضرت علیؓ اور محبوبان خدا کے کلاموں میں جو کسر نفسی اور اظہارِ تاسف

کے جملے موجود ہیں اس اعتراض کی بے لگام زہر اس طرف بھی سرایت کر جائے گی۔



افتراء

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو روضۃ رسول ﷺ میں دفن نہ ہونے دیا۔ (کتاب المختصر فی اخبار البشر)

الجواب:

◆ اول تو یہ الزام سراسر غلط ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت حسنؓ کو روضہ اطہر میں دفن نہ ہونے دیا۔ مذکورہ کتاب کی عبارت سے صاف صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اس دفن میں رکاوٹ کس نے ڈالی ثانیا جب روایات میں یہ بات وضاحت سے موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تدفین روضہ اطہر میں ہوگی اگر حضرت حسنؓ کی تدفین روضہ اطہر میں ہو جاتی تو اس حجرہ پاک میں مزید کسی اور کی تدفین کیلئے جگہ موجود نہ ہوتی یوں اُس حدیث کا صادق ہونا متعذر ہو جاتا لہٰذا تکوینی طور پر اللہ تعالیٰ نے انتظام ہی ایسا فرمایا اور حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔ دور حاضر کے محقق و مدقق عالم حضرت مولانا محمد نافع صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

ان موصوف کی تمنا تھی کہ روضۃ رسول میں دفن ہونے کی سعادت حاصل ہو جائے آنجناب نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی اجازت طلب کی تھی اور ان موصوفہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی تھی لیکن بقول بعض مورخین اس معاملہ میں بعض بنوامیہ حائل ہوئے اور اس بات کا خطرہ پیدا ہو گیا کہ اس موقعہ پر کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے تو اس موقعہ پر جناب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ آپ کے برادر جناب حسن رضی اللہ عنہ نے اس بات کی وصیت کی تھی کہ اگر جناب نبی اقدس رضی اللہ عنہ کے روضہ اقدس میں دفن ہونے کے معاملہ میں فتنہ کھڑا ہو جانے کا خطرہ ہو جائے تو مجھے جنت البقیع میں ہماری جدہ (دادی اماں) کے پاس دفن کر دیں اور بقول بعض مؤرخین فرمایا کہ مجھے اپنی والدہ کے پہلو میں دفن کر دیا جائے۔ روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال حضرت موت الحسن فقلت للحسین اتق اللہ و لا تثر فتنة و لا تسفك الدماء۔ ادفن اخاك الی جنب امه فانه قد عهد بذالك الیك۔

(① سیر اعلام النبلا للذہبی جلد ۳ صفحہ ۱۸۴ تحت ترجمہ الحسن بن علی رضی اللہ عنہما ② مختصر تاریخ ابن عساکر لابن منظور صفحہ ۴۱ جلد ۷ تحت ترجمہ الحسن بن علی رضی اللہ عنہما بحوالہ فوائد نافع لشیخ الاجل حضرت مولانا محمد نافع حصہ دوم صفحہ ۱۶۴)

جس کتاب کا عکس اس حوالے سے دیا گیا ہے تقریباً ملتا جلتا مفہوم اس میں بھی وہی ہے۔ لہٰذا یہ الزام سراسر جھوٹ کی کرشمہ سازی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت حسنؓ کو روضہ اطہر میں دفن ہونے سے منع کیا ہے ہاں فتنہ کے تدارک اور خون گرائے جانے کی صورت کو روکنے کی کوشش ضرور کی ہے جیسا کہ مذکورہ کتاب کے عکسی صفحہ سے پوری طرح عیاں ہے۔



افتراء

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر توہین رسول کا الزام۔ (احیاء العلوم)

الجواب:

کس قدر حماقت اور ڈھٹائی کی بات ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن معاشرت اور بیویوں سے پیار محبت کے تذکرہ کو توہین رسول کا نام دیتے ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس عکسی صفحہ کا مکمل ترجمہ لکھ دیا جائے تا کہ دھوکہ اور فراڈ سے توہین رسول کا الزام جس عبارت کو قرار دیا اس کی حقیقت معلوم ہو سکے۔

اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی یہاں تک کہ دونوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے درمیان حکم اور شاہد قرار دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ یا تو تم اول کہہ لو یا میں کہوں انہوں نے عرض کیا کہ آپ ارشاد فرمائیں لیکن سچ ہی سچ فرمانا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایسا طمانچہ مارا کہ خون نکلنے لگا اور فرمایا کہ کیا حضرتؐ سچ کے سوا کچھ اور فرمائیں گے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ چاہی اور آپ کی پشت کی جانب جا بیٹھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہم نے تم کو اس لئے نہیں بلایا اور نہ تم سے ہمارا یہ مقصود ہے اور ایک بار کسی بات پر ناراض ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہی فرماتے ہیں کہ میں پیغمبر خدا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور حلم و کرم کی راہ سے اِس کو برداشت فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری خفگی اور رضا مندی میں جان جاتا ہوں انہوں نے عرض کیا کہ آپ کیسے پہچانتے ہیں۔ فرمایا کہ جب تم راضی ہوتی ہو تو تم کہتی ہو کہ قسم ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی اور ناراضگی کے وقت تم کہتی ہو قسم ہے ابراہیم علیہ السلام کے خدا کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپؐ بجا فرماتے ہیں واللہ میں ناراضگی کے وقت میں فقط آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ترک کرتی ہوں (باقی آپؐ کی محبت تو دل سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتی) اور کہتے ہیں کہ اسلام میں جو اول دوستی ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محبت تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو فرمایا کرتے کہ میں تیرے لئے ایسا ہوں جیسا کہ ابوزرعہ اپنی بیوی ام زرعہ کے ساتھ تھا مگر میں تجھ کو طلاق نہ دوں گا۔ سوم یہ ہے کہ ایذا کی برداشت کے ساتھ عورتوں کے ساتھ ہنسی اور مذاق و چہل قدمی بھی کرتے کہ اس سے ان کا دل خوش ہوتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ اپنی اڑواج کے ساتھ مزاح فرماتے تھے اور اعمال و اخلاق میں ان کی عقلوں کے مطابق گفتگو فرماتے تھے حتیٰ کہ مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ لگائی، ایک روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آگے نکل گئیں پھر جب دوسری دفعہ دوڑے تو آپ آگے نکل گئے فرمایا یہ اس روز کا عوض ہے اور حدیث میں ہے کہ اور لوگوں کی بہ نسبت آپ زیادہ بیویوں سے مزاح فرماتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حبشہ کے لوگوں کی آواز سنی کہ وہ عاشورہ کے دن کھیل رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو ان کا کھیل دیکھنا چاہتی ہے میں نے عرض کیا ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو بلوایا جب وہ آئے تو آپ دونوں کواڑوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور اپنا ہاتھ ایک کواڑ پر رکھ کر پھیلا دیا میں نے اپنی ٹھوڑی آپ کے ہاتھ پر

رکھ دی اور دیکھنے لگی۔

محترم قارئین مکمل صفحہ کا ترجمہ ہم نے عرض کر دیا غور فرمایئے اس میں میاں بیوی کی باہمی محبت اور حد درجہ پیار کے علاوہ اور کیا ہے حسن معاشرت اور گھر والوں سے عمدہ اخلاق اور دل جوئی کی بہترین مثال ہے جو یہاں پر بیان کی گئی ہے۔

آپ ﷺ نے تو ان واقعات کو نہ گستاخی و بے ادبی جانا اور نہ ہی اس پر تنبیہ فرمائی بلکہ گھر والیوں سے ایسے ہی پیار محبت کا سلوک رکھنے اور حسنِ معاشرت اختیار کرنے کی ترغیب ارشاد فرمائی۔ مگر رافضی لوگوں کو اس پر اعتراض ہونے لگا ہے اور اعتراض یا دکھ کیوں نہ ہو دشمن تو زوجین کی محبت کو دیکھ کر جلتا ہی رہتا ہے۔



افتراء

حضرت عائشہ کو مختلف مغالطوں میں مبتلا کر کے میدانِ جنگ میں لایا گیا۔ (امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی)

الجواب:

◆ یہ بات سراسر جھوٹ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یا اکابرین لشکر کا ارادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کا تھا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث فرماتے ہیں۔

اور نکلنا ان (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہم) کا با ارادہ لڑائی امیر کے نہ تھا محض واسطے مصلحت آپس کے اور پورا کرنے قصاص عثمان کے اور لشکر امیر رضی اللہ عنہ سے قاتلوں کو نکال دینا تا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کی باتوں سے وہم میں پڑ کر میدان میں نکل پڑے۔ وہ مطمئن ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک کار ہوں۔ (تحفہ اثنا عشریہ مترجم صفحہ ۶۸۵)

اِن حضرات کا ارادہ بھی ہرگز جنگ اور لڑائی کا نہ تھا جو قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کر رہے تھے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ کا وہ ارشاد اِس وضاحت کیلئے کافی ہے جو تحقیقی دستاویز کے صفحہ ۵۷۷ پر عکسی صفحہ میں موجود ہے۔ وہ الفاظ یہ ہیں "یصلح الله ذات بینهم"۔ (کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا)

تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے اِن دونوں جماعتوں میں صلح کروا دے۔ لیجئے حضورؐ یہ صفحہ تو آپ کی کتاب کے عکسی صفحات میں موجود ہے جو آپ کی طرف سے اہلِ سنت پر الزام دینے کیلئے جمع کیے گئے ہیں آپ کے اِس اعتراض کی وضاحت آپ کے دیئے ہوئے عکسی صفحوں سے دستیاب ہوگئی۔ لہٰذا یہ قرار دینا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مختلف مغالطوں میں مبتلا کر کے میدانِ جنگ میں لایا گیا محض فراڈ اور دھوکہ ہے۔ ان قافلے والوں میں اکابرین قافلہ کا یہ بالکل خیال اور ارادہ نہ تھا کہ جنگ ہوگی البتہ سبائی ذریت نے وہ ظلم ملت اسلامیہ پر کیا جو نا قابل تلافی نقصان کا باعث ہوا اِن سبائیوں کی حرکات سے جنگ ہوئی نہ کہ اِن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارادہ یا ضد سے۔ جب ارادہ جنگ کیلئے سفر ہی نہ تھا تو اسے مغالطوں میں مبتلا کرنا اور جنگ میں لانا کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

چھٹا باب:

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی توہین

افتراء

ابلیس اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان برابر ہے۔ (تاریخ بغداد)

الجواب:

❶ تاریخ کی روایات بالعموم بلاتحقیق منقول ہوتی ہیں، جس کسی نے جو کچھ کہا اسے لکھ لیا گیا بس یہ تاریخ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں متضاد باتیں بکثرت موجود ہیں ایک شخص کی تعریف ہے تو اسی شخص کی مذمت بھی اسی کتاب میں موجود ہوتی ہے ظاہر ہے لوگوں کے خیالات کا نام تاریخ ہے اور خیالات غلط بھی ہوتے ہیں درست بھی پھر خیالات کی بنیاد دوستی اور دشمنی پر مبنی ہوتی ہے دوست اگر اظہار محبت کرتا ہے تو دشمن اظہار نفرت۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ پر اندھا اعتماد نہیں کیا جاتا۔

❷ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کے بارے میں قرآن پاک اور حدیث رسول میں مفصل احوال موجود ہیں اِن قرآنی ہدایات اور نبوی ارشادات کی موجودگی میں مزید کسی تاریخی بات پر اعتماد کرنا جبکہ وہ قرآن پاک یا فرامین محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سے متصادم ہو ہرگز درست نہیں ہے۔

❸ تاریخ بغداد کا مذکورہ مقام جس روایت کو بیان کر رہا ہے اسی صفحہ پر اس روایت کا جھوٹا ہونا بھی بیان کر رہا ہے تعجب ہے رافضی تاریخ دان پر جو محبوب بن عیسیٰ انطاقی کی خبر کو پڑھتا ہے مگر اس کی نظر محبوب بن عیسیٰ انطاقی کے جھوٹی روایات نقل کرنے والی بات پر نہیں پڑتی بلکہ مطلب کی بات دیکھ کر فوراً اندھی ہو جاتی ہے حالانکہ اسی صفحہ پر اس روایت کی حقیقت بھی لکھ دی گئی ہے کہ محبوب بن عیسیٰ انطاقی جس کی کنیت ابو صالح فرا ہے اس کی فزاری وغیرہ سے جھوٹی کہانیاں منقول ہیں۔ تاریخ بغداد کے مذکورہ عکسی صفحہ پر ہی ابوداؤد کا یہ قول بھی درج ہے کہ

لا یلتفت الی حکایاتہٗ۔

''اس کی کہانیوں کی طرف کوئی توجہ نہ کی جائے''۔ (تحقیقی دستاویز صفحہ ۵۸۶)

الفزاری وہ شخص ہے جو امام ابوحنیفہ کے بارے میں زبان درازی کیا کرتا تھا اور اُن سے دشمنی رکھتا تھا۔

(امام ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع صفحہ ۱۳۵)

لہٰذا تاریخ میں دشمن کی یہ بات امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کو بدنام کرنے کیلئے منقول ہوئی۔ اور ہر ذی عقل بخوبی جانتا ہے کہ دشمن کی بات کا ہرگز اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

❹ ہر ذی عقل اس بات سے آگاہ ہے کہ دشمن نے تو دشمنی ہی کرنی ہوتی ہے الغزاری امام اعظم کا دشمن تھا اور ان پر زبان درازیاں کرتا تھا اور رافضی فنکار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دشمن اور اُن پر زبان درازیاں کرتا ہے ایک دشمن نے امام اعظم کو بدنام کرنے کیلئے یہ جھوٹ اڑا دیا جسے تاریخ بغداد نے اپنے ورقوں میں جگہ دی اور ساتھ میں اس کے جھوٹے ہونے کی وضاحت بھی کر دی تو دوسرے (یعنی دشمنان صدیق اکبر) نے اس جھوٹی روایت کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور پیسہ روپیہ خرچ کر کے اس کی خوب تشہیر کی اب ارباب انصاف ہی اس باکمال مردوں کا لاجواب جھوٹ کی حالت لگائیں گویا ایک جھوٹے دشمن نے جھوٹ بولا تو جھوٹوں نے یہ جھوٹ جھوٹی کہانیاں بنا کر پھیلا دیا اب اس جھوٹ پر جھوٹے لوگ اعتبار کریں تو کریں اہل حق اور ایمان والوں کا تو یہ ہرگز شیوا نہیں کہ وہ جھوٹ پر اپنے عقیدے اور عمل کی بنیاد رکھیں۔

❺ ایک ہے ایمان کی کیفیت اور ایک ہے ایمانیات یعنی جن چیزوں کو ماننا اور اعتقاد رکھنا ضروری ہے یہاں کیفیت میں برابری نہیں ہے۔ اور کمیت یا ایمانیات میں ایمان کی برابری پر اعتراض اگر واقعی وزنی ہے تو پھر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''بے شک ایمان والوں اور یہودیوں اور عیسائیوں اور صابیوں میں سے جو لوگ بھی اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں اور اچھے عمل کریں تو ان کے لیے ان کا اجر ہے اُن کے رب کے پاس۔ الخ'' (البقرۃ: ٦٢)

یہاں بھی مسلمانوں اور یہودیوں، عیسائیوں اور صابیوں کے دین کو برابر قرار دیا ہے کیا اس جیسا الزام قرآن پاک پر بھی فٹ کیا جائے گا؟



افتراء

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں چیونٹی کی رفتار سے مخفی شرک تھا۔ (الادب المفرد)

الجواب:

شرک کی دو قسمیں احادیث میں بیان کی گئی ہیں:

① شرک خفی جیسے ریاکاری کرنا وغیرہ

② شرک جلی جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی غیر اللہ کو شریک ٹھہرانا

❶ یہاں شرک سے مراد وہ شرک نہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں کسی غیر کو شریک کرنے سے پیدا ہوتا ہے بلکہ شرک خفیف مراد ہے نبی کریم فرماتے ہیں کہ ''الریاء شرك خفیف'' دکھلاوا شرک خفیف ہے۔ اور یہ وہم اور خدشہ تو ہر شخص کو رہنا چاہئے کہ کہیں شیطان وسوسہ کی بناء پر معمولی سی نیت کی خرابی پر انسان کے عمل کو برباد نہ کر دے، جو شخص ایمان میں جتنا ترقی کرتا جاتا ہے اپنے عمل کو ضائع ہونے سے بچانے کی فکر میں اتنا ہی حساس اور

فکرمند ہوتا چلا جاتا ہے گویا یہ احساس جو سیدنا صدیق اکبرؓ کو پیدا ہوا اسطرح کا احساس دل میں پیدا ہونا علامت ایمان ہے نہ کہ باعث اعتراض۔

◆ رافضی مکار نے یہاں بھی شاطرانہ کردار ادا کرتے ہوئے حضرت ابوبکر پر مذکورہ بات فٹ کر دی ہے ورنہ مذکورہ حدیث میں تو ''کم'' ضمیر جمع مخاطب کی ہے فیکم فرمایا فیک نہیں فرمایا جس کا مطلب ہے کہ تم تمام لوگ یعنی یہ خدشہ اور خطرہ تم تمام لوگوں میں موجود ہے یہاں خطاب تو پوری امت کیلئے ہے مگر شاطر قلم کار نے اس کو خاص صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ہی فٹ کر دیا ذرا حدیث پاک کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت معقل بن یسار کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر شرک تم لوگوں میں چیونٹی کی چال سے بھی خفیف طور پر رینگتا ہے...... میں تم کو وہ چیز بتاتا ہوں کہ جب تم اس کو کہو گے تو شرک تھوڑا ہو یا بہت تم سے نکل جائے گا۔ یہ دعا پڑھا کرو:

اللھم انی اعوذبك من ان اشرك بك و انا اعلم و استغفرك لمالا اعلم به ۔ (عکس ص589)

اِس روایت سے معلوم ہوا کہ

◆ خطاب فیکم جمع مخاطب کی ضمیر کے ساتھ ہے اس خطاب میں تمام لوگ مخاطب ہیں نہ کہ صرف صدیق اکبرؓ۔

◆ اس شرک سے وہ شرک مراد نہیں جو بت پرست، سورج پرست، آگ پرست وغیرہ لوگوں نے اپنایا ہوا ہے۔ بلکہ شرکِ خفیف مراد ہے کہ کوئی نیک کام کرتے ہوئے نیت میں نقص پیدا ہو جائے اور خالص اللہ تعالیٰ کو دکھانے کی بجائے لوگوں کو دکھانے کا خیال دل میں جگہ پکڑ لے۔

◆ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا بتلا کر اس خفیف شرک کا علاج بھی فرما دیا کہ یہ دعا پڑھ لو تو دل میں جو ریاکاری پیدا ہونے سے خرابی پیدا ہوگئی اس دعا کی برکت سے وہ بھی ختم ہو جائے گی۔

یہ تو حدیث پاک کا درست محل اور صحیح مطلب ہے جس میں صدیق اکبرؓ کی اہانت کا کوئی پہلو نہیں نکلتا۔

یہ محض رافضی تعصب کا کمال ہے جو مربی کی بات کا غلط مطلب تراش کر عامۃ الناس کو گمراہ کرتے اور راہِ حق سے برگشتہ کرتے ہیں۔



افتراء

حضرت ابوبکر پر توہین امہات المومنین کا الزام۔

(تاریخ الخلفاء، حیات الحیوان، ازالۃ الخفاء، مختصر سیرت رسول، الصوعق المحرقہ، حیات الصحابہؓ)

الجواب:

مذکورہ سوال کا جواب ہم گذشتہ باب ''توہین ازواجِ مطہرات'' کے ضمن میں عرض کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمایا جائے۔

یہاں مزید وضاحت کے لیے عرض کیا جاتا ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے فیصلہ نبوی کا بجا لانا اپنی ذات اور سارے عزت والوں کی عزت وقدر بچانے سے کہیں زیادہ اہم اور ضروری قرار دیا۔ اِس مقام پر حیات الصحابہ کے عکسی صفحہ میں بھی اسی عزم مصمم کا اظہار واعلان ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر جنگل کے درندے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں تو بھی میں اسامہ کے لشکر کو ضرور بھیجوں گا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ شہر میں میں ایک ہی رہ جاؤں۔ (حیات الصحابہ جلد۲، عکسی صفحہ دستاویز ۶۱۰)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ مزید وضاحت کر رہے ہیں کہ بطور محاورہ کے بولے جانے والے مذکورہ زیر بحث الفاظ امہات المؤمنین کی شان میں بے ادبی کیلئے ہرگز نہیں بلکہ کمال عزم کے اظہار کیلئے ہیں کیونکہ کس چیز کی عظمت واضح کرنے کے لیے کسی متفقہ یا بدیہی عظمت والی چیز سے بات سمجھایا جاتا ہے یہاں مطلب یہ ہے کہ امہات المؤمنینؓ کی عظمت مسلم ہے لیکن روانگی جیش اسامہؓ اس سے زیادہ عظیم مسئلہ ہے ورنہ یہ کہنا پڑے گا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی توہین کا الزام۔ کیونکہ آپ نے اپنے بارے میں بھی تقریباً ویسے ہی الفاظ ارشاد فرمائے ہیں جو امہات المؤمنین کے واسطے بطور محاورہ کے بولے تھے۔



افتراء

پیغمبر اسلام نے ابوبکر کے ایمان کی گواہی نہ دی۔ (مصفی، شرح مسوی ''العمرۃ'')

الجواب:

❶ صاف جھوٹ اور واضح دجل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ان کے ایمان کی تصدیق فرمائی بلکہ زوردار طریقہ سے تصدیق فرمائی ذرا دماغ کے دریچوں پر سے تعصب کا ٹین ہٹا کر اور آنکھوں سے تعصب کی عینک اُتار کر حدیث پاک کے الفاظ پڑھیے ورنہ کسی پڑھنے والے سے پڑھوا لیجئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا ہم شہداء احد کے بھائی ہیں؟ کہ ہم بھی اسلام لائے جیسے وہ مسلمان ہوئے ہم نے بھی اللہ کی راہ میں جہاد کیا جیسے انہوں نے کیا۔ ''**فقال رسول اللہ ﷺ بلیٰ۔**'' پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں۔ ملاحظہ فرمایئے آپ نے تصدیق فرماتے ہوئے بلیٰ کا لفظ ارشاد فرمایا جو حرف تصدیق ہے۔ قرآن پاک میں جہاں وعدہ الست کا ذکر ہے کہ ''جہان فانی آباد کیے جانے سے بہت پہلے تمام روحوں کو پیدا فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے عہد لیا تھا کہ ''الست بربکم'' ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' تو تمام روحوں نے جواب میں جو تصدیقی لفظ بولا تھا وہ ہے ''بلیٰ'' یعنی یوں نہیں،'' آپ ہی ہمارے رب ہیں اور آپ کے علاوہ ہمارا کوئی رب نہیں۔

ربوبیت الٰہی کی تصدیق وتصویب کے لیے جو لفظ ''بلیٰ'' بولا گیا تھا حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کے ایمان وایقان کی

تصدیق کے لیے بھی رحمت عالم ﷺ نے وہی لفظ ''بلیٰ'' بولا ہے۔

◆ لغت کی معروف کتاب ''المنجد'' میں ہے:

بلیٰ: حرف تصدیق ہے اورنعم (ہاں) کے معنیٰ دیتا ہے اکثر استفہام کے بعد آتا ہے اور ایجابی معنیٰ کیلئے مخصوص ہے خواہ اس سے پہلے مثبت ہو یا منفی جیسے اقام زید ''کیا زید کھڑا ہوا'' کے جواب میں بلیٰ کے معنیٰ ہیں ہاں یعنی زید کھڑا ہوا اور اما قام زید ''کیا زید کھڑا نہیں؟'' کے جواب میں بلیٰ کے معنی ایجاب ہی کے ہیں، یعنی ہاں زید کھڑا ہوا۔ (المنجد: صفحہ ۱۰۱)

اس لغوی وضاحت سے یہ بات کتنی واضح ہو جاتی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول پر آپ ﷺ نے بلیٰ بولا جو آتا ہی تصدیق کے لیے اور معنی ایجابی کو پیدا کرنے کے لئے ہے حدیث کی اس واضح تصدیق کے بعد کسی رافضی کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ نے تصدیق نہیں فرمائی دنیا کا بدترین جھوٹ اور حدیث رسول کی واضح توہین ہے مگر آج کے دور میں کون پوچھے ایسے بدبختوں کو جو حدیث پاک کا غلط مطلب نکال نکال کر لوگوں کو بہکاتے اور حق سے ہٹاتے ہیں کاش کوئی دین محمد ﷺ کا پہرے دار حاکم ملت اسلامیہ کو نصیب ہو جاتا جو رحمت عالم ﷺ کے مقدس دین کو ظالموں کے پنجہ استبداد سے آزاد کراتا۔

◆ البتہ لکن کے لفظ سے اِس بات کی وضاحت فرمائی کہ آج تک کی حالت تو وہی ہے جو ایمان اسلام جہاد میں شہدائے احد کی تھی البتہ آئندہ کی فکر کرنی چاہیے اور آنے والے وقت میں کیا ہوتا ہے؟ یہ منجملہ مغیبات میں سے ہے جس کا عالم اللہ ہے لہٰذا لکن سے فرمایا لکن لا ادزی ما بعدی کہ لیکن مجھے علم نہیں کہ میرے بعد تمہارے احوال کیا ہوں گے۔ اس کا علم صرف اللہ جل شانہ کو ہے اور بس۔

اب اگر لیکن سے مستقبل کے احوال سے واقف نہ ہونے کی خبر رحمت عالم ﷺ نے دی ہے تو اس سے صحابہ کے ایمان سے انکار کہاں سے نکل آیا۔ گویا حدیث مذکورہ بالکل واضح اور صاف صاف ابوبکر رضی اللہ عنہ و معہ صحابہ کے ایمان کی تصدیق کر رہی ہے اور ساتھ وضاحت عقیدہ کے طور پر یہ اعلان بھی کیا جا رہا ہے کہ مستقبل میں کیا احوال پیش آتے ہیں اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ باقی رہا صدیق اکبرؓ کا خاتمہ بالخیر والایمان تو یہ ایسی اظہر من الشمس بدیہی خبر ہے جس کا انکار ممکن نہیں نہ بغیر ایمان کے جنت میں داخلہ ممکن نہیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تو جنت میں آرام فرماتے ہیں کہ وہ حدیث نبوی اور پیغام رسول ﷺ آج بھی مسجد نبوی میں لکھا ہوا چمک رہا ہے کہ مابین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة۔ (مشکوٰۃ)

اور اسی ریاض الجنۃ میں اپنے محبوب ﷺ کے ساتھ صدیق اکبر بھی آرام فرما ہیں۔ جس سے کسی کو انکار کی جرات نہیں۔ قرآن و حدیث کے دیگر دلائل اس کے علاوہ ہیں جو ان نفوس قدسیہ کے ایمان پر شاہد ہیں۔

◆ یہاں بھی اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سوال پر تمام صحابہ کو تعلیم دی ہے گویا صدیق اکبرؓ کو مخاطب کر کے امت کو تعلیم دی کہ اپنے ایمان کی حفاظت کرنے میں کوئی شخص بھی کسی مرحلہ پر غافل نہ ہو جائے، اور کسی ایک کو مخاطب کر کے تمام لوگوں کو تعلیم دینا صرف حدیث سے ہی نہیں قرآن سے بھی ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''لان اشرکت لیحبطن عملك'' کہ اگر آپ نے شرک کیا تو البتہ ضرور آپ کے عمل ضائع کر دیے

جائیں گے۔ یہاں پر بھی آپ کو مخاطب بنا کر پوری ملت کو تعلیم دی گئی ہے ورنہ آپ ﷺ سے اس کا ہرگز ہرگز تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔



افتراء

فاطمۃ الزہرا ہر نماز کے بعد حضرت ابوبکر کیلئے بدعا کرتی تھیں۔ (الامامۃ والسیاسہ لابن قتیبہ)

الجواب:

نوٹ: الامامۃ والسیاسہ شیعی کتاب ہے جس کا جواب لکھنے کی اگرچہ ضرورت نہ تھی مگر شیعہ کی عقل دشمنی کا نمونہ قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے چند باتیں لکھ دی ہیں۔

اول مذکورہ صفحہ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

ابوبکر نے کہا اے رسول اللہ کی محبوب بیٹی خدا کی قسم رسول اللہ کی رشتہ داری مجھے اپنی رشتہ داری سے پیاری ہے آپ مجھے اپنی بیٹی عائشہ سے زیادہ محبوب ہیں مجھے پسند تھا کہ آپ کے والد کی وفات کے ساتھ میں بھی مر جاتا اور بعد میں نہ رہتا کیا آپ دیکھتی نہیں ہیں کہ میں آپ کے مرتبہ اور فضیلت کو پہچان رہا ہوں پھر رسول اللہ ﷺ کی میراث سے آپ کا حق اس لئے روک رہا ہوں کہ میں نے آپ کے ابا سے سنا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے تو حضرت فاطمہ فرمانے لگیں یہ بتائیں کہ اگر میں کوئی حدیث رسول اللہ آپ کے سامنے بیان کروں تو اس پر عمل کرو گے اور اسے مانو گے اِن دونوں نے کہا ہاں تب حضرت فاطمہ الزہراؓ نے فرمایا کہ میں تم کو قسم دیتی ہوں کہ کیا تم نے رسول اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ فاطمہ کی خوشی میری خوشی ہے اور فاطمہ کی ناراضگی میری ناراضگی ہے۔ جو میری بیٹی فاطمہ سے محبت کرے گا اس نے گویا مجھ سے محبت کی۔ جس نے فاطمہ کو خوش رکھا اس نے مجھے خوش رکھا جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا ابوبکر نے کہا ہمنے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرمان سنا ہے۔ تو وہ فرمانے لگیں بس میں اللہ کو اور فرشتوں کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ اگر میں حضور ﷺ سے ملی تو تمہارئی اُن سے شکایت کروں گی ابوبکر کہنے لگے میں حضور کی ناراضگی اور اے فاطمہ آپ کی ناراضگی سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں پھر ابوبکر پریشان ہو کر رونے لگے قریب تھا کہ جان نکل جائے اور وہ کہہ رہی تھیں خدا کی قسم میں ہر نماز کے بعد تم پر بددعا کروں گی، پھر ابوبکر روتے ہوئے باہر نکلے لوگ آپ کے پاس کھڑے ہو گئے۔

محترم قارئین کرام مذکورہ عبارت کو پڑھنے کے بعد سوچئے کیا سیدہ فاطمہ الزہرا کا یہ کلام ہو سکتا ہے؟ اور کیا آپؓ کے اخلاق ایسے ہی تھے؟ خاندانِ نبوت سے کچھ بھی رشتہ محبت رکھنے والا اِس عبارت کو سیدہ فاطمہ الزہرا کی عبارت قرار نہیں دے سکتا۔ عبارت کا ایک ایک لفظ اپنے من گھڑت اور افسانوی کلام ہونے کی خبر دے رہا ہے۔

❷ جس کتاب کا حوالہ نقل کیا گیا ہے یہ کتاب نہ اہل سنت کی ہے اور نہ ہی اس مشہور ابن قتیبہ کی ہے جس کا نام اِس کتاب پر درج کیا گیا ہے بلکہ روافض نے یہ کتاب لکھ کر ایک مشہور مصنف کے کھاتے میں ڈال دی اور یہ کوئی ا

کام نہیں جو یار لوگوں کا انوکھا اور نیا کارنامہ ہو۔ حضرت الشیخ علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ بعض علماء اس فرقہ کے کتاب تصنیف کرتے ہیں اور اس میں وہ باتیں کہ جن سے رد وطعن اہل سنت پر ہووے درج کرتے ہیں اور اہلِ سنت کے کسی امام کے نام اس کو منسوب کرتے ہیں۔ (تحفہ اثناعشریہ صفحہ ۸۲ مکر نمبر ۳۱ مترجم)

- جس مصنف کا نام کتاب پر درج کیا گیا ہے یعنی ابو محمد عبد اللہ بن مسلمہ ابن قتیبہ الدینوری۔ یہ کتاب ان کی نہیں کیونکہ ان کی کتابوں کی فہرست میں الامامہ والسیاسہ نام کی کوئی کتاب نہیں ارباب علم نے صاف صاف اس کا انکار کیا ہے کہ یہ کتاب ابن قتیبہ کی نہیں چنانچہ المعارف جو ابن قتیبہ کی کتاب ہے اس کے مقدمہ میں مرقوم ہے۔ یہ بات باقی رہ گئی کہ الامامہ والسیاسہ کی نسبت جو ابن قتیبہ کی طرف کی گئی ہے وہ غلط ہے یہ کتاب اس کی نہیں۔

(المعارف لابن قتیبہ مقدمہ صفحہ ۵۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)

- دنیا کی حقیر چیزوں کی خاطر سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کسی کے لیے بددعا کا سوچ بھی نہیں سکتیں بلکہ اس سلسلے میں آلِ رسول کا طریقہ کار یوں ہے:

ابوداؤد میں ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے شاگرد کو حضرت فاطمہؓ کا قصہ بیان کیا کہ کچھ خادم آپ ﷺ کے پاس آئے تو سیدہ اپنے کاموں کی مشقت سے سہولت پانے کیلئے خادم لینے کو حاضر ہوئیں مگر بوجہ شرم کے کچھ عرض نہ کیا آپ ﷺ خود اگلے دِن سیدہ کے گھر تشریف لے گئے پوچھا تو انہوں نے عرض کر دیا کہ اِن مشقتوں سے سہولت پانے کے لئے خادم لینے کو حاضر ہوئی تھی آپ ﷺ نے بجائے خادم عطاء فرمانے کے فرض ادا کرنے اور کام دکاج خود کرنے کی تلقین فرمائی اور سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر ۳۳، ۳۳ بار پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔ (ملخصا)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ نے اپنے ابا سے بھی خادم مانگا تھا مگر آپ ﷺ نے دنیا کی اِن حقیر اور بے وقعت چیزوں سے سیدہ کی توجہ ہٹا کر رب ذوالجلال کی نصرت و اعانت حاصل کرنے کی طرف پھیر دی تھی فدک کے باب میں ایسا ہی مسئلہ دور صدیقی میں پیش آرہا ہے کہ حدیث پاک پر عمل کرنا دنیا کی اِن حقیر چیزوں سے زیادہ اہم ہے مگر جواب میں سیدہ دنیا کی یہ حقیر چیزیں نہ ملنے پر ہر نماز کے بعد بددعا کا اعلان فرمائیں۔ بھلا یہ ممکن ہے؟ حالانکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مطالبہ حصول دنیا پر بالکل وہی طرز اختیار فرمایا ہے جو کہ آپ ﷺ نے اختیار فرمایا تھا مگر سیدہ اُس وقت ناراض نہ ہوئیں۔ اب ارباب خود ہی فیصلہ کریں کہ رحمت عالمؐ نے تو اپنی لختِ جگر کو دنیا کے بدلے میں ذکر کرنے کا حکم دیا تھا اور رافضی قلم کار ذکر کی بجائے بدعاء کرنا نقل کرتا ہے کیا سیدہ سے یہ دشمنی نہیں؟؟ کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ سیدہ دنیا کی طالب تھی نہ کہ آخرت کی۔



افتراء

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خاتونِ جنت کے دعوی پر یقین کرنے سے انکار کر دیا۔ (تفسیر رازی)

الجواب:

① امام رازی ﷫ کی مذکورہ عبارت میں نہ تو کوئی ایسا لفظ ہے جو خلاف شریعت ہو اور نہ سیدہ کی بے ادبی کا کوئی مفہوم یہاں سے ظاہر ہوتا ہے عربی ترجمہ سے ناواقف اپنی زبان میں امام رازی ﷫ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ جب سیدہ نے فدک کے حصول کی درخواست کی تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا: مجھے فقراء اور مالداروں میں سب لوگوں سے زیادہ معزز اور محبوب آپ ہیں مگر بغیر گواہوں کے بات کا قبول کرنا (شرعاً درست) نہیں تو ام ایمن رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کے ایک غلام نے گواہی دی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسے گواہ مانگے جن کی شرعاً گواہی معتبر ہو چنانچہ ایسے گواہ موجود نہ تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہی فیصلہ جاری فرما دیا جو رسول اللہ ﷺ جاری فرماتے تھے۔ (فدک کے حاصل شدہ مال سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) اہل بیت رسول پر خرچ کرتے تھے جیسے حضور ﷺ خرچ کرتے تھے۔ بقیہ مال فقرا کے علاوہ مجاہدین، اسلحہ اور جہاد کے امور پر خرچ فرماتے تھے پھر اُس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تحویل ونگرانی میں دے دیا اور وہ اسی طرح خاندان نبوی پر خرچ کرتے تھے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری دور خلافت میں وہ مال کی تقسیم ونگرانی کا سلسلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واپس لوٹا دیا اور فرمایا ہم تو مال دار ہو گئے باقی مسلمان غریب ہیں تو آپ (بیت المال وفدک وغیرہ سے) ان پر خرچ کیا کریں۔

اردو خواں حضرات عبارت ہذا کو پڑھیں اور فرمائیں سیدہ پر عدم اعتماد اور ان کی بات سے انکار کرنے کی اِس میں کون سی بات ہے۔ جو کرم فرماؤں کو ہضم نہیں ہو پا رہی۔

② اگر چہ پوری عبارت میں سیدہ کی بے ادبی وتحقیر اور ان کی بات نہ ماننے کا کوئی پہلو نہیں پایا جاتا مگر یار لوگوں سے کیا بعید جو وہ شرعی شہادت پر ہی انگشت اعتراض دھر دیں اگر ایسا ہو تو عرض ہے کہ یہ تو شریعت کا قانون ہے جس سے کوئی مستثنیٰ نہیں کہ جب تک شرعی گواہ وشہادت کا وجود نہ پایا جائے دعویٰ قبول نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایت رجم لکھنے پر مصر تھے مگر چونکہ اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی تو انہوں نے اس کا شرعی نصابِ شہادت مکمل نہ کیا لہٰذا فقدان شہادت کی بنا پر ان کی بات قبول نہ کی گئی حالانکہ اُن کی رائے پر نزول قرآن ہوا اور اُن کی زبان پر حق کے جاری ہونے کی خبر خود رحمت عالم ﷺ نے دی مگر شریعت کا قانون سب کیلئے برابر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا فاطمہ بنتِ محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ اس سے بھی یہی واضح کرنا مطلوب ہے کہ قانونِ شرعی سے کسی کو فرار حاصل نہیں لہٰذا سیدہ کا یہ دعویٰ بھی دلیل یعنی شہادت کے ساتھ ہی ثابت ہو سکتا تھا چنانچہ نصابِ شہادت نہ پایا گیا کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیتیں مگر یہاں پر نصاب شہادت نہ پایا گیا تو سابقہ حالت جو زمانہ نبوی سے قائم تھی اسی کو جاری رکھا گیا۔ اس میں بھلا کیا بے ادبی اور گستاخی ہے ممکن ہے یار لوگ اور ترقی کی منزلیں طے کر لیں اور سیدہ رضی اللہ عنہا کو اِس قانون شرعی اور فیصلہ خداوندی سے استثنیٰ قرار دے ڈالیں تو خوب جاننا چاہئے کہ یہ

عمل نبوی کے خلاف ہے آپ ﷺ نے سیدہ کا عقد کیا جس کیلئے شرعاً گواہ ہونا چاہیں مگر چونکہ سیدہ کا عقد ہے وہ خود اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گواہی کافی تھی لہذا کسی اور کو گواہ بنانے کی کوئی ضرورت نہ تھی مگر آپ ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ آپ ﷺ نے سیدہؓ کا عقد کرتے وقت بھی گواہ مقرر فرمائے لہذا یہ نفس کا دھوکہ ہوا پرستوں کو ہوسکتا ہے غلامانِ رسول کو نہیں جو کہ ہر عمل میں اتباع رسول کا جذبہ رکھتے ہوں۔

اِن گزارشات سے واضح ہوا کہ یہ اعتراض محض تعصب کی خوردبین کا ایجاد کردہ ہے ورنہ اہلِ اسلام کی کتاب میں سیدہؓ کی بے ادبی کا تصور بھی نہیں۔



افتراء

حضرت ابوبکر جنگ سے بھاگ گئے تھے۔ (تاریخ الخلفاء ازالہ الخفاء تاریخ الخمیس)

الجواب:

رافضی دجل کے بے شمار نمونوں میں ایک مثال یہ بھی ہے جو اِس سرخی کو قائم کر کے اختیار کی گئی کہ وہ جنگ سے بھاگ گئے تھے حالانکہ بھاگ جانا کسی بھی روایت میں موجود الفاظ کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ یہ ترجمہ گندے دماغ کی پیداوار ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اِس واقعہ کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ثم صرفکم عنهم لیبتلیکم و لقد عفاء عنکم و الله ذو فضل علی المؤمنین ۔

پھر تم کو خدا نے کافروں سے پھیر دیا تا کہ تم کو آزمائے پھر بے شک اس نے تم کو معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر بڑے فضل والے ہیں لغت میں صرف یصرف کا معنیٰ بھاگ جانا کسی نے بھی نہیں لکھا اور نہ یہ معنیٰ اِس لفظ کا بنتا ہے بلکہ اربابِ لغت نے اس کا معنیٰ یوں لکھا ہے المنجد صفحہ ۵۶۳ صرف (ض) صرفاً واپس کرنا ہٹانا۔

صرف المال: مال خرچ کرنا، صرف الدنانیر، دیناروں کو دراہم سے یا دوسرے دیناروں سے بدلنا۔ (قاموس الوحید صفحہ ۹۲۱)

صرف الشی صرفاً ہٹانا الگ کرنا۔

صرف عن کذا کام سے روکنا باز رکھنا۔

اب قرآن کریم میں جو یہ متعدی استعمال ہوا اہلِ علم فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کو کماحقہ نہ مانا تو تم کو کفار کے ساتھ جنگ سے ہٹا دیا۔ یعنی جس میدان میں ابتداً جنگ شروع ہوئی تھی وہاں سے ہٹا دیا تو یہاں میدان میں ہٹانا مراد ہے نہ کہ جنگ سے چنانچہ صحابہ کرامؓ اس میدان سے ہٹ گئے جس میں لڑائی شروع ہوئی تھی اور احد کے دامن میں محفوظ جگہ کو جنگ کا میدان بنا کر ایسا لڑے کہ مکہ سے آنے والے کفار دم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے تو یہاں سے معلوم ہوا الصرف کا معنیٰ بھاگنا نہیں جیسا کہ یار لوگوں نے کرم فرمائی کی ہے بلکہ یہ صرف دھوکہ ہے جو دین کے نام پر دیتے رہنا رافضی لوگ اپنا فرض جانتے ہیں۔

◈ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے الفاظ جو روایت میں ہیں وہ متعدی نہیں لازمی ہیں ملاحظہ ہوں:

انصرف الناس کلھم عن رسول اللہ ﷺ فکنت اول من فار۔

جس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ سب لوگ حضور ﷺ سے ہٹ گئے میں سب سے پہلے جانے والوں میں سے ہیں آپ سے ملا ان الفاظ پر غور فرمائیں جو معنیٰ و مطلب روافض نے اپنایا ہے کیا وہ اِن الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے؟

اس کا معنیٰ منتشر ہونا تو کیا جا سکتا ہے بھاگ جانا نہیں کیا جا سکتا صحابہ کرام منتشر ہوئے مگر منتشر ہونا اور بھاگ جانا دو الگ الگ باتیں ہیں منتشر ہونا بکھر جانا تو میدان کے اندر ہی ہوتا ہے اور بھاگ جانا کا مطلب یہ ہے کہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے بھاگنے کیلئے عربی میں ''فر، یفر'' کا لفظ آتا ہے جبکہ یہاں فر، یفر، فرار کا لفظ نہیں تو پھر اس کا معنیٰ بھاگ گئے کرنا سوا دھوکہ کے کچھ نہیں۔

◈ منتشر ہونا بھی ایک خاص سبب سے ہوا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اُس غلطی کو بھی معاف فرما دیا و لقد عفاء عنکم۔ اور جس کا حق تھا اُس نے جب معاف فرما دیا تو اُس پر ایسے طعن کرنا کہاں کا انصاف ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو مکہ مار کر ہلاک کر دیا تھا جس کا تذکرہ قرآن میں مختلف مقامات پر موجود ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توبہ کی اللہ پاک نے معاف فرما دیا اب اگر کوئی اس بات کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر طعن کرے تو اس کا یہ فعل کفریہ عقیدہ ہوگا ایسے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاملہ جب اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا تو اب اس معاملہ کو پھر سے اچھالنا شرعاً اخلاقاً کسی طرح بھی درست اور جائز نہیں ہے۔



افتراء

سیدہ فاطمہ الزہرا کا دروازہ اور فجاۃ اسلمی کو آگ سے جلانے پر حضرت ابوبکر کا اظہار افسوس۔ (طبری العقد الفرید)

الجواب:

◈ طبری وغیرہ تاریخ کی کتابیں ایسی ہرگز نہیں جن کی تمام باتیں آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لی جائیں لہٰذا غور کرنے سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ یہ تاریخ کا قصہ جو یہاں بیان ہوا دشمنی اور اخلاق سے گرے فعل پر دلالت کرتا ہے جبکہ اہل علم کی جماعت نے ان حضرات کے باہمی محبت و مودت کے واقعات کو نقل کیا ہے۔ سنن الکبریٰ بیہقی میں ہے۔

حدثنا ابو حمزۃ عن اسماعیل بن ابی خالد عن الشعبی قال لما مرضت فاطمۃ رضی اللہ عنہا اتاھا ابوبکر الصدیق فاستأ ذن علیھا فقال علی رضی اللہ عنہ یا فاطمۃؓ ھذا ابوبکرؓ یستأذن علیك فقالت اتحب ان اذن لہ قال نعم و اذنت لہ فدخل علیھا یترضّاھا و قال و اللہ ما ترکت الدار و المال و الاھل و العشیرۃ الّا ابتغاء مرضاۃ اللہ و مرضاۃ رسولہ و مرضاتکم اھل البیت ثم ترضاھا حتی

رضیت هذا مرسل حسن باسناد صحیح۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (ان کے ہاں) تشریف لائے اندر حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ابوبکر اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اگر آپ کو پسند ہو تو ان کو اجازت دے دی جائے علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے پسند ہے اجازت ہوئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے اور رضا مندی حاصل کرنے کی خاطر کلام کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اللہ کی قسم خدا تعالیٰ اور رسول اللہ کی خاطر اور تمہاری خوشنودی کیلئے ہم نے اپنا گھر بار مال دولت عزیز و اقربا کو چھوڑا (اس طرح کی کلام جاری رہی حتیٰ کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا) ابوبکر رضی اللہ عنہ سے خوش اور رضا مند ہو گئیں۔

(رواہ السنن الکبریٰ بیہقی مع الجوہر النقی جلد نمبر ٦ صفحہ ٣٠١، مطبوعہ حیدر آباد الاعتقاد علی مذہب السلف: صفحہ ١٨١، طبع مصر)

اِس طرح کی روایات مفصل کتابوں میں کثیر تعداد میں موجود ہیں محقق العصر حضرت مولانا محمد نافع صاحب نے رحماء بینھم میں کچھ کو جمع فرما دیا ہے وہاں رجوع فرمائیں۔

٥ جس ظلم اور تعدی کا اشارہ مذکورہ تاریخ میں پایا جاتا ہے خود خاندان پیغمبر کے حضرات اس کی صاف نفی کرتے ہیں کہ حضرات شیخین نے خاندان رسول پر نہ کوئی ظلم کیا اور نہ ہی حقوق مالیہ میں عدم روا داری اختیار فرمائی بلکہ احسان، محبت اور مودت کا طرز اپنی زندگی میں جاری رکھا۔

نہج البلاغہ روافض کے ہاں خاصی معروف اور قابل اعتماد جانی جاتی ہے۔ اس میں امام محمد باقر کا فرمان اِن الفاظ کے ساتھ موجود ہے:

قال ابوبکر (الجوھری) اخبرنا ابو زید قال حدثنا محمد بن الصباح قال حدثنا یحییٰ ابن المتوکل ابو عقیل عن کثیر النواء قال قلت لا بی جعفر محمد بن علی علیه السلام جعلنی للّٰه فداك ارائت ابابکر و عمر ھل ظلما کم من حقکم شیئاً او قال ذھبا من حقکم بشیٔ فقال لاو الذی انزل القرآن علی عبده لیکون للعالمین نذیرا ما ظلمنا من حقنا مثقال حبة من خردل قلت جعلت فداك افا تولا ھما؟ قال نعم! و یحك تولا ھما فی الدنیا والإخره الخ۔

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی المتوفی ٦٥٦ھ جلد ٤ صفحہ ١١٣، مطبوعہ بیروت الفصل الاول بحث فدک)

"خلاصہ یہ کہ کثیر النواء کہتے ہیں میں نے امام محمد سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے ذرا ارشاد فرماؤ تو! کیا حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کے حق کے بارے میں کچھ ظلم تو نہیں کیا یا کہا" آپ کا حق تو نہیں چھینا پس امام نے فرمایا: نہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تا کہ وہ عالم کیلئے ڈرانے والے ہو جائیں انہوں نے ہم پر ایک رائی کے دانے برابر بھی ظلم نہیں کیا۔ میں نے عرض کیا کیا وہ دونوں آپ سے محبت اور دوستی رکھتے تھے فرمایا ہاں تجھ پر افسوس وہ دونوں ہمیں دوست رکھتے ہیں دنیا میں اور آخرت میں"۔

امام محمد کا یہ فرمان شیعہ سنی دونوں طرف کے ارباب علم نے اپنی اپنی مصنفات میں اپنی اسناد کے ساتھ درج کیا ہوا ہے۔

نیز اس طرح کے مزید کئی ارشادات خاندانِ اہل بیت سے منقول ہیں جن سے طبری وغیرہ کی مذکورہ عبارتوں کی دھجیاں فضاء میں بکھر جاتی ہیں۔ اور اعتراض میں پیش کی جانے والی ان عبارتوں کا بے وزن و خلاف واقعہ ہونا عیاں ہو جاتا ہے۔

ہم مکرر عرض کرتے ہیں کہ تاریخ میں درج تمام باتوں کو بلا تحقیق قبول کرنا اور بے سوچے تاریخ کی ایسی بے سر و پا کہانیوں کی بنا پر الزام دینا بالکل غلط ہے کیونکہ مورخ کا کام افراد معاشرہ کے خیالات اور سوچ و فکر کو اپنی کتاب میں درج کرنا ہوتا ہے سو جس طرح کی بات اسے ملے وہ اپنی کتاب میں درج کر لیتا ہے مذکورہ تاریخ کی باتیں بھی ایسی اڑائی ہوئی ہیں جن کی حقیقت ہم نے درج بالا مختصر گزارشات میں عرض کر دی ہے۔

❻ طبری کی کافی ساری روایات لوط بن یحییٰ اور ہشام بن محمد کلبی جیسے متعصب شیعہ راویوں سے منقول ہیں جو خاص طور پر صحابہ کرامؓ کے بارے میں منفی باتیں گھڑ گھڑ کر بیان کرتے رہتے تھے۔ لہٰذا طبری کی وہ تمام روایات مردود ہیں جو صحابہ کرامؓ کے خلاف لکھی گئی ہیں جبکہ عقد الفرید کا مصنف تقیہ باز شیعہ ہے جس کی کوئی بات اہل سنت کے نزدیک قابلِ اعتبار نہیں۔



افتراء

سیدہ فاطمہ الزہراء کا دروازہ اور مجاۃ اسلمی کو آگ سے جلانے پر حضرت ابو بکر کا اظہار افسوس۔ (العقد الفرید)

الجواب:

شیعہ کرم فرماؤں کی فکری ترقی اور بلند ظرفی کی بے شمار مثالوں میں سے ایک مثال مذکورہ الزام بھی ہے بجائے اپنے گھر کو غلاظت و گندگی سے پاک صاف کرنے کے اپنے گھر کا گند اور غلاظت اہلِ سنت والجماعت کے پاک و طاہر گھر پر مل کر شور مچانا شروع کر دیا کہ صرف ہم اکیلے ہی تو گندے نہیں یہ اہلِ سنت بھی ہماری طرح ہیں۔ حالانکہ ایک سلیم الفکر شخص جب کبھی کسی فاسد شے کے پائے جانے پر آگاہ ہو جاتا ہے تو وہ اس فاسد شے کو زائل کرنے کی کوشش کرتا ہے نہ کہ وہی فاسد چیز اٹھا کر آگاہ کرنے والے پر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ البتہ ابلیس لعین کا طرز فکر، سلیم الفکر لوگوں سے بالکل مختلف ہے کہ جب میں بارگاہِ عالی سے نکالا گیا ہوں اور اپنے مالک کی نافرمانی کا طوق گلے میں ڈال لیا ہے تو ابن آدم کو بھلا کیوں اُس مالک ارض و سماء سے قریب ہونے دوں مذکورہ حوالہ کے علاوہ تحقیقی دستاویز کی تمام تر کاوش کا مرکز فقط یہی منفی فکر ہے کہ ہم تو ڈوبے تمہیں بھی لے ڈوبیں گے صنم۔

ورنہ کیا تحقیقی دستاویز والے اتنے بے خبر ہیں کہ انہیں یہ بھی علم نہیں کہ العقد الفرید کا لکھاری تقیہ باز شیعہ ہے؟

شیعہ کتابوں کا گند اہل سنت والجماعت کے کھاتے میں ڈالنا اسی منفی فکر کی عکاسی کرتا ہے جو ہم عرض کر چکے ہیں، نہ یہ نظریہ اہل سنت والجماعت کا ہے اور نہ ہی کسی دیانت دار مؤرخ کا! ہم اہلِ سنت والجماعت اِس غلیظ الزام سے الحمد للہ ایسے

ہی بری ہیں جیسے بھیڑیا حضرت یوسف علیہ السلام کے کھا جانے والے الزام سے۔
اگر اللہ تعالیٰ کی عطاء فرمائی عقل سے ذرا برابر بھی کام لیا جائے تو یہ الزام لمحہ بھر میں ہوا ہو جاتا ہے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سیدہ فاطمۃ الزہرا کا در اقدس آگ میں جلانے کا واقعہ ہرگز ثابت نہیں رافضی قلم کار بھی زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکے کہ خانہ بتول پر آگ لائی گئی تھی۔ باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض وعناد اور اعلیٰ درجہ کی دشمنی کے وہ بھی یہی کچھ کہہ سکے مگر در اقدس خانہ بتول کو آگ لگا دینے کا دعویٰ ان کے بس میں بھی نہ ہوا۔ جب صورت حال یہ ہے تو ایک ایسا کام جو ہوا ہی نہیں اس پر ندامت اور اظہار افسوس کرنے کا کیا مطلب؟ مگر جھوٹ ہو یا سچ یار لوگوں نے اپنے گند پاک گھروں میں انڈیلنے کا جو ٹھیکہ لیا ہوا ہے وہ فرض تو نبھانا ہی ہے ناں۔
جیسا کہ رافضی قلم کار صاحب عقد الفرید وغیرہ کی مذکورہ عبارتوں سے یہ تاثر دیا گیا کہ سیدہ طیبہ بنتِ رسول حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے در خانہ کو آگ میں جلا دیا گیا البتہ بعد میں افسوس ہوا تو سوال یہ ہے کہ ذو الفقار کے مالک فاتح خیبر حضرت علی رضی اللہ عنہ جو دنیا بھر کی مدد کرتے ہیں وہ کہاں تشریف لے گئے تھے؟ اگر یہ واقعہ ثابت اور درست ہے تو دنیا بھر کے سارے ظلم اور ظالم جمع کر لئے جائیں پھر بھی اِس ظلم کے مقابلے میں بے وزن ہیں اتنے بڑے ظلم پر خاموش رہنا بھی ظلم ہے جمل وصفین میں تو کسی نے خانہ بتول کو نہ جلایا تھا جو وہاں میدان میں تشریف لائے اور یہاں خاموش رہے کیا یہ کھلے لفظوں میں حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی ذات اطہر پر کھلا ہوا جارحانہ حملہ نہیں؟
دنیا کی ہر آنکھ اِن لفظوں کو پڑھ کر جان لے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدہ رضی اللہ عنہا کے گھر کو ہرگز ہرگز آگ نہیں لگائی۔ یہ سراسر جھوٹ اور یہودیانہ دشمنی ہے جو رفیق غار ومزار سے ہر دشمن اسلام کو ہے البتہ کوڑ مغز قلم کاروں نے ہزار حیلے سے جو الزام تراشا وہ خود ان کے ہی ہاتھوں پاش پاش ہو گیا۔ کہ اظہار ندامت در اصل توبہ ہے۔ اور توبہ سے گناہوں کی معافی ضرور حاصل ہو جاتی ہے جو رب عم رسول ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کو نادم ہونے پر معاف فرما دیتا ہے جبکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اور ان کے جسد اطہر کی اہانت تاریخ اسلام کا المناک واقعہ ہے تو عقل دشمنوں کے کہے الزام کم از کم درجہ قتل تک تو نہیں پہنچے پھر یہاں معافی کیوں نہ ہوگی؟ اور جب مالک نے معاف فرما دیا تو مملوک کو کیا اختیار ہے جو اسے پھر سے دنیا میں نشر کرے؟ رحمت عالم ﷺ کا ارشاد ہے:

كل بنى آدم خطاء و خير الخطائين التوابون ۔ (مشکوٰۃ)

ہر آدم کی اولاد (کا فرد) گناہ گار ہے اور بہترین گناہ گار وہ ہے جو توبہ کرے اور ارشاد فرمایا:

التائب من الذنب كمن لا ذنب له۔ (زاد الطالبین)

''گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں''۔

خلاصہ یہ ہے کہ جناب ابن جریر صاحب اور ابن عبد ربہ اندلسی صاحب عقد الفرید نے اپنے شیعہ مذہب کی ترجمانی میں مذکورہ الزام رقم کیے ہیں جو اہل سنت کا مسلک نہیں شیعہ کرم فرما اپنے اِن ناپاک نظریات کو اہلِ سنت کے کھاتے ڈالنے

کی جسارت نہ کریں تو اچھا ہے ورنہ جب پردہ چاک ہوگا تو پہلے سے کچھ بڑھ کر شیعہ قوم کی بدنامی ہوگی۔



افتراء

خاندان بنو ہاشم اور متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت تسلیم نہ کی۔

(کتاب المختصر فی اخبار البشر لابی الفدا، الکامل فی التاریخ لابن الاثیر، العقد الفرید محمد بن عبد ربہ، حیاۃ الصحابہ)

الجواب:

اقرار کو انکار اور سچ کو جھوٹ اسی طرح جھوٹ کو سچ بنا کر ایسی کاری گری سے پیش کرنا کہ دنیا نہ بھی مانے تو کم از کم شک میں ضرور پڑ جائے اِس کام میں ہمارے کرم فرما خوب مہارت رکھتے ہیں جن کتابوں سے یار لوگوں نے انکار خلافت ثابت کیا ہے دراصل انہیں کتابوں کے انہیں صفحات پر اِن حضرات کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرنا لکھا ہوا ہے مگر حق بات کے دیکھنے کیلئے بھی آنکھوں کی ضرورت ہوتی ہے اگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد سبقت کر جائے ختم الله علی قلوبهم و علی سمعهم و علی ابصارهم غشاوة۔

تو ایسی جگہ انسانی اختیارات اختتام کو پہنچ جاتے ہیں۔ ہم اپنے متلاشی حق احباب سے التجاء گزار ہیں کہ وہ ذرا اُن کتابوں کے دیے گئے عکسی صفحات کی عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

(الف) المختصر فی اخبار البشر، عکسی صفحہ ۶۳، تحقیقی دستاویز صفحہ ۶۳۰، باب ذکر اخبار ابی بکر الصدیق وخلاصة سطر نمبر ۴ تحت باب:

فبایع عمر ابابکر رضی الله عنه و انثال الناس علیه فبایعونه الخ۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف جھک پڑے پس ان (بنی سقیفہ میں موجود) لوگوں نے (سوا چند ایک کے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

(ب) الکامل فی التاریخ صفحہ ۱۸۹ تحقیقی دستاویز صفحہ ۱۳۲ سطر نمبر ۵۔

فبایعه عمرو بایعه الناس الخ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

سطر نمبر ۸۔ لما سمع علی بیعة ابی بکر خرج فی قمیص ما علیه ازار و لا رداءٌ رضی الله عنه عجلاً حتیٰ بایعه ثم ستدغی ازاره و رداءه الخ ۔ کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت (کیے جانے کے بارے میں) سنا تو صرف ایک قمیص میں جلدی جلدی تشریف لائے کہ اُن پر (قمیص کے علاوہ) نہ کوئی چادر تھی نہ کپڑا حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر (بلا تاخیر) بیعت کی پھر اس بیعت کر لینے کے بعد چادر وغیرہ منگوا کر اوڑھ لی۔

سطر نمبر 14۔ پر ہے کہ جب ابوسفیان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اپنا ہاتھ آگے بڑھاؤ تاکہ میں تمہارے ہاتھ پر

بیعت کروں اور تیرے لئے پیدل اور سواروں کے لشکر جمع کر دوں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صاف انکار کر دیا۔ فابی علی علیہ السلام علیہ الخ ۔ کہ حضرت علی علیہ السلام نے (سختی سے) انکار کر دیا، آگے دو شعروں کے بعد ہے فَزَجرہ علی رضی اللہ عنہ و قال و اللّٰہ انك ما اردت بھذا الا الفتنة و انك و اللّٰہ طالما بغیت للاسلام شبرا لا حاجه لنا فی نصیحتك۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو (سخت) ڈانٹا اور فرمایا اللہ کی قسم اِس (بیعت وغیرہ) سے تیرا ارادہ سوئے فتنہ بھڑکانے کے اور کسی چیز کا نہیں اور اللہ کی قسم تو ہمیشہ اسلام کیلئے شر کو ہی بھڑکاتا رہا ہے ہمیں تیری نصیحت کی کوئی ضرورت نہیں۔

(ج) العقد الفرید صفحہ ۲۷۱ دستاویز صفحہ ۲۳۴ سطر نمبر ۱ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فیامر ابابکر فیصلی بالناس و قد ترکنی وھو یریٰ مکانی فلما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضی المسلمون لدنیا ھم من رضیه رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم لدینھم فبایعه و بایعته۔

مطلب عبارت کا یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور مجھے نماز پڑھانے کا حکم نہیں دیا۔ اور (لوگوں سے زیادہ) میری حیثیت و مرتبہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھی طرح جانتے تھے۔

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو لوگ دنیا کے معاملات میں ان کی (امارت پر) راضی ہو گئے جن کے دین میں امامت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو گئے تھے پس (سب) لوگوں نے (ان کے ہاتھ پر) بیعت کی اور میں نے بھی اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

سطر نمبر ١٦ کی عبارت ہے:

فرضی ابو سفیان و بایعه۔

''پس ابوسفیان (حضرت ابوبکر صدیق) سے راضی ہو گئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔''

(د) حیات صحابہ صفحہ ۲۰ جلد ۲ تحقیقی دستاویز صفحہ ٦٣٦ سطر نمبر ۸، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بیعت میں کچھ تاخیر کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ اول مشورہ بنی سقیفہ وغیرہ میں شریک نہ کیے جانے پر ہمیں دکھ تھا لیکن ہمارے دل میں بھی یہی تھا کہ

و انا نریٰ ابابکر احق الناس بھا بعد رسول اللّٰہ، انه لصاحب الغار و ثانی اثنین و انا لنعرف شرفه و کبرہ و لقد امرہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ بالصلوٰۃ بالناس و ھو حی۔

مطلب یہ ہے کہ:

''بے شک ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لوگوں میں سب سے زیادہ امارت کا حق دار جانتے ہیں بے شک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار کے ساتھی اور غار میں دو کے دوسرے تھے اور ہم ان کے مرتبے و مقام سے واقف ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کو اپنی زندگی میں حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں''۔

سطر نمبر ۱۵ پر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو جواب دیا:

و لو لا انا رأینا ابوبکر لذالك۔ اهلاً ما خلینا و ایاها الخ۔

مطلب یہ ہے کہ ہم اگر حضرت ابوبکر کو خلافت کا اہل نہ جانتے تو اُن کو اس مقام پر کھڑا نہ رہنے دیتے (چونکہ وہ مستحق خلافت تھے اسی لئے تو ہم خاموش رہے)

آخری سطر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

و انا قدبا یعنا ابابکر و کان لذالك اهلا۔

اور ہم نے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تو وہ اس لئے کہ وہی اس وقت خلافت کی اہلیت رکھتے تھے۔

محترم حضرات یہی وہ چار کتابیں ہیں جن کے عکس دے کر یہ دعویٰ کیا گیا کہ ابوسفیان اور بنو ہاشم و متعدد صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت نہ کی تھی حالانکہ اُن کتابوں کی چیدہ چیدہ عبارات ہم نے نقل کر دی ہیں جن میں ابوسفیان، صحابہ کرام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات کا صراحتاً بیعت کرنا اور حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا دشمنانِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا لگام ڈالنے والا جواب ارشاد فرمانا منقول ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل تھے جب ہی تو ہم نے بیعت کی اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ مجھے اور میرے خاندان کو اچھی طرح سے جانتے تھے اگر میں ابوبکر صدیق سے مقدم اور خلیفہ بلا فصل ہوتا تو خود رحمت عالم ﷺ مجھے نماز پڑھانے کا حکم دیتے مگر آپ ﷺ تو سویٰ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کسی اور کے امام بننے پر راضی نہ ہوئے لہٰذا لوگوں نے اسی کو اپنا دنیا میں امام بنا لیا جس کو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے دین کا امام بنایا تھا پس لوگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بیعت ہو گئے اور میں بھی بیعت ہو گیا۔ (العقد الفرید صفحہ ۲۷۱ وغیرہ)

اب آپ ہی فرمایئے اِس سے بڑھ کر اور کیا دھوکہ ہوگا کہ اقرار بیعت کو انکار بیعت بنا کر پیش کر دیا گیا اسے کہتے ہیں کہ ''جھوٹ وہ بول کہ سچ کو بھی مزا آجائے''۔

- قوم کو دھوکہ دینا اور آنکھوں پر پٹی باندھنے کی کوشش میں مصروف رہنا رافضی قوم کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے مذکورہ واقعہ میں بھی اِس فرض کی بجا آوری میں اپنی قوت کا بھرپور استعمال کیا ہے ورنہ ارباب علم جانتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ کا دار فانی سے رحلت فرما جانا ایسا المناک واقعہ تھا جو قیامت صغریٰ بن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ٹوٹ پڑا ایسے میں اگر صبر و استقامت کے ساتھ حالات پر قابو نہ پایا جاتا تو ارتداد و انکار زکوٰۃ وغیرہ جیسے بے شمار فتنے اسلامی قوت کو تر لقمہ کی طرح نگل چکے ہوتے مگر اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نہ صرف حالات کو قابو کیا بلکہ خلافت کے باب میں امت کا شیرازہ بکھرنے سے بجا طور پر بچا لیا۔ چنانچہ بنی سقیفہ میں اول بیعت ہوئی جس میں محدود لوگ شریک ہوئے پھر رفتہ رفتہ دور قریب کے لوگ وقتاً فوقتاً بیعت کرتے رہے اب جو لوگ بنی سقیفہ کی بیعت میں شریک نہ ہوئے تھے اُن کے بارے میں یہ اعلان داغ دینا کہ انہوں نے خلافت صدیقی کو تسلیم نہ کیا تھا پرلے درجہ کا جھوٹ اور دجل کی عدیم المثال داستان ہے۔

- ہم مقدمہ کی بحث میں تفصیل کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ و دیگر حضرات کا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرنا فریقین کی مسلمہ کتب سے ثابت کر چکے ہیں۔

قارئین وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ آخر میں دو شیعہ رہنماؤں کے اقتباسات قارئین کرام کی نظر کرتے ہیں۔ نمبر (۱) جسٹس سید امیر علی اپنی انگریزی کتاب میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر رقم طراز ہیں۔

عربوں میں کسی قوم کی سرداری اور سربراہی موروثی نہ تھی اس کا انحصار انتخاب پر ہوتا تھا عمومی حق رائے دہی کے اصول پر شدت سے عمل ہوتا تھا قبیلہ کے تمام افراد کی سردار کے انتخاب میں آواز ایک ہوتی تھی اس قدیم قانون کے مطابق جانشین پیغمبر ﷺ کے انتخاب میں بھی پابندی کی گئی چونکہ حالات کی نزاکت کسی تاخیر کی اجازت نہ دیتی تھی اس لئے ابوبکر جو اپنی عمر اور حیثیت و مرتبہ کی بنیاد پر جوان کو مکہ میں حاصل تھا اور وہ عربوں کے حساب و اندازہ میں بڑا مرتبہ رکھتے تھے بغیر کسی تاخیر کے خلیفہ یا پیغمبر ﷺ کے جانشین منتخب ہو گئے ابوبکر اپنی دانشمندی اور اعتدال کی وجہ سے امتیاز خاص کے مالک تھے۔ ان کے انتخاب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خاندان نبوت (بنو ہاشم) نے اپنے روایتی خلوص اور اسلام سے وفاداری اور دلی وابستگی کی بنا پر تسلیم کیا۔ (جسٹس سید امیر علی بحوالہ خلفائے راشدین صفحہ ۹ لشیخ الاجل حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

ماضی قریب کے شیعہ راہنما ڈاکٹر موسیٰ الموسوی الشیعہ والتصحیح میں لکھتے ہیں:

حضرت علیؓ نے اپنی خلافت کے وقت ارشاد فرمایا:

بلاشبہ جن لوگوں نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم اور عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی انہیں لوگوں نے میری بیعت کی ہے اور اسی شرط پر کی ہے جس پر ان کی بیعت کی تھی اس لئے کسی حاضر کو تردد کا اور کسی غائب کو انکار کا حق نہیں ہے اور بلاشبہ مشورہ انصار و مہاجرین کا حق ہے اگر یہ حضرات کسی پر اتفاق کر لیں اور اسے امام بنا دیں تو یہ اللہ کی رضاء کی دلیل ہوگی اگر کوئی شخص ان پر طعنہ زنی کرے اور نیا راستہ اختیار کرتے ہوئے ان کے احکامات سے روگردانی کرے تو ان کا حق ہے کہ مسلمانون کا راستہ چھوڑنے کے سبب اس سے جنگ کریں۔ (التصحیح والشیعہ اردو ترجمہ اصلاح شیعہ صفحہ ۳۱ از نہج البلاغہ جلد ۳ صفحہ ۷)

شیعہ رہنماؤں کے اِن اقتباسات کے بعد تحقیقی دستاویز والوں کے اِس اعتراض کی حیثیت موری والے ٹکے کی بھی نہیں بچتی۔ مزید وضاحت کیلئے عرض کیا جاتا ہے کہ مذکورہ کتابوں کی بنیاد پر جو الزام اہلسنت پر دھرا گیا وہ محض افترا اور دھوکہ کی ایک مثال ہے ورنہ جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں اِن کتابوں کے عکسی صفحات پر خلافت صدیقی پر بیعت کرنے کا ذکر ہے انکار کا نہیں اِن عکسی صفحات نے شیعہ قوم کی ناک کاٹنے کے سوا انہیں کوئی فائدہ نہیں دیا۔



افتراء

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کو گالی دینا کفر نہیں ہے۔ (شرح فقہ اکبر)

الجواب:

❶ جن کی گھٹی میں خیانت اور فریب کاری داخل ہو گئی ہو اسے کیا واسطہ کہ حق بات کیا اور اس دجل فریب سے کتنے بندگانِ خدا کا ایمان برباد ہوگا انہیں تو اپنے فریب کا جال ڈالنا ہی ہے اور بس۔ ورنہ ہر صاحب علم بخوبی آگاہ ہے کہ کفر اور ایمان کا تعلق عمل سے نہیں عقیدے سے ہے اہل اسلام کفر کا حکم لگانے سے پہلے سینکڑوں مرتبہ سوچتے اور غور کرتے ہیں یوں ہی دور کی چھوڑنا کسی صاحب علم کا کام نہیں اگر کسی کلام میں سو احتمالات نکلتے ہوں ان میں سے صرف ایک احتمال اسلام کا ہو ۹۹ کفر کے پائے جائیں تب بھی کفر کا فتویٰ عائد نہیں کیا جاتا مگر جس میں سرتاپا کفر کا سیاہ لبادہ ہی نظر آتا ہو ایسے شخص پر کفر کا حکم لگانے سے اعراض کرنا کفر کی حمایت ہے۔ جس کی شریعت اسلامیہ اجازت نہیں دیتی۔

❷ شرح فقہ اکبر کے مذکورہ مقام پر ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور وہ اختلاف مرتکب کبیرہ کا شرعی حکم ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مسلمان ہے یا کافر؟ چنانچہ اس بارے میں 3 مذاہب ہیں۔

① وہ کافر ہے۔ خوارج (شیعہ سے بگڑا ہوا گروہ)

② نہ مسلمان ہے نہ کافر بلکہ کفر واسلام کے درمیان میں ہے۔ معتزلہ

③ فاسق، گنہگار ہے کافر نہیں۔ ماتریدیہ، اشاعرہ یعنی عام اہل سنت والجماعت۔

اس عنوان پر مذکورہ بحث کی تفصیل میں ملا علی قاری نے فرمایا کہ چونکہ گالی دینا ایک عمل ہے اور اس عمل کی وجہ سے اس کا مرتکب کافر نہ ہوگا کہ یہ عمل کفر کرنے کی طرح نہیں تاکہ وضاحت ہو جائے کہ کسی گناہ کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔

❸ شہد کی مکھی اور عام مکھی وجود و وزن وغیرہ میں تقریباً ایک جیسی ہیں فرق ذوق اور عادت کا ہے عام مکھی پورا صاف ستھرا جسم چھوڑ کر پھوڑے پھنسی والی گند والی جگہ پر قرار پاتی ہے اور شہد کی مکھی کبھی گندی جگہ پر پاؤں بھی نہیں لگاتی بلکہ خوبصورت پھول، پھل باغ اور گلستان اس کی قیام گاہ ہے لہٰذا پھولوں پر بیٹھنے والی مکھی کے منہ سے شہد اور دوسری مکھی کے منہ سے گند نکلتا ہے غور کرنے والوں کیلئے اس مثال میں عبرت کا سامان ہے اور عقل دشمنوں کے مرض حسد کو یہ مثال ذرا بھی شفا نہیں دے سکتی پوری تحقیقی دستاویز کا جائزہ لیجئے جہاں مریض کو اپنا چہرہ صاف پانی میں دکھائی دیا اس نے فوراً اس صاف پانی کو بھی اپنی طرح کا خیال کر کے زمانے بھر کو یہ پیغام سنایا کہ میں اکیلا نہیں میرے جیسے اور بھی ہیں۔ مگر ہر ایک تو مریض عقل نہیں ہوتا جو صرف پانی میں اپنا چہرہ دیکھے اور پانی میں رکھے ہوئے خزانے اور اس کی تازگی سے خبردار نہ ہو۔

ارباب دانش ملاحظہ فرمائیں مذکورہ مقام پر یہ تو نظر آ گیا کہ شیخین پر سب کرنا کفر نہیں اس کی تہہ میں حکم کی علت کیوں نہ سمجھ آئی کہ کوئی شخص گالی گناہ سمجھ کر دے اور اس کا یہ اعتقاد ہو کہ میں نے جو یہ گالی دی ہے یہ کوئی اچھا کام نہیں کیا بلکہ میرا **یہ عمل گناہ اور معصیت ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہے اگر یوں گناہ سمجھ کر گالی دے تو کفر نہیں جیسے کوئی شخص**

نماز نہ پڑھے تو کافر نہیں زکوٰۃ نہ دے تو کافر نہیں رشوت لے تو کافر نہیں اسی طرح گالی دے تو گالی دینا کفر نہیں لیکن اگر نماز نہ پڑھنے والا شخص یہ کہے کہ نماز چھوڑنا کوئی جرم اور گناہ نہیں بلکہ حلال ہے تو اب تمام ارباب علم ایسے شخص پر کفر کا حکم لگا دیں گے کیونکہ ایک ہے گناہ اور ایک ہے اس گناہ کو حلال جاننا اس دوسری چیز کا تعلق عقیدے کے ساتھ ہے لہٰذا فساد عقیدہ کی بنا پر یہ شخص کافر ہو جائے گا اسی طرح اگر کوئی شخص گالی دینا حلال جان لے تو ایسے شخص کو کافر ہی کہا جائے گا خدا تعالیٰ آنکھیں دے تو اسی عکسی صفحہ کی سطر نمبر ۲۰ کو بھی ذرا دیکھا جائے لکھا ہے:

ای لکن اذا لم یکن یعتقد حلها لان من استحل معصیة قد ثبت حرمتها بدلیل قطعی فهو کافر۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۷)

یعنی (وہ گالی دینے والا کافر نہیں جبکہ وہ) گالی دینے کو حلال نہ جانتا ہو اس لئے کہ جب وہ گناہ کے ایسے کام کو جائز جانے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو تو ایسا شخص کافر ہے۔ یہ الفاظ اسی صفحہ پر لکھے ہوئے یار لوگوں کو نظر نہیں آتے کیونکہ ان الفاظ میں روافض کا اصلی چہرہ چھپا ہوا موجود ہے۔ نیز علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: ان استباحة المعصیة کفر کہ معصیت کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ (شامی ص ۳۰۰ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان)

شیعہ کتب شاہد ہیں کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبرا کرنے اور گالیاں دینے کو نہ صرف جائز بلکہ ثواب کا کام جانتے ہیں جب شیعہ سب وشتم کو ثواب جان کر اختیار کریں تو اُن کیلئے شرح فقہ اکبر کا فتویٰ سطر نمبر ۲۰ پر لکھا ہوا موجود ہے ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیں شاید احساس ندامت پیدا ہو جائے۔ نیز سب شیخین بہت سے علماء کے نزدیک کفر ہے۔ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: وقیدهم المحشی بغیر الشیخین لما سیأتی فی باب المرتد ان سابهما او احدهما کفر۔ (شامی ص ۳۰۰ ج ۲) محشی نے اس عبارت کو کہ سب اصحاب رسول کفر نہیں ہے اس کو غیر شیخین کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اس لیے کہ باب المرتد میں عنقریب آرہا ہے کہ شیخین کو گالی دینا کفر ہے۔

صاحب درمختار لکھتے ہیں:

بحرالرائق میں جوہرہ سے منقول ہے شہید کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہ جس نے شیخین کو یا ان میں سے ایک کو گالی دی یا ان پر طعن کیا وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی توبہ بھی قبول نہ ہوگی۔ دبوسی اور فقیہ ابواللیث ثمرقندی نے اس کو لیا ہے اور فتویٰ کے لیے یہی مختار ہے۔ اور ابن نجیمؒ نے الاشباہ میں اسی پر اعتماد فرمایا ہے اور مصنف (صاحب تنویرالابصار) نے اس کو باقی رکھا ہے۔ (درمختار جلد ٦ صفحہ ٣٧٦)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بزازیہ میں خلاصہ سے منقول ہے کہ رافضی جب شیخین کو گالی دے اور ان پر لعنت کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(شامی ص ٣٧٧ ج ٦)

بحرالرائق میں اس مسئلہ کو اور زیادہ وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ ارباب ذوق بحرالرائق مطالعہ فرما کر تسلی کر لیں۔



افتراء

حضرت علی وعباس رضی اللہ عنہما دونوں حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو کاذب خائن سمجھتے تھے۔

(صحیح مسلم، مسند الامام احمد بن حنبل، مسند ابی عوانہ نیل الاوطار)

الجواب:

حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ یہاں اس واقعہ کو نقل کرنے والے بعض رواۃ نے روایت بالمعنیٰ ذکر کرتے ہوئے بطور ادراج کے بعض شدید الفاظ کا اضافہ کر دیا ہے جن کو معترضین نے اپنے اعتراض کی بنیاد قرار دیا ہے اصل واقعہ میں یہ الفاظ شدید منقول نہیں ہیں اور اس چیز پر قرائن وشواہد پائے جاتے ہیں۔ بہت سے محدثین نے واقعہ ہذا کو اپنی اپنی تصانیف میں درج کیا ہے لیکن مذکورہ الفاظ شدید (کاذباً اثماً غادراً خائناً، ظالم فاجر) ان میں بالکل مذکور نہیں ہیں۔ مثلاً:

① مسند احمد جلد ا صفحہ ۲۰۸، تحت مسندات عمرؓ

② مسند احمد جلد ا صفحہ ٦٠، تحت مسندات عثمان رضی اللہ عنہ طبع قدیم مصری۔

③ بخاری شریف جلد ا صفحہ ۴۳۵-۴۳٦، باب فرض الخمس طبع نور محمد دہلی۔

④ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۹۹۲ کتاب الفرائض۔

⑤ السنن لابی داؤد السجستانی جلد ۲، صفحہ ۵۵-۵٦ باب فی صفایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الاموال طبع مجتبائی دہلی۔

⑥ ترمذی شریف صفحہ ۲۵۰ طبع قدیم لکھنو، باب ما جاء فی ترکۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

⑦ شمائل جامع ترمذی صفحہ ۱۰٦ تحت باب ماجاء فی میراث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

⑧ السنن الکبریٰ جلد ۴ صفحہ ٦۸-٦۵ کتاب الفرائض ذکر مواریث الانبیاء طبع بیروت۔

⑨ السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ٦ صفحہ ۲۹۸-۲۲۹ تحت بیان مصرف اربعہ اخماس الفئی بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مذکورہ حضرات نے یہ روایت ذکر کی ہے مگر مذکورہ الفاظ ذکر نہیں کیے اور یہ چیز ادراج راوی پر مشتمل قرینہ ہے۔ اور امام نووی نے شرح مسلم میں المازری کے حوالہ سے یہی توجیہہ بحث ہذا کے تحت نقل کی ہے۔ (فوائد نافع حصہ اول صفحہ ۲۰۹)

⑩ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ جیسے حضرات کے بارے میں یہ گمان کہ وہ کسی صحابی کو خائن اور کاذب جانتے ہوں بڑی جرات کی بات ہے اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت عباس رضی اللہ عنہ جس مقدس دین کے عظیم پیشوا ہیں وہ دین ایسے اخلاق کو پسند نہیں کرتا بلکہ اس دین میں کسی کو کاذب یا خائن کہنا بہت بڑا جرم ہے محدثین نے زبان کی حفاظت اور بدگوئی سے بچنے پر مشتمل روایات کے مستقل ابواب قائم کیے ہیں امام بیہقی نے شعب الایمان میں زبان کی حفاظت کو ایمان کا شعبہ قرار دے کر اس عنوان پر مفصل گفتگو کی ہے صاحب مشکوۃ نے بھی مستقل باب قائم کر کے روایات جمع فرمائی ہیں ایک ایسا فعل جس سے بچنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دی ہو ان ممنوع امور کا

انکار حیدر کرار اور عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بھلا کیسے ممکن ہے؟

- حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرک قوم کو مسئلہ توحید سمجھانے کی غرض سے ستاروں کے بارے میں فرمایا ہذا ربی پھر چاند کے بارے میں فرمایا ہذا ربی پھر سورج کے بارے میں فرمایا ہذا ربی ہذا اکبر۔ کہ یہ میرا رب ہے یہ (بہت) بڑا ہے۔ یہ ہذا بغیر استفہام کے ہو تو لازم آئے گا کہ موحد پیغمبر نے ایسا جملہ استعمال فرمایا جو شرکیہ ہے حالانکہ یہ شانِ ابراہیمی کے خلاف ہے لہٰذا ارباب علم فرماتے ہیں یہاں ہمزہ استفہام کا محذوف ہے یعنی اللہ کے پیغمبر فرماتے تھے اہذا ربی کیا یہ میرا رب ہے؟ وغیرہ اسی طرح زیر بحث حدیث میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے گفتگو استفہامی انداز میں تھی اس صورت میں عبارت کا مطلب یہ ہو گا کہ کیا تم مجھے جھوٹا، گنہگار دھوکہ دینے والا خائن جانتے ہو؟ اب اِس استفہام کا یہ مطلب ہرگز نہ ہو گا کہ واقع میں یہ دونوں حضرات ایسا ہی جانتے تھے بلکہ یہ ایک قسم کی تشبیہ ہے کہ آپ کا انداز ایسا ہے جیسے آپ کے نزدیک میں خائن ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ میں ہرگز ایسا نہیں ہوں۔ لہٰذا جیسے قرآن کریم میں ہمزہ استفہام کا محذوف ہے یہاں زیر بحث حدیث میں بھی ہمزہ استفہام کا محذوف ہے۔
- روایت کے مذکورہ الفاظ کو اگر وہی مفہوم پہنا دیا جائے جو یار لوگوں کا تراشہ ہوا ہے تو اِس صورت میں اِن حضرات سے لوگوں کا اعتماد اٹھانے کی یہ ایک جسارت ہو گی اس لئے کہ دوسرے مقام پر ان حضرات کی زبانوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبردست تعریف، راست گوئی فضل و کمال اور علو مرتبہ کا اعلان و اظہار نشر ہو رہا ہے مثلاً حضرت محمد بن حنیفہ نے حضرت عبداللہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں سخت لفظ بولا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن حنفیہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

''اس کے باپ کو برائی کے کلمات سے مت یاد کرو اُن کے حق میں صرف خیر کا کلمہ ہی بولو اللہ تعالیٰ ان کے باپ پر رحمت نازل فرمائے''۔ (شرح نہج البلاغہ لا بن ابی الحدید شیعی بروایت نصر بن مزاحم جلد ۱ صفحہ ۱۴۴ طبع بیروت تحت عنوان فی بعض شمائلہ)

حضرت علی و عباس رضی اللہ عنہما کے فاروق اعظم سے محبوبانہ تعلقات ''تذکرہ خیر اور باہمی بھائی چارہ کے عنوان پر مستقل کتابیں موجود ہیں محقق العصر حضرت مولانا محمد نافع محمدی شریف ضلع جھنگ کی رحماء بینھم حصہ دوم ملاحظہ فرما کر تسلی کی جا سکتی ہے۔

جب صورت حال یہ ہے کہ ایک طرف تو یہ حضرات سیدنا فاروق اعظم کی تعریف میں رطب اللسان ہیں تو دوسری جانب بزعم روافض وہ حضرات شیخین کو غاصب و خائن بھی جانتے ہیں ان دو متضاد باتوں میں سے کون سی بات درست ہے؟

ہم اہل سنت عرض کرتے ہیں کہ مذکورہ کتابوں کی دہی تعبیر آل رسول کی صدق مقالی کے ساتھ ان کی دیانت و عظمت کی محافظ ہیں جو اوپر مذکور ہوئی اہل سنت والجماعت اللہ کی مدد و نصرت سے نہ صرف اصحاب رسول اللہ بلکہ خاندان نبوی کی

عزت وتوقیر کی حفاظت پر بھی اپنا زور صرف کرتے ہیں یہ یار لوگ ہیں جو منہ میں دعویٰ کچھ اور رکھتے ہیں اور دل میں خاندانِ نبوی کے لیے کچھ اور ہوتا ہے۔



افتراء

فاطمہ زہرا نے حضرات شیخین کو اپنے جنازہ میں نہ شامل ہونے کی وصیت کی۔ (روضۃ الاحباب)

الجواب:

❶ روضۃ الاحباب کے مصنف کون ہیں؟ ان کے مکمل احوال سے آگاہی نہیں ہوسکی۔ اگر یہ صاحب اہل سنت سے ہیں تو دانستہ یا نادانستہ ان کی یہ صریح غلط روایت ہے جو انہوں نے عکسی صفحہ ٦١٠ پر لکھی ہے۔ اُن سے غلطی ہوئی ہے۔

سیدہ کے جنازہ میں نہ صرف شیخین شریک ہوئے بلکہ سیدہ کا جنازہ خود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پڑھا تھا۔

چنانچہ طبقات ابن سعد میں ان کی مکمل سند کے ساتھ یہ روایت موجود ہے۔ عن حماد عن ابراهیم النخعی قال صلّی ابوبکر الصدیق علی فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم فکبر اربعا۔

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ بنتِ رسول اللہ ﷺ کا جنازہ پڑھایا اور اُن پر چار تکبیریں کہیں۔ (طبقات ابن سعد جلد ٨ صفحہ ١٩ تحت تذکرہ فاطمہ مطبوعہ لندن یورپ)

❷ دوسری روایت طبقات کی اسی مسئلہ پر اسی جلد میں موجود ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

عن مجاهد عن الشعبی قال صلی علیها ابوبکر رضی الله عنه و عنها۔

یعنی ”شعبی کہتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی“۔ (ایضا)

❸ امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے:

ثنا محمد بن عثمان بن ابی شیبه ثنا عدن بن سلام ثنا سواد بن مصعب عن مجاهد عن الشعبی اِنَّ فاطمة رضی الله عنها لما ماتت دفنتها علی لیلاً و اخذ بضبعی ابی بکر الصدیق رضی الله عنه فقدمه یعنی فی الصلٰوة علیها۔

روایت کا حاصل یہ ہے کہ جب سیدہ فاطمہ کا انتقال ہوگیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو رات میں دفن کیا اور (جنازہ پڑھانے کے وقت) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دونوں بازو پکڑ کر سیدہ کا جنازہ پڑھانے کیلئے آگے کیا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی مع الجوہر النقی جلد ٤، صفحہ ٢٩ کتاب الجنائز، کنز العمال جلد ٧ صفحہ ١١٤ کتاب الفضائل (فضائل فاطمہ طبع اول)

❹ امام محمد باقر کی روایت کنز العمال علی المتقی الہندی نے بحوالہ خطیب ذکر کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: امام جعفر صادق امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ دختر رسول خدا ﷺ فوت ہوئیں تو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں حضرات جنازہ پڑھنے کے لئے تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (جنازہ پڑھانے کیلئے کہا) کہ آگے

تشریف لائے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا آپ خلیفہ رسول ہیں میں آپ سے پیش قدمی نہیں کر سکتا پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر نماز جنازہ پڑھائی۔

(کنز العمال (خط فی رواۃ مالک) جلد ۶ صفحہ ۳۱۸ طبع قدیم روایت نمبر ۵۲۹۹ باب فضائل الصحابہ فضل الصدیق مسندات علی رضی اللہ عنہ)

⑤ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحفہ اثنا عشریہ میں یہ روایت نقل فرماتے ہیں۔ اور فصل الخطاب میں (یہ روایت) لایا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نماز عشاء کے وقت حاضر ہوئے اور رحلت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مغرب عشاء کے درمیان میں شب سہ شنبہ سوم ماہ مبارک رمضان بعد چھ مہینے کے وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے واقع ہوئی۔ کہ عموان کی اُس وقت اٹھائیس برس کی تھی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ با اجازت علی مرتضیٰ کے پیش امام ہوئے اور نماز (جنازہ) ادا کی اور چار تکبیریں ادا کیں۔

(تحفہ اثنا عشریہ مترجم اردو باب دہم در مطاعن خلفاء و غیرہم فی مطاعن صدیقی طعن نمبر ۱۳ صفحہ ۵۸۳-۵۸۴)

اسی طرح ابونعیم رحمہ اللہ علیہ کی حلیۃ الاولیاء جلد ۴ صفحہ ۹۶ پر اور ریاض النضرہ جلد ۱ صفحہ ۱۵۶ پر اور دیگر کئی مقامات پر یہ روایات موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سیدہ کے جنازہ میں شریک ہوئے اب خدا کو معلوم کے اِن روایات کے مقابلے میں روضۃ الاحباب والے کو کیا سوجھی جو ایک دوسری بات کہیں سے کھینچ لائے لہٰذا ہم عرض کرتے ہیں کہ ان ہماری روایات مشہورہ کثیرہ کے مقابلے میں روضۃ الاحباب والے کی عکسی صفحہ پر دی گئی روایت بالکل غیر مقبول اور نا قابل تسلیم ہے۔ اگر مذکورہ کتاب کے مصنف اہل سنت سے ہیں تو کسی غلطی میں مبتلا ہو گئے یا شیعہ فریب کاروں کے دام فریب میں مبتلا ہو گئے اور اگر کوئی دوسری بات ہے تو خیر یار لوگوں کا تو کام ہی تہمتیں تراشنا اور الزام بازی کا بازار گرم رکھنا ہے۔ سوانہوں نے بھی اپنا فرض نبھایا، مگر حق وہی ہے جو ہم عرض کر چکے کہ سیدہ کے جنازہ میں شیخین کو شریک نہ کرنے کی وصیت نہ سیدہ نے کی تھی اور نہ ہی شیخین جنازہ سے پیچھے رہے یہ سراسر یار لوگوں کا بہتان اور صریح افترا ہے جو سیدہ پر باندھا گیا اور بے سرو پا دور کی اُڑائی گئی۔



افتراء

حضرات شیخین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین چھوڑ کر چلے گئے۔ (الفاروق، روضۃ الاحباب الامامہ والسیاسہ)

الجواب:

① علامہ شبلی کی الفاروق اردو میں لکھی ہوئی کتاب ہے جس کا عکسی صفحہ ۷۹ دستاویز کے صفحہ ۶۵۰ پر موجود ہے اللہ تعالیٰ آنکھوں کے ساتھ کوئی رتی عقل کی بھی عطا فرمائے تو اس صفحہ کو ہی بغور پڑھ لیا جائے جس میں علامہ شبلی صاف صاف فرما رہے ہیں کہ (حضرات شیخین تجہیز و تکفین چھوڑ کر چلے گئے تھے) بظاہر اسی قسم کا خیال پیدا ہوتا ہے لیکن درحقیقت ایسا نہیں۔'' سطر نمبر ۱۱-۱۲ گویا اس کتاب میں مذکورہ مقام پر تاریخ کے رطب و یابس اور بے حیاء

پروپیگنڈہ کو فاضلانہ طریقہ پر حکمت وبصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے علامہ ردفرمارہے ہیں کہ مانا تمہارا یہ الزام اور یہ الزام اور یہ الزام بھی ٹھیک ہے مگر ان الزامات کی بنیاد کیا ہے؟ اسی صفحہ کی آخری دوسطریں ہی دیکھ لی جائیں جن میں مرقوم ہے۔ لیکن اس میں غور طلب جو باتیں ہیں وہ یہ ہیں۔

کیا خلافت کا سوال حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ نے چھیڑا تھا؟ (صفحہ کی آخری دوسطریں) یعنی ان حضرات کا سقیفہ میں جانا اس اختلاف کے سدباب کے لیے تھا جو پیدا ہونے کا اندیشہ تھا ورنہ ان حضرات نے مسئلہ خلافت کو نہ چھیڑا تھا کہ ان حضرات کو الزام دیا جائے کہ آپ لوگ وہاں کیوں گئے ہو۔

اس سوالیہ طریقہ پر جس الزام کو علامہ شبلی پاش پاش کررہے ہیں وہی الزام اُن کے سرتھوپا جارہا ہے اور ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں ہے کہ حضرات شیخین نے جنازہ نبوی کو چھوڑ دیا اور دوسرے کاموں میں مشغول رہے؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

فرمان نبوی: اذا فاتك الحياء فاصنع ما شئت حضرات قارئین کرام یہ ہے رافضی الزامات کی حقیقت کہ صاحب کتاب جس الزام کو ہوا میں اڑارہا ہو اور صاف براءت کا اظہار کررہا ہو وہی الزام اس کے سرپر رکھ دیتے ہیں۔ بے شک اس طریقہ کار سے وہ اپنے خبث باطن کو تو تسکین دے سکتے ہیں مگر تلاش حق کا یہ طریقہ ہرگز نہیں ہے۔

◆ روضۃ الاحباب میں حضرات شیخین کا سقیفہ بنی ساعدہ جا کر اتحاد امت میں عدیم المثال کردار ادا کرنے والا واقعہ مذکور ہے جس سے یہ سرخی پیدا کی گئی کہ شیخین تجہیز وتکفین چھوڑ کر چلے گئے حالانکہ تقیہ بازوں کا یہ بھی ایک فریب ہے کیا آپ ﷺ کا جنازہ وفات والے دن ہی پڑھ کر ان کی تدفین کر دی گئی تھی؟ دنیا کا تاریخ سے واقف ہو دیانت دار ایک شخص بھی ایسا نہیں جو یہ دعویٰ کرتا ہو بلکہ آپ ﷺ کا جنازہ تین یوم تک پڑھا جاتا رہا جبکہ سقیفہ بنی ساعدہ میں ان حضرات کا قیام محض کچھ لمحے کا تھا جب کہ انصار جمع ہو کر خلافت کے بارے میں غور کررہے تھے ایک انصاری نے آکر حضرات اکابرین امت کو مطلع کیا حضرات شیخین تشریف لے گئے اور اس اختلاف کو رفع کر کے واپس لوٹ آئے اور آپ ﷺ کی تجہیز وتکفین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رہنمائی اور حکم سے تکمیل پذیر ہوئی۔ رافضی دماغ تو ہر بات کا الٹا مطلب ہی جانتا ہے مگر سمجھ دار آدمی اچھی طرح جانتا ہے کہ باپ فوت ہو جائے اور بیٹا اپنے باپ کا کپڑا کفن خریدنے بازار چلا جائے یا قبر کھودنے قبرستان کو جائے تو کوئی شخص یہ مطلب نہیں لیتا کہ باپ گھر میں فوت ہوا پڑا ہے اور بیٹا باپ کو فوت شدہ گھر چھوڑ کر بازار میں سیریں کرتا پھرتا ہے یا وہ قبرستان کی طرف بھاگ گیا ہے بلکہ ہر شخص یہی کہے گا کہ اس کا بازار جانا باپ کی تجہیز وتکفین میں مصروفیت کا حصہ ہے اُس سے کوئی الگ چیز نہیں۔ اسی طرح حضرات شیخین کا سقیفہ بنی ساعدہ جا کر اختلاف خلافت کو ختم کر کے اتحاد کی راہ پر سب کو قائم کر دینا بھی صاحب جنازہ کے دین کی حفاظت اور تکفین کا حصہ تھا ورنہ جنازہ کی صورت کیا ہو؟ تدفین کہاں ہو؟ وغیرہ بے شمار مسائل کا حل کس طرح نکالا جاتا؟ واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ کی تفصیل کتابوں میں مذکور ہے وہاں مراجعت کر لی

جائے، ہم نے اختصار کے پیش نظر صرف یہ عرض کرنا ہے کہ کسی اہل سنت والجماعت کی کتاب میں نہیں کہ حضرات شیخین نے جنازہ میں شرکت نہیں کی بلکہ روضہ رسول میں آنحضرت ﷺ کی تدفین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہی انجام پذیر ہوئی''۔ اور اہل سنت والجماعت کی کتابوں میں جو سقیفہ بنی ساعدہ میں جانے کا تذکرہ ہے وہ دراصل صاحب جنازہ کے دین کی حفاظت اور ان کی امت کو انتشار سے بچانے کا حصہ تھا جو معمولی وقت میں حل کرنے کے بعد حضرات لوٹ آئے اور اپنی نگرانی میں ان آخری مراحل کو طے کروایا۔

اور باقی رہا ابن قتیبہ صاحب الامامہ والسیاسہ کا حوالہ تو اس ضمن میں عرض ہے کہ یہ شخص رافضی ٹولے کا سرخیل ہے نا کہ اہل سنت کا کوئی فرد لہٰذا ابن قتیبہ اپنی کتاب سمیت تمہیں مبارک ہو جب یہ صاحب ہماری جماعت کا فرد ہی نہیں تو اس کی لکھی خرافات کا جواب ہمارے ذمہ نہ رہا جو اس نے لکھا وہ رافضی دماغ کا کرشمہ ہے۔



افتراء

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ کی داڑھی پکڑ کر انہیں ماں کی گالیاں دیں۔ (حیات الصحابہ)

الجواب:

اگر یار لوگوں کا بس چلے تو یہ قرآن کی سورۃ طٰہٰ کا عکس دے کر اس پر بھی سرخی جما دیں کہ اللہ کے نبیوں میں اختلاف تھا بلکہ مار کٹائی بلکہ ایک دوسرے کی داڑھی پکڑنے کی نوبت تک آ جاتی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کے سر اور داڑھی کے بال پکڑ لئے اور دلیل دیں کہ دیکھو سنیوں کے قرآن میں لکھا ہوا ہے یا بن ام لا تاخذ بلحیتی و لا براء سی الخ۔ (طٰہٰ)

کہ اے (موسیٰ علیہ السلام) میرے ماں جائے (بھائی) میری داڑھی اور سر کے بال نہ پکڑیں۔ (طٰہٰ) دین حق سے سچی وابستگی کی یہ علامت ہے کہ حق کے بارے میں آدمی کے اندر ایسی سختی ہو کہ اس حق کے خلاف کسی دوسری بات کو ہرگز برداشت نہ کرے مذکورہ عکسی صفحہ پر بھی جیش اسامہ کے بارے میں لوگوں کی رائے یہ تھی کہ حالات کی نزاکت کے پیش نظر یہ لشکر روک لیا جائے مگر صدیق اکبرؓ اسے اس لئے ہر صورت میں روانہ کرنا چاہتے تھے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اس لشکر کو روانہ فرمانے کا حکم دے دیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ عرض کی کہ جیش اسامہ کو کچھ دیر کیلئے مؤخر کر دیا جائے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے اور بالکل وہی طریقہ اختیار کیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق کے خلاف قوم کا عمل دیکھ کر اپنے نائب کے ساتھ کیا تھا۔ لہٰذا اہل سنت والجماعت کے نزدیک حق کے معاملہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عمل بھی بالکل ٹھیک تھا جو سورۃ طٰہٰ میں مذکور ہے اور حضرت صدیق اکبر کا معاملہ بھی بالکل قابل اعتراض نہیں جو حیات صحابہ میں موجود ہے کیونکہ اس عمل سے صحابی رسول کی استقامت اور اطاعت رسول کا جذبہ معلوم ہوتا ہے جس آنکھ نے اس واقعہ سے ان حضرات کی باہمی دشمنی دیکھی ہے وہ آنکھ حیاء کے ساتھ غیرت سے بھی عاری اور اسلام کے ساتھ اطاعت رسول کی بھی باغی

ہے ایمان کا رتی بھر سرمہ لگا کر دیکھو گے تو اس واقعہ کی تہہ میں محبت کا چشمہ ابلتا نظر آئے گا کیا استاد کا بچے کے کان پکڑنا۔ ماں اور باپ کا اولاد پر تھپڑ برسانا بھی دشمنی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ استاد شاگرد کو بڑا بھائی چھوٹے بھائی کو اور باپ ماں اولاد کو حق کے خلاف دیکھ کر مارتے ہیں تاکہ وہ راہِ حق پر کھڑا ہو جائے یہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نائب رسول ہونے کی وجہ سے استاد بڑے ہونے کی بنا پر بڑے بھائی اور امیر ہونے کی وجہ سے باپ کی طرح تھے ان کا سختی کرنا اور سخت جملہ کہنا باپ استاد اور بڑے بھائی کے سخت جملہ کی طرح ہے جو اصلاح کرنے کے لئے تھا اور ان کی اصلاح ہوگئی کہ بعد میں پھر جیش اسامہ کی روانگی کو انہوں نے ہمیشہ حق ہی کہا۔ البتہ یہ رافضی کرشمہ ساز کا کمال ہے کہ وہ محبت کو بھی دشمنی قرار دے کر اس سے دشمنی ثابت کرتا ہے۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار۔**

- شیعہ للھاریوں کا یہ کہنا کہ ''حضرت صدیق اکبرؓ نے ماں کی گالیاں دیں۔'' تو یہ مہربانوں کی دماغی کاشت کاری کا حاصل فکر ہے ورنہ جو بات فاروق اعظمؓ کو سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمائی وہ ہے: ''**ثقلتك امك**'' کہ تیری ماں تجھے گم پائے، معدوم پائے۔ عربی محاورہ میں یہ عام استعمال ہونے والا لفظ ہے جو برائے گالی استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ ناپسندیدہ امر کو دیکھ کر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے یہ لفظ بولا جاتا ہے جسے مہربان دیانت داروں نے گالی بنا دیا۔



افتراء

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہذیان کی نسبت کی۔ (سر العالمین)

الجواب:

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں مکر نمبر ۲۱۔ یہ کہ ایک کتاب بنا کر اس کو کبرائے اہل سنت کے ذمہ لگاتے ہیں اور اس میں مطاعن صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہل سنت والجماعت کے مذہب کا باطل ہونا ثابت کرتے ہیں ابتدائی خطبہ میں راز چھپانے اور امانت کی حفاظت کی وصیت کرتے ہیں کہ ہم نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے وہی ہمارا مذہب ہے اور جو دوسری کتابوں میں لکھا ہے وہ سب پردہ داری اور زمانہ سازی ہے جیسے کتاب سر العالمین، کہ اس کو امام محمد غزالی کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ (تحفہ اثنا عشریہ اردو باب دوم در مکائد شیعہ کید نمبر ۲۱، صفحہ ۷۶)

محترم قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کس طرح سے شیعہ اپنے باطل عقیدے اہل سنت والجماعت کے پاک نام کی طرف منسوب کرنے کی جسارت میں مصروف ہیں! عقل مند شخص اس جسارت سے شیعت کا خبث اور اس قوم کا مزاج اچھی طرح سمجھ سکتا ہے اور یہ بھی کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہر گندگی اور غلاظت سے کتنا پاک اور طاہر ہے۔ جس پر اوروں کو رشک اور اندر کا حسد چین نہیں لینے دیتا لہٰذا وہ اس قابل رشک پاکیزہ مذہب میں اپنے نظریات کا ایلوا، ڈال کر نا قابلِ عمل بنانے کی تگ و دو میں لگے ہوئے ہیں۔

بہرحال سر العالمین شیعہ لکھاری کی تصنیف ہے جو دھوکہ سے امام غزالی رحمہ اللہ علیہ کے سر تھوپی گئی ہے، حالانکہ ان کا

دامت اس گندے قول سے پوری طرح پاک ہے۔

◆ چونکہ یہ کتاب اہل اسلام کی نہیں ہے اس لیے اس میں اٹھائے گئے الزام پر کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا گیا کہ حضرت عمرؓ نے نبی کریم ﷺ کے لیے اھجر کا لفظ بولا تھا جس کو شیعہ برادری اپنے مخصوص مطالب کا لباس چڑھا کر خوب شور وغل کرتے رہتے ہیں۔ انشاء اللہ اپنے موقعہ پر اس بحث پر کچھ عرض کیا جائے گا۔



افتراء

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام قرار دیا۔

(المغنی زاد المعاد جلد ٢، کتاب الاول للحسن بن عبد اللہ تفسیر کبیر للرازی، بخاری)

الجواب:

محترم حضرات، شرماتے شرماتے یار لوگوں نے یہ عنوان قائم کیا ہے یقیناً عامۃ الناس اردو خواں حضرات کے ذہنوں میں یہ سوال ابھرے گا کہ وہ کون سی حلال چیز ہے جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حرام کر دیا شیعہ لوگ تو مارے شرم کے نہیں بتا سکے ہم عرض کیے دیتے ہیں کہ جس پر ہمارے کرم فرما بہت ہی برہم ہوئے جا رہے ہیں اور مارے دکھ کے کراہ رہے ہیں مگر اس پر المیہ یہ کہ وہ لوگوں کو بتا بھی نہیں پا رہے کہ ان کی کون سی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا گیا ہے۔ چلیں اِس پوشیدہ عقدہ کو ہم ہی کھول دیتے ہیں۔ وہ ''متعہ'' ہے ظاہر بات ہے کسی سے اس کی محبوب چیز چھوڑائی جائے یا محبوب مشغلہ سے روکا جائے اسے غصہ تو آئے گا اب کرم فرما کھل کے لکھ بھی نہ سکے کہ ''متعہ'' جیسی مرغوب چیز کو حضرت عمر نے حرام کر دیا اور غصہ بھی نکالنا مجبوری تھا سو حلال حرام والا لفظ استعمال کرنے میں انہوں نے عافیت سمجھی بعض لوگ حکایت بیان کرتے ہیں خدا کو معلوم سچ ہے یا نہیں مگر اکثر لوگوں سے سنا گیا ہے کہ محترم ذاکر صاحب پشاور کے کسی علاقے میں مجلس عزا میں مرثیے پڑھ رہے تھے سوز و ساز اور اپنی آواز سمیت سارا زور لگا لیا مگر خان برادری پر کچھ اثر نہ ہوا بلکہ وہ ٹس سے مس بھی نہ ہوئے رونا تو دور کی بات ''ادھر ذاکر صاحب تو ذاکر تھے پتے کھیلنا اور ڈالنا بخوبی جانتے تھے لہٰذا انہوں نے پتا ڈال ہی دیا کہنے لگے اے مومنو! میں کیا بتاؤں ظالموں نے حضرت حسین پر کیا کیا ظلم کیے کربلا میں حضرت حسین کا نسوار بھی اُن سے چھین لیا بس نسوار پر جان فدا کرنے والی قوم تڑپ اٹھی۔ یہ نسوار چھیننے کا جملہ سننا تھا کہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے کہ واقعی اُن پر ظلم ہوا ہے۔ چونکہ ان کی محبوب چیز نسوار تھی اس لیے یہ چھن جانے کا جھوٹا سچا جملہ سن کر برداشت نہ کر سکے۔ یہ حکایت سچ ہے یا نہیں مگر اتنا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ کوئی نسوار چھن جانے پر روتا ہے تو کوئی متعہ چھن جانے پر۔ اپنے اپنے طور پر یہ بیچارے سارے دکھی ہیں۔

◆ حلال کی ہوئی چیز کو حرام قرار دیا، یہ عنوان اختیار کرنے کی بجائے واضح کہنا چاہئے جو ان کے گمان میں بالکل حلال ہے، متعہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ کو حرام قرار دے دیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے متعہ کو حلال قرار دیا تھا یہاں متعہ کا لفظ بولتے ہوئے شرم محسوس کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ خود شیعہ قوم بھی اِس بارے میں کافی

کھٹکے میں ہے متعہ کا لفظ اُن کو بھی تھوڑا تھوڑا شرما دیتا ہے اگر ہمارے مہربان غور کریں تو رحمت عالم ﷺ نے گناہ کی جو تعریف فرمائی ہے وہ بھی کچھ متعہ کے گناہ ہونے پر دلالت کرتی نظر آتی ہے۔ فرمایا:

والاثم ماحاك فی صدرك ان يطلع عليه الناس (مشكوٰة)

''کہ گناہ وہ کام ہے کہ جو تیرے دل میں کھٹکے کہ کہیں لوگوں کو اس کا پتہ نہ چل جائے''۔

یعنی جس کام کو چھپانے کی کوشش ہو وہ گناہ کا کام ہے، ہر شخص پوچھنے پر بلا خوف و تردد بتاتا ہے کہ میں نماز پڑھ کر آیا ہوں مگر کوئی متعہ کے بارے میں خبردار نہیں کرتا۔ خود ملاحظہ فرمائیے یہاں عنوان قائم کرتے ہوئے بھی مذکورہ عبادت کو چھپایا گیا حالانکہ یار لوگوں کے ہاں تو متعہ کیے کرائے بغیر جنت کا حصول بھی ممکن نہیں تسلی کیلئے باقر مجلسی شیعہ مجتہد کا رسالہ عجالہ حسنہ رسالہ متعہ اردو مترجم پڑھ لیا جائے۔

❹ ہم بلا تردد عرض کرتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ کی حرمت کا اعلان کیا ہے حرام نہیں کیا بالفاظ دیگر متعہ کا حرام ہونا بتایا ہے۔ بنایا نہیں کیونکہ اس کا حرام ہونا قرآن سنت کے علاوہ خود شیعہ روایات میں بھی مذکور ہے قرآن پاک کی ۵ آیات اِس حرمت پر دال ہیں ہم مقدمہ میں اِس عنوان پر کچھ عرض کر چکے ہیں قارئین وہاں ملاحظہ فرمالیں یہاں حرمت متعہ پر صرف دو شہادتیں خود شیعہ کرم فرماؤں کے گھر سے پیش کرتے ہیں کہ شہادت کے ساتھ دعویٰ ثابت ہوتا ہے اور مدعیٰ علیہ شاہد پر جرح کرتا ہے لہٰذا شیعہ گواہ پیش کرنے سے ہمارا مقصود ان کا من پسند گواہ پیش کرنا ہے تاکہ جرح کرنے والا دیکھ لے کہ کسی پر جرح کر رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

① قال الشيخ روى فى التهذيب باسناده عن على حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم خيبر لحوم الحمر الاهلية و نكاح المتعة۔ (فصل الخطاب ربانی صفحہ ۳۳۰)

شیخ کہتے ہیں کہ صاحب تہذیب نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے خیبر والے دن گھریلو گدھوں کا گوشت کھانا اور نکاح متعہ کو حرام قرار دے دیا تھا۔

② ایک شخص نے ابوجعفر سے متعہ کے بارے میں مسئلہ پوچھا تو ابوجعفر نے اسے نکاح متعہ کے بارے میں فتویٰ دیا اُس نے پھر سوال کیا

ايسرك ان نسائك و بناتك و اخواتك و بناتِ عمك يفعلن ذاك فاعرض عنه ابو جعفر حين ذكر نساهٖ و بنات عمهٖ۔ (فروع کافی ج ۲ صفحہ ۴۲)

''کہ آپ کی بیویوں بیٹیوں بہنوں چچا زادوں کے ساتھ بھی متعہ کر سکتا ہے؟ تو ابوجعفر نے (غصہ سے) اپنے گھر کی عورتوں چچا زادوں (کے ساتھ متعہ کرنے کے بارے میں) سُن کر اُس کی طرف سے منہ پھیر لیا (اُس سائل کے اس سوال پر ناراض ہو گئے''۔

گویا امام کو اپنی عورتوں سے متعہ کرنے کے بارے میں سن کر غیرت آ گئی اور یہی غیرت ایمان والوں کا اثاثہ ہے جو

متعہ کے بازار میں تارتار ہو جاتی ہے فاروقی غیرت نے اس عزت و غیرت کا برملا اعلان کیا ہے جس پر یار لوگ سخت طیش میں آئے ہوئے ہیں باقی متعہ کا حرام ہونا رحمت عالم ﷺ کے دین سے ثابت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حرام بتایا ہے متعہ کو حرام بنایا نہیں۔

متعہ کی حرمت کے بارے میں مزید وضاحت اسی کتاب کے مقدمہ میں ملاحظہ فرمائیں۔



افتراء

حضرت عمر کتاب وسنت کے مطابق عمل نہیں کرتے تھے کہ جنبی کیلئے تیمم جائز نہ جانا۔ (فقہ عمر: از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

الجواب:

تیمم کے مسئلہ پر ایک واقعہ پیش آیا حضرت عمار اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سفر میں تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنابت کی حالت میں تیمم کرنا جائز نہ سمجھا اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے پورا جسم مٹی پر لت پت کر لیا ان دونوں حضرات کا مسئلہ بارگاہ نبوی میں پیش ہوا تو رحمت عالم ﷺ نے دونوں کی اصلاح فرما دی اور بحالت جنابت تیمم کو جائز قرار دے دیا حضرت شاہ صاحب نے حضرت سے مذکورہ روایت نقل کر کے روایت کی غلطی خود بیان فرما دی ہے کہ اس اجتہاد پر کلام ہے کیونکہ جب حضرت عمار نے یہ واقعہ بیان کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کر دی تھی، لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصدیق کر دینے کے بعد بھی حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قول سابق کی بنا پر اعتراض دھرنا معترض کے خبث باطن کی دلیل ہے، ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دامن اسے الزام سے پوری طرح پاک ہے۔ مزید یہ کہ کتاب میں کسی مسئلہ کا لکھا جانا محض اس لئے نہیں ہوتا کہ اب بھی ان کا عمل یہی ہے بلکہ زندگی کے تمام کاموں اور اعمال کو نقل کرتے ہوئے قدیم جدید تمام اعمال لکھے جاتے ہیں، حضور ﷺ نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے ۱۷ مہینے سے زیادہ نماز ادا کی تو اس سابق عمل کی بنا پر یہ لکھ دینا کیا درست ہوگا کہ قرآن پاک کے حکم کے برعکس آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے؟ حق یہ ہے کہ بے شک آپ ﷺ نے قبلہ بیت المقدس کو بنایا مگر جب حکم ربانی نازل ہوا تو وہ قبلہ چھوڑ کر بیت اللہ کی طرف منہ کر لیا گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس مسئلہ کی وضاحت معلوم ہوگئی تو اس حکم نبوی پر وہ بھی عمل پیرا ہو گئے اور بحالت جنابت پانی کے نہ ہونے یا استعمال پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں تیمم کو جائز سمجھنے لگے۔



افتراء

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق توہین آمیز الفاظ کہ وہ منافقین میں سے تھے۔ (فتح الباری)

الجواب:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے وہ صحابی ہیں جن کو آپ ﷺ نے منافقین کے نام بتا دیے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے ان کے سامنے فرمایا حذیفہ رضی اللہ عنہ میں تو منافق ہوگیا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فوراً فرمایا نہیں عمر رضی اللہ عنہ آپ منافق نہیں ہیں گویا اس حکیمانہ طریقہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معلوم کرلیا کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کے منافق ہونے کی نشاندہی فرمائی تھی اُن میں میرا نام تو نہیں ہے کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اس راز کے امین تھے فوراً فرمایا لیکن آئندہ میں کسی کو نہ بتاؤں گا! یہ حکیمانہ طریقہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے ایمان کی تصدیق حاصل کر لینا نہ توہین ہے اور نہ ہی گستاخی بلکہ کمال تقویٰ کی علامت ہے۔

- ۲ حضرت حنظلہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ عرض کیا تھا کہ خدا کی قسم حنظلہ تو منافق ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیسے؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں تو ایمان کی حالت یہ ہوتی ہے گویا ہم آنکھوں سے جنت جہنم کو دیکھ رہے ہیں اور جب گھروں کو جاتے ہیں تو بیوی بچوں میں جا کر وہ کیفیت باقی نہیں رہتی۔

(بخاری وغیرہ ملخصا)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دی تھی کہ حنظلہ منافق نہیں مذکورہ روایت میں بھی رازدان رسول حذیفہ الیمان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تسلی دی کہ پریشان نہ ہوں آپ مومن ہیں منافق نہیں۔ امام بخاری نے اس عنوان پر مستقل باب قائم کیا ہے کہ خوف النفاق علامۃ الایمان، اس بات سے ڈرتے رہنا کہ دولت ایمان سے کہیں ہاتھ دھو ہی نہ بیٹھیں۔ یہ ایمان کی علامت ہے نہ کہ توہین۔ مگر یار لوگوں کو سیدھی بھی الٹی نظر آتی ہے، اس ایمانی کیفیت کو بھی بھینگی نظر سے دیکھ کر قابل اعتراض عبارت جانا حالانکہ یہ بات قابل تعریف ہے۔

- ۳ اعتراض میں الفاظ ہیں: کہ وہ منافقین میں سے ہیں: یہ محض دجل اور بُرے نفس کی بری تدبیر ہے ورنہ یہ عکسی صفحہ تو اس وہم کو ہمیشہ کے لیے دفن کرتا ہوا نظر آتا ہے کہ حضرت عمرؓ منافقین میں سے نہیں تھے اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی زبان سے جو فہرست ایمان والوں کی بیان ہوئی تھی اور حضرت حذیفہ الیمان کو اس فہرست سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا تھا۔ اس میں سیدنا فاروق اعظم کا اسم گرامی ایمان میں پختہ کار اور منافقین سے کوسوں دور لوگوں میں تھا۔



افتراء

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے۔ (کشف الغمہ)

الجواب:

کشف الغمہ کا یہ پورا صفحہ جو عکس میں دیا گیا اس پورے صفحہ میں کسی کونے میں یہ نہیں لکھا ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے یا انہوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے یا اسے جائز کہا یا کسی کو اس کی اجازت دی، یہ شیعہ دماغ کی کرشمہ سازی ہے جو بات کا بتنگڑ بنانا جانتے ہیں اس صفحہ میں یہ تو ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی (بوجہ مجبوری) کھڑے ہو کر پیشاب کر لیتے تھے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔ ...

حضرات آپ یقین جانیے ایک جملہ بھی اس صراحت کو بیان کرنے والا یہاں موجود نہیں جس میں ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا یا وہ کرتے تھے۔ یہ ہے کرم فرماؤں کی عیاری! کہ جس بات کا وجود ہی نہ ہو وہ اسے بھی پیدا کرنے کی مہارت رکھتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اگر کوئی قول کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی صورت میں مثبت یا منفی منقول ہو کہ کھڑے ہو کر اگر کوئی پیشاب کرے تو اس کے جسم کا کوئی حصہ مستور رہتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں بنتا کہ ''حضرت عمر کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے''۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے تیرا حسن کرشمہ ساز کرے



افتراء

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سنت رسول کی مخالفت کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سرکاری خطوط، از ڈاکٹر خورشید احمد فاروق)

الجواب:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر رائے زنی کیلئے ارباب علم کی پوری جماعت کو چھوڑ کر اب یار لوگ ڈاکٹروں کے حضور جا کھڑے ہوئے اور اس مذکورہ ڈاکٹر صاحب کی تصنیف کردہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سرکاری خطوط نامی کتاب لائے ہیں، ہم عرض کرتے ہیں کہ مذکورہ صاحب کی رائے ڈاکٹری میں تو معتبر ہوگی مگر سیرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کی رائے ایسی ہی ہوگی جیسے کسی لوہار کی رائے جہاز کے پرزہ جات فٹ کرنے میں! جبکہ وہ جہاز کے پرزہ جات کے بارے میں کچھ نہیں جانتا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں کتاب اللہ اور ارشاد رسول معلومات حاصل کرنے کا بہتر راستہ ہے ڈاکٹر صاحب کو شاید علم نہیں کہ مدینۃ منورہ کے باسی دہلی کے سٹوڈنٹ نہیں تھے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے یہاں تو قرآن پاک یا سنت نبویہ کے خلاف کوئی بات سنائی دیتی تو حضرت عمر جیسے نڈر خلیفہ کے سامنے عورت اور دیہاتی کھڑے ہو جاتے تھے اور بالآخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے کہ ایک عورت کو بھی (اس خاص مسئلہ میں) اتنا علم ہے کہ عمر کو اتنا علم نہیں۔ پھر شاید ڈاکٹر جی کی معلومات اتنی کمزور ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو مرتبہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے اس کو بھی نہیں جانتے کہ فاروق اعظمؓ عرض کریں اے اللہ کے رسول عبد اللہ ابن ابی منافق کا جنازہ نہ پڑھایئے اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شفقت اور کمال عنائت سے جنازہ پڑھا دیں تو آسمانوں سے حکم آجاتا ہے و لا تصل علی احد منھم مات ابدا۔ ''کہ ان منافقین میں سے کوئی مر جائے تو اُن کا جنازہ مت پڑھایئے۔ اگر فاروق اعظم عرض کریں بدر کے قیدیوں کو قتل کر دیا جائے اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کمال رحم دلی سے فدیہ لے کر چھوڑ دیں تو حکم آجاتا ہے کہ ما کان للنبی ان یکون لہ اسریٰ۔ کہ نبی کیلئے ان قیدیوں کا رہا کرنا مناسب نہ تھا الغرض علامہ سیوطی ۲۷ آیات کی نشاندہی فرماتے ہیں کہ زمین پر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تو اللہ رب العزت نے اسے قرآن بنا دیا اب جس ڈاکٹر صاحب کو یہ موٹی موٹی باتیں بھی معلوم نہ ہوں ان کی رائے فاروق اعظم جیسی عظیم المرتبت ذات کے بارے میں کیا خاک وزن رکھیں گی لہٰذا تحقیقی دستاویز والے حیاء کو ہاتھ ماریں ہر مودودی و ڈاکٹر کو جو کچھ لکھنے کے شوق میں قلم ہاتھ میں لے بیٹھے اسے اہلِ سنت کا نمائندہ بنا کر پیش نہ کریں۔ کسی بھی مسلک میں اس مسلک کے ماہرین علوم دینیہ کی بات معتبر ومقبول ہوتی ہے نہ کہ اِدھر اُدھر کے ڈاکٹر کی۔



افتراء

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بحالت روزہ جماع کیا۔ (کنز الایمان)

الجواب:

اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنی چاہئے کہ بندہ اللہ پاک کی نظر سے نہ گر جائے ورنہ دنیا کی کوئی چیز بھی دنیا وآخرت کے خسارے سے نہیں بچا سکتی جب بندہ کی مت ماری جائے اور خدا تعالیٰ کی نظر سے گر جائے تو پھر دھوکہ دہی فراڈ اور جھوٹ بولنا بہت ہی ہلکا سا کام لگتا ہے محترم قارئین اندازہ فرمایئے برسات کا موسم ہے بادل چھائے ہوئے ہیں، گھڑیوں کا رواج نہیں تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روزہ رکھا ہوا تھا بادل کی وجہ سے وقت کا اندازہ نہیں ہو سکا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس اندازے سے کہ سورج غروب ہو گیا ہے لہٰذا انہوں نے روزہ افطار کر لیا اور اپنی بشری ضرورت کو اپنی اہلیہ سے پورا کر لیا مگر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ بادل اسی وقت چھٹ گیا اور سورج کی موجودگی کا پتہ چل گیا کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حیدر کرار سے مسئلہ دریافت فرمایا کہ اب کیا کرنا چاہئے حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے حلال سے روزہ افطار فرما لیا ہے و یوم مکان یوم اب اِس ایک دن کے بدلے ایک دن کا روزہ رکھ لو۔ یہ تھا وہ واقعہ جو رافضی مہربان کے ہاں قابل اعتراض قرار پایا ہے حالانکہ اِس واقعہ میں ایک شرعی مسئلہ کا حل امت کو معلوم ہوا ہے کہ کوئی شخص بھول کر روزہ افطار کر بیٹھے خواہ وہ بیوی سے قربت کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو تو اس پر صرف قضاء ہے کفارہ نہیں، اِس واقعہ کا پیش آنا یا کتاب میں لکھا ہوا ہونا نہ گستاخی ہے نہ ہی توہین امیز جملہ، خود قرآن کریم میں روزہ کے وقت شروع ہونے کی جو آیت ہے اس میں موجود ہے۔ علم اللّٰہ انکم کنتم تختانون انفسکم۔ (البقرہ)

فالان باشروھن۔ الخ (بقرہ آیت نمبر ۱۸۷) کا مطالعہ کر کے حقیقت حال سے آگاہی حاصل کی جا سکتی ہے، مختصری اس سلسلے کی گزارش یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں روزہ کا آغاز رات سونے کے بعد سے ہو جاتا تھا بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے غلطی ہو گئی کہ سونے کے بعد اپنی گھر والی سے بشری ضرورت پوری کر لی۔ پریشان ہو کر بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو یہ آیت نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے نہ صرف صحابہ کو تسلی دی کہ کوئی بات نہیں تم سے غلطی ہو گئی ہے تو میں نے تمہیں معاف کر دیا بلکہ حد یہ کہ صحابہ سے غلطی ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس غلطی کو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت بنا دیا۔

(ملاحظہ فرمائیں معارف القرآن وغیرہ)

اللہ تعالیٰ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایسے گھریلو واقعات کو نقل فرما کر ''وابتغوا ماکتب اللہ'' کا حکم دیے اور اسے اچھائی قرار دے مگر ایک رافضی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اِس ارشاد کے برعکس اِس بشری ضرورت کی تکمیل کو اعتراض بنا کر پیش کرے جبکہ حیدر کرار بھی فرما رہے ہوں کہ حلال سے روزہ افطار کیا ہے لہٰذا کوئی حرج نہیں آپ اگلے دِن اس کی جگہ روزہ رکھ لینا۔ اب بھلا یہ کون سی ایسی بات ہے جس کو الزام بنایا جائے۔



افتراء

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک محفل میں شراب نوشی کی۔ (کتاب الآثار)

الجواب:

دھوکہ بازی سے جو باز نہ آئے اس کا کیا کیا جا سکتا ہے حالانکہ امام محمد نے نبیذ کا باب باندھا اور روایت میں نبیذ کے پینے کا ذکر کیا پھر فرمایا کہ هذا قول ابی حنیفة یعنی امام اعظم نبیذ کے استعمال کو جائز قرار دیتے ہیں عرب میں نبیذ کا استعمال بکثرت ہوتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نبیذ نوش فرمائی ہے نبیذ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ کھجوریں پانی میں ڈال کر رکھ دی جائیں حتیٰ کہ اُن کھجوروں کے مٹھاس سے وہ پانی میٹھا شربت بن جائے یہ نبیذ ہے اگر پانی میں کھجوریں ڈال کر بند کر کے زیادہ وقت کیلئے رکھا جائے تا آنکہ اس میں نشہ پیدا ہو جائے تو اب یہ شراب ہے جو حرام ہے امام محمد نے آگے کے ابواب میں وضاحت فرمائی ہے کہ جب وہی کھجوروں والا پانی نشہ آور ہو جائے اور گاڑھا ہو جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ اس نبیذ کے پینے کو رافضی نے شراب کا پینا بتا دیا شاباش ہے فریب کاری کے کامل ماہرین تحقیقی دستاویز والوں کو جنہوں نے دھوکہ بازی میں اپنے پچھلوں کو مات دے ڈالی ہے تو اگلوں کیلئے یہ میدان جیتنے کے واسطے مقابلہ سخت کر دیا ہے۔



افتراء

حضرت عمر بعد از اسلام بھی پیتے تھے۔ (استطرب)

الجواب:

شراب کی حرمت کا حکم بتدریج نازل ہوا اول صرف اس کی برائی بیان کی گئی پھر ارشاد فرمایا گیا کہ کچھ تھوڑا بہت نفع ہے اور نقصان اس کا زیادہ ہے پھر شراب پی کر نماز پڑھنے سے روکا گیا اس کے بعد شراب کے حرام ہونے کا فیصلہ سنایا گیا مذکورہ واقعہ حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے پھر جب حرمت کا حکم نازل ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا انتهینا انتهینا یعنی ہم باز آ گئے ہم باز آ گئے۔ تو جب تک حرمت شراب کا حکم ہی نازل نہ ہوا تھا اس وقت کے کسی واقعہ کو نقل کر کے یہ الزام دینا کہ وہ اسلام لانے کے بعد بھی پیتے تھے محض فریب کاری اور دجل ہے۔''

اربابِ دانش ملاحظہ فرمائیں۔ المستطرب کے صفحہ 340 پر جس واقعہ کا ذکر ہے وہ حرمت شراب کا حکم نازل ہونے

سے قبل کا ہے یہ ان دنوں کی بات ہے جب قرآن کریم نے نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے روکا تھا، جبکہ شراب کا پینا اس وقت تک حرام نہ ہوا تھا۔

اب جو چیز حرام ہی نہ ہوئی تھی اس کے استعمال پر الزام دینا کسی دیانت دار آدمی کے بس میں نہیں۔ البتہ قہر حشر کے خوف سے عاری لوگ کچھ بھی کہہ اور کر سکتے ہیں۔

بتانا چاہیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مکہ میں اسلام لا چکے تھے اور شراب کی حرمت کا حکم مدینہ منورہ میں نازل ہوا تھا۔ اسی کو کہتے ہیں دھوکہ بازی۔



افتراء

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے والد کی طرح بدکلام بدمزاج اور تشدد پسند تھے۔ (حرکاتی خطوط)

الجواب:

دہلی کے ڈاکٹر صاحب کو لگتا ہے یا تو مال زیادہ لگ گیا یا پھر خود مریض ہیں۔ مشہور مثل ہے **المرء یقیس علی نفسہ**۔ ہر شخص دوسروں کو اپنے جیسا خیال کرتا ہے ڈاکٹر صاحب کی کتاب کے یہی دو عکسی نسخے پڑھ کر بھی ایک عدالت پسند شخص فیصلہ کر سکتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی ذہنی حالت کیا ہے اور خود ان کی تحریر کس قدر بدمزہ اور نفرت کی بدبو سے متعفن ہے۔ کبھی کبھی تنخواہ حلال کرتے ہوئے بعض قلم کار اتنا زیادہ مسالہ ڈال بیٹھتے ہیں کہ لکھی ہوئی لکیریں بھی غلاظت کا ڈھیر معلوم ہونے لگتی ہیں ایسی قلم فروش تحریر سے خیر اسلاف امت پر تو کیا اثر پڑے گا جن کی توصیف کیلئے کتاب اللہ اور لسانِ نبوت سے علوم و عرفان کے موتی برستے رہتے تھے ان کی عظمت رفتہ کے لیے کیا یہ مشاہدہ کافی نہیں کہ مصر کے دریائے نیل کی روانیاں آج تک ان کے لکھے خط اور خط میں تحریر عبارت کی عظمت پر شہادت دے رہی ہیں جس جگہ سے اللہ تعالیٰ نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود اطہر کو تخلیق فرمانے کے واسطے خمیر لیا تھا سیدنا فاروق اعظم کا خمیر بھی وہیں سے لیا تھا البتہ قلم فروشوں کی ضمیر فروشی پر رہتی دنیا تک وہی کچھ زبانیں برساتی رہتی ہیں جس کے وہ مستحق ہوتے ہیں۔ موصوف ڈاکٹر صاحب کی یہ تحریر اہل سنت والجماعت کی ترجمان تو کیا ہوگی اہل سنت تو موصوف کے بارے میں اس خدشے میں مبتلا ہیں کہ اس کا انجام بارگاہ الٰہی میں کیا ہوگا اور کس حال میں وہ موت کی دہلیز پر آوارد ہوا ہوگا۔

موصوف ڈاکٹر کے کذب و افترا کے جھوٹا ہونے کے لئے بس اتنا کافی ہے۔

جو لکھا کہ انہیں صفات سے خائف ہو کر (خواتین) ان کی شادی کے پیغام رد کر دیتی تھیں۔

چند لفظوں کے بعد لکھا: ۲۶ سال کی (عمر) تھی وہ کئی شادیاں کر چکے تھے۔ (عکسی صفحہ) ان دونوں جملوں کو ملا کر دیکھ لیا جائے کہیں تقیہ شریفہ کا مردہ تو ان لفظوں سے برآمد نہیں ہو رہا؟ یہ امر دریافت طلب ہے کہ جاننے والی خواتین تو پیغام رد کر دیتی تھیں پھر یہ اتنی بیویاں اُن پر قربان ہونے کو کیسے تیار ہو گئیں؟ سیدہ، طیبہ، طاہرہ، فاطمہ، الزہرا سلام اللہ علیہا کی لخت جگر

ام کلثوم۔ ۵۰ سال سے متجاوز فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ عقد پر کیسے آمادہ ہوگئیں؟ امید ہے ڈاکٹر صاحب کے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوگا کربلا کے راوی کی طرح مجلس عزا پڑھنے والے موصوف ڈاکٹر صاحب کے بارے میں اندیشہ ہے کہ یہ بھی سبائی مذہب کے کارندہ ہوں لہٰذا ڈاکٹر صاحب جیسے دروغ گو شخص کی کتاب یا ان کی تحریر ہمارے ہاں قابل اعتبار نہیں۔



افتراء

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ماں کی فحش گالیاں دیں۔ (العقد الفرید)

الجواب:

ہم گذشتہ اوراق میں عرض کر چکے ہیں کہ العقد الفرید کے صاحب رافضی ہیں اور رافضیوں کے نصیبہ میں سوا تبرا بازی اور متعہ سازی کے رکھا ہی کیا ہے، سو وہ اپنے کام کیے جاتے ہیں۔

تحقیقی دستاویز والوں کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے عقیدے کی نجاست سنی نظریاتی عمارت پر ملنے کی جسارت میں زور لگاتے رہتے ہیں یوں تو محنت سب نے کی مگر جس فریب کاری اور شاطرانہ چالوں سے تحقیقی دستاویز والوں نے کرتب دکھائے ہیں اور کوئی نہیں دکھا سکتا۔



افتراء

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کتاب وسنت کا دشمن کہا۔ (اعلاء السنن)

الجواب:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گورنر بنا کر بھیجا اس وقت ان کے پاس مال نہیں تھا جب گورنری سے واپس آئے تو 10 ہزار درہم تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ مسلمانوں کے مال میں سے یہ 10 ہزار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رکھ لیے ہیں اس اندیشہ کی تحقیق وتفتیش کیلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا اے دشمن خدا اور اللہ کی کتاب کے دشمن کیا تو نے اللہ کا مال چرایا ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے براءت کا اظہار کیا اور مال حاصل ہونے کی تفصیل بیان فرمائی کہ میرے گھوڑوں کی نسل پھیلی جس سے مجھے یہ رقم حاصل ہوئی نیز دوست احباب کے عطیات سے بھی مجھے مال حاصل ہوا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مطمئن ہو گئے۔ کسی اپنے جماعتی فرد کی غلطی دیکھ کر اصلاح کیلئے ڈانٹنا اور اس کی اصلاح کرنا بھی کیا قابل اعتراض ہے؟ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی باپ بیٹے کو چوری کرنے پر ڈانٹے کہ اے دشمن خدا ورسول تو نے اللہ کا حکم توڑ کر چوری کی راہ اختیار کر لی ہے؟ اور رافضی کرم فرما یہ خبر نشر کر دے کہ باپ نے بیٹے کو دشمن خدا کہہ دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے اموال پر نگران تھے اور بظاہر ان کے پاس مال کی موجودگی نے یہ شک پیدا کر دیا تھا کہ یہ مسلمانوں کے اموال سے حاصل کیا گیا ہوگا ایسی صورت میں سختی کے یہ الفاظ عین حکمت کے مطابق ہیں تاکہ مسلمانوں کے

اجتماعی اموال پوری طرح سے محفوظ رہیں اور کوئی شخص خیانت کا بوجھ کندھوں پر اٹھا کر اخروی سزا کا مستحق نہ بن جائے یہ تو سوچ وفکر کا درست زاویہ ہے اس کے مقابلے میں یار لوگوں کا ارشاد ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دشمنی کی دلیل ہے۔ اور یہ کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اچھے اخلاق کے مالک نہ تھے۔ حالانکہ اس خیال باطل کا مذکورہ واقعہ میں شائبہ تک نہیں۔



افتراء

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو دشمن خدا کہا کہ تو نے ایک مسلمان کو قتل کیا ہے۔ (اسد الغابہ)

الجواب:

کسی سخت غلطی کو دیکھ کر تنبیہ کیلئے اس طرح کے سخت جملے کہنا کوئی الزام کی بات نہیں عام طور پر استاد شاگردوں کو بڑا بھائی چھوٹے بھائی کو اور ماں باپ اولاد کو اس طرح کے سخت جملے اصلاح احوال کیلئے کہتے رہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایسے حال میں سخت جملہ کہنا جبکہ شبہ پیدا ہو چکا ہے کہ مالک بن نویرہ مسلمان تھا جسے قتل کیا گیا۔ تو یہ کون سی الزام کی بات ہے البتہ بعد کے احوال سے یہ معلوم ہو گیا کہ مالک بن نویرہ وہی بدبخت انسان ہے جس نے وفات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے موقعہ پر گھر میں چراغاں کیا خوشی وکھیل کود اور وظیفہ شادی ادا کیا اور مسلمانوں پر طرح طرح کی آوازیں کستا تھا جس کی بنا پر خالد رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا تھا۔ جب ان احوال کا علم ہوا تو حضرت فاروق اعظم مطمئن ہو گئے مگر ابتداء میں یہ شبہ ضرور تھا کہ شاید وہ مسلمان ہو اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سخت الفاظ استعمال کیے ان الفاظ کے استعمال سے ان نفوس قدسیہ کا حق کے بارے میں سختی کرنا اہل ایمان کی جان کا تحفظ اور حدود اللہ کی حفاظت کیلئے ہر وقت مستعد رہنا معلوم ہوتا ہے نہ کہ باہمی عداوت جیسا کہ رافضی تاثر دینا چاہتا ہے۔



افتراء

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ڈرپوک اور بزدل تھے۔ (حیاۃ الصحابہ)

الجواب:

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قد بدت البغضاء من افواههم۔

”تحقیق بغض وعداوت ان کے منہ سے پھسل پڑی ہے“۔

مذکورہ ترجمہ پورے صفحہ کے کسی لفظ کا نہ ترجمہ ہے اور نہ ہی حاصل ترجمہ بلکہ یہ وہی بغض ہے جو آگ کی طرح رافضی کلیجہ کو کھائے اور جلائے جا رہا ہے ایک آدھ انگارہ باہر کو بھی پھسل پڑا۔ عربی خواں تو صفحہ کا مطالعہ کر کے جھوٹوں کے غلیظ پروپیگنڈہ سے واقف ہو ہی جائیں گے اردو خواں دوستوں کی خدمت میں عرض ہے کہ مذکورہ صفحہ میں اسلام کے عظیم فرزند

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے پر کفار کا ظلم وستم اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بے مثال ثابت قدمی اور استقامت کا نمونہ مذکور ہے خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن اسحاق نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جس وقت حضرت فاروق اعظم مسلمان ہوئے تو پوچھا کہ کون میرا اسلام لانا کفار تک پہنچائے گا (یعنی میرے اسلام لانے کی خبر کون کفار کو دے گا) تو بتایا گیا کہ جمیل بن معمر، آپ رضی اللہ عنہ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا تجھے پتہ نہیں کہ میں مسلمان ہو کر دین محمد ﷺ میں داخل ہو چکا ہوں تو جمیل اٹھا اور بیت اللہ کے دروازے پر آکر اعلان کرنے لگا اور بلند آواز سے کہنے لگا اے قریش کی جماعت ''جو کعبہ کے گرد اپنی مجلسیں جماتے بیٹھے ہو، سنو عمر صابی ہو گیا (پہلے مشرک مسلمانوں کو صابی کا طعنہ دیتے تھے اب وہابی کا) راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے سے کہتے جاتے تھے اس نے جھوٹ بولا میں تو مسلمان ہو گیا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں۔ (یہ سن کر) لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے آپ اُن سے لڑتے رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُن سے لڑتے رہے اور کافر حضرت عمر سے لڑتے اور حملہ کرتے رہے یہاں تک کہ سورج سر پر آ گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ لڑتے لڑتے تھک کر بیٹھ گئے اور کافر سر پر جمگھٹا کر کے کھڑے رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو تم سے ہو سکتا ہے کر لو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر ہم ۳ سو آدمی ہو گئے تو تم کو یہاں سے نکال باہر کریں گے یا تم ہمارے دین میں مداخلت نہ کرو گے۔ (یعنی ہم سے جنگ نہ کرو گے) اس اثنا میں ایک قریشی آدمی سرخ چادر اور رنگ دار قمیص پہنے آیا اس نے پوچھا تم یہاں کیوں جمع ہو تو لوگوں نے کہا کہ عمر تو بد مذہب ہو گیا تو اس شخص نے جواب دیا پھر کیا ہوا اُس نے اپنے لئے دین پسند کر لیا ہے تم کیا چاہتے ہو کہ قبیلہ بنو عدی اپنا ایک فرد (مارنے کے واسطہ) تمہیں دے دیں اسے چھوڑ دو اس پر لوگ اُن کو چھوڑ کر ادھر ادھر سمٹ کر چلے گئے جیسے کپڑا لپیٹا جاتا ہے ابن عمر فرماتے ہیں میں نے مدینہ ہجرت کر جانے کے بعد اپنے والد سے پوچھا وہ شخص کون تھا جس نے آپ کے پاس سے لوگوں کو منتشر کیا تھا جبکہ لوگ آپ کو قتل کرنے پر ٹوٹ پڑے تھے تو انہوں نے فرمایا اے بیٹے وہ عاص بن وائل السہمی تھا۔

غور فرمائیے! اس پوری عبارت میں ''حضرت عمر ڈرپوک اور بزدل تھے''۔ اس مفہوم کا کوئی جملہ یا لفظ موجود ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ صفحہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کمال شجاعت پر کس قدر صاف اور واضح دلالت کر رہا ہے کہ چوک میں کھڑے ہو کر ڈنکے کی چوٹ پر اپنے اسلام کا اعلان کیا اور پھر کفار کے ساتھ تن تنہا مقابلہ کیا کفار کا جم غفیر ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑا اور یہ جوان ان سب پر حاوی ہو گیا کیا اسی کو ڈرنا اور بزدلی کا مظاہرہ کرنا کہتے ہیں؟ محترم قارئین یہ ہے ان کرم فرماؤں کا انصاف اور دیانت داری۔

خدا ہی جانتا ہے کہ اس طرح کی فریب کاری سے وہ اپنے نفس کو آخر کیسے مطمئن کرتے ہوں گے ایک مردہ ضمیر شخص بھی کم از کم دین کے بارے میں خلاف واقعہ رائے قائم کرتے ہوئے کچھ نہ کچھ تو سوچتا بھی ہوگا مگر یہاں تو معاملہ ہی عجیب ہے ایک چوری اور اس پر سینہ زوری! اللہ تعالیٰ اگر ہدایت کے دروازے بند ہی کر دے تو پھر کیا کیا جا سکتا ہے؟

❀❀❀❀

افتراء

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منی کے قطرات تسبیح کرتے تھے۔ (ازالۃ الخفاء)

الجواب:

❶ جس قوم کو دھوکہ دینے اور فریب کاری کا بازار گرم رکھنے کی عادت ہو اُس سے کیا بعید کہ وہ دن کو رات اور رات کے ستاروں کو دو پہر کا سورج قرار دے ڈالیں۔ محترم قارئین کرام! اس مقام پر بھی غور فرمائیں۔ اس پورے صفحہ میں ''منی کے قطرات تسبیح پڑھتے ہیں'' یہ الفاظ کہیں بھی مذکور نہیں! یہ یارلوگوں کی فریب کاری اور عامۃ الناس کے مذہبی جذبات سے کھیلنے کی بدترین کوشش ہے دوسروں کو بھی اپنی طرح کا مذہب بنانے کی بھرپور کوشش میں مصروف یہ ٹولہ آخرت کے عذاب الیم سے پوری طرح بے خوف ہو چکا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے روایت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں جماع کرنا پسند نہیں کرتا اِس لئے کہ جماع کرنے سے میرے جسم سے وہ قطرات نہ نکل جائیں جو تسبیح بیان کرتے ہیں۔ (عکسی صفحہ)

محترم حضرات انسانی جسم میں جو کچھ ہے جسم سے الگ ہونے کے بعد ان کا حکم اور ہے اور جسم میں موجود رہنے کی صورت میں حکم اور ہے انسان کے جسم میں وہ سب کچھ ہے جو جسم سے خارج ہونے کے بعد پاک نہیں ہوتا۔ مگر وہی کچھ خارج ہونے سے قبل جسم میں موجود ہے اور جسم میں اس کی موجودگی کے باوجود نماز وغیرہ عبادات بالکل درست ہیں مگر جسم سے الگ ہوتے ہی ان کا حکم اور ہو جاتا ہے اب اگر کپڑے کے مختصر حصے پر وہی کچھ لگ گیا جو قبل ازیں جسم کے اندر تھا تو وہ کپڑا ناپاک ہو گیا پاک کیے بغیر اس کے ساتھ نماز پڑھنا جائز نہ ہوگا بالکل اسی طرح وہ خاص حالت ہے جس کا ذکر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ جسم سے الگ ہونے سے پہلے انسان کی طاقت اور قوت ہے جو ذریعہ ہے طویل قیام لمبے سجدے اور ذکر وعبادت میں محنت کرنے کا اگر وہی انسانی طاقت کسی دوسرے محل پر صرف ہو گئی تو کمزور اعضاء لاغر جسم عبادت کی کثرت ختم کر دے گا جیسا کہ مشاہدہ ہے اب اِس درست مفہوم کو چھوڑ کر عبارت کی وہ تعبیر اختیار کرنا جو جسم سے الگ ہونے کے بعد کسی چیز کی ہوتی ہے محض دھوکہ اور پرلے درجہ کی ظالمانہ حرکت نہیں تو اور کیا ہے؟

❷ یہ تعبیر اختیار کرنے میں چونکہ لوگوں کو دھوکہ دینا آسان اور گمراہی کا درکھولنے میں سہولت حاصل ہوتی ہے اس لئے یہ دجل کیا گیا ورنہ ہر ذی عقل جانتا ہے کہ بالیوں میں اگنے والے دانے، گندم اور چکی میں پسنے کے بعد آٹا گوندھ کر پکانے کے بعد روٹی کھانے کے بعد غذا اور تحلیل ہو کر ہضم ہونے کے بعد بول و براز ہے ایک حالت سے دوسری حالت میں داخل ہوتے ہی ایک ہی چیز کا نام بدلتا رہتا ہے ہر شخص جانتا ہے کہ روٹی کھانے کے بعد پیٹ میں چلی جائے تو وہ کیا بنتا ہے اب آخری مرحلہ کا نام تھوڑا سا مقدم کر دیا جائے تو ارباب عقل جانتے ہیں کہ اس کا کتنا نقصان ہوگا مثلاً کوئی روٹی کھانے والے کو کہے کہ تو وہ کھا رہا ہے جو پیٹ میں جانے کے کچھ دیر بعد بن جائے گا تو آپ ہی فرمائیے کہنے والے کے ساتھ سننے والا کیا کرے گا! اگرچہ بعد میں روٹی نے وہی کچھ بن جانا ہے مگر اس

حالت تک جانے سے قبل اس کا وہ نام لینا بالکل درست نہیں اسی طرح جسم سے پانی کے خروج سے قبل وہ نام نہیں ہے جو رافضی کی تبرائی مشین سے فائز ہوا ہے۔

۳. یہ تو حضرت عمرؓ کے اس ارشاد کی وضاحت تھی جو ہم عرض کر چکے کہ حضرت عمرؓ کا مطلوب اس قوت کا بحال رکھنا ہے جو عبادت ومجاہدہ کا ذریعہ ثابت ہو نیز یہ بھی کہ ارشاد ربانی ہے کہ

''ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتی ہے مگر تم اس کی تسبیح کو سن نہیں سکتے۔'' (النساء)

اور ظاہر ہے کہ انسانی جسم بھی شے میں داخل ہے لہٰذا اس وضاحت کو جان لینے کے بعد اعتراض نہیں رہتا مگر ذرا تقیہ کی کالی چادر ہٹا کر عجالہ حسنہ رسالہ متعہ کا بھی مطالعہ کر لینا چاہیے یہ رسالہ ملا باقر مجلسی کی کتاب کا حصہ ہے جو اردو ترجمہ کی صورت میں الگ چھپا ہوا بازاروں میں دستیاب ہے جس میں گوہر فشانی کی گئی ہے کہ مومن مرد، عورت متعہ کے بعد جب غسل کرتے ہیں تو غسل کے ہر قطرہ پانی سے ایک فرشتہ پیدا کیا جاتا ہے جو ان کے لیے قیامت تک تسبیح بیان کرتا رہے گا۔ (معاذ اللہ) (عجالہ حسنہ)



افتراء

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نماز پڑھانا خدا اور مسلمانوں کو ناپسند تھا۔ (ریاض النضرہ)

الجواب:

۱. حسد کا بھلا کیا علاج سوا اس کے کہ وہ آگ میں چھلانگ لگا دے تا کہ ایک ہی دن جل مرے کیوں روز روز حسد کی آگ میں جلنے سے ایک دن ہی جل جانا بہتر ہے، ذرا غور فرمایئے رحمت عالم ﷺ کو اللہ کی طرف سے حکم ہے کہ ابوبکر صدیق کو اپنا مصلی اور گویا پورا دین سپرد کرو تا کہ آپ کی زندگی میں نیابت کا فیصلہ ہو جائے مگر رقیق القلب ابوبکر مصلی محبوب ﷺ پر کھڑے ہونے سے ڈر رہے ہیں کہ برداشت نہ ہو سکے گا لہٰذا عمر کو آگے کر دیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے مالک کا حکم ہے کہ امانت امانت والے کو ہی دے دوں لہٰذا عمر بے شک بڑے مرتبہ کا آدمی ہے مگر میرے بعد میرے مصلّی پر سوا ابوبکر کے کوئی امام بن کر نہ کھڑا ہو کہ یہی خدائی فیصلہ ہے۔ یہاں الفاظ ہیں یابی اللہ ذالك و المسلمون" ابی یابٰی کا معنیٰ ناپسند کرنا تحریف اور دجل کے سوا کچھ نہیں۔ دنیا بھر سے عربی کا واقف کار کوئی مائی کا لال ایسا نہیں پیدا ہوا جو یہ معنیٰ کرے جو یار لوگوں نے تراشا ہے حدیث کا معنیٰ بدلنا اور عوام کو فریب دینا ہی تو رافضی مذہب کی اساس ہے۔

۲. حضرات قارئین کرام ایک ہوتا ہے انکار کرنا اور ایک ہوتا ہے ناپسند کرنا۔ انکار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً ایک حافظ اور ایک شیخ الحدیث ایک ہی مسجد میں موجود ہیں تو اب حافظ صاحب نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھیں گے تو لوگ انکار کریں گے کہ شیخ الحدیث جو بزرگ اور عالم ہیں ان کو نماز پڑھانے دیں حالانکہ اس سے پہلے وہی مسجد کے

لوگ اس حافظ صاحب کی اقتدا میں نماز پڑھتے رہے تھے مگر اب چونکہ اُن سے بڑے مرتبہ کے بزرگ موجود ہیں اس لئے لوگ ان کی اقتدا میں نماز پڑھنے کے خواہش مند ہوں گے جبکہ ناپسند کرنا یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص امام ہے اور وہ ٹی وی بھی دیکھتا ہے یا کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے یا بد اخلاق ہے تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو لوگ ناپسند کرتے ہیں کہ کبھی بھی یہ شخص نماز نہ پڑھائے یہاں الفاظ یابیٰ کے استعمال ہوئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ فاروق اعظم اگرچہ عظیم المرتبت شخص ہیں مگر ان سے بڑے مرتبہ کے بزرگ موجود ہیں لوگ بھی ان کی اقتدا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی انہیں کو مقتدا بنانا چاہتے ہیں انکار کا مطلب یہ ہے نا کہ وہ جو روافض نے اختیار کیا۔ اب ارباب انصاف خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ اِس لفظ سے کون سا پہلو لائق الزام ہے۔



افتراء

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کے بعد پانی سے استنجاء نہیں کرتے تھے۔ (ازالۃ الخفاء)

الجواب:

طہارت حاصل کرنے کے دین میں ۳ طریقے ہیں: (۱) صرف پانی سے پاکی حاصل کی جائے (۲) صرف ڈھیلے سے پاکی حاصل کی جائے (۳) پہلے ڈھیلے پھر پانی سے پاکی حاصل کی جائے۔ سب سے بہترین طریقہ پاکی حاصل کرنے کا یہ ہے کہ اول ڈھیلا پھر پانی سے پاکیزگی حاصل کی جائے۔ مگر اِن میں سے جو طریقہ بھی اختیار کیا جائے طہارت اور پاکیزگی حاصل ہو جائے گی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈھیلا استعمال فرمایا جس سے طہارت حاصل ہوگئی فرمایئے اس میں کون سی بات قابل اعتراض ہے مگر غالباً یار لوگوں کی یہ خواہش ہوگی کہ ہماری طرح تھوک سے استنجاء کرنے کا حکم جاری کرتے۔ جیسے کہ شیعہ کرم فرماؤں کا ارشاد ہے مگر اس کی تفصیل و جزئیات کو وہ مہربان ہی سمجھیں تو سمجھیں اربابِ دانش کی سمجھ میں تو نہیں آسکتا کہ آخر تھوک سے یہ عمل کیسے تکمیل پذیر ہوگا۔



افتراء

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنگ احد میں پہاڑی بکری کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے۔ (درمنثور)

الجواب:

① یار لوگوں کا دجل اور اندر کی غلاظت کے سوا اس عنوان میں کچھ نہیں رکھا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ احد میں استقامت کے ساتھ جمے رہے محقق العصر حضرت مولانا محمد نافع صاحب فرماتے ہیں علماء مفسرین و محدثین نے اس مقام میں تشریح کی ہے کہ اس موقع پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تقریباً چودہ آدمی ثابت قدم رہے تھے جن میں سات عدد مہاجرین اور سات عدد انصار میں سے تھے اور مہاجرین میں سے جو حضرات ثابت قدم رہے ان کے

اَسماء ذکر کیے ہیں وہ حضرات جناب ابوبکر، عمر، علی، طلحہ عبید اللہ، عبد الرحمن بن عوف، الزبیر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم تھے، پھر تفسیر خازن اور فتح الباری سے حوالہ نقل فرما کر وضاحت فرمائی کہ شیخین حضرات مع دیگر اکابر ے آپ جناب کی رفاقت میں ثابت قدم رہنے والوں میں شامل رہے۔ (فوائد نافع حصہ تحت باب محاذ جنگ سے فرار کا جواب، صفحہ ۱۰۸)

- صاحب سیرۃ ابن ہشام فرماتے ہیں کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور مہاجرین کی ایک جماعت نے کفار کے دستہ سے جنگ کی یہاں تک کہ اُن کو پہاڑ سے اتار دیا۔

(سیرت ابن ہشام، جلد ۳ صفحہ ۹۱)

- سیرۃ المصطفیٰ جلد ۱ صفحہ ۵۵۷ پر بھی مذکور ہے کہ حضرت عمر سمیت سات مہاجرین استقامت کے ساتھ میدان احد میں کفار کے مقابلے پر جمے رہے، اب ذرا درمنثور کی روایت ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت عمرؓ نے جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرمایا اور ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان (آل عمران) تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میں احد والے دن تیزی کے ساتھ احد پہاڑ پر چڑھ گیا تھا۔ (عکسی صفحہ)

محترم حضرات یہی وہ الفاظ ہیں جس کو یار لوگوں نے طوفان بنا کر پیش کیا ہے اگر دشمن سے لڑنے کے لیے محفوظ جگہ اور لڑائی کے مناسب مقام پر چڑھنا بھاگ کھڑا ہونا ہے تو اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھ لینا چاہیے کہ اپنے پلے میں کوئی رتی ایمان کی بچتی بھی ہے یا نہیں کیونکہ احد کی اسی لڑائی میں خود رحمت عالمؐ پہاڑ پر چڑھ گئے تھے اور دوبارہ مسلمانوں کا اکٹھا ہونا اور کفار سے ٹکرانا بھی اسی احد کے میدان میں واقع ہوا تھا!

- علامہ ندویؒ نے اپنی تاریخ اسلام میں احد کے احوال نقل کیے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ جب آپ ﷺ کی شہادت کی خبر پھیل گئی تو ابوسفیان نے پہاڑ پر چڑھ کر اس کی تصدیق کے لیے آواز لگائی کہ محمد یہاں ہیں؟ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو جواب دینے سے منع فرما دیا۔ جب ابوسفیان کو کوئی جواب نہ ملا تو اس نے پھر کہا کیا تم میں ابوبکر و عمر ہیں؟ مگر جواب نہ ملا تو وہ کہنے لگا سب مارے گئے اسلام کا خاتمہ ہوگیا۔ اس پر حضرت عمرؓ آپ ﷺ کی اجازت سے بولے کہ اے دشمنِ خدا ہم تینوں زندہ ہیں! یہ سن کر اس نے ھبل کا نعرہ لگایا اور مسلمانوں نے اللہ اعلیٰ و اجل کا نعرہ بلند کیا۔ الخ۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب مشرکین مکہ اپنے کو فاتح قرار دے رہے تھے۔ اس وقت ابوسفیان کو حضرت عمرؓ ہی جواب دے رہے تھے اگر حضرت عمرؓ بھاگ گئے تھے تو پھر یہاں جواب کون دے رہا تھا؟



افتراء

حضرت عمر زمانہ جاہلیت میں ظالم اور بعد از اسلام ذلیل تھے۔ (ازالۃ الخفاء)

الجواب:

◆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب منکرین زکوٰۃ سے نرمی کرنے کا مشورہ دیا کہ حالات کی نزاکت کے پیش نظر منکرین زکوٰۃ کو کچھ رعایت دے دی جائے اِس موقعہ پر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں تو آپ بڑے سخت گیر اور جابر تھے اور اب اسلام لانے کے بعد نرم پڑ گئے ہو۔ اِس عبارت میں جابر کا معنیٰ یار لوگوں نے ظالم کر لیا ہے۔ یہی کچھ ہمارے کرم فرماؤں کے دامن میں ہے کہ یا تو عبارت کا مطلب خراب کر کے دھوکہ دیں گے اور یا پھر اپنی کتابوں کا گند دوسروں پر انڈیل دیں گے ملاحظہ فرمائیں جبّار کا لغت میں معنیٰ ہے۔ زبردست، عظیم، مغرور، کھجور کا لمبا درخت جس کو ہاتھ نہ چھو سکے، متکبر۔ (القاموس الوحید صفحہ ۲۳۰)

جبار کا معنیٰ ''ظالم'' کہیں بھی نہیں ہے، پھر الجبار اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک بھی ہے اگر رافضی لوگوں کا کیا ہوا یہ ترجمہ مان لیا جائے تو خود ہی غور فرمایئے کہ پھر بات کہاں سے کہاں جا پہنچے گی۔ اے ارباب انصاف! ملاحظہ فرمایئے سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے کیا کیا حربے آزمائے جا رہے ہیں نہ خدا کا خوف نہ آخرت کا ڈر بس دھوکہ اور فراڈ کا ہی ایک راہ ہے منہ اٹھا کر اسی پر چلے جا رہے ہیں اور کسی ناصح کی درد بھری صدا پر لبیک کہنا تو کجا الٹا ناصح کو ہی ظالم و خائن اور پتہ نہیں کیا سے کیا کہے جاتے ہیں۔

◆ اسی طرح خوار کا معنیٰ کمزور، نرم ہے، نہ کہ ذلیل۔ اربابِ لغت نے کہیں بھی خوار کا معنیٰ ذلیل نہیں لکھا جیسے جبار کا معنیٰ ظالم نہیں لکھا۔ اب دیکھیے اس موقعہ پر عبارت کا بے غبار مطلب تو یہ بنتا ہے کہ اے حضرت عمر زمانہ جاہلیت میں آپ بڑے زبردست تھے اور اسلام لانے کے بعد کمزور پڑ گئے ہو۔''

مگر فکرِ آخرت سے بے بہرہ اور عاری کرم فرماؤں نے عبارت کا حلیہ ہی بگاڑ کر رکھ دیا۔



افتراء

جنگ خیبر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھی فرار ہو گئے تھے۔ (ازالۃ الخفاء)

الجواب:

اور کچھ نہ بن سکا تو اب لفظوں کا غلط ترجمہ کر کے دھوکہ دینا شروع کر دیا اِس جگہ بھی انہزم کا ترجمہ فرار ہونا کیا حالانکہ انہزم کا ترجمہ فرار ہونا بالکل نہیں ہے بلکہ یہ لفظ الھزیمت سے ہے جس کا معنیٰ ہے، شکست، بہت پانی والا کنواں، دبلا جانور، گھوڑے وغیرہ کے دوڑنے سے نکلنے والا پسینہ، الہازم شکست دہندہ۔ (القاموس الوحید صفحہ ۱۷۶۴)

غور فرمایئے یہاں پر معنیٰ فرار کا ہے ہی نہیں لیکن یار لوگوں نے اسے کیا سے کیا بنا دیا، خیبر کسی محدود چھوٹی سی جگہ کا نام نہیں جیسا کہ تاثر دیا جاتا ہے بلکہ 10 قلعون پر مشتمل خیبر کے 9 قلعے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے فتح فرمائے جبکہ 10 ویں قلعہ قموص کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فتح نہ کر سکے بلکہ فقاتل قتالاً شدیداً۔ یعنی سخت جنگ کی اور خوب لڑائی لڑی مگر فتح

5B

حاصل نہ ہوئی اور قلعہ کا دروازہ کھلے بغیر لشکر اسلام واپس لوٹا اِس پورے عکسی صفحہ میں نہ تو فرار ہونا کسی لفظ کا ترجمہ ہے اور نہ ہی حاصل ترجمہ بلکہ سراسر دھوکہ پر مبنی رافضی عیاروں کا ظالمانہ حملہ ہے جو انہوں نے صحابہ کرام کے سرخیل سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر کیا اور ازالۃ الخفاء کو آڑ بنایا ورنہ مذکورہ صفحہ پر ہم عرض کر چکے ہیں کہ فرار ہونے کا کوئی لفظ موجود نہیں۔ ایسے ہی قسم کے فراڈ ہیں جو رافضی لوگ سادہ لوح حضرات پر آزماتے اور انہیں گمراہ کر ڈالتے ہیں۔



افتراء

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم کی نبوت میں شک کیا۔ (معالم التنزیل، درمنثور، تاریخ الخمیس)

الجواب:

1. صلح حدیبیہ کے موقع پر جو صبر آزما احوال پیش آئے اور جس طرح مسلمان ہو کر آنے والے ابو جندل اور ابو بصیر کی حالت زار کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سینے پر پتھر رکھ کر برداشت کیا یہ اُن کا ہی جگرا تھا اس موقع پر دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شدید پریشانی اور اضطراب میں مبتلا تھے صلح حدیبیہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اضطراب اور یہاں کے پیش آنے والے احوال کو دیگر محدثین کی طرح امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل فرمایا ہے۔
2. مذکورہ تینوں کتابوں میں جس جملہ کو نشانہ بنا کر تحقیقی دستاویز والوں نے الزام دھرا ہے وہ ہے۔ و اللہ ما شککت منذ اَسلمت الا یومئذٍ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم مجھے اسلام لانے کے بعد آج سے پہلے کبھی شک نہیں ہوا مگر آج کے دِن۔ مگر یہ الفاظ کسی صحیح روایت میں موجود نہیں بخاری و مسلم میں اِن الفاظ کا کسی روایت کے اندر ذکر نہیں پایا جاتا۔
3. ان الفاظ کا بنیادی ماخذ ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ہے جس نے سورۃ فتح کی تفسیر میں یہ روایت باسند ذکر کی ہے، جس میں ایک راوی ابن شہاب الزہری ہے اور راوی جب روایت ذکر کرتا ہے تو قال الزھری کا جملہ متعدد بار دہرایا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ الفاظ (واللّٰہ ما شککت الخ) زہری کی طرف سے درج شدہ ہیں یعنی یہ الفاظ اصل روایت میں بالکل نہیں بلکہ زہری نے یہ الفاظ اپنی طرف سے اضافی داخل کر دیے ہیں اور یہ ادراج کا کارنامہ زہری کا کوئی پہلا واقعہ نہیں بلکہ مطالبہ فدک والی روایت میں، قال الزھری فھجرتہ فاطمۃ فلم تکلمہ حتی ماتت کا ادراج بھی ان سے واقع ہو چکا ہے جس کی تفصیل محقق العصر حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ نے [illegible] صدیقی بحث فدک میں صفحہ ۱۲۵ تا ۱۲۷ پر ذکر فرمائی ہے۔ لہٰذا اس فدک والے ادراج کی طرح یہاں بھی زہری نے [illegible] الفاظ اضافہ کر دیے ہیں اصل روایت میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں بعد کے مفسرین نے جو یہ الفاظ نقل کیے ہیں یہ اسی ابن جریر الطبری سے حاصل کیے ہوئے ہیں۔
4. حافظ علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں کافی ساری روایات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔ عبد الرزاق نے معمر سے اور

معمر نے الزہری سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے اور اِس روایت میں بہت ساری چیزیں دوسروں سے مختلف ذکر کی ہیں۔ اور یہ بہت ہی زیادہ غریب ہیں اور معروف روایات کے خلاف ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر صفحہ ۱۹۷ جلد ۴ پارہ ۲۶ سورۃ فتح)

''اِس وضاحت سے معلوم ہوا کہ یہ الفاظ کسی قابل اعتماد روایت کے نہیں ہیں''۔

◆ باقی رہا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حدیبیہ کے موقعہ پر اضطراب اور پریشانی جس کا اظہار انہوں نے مختلف الفاظ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے سامنے کیا تو یہ ان کے کمال ایمان کی دلیل ہے''۔ کہ اہل اسلام اور کفار مکہ کے درمیان مصالحت و معاہدہ ایسی شرائط پر ہوا تھا جس میں بظاہر اہل اسلام مغلوب اور کفار غالب تھے یہ شرائط ان کے حق میں بظاہر بہت مفید تھیں ایسی مغلوبانہ شرائط کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملی غیرت اور دینی حمیت کی بنا پر پریشانی لاحق ہوئی جو ایک فطری عمل تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسلام یا نبوت و رسالت میں ہرگز کوئی شک نہیں ہوا تھا جس کو وضاحت سے شارحین حدیث نے بیان فرمایا ہے، ملاحظہ ہو۔

(فتح الباری شرح بخاری صفحہ ۲۶۵ باب الشروط فی الجہاد والمصالحت مع اہل الحرب)

◆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اضطراب اور دُکھ ضرور تھا مگر آپ ﷺ کی نبوت میں شک ہرگز نہیں تھا حضرت مولانا محمد نافع صاحب فوائد نافع میں فرماتے ہیں، اضطراب کی حالت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لائے اور اپنی پریشانی کا اظہار فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابی اشھد انه رسول اللّٰه یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی جواب میں یہ الفاظ دہرائے انی اشھد انه رسول اللّٰه۔ (فوائد نافع حصہ اول صفحہ ۲۰۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کی گواہی دینا اور اقرار کرنا باوجود اپنی حد درجہ کی اس پریشانی کے''۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پریشان ضرور تھے کہ ملت اسلامیہ کی عزت و وقار کا خیال پیش نظر تھا مگر اس کا وہ مطلب نہیں جو ابن شہاب زہری نے پھیلا دیا بلکہ یہ قومی وقار کی بنا پر پریشان تھے کہ ہم یوں دب کر صلح کر رہے ہیں جبکہ حقیقی صورت حال کا علم رسول اللہ ﷺ کو تھا کہ بظاہر اگرچہ اس صلح میں اُن کفار مکہ کا فائدہ ہے مگر اس صلح کی تہہ میں مسلمانوں کی فتح کا راز پنہاں ہے۔ نیز اگر شک کا لفظ صحیح بھی ہو تو یہ وسوسہ کے درجہ میں ہوگا کہ وسوسہ آیا مگر فوراً رفع ہو گیا اور وسوسہ پہ پکڑ ہی نہیں۔



افتراء

حضرت عمر حضرت ابوقتادہ انصاری اور دیگر صحابہ جنگ حنین میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ (بخاری)

الجواب

بخاری شریف کے مذکورہ عکسی صفحہ سے جو غزوۂ حنین کا نقشہ رافضی دماغ کی سکرین پیش کر رہی ہے وہ خالص دھوکہ اور

روایتی فراڈ بازی ہے۔ صورت حال کچھ یوں ہے کہ ابو قتادہ انصاری نے ایک کافر کو قتل کیا لڑائی کے بعد ابھی قتل کر کے فارغ ہی ہوئے کہ مسلمانوں کو پسپائی ہو گئی اِس صورت حال سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پریشان تھے ابو قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ مسلمانوں پر کیا حالت گزر گئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کا فیصلہ ایسے ہی تھا فرماتے ہیں کہ ہم اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور فرمایا جس مسلمان نے جس کافر کو قتل کیا اس کا سامان قاتل کو ملے گا ابو قتادہ فرماتے ہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گواہی سے میرے ہاتھوں مقتول کافر کا سامان وغیرہ مجھے مل گیا جس کو فروخت کر کے میں نے باغ خریدا۔ (از بخاری عکسی صفحہ)

اس صفحہ پر نہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرار ہونا معلوم ہوتا ہے اور نہ ہی ابو قتادہ کا بلکہ اِن حضرات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہونا معلوم ہوتا ہے۔ مگر ناس ہو حسد کا جو حق بات کو قبول کرنے کی بجائے اُلٹے راستے سوجھاتا ہے''۔ ملاحظہ فرمائیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابو قتادہ اظہار افسوس فرما رہے ہیں اور ''ثم تراجع الناس'' کہ پھر پسپا ہونے والے حضرات لوٹ آتے ہیں یہ لفظ صاف صاف رافضی جھوٹ کے منہ پر طمانچہ رسید کر رہا ہے کہ یہ دونوں حضرات تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی موجود تھے البتہ کچھ لوگ پسپا ہو گئے تھے جو دوبارہ لوٹ آئے۔

- ۲ یہاں بھی روایتی دجل سے کام چلاتے ہوئے رافضی فریب کاروں کے نمبردار نے انہزام کا معنیٰ انفرار سے کیا ہے۔ حالانکہ ہزم کا معنیٰ فرّ یفر ہرگز نہیں بلکہ اِن دونوں معنوں میں بڑا فرق ہے ہم قاموس الوحید کے حوالے سے الھزیمۃ کا معنیٰ بوضاحت لکھ چکے ہیں کہ اس کا معنیٰ فرار ہونا یا بھاگ جانا نہیں جیسا کہ رافضی مکاروں نے عامۃ الناس کو ورغلایا ہے بلکہ مطلب یہ ہے جو ہم عرض کر چکے ہیں کہ بعض حضرات کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا ہے پھر پسپائی کے بعد دوبارہ صحابہ کرام جمع ہوئے اور اُن کفار پر حملہ کر کے ان کی اصل ان کو یاد دلا ڈالی۔



افتراء

- ۱ حضرت عثمان میدان جنگ سے بھاگے تین دن کے بعد واپس آئے۔ (تاریخ طبری)
- ۲ حضرت عمر و عثمان دونوں میدان جنگ سے بھاگ گئے۔ (تفسیر کبیر)

الجواب:

مذکورہ دونوں کتابوں کی روایات محض تاریخی اقوال ہیں نہ یہ حدیث ہیں اور نہ ہی قرآن پاک کی کسی آیت کا ترجمہ اور یہ بات دنیا کے ہر مکتب فکر میں مسلم ہے کہ روایت کو قبول کرنے یا رد کرنے کا ہر مکتب فکر کے نزدیک کوئی نہ کوئی معیار ضرور ہوتا ہے ورنہ تو کوئی مکتب فکر اپنا وجود بھی برقرار نہ رکھ سکے گا چنانچہ کسی بھی روایت کو قبول کرنے کا معیار ہمارے ہاں یہ ہے کہ اگر وہ روایت کتاب اللہ یا سنت مشہورہ کے موافق ہے تو مقبول ہوگی ورنہ اس روایت کی تاویل و تطبیق یا موافقت کی کوئی صورت نکالی جائے گی اگر تطبیق و تاویل اور موافقت کی کوئی صورت نہ نکل سکے تو ایسی روایت مردود نا قابلِ تسلیم اور واجب

الرد ہوگی چنانچہ ہمارا یہ مسئلہ اصول حدیث پاک سے ثابت ہے۔

عن ابی هریره رضی الله عنه عن النبی صلی الله وسلم انه قال سیأتیکم عنی احادیثاً مختلفة فما جا کم موافقاء لکتاب الله و سنتی فهو منی و ما جاء کم مخالفاً لکتاب الله و سنتی فلیس منی ۔ (الکفایہ فی علم الروایہ صفحہ ۴۳۰ للخطیب بغدادی)

حاصل روایت یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا عنقریب تمہارے پاس میری طرف منسوب شدہ مختلف قسم کی روایات پہنچیں گی پس جو (روایت) کتاب اللہ اور میری سنت (مشہورہ) کے مطابق ہوتو وہ (میری ہی) احادیث ہوں گی اور جو کتاب اللہ اور میری سنت (مشہورہ) کے خلاف ہوں تو وہ میری احادیث نہ ہوں گی۔

◆ درس نظامی کے نصاب تعلیم میں شامل اصول فقہ کی مشہور و معروف کتاب توضیح تلویح کی بحث سنہ فصل فی الانقطاع میں حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: (اختصار کے پیش نظر صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے) کہ اس حدیث (تکثیر الاحادیث لکم بعدی" کہ میرے بعد کثیر تعداد میں احادیث تمہارے سامنے لائی جائیں گی) نے بتا دیا کہ جس روایت میں کتاب اللہ کے خلاف مضمون وارد ہے وہ فرمانِ نبوی نہیں بلکہ خود ساختہ اور مصنوعی چیز ہے (توضیح تلویح بحث السنہ) اصول فقہ کی درسی وغیر درسی کتابوں میں روایت کے معیار رد و قبول کو بیان کرتے ہوئے یہ وضاحت کی جاتی ہے کہ اگر وہ روایت کتاب اللہ کے خلاف ہوتو مردود ہے۔

مذکورہ روایت کی پوزیشن:

◆ حضرت عثمان ؓ کے بارے میں مذکورہ تاریخی روایت محض "قال ابو جعفر ہے" نہ یہ کسی صحابی کا ارشاد ہے اور نہ ہی فرمانِ رسول ہے:

◆ تفسیر کبیر کے عکسی صفحہ کی پہلی سطر میں محمد ابن اسحاق کا قول موجود ہے جس میں انہوں نے صحابہ کرام ؓ کو احد کی جنگ میں تین حصوں میں تقسیم کیا (الف) میدان جنگ میں شہید یا زخمی ہوئے (ب) میدان جنگ میں ثابت قدم رہے (ج) پسپائی اختیار کی۔

اِن تینوں اقسام کیلئے ابن اسحاق کا لفظ ثلثہم ہے یعنی ایک ثلث تیسرا حصہ۔ ملاحظہ فرمائیں ثابت قدم رہنے والے ثلث میں تمام اکابر صحابہ ہیں تو لامحالہ حضرت عثمان ؓ بھی ضرور ہوں گے کہ ان کا شمار اجل صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔

◆ بالفرض اِس "قال ابو جعفر" کو مان لیں تو بھی یہ روایت کسی کام کی نہیں کہ جس سے حضرتِ عثمان وغیرہم صحابہ کرام ؓ پر طعن کیا جائے کہ یہ روایت سراسر قرآن مجید کے خلاف ہے ملاحظہ ہو۔ قرآن پاک نے جہاں اس واقعہ احد کو بیان فرمایا وہاں اس قسم کی گھسی پٹی روایات کا ناس کرتے ہوئے اور روندتے ہوئے یہ اعلان فرما دیا:

و لقد عفاء الله عنهم اِن الله غفور حلیم۔ (ال عمران آیت نمبر ۵۵)

اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا اور بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بردبار ہے اس ارشاد ربانی کے بعد مذکورہ روایت کی حیثیت ردی کی ٹوکری میں پڑے اس انگریزی لکھے کاغذ جتنی بھی نہیں جتی جو ایک آنا کا بھی نہ ہو۔

اس لئے کہ ممکن ہے اے، بی، سی یاد کرنے والا بچہ انگریزی لکھے اس ردی کاغذ سے کچھ نفع پالے مگر مذکورہ روایت سے کچھ نفع تو کیا الٹا اپنے ایمان کی بربادی کا خطرہ ہے۔

- اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مذکورہ عمل واقعی معرض وجود میں آیا ہوتا اور قابل گرفت صورت حال پیدا ہوتی تو ضرور غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے کعبؓ بن مالک، بلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کی طرح ان کو بھی تنبیہ کی جاتی مگر ذخیرہ احادیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تنبیہ فرمانے کا کوئی ایک لفظ بھی موجود نہیں جس میں سیدنا حضرت عثمانؓ یا فاروق اعظمؓ کو جنگ سے بھاگنے پر ملامت کیا گیا ہو۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ مذکورہ واقعہ بس ہوائی کہانی ہے۔



افتراء

حضرت عثمان کو کافر سمجھ کر قتل کیا گیا۔ (حضرت عثمان شہید از محمد بن یحیٰی مترجم ڈاکٹر محمد یوسف)

الجواب:

- اپنے گندے عقائد کا بدبودار تعفن دوسروں کے گلے ڈالنے کی روش روافض کی کوئی جدید عادت نہیں بلکہ رافضی برادری کی قدیم روایت اور پرانی عادت یہی چلی آرہی ہے کہ وہ اپنے غلیظ خیالات کو دوسروں پر انڈیل دیتے ہیں مگر شاید رافضی امت یہ بھول گئی ہو کہ رب ذوالجلال نے اپنے نور کو فروزاں رکھنے کا وعدہ فرمالیا ہوا ہے لہٰذا چراغ حق کو گل کرنے کی ہر کوشش نامراد ہی ٹھہرے گی:

یریدون لیطفؤ و نور اللّٰہ بافواھھم واللّٰہ متم نورہ و لو کرہ الکافرون ۔

یعنی کافر لوگ چاہتے ہیں کہ وہ منہ کی پھونک سے اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھادیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کافروں کو یہ بات ناپسند ہو۔ (الصف)

- محترم قارئین کرام جس قول کی بنا پر یہ سرخی قائم کی گئی ہے اس کا قائل جاحظ ہے" اور جاحظ خارجی و معتزلی ہے وہی خارجی ٹولہ جو ایک وقت تک شیعان حیدر کرار کے نام سے جانا جاتا تھا بعد میں دشمن صحابہ کے ساتھ دشمن حیدر کرار بن کر نمودار ہوا ایسے شخص کا قول (جو نہ صرف بدعقیدہ بلکہ صحابہ کرامؓ کا ازلی دشمن ہو) بھلا کس عقل مند آدمی کے نزدیک معتبر ہو سکتا ہے؟

- اب اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلمہ رہنماؤں کی کتابوں کی بجائے آزاد خیال اور فضول قسم کے پروفیسروں کی ایسی کتابیں جن میں خود ان رافضی رہنماؤں کی روایات درج ہیں ۔ لاکر اہل السنت والجماعت کے کھاتے ڈالنے لگے اور ان کی بنیاد پر الزام دینے لگے حالانکہ اصولی طور پر کسی بھی مذہب میں اس مذہب کے مقتداؤں کی بات

قابل اعتبار سمجھی جاتی ہے نہ کہ ہر شخص کی مگر رافضی کرم فرماؤں کو اس سے کوئی سروکار نہیں بس ایک ہی ذکر پہ رواں دواں ہیں کہ دھوکہ وفراڈ سے کسی طرح اہل ایمان کے ایمانی شہد کو ایلوا ڈال کر خراب کیا جائے اور بس۔

- مذکورہ جاحظ کا قول تو خیر کسی کام کی شے نہیں کہ بدمذہب کی زبان سے کلمہ خیر (اور وہ بھی صحابہ کرام کے بارے میں) نکلنا اونٹ کا سوئی کے ناکہ کے اندر سے نکل جانے سے بھی زیادہ دشوار ہے بالفرض اگر یہ قول کسی ولی اللہ کا بھی ہوتا یا کسی مسلمہ عظیم شخصیت کا بھی ہوتا تو ارشاد نبوی کی مخالفت لازم آنے کی بنا پر مردود ہی ہوتا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر رحمت عالم ﷺ کا ارشاد مبارک پوری وضاحت سے موجود ہے اور ہم کچھ ہی وقفہ قبل عرض کر چکے ہیں کہ ہمارے محبوب ﷺ نے ہمیں رہایت کا معیار رد وقبول ارشاد فرما دیا ہوا ہے ہم اسی ارشاد محبوب ﷺ کی روشنی میں جاحظوں کی خرافات اور رافضیوں کی تقیہ بازی کا بھانڈا سر چوک پھوڑ دیا کرتے ہیں۔ و الحمد لله علی ذالك۔



افتراء

- حضرت عثمان عورتوں کے بڑے شائق تھے رقیہ بنتِ رسول پر عاشق ہو گئے۔ (الخصائص الکبریٰ)
- جناب رقیہ بنتِ رسول خوبصورت تھیں حضرت عثمان ان پر عاشق ہو گئے۔ (ریاض النضرہ)

الجواب:

مشہور مثل ہے پیالے میں جو کچھ ہو باہر وہی نکلتا ہے۔ تحقیقی دستاویز والوں کے متعفن نظریات کا گٹر جب ابلنے لگے تو خیر کی توقع رکھنا حماقت ہے۔

محترم قارئین کرام خدا گواہ ہے جس طرح ان کرم فرماؤں نے دھوکہ بازی کی تمام حدود کراس کر ڈالی ہیں کم از کم میری معلوم میں ابھی تک ایسا کوئی مذہب یا شخص نہیں آسکا جو حرمت رسول ﷺ کو جھوٹ اور فراڈ بازی سے داغ دار کر ڈالے اور پھر اس غیظ جرم پر شرم بھی نہ آئے۔

حضرات! ان دونوں کتابوں کے عکسی صفحات کو بار بار پڑھیں "حضرت عثمان رقیہ بنت رسول ﷺ پر عاشق ہو گئے۔ یہ جملہ آپ کو کہیں نظر نہ آئے گا۔ نہ صراحتًا اس مطلب کی روایت ہے اور نہ ہی وضاحتًا بلکہ یہ جملہ "عاشق ہو گئے" وہی ظالمانہ حملہ اور عزت رسول کو داغدار کرنے کی ملعون جسارت ہے جو ان کے خانہ نہاں میں عرصہ دراز سے پرورش پا رہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر کیلئے یہ لفظ استعمال کرنا کہ فلاں اس پہ "عاشق ہو گیا تھا" آپ ہی فرمایئے کیا یہ مسلمان کا کام یا کلام ہو سکتا ہے"۔

ہم بار بار ارباب انصاف، اہل علم، اصحاب منصب ... عقل وشعور رکھنے والے کی خدمت میں انتہائی درد دل سے التجاء کرتے ہیں کہ وہ مذکورہ کتاب کے عکسی صفحات کا ازخود مطالعہ ... عربی ... حضرات کسی عربی جاننے والے سے ان صفحات کا ترجمہ معلوم کریں اور غور فرمائیں کہ آیا یہ جملہ "رقیہ بنت رسول پر عاشق ہو گئے" یا "حضرت عثمان ان پر

عاشق ہو گئے' یا عاشق ہو گئے کا کوئی لفظ اِن صفحات میں ہے؟ ایسے الفاظ کی موجودگی کا پتہ چلائیں؟ اگر وہ لفظ واقعی موجود ہے تو یہ کتاب نا صرف قابل اعتراض بلکہ یہ نظریہ رکھنے والے سخت سزا کے مستحق ہیں؟ ارباب اختیار کو پورا حق حاصل ہے کہ ایسے گستاخ، ظالم اور بدبخت کو جو اُبروئے رسول اور خاندانِ پیغمبر کی عزت و ناموس پر حملہ آور ہوا ہے۔ اسے عبرت ناک سزا دیں۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعہ ایسے ٹولے کی خوب تشہیر کر کے اللہ تعالیٰ کے آخری رسول رحمت عالم ﷺ کی امت کو اچھی طرح آگاہ کر دیا جائے تا کہ وہ ایسے گستاخانِ پیغمبر کو منہ نہ لگائیں نہ ہی ان کے قریب بھٹکیں تا کہ ان کا ایمان وعقیدہ سلامت رہے لیکن اگر یہ لفظ پورے اِن دو عکسی صفحات پر موجود نہ ہوں (جو عاشق ہو گئے وغیرہ کا معنیٰ دینے والے ہوں) تو پھر اے انصاف پسند برادرانِ ملت اور متلاشیان حق! انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ کم از کم اتنا اعلان تو کر دیا جائے کہ جن کے اندر ناموس پیغمبر کے خلاف یہ لاوا پکتا ہے وہ نا مسلمان ہیں اور نہ ہی مسلمانوں کے وفادار بلکہ وہ گستاخ رسول اور دشمن اسلام ہیں جو دھوکہ بازی سے اہل ایمان کا عقیدہ برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اگر تحقیقی دستاویز میسر نہ ہو سکے تو تحقیقی دستاویز کے مذکورہ عکسی صفحات ہم یہاں درج کر دیتے ہیں۔

جناب رقیہؓ بنت رسولؐ خوبصورت تھیں حضرت عثمانؓ ان پر عاشق ہو گئے (العیاذ باللہ)

— ۹ —

عثمان فدخلت عليه وإذا هو جالس مع رقية ـ مارأيت زوجا أحسن منهما ـ فجعلت مرة أنظر إلى عثمان ومرة أنظر إلى رقية فلما رجعت إلى رسول الله ﷺ قال : دخلت عليهما ؟ قلت نعم . قال : هل رأيت زوجاً أحسن منهما ؟ قلت لا . وقد جعلت مرة أنظر إلى رقية ومرة أنظر إلى عثمان — خرجه البغوى فى معجمه والحافظ الدمشقى .

الفصل الرابع فى إسلامه

عن عمرو بن عثمان قال كان إسلام عثمان فيما حدثنا عن نفسه قال : كنت رجلا مستهتراً بالنساء . وإنى ذات ليلة بفناء الكعبة قاعد فى رهط من قريش إذ أتينا فقيل لنا إن محمداً قد أنكح عتبة بن أبى لهب رقية . وكانت رقية ذات جمال رائع قال عثمان : فدخلتنى الحسرة لم لا أكون أنا سبقت إلى ذلك ، فلم ألبث أن انصرفت إلى منزلى فأصبت خالة لى قاعدة وهى سعدى بنت كريز وكانت قد طرقت وتكهنت عند قومها فلما رأتنى قالت :

أبشر وحييت ثلاثاً تترى   أتاك خـــير ووقيت شراً

أنكحت والله حصاناً زهراً   وأنت بكر ولقيت بكراً

وافيتهـــا بنت عظيم قدراً   بنت امرىء قد أشاد ذكراً

قال عثمان فعجبت من قولها فقلت ياخالة ماتقولين ؟فقالت : ياعثمان لك الجمال ولك اللسان ، هذا نبى معه البرهان أرسله بحقه

[illegible]

محترم حضرات! غور کرنے کی بات ہے کہ جس کتاب میں ''عاشق ہو گئے'' کا لفظ تو کیا شائبہ بھی نہیں اس کی آڑ لے کر یہ سرخی قائم کرنا کتنا بڑا ظالمانہ حملہ ہے اور وہ بھی بلا واسطہ براہِ راست ذاتِ رسول پر کیا ہے کوئی شخص جس کی بیٹی کے بارے میں یہ کہا جائے کہ فلاں اس پر عاشق ہو گیا تھا''۔ اور وہ آدمی اپنی بیٹی کے بارے میں یہ جملہ سن کر برداشت کرے اور خاموش ہو جائے؟ یہ تو عزت آبرو کا مسئلہ ہے جہاں ہر طرح کی رورعایت اور مصلحت پسندی کو بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے۔ لہذا ہر شخص اپنی بیٹی کے بارے میں یہ الزام سن کر مرنے مارنے پر اتر آئے گا۔ پھر کیا ہمارے محبوب رسول ﷺ ہی اُتنے لاوارث رہ گئے جس کے امتی ان کی بیٹی پر الزام سن کر بھی چپ ہی سادھ لیں اور خاموش بیٹھ جائیں اگر ایسا ہے تو یہ بڑے خسارے کی بات ہے۔

◆ حسین وجمیل رسول ﷺ کی اولاد بھی جمیل وخوبصورت ہوتی ہے کسی کی اولاد اگر خوبصورت ہو تو یہ اس کیلئے عیب یا الزام کی بات نہیں صرف حضرت رقیہ ہی نہیں بنتِ رسول زوجہ حیدر کرار حضرت کو بھی اللہ تعالیٰ نے جمال وکمال سے نوازا ہوا ہے اور روایات میں ازواج حسنین کریمین کے بارے میں اس طرح کے الفاظ موجود ہیں نہ یہ کوئی غلط بات ہے اور نہ لائق الزام چیز بلکہ یہ ایک خانگی معاملہ ہے جسے معلومات کی حد تک تاریخوں میں لکھا جاتا ہے الزام دینے کیلئے عکسی صفحات کے ذریعے پروپگنڈا کیلئے یہ چیز نہیں ہوتی ہاں مگر جس کا دل ٹیڑا ہو اس کے دماغ بھی خیر سے سیدھے نہیں ہوتے۔ وہ ایک خانگی معاملے کو اچھالے تو مرضِ باطن سے مجبور کو کون روک سکتا ہے۔



افتراء

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر کو گالیاں دیں۔ (الحسن والحسین)

الجواب:

◆ مصر کا صحافی محمد رضاء نا کوئی متقی عالم و پرہیزگار بزرگ ہے اور نہ ہی معتبر دین دار شخص بلکہ یہ ایک صحافی ہے اُن صحافیوں جیسا جو مذاہب کو بلیک میل کرتے اور روپیہ پیسہ جمع کرتے ہیں اس طرح کے کئی مودودی وغیرہ بے چارے تاریخ کی شاہراہ میں دھکے کھاتے پھرتے ہیں جو ''فضلو و اضلوا'' کا شکار خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں ہم تو ایسے لوگوں سے مسواک کرنے کا مسئلہ بھی نہیں پوچھتے اور بالفرض یہ صاحب لوگ اپنی حماقت والی پنٹ شلٹ سمیت کسی مسجد میں جا کر قاعدہ سیپارہ پڑھنے والے بچوں کو مسواک کا طریقہ بتانا شروع بھی کر دیں تو وہ معصوم بچے بھی ایک مسواک کے طریقہ استعمال کے بارے میں اعتبار نہیں کرتے بلکہ الٹا اس کی پینٹ دیکھ کر مذاخ میں قہقہہ مار کر ہنس دیتے ہیں کہ بابو جی آپ کا یہ کام نہیں بلکہ یہ کام تو ٹوپی عمامہ والے اس خاک نشین کا ہے جو عالم اسباب میں فقیر وغریب لگتا ہے۔ تو جب معصوم بچے ایک مسواک کے بارے میں اور قاعدہ کی الف با پڑھانے کے بارے میں اس بابو جی پر اعتماد نہیں کرتے پھر تاریخ کے نازک ترین روڈ پر اس سارجنٹ کی کون مانے گا جبکہ ان

باتوں کا تعلق عقائد کے ساتھ ہے کہ اگر اس بارے میں معمولی سی لغزش بھی ہو جائے تو معافی نہیں۔

- مصری صحافی محمد رضا تو محض ایک صحافی ہیں اگر یہ گالیوں والا لفظ کسی علامہ صاحب اور محقق العصر یا امام بخاری سے بھی بڑے محدث کا کہا ہوا ہو تو بھی اس اصول کی روشنی میں بالکل مردود اور نا قابل التفات ہے جو ہم عرض کر چکے ہیں کیونکہ سنۃ متواترہ میں فحش گوئی سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے مشکوٰۃ وغیرہ کتابوں میں با قاعدہ ابواب قائم کر کے دسیوں روایات بیان کی گئی ہیں فحش گوئی سے اجتناب کا حکم کتاب اللہ میں بھی موجود ہے۔



افتراء

حضرت عثمان نے قرآن جلانے کا حکم دے دیا۔ (بخاری)

الجواب:

- یہ بھی رافضی کرم فرماؤں کے اپنے مرض کا اظہار ہے ورنہ بخاری شریف کے مذکورہ عکسی صفحہ پر قرآن پاک جلانے کا حکم ہے اور نہ ہی جلایا گیا مگر کیا کیا جائے اِن مریضانِ باطل کا جو یہود کی روش (یحرفون الکلم عن مواضعه لفظوں کے مطلب کو بدل دیتے ہیں) کو داڑھوں کے ساتھ مضبوط تھام کر کھڑے ہیں۔ اور دھوکہ دینے کیلئے کبھی عبارت کا گھناؤنا مطلب تراش لاتے ہیں تو کبھی صاف صاف لفظوں کا معنیٰ من گھڑت کرتے اور شور مچاتے ہیں کہ دیکھو فلاں گندہ عقیدہ تو سنیوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ غور فرمائیے اِس پورے صفحہ میں قرآن پاک جلانے کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا ہو"۔ اس ترجمہ کا ایک لفظ بھی یہاں موجود نہیں ہے۔
- جس طرح اہل علم ہر شے کی تعریف کرتے ہیں قرآن پاک کی بھی تعریف ہے جس میں جنس اور فصل کے ذریعے قرآن پاک کا تعارف پیش کیا جاتا ہے اگر کسی کتاب میں مثلاً قرآن پاک کی آیات وغیرہ بطور دلیل وغیرہ کے لکھی ہوئی ہوں تو اگر چہ لکھی ہوئی آیت قرآن کی سی ہے مگر اِس کتاب کا نام قرآن نہیں رکھا جاتا جیسے دینی کتب میں بہت کم ایسی ہوتی ہیں جن میں قرآنی آیت لکھی ہوئی نہ ہو مگر اِن تمام دینی کتابوں کو قرآن نہیں کہا جاتا باوجود اس کے کہ اِن کتابوں میں قرآن کی آیت وغیرہ موجود ہے اِس لئے کہ قرآن کی تعریف اُن کتابوں پر صادق نہیں آتی لہٰذا باوجود قرآنی آیت کی موجودگی کے وہ قرآن نہیں کہلاتی۔ بعینہٖ اسی طرح کچھ ایسے صحیفے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لکھ کر اپنے پاس محفوظ کیے ہوئے تھے جن میں تفسیری نکات، مختلف قرأتیں منسوخ شدہ آیات وغیرہ مختلف چیزیں درج تھیں اِن صحیفوں میں اگر چہ قرآن کی آیات بھی تھیں جیسے دیگر دینی کتابوں میں درج ہوتی ہیں مگر ان پر قرآن کی تعریف صادق نہیں آتی تھی لہٰذا اُن کو قرآن قرار دینا جن پر قرآن کی تعریف صادق نہ آئے۔ صراحتاً جھوٹ ہے:
- قرآن پاک جب نازل ہو رہا تھا اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کے علاوہ کسی دوسری چیز (حدیث وغیرہ) لکھنے سے وقتی طور پر اِس لئے روک دیا تھا کہ کہیں قرآن پاک اور حدیث پاک آپس میں خلط ملط نہ ہو جائیں۔

جس کی وجہ سے قرآن پاک میں اختلاف ہونے لگے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ حفاظت قرآن کی تمام تدبیریں اختیار کرنا از حد ضروری ہیں اگر چہ اس کی وجہ سے کچھ علمی نقصان بھی اٹھانا پڑے۔ اسی حفظ قرآن کے پیش نظر حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہ و دیگر اکابر صحابہ کرام نے اُن تمام کتابچوں اور صحیفوں کو تلف کرنے کا حکم جاری فرمایا جن میں قرآن پاک کی آیات کے ساتھ قرأت شاذہ آیات منسوخہ، تفسیری نکات اور فوائد وغیرہ لکھے ہوئے موجود تھے تا کہ اِس سے اختلاف نہ پیدا ہو جائے اور غیر قرآن کو لوگ قرآن نہ جاننے لگ جائیں اِسی واقعہ کو امام بخاری نے یہاں درج فرمایا ہے۔ اب ایسے صحیفے جن میں مختلف تفسیری نکات لکھے ہوئے تھے گویا ان کی حیثیت دینی کتابوں کی سی تھی مگر چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لکھا تھا اِس لئے اندیشہ تھا کہ بعد میں لوگ اِن صحابہ کے لکھے ہوئے صحیفوں کو بھی قرآن نہ جاننے لگ جائیں ان کو تلف کرنے کا حکم دیا۔

❹ کتاب اللہ کی حفاظت اور اختلاف سے امت کو بچانے کا ایسا کارنامہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے صادر کروایا جو ان کی عظمت پر ہمیشہ کیلئے بطور نشان کے تابندہ رہے گا اکابرین امت نے اِس عظیم الشان واقعہ پر انتہائی مسرت وخوشی کا اظہار فرمایا چنانچہ تفسیر برہان میں ہے۔

و لقد وقف الامر العظیم و رفع الاختلاف و جمع الکلمة و اراح الامة ۔

یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اس عظیم خدمت کو سرانجام دینے، اختلاف ختم کرنے اور امت کو ایک کلمہ پر جمع کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل اسلام کو (افتراق وانتشار کی مصیبت سے) راحت پہنچائی۔

(تفسیر البرہان جزو اول صفحہ ۲۳۹ تحت نوع نمبر ۱۳ طبع اول)

❺ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بعض دشمنانِ دین نے یہ بات پھیلائی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کے علاوہ صحیفوں کو جلا کر غلطی کی ہے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یقول یا ایھا الناس! لا تغلوا فی عثمان و لا تقولوا له الاخیرا فی المصاحف و احراق المصاحف فوا للّٰہ ما فعل الذی فعل فی المصاحف الاعن ملامنا جمیعاً ۔

یعنی (سوید بن غفلہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا آپؓ فرماتے تھے) اے لوگو! عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں غلو نہ کرنا (یعنی ان پر الزام تراشیاں مت کرنا) اور ان کے بارے میں خیر و بھلائی کے علاوہ کوئی بات نہ کہنا مصاحف اور احراق مصاحف کے بارے میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ ہم لوگوں کی جماعت کے مشورہ کے بغیر ہرگز نہیں کیا۔

(کتاب المصاحف لابی داؤد السجستانی صفحہ ۲۲-۲۳، الاتقان جلد ۱ صفحہ ۱۴۰)

تھوڑا آگے چل کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی مذکورہ کتاب میں موجود ہے کہ اللہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے اگر میں بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جگہ حاکم ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ (کتاب المصاحف صفحہ ۲۳)

اسی طرح کا حیدری ارشاد تفسیر البرہان جلد ۱ صفحہ ۲۴۵ پر بھی موجود ہے اِن گزارشات سے واضح ہوا کہ

1. حضرت عثمان نے قرآن پاک جلانے کا حکم نہیں دیا تھا۔
2. مصاحف کا ترجمہ قرآن کرنا صرف رافضی بیمار دماغوں کی کارستانی ہے حقیقت نہیں۔
3. ان مصاحف میں تفسیری نکات وغیرہ بھی لکھے تھے جو بعد میں اختلاف کا باعث بن سکتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے اس اختلاف کی بنیاد مٹا ڈالی۔
4. ان مصاحف کا تلف کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے اور مشورہ اور ان کی رضاء کے بغیر نہیں ہوا۔
5. حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس وقت کے حاکم ہوتے تو وہ بھی ان مصاحف کو تلف کر دیتے۔
6. ان مصاحف کا تلف کرنا اتفاق امت کا سبب بنا۔
7. اس نشر قرآن میں اور متفقہ قراءت ولہجہ مرتب کرنے میں اکابرین صحابہ پورے طور پر شریک تھے۔
8. اس متفقہ متواتر مشہور قراءت پر مشتمل کلام اللہ کے علاوہ جو قراءت شاذہ وغیرہ مختلف مصاحف میں لکھی ہوئی تھیں ان کے تلف کرنے پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم راضی تھے اور اس عمل میں آل رسول پیش پیش تھے۔
9. ان مختلف مصاحف کے تلف کیے جانے پر اُن لوگوں نے اختلاف کیا جو حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے مذہب سے دشمنی رکھتے اور اختلاف رکھتے تھے۔
10. اس واقعہ پر اختلاف کرنے والوں کی زبانیں بند کرنے کیلئے حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے زوردار بیان فرمائے اور اختلاف کرنے والوں کو نصیحت فرمائی۔

مگر افسوس صد افسوس کہ انتشار واختلاف کے دلدادہ حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا نام لے کر دھوکہ دینے والوں کو حیدری نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوا حتی کہ ''پندرہویں'' صدی میں بھی وہی اعتراض تحقیقی دستاویز میں داغ دیا جس کو حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے خود رفع فرما دیا تھا اور یار لوگ اب تک وہی راگ الاپے جا رہے ہیں جو سبائی ٹولے نے جاری کیے تھے ارباب انصاف خود ہی غور کر کے فیصلہ کر لیں کہ یہ حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی نصیحت سے روگردانی کرنے والے ان کے دوست ہیں یا دشمن۔



افتراء

حضرت عثمان کنبہ پرور تھے۔ (عادلانہ دفاع اور علمائے اہل سنت)

الجواب:

1. ہم اہل سنت کے نزدیک تو رانا صاحب کی یہ بات ایک ٹکہ بھاؤ کی بھی نہیں کیونکہ دنیا کا مسلمہ اصول ہے کہ کسی بھی فن میں ماہر فن کی بات قبول کی جاتی ہے یہ معاملہ عقیدے کا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں مسلمانوں کو کیا اعتقاد ونظریہ رکھنا چاہئے اور اس بارے میں رانا صاحب کی کیا کسی نیم ملاں کی بات بھی نہیں چلتی عقیدے کے باب میں فقہ اکبر کا ارشاد کام دے گا نہ کہ رانا صاحب کے اس وائٹ پیپر کا اس لئے ہم اس کتاب کو وزن نہیں دیتے۔

ممکن ہے کسی کرم فرما کے ذہن میں خیال پیدا ہو کہ چونکہ تحقیقی دستاویز والوں نے مذکورہ کتاب کے عکسی صفحہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات اطہر پر ناروا حملہ کیا ہے اس لئے رانا صاحب کی تحریر کو نذرانداز کر دیا گیا ہے مگر ہم عرض کر چکے ہیں کہ کسی شخص کی بات اس وقت تک معتبر نہیں ہوتی جب تک وہ اس فن میں مہارت تامہ نہ رکھتا ہو جس میں وہ رائے زنی کر رہا ہے اور رانا صاحب تو اِس میدان تحقیق میں ابھی طفل ناداں ہیں نہ وہ مزاج عثمانی سے واقف ہیں اور نہ ہی بنو ہاشم کے مرتبہ و مقام سے، چنانچہ اسی کتاب کے عکسی صفحہ پہ ان کا زہریلا قلم بنو ہاشم کی عزت وتوقیر پر وار کرتے ہوئے لکھ رہا ہے۔ خاندانِ بنو ہاشم خلافت کو اپنا موروثی حق سمجھتے تھے اُن میں اور بنو امیہ میں قدیم چشمک تھی۔ الخ۔ (عادلانہ دفاع اور علمائے اہل سنت عکسی صفحہ نمبر ۱۵۵)

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ خاندان بنو ہاشم خدا رسیدہ دنیا سے مستغنی طالب آخرت تھے اگر کبھی منصب خلافت کو قبول بھی فرمایا تو محض اہل اسلام کی خیر خواہی اور بھلائی کیلئے ورنہ وہ ان چیزوں کے طالب نہ تھے مگر رانا صاحب اپنے مزاج و غلط معلومات کی بنا پر یہ بڑھ مارے جا رہے ہیں جو ان کی جہالت پر دلالت کرتی ہے۔ رانا صاحب جس مودودی کے وکیل صفائی ہیں ان کی خلافت وملوکیت ابھی زیر بحث آیا ہی چاہتی ہے۔ اس الزام کا مفصل جواب وہاں ملاحظہ فرمائیں۔



افتراء

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر کے قتل کا حکم دیا۔ (العقد الفرید)

الجواب:

الزام میں ایسی کتاب پیش کرنا جو کسی رافضی کی لکھی ہوئی ہو یہ کہاں کا انصاف ہے مذکورہ اعتراض رافضی قوم کا خانہ ساز تراشیدہ بہتان ہے جس کے جواب کیلئے اتنا کچھ کافی ہے کہ یہ کتاب اہل سنت کی نہیں شیعہ بزرگ کی ہے اپنے گھر کا گند اپنے پاس ہی رکھو ہم ایسے تمام فاسد خیالات سے بری الذمہ ہیں۔



افتراء

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے نا اہل رشتہ داروں کو عہدے دیے۔ (خلافت وملوکیت)

الجواب:

خلافت وملوکیت نامی کتاب کے قلم کار جناب مودودی صاحب نہ اہل السنت کے مسلمہ بزرگ ہیں اور نہ ہی کوئی قابل اعتماد شخصیت بلکہ موصوف اپنے من میں ایک مذہب اور دین ہیں ان کے نزدیک شریعت ان کے فرمائے ہوئے ارشادات کا نام ہے ان کے بارے میں گذشتہ صفحات میں ہم قائد اہلسنت وکیل صحابہ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ کی آراء گرامی نقل کر آئے ہیں نیز ان کے بارے میں مزید معلومات کیلئے مودودی خمینی دو بھائی۔ نامی کتاب کا مطالعہ کافی رہے گا یہاں

بس اتنا عرض کر سکتے ہیں کہ موصوف خمینی نظریات کی اشاعت وتبلیغ کے سرخیل اور انہی کے انٹیلی جنس رکن ہیں مودودی خمینی دو بھائی کے مطالعہ کے بعد ان شاء اللہ ہر قاری ان لکھے لفظوں کو سو فیصد درست پائے گا۔ لہٰذا الزام میں ان کتابوں کا پیش کرنا درست نہیں اور نہ ہی شیعہ وکیلوں کی کتابوں کا جواب اہل سنت کے ذمہ ہے۔



افتراء

حضرت عثمانؓ نے کتاب اللہ وسنت کو بدل دیا۔ (الامامۃ والسیاسہ)

الجواب:

محترم قارئین! ہم قبل ازیں عرض کر چکے ہیں کہ (صاحب الامامہ والسیاسہ) شیعہ کرم فرما ہے اور شیعہ مہربانوں سے کسی خیر کے جملے سننے کی توقع رکھنا حماقت کے سوا کچھ نہیں مگر افسوس اِس بات کا ہے کہ سادہ لوحوں کو دھوکہ دینے کے لیے رافضی قلم کاروں کی کتابیں اہل سنت کی کتاب باور کروا کر اپنے غلیظ نظریات کو سنی قوم کے نظریات قرار دیا جا رہا ہے۔ رافضی مہربان عقل کو ہاتھ ماریں اپنے گندے نظریات اہل سنت کی طرف انڈیلنے سے باز رہیں۔



افتراء

1. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سنت رسول کے خلاف قصر نماز کی بجائے پوری پڑھی۔
2. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سنت رسول کو چھوڑ دیا۔ (حضرت عثمان از طٰہٰ حسین)

الجواب:

1. نماز قصر کب، کہاں اور کس وقت تک پڑھنا جائز ہے اور کس صورت میں مکمل نماز پڑھنے کا حکم ہے، یہ فقہی مسئلہ ہے اہل سنت فقہ کا مسئلہ معلوم کرنے کیلئے صحافی برادری کے حضور جمع نہیں ہوتے بلکہ قحط الرجال اور بے دینی کے اِس دور میں بھی فقہ کا مسئلہ معلوم کرنے کیلئے لوگ روز نامہ جنگ یا نوائے وقت کے دفتر فون نہیں کرتے بلکہ محلے کی مسجد میں حاضری دیتے اور تسلی کرتے ہیں۔ کیسے افسوس کی بات ہے کہ فقہی مسئلہ کی بابت الزام دینے کیلئے مصر کے نابینا صحافی ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری کی جا یا ترا کی حالانکہ یہ صاحب نہ فقیہ ہیں اور نہ ہی عالم دین بلکہ آزاد خیال صحافیوں کا ایک رکن ہے لکھنا جن کا پیشہ اور ذریعہ معاش ہے گویا قلم کے ہتھیار سے یہ لوگ روزی کماتے ہیں جیسا کہ اس بات کا اقرار سید ابوالاعلیٰ مودودی نے کیا ہے۔ (خمینی، مودودی دو بھائی)

ایسے لوگوں سے فقہ کے مسائل حل کروانا اہل سنت والجماعت کے ہاں مقبول نہیں ہے۔ ہاں امام محمدؒ، ابو یوسفؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ یا ان کے سلسلہ سے متعلق ارباب علم کا اِس مسئلہ پر کوئی اختلاف بیان کیا جاتا تو حق بنتا تھا کہ ہم وضاحت کرتے کہ اِس شرعی فقہی مسئلہ کی نوعیت کیا ہے بالفرض کوئی کمی کوتاہی ہوئی ہوتی تو اعتراف کرتے مگر ایک

صحابی کے فقہ میں رائے زنی کو ایک طفل ناداں کی حرکت کہہ کر نظر انداز کرنے کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے۔ جو اس فن کی الف باء سے بھی واقف نہیں۔

- باقی رہا یہ سوال کہ حضرت عثمانؓ نے سنت نبویؐ کے مطابق منیٰ میں نماز قصر کی بجائے پوری نماز کیوں پڑھی۔ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ جب کوئی مسافر کسی جگہ ۱۵ دن یا اس سے زائد ایام قیام کی نیت کر لیتا ہے تو یہ مسافر نہیں رہتا بلکہ مقیم بن جاتا ہے اور مقیم جب ظہر، عصر اور عشاء کی نماز پڑھے گا تو پوری نماز ادا کرے گا۔ اب حضرت عثمانؓ نے جو ایام حج میں نماز پوری ادا کی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ نے قیام کی نیت فرمالی تھی۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے جب منیٰ میں نماز پوری ادا کرنے کی وجہ پوچھی تو آپؓ نے فرمایا کہ اہلِ یمن کے کچھ لوگ گذشتہ حج کے موقعہ پر آئے تھے اور انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ منیٰ میں ہر شخص نماز قصر ادا کرے گا اگرچہ وہ مقیم ہی ہو اس لیے میں نے مکہ میں اس سال شادی کر لی ہے اور اقامت کی نیت کر چکا ہوں تا کہ یہاں پوری نماز پڑھا کر اس غلط خیال کی تردید کر دوں۔ (العواصم من القواصم ص79)



افتراء

حضرت عثمانؓ کے دو غلاموں کی ٹانگیں کتے گھسیٹ کر لے گئے۔ (تاریخ طبری)

الجواب:

یہ رافضی مزاج ہے کہ عزت و توقیر کی بات کو بھی بھونڈے انداز میں پیش کر کے اپنے اندر جلنے والے حسد کی آگ کو تسکین دیتے یا مزید بھڑکاتے ہیں ورنہ ہر شخص جانتا ہے کہ میدان میں آدمی شہید ہو جائے اور اس کے جسم کو نقصان پہنچایا جائے تو یہ جسم کو نقصان پہنچایا جانا اُس شہید کے مرتبہ میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے ارباب علم سے مخفی نہیں حضرت حمزہ عم رسول ﷺ کے جسم مبارک کا مثلہ کیا گیا اور انکا کلیجہ نکال کر چبایا گیا اس واقعہ کو بھونڈے انداز میں بیان کرنا کہ حضرت حمزہ کے کلیجہ کو نکال کر عورتوں نے چبا ڈالا۔ یا کربلا کے شہدا کے اجساد اطہر کی اہانت کو بھونڈے طریقے سے بیان کرنا خود اپنے ایمان کو نذر آتش کرنا ہے۔ جیسے میدانِ جہاد میں مختلف مجاہدین کے جسموں کی اہانت کی گئی اور دور حاضر میں بھی کئی مقامات پر ایسا کیا جاتا ہے تو اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلاموں نے اُن کے دفاع میں جان کی بازی لگا دی اور اپنے محبوب پر قربان ہو کر خالق حقیقی سے جا ملے اور اغیار نے ان کی لاشوں سے ناروا سلوک کیا تو یہ بات کوئی قابل الزام نہ تھی مگر کیا کیا جائے جن کا مرض سبقت کر چکا ہو دلیل عظمت بھی اسے عیب نظر آئے ایسوں کا علاج کیا ہو سکتا ہے۔ اِن غلاموں کی عظمت کیلئے ان کی شہادت اور بے مثال قربانی کے علاوہ یہ بھی ہے کہ ایک ان دو میں سے ایک نجیح (کامیاب ہونے والا) ہے اور دوسرا صبیح ہے جس کا معنیٰ ہے (بہت زیادہ حسین چہرے والا) یہ تو ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلاموں کی پروانہ وار شہادت اور اغیار کا اُن سے سلوک جو عام طور پر دشمن روا رکھا کرتے ہیں جو صاحب مرتبہ کے لیے نہ تو باعث عار ہے اور نہ ہی ذلت

خواری ہاں البتہ اپنوں کے ہاتھوں لاش کا پاؤں میں روندا جانا واقعی قابل عبرت بھی ہے اور بہترین درس بھی تسلی کیلئے روزنامہ جنگ لندن کے اخبار کا مطالعہ بے حد مفید رہے گا خمینی کی وفات کے بعد جو شائع ہوا جس میں قبرستان میں تدفین کے وقت پیش آنے والے احوال اور کفن کا پھاڑ دیا جانا، لاش کا بھگدڑ میں روندا جانا اور رات 2 بجے کے بعد احمد خمینی کا اپنے باپ کو دفن کرنا وغیرہ احوال پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں کرم فرماؤں کو تو ذرا ذرا یاد ہوگا ہم نے صرف اشارہ کر دیا ہے تا کہ پردہ داری باقی رہے، باقی جن کو بات سمجھانا تھی وہ خوب سمجھ گئے ہوں گے۔



افتراء

حضرت عثمان نے اپنی مردہ بیوی سے ناجائز حرکت کی۔ (فتح الباری)

الجواب:

عربی عبارت کو سمجھنے والے حضرات تو اس جھوٹ اور بہتان سے اسی وقت آگاہ ہو جائیں گے جب وہ اس صفحہ کا مطالعہ کریں گے۔ البتہ سادہ لوح عوام جو عربی عبارت کا مطلب نہیں جانتے اور صرف ان قائم کردہ سرخیوں پر اعتماد کرتے ہیں ان کی خدمت میں عرض ہے کہ سراسر جھوٹ اور کھلا ہوا بہتان ہے جو اس سرخی میں لکھا کھڑا ہے یہ کوئی پہلا جھوٹ اور فریب ہوتا تو ہمیں بھی تعجب ہوتا مگر اب صرف اس سرخی کو پڑھ کر تعجب ہوتا ہے جو عکسی صفحہ کے مطابق ہو اِس لئے کہ سچ بولنا تو شاید کرم فرماؤں کے ہاں ناحق قتل سے بڑا جرم ہے اسی لئے مجال ہے جو کہیں حقیقت حال کو صحیح رنگ میں پیش کریں محترم قارئین! عکسی صفحہ کی (انڈر لائن) خط کشیدہ عبارت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ احتمال یہ ہے کہ بیوی کی بیماری لمبی ہو گئی تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی بشری ضرورت پوری کرنے کی ضرورت پیش آئی انہیں یہ بالکل گمان نہ تھا کہ اہلیہ کا انتقال اسی رات ہو جائے گا خبر کے اندر یہ بات نہیں ہے کہ حضرت عثمان کا ملاپ اہلیہ کے انتقال فرما جانے کے بعد یا انتقال کے وقت ہوا تھا (والعلم عند اللہ تعالیٰ عکسی صفحہ فتح الباری) یہ تو مطلوبہ عبارت ہے جس میں صاف صاف اِس بات کی نفی کی گئی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اہلیہ کے ساتھ ملنا وفات کے بعد یا وفات کے وقت بالکل نہ تھا عربی کے یہ الفاظ رافضی دجل پھر تھوک رہے ہیں کہ

ما یقتضی انه واقع بعد موتها بل ولا حین احتضارها۔ (عکسی صفحہ خط کشیدہ سطر)

کہ یہ ملاپ نہ موت کے بعد ہوا نہ موت کے وقت ہوا۔

اِس صاف صاف وضاحت کے باوجود سرخی کے الفاظ اپنی دجل وفریب کاری کا فرض ادا کر رہے ہیں۔ محترم قارئین کرام جس قوم کی بد دیانتی کا یہ عالم ہو اور وہ بھی دین کے معاملہ اور تلاشِ حق کے میدان میں تو ایسے لوگوں سے خیر کی کیا توقع رکھی جا سکتی ہے؟

اِس صریح بہتان اور صاف ستھرے جھوٹ سے آخرت کا عذاب تو پکا ہو سکتا ہے مگر حق کی راہ میسر نہیں آسکتی۔ یہی

وطیرہ رافضی قلم کاروں نے از اول تا آخر روا رکھا ہوا ہے کہ کتاب میں جس بات سے انکار ہو اسے اقرار بنا کر سرخی جماتے ہیں اور جس بات سے اقرار کا مفہوم ظاہر ہو اس پر انکار کا رنگ چڑھا دیتے ہیں ایسے جھوٹے اور فریبیوں سے دیانت داری کی توقع رکھنا یا خیر خواہی کی امید باندھنا سانپ کو وفادار دوست خیال کرنے کی طرح ہے جو دوست اصل کتاب کو دیکھنے کے شائق ہوں وہ دیکھیں اور تسلی فرمالیں۔ (فتح الباری الجز الثالث مطبوعہ بیروت صفحہ ۱۳۲ سطر نمبر ۱۲-۱۳)



افتراء

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کافر اور یہودی کہہ کر واجب القتل قرار دیا۔ (تاریخ طبری)

الجواب:

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ نے تحفہ اثنا عشریہ باب مکائد شیعہ: میں یار لوگوں کے اہل سنت کی کتابوں میں تصرفات پر خوب کلام فرمایا ہے شیعہ عام طور پر تاریخی کتابوں میں اپنے عقیدے لکھ کر اہل سنت کے کھاتے لگا دیتے ہیں اس لئے تاریخی روایات کی حقیقت معلوم کرنا از حد ضروری ہوتا ہے کہ یہ مواد کہاں سے آیا مقدمہ سیرت حلبی میں مصنف کتاب نے صاف لکھا ہے۔

کہ اہل سیرت (مؤرخین) ہر قسم کی صحیح سقیم، ضعیف، مرسل، منقطع، معضل وغیرہ روایات جمع کر دیتے ہیں اس میں درست روایات بھی ہوتی ہیں اور منقطع بھی۔ (مقدمہ سیرت الحلبی جلد ۱ صفحہ ۲ طبع ثالث مصر)

- اِن حضرات کے ارشادات کی روشنی میں جب طبری کی مذکورہ روایت اور اس کی سند پر نظر پڑتی ہے تو مذکورہ روایت جھوٹ کا پلندہ نظر آتی ہے یہ وہی سبائی طبقہ ہے جو جھوٹی خبریں اور خط لکھ کر بلاد اسلامیہ میں پھیلا رہا تھا اور خلافت اسلامیہ کو برباد کر دینا اپنے اوپر لازم کر چکا تھا انہوں نے مختلف حضرات کی طرف خط لکھے جن کے نام یہ خط منسوب کیے جا رہے تھے اور جن کی طرف سے یہ خبریں اڑائی جا رہی تھیں اُن کے فرشتوں کو بھی اِس صورت حال کا علم نہ تھا چنانچہ اسی طبری میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ جب شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خبر ملی تو حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرما رہی تھیں کہ اللہ کی قسم عثمان مظلوم شہید کیے گئے ہیں ہم اُن کے خون کا قصاص لیں گے (طبری عکسی صفحہ)
- طبقات ابن سعد میں مسروق تابعی کی طویل گفتگو منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شہادت عثمان کی خبر سن کر ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے افسوس کیا۔ مسروق نے عرض کیا کہ لوگ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آپ کے کہنے سے شہید کیا گیا ہے اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

یہ بات میں نے بالکل نہیں کہی بلکہ اس ذات کی قسم جس پر مؤمن ایمان لائے اور جس ذات کے ساتھ کفار نے کفر کیا میں نے اِس مجلس میں بیٹھنے تک (یعنی آج کے دن تک) کوئی مکتوب ہرگز نہیں لکھا۔

(طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۸۷ تحت ما قال رسول اللہ ﷺ)

البدایہ لابن کثیر جلد ٧ تحت حالات عثمان رضی اللہ عنہ طبع اول میں وضاحت سے لکھا ہوا ہے کہ خوارج نے اپنی طرف سے خطوط لکھ کر حضرات اکابر صحابہ وام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کیے اور قتل عثمان پر برانگیختہ کرنے کے لئے اشتعال پھیلایا۔

- اس میں شک نہیں کہ مذکورہ روایت اور اس طرح کی کافی روایات تاریخ وتفسیر کی کتابوں میں ملا جلا دی ہیں اور یہ کام بہت مہارت سے رافضی قوم نے سرانجام دیا مگر اہل سنت مجلس کے دھڑوں پر گزارہ کرنے اور آواز آئی ہے کی صدا پر عقیدہ بنانے کی بجائے پہلے تحقیق کرنے کے عادی ہیں کہ وہ آواز آئی کہاں سے ہے اگر کربلا کے راوی کی طرح بس آواز آئی ہے پر گزر بسر ہوتا تو ممکن ہے کہ طبری کی جو آواز آئی ہے اس پر خاموش ہو کر ماتم ہی کرتے مگر اہل سنت اول دیکھتے ہیں کہ طبری صاحب کو جو آواز آئی ہے وہ کہیں سبائی آواز تو نہیں سو تحقیق کے بعد وہ خدشہ درست نکلا اس لئے اہل سنت نے اس روایت کو دیوار پر دے مارا ہے۔



افتراء

حضرت ابوبکر وعمر جنازہ رسول میں شامل نہ ہوئے۔ (مسند احمد ابن حنبل)

الجواب:

- مسند الامام احمد بن حنبل کا حوالہ دے کر جو الزام دیا گیا ہے کہ حضرات شیخین جنازہ رسول میں شریک نہ ہوئے تھے یہ سراسر بہتان اور بدترین جھوٹ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس کتاب کے ساتھ حاشیہ منتخب کنز العمال کے نام سے لکھا گیا ہے اس حاشیہ کی عبارت میں بلاسند یہ مذکورہ قول منقول ہے جو مسند احمد کا حصہ نہیں اور نہ ہی امام عزیمت احمد بن حنبل نے یہ روایت نقل کی ہے۔
- جو روایت حضرات شیخین کے بارے میں منقول ہے۔ (١) وہ تاریخی قول ہے نا کہ حدیث نمبر٢ بلاسند منقول ہے کوئی علم نہیں کہ یہ قول صاحب کتاب کو کس کس واسطے سے حاصل ہوا ہے۔ تاریخی قول اور وہ بھی بلاسند کسی عام صحابیؓ پر جرح کے لیے بھی قبول نہیں کیا جا سکتا۔ چہ جائے کہ حضرات شیخین کے بارے میں قبول کیا جائے۔
- ہم بقدر ضرورت اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں کہ یہ من گھڑت روایت سبائی خانہ ساز بڑھ ہے جو خاص مہارت سے اہل سنت کی کتابوں میں درج کر دی گئیں ہیں اہل سنت کے نزدیک یہ حجت نہیں۔



افتراء

حضرت عائشہ لوگوں کو قتل عثمان پر آمادہ کرتی تھیں۔

(العقد الفرید، انسان العیون، اسد الغابہ، لسان العرب، الامامۃ والسیاسیہ اعلام النبلاء، الکامل فی التاریخ، ابوہریرہ)

الجواب:

ان کتابوں کا ماخذ طبری کی وہی روایت ہے جس کا اوپر ہم ذکر کر چکے ہیں وہاں ان کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

چونکہ یہ اعتراض بڑے زور شور سے کیا جاتا ہے اور اُن جھوٹے بناوٹی خطوط کی آڑ میں سیدہ کائنات حضرت عائشہؓ پر زبان دراز کرنے کے علاوہ آلِ سباء کا پر زور دفاع کیا جاتا ہے اس لئے مناسب خیال کیا گیا کہ اس افترا کی کچھ مزید وضاحت ارباب انصاف کی خدمت میں عرض کر دی جائے علامہ ابن جریر طبری اپنی تاریخ میں ۳۵ ھ کے احوال لکھتے ہوئے عبد اللہ ابن سباء کے بارے میں رقم فرماتے ہیں: عبد اللہ ابن سباء یہودی صنعاء کا باشندہ تھا اس کی ماں کالی تھی (اسی لیے اس کو ابن سوداء بھی کہا جاتا ہے) حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں (منافقانہ) اسلام قبول کیا۔ یہ گورنری کا طالب ہوا مگر مایوسی کا منہ دیکھنا پڑا تو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے مسلمانوں کے صوبوں میں تقریریں کرتا اور گھومتا رہا، حجاز، بصرہ، کوفہ اور شام سے اس کی خطرناک سرگرمیوں کی وجہ سے اسے نکال دیا گیا تو یہ مصر میں جا کر آباد ہو گیا۔ اس نے اول اول عقیدہ رجعت پر گفتگو شروع کی کہ محمد ﷺ عیسیٰ سے زیادہ حق رکھتے ہیں کہ وہ دوبارہ دنیاں میں لوٹ کر واپس آئیں۔ جب اس کا یہ تیر کارگر ثابت ہوا تو اس نے ترقی کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ہر پیغمبر کا وصی ہوتا ہے اور حضرت علی رسول اللہ ﷺ کے وصی ہیں پھر کہا کہ حضور اکرم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور حضرت علیؓ خاتم الاوصیاء ہیں۔ اس کے بعد کہنے لگا اس سے بڑا ظالم کون ہے جو رسول اللہ ﷺ کی وصیت جاری نہ کرے اور وصی رسول اللہ پر چڑھائی کر کے امت کا سربراہ بن جائے۔ اس کے بعد کہنے لگا عثمان نے خلافت ناحق لی ہے رسول اللہ کے وصی (قابل خلافت) تو یہ ہیں اس کام کیلئے اٹھو تحریک چلاؤ اپنے حاکموں پر اعتراض کرنے سے آغاز کرو..... لوگوں کو جب اپنا بنا لو تو انہیں انقلاب برپا کرنے کی دعوت دو چنانچہ اس نے اپنے ایجنٹ ہر شہر میں بھیج دیے اور شہروں کے فسادی لوگوں کے ساتھ خط و کتابت شروع کر دی اور خفیہ طور پر اپنے منصوبہ کو مضبوط بنانے لگے الخ۔ تاریخ ابن جریر طبری ص ۳۴۰، ص ۳۴۱ ج ۴۔

اس سبائی تحریک کا مشن اسلامی قوت کو اپنی منافقانہ چالوں سے پاش پاش کرنا تھا چنانچہ حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال کے خلاف جھوٹے الزامات اور جھوٹے خطوط کی بھرمار شروع ہو گئی اور طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ ایک شہر والوں کو دوسرے شہر کے عامل سے بدظن کرنے کے لئے طرح طرح کے الزام لگائے گئے مثلاً کوفہ والوں کو بصرہ کے حاکم اور بصرہ والوں کو شام کے حاکم اور شام والوں کو کوفہ کے حاکم کی برائیاں لکھ بھیجیں نیز مختلف اکابر صحابہ کرامؓ کی طرف خط منسوب کر کے امیر المؤمنین کے خلاف الزامات کی بوچھاڑ کی گئی جن حضرات کی طرف منسوب کر کے یہ خطوط لکھے گئے اُن میں حضرت علیؓ کا اسم گرامی بھی ہے۔" حالانکہ حضرت علیؓ کو اِن خطوط کے لکھے جانے کا بالکل کوئی علم نہ تھا چنانچہ نجیب آبادی لکھتے ہیں کہ جب سبائی ذریت اور اُن کے جھوٹے خطوط کے ذریعے ورغلائے ہوئے بلوائیوں نے مدینہ منورہ پر دھاوا بول دیا تو "بلوائیوں نے کہا! اے علی آپ ہماری مدد کریں! حضرت علیؓ نے (مدد کرنے سے صاف) انکار کیا تو انہوں نے کہا: "آپ نے ہمیں لکھا کیوں تھا (کہ عثمان کو شہید کر کے اقتدار چھین لو) حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے کبھی تم کو کچھ بھی نہیں لکھا۔

(تاریخ اسلام نجیب آبادی ص ۳۹۴)

حضرت علیؓ کے سامنے بلوائیوں نے جن خطوط کا ذکر کیا کہ آپ ہماری مدد کیوں نہیں کر رہے حالانکہ خود آپ نے ہماری طرف خطوط لکھ کر ہمیں بلایا اور اِس کام پر آمادہ کیا ہے وہ سبائیوں نے لکھے تھے جن کو حیدر کرارؓ کے پاکیزہ نام کی طرف منسوب کر دیا گیا تاریخ کا یہ اقتباس تقیہ کی چادر کو نذرِ آتش کر کے سبائی دجل کو تشت از بام کر رہا ہے کہ جیسے سبائی ذریت نے حیدر کرارؓ کے نام سے جھوٹے اور فرضی خطوط لکھ کر نافہموں کو ورغلایا اسی طرح سیدہ طیبہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف منسوب کر کے بہت سارے خطوط لکھے اور عام لوگوں کو دھوکہ دیا۔

جھوٹے خطوط سبائیوں نے خود لکھے۔

خود امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمانؓ کی طرف منسوب کر کے آلِ سباء نے ایسے خطوط لکھے کہ دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔

چنانچہ ابن سباء کے کارندوں نے بیت المال کی اونٹنی اور مہریں تک چرا کر ایک نیا کھیل کھیلا کہ امیر المؤمنین کی طرف منسوب کر کے ابن ابی سرح کے نام محمد بن ابی بکرؓ کے قتل کا خط لکھا اور غلام کو خط دیکر اونٹنی پر بٹھایا اور لشکر سے آگے پیچھے ایسے طریقہ سے مشکوک حالت میں گزارا کہ وہ مشکوک سمجھ کر پکڑ لیا جائے چنانچہ سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت یہ کرتب دکھا کر آدمی پکڑا اور اس سے خط لے لیا گیا پھر وہ لشکر واپس مدینہ لوٹا اور اودھم مچا دیا جب تحقیق کی گئی تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔

دو باتیں مانو! یا تو دو گواہ میرے خلاف پیش کرو (کہ یہ خط میں نے ہی لکھا ہے) یا (شرعی قانونِ عدل کے مطابق) میری قسم پر اعتبار کرو کہ خدا کی قسم جس کے بغیر کوئی معبود نہیں نہ میں نے یہ (خط) لکھا، نہ لکھوایا، اور نہ مجھے اس کا کوئی علم ہے: تم جانتے ہو کہ ایک خط دوسرے کی زبان اور نام سے لکھا جا سکتا ہے جعلی مہر میں بنائی جا سکتی ہیں۔'' تاریخ ابن جریر طبری ج ۴ ص ۳۵۶۔

شریعت کا قانون عدل یہ ہے کہ البینۃ علی المدعیٰ والیمین علی من انکر۔ (مشکوٰۃ)

کہ مدعیٰ کے ذمے گواہ پیش کرنا ہے اور (اس دعویٰ کا) انکار کرنے والے پر قسم ہے: یعنی جس نے دعویٰ کیا اس پر لازم ہے کہ شرعی نصاب و قانون کے مطابق گواہ لائے اور اگر مدعی گواہ لانے سے عاجز آ جائے تو پھر جو اس دعویٰ سے انکار کرتا ہے وہ قسم اٹھائے: اِس جھوٹے اور فرضی خط کی نسبت پر اختلاف ہو گیا، سبائیوں کا کہنا ہے کہ یہ حضرت عثمانؓ نے لکھایا لکھوایا ہے اور حضرت عثمانؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خط نہیں لکھا نہ لکھوایا اور نہ ہی اس کے بارے میں مجھے کچھ علم ہے اب اِس نسبت والے دعویٰ پر شہادت لانا اُن کے ذمہ تھا جو یہ دعویٰ کر رہے تھے مگر وہ اس سے عاجز آ گئے اس پر حضرت عثمانؓ نے قسم اٹھا کر اِس خط سے براءت کا اعلان کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اور اِس طرح کے کئی جھوٹے خطوط لکھ کر عوام میں پھیلا دیے گئے ہیں جبکہ یہ خط جن حضرات کی طرف منسوب کیے گئے ہیں انہیں اس کا کوئی علم ہی نہیں، طبری کی اِس عقدہ کشائی سے اتنی بات مزید واضح ہو گئی کہ بہت سارے جھوٹے خطوط لکھے اور اسلامی خلافت کو تہہ و بالا کرنے کے منصوبے بنائے گئے تھے اُن میں حضرت سیدہ عائشہؓ کی طرف سے لکھا جانے والا یہ خط بھی تھا جو طبری سے چلا اور دسیوں

کتابوں میں پھیل گیا اہل تاریخ نے یہ واقعہ نقل کر کے سبائی ذریت کے ناپاک عزائم سے عقدہ کشائی کی ہے یار لوگوں نے ایک نئی صورت میں ڈھال کر امت اسلامیہ کو گمراہ کرنے کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔



افتراء

حضرت عثمان کی خلافت صحابہ کرام کو ناگوار تھی کہ وہ کنبہ پرور تھے۔ (ریاض النضرہ، عادلانہ دفاع)

الجواب:

اول تو کسی صحابی سے ایسی کوئی بات منقول نہیں جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ وہ خلافت عثمان سے نالاں تھے، بلکہ صحابہ کرام مکمل طور پر حضرت عثمان کے ساتھ مل کر اسلامی مملکت کو وسیع سے وسیع تر کرنے میں مصروف رہے چنانچہ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین بنے تو ۲۲ لاکھ مربع میل پر اسلامی حکومت قائم تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ۴۴ لاکھ مربع میل تک اسلامی حکومت پھیل گئی۔ اکیلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ حکومت میں ۲۲ لاکھ مربع میل تک اسلامی حکومت کا وسیع وعریض ہو جانا صحابہ کرامؓ کے باہمی اتفاق واتحاد کے بغیر ممکن نہ تھا اگر صحابہ کرام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مطمئن نہ ہوتے تو نہ وہ اتفاق واتحاد رہتا اور نہ فتوحات کا یہ سلسلہ جاری رہ سکتا جو تمام اہل اسلام پر باخوبی واضح ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں آپس میں لڑائیاں رہیں جس کی وجہ سے فتوحات نہ ہو سکیں۔ معلوم ہوا حضرت عثمانؓ کا زمانۂ خلافت اتفاق واتحاد، باہمی محبت والفت کا نمونہ تھا کہ جس کی برکت سے ۲۲ لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح ہو کر اسلامی سلطنت میں شامل ہو۔

- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عدم اطمینان کا کوئی ارشاد کسی صحابی سے تو منقول نہیں البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے والوں کو صحابہ کرام کا جواب دینا اور انکا دفاع کرنا اور وضاحت کرنا موجود ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تمام کام ہمارے مشورہ سے انجام پاتے تھے چنانچہ احراق مصاحف کے الزام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا اے لوگو! حضرت عثمان کو کلمہ خیر کے سوا یاد نہ کرو مصاحف اور احراق مصاحف کے بارے میں انہوں نے جو کیا وہ ہمارے مشورے سے ہی کیا تھا۔ (کتاب المصاحف لابی داؤد السجستانی صفحہ ۲۲-۲۳)

اگر کسی طرف سے کوئی شکایت آئی تو بھی اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کے بعد ہی فیصلہ صادر کیا جاتا تھا نہ کہ بلا مشورہ اپنی طرف سے کوئی حکم نافذ کیا جاتا۔

- یہودی دماغ جو مسلسل اسلامی فتوحات سے خائف اور کھلے میدان میں لڑنے سے عاجز آ گیا تھا انہوں نے اسلامی صفوں میں داخل ہو کر سرد جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا اور ابن سبا مسلمانوں میں داخل ہوا گورنری اور عہدے کا طالب بنا تو اسے ناکامی ہوئی چنانچہ کوفہ و بصرہ وغیرہ مدینہ سے دور دراز علاقوں میں سازشیں کرنے لگا اور حب آل رسول کی آڑ میں چراغ اسلام کو گل کرنے کیلئے زور دار تحریک شروع کی اور حضرت عثمان پر احراق مصاحف سمیت اقرباء

نوازی اور طرح طرح کی الزام تراشیاں کر کے عامۃ الناس کو مشتعل کرتا رہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سمیت اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کر کے بے شمار خطوط تحریر کیے حالانکہ اِن حضرات کو بالکل اس کی خبر تک نہ تھی جن کی طرف یہ خطوط منسوب کیے گئے یہ روایات جو مذکورہ کتابوں میں درج ہیں اسی دور کی ایجاد کردہ ہیں جنہیں خاص مہارت سے اطراف واکناف میں پھیلایا گیا۔

- ۴ اقرباء نوازی کا الزام عائد کر کے مذکورہ کتابوں میں یہ کہا گیا ہے کہ انہیں عہدے دئے گئے صحابہ کو عہدے نہ دئے گئے۔ حالانکہ یہ بات سراسر جھوٹ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ کرام مناصب پر فائز نہ تھے حقیقت یہ ہے کہ اہم اور ذمہ دارانہ مناصب صحابہ کرامؓ کے پاس ہی تھے جس کی تفصیل بیان کرنا یہاں پر ممکن نہیں البتہ اُن میں سے بعض حضرات کے اسماء گرامی عرض کر دیتے ہیں جو صحابی تھے اور عثمانی دور میں عامل و ذمہ دار تھے، ولید بن عقبہ، سعید بن العاص، عبد اللہ بن عامر ابوموسیٰ اشعری، زید بن ثابت انصاریؓ، خالد بن العاص، مغیرہ بن شعبہ، سعد بن ابی وقاص، عبد اللہ بن ارقم، علی بن عدی بن ربیعہ جریر بن عبد اللہ، عبد اللہ بن ربیعہ، حضرت امیر معاویہ، قاسم بن ربیعہ عبد اللہ بن عروہ الحضرمی۔ قاسم بن ربیعہ ثقفی، عبد اللہ بن الحارث ہاشمی رضی اللہ عنہم یہ حضرات صحابہ کرام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مختلف ذمہ داریوں پر مامور تھے لہٰذا یہ سراسر بہتان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ کرام کو عہدے اور مناصب نہ دیے جاتے تھے۔
- ۵ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک فتوحات بہت زیادہ ہو گئیں اور عہدہ دینے کیلئے اعتماد کی ضرورت ہے لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اعتماد پر جس کو مناسب جانا کسی منصب پر فائز فرما دیا نظام مملکت چلانے کیلئے با اعتماد افراد کو ہی ذمہ داریاں دی جا سکتی ہیں چنانچہ اِس اعتماد کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی لحاظ رکھا یہ بات ہرگز قابل اعتراض نہیں اور نہ ہی عقل دانش رکھنے والا کوئی شخص اسے معیوب قرار دے سکتا ہے کیونکہ نظام کو درست رکھنے کیلئے با اعتماد افراد کا ہی سہارا لینا عقل و دانش کے مطابق ہے۔
- ۶ یہ بات بھی خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ اسلامی شریعت نے حاکم وقت پر کوئی ایسی پابندی عائد نہیں کی کہ اس کے خاندان کا کوئی فرد عامل یا عہدیدار نہیں بن سکتا اگر بالفرض قرآن وسنت میں کوئی ایسی نص موجود ہوتی جس سے یہ ثابت ہوتا کہ خلیفہ کے خاندان یا قبیلہ کا کوئی فرد عامل یا عہدیدار نہیں بن سکتا تو البتہ یہ اعتراض قابل توجہ ضرور ہوتا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اقرباء واعزا کو عہدہ اور منصب دے کر اس نص کی مخالفت کی ہے، جب یہ بات واضح ہے کہ اپنے اعزا میں سے با اعتماد لوگوں کو بھی کوئی منصب یا عہدہ دیا ہے جیسے کہ دوسرے اہل لوگوں کو بعض مناصب پر نگران بنایا گیا تو اس میں انہوں نے کسی قانون شرعی اور حکم خدا ورسول کی نافرمانی نہیں کی اور اس بات کا اعتراف ناقدین کو بھی ہے تو پھر آخر اِس عنوان کو اچھال کر کس کی خدمت کی جا رہی ہے؟ اہل دین کی یا دشمنانِ دین کی؟

◆ ہم عرض گزار ہیں کہ اقرباء پروری کا الزام رافضی خانہ ساز فیکٹری کا ایجاد شدہ ہے اور یہ سبائی روایات کے جنگل میں پیدا ہونے والی زقوم بوٹی ہے اہل سنت کے نزدیک ان کی کوئی حیثیت نہیں کہ یہ روایات اسلام دشمنوں کی گھڑی ہوئی ہیں۔ جواب کے ہمارے یہ صفحات تفصیل کے متحمل نہیں جو حضرات مزید تفصیل کے طالب ہوں وہ حضرت مولانا محمد نافع (مدظلہ) کی رحماء بینھم حصہ چہارم، حضرت علامہ خالد محمود صاحب پی ایچ ڈی مدظلہ کی خلفائے راشدین کا مطالعہ فرمائیں۔



افتراء

◆ حضرت عائشہؓ نے حضرت عثمان کے بارے میں کہا اس نعثل کو قتل کر دو خدا اس پر لعنت کرے۔ (روضہ الاحباب)

◆ حضرت عثمان کو کافر قرار دے کر قتل کیا گیا۔ (التمہید والبیان)

◆ حضرت عثمان کو طلحہ وزبیر نے قتل کیا۔ (الامامہ والسیاسہ)

الجواب:

◆ روضۃ الاحباب میں انہیں جھوٹے خطوط والی روایت ہے جو سبائیوں نے خود لکھ کر سیدہ ام المؤمنین صدیقہ کائناتؓ کی طرف منسوب کر دیے۔ ہم بقدر ضرورت گذشتہ سے پیوستہ جواب میں اس کی وضاحت کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرما لیا جائے۔

◆ التمہید والبیان میں جس روایت پر انگشت اعتراض دراز کی گئی ہے اس کا راوی جاحظ ہے اور جاحظ خارجی کے احوال ہم گذشتہ اوراق میں عرض کر آئے ہیں کہ یہ شخص قابل اعتماد نہیں۔

◆ الامامہ والسیاسہ کسی شیعہ مصنف کی تحریر ہے جس کے بارے میں ہم وضاحت سے ذکر کر چکے ہیں۔

ہماری ان گزارشات سے واضح ہو گیا کہ

یہ سبائی روایات کے جنگل سے حاصل شدہ خزانہ ہے جو تاریخ کی رطب و یابس سے لبریز کتابوں کی سیاہی سے غذا پا کر حیات ہے۔ ہم بقدر ضرورت وضاحت کر چکے ہیں کہ سبائی ٹولے نے اِن روایات کو چن کر تقیہ کی غذا سے پالا پوسا اور تاریخ کی کتابوں سے اخذ کر کے پھر انہیں کا سہارا لے کر الزام دینے لگ گئے۔ جبکہ ہم صاف وضاحت کر چکے ہیں کہ خارجی و رافضی راویوں سے حاصل ہونے والا تاریخی مواد ہمارے ہاں گوزشتر کے بھاؤ برابر بھی نہیں تو پھر ایسی روایات کے بل بوتے پر اہل سنت کو الزام دینا سوا دھوکہ کے اور کیا ہے۔

باب نمبر 7:

خلفائے ثلاثہ کے علاوہ دیگر حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں اعتراضات

افتراء

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غیر معروف الفقہ والعدالت تھے نعوذ باللہ۔ (ندائے حق)

الجواب:

یہ ندائے حق جناب محمد حسین نیلوی صاحب کی تصنیف ہے جو اہل السنّت کے ہاں قابل تقلید بزرگ نہیں ہیں بلکہ موصوف نے ایک کتاب لکھی جس میں سیدنا حسنینؓ کی جابجا توہین کی اسی سے اس کا خارجی ہونا واضح ہوگیا اس توہین کی بنا پر انھیں جیل جانا پڑا اور ۲۰۰۷ میں جب جیل میں ان کا انتقال ہوا تو ان کی اپنی جماعت اور جہاں زندگی بھر تدریس کرتے رہے اور مذکورہ کتاب بھی وہیں بیٹھ کر لکھی اُن سے سخت نالاں تھے کہ سب نے اُن کو چھوڑ چھاڑ دیا تھا۔ جب خاص اپنی جماعت میں مقبولیت کا یہ عالم ہے تو پھر اہل سنت میں ان کی کیا مقبولیت ہوگی۔ موصوف متنازعہ شخصیت ہیں اس لئے ان کی یہ بات محض ان کا ذاتی خیال ہے اہل سنت کا یہ نظریہ ہرگز نہیں اگر اہل سنت کا نظریہ معلوم کرنا ہو تو اکمال فی اسماء الرجال جو مشکوٰۃ کے آخر میں موجود ہے اس میں ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو شیخ الحدیث اور حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے عام صحابی بھی عادل اور عالم تھا البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں باہمی فرق مراتب اپنی جگہ ایک مسلمہ چیز ہے جیسا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا آپس میں مراتب کا فرق پایا جاتا ہے۔



افتراء

امام ابوحنیفہ تین صحابہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سمرہ بن جندب کے قول کو ناقابل اعتبار سمجھتے تھے۔ نعوذ باللہ

(میزان شعرانی)

الجواب:

- اول روایت کی سند یہاں مکمل نہیں ہے بلکہ حوالہ ہے کہ صاحب کتاب نے یہ قول کہاں سے اخذ کیا ہے تاکہ وہاں سے اصل قول کو دیکھا جائے کہ عام طور پر بات کچھ ہوتی ہے اور آگے چل کر کچھ بنا دی جاتی ہے۔
- ''سوائے'' کا لفظ ناقل یا کاتب کا تصرف معلوم ہوتا ہے کیونکہ سوال میں اپنی رائے ترک کرنے اور صحابہ کے ارشاد کو

اختیار کرنے کا وضاحت کے ساتھ اظہار ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ ہر صحابیؓ کے مقابلے میں اپنی رائے کو چھوڑنے کا اظہار فرما رہے تھے۔ لہٰذا ان تین صحابہ کے نام آنے پر بھی امام اعظمؒ نے اپنی رائے سے دستبرداری کا اعلان کیا ہوگا۔

- ان حضرات ثلثہ کا ارشاد نہ ماننے کی کوئی وجہ وعلت یہاں لکھی ہوئی موجود نہیں یہ کہنا کہ سوائے انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے تمام صحابہ کے بالمقابل اپنی رائے کو ترک کر دوں گا۔ اور وجہ بیان نہ کرنا اس روایت کو نا قابل اعتماد بنا رہا ہے۔
- اس مذکورہ روایت سے ساتھ اوپر کی روایت میں اس پہ استثناء نہیں ہے، کہ جو کچھ آپ کے صحابہ کرام سے (ہمیں) پہنچے اس میں سے ہم پسند کر لیں گے (عکسی صفحہ) جس کا مطلب ہے کہ مختلف صحابہ کرام کے اقوال میں سے جس کو چاہیں ہم اختیار کریں گے اور اس کے مقابلے میں اپنی رائے کو ترک کر دیں گے اس روایت میں صاف صاف وضاحت اور جامع اصول منقول ہے جو آپ ﷺ کی پوری جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات پر صادق آتا ہے۔ اس میں کوئی استثنا نہیں کہ فلاں فلاں صحابی کا ارشاد حجت ہے اور فلاں کا حجت نہیں۔
- اس عکسی صفحہ کے آخر کی دونوں روایات میں جب تعارض ہو گیا کہ ایک میں استثناء ہے اور ایک میں نہیں تو وہ روایت راجح ہوگی جو واضع اور اشتباہ سے پاک ہو لہٰذا آخری سے اوپر والی روایت ثابت اور راجح ہے کہ اس میں جو اصول بیان کیا گیا ہے اس میں کوئی ترمیم وتخصیص کا پہلو موجود نہیں جبکہ دوسری روایت میں بلا دلیل استثناء ہے۔
- ابو مطیع بلخی کا قول اس وجہ سے بھی مردود معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کے برعکس امام اعظمؒ نے بہت سارے شرعی مسائل میں ان تینوں حضرات کی روایات وارشادات سے استدلال کیا ہے اور یہ مسلمہ اصول ارباب تحقیق سے مخفی نہیں کہ جب صاحب قول کا عمل اس قول کے خلاف ہو تو وہ قول قابل اعتبار نہیں ہوتا۔

مذکورہ وجوہ کی بنا پر ابو مطیع بلخی کا قول تصرف سے خالی نظر نہیں آتا ہے بالخصوص اس وقت جبکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کی زیارت سے امام اعظم کو شرف تابعیت نصیب ہوا ہے جس صحابی رضی اللہ عنہ کی زیارت سے وہ تابعی بنے بھلا اُن کا ارشاد امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک حجت کیوں نہیں ہوگا؟



افتراء

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ (جمل وصفین) کرنے والے فاسق تھے۔ (شرح مواقف)

الجواب:

یہ سرخی بھی محض دجل اور شیعہ قوم کی روایتی عیاری کا ایک نمونہ ہے ارباب انصاف سے توجہ کی درخواست ہے، شرح مواقف کے عکسی صفحہ نمبر ۷۴۵ کی تیسری سطر پر المقصد السابع شروع ہوا جس کی ابتدا یوں ہے "انه یجب تعظیم الصحابه کلهم" کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم کرنا واجب ہے پھر اس باب میں آیات قرآنی اور احادیث سے مذکورہ

دعویٰ تعظیم صحابہ کو ثابت کیا پھر اِن باہمی نزاعات ولڑائیوں کا ذکر کیا جو سبائی فریب کاری سے مسلمانوں کے درمیان واقع ہو گئیں اور مختلف حضرات کی اراء و خیالات اور ان کے اقوال بیان فرمائے کہ اِن باہمی لڑائیوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں کیا نظریہ رکھنا چاہئے کیونکہ عام انسانی تصور یہی ہے کہ جب دو جماعتوں میں اختلاف ہو تو ایک حق پر اور ایک ناحق ہوتی ہے اب یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان واقع ہونے والی (صفین وجمل) جنگوں کے بارے میں کیا نظریہ رکھنا چاہئے۔ تو صاحب شرح مواقف نے یہ معاملہ بالکل صاف فرما دیا کہ اِن جنگوں کی بنا پر کوئی صحابی العیاذ باللہ کافر ہرگز نہیں کہ اِن کا یہ باہمی نزاع اجتہاد کی بنا پر تھا اور مجتہد کا اجتہاد اگر صواب نہ بھی ہو تو بھی اسے ایک اجر ضرور ملتا ہے البتہ یہ بحث زیر گفتگو آئی کہ ان میں سے کوئی فریق فاسق (یعنی گنہگار) ہے یا نہیں اِن دونوں رائیوں کے قائلین موجود ہیں چنانچہ فرمایا: **ان بعضهم كالقاضي ابى بكر ذهب الى ان هذه التخطية لا تبلغ حد التفسيق۔ الخ۔** (عکسی صفحہ سطر ۲۲) کہ بعض حضرات جیسے قاضی ابوبکر وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ خطاء (جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان جنگ کی صورت میں واقع ہوئی اور ایک جماعت کا اجتہاد صواب اور دوسری جماعت کا اجتہاد خطاء تھا) فسق کی حد کو نہیں پہنچا۔ کیونکہ اجتہاد خطاء بھی ہو تو ایک اجر ضرور ملتا ہے لہٰذا ان دوسرے حضرات کا اجتہاد خطاء بھی ہو گیا تو اُن کو اِس بنا پر فاسق کہنا بالکل جائز نہیں۔

اور دوسری رائے یہ ہے کہ خطائے اجتہادی فسق ہے، چنانچہ فرماتے ہیں **و منهم من ذهب الى التفسيق كالشيعة** (عکسی صفحہ سطر نمبر ۲۳) کہ اُن میں بعض وہ ہیں جو اِس خطائے اجتہادی کو فسق کہتے ہیں جیسا کہ شیعہ قوم۔

محترم حضرات! خود ہی انصاف فرمائیے صاحب مواقف نے جو مذہب شیعوں کا بیان فرمایا کہ شیعہ امت یہ نظریہ رکھتی ہے کہ وہ صحابہ فاسق تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صفین وغیرہ میں لڑے اِس شیعہ نظریہ کو سنی نظریہ کے طور پر پیش کر کے الزام دینا کیا دیانت داری ہے؟ صاحب شرح نے تو شیعہ قوم کا نظریہ نقل کیا ہے اور نقل کرنے والے کے کھاتے میں اس نقل کو نہیں ڈالا جاتا۔ اس تجاہل عارفانہ پر سوا اس کے ہم کیا عرض کر سکتے ہیں کہ

خود ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کرو   ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی



افتراء

جنگ جمل وصفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے والے سب غدار اور گمراہ تھے۔

(حضرت علی تاریخ وسیاست کی روشنی میں، از طٰہٰ حسین مصری)

الجواب:

اس کتاب کے رائٹر وہی طٰہٰ حسین مصری صاحب ہیں جنہوں نے بانی مذہب شیعہ عبداللہ ابن سباء کے وجود کا ہی سرے سے انکار کر دیا ہے تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ چنانچہ کچھ عرصہ قبل جو رجال کشی تہران میں چھاپی گئی ہے اس کے صفحہ ۹۹ پر جہاں ابن سباء کے احوال مذکور ہیں ان ڈاکٹر صاحب کا اِس ابن سباء کے وجود سے انکار کر دینا حاشیہ میں چھاپا گیا

ہے۔ مدعی سست گواہ چست کا کردار ڈاکٹر طہٰ حسین صاحب شیعہ کا سہ لیسی میں عرصہ سے معروف ہیں ان کے خانہ دماغ میں اسلام دشمنی کا کیڑا پرورش پا گیا تھا جب ہی تو وہ اسلام کے شاہد و محافظ حضرات صحابہ کرام ؓ کے نام سے ہی بگڑ جاتا اور بہانے تلاش کر کے اُن پر برس پڑتا ہے ہمارے کرم فرماء تحقیقی دستاویز والوں کو بھولنا نہیں چاہیے کہ ہم اہل السنت والجماعت ہیں بت پرستی کی طرح ڈاکٹر پرستی بھی ہمارے مذہب میں حرام ہے ہر جھوٹی بات کو سامعین مرثیہ کی طرح قبول کر کے مذہب بنا لینا ہمارے دین میں نہیں ہے۔

الزام دینے کا مسلمہ قاعدہ واصول یہ ہے کہ جس کو الزام دینا مقصود ہو وہ کتاب یا عبارت وغیرہ اُس ملزم کے ہاں معتبر بھی ہو ورنہ الزام دینا درست نہ ہوگا دھوکہ باز رافضی ہمیں الزام اپنے کارندوں اور کاسہ لیسوں کی کتابوں سے دیتے ہیں جو سراسر اصول کے خلاف ہے لہٰذا ہم صرف اپنی کتاب کا جواب دینا ضروری جانتے ہیں رافضی وکیلوں کی کتابیں نہ ہمارے ہاں حجت ہیں اور نہ ہی ان کی خرافات ہمارے کندھوں پر بوجھ ہیں جس کو اتارنا ہم پر لازم ہو۔



افتراء

حضرت مدعم ؓ اور حضرت کرکرہ خدام رسول ہر دو اصحاب جہنم کی آگ میں ہیں (العیاذ باللہ) (مشکوۃ المصابیح)

الجواب:

دو حق ادا کرنا اللہ تعالیٰ نے ہر انسان پر لازم فرمائے ہیں۔ (۱) حقوق اللہ جیسے نماز روزہ وغیرہ (۲) حقوق العباد جیسے ناحق کسی کا مال نہ کھانا کسی کو گالی نہ دینا جان تلف نہ کرنا وغیرہ پھر اگر حقوق اللہ میں غلطی یا کمی کوتاہی ہو جائے اور غلطی کرنے والا توبہ کرنا چاہے تو اس کے لئے تین شرائط ہیں۔ (۱) اُس غلطی کو (جس سے توبہ کر رہا ہے) فوراً چھوڑ دے۔ (۲) آئندہ وہ غلطی کبھی بھی نہ کرنے کا عزم کرے (۳) دل سے اس غلطی کرنے پر نادم ہو۔ اگر کوئی حقوق العباد کی کمی کوتاہی سے توبہ کرنا چاہے تو چار شرائط ہیں تین یہی مذکورہ بالا اور چوتھی شرط یہ ہے کہ اس حق تلفی کا ازالہ کیا جائے یعنی مال چھینا تو واپس کیا جائے گالی دی تو معافی مانگی جائے وغیرہ۔ پھر حقوق اللہ میں کمی کوتاہی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور فضل سے معاف فرما دیں گے مگر حقوق العباد میں اگر حق تلفی ہو جائے تو اس میں معافی نہیں ہو سکتی جب تک کہ صاحب حق خود معاف نہ کر دے اسی وجہ سے حقوق العباد کے بارے میں یہ تنبیہ بار بار کی گئی ہے کہ اس میں کوتاہی کرنے سے بہر صورت بچنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا شہید کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے سوا قرضہ کے (الحدیث) کیونکہ یہ حقوق العباد میں سے ہے اسی طرح ایک حدیث کا حاصل مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا غریب کون ہے صحابہ ؓ نے عرض کیا جس کے پاس مال نہ ہو فرمایا نہیں بلکہ بے چارہ غریب وہ ہے جو حساب والے دن بہت نیکیاں کر کے آئے گا مگر کسی کی غیبت کی ہوگی کسی کو گالی دی ہوگی کسی کا مال چھینا ہوگا وہ (جن کے حقوق اس نے تلف کیے تھے) اس کی تمام نیکیاں لے جائیں گے اور یہ بے چارہ نیکیاں کرنے کے باوجود خالی رہ جائے گا (مفہوم حدیث) کیونکہ اس نے حقوق العباد میں حق

تلفی کی ہے یہاں مال غنیمت میں چوری کرنے کا مسئلہ بیان ہوا ہے اِن دو صاحبوں نے مال غنیمت میں امانت داری کا مظاہرہ نہیں فرمایا اور مال غنیمت کا ناجائز تصرف حقوق العباد کو تلف کرنا ہے جس پر سزا دی جائے گی۔ اِسی واقعہ کو یہاں بیان کیا گیا ہے جو گویا اِس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ مال غنیمت میں خیانت کرنے سے بہر حال بچنا چاہئے۔ اگرچہ یہ حضرات شہید تھے مگر اِس حقوق العباد کی تلفی سے ان کی یہ حالت ہوئی۔

- یہ کہنا کہ (وہ دونوں) خدام رسول تھے۔ یہ خدام کا لفظ بھی روایتی دھوکہ بازی اور عامۃ الناس کو اشتعال دلانے کی مذموم جسارت ہے ورنہ مدعم ایک غلام تھا جو کسی نے آپ ﷺ کو ہدیہ کیا تھا اور غلام کبھی اچھے اور صالح ہوتے ہیں مگر کبھی کبھی اُن کی حالت کمزور بھی ہوتی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ کے خادم تھے یہ غلام اُس درجے کا خادم یا محض اللہ کی رضا کیلئے خدمت کرنے کے لئے حاضر نہ ہوا تھا بلکہ غلام تھا کسی نے آپ کو ہدیہ کر دیا اب جو شخص ہو گھر کا کام کاج کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ اور دوسرے شخص کرکرہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے اونٹ پر سامان لادا تھا اور اتفاقاً فوت ہو گیا تھا ایک آدھ مرتبہ کوئی کام کر دیا جائے تو اگرچہ یہ خدمت ہی ہے مگر عرف میں اُس کو خادم نہیں کہا جاتا۔ الغرض غلام اور خدام میں اچھا خاصا فرق ہے یار لوگ جو غلام کو خدام کہہ کر آپے سے باہر ہوئے جا رہے ہیں انہیں عقل کو ہاتھ مارنا چاہیے۔
- یہاں روایت میں یہ الفاظ ہرگز نہیں کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا جو کہ کافروں کیلئے خاص ہے بلکہ یہ عارضی سزا ہے جو بالآخر ختم ہو جائے گی۔
- کسی جُرم پر مقرر شدہ سزا کا دیا جانا شرعی قاعدہ ہے اِس سے کوئی شخص بھی مبرا نہیں الا یہ کہ رحمٰن و رحیم اپنی رحمت کی چادر ڈال کر معاف فرما دے۔ خود رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ (الحدیث) ہر شخص جانتا ہے کہ جو شرافت اور بلند مرتبہ اور نبی کریم ﷺ اور اولاد نبی کریم ﷺ کو حاصل ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں مگر اس بلند مرتبہ کے باوجود مقررہ سزا سے استثناء نہیں کیا گیا آپ ﷺ کا یہ فرمان گرامی محض مسئلہ سمجھانے کے لیے ہے ورنہ آلِ رسول سے ایسا عمل ہو جانا بہت بعید ہے'' بہر حال یہاں پر بھی یہی مسئلہ واضح کیا گیا ہے لہٰذا یہ بات نہ قابل اعتراض ہے اور نہ ہی لائق الزام۔
- اِن دونوں حضرات کے بارے میں یہ فرمانا کہ وہ جہنم میں ہیں (کہ عارضی طور پر سزا بھگت کر جنت جائیں گے) یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے کہ آپ ﷺ کو یہ حالت دکھا دی گئی اور آپ ﷺ کے معجزات کا انکار کرنا کسی مسلمان آدمی کا کام نہیں ہے۔



افتراء

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حرام طریقے سے مال کماتے تھے۔ (کتاب ابوذر غفاری)

الجواب:

گذشتہ اوراق میں گزر چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس بنا پر سخت باز پرس کی کہ بحرین کا گورنر بنانے سے پہلے تو یہ مال آپ کے پاس نہ تھا اس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی صفائی پیش کی اور حلال طریقے سے یہ مال حاصل ہونے کے شواہد پیش کیے کہ میری گھوڑی نے بچہ دیا اس کو فروخت کیا۔ اسی طرح میرے تجارت کے شریک دوستوں نے ہدیے دیے تو اس گھوڑی کی نسل سے ہونے والی نسل کو بیچ کر اور ہدایا کے ذریعے یہ مال جمع کیا ہے اسی واقعہ کو کتاب میں بیان کیا گیا ہے جسے یار لوگوں نے بھونڈے انداز میں یہاں بیان کیا گیا ہے اس سے نہ یہ لازم آیا کہ واقعی حرام مال کمایا تھا اور نہ ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ باز پرس کرنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی غلط کام کیا لہٰذا یہ بات قابل اعتراض نہ تھی مگر مرض باطن چین جو نہیں لینے دیتا۔



افتراء

صحابی حکم بن عاص خود منافق ہے اور ان کی تمام اولاد ملعون ہے۔ (سیر اعلام النبلا)

الجواب:

قارئین کرام ان دونوں صفحات میں عربی کا ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو حکم بن عاص کے منافق ہونے والا معنیٰ دے نہ حضور ﷺ نے انہیں منافق کہا اور نہ کسی اور شخص نے ان کو منافق کہا بلکہ یہ خرافات محض حسد کی جلنے والی آگ کی چنگاریاں ہیں جو اہل سنت کی کتابوں کو آڑ بنا کر سلگائی جا رہی ہیں۔

- اسی عکسی صفحہ نمبر ۱۰۸ کی سطر نمبر ۵ پر درج ہے: (ویروی فی سبہ احادیث لم یصح) کہ حکم بن عاص (اور ان کی اولاد) کے بارے میں سب و شتم کی جتنی روایات ہیں وہ (گھڑی ہوئی ہیں) صحیح نہیں۔ اس صاف وضاحت سے یہ معلوم ہو گیا کہ جو خرافات رافضی راویوں نے حکم بن عاص اور ان کی اولاد کے بارے میں گھڑی ہیں صاحب کتاب انکار کر رہے ہیں کہ کہیں لوگ ان روایات کو صحیح سمجھ کر اپنے ایمان کو برباد نہ کر بیٹھیں۔

محترم حضرات! اندازہ لگائیے کتاب میں جس بات کو جھوٹا اور من گھڑت بتایا جا رہا ہے اسی صفحہ پر یہ سرخی جمائی گئی ہے کہ حکم بن العاص اور اس کی اولاد منافق تھے۔

حالانکہ کتاب والا کہتا ہے کہ وہ روایات جس میں حکم وغیرہ پر لعنت اور سب و شتم کے لفظ ہیں وہ صحیح نہیں اسی صفحے کا حوالہ دے کر رافضی کہتا ہے دیکھو سنیو تمہاری کتاب میں لکھا ہے حکم منافق اس کی اولاد ملعون ہے **لا حول و لا قوۃ الا باللہ**۔ کیا کمال درجہ کا دجل ہے اب آپ ہی فرمائیے ایسے فریب خوردہ لوگوں کی اصلاح کس طرح ممکن ہے؟

- محترم حضرات منافق اور ملعون کہنا گالی اور برائی ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے گالی گلوچ سے اور کسی کی برائی سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ گالی دینا اور کسی کو برا کہنا صرف اسلام ہی نہیں انسانی شرافت کے بھی خلاف ہے اب

اس طرح کی خرافات سے خدا کو معلوم کس کو راضی کیا جاتا ہے حالانکہ ان خرافات کو اللہ اس کا رسول اور اہل اللہ ''دین یا انسانی شرافت'' کوئی بھی قبول نہیں کرتا۔

- جب اللہ کے نبی خود سب وشتم سے روکتے ہیں تو وہ خود اس کا ارتکاب کس طرح سے کریں گے رحمت عالم ﷺ کی ذاتِ طیبہ تو اس طرح کے غلط جملے ارشاد فرمانے سے پاک ہے نہ اللہ کے نبی فحش گو تھے اور نہ اس کو پسند فرماتے تھے پھر ایسی خرافات کی نسبت رحمت عالم ﷺ کی طرف کرنا کس طرح درست ہے؟ ہم عرض کرتے ہیں کہ ایسی تمام روایات جھوٹی اور رافضیوں کی گھڑی ہوئی ہیں جس میں فحش گوئی یا گالم گلوچ پائی جائے یہی بات (عکسی صفحہ) پر صاحب کتاب نے لکھی ہے لہٰذا یہ سرخی قائم کر کے رافضیوں نے اپنی غلیظ عادت کو تسکین تو دے لی ہے مگر انجام بد سے بچنے میں یہ تحریر ذرا کام نہ آئے گی بلکہ وہی انجام ہوگا جو پیغمبر اسلام ﷺ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے والے کا ہوتا ہے۔



افتراء

امیر معاویہ مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن العاص تینوں لعنتی ہیں۔ (تنویر الایمان)

الجواب:

یہ روایت بھی سبائی جنگل کی کاشت ہے اس کے جھوٹا ہونے کیلئے درج ذیل قرینے کافی ہیں۔

- عمرو بن العاص نے منبر پر چڑھ کر جناب امیر پر کچھ اعتراض کیا (عکسی صفحہ) روایت میں کوئی وضاحت نہیں کہ وہ منبر کون سا تھا اور یہ کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کس حیثیت سے یہ بیان کیا تھا جبکہ منبر رسول پر خطبہ دینا امیر کے ذمہ ہے! یہ الفاظ بالکل مجہول ہیں مزید یہ کہ بڑے حوصلہ کی بات ہے کہ منبر رسول پر کھڑے ہو کر کسی پر اعتراض کرنے کا بہتان صحابہ کرام پر باندھا جائے۔
- (حضرت حسن نے فرمایا) اے عمرو اے مغیرہ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سابق اور قائد پر لعنت کی ہے جن میں ایک وہ فلاں شخص بھی ہے (عکسی صفحہ) اِس جملہ میں قابل غور ہے کہ (۱) فلاں شخص بھی ہے: اگر وہ واقعی ملعون ہے تو چھپانے کی کیا ضرورت اور اگر ملعون نہیں تو یہ لعنت والے الفاظ کا کیا معنی؟ یہ لفظ صاف صاف شکایت لگا رہا ہے کہ شیعہ مہربانوں کی گھڑی ہوئی کہانی ہے اگر یقین نہ آئے تو شیعہ اصول اربعہ کے صفحات کھول کر دیکھ لیے جائیں جہاں الفاظ ہوتے ہیں ''اللھم العن فلان و فلان و فلان'' کہ فلاں فلاں پر لعنت کر معلوم ہوا کہ فلاں کا استعمال عموماً شیعہ برادری کا زیر استعمال لفظ ہے جو دراصل تقیہ کا ثواب حاصل کرنے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے اِس صاف قرینہ کے بعد رافضی کرم فرماؤں کا اِس روایت کو مسلمہ روایت کے طور پر پیش کرنا اور الزام دینا محض فراڈ ہے۔

37A

❸ اس جملہ میں رسول کا سابق وقائد پر (جس کا مطلب اگلے اور پچھلے بنتا ہے) لعنت کرنا کتاب اللہ کے خلاف ہے اول لعنت کرنا درست نہیں پھر اُن پر جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے اُن پر جبکہ اس وقت تک انکا کوئی قصور نہیں تھا لعنت کرنا کیسے درست ہے؟ یہ بات بھی اس روایت کا جھوٹا ہونا واضح کر رہی ہے۔

❹ (حضرت حسن نے فرمایا)...... نبی کریم ﷺ نے عمرو پر تمامی ان جملوں کے ساتھ جن کے ساتھ لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں لعنت فرمائی۔ (عکسی صفحہ)

کیا کرم فرما اس لعنت کا نبوی ارشاد کہیں سے دکھا سکتے ہیں کہ مذکورہ وصف کے مطابق آپ ﷺ نے ان پر لعنت فرمائی ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ ذخیرہ روایات میں کہیں پر ایسا کوئی جملہ موجود نہیں کہ جس میں رحمت عالم ﷺ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ پر لعنت فرمائی ہو۔ نیز اس جملہ سے کیا تاثر ملتا ہے؟ یہی ناں کہ آپ ﷺ لعنت کی تسبیح پڑھتے رہتے تھے۔ لا حول و لا قوۃ۔ کیا ایسی روایت بھی قابل اعتماد اور بالکل صحیح ہو گی؟ ہاں ان کے نزدیک تو درست ہو سکتی ہے جو بھنگ کا پیالہ چڑھا کر کربلا سے آواز آئی ہے پر مست ہو رہے ہوں اور اسی حالت نشہ میں روایت پڑھنے کا شرف حاصل کر رہے ہوں مگر کوئی ذی عقل شخص تو ان الفاظ پر غور کرنے کے بعد صاف کہہ دیتا ہے کہ یہ جھوٹ کا پلندہ ہے صحیح نہیں۔

❺ خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے تم کو اس جماعت میں کیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بے زاری ظاہر کرنے والی ہے (عکسی صفحہ)

حالانکہ یہ بات بہر حال خلاف واقعہ ہے کہ حضرت عمرو بن العاص وغیرہ حضرات نے حضرت امیر المؤمنین حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے بے زاری کا اظہار کیا ہو بلکہ صحابہ کرام کا آپس میں گہرا ربط رہا اور ایک دوسرے کے لئے دُعائیہ جملوں کا استعمال کرتے رہے ہیں۔ لہٰذا یہ خلاف حقیقت جملہ اِس روایت کے خلاف حقیقت اور جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔

❻ اِس روایت کی سند تو بیان نہیں کی گئی البتہ یہ کہہ دیا گیا کہ ایک راوی کے سوا باقی سب راوی صحیح احادیث کے راوی ہیں اگرچہ وہ بھی مختلف فیہ ہے۔ (عکسی صفحہ)

یہ جملہ رہی سہی کسر پوری کرنے کیلئے کافی ہے ایک راوی کے بارے میں تو کھلے لفظوں میں اعتراف کر لیا ناں کہ وہ راوی صحیح نہیں اور جھوٹی روایت گھڑنے والا تو ایک ہی ہوتا ہے باقی تو صرف ناقل ہوتے ہیں گویا اسی ایک صاحب نے یہ روایت گھڑ کر پیش کی اور باقی راویوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اِس جھوٹی اور وضعی روایت کی بنا پر الزام دیا جا رہا ہے باقی رہا اہل السنّت والجماعت کی کتابوں میں ان کا لکھا جانا تو یہ بات ہر شخص جانتا ہے جس کو علم اور اہل علم سے کچھ وابستگی ہو، جس کتاب میں یہ روایت ہے اسی میں اس کتاب کا وضعی اور بالکل مردود ہونا بھی لکھا ہوا ہے کسی روایت کو لکھ کر ساتھ یہ بتا دینا کہ متکلم فیہ راویوں سے یہ روایت آئی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ عقیدہ بنانے کے لیے کافی دلیل ہے بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ روایت بازار علم میں ایسی ردی ہے جس کا ٹھکانہ ردی کی ٹوکری کے سوا کوئی نہیں۔



37B

افتراء

اسلام میں رشوت کی بنیاد مغیرہ بن شعبہ نے ڈالی۔ (المعارف)

الجواب:

رشوت کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا شخص یا صاحب اختیار حاکم وغیرہ جس سے مطلب ہو اور مال دیے بغیر مطلب براری نہ ہو سکتی ہو تو اپنا مقصد حاصل کرنے کی غرض سے مال دیا جائے۔ جس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں نمبر(۱) ابطال حق (۲) احقاق باطل (۳) اپنا مفاد پورا کرنا۔ عکسی صفحہ میں قابل ملاحظہ چیزیں درج ذیل ہیں۔

◆ ۱ عکسی صفحے کی متنازعہ عبارت یہ ہے: **اول من رشاء فی الاسلام مغیرۃ بن شعبۃ۔** اس کا معنیٰ رشوت کیا گیا حالانکہ رشوت کا مفہوم ادا کرنے کیلئے لفظ اَلرُّشْوَۃُ آتا ہے جس کا معنیٰ ہے رشوت۔ اَلْاِرْتِشَآء رشوت خوری۔ المرتشی، رشوت خور ارتشی منہ رشوت لینا۔ (قاموس صفحہ ۶۲۹)

لہٰذا رشوت کا مفہوم ادا کرنے والے الفاظ ہم نے ذکر کر دیے ہیں مذکورہ لفظ اِن رشوت کے مفہوم کو ادا کرنے والے الفاظ میں سے نہیں ہے۔

◆ ۲ رشوت یا احقاق باطل کیلئے دی جاتی ہے یا ابطال حق کیلئے یا ذاتی مفاد کیلئے جبکہ ان تینوں صورتوں میں سے کوئی صورت یہاں ہرگز نہیں پائی جاتی نہ ایسی کوئی مثال پیش کی جا سکتی ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ ان صورتوں میں سے کسی صورت کا وجود پایا گیا ہے۔

◆ ۳ ابن عمر نہ حاکم تھے اور نہ ہی صاحب اختیار جب کہ مفاد حاصل کرنے کیلئے کسی ایسے شخص کو رشوت دی جاتی ہے کہ اس سے مطلب حاصل ہو سکے یہاں پر وہ صورت نہیں پائی جا رہی۔

◆ ۴ یہ قول بلا سند یہاں مذکور ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے ایمان پر کلام اللہ اور فرمان نبوت شاہد ہے اِن کے بارے میں بلا سند بات ہرگز قابل اعتبار نہیں ہوتی۔

◆ ۵ یہ قصہ رافضی روایات کی فیکٹری میں تیار کیا گیا ہے دلیل اس کی (۱) یہ ہے کہ یہ روایت بلا سند منقول ہے۔ (۲) ابن قتیبہ خود شیعہ ہے اور شیعہ کی روایت وہ بھی بلا سند اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف" لہٰذا روایت کے پلے جو کچھ بچتا ہے وہ ہر ذی نظر پر عیاں ہے۔

◆ ۶ ابن قتیبہ خود متکلم فیہ ہے بعض حضرات نے اسے اہل سنت سے خارج مشبہ، اہل بیت سے منحرف وغیرہ کہا ہے چنانچہ میزان الاعتدال کی دوسری جلد صفحہ ۳۸۷ پر علامہ ذہبی نے تفصیلی گفتگو فرمائی ہے اور ارباب علم کے اس کے بارے میں مختلف اقوال نقل فرمائے ہیں جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ابن قتیبہ کی ہر بات آنکھیں بند کر کے قبول کر لینا درست نہیں۔

❀❀❀❀

افتراء

مغیرہ بن شعبہ نے ام جمیل نامی عورت سے زنا کیا۔ (کتاب المختصر، المستدرک، البدایہ والنہایہ تاریخ الامم والملوک)

الجواب:

اربابِ علم اِس بات کونوٹ فرمالیں رافضی قلم کاروں کی بددیانتی اگر جہاں بھر میں تقسیم کر دی جائے تو ہر شخص کے حصے میں اتنا بھار ضرور آئے گا کہ اسے کامل بددیانت کہا جا سکے۔ اندازہ لگایئے کتاب مذکورہ میں وہ واقعہ لکھا گیا ہے جو دورِ فاروقی میں پیش آیا کہ کچھ لوگوں نے صحابی رسول پر یہ الزام لگایا تو اسلامی نصابِ شہادت سے وہ اسے ثابت نہ کر سکے زنا کا جو الزام ثابت نہ کیا جا سکا رافضی اسے زنا سے تعبیر کر رہا ہے جو سراسر جھوٹ کا پلندہ ہے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے روبرو یہ الزام حضرت مغیرہ پر لگایا گیا تو الزام لگانے والوں سے یہ واقعہ ثابت نا کیا جا سکا جس کی بنا پر شرعی حد قذف ان کو لگائی گئی تھی حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں حد بعد ثبوت کے جاری ہوتی ہے اور چوتھے گواہ نے خاطر خواہ گواہی نہ دی تھی پھر جب حد ہی ثابت نہ ہوئی تو حد دفع کرنے کا کیا معنیٰ۔

ابن جریر طبری، محمد بن اسماعیل بخاری نے اپنی تاریخ میں اور حافظ عماد الدین ابن کثیر اور حافظ جمال الدین ابو الفرج ابن جوزی اور شیخ شمس الدین مظفر" سبط ابن جوزی اور دیگر مورخین ثقہ نے نقل کی ہے کہ مغیرہ بن شعبہ امیر بصرہ کا تھا بصرہ کے لوگ اُن کی بدی چاہتے تھے کہ اُن کو موقوف کرا دیں (یعنی معزول کروا دیں) اس لئے اُس پر تہمت زنا کی باندھی اور چند گواہ جھوٹے مقرر کیے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب کے حضور میں اس فاحشہ کی گواہی مغیرہ پر دیں۔

(تحفہ اثناعشریہ صفحہ ۶۱۶ اردو)

پھر حضرت شاہ صاحب نے مکمل واقعہ لکھا ہے کہ گواہ پیش کیے گئے لیکن جھوٹے تو جھوٹے ہی ہوتے ہیں جس چوتھے گواہ کو پڑھا کر لائے تھے وہ بے اختیار عدالت فاروقی میں سچ بول پڑا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت مغیرہ پر تو سزا حد کی نہ لگی مگر جو جھوٹی گواہی دینے آئے تھے اُن کو بہتان کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ (ملخص، از تحفہ)

یاد رہنا چاہئے کہ یہ بصرہ وہی شہر ہے جو ابن سبا کی تحریک کا مرکزی کردار رہا ہے صحابہ کرامؓ کے درمیان آپس کی دشمنیاں پیدا کرنے کی ہمیشہ جسارت کی جاتی رہی ہے۔ لہٰذا ایک ایسے واقعہ کی روایت جس کا جھوٹا ہونا اسلامی عدالت میں بالکل عیاں ہو چکا ہو اس پر اعتماد کرنا کسی پاگل شخص کا کام ہو سکتا ہے۔ وہی لوگ جو اِس بہتان کو تراش کر صحابہ کرام سے دشمنی کا اعلان کر رہے تھے انہوں نے یہ روایت گھڑی اور تاریخ کی کتابوں کے واسطہ سے اڑا دی ہم عرض کرتے ہیں کہ جس الزام کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عدالت میں ثابت نہ کیا جا سکا وہ کسی کے نزدیک قابل قبول ہرگز نہیں، اور اتنی بات تو رافضی لوگ بھی جانتے اور مانتے ہیں کہ زنا کا دعویٰ چار گواہوں کے بغیر معتبر نہیں چنانچہ شیعہ اصول اربعہ میں داخل شیخ الطائفہ ابی جعفر محمد بن الحسن کی تہذیب الاحکام جلد ۱۰ کتاب الحدود کی دوسری روایت ہے:

عن ابی عبداللّٰہ قال: لا یجب الرجم حتی تقوم البینة الاربعة شهود انهم قد رأوه یجامعها۔

(تہذیب الاحکام ج ۱۰ ص ۲ کتاب الحدود باب حدود الزنی مطبوعہ تہران)

''ابوعبداللہ نے فرمایا کہ چار گواہوں کی گواہی کے بغیر رجم کرنا واجب نہیں یہاں تک کہ وہ چار گواہ (قاضی کے) روبرو یہ گواہی دیں کہ انہوں نے اِس (ملزم) کو جماع کرتے ہوئے دیکھا ہے۔''

اس باب کی روایت نمبر ۱ میں ہے کہ وہ گواہ (ملزم) کے زنا کرتے وقت دیکھ چکے ہوں کہ اس نے داخل اور خارج کیا جیسے سرچو سرمہ دانی میں ہوتا ہے اِس باب میں دسیوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ چار گواہوں کے بغیر زنا کا الزام ثابت نہیں ہوتا۔ جب سبائیوں سے چار گواہ نہ پیش کیے جا سکے تو شیعہ قانون کے مطابق بھی الزام ثابت نہ ہوا پھر بھی یہ لکھنا کہ ''انہوں نے زنا کیا'' یہ جھوٹ نہیں!

(مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تحفہ اثناعشریہ باب دہم در مطاعن خلفاء وغیرہم فی باب مطاعن فاروقی طعن نمبر ۶ صفحہ ۶۱۶ اور فوائد نافع حصہ اول صفحہ ۶۲۲ تا ۶۳۰)



افتراء

عمرو بن العاص نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو رشوت دینے کی پیشکش کی۔ (حلیۃ الاولیاء)

الجواب:

ابھی گذشتہ اوراق میں اس کا جواب ہم عرض کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے۔



افتراء

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے معاویہ اور عمرو بن العاص پر لعنت کی۔

(الکامل فی التاریخ، تتمہ المختصر فی اخبار البشر، حضرت عثمان شہید از محمد بن یحییٰ تاریخ ملت)

الجواب:

محقق العصر حضرت مولانا محمد نافع آف محمدی شریف سیرت امیر معاویہ میں رقم فرماتے ہیں ''اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بد دعائیں کرنے کی یہ روایت ابومخنف لوط بن یحییٰ رافضی بزرگ سے مروی ہے نیز اسناد میں ابومخنف ایک واسطہ کے ذریعے عن شیخ من اہل المدینہ سے نقل کرتا ہے وہ شیخ اپنی جگہ مجہول بالذات والصفات ہے۔ (سیرت امیر معاویہ حصہ دوم صفحہ ۱۶۲)

❶ ابومخنف لوط بن یحییٰ کی یہ روایت ہے جس کی بنا پر ہمیں الزام دیا جا رہا ہے ملاحظہ فرمائیں لوط بن یحییٰ کون ہے۔

ابومخنف لوط بن یحییٰ، هالك، لا یوثق به، ضعیف، لیس بشیٔ شیعی محترق، صاحب اخبارهم۔

(① المغنی للذہبی جلد ۲ صفحہ ۸۰۷ تحت ابن مخنف، ② میزان الاعتدال للذہبی جلد ۳ صفحہ ۳۶۰ تحت لوط بن یحییٰ، ③ لسان المیزان لابن حجر جلد ۴ صفحہ ۴۹۲)

ابومخنف لوط بن یحییٰ نہایت مجروح، غیر ثقہ، ضعیف، متروک اور جلا بھنا رافضی ہے۔ قصہ گو اخباری ہے۔

محترم حضرات مانا کہ یہ روایت اہل سنت کی کتابوں میں دستیاب ہے مگر ذرا جھانک کر دیکھو تو سہی آئی کس کے گھر

سے ہے؟ اور کسی زبان سے جاری ہو کر منہ کے راستے عالم وجود میں داخل ہوئی ہے؟ چلے بھنے رافضی کہانیاں بنانے اور گھڑنے والے اخباری سے ہی یہ روایت وجود پذیر ہوئی ہے ناں؟ تو ایسی روایت کو الزام میں پیش کرتے ہوئے رافضی لوگوں کو شرم بھی نہ آئی۔ مگر مقصود تحقیق اور راہ حق کا تلاش کرنا ہوتا تو پھر آدمی حقائق پر غور کرتا یہاں تو دھوکہ فراڈ اور جھوٹ بہتان کے سوا کچھ بھی نہیں نظر آتا ہماری اس گزارش سے مذکورہ روایت کا حال حشر سب پر عیاں ہو گیا کہ یہ روایت جلے بھنے رافضی کی ایجاد کردہ ہے۔ ابومخنف کے بارے میں گزشتہ اوراق میں بھی ہم عرض کر چکے ہیں۔ مزید تسلی کے لیے وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے۔



افتراء

امیر معاویہ، عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ کی گواہی اسلام میں قابل قبول نہیں۔ (کتاب المختصر فی اخبار البشر)

الجواب

- یہ روایت بھی گھڑ کر سنی کتابوں میں داخل کی گئی ہے۔ جس کے جھوٹا ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ روایت بلاسند منقول ہے صرف اتنا لکھا گیا ہے کہ روی عن الشافعی الخ۔ اگر اس شافعی سے امام الفقہ حضرت امام شافعیؒ مراد ہیں تو سراسر اُن پر اس کلام کی نسبت جھوٹ کا پلندہ ہے۔ کیونکہ مذکورہ بالا حضرات صحابہ کرام امام شافعیؒ کے پیدا ہونے سے پہلے دنیا سے جا چکے تھے اور کسی کے دنیا سے چلے جانے کے بعد اسے ناقابلِ شہادت قرار دینا مضحکہ خیز ہے۔
- امام شافعیؒ بھلا اُن حضرات کو ناقابلِ شہادت کیسے قرار دے سکتے ہیں جن کی روایات سے وہ اپنے فقہی مسائل کو ثابت کرتے ہیں! اِن مذکورہ صحابہ کرامؓ کے ارشادات اور ان کی بیان کردہ احادیث کو اہل السنت والجماعت کے محدثین، وفقہاء سب نے نقل کیا اور ان کی روایات پر اعتماد کیا ہے اس بھرپور اعتماد کے بعد تاریخ کی بے سند بات کو کوئی وزن نہیں دیا جا سکتا۔
- کسی بات یا قول کو قبول کرنے کے لیے فریقین کے نزدیک یہ اصول مسلم ہے کہ جو روایت یا قول قرآن پاک اور سنت متواترہ کے خلاف ہو اسے رد کرنا واجب ہے: یہ تاریخی قول قرآن پاک وسنت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مختلف مقامات پر صحابہ کرامؓ کے ایمان کی گواہی دی ہے اور فتح مکہ سے قبل ایمان قبول کرنے والوں کو فضیلت والا بتایا ہے ان کے ایمان اور عمل کو معیار قرار دے کر بعد والوں کو ان کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ صحابہ کی فضیلت میں نازل شدہ آیت کے تحت یہ مذکورہ حضرات صحابہ کرامؓ بھی شامل ہیں۔ اسی طرح احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے امیر معاویہ عمرو بن العاصؓ اور مغیرہ بن شعبہؓ کے لیے الگ الگ فضیلت ارشاد فرمائی ہے۔ جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ تاریخ کی مذکورہ روایت ان آیات واحادیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔



افتراء

◆ امیر معاویہ، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ اور سمرہ بن جندب چاروں فاسق تھے۔ (نزل الابرار)

◆ امیر معاویہ، عمرو بن العاص نے اللہ و رسول کو اذیت دی اور یہ دونوں ملعون ہیں۔ (الفقہ المحمدی)

الجواب:

یہ دونوں کتابیں جناب نواب وحید الزمان خان حیدر آبادی کی ہے جو گرگٹ کی طرح کئی رنگ بدلنے کے بعد شیعہ مذہب پر مرا دراصل یہ ابتدا سے ہی شیعہ تھا قاضی نور اللہ شوستری کی طرح اس نے اہل سنت کا مذہب خراب کرنے کے لئے غیر مقلدیت وغیرہ کا لبادہ اوڑھ کر وہ گل کھلائے کہ خدا کی پناہ کبھی مٹی کا کھانا حلال بتایا تو کبھی مینڈک اور کچھوے کھانے کی ترغیب دی متعہ کو حلال بتایا اور امام مہدی منتظر کی غیوبت کو درست قرار دیا وغیرہ شیعہ نظریات کی اشاعت کیلئے غیر مقلدیت کا لبادہ اوڑھا یا پھر غیر مقلدیت کی سیڑھیوں پر چڑھتے چڑھتے اپنے منطقی انجام کو پہنچا۔ بالآخر شیعت کا علی الاعلان اقرار کر کے مرا ایسے شخص کی کوئی بات نہ ہی حجت ہے اور نہ اس سے اہل السنت والجماعت کو الزام دینا درست ہے یہ گند بھی دراصل رافضیت کے خانہ خراب کا ہے مگر ہماری طرف انڈیلنے کی جسارت اور عاقبت نا اندیشانہ شرارت ہے۔



افتراء

عمرو بن العاص احمق اور گھریلو گدھے سے بھی گمراہ تر تھا۔ (الطاعون)

الجواب:

محترم حضرات اسی کتاب الطاعون کے عکسی صفحہ ۴۲ کی سطر نمبر ۱۷ ذرا آنکھیں کھول کر پڑھ لیں اور جان لیں کہ دیانت و امانت کا خون کرنے والے عاقبت نا اندیشوں کی آخرت کیسی خراب ہوگی۔

وایضاً اقوال و افعال صحابہ کے اگر بدرجہ صحت پہنچیں تب بھی معارضہ کلام ربانی و کلام محبوب سبحانی کا نہیں کر سکتے لہٰذا صاحب نووی نے بعد نقل روایاتِ ضعیفہ کے کہا الصحیح ما قدمناہ (عکسی صفحہ) یعنی صاحب کتاب نے اوپر ایسی روایات ذکر کی ہیں جو ضعیف موضوع اور من گھڑت ہیں پھر اُن کو نقل کر کے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ تو ضعیف روایات اور اقوال صحابہ وغیرہ ہیں اگر سندِ صحیح کے ساتھ بھی منقول ہوتے تو وہ کتاب اللہ اور سنت رسول کے مقابل ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہ ہوتے حالانکہ یہاں پر منقول اقوال ضعیف ہیں۔ اب آپ ہی غور فرمائیں کتاب والا جس چیز کی نفی کر رہا ہے اور جن روایات کو نقل کر کے ان کا ضعیف ہونا واضح کر رہا ہے یار لوگ اسی کو ثابت قرار دے کر الزام دے رہے ہیں۔ محترم حضرات۔ یہ ہے دیانت داری اور تلاش حق کا طریقہ! جو آپ حضرات نے ملاحظہ فرما لیا ایک کم عقل طالب علم بھی اس بات کو اچھی طرح سے سمجھ سکتا ہے کہ ان روایات کو نقل کرنے کا مقصد ان کا موضوع اور ضعیف ہونا ظاہر کرنا ہے اور یہ سب وضاحت ایک ہی صفحہ پر لکھی ہوئی موجود ہے مگر جان بوجھ کر اور سمجھ بوجھ حاصل ہو جانے کے بعد پھر بھی حق بات کو جھٹ

اور جھوٹ کو حق بات بنا کر پیش کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔ غلط فہمی سے کوئی بات کہہ دینا قابل عذر ہو سکتا ہے مگر جو جان بوجھ کر حق بات سے منہ موڑے اور جھوٹی باتوں کو کسی کے مذہب کی طرف منسوب کرے وہ اُن ہی لوگوں کا وارث ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرمایا ہے:

یعرفونه کما یعرفون ابناءھم۔ (البقرہ)

کہ وہ اہل کتاب آپ کو (بحثیت نبی) ایسے پہچانتے ہیں جیسے کہ وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ یعنی ان اہل کتاب کا حق سے منہ موڑ لینا اس وجہ سے نہیں کہ وہ آپ کو جانتے پہچانتے نہیں اور حق بات اُن کے سامنے واضح نہیں ہوئی بلکہ سب کچھ ان کے سامنے بالکل واضح ہے مگر وہ جان بوجھ کر حسد کے مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے حق بات نہیں مانتے، ان حقائق کو دیکھ کر بالکل وہی نقشہ ذہن میں تازہ ہو جاتا ہے کہ اِن مریضانِ حسد تحقیقی دستاویز والوں کا مذہب حق سے منہ موڑنا اس وجہ سے نہیں کہ انہیں یہ پتہ نہیں چلا کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے کیونکہ تاریخی دستاویز کی ضرب کاری نے آدھ موا کر دیا اب بے چارے یہ تو نہ کر سکے کہ وہ اس کا جواب دیتے یا الزام کو قبول کر لیتے ہاں البتہ یہ شاطرانہ طریقہ اختیار کر ڈالا کہ یہ گندے عقیدے تو تمہاری کتابوں میں بھی ہیں پھر عکسی صفحات جو پیش کیے تو وہ اعتراض اور الزام اہل سنت پر لوٹے جس کو وہ نقل کر کے رد کر رہے تھے۔ اب مذکورہ صفحہ کو ہی دیکھ لیجئے کتاب والا تو وہ روایات جو شیعہ، خارجی اور دہریہ لوگوں نے گھڑ گھڑ کے تاریخ وغیر تاریخی کتابوں میں داخل کر دی تھیں انہیں نقل کر کے رد کر رہا ہے کہ یہ قرآن وحدیث کا مقابلہ نہیں کر سکتیں لہٰذا مردود ہیں لیکن انہی روایات کو جن کو وہ مردود بتا رہے تھے نقل کر کے الزام تھوپ دیا کہ دیکھو تمہاری کتاب میں بھی یہ گندا عقیدہ لکھا ہوا موجود ہے ہم جواباً عرض کرتے ہیں یہ ایسے ہی لکھا ہوا ہے جیسے قرآن پاک میں فرعون، ہامان، قارون، ابولہب وغیرہ کا نام لکھا ہوا ہے جب ان کے نام قرآن میں ہونے کے باوجود حق پر نہیں اسی طرح یہ جھوٹی روایات جن کے رد کرنے کے لئے انہیں نقل کیا گیا ہے وہ سنیوں کی کتابوں میں ہونے کے باوجود مردود اور ناقابل اعتبار ہیں۔



افتراء

عمرو بن العاص مکار اور حیلہ باز تھا۔ (تحفہ اثنا عشریہ)

الجواب:

① محترم حضرات! جب بندہ کا اندر خراب ہو جائے تو ایک صحیح اور درست بات بھی غلط اور خراب لگتی ہے بالکل صفراوی مریض کی طرح جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ چینی کڑوی ہے حالانکہ چینی کڑوی نہیں ہوتی بلکہ چینی استعمال کرنے والے مریض کا مزاج خراب ہو چکا ہوتا ہے جب علاج کے بعد صحت یاب ہو جائے گا تو یہی چینی کو کڑوا کہنے والا صحت یابی کے بعد چینی کو میٹھا کہنے لگے گا۔ یہاں بھی صورت حال کچھ اسی طرح کی ہے حضرت شاہ صاحب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر کیے گئے چھٹے طعن کا جواب ارشاد فرما رہے ہیں۔

جواب کی مطلوبہ عبارت اردو تحفہ اثنا عشریہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ کسی خاص معاملہ میں افضل پر مفضول (بڑے مرتبہ والے پر چھوٹے مرتبہ والے) کو امیر کرنا کچھ قباحت نہیں۔ اور خاص فضیلت ولیاقت امانت کبریٰ پر دلالت نہیں کرتا۔ کیونکہ مقدمہ خاص میں ریاست دینا اکثر بنظر مصلحت جزئیہ خاصہ کے ہوتا ہے کہ وہ مصلحت مفضولوں اور کم تر لوگوں سے سرانجام پاتی ہے اور افضل اور بہتروں سے نہیں ہوتی۔ جیسا کہ امارتِ عمرو بن عاص میں واقع ہوا وہ بہت ہوشیار اور چالاک آدمی تھے اور منظور یہی تھا وہ حریفوں کو مکر وحیلہ سے تباہ کریں یا وہ دشمنوں کے مکروں، ان کی جگہوں اور آنے کی راہوں سے واقف تھے الخ۔ (تحفہ اثنا عشریہ اردو صفحہ ۵۵۷)

محترم حضرات عبارت ملاحظہ فرما کر رافضی کے اندرونی مرض کا اندازہ لگائیے کس قدر بڑھا ہوا ہے اگر مکر کا معنی ہر جگہ وہی ہوتا ہے جو مریض باطن کرم فرماؤں نے کیا ہے تو پھر قرآن پاک کے اس ارشاد مبارک کے بارے میں کیا ارشاد ہوگا: و مکرو و مکر اللّٰہ و اللّٰہ خیر الماکرین۔

❷ حضرت عمرو بن عاص ہوشیار اور مدبر آدمی تھے خفیہ تدبیر سے دشمن کے ارادوں کو خاک میں ملانا اُن کو خوب آتا تھا اور یہ وصف ہے جو خدا داد ہے اگر اس کا استعمال درست ہو تو بہت مفید اور باعث خیر ہے اِس تدبر اور فہم عظیم کی بنا پر ان کو مکار اور حیلہ باز قرار دینا رافضی کا خبث باطن اور مرض حسد کا جلا ہوا انگارا ہے ورنہ صحابی رسول کیلئے ایسا لفظ بولنا یا ان کے مناسب حال جاننا بربادی ایمان کا سہرا سر سجانے کے مترادف ہے ایک صحیح بات اور صفت حمید کو جو مکاری جانے اس کو عذاب الیم اور قہر خدا کے سوا کس کا انتظار ہو سکتا ہے؟



افتراء

عمرو بن العاص نے جاگیر مصر لینے کے لالچ میں امیر معاویہ سے بیعت کر لی۔ (العقد الفرید)

الجواب:

صاحب کتاب شیعہ ہے سنی نہیں ہم عرض کر چکے ہیں کہ یہ شیعہ عیار کی تحریر ہے جس کا دماغ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام سنتے ہی پھٹنے لگتا تھا لہٰذا اندر کی بھڑکتی آگ کی لپٹیں لفظوں کے انگارے اگلنے لگتی ہیں اور یہی کچھ روافض کی متاع حیات ہے۔



افتراء

عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ دونوں مفسد اور فتنہ پرور تھے۔ (فیض الباری: تاریخ الخلفاء، مؤمن کے ماہ وسال امامت عظمیٰ)

الجواب:

ان تمام کتابوں میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے جس میں ہے کہ لوگوں کے اندر دو شخصوں نے فساد

برپا کیا۔ ایک اُن میں حضرت عمرو بن العاص ہیں اور دوسرے حضرت مغیرہ بن شعبہ۔ اس قول کی نسبت حضرت حسن بصری کی طرف محض جھوٹ ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ کا صحیح قول یہ ہے جو علامہ قرطبی نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت حسن بصری سے سوال کیا گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آپس میں اختلاف وقتال کیسے واقع ہوئے؟ اور ان کا کیا حکم ہے؟ ہمیں مشاجرات صحابہ کے بارے میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے تو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ

- ① نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان معاملات میں موجود اور حاضر تھے۔ اور ہم موجود نہ تھے بلکہ غائب تھے۔
- ② (شرکائے واقعہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان امور کو ہم سے بہتر جانتے تھے۔ ہم نہیں جانتے (کہ یہ واقعات کس طرح پیش آئے)
- ③ صحابہ کرام جن امور پر مجتمع اور متحد ومتفق ہوئے ان میں ہم ان کی اتباع کرتے ہیں۔
- ④ اور جن چیزوں میں ان کا اختلاف اور تنازعہ ہوا ہم اس چیز میں توقف اختیار کرتے ہیں

(الجامع الاحکام القرآن للقرطبی جلد ۱۶ صفحہ ۳۲۲ تحت و ان طائفتان من المؤمنین سورۃ حجرات بحوالہ فوائد نافع جلد ۱ صفحہ ۲۷۶)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں نظریہ توقف فرمانے کا ہے نا کہ انہیں مفسد کہنے کا۔ لہٰذا اس صحیح قول کی موجودگی یہ فراڈ پوری طرح آشکارا ہے کہ وہ قول جو تاریخ الخلفاء سے پیدا ہو کر بہت ساری جدید کتابوں میں پیوند ہو چکا ہے وہ ہوائی باتیں اور پھوکے فیر ہیں۔

یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہنی چاہئے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تابعین میں سے ہیں جن کی رائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذات کو مجروح نہیں کرسکتی اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں ان کی بات کو کوئی وزن حاصل ہوتا ہے۔ اس طرح کی موضوع روایات کے سہارے رافضی دجل کا دیا روشن ہے جو ان کے لئے کوئی قابل قدر بات نہیں۔



افتراء

چار پانچ عرب حضرت عمرو بن عاص کے باپ ہونے کے دعویدار تھے۔

(الحسن والحسین للرضا مصری، کتاب المحاسن والاضرار، تاریخ الاسلام ربیع الابرار ونصوص الاخبار)

الجواب:

مذکورہ چار کتابوں کے مصنفین میں۔

- ① مصر کا صحافی ٹائپ ادیب محمد رضاء ہے جو ایک آزاد خیال عطائی حکیم ہے جس کا مشغلہ جھوٹی سچی باتوں سے اپنا ادیبانہ فن چمکانا ہے ایسا شخص چونکہ ماہر محقق نہیں لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں رائے زنی کا اختیار نہیں رکھتا کیونکہ تاریخی اقوال نقل کرنے میں کسی قابل اعتماد راستے پر چلنے کا یہ عادی نہیں۔
- ② جاحظ بصری جو خارجی ٹولے کا پیشوا اور ایک لطیفہ باز شخص ہے باتوں سے لوگوں کو ہنسانا اس کا مشغلہ ہے خارجی طرز

فکر کے لوگ رافضیت کی بگڑی ہوئی شکل ہیں اسلام دشمنی اور دین سے بغاوت میں رافضیت کی طرح خارجیت بھی ایک گھناؤنا کردار ہے۔ اِن دونوں ٹولوں کی صحابہ دشمنی کسی تعارف کی محتاج نہیں لہٰذا اس کی بات بھی اہل اسلام پر حجت نہیں اور نہ ہی خارجی شخص کی کتاب سے الزام دینا درست ہے۔

- محمود بن عمر زمخشری: معتزلی شیعہ ہے۔ اِن تینوں مذکورہ کتابوں کو اہل سنت کی کتابیں، گردان کر دھوکہ دہی کا فرض نبھایا گیا ہے ورنہ یہ بات تحقیقی دستاویز والوں پر بھی پوشیدہ نہیں کہ رافضی، خارجی اور آزاد خیال صحافی کی بات اہل سنت کے ہاں مسلم نہیں رافضی کرم فرماؤں کا یہ پرانا وطیرہ ہے کہ اپنے ٹولے کی کتابوں کو سنی ظاہر کر کے گمراہ کرتے اور اپنے گندے خیالات کو اہل اسلام میں پھیلاتے ہیں۔
- علامہ ذہبی کی کتاب بھی پیش کی گئی ہے اس کا عکسی صفحہ ارباب انصاف بنظر غائر ملاحظہ فرمائیں وہی دھوکہ جو قدیم وراثت میں شیعہ قوم کو ملا کہ علامہ ذہبی جس بات سے انکار کر کے جھوٹے الزام کو فضاء میں پاش پاش کر رہے ہیں اسی الزام کو علامہ ذہبی کے گلے ڈالنے پر رافضی مصر ہیں۔ اب قارئین خود ہی انصاف فرمائیں جب بڑے میاؤں کا یہ حال ہے تو چھوٹے میاں کتنے دیانت دار اور گامن سچیار ہوں گے؟



افتراء

ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص نے ایک دوسرے کو فحش گالیاں دیں۔ (العقد الفرید)

الجواب:

ہم عرض کر چکے ہیں کہ یہ کتاب اہل سنت کی نہیں شیعہ کی ہے شیعہ اپنی غلاظت خود قبول فرمائیں ہم ان گندے عقائد سے پوری طرح بری ہیں۔



افتراء

عمرو بن عاص غدار اور بے ایمان تھا۔

(مولانا معین الدین خلفائے راشدین، الاخبار الطوال، حضرت علی تاریخ و سیاست کی روشنی میں، علی من ابی طالب)

الجواب:

ندوی کے علاوہ تمام کتابیں لا مذہب لوگوں کی ہیں اہل سنت کی نہیں لہٰذا ان سے تو الزام دینا درست نہیں۔ علامہ ندوی کی کتاب میں بھی اسی روایت کی بیساکھیوں پر اعتراض کی یہ مردہ لاش لٹکائی گئی ہے جس روایت کا موجد اول ابو مخنف لوط بن یحییٰ رافضی ہے اور مرجع اس کا طبری ہے لوط بن یحییٰ کے بارے میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ حسد و بغض کی آگ میں جل مرا ہوا جلنے والا رافضی ہے صرف یہی نہیں بلکہ قصہ باز اخباری طرح طرح کی کہانیاں گھڑنے والا ماہر قصہ گو شخص ہے

ایسے جلے بھنے رافضی کی روایت سے سہارا لے کر اہل سنت کو الزام دینے والوں کو جاننا چاہئے کہ گندے نالہ میں زیر پرورش ایسے نظریات تحقیقی دستاویز والوں کی طرف سے منہ اٹھا کر ادھر کو آ گھسے ہیں اور طبری جیسے مؤرخوں نے اپنے کاغذوں میں جگہ دے کر اپنے ورقے کالے کیے بالکل اُن روز نامہ اخباروں کی طرح جو کسی متنازعہ مضمون کی اشاعت پر اُوپر نوٹ لکھتے ہیں کہ اس مضمون کے جواب میں کوئی شخص لکھنا چاہے تو ہمارے صفحات حاضر ہیں۔ ان مؤرخوں کا نوٹ نوٹس بورڈ پر کچھ اسی طرح کا رقم ہے کہ کوئی ابومخنف اپنی روایت درج کروانا چاہے تو ہمارے صفحات حاضر ہیں۔ سو یوں سلسلہ چل نکلا ابومخنف تو بڑا خوش ہوا ہوگا کہ میں نے وہ کارنامہ انجام دے دیا کہ اب صحابہ کرام کی عزت و ناموس بچ ہی نہیں سکتی کہ میں اپنی اولاد کو وصیت و نصیحت کر جاؤں گا اور ورقوں کی نشاندہی بھی کروں گا کہ کہاں کہاں میں نے اپنا سرمایہ چھپا کر رکھا ہوا ہے کئی تحقیقی دستاویزیں چھاپنا اور طبریوں یا اُن سے چوری کر کے نئی کتابوں کو وجود دے کر لکھنے والوں کے عکس جمع کرنا اور خوب شور مچانا کہ یہ غلیظ عقیدہ تو خود ان اہل سنت کا اپنا ہے بس پھر کیا ہوگا اہل سنت کے مولوی منہ بند کر کے شکست خوردہ شخص کی طرح ذلت کی زندگی بسر کریں گے اور تم یاعلی مدد کے ساتھ یا ابومخنف مدد کا نعرہ لگا کر فاتح بن جانا مگر ابومخنف کیا جانے کہ جس دین کو خالق نے محفوظ رکھنے کا ذمہ لیا ہوا ہے ابومخنف تو کیا سات نسلیں بلکہ ساری نسلیں بھی فنا نہ کر سکیں چنانچہ اہل السنّت کے ماہر فن طبیبوں نے کامیاب آپریشن کے بعد اسلام کے وجود میں داخل کی گئی تیزابی بوتل نکال کر دور پھینکی اور ایسا نشتر لگایا کہ روایت ساز قبر میں بھی تڑپ تڑپ کر رہ گیا۔ اسماء الرجال کا روشن چراغ لے کر جب ذہبی اپنی ماہر طبیبوں کی ٹیم کے ساتھ نکلتا ہے تو لوط کی لوطیت کو تشت از بام کرتا چلا جاتا ہے پھر مجال ہے جو سنی کتابوں میں چھپے رفض کے کیڑے اپنے وجود کو کسی درخت کے پیچھے پناہ دے سکیں۔ اگرچہ وہ بے شمار درختوں کی آڑ لیتے ہیں مگر درخت ہی خبردار کر دیتے ہیں کہ ادھر کو چھپی ایک خبر اور بھی ہے جسے بے خبر نے خبروں کی طرح خبر بنا کر کاغذ کے سینے پر نقش کر دیا تھا خبردار یہ خبر بے خبری میں کہیں سادہ لوحوں کا ایمان ہی برباد نہ کر دے۔



افتراء

عمرو بن العاص کی موجودگی میں ایک شخص ان کی بیوی سے ناجائز حرکات اور بوس و کنار کرتا رہا۔

(فاتح اعظم عمرو بن العاص)

الجواب:

محمد فرج مصری رافضی کی یہ تصنیف واقدی کے سہارے اپنی غلیظ دشمنی کو تسکین دینے کیلئے مرتب کی گئی ہے جو کچھ عکسی صفحہ پر لکھا ہے یہ دراصل مصنف کی اپنی کہانی ہے رافضی کا دماغ تو شام غریباں مناتے ہوئے جو منظر دیکھتا ہے اسی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فٹ کر دیتا ہے ورنہ صحابہ کرام تو بہت عظیم المرتبت ہستی ہیں دور حاضر کے ایک معمولی دین دار کو بھی یہ علم نہیں کہ معاشقہ بازی کی ابتدا و انتہا کیا ہے اور اس کے طور طریقے کیا ہوتے ہیں ایسی باتیں لکھنے کیلئے تو اسی میدان کے شاہ سوار

کی ضرورت ہے اور وہ فرج صاحب کی صورت میں آموجود ہوئے فرج کو بخوبی علم ہے کہ اس نام سے کیا کیا گل کھلائے جا سکتے ہیں جو ہو ہی فرج اور وہ بھی سر عام اور کھلے بندوں بلاحجاب اپنے کارنامے کتابوں میں لکھ کر اعلان کرنے کے عادی اس سے کیا بعید جو اپنی کہانی سنانے کے لئے کسی مشہور شخصیت کا سہارا حاصل کر لے کون کیا لکھتا ہے یہ تو ایک دوسرا اور الگ عنوان ہے ہمیں تو بس یہ دکھ ہے کہ اپنی ہی غلیظ سوچ وفکر کو سنی قوم پر انڈیل دیا جاتا ہے جس کا کوئی جواز نہیں ہے۔



افتراء

سمرہ بن جندب انسانوں کا قاتل اور جہنمی ہے۔ (البدایہ والنہایہ)

الجواب:

مذکورہ عبارت ہے:

و قتل سمرہ بشرا کثیرا۔

سمرہ رضی اللہ عنہ نے بہت سارے انسانوں کو قتل کیا۔ اس کے ساتھ بلا فاصلہ یہ الفاظ بھی ہیں **و قد ضعف بیهقی عامة هذه الروایات الخ** ۔ بیہقی نے اس طرح کی بہت ساری روایات کو ضعیف قرار دیا ہے اس لیے کہ یا تو وہ منقطع ہیں یا مرسل وغیرہ۔ اور فرمایا کہ اس طرح کی روایات ثابت نہیں۔ محترم قارئین کرام کیا خوب دیانت داری کے چراغ روشن ہو گئے ہیں جس روایت کو کتاب والا نقل کر کے فرما رہا ہے کہ یہ روایت ضعیف اور قابل اعتماد نہیں رافضی قلمکار اسی کو الزام بنا کے پیش کر رہا ہے کہ دیکھو تمہاری کتاب میں لکھا ہوا ہے سمرہ ایسا تھا۔

حالانکہ اسی روایت کو کتاب والا رد کر رہا ہے کہ یہ روایت جو بیان کی جاتی ہے صحیح نہیں ہے۔

- یہ کہنا کہ اور "جہنمی ہے" دنیا کا بے مثال جھوٹ ہے۔ کتاب کے پورے صفحہ میں یہ کہیں نہیں لکھا ہوا نہ کسی لفظ سے اشارہ ہی پایا جاتا ہے مگر داد دی جائے رافضی گامن سچیار کو جو حد درجہ کے دجل وفریب کا مظاہرہ کر کے اپنی عاقبت برباد کر رہا ہے۔ ہاں البتہ حدیث پاک کی روشنی میں ایک اہم بات اس موقع کے بیان سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ یہاں لکھا ہوا ہے کہ ان کی دنیاوی موت کا باعث آگ پر گرم کیا ہوا پانی تھا اگر رافضی نے دنیا کی آگ کو جہنم کہا ہے کہ وہ ان کی موت کا باعث ہوئی تو حدیث پاک کی رو سے مؤمن آدمی کیلئے دنیا ہے ہی قید خانہ اور جہنم اور کافروں کیلئے تو جنت ہے البتہ آخرت میں اُن لوگوں کیلئے جنت ہے۔ جو دنیا میں قیدیوں کی طرح گزر گئے۔ لہٰذا اگر اسی سبب سے یہ سرخی قائم کی گئی ہے تو جان لینا چاہیے کہ دین حق کی آبیاری کے لیے یہ قربانی اِن نفوس قدسیہ کا عمدہ مشغلہ تھا یہ صحابہ کرامؓ کے لیے عار کی نہیں عزت وتوقیر کی بات ہے۔



افتراء

سمرہ فتنہ پرداز اور دشمن علی تھا۔ (فقہ محمدی)

الجواب:

جناب نواب صاحب کی فقہ محمدی سے یہ اعتراض نقل کیا گیا جبکہ نواب صاحب شیعہ ہو مرے تھے۔ اپنے گھر کا گند ہماری طرف تو نہ اچھالنا چاہئے۔ بہر حال یہ شیعہ عقیدہ شیعہ وکیل سے مذکور ہوا ہے اہل سنت سے نہیں۔



افتراء

محمد بن ابی بکر گستاخ، عبد الرحمٰن بن عدلیس اور عمر بن الحمق دونوں بدمعاش تھے (العیاذ باللہ) (سیف اسلام از مہر محمد میانوالی)

الجواب:

1- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں جن لوگوں نے حصہ لیا اس کتاب میں ان کی نشاندہی کی گئی ہے اگرچہ ان لوگوں کو سیاسی ٹولہ نے ایسے ایسے جھوٹے اور پرفریب پروپیگنڈہ میں گمراہ کر دیا تھا اور یہ اپنا کام اس سیاسی پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر رہے تھے مگر یہ جرم کوئی معمولی نہ تھا سخت درجہ کا قصور ہوا جس پر صاحب کتاب لکھتے ہیں۔ ''پہلی گستاخی تو محمد بن ابوبکر نے کی مگر وہ باپ کا حوالہ سن کر شرمایا اور پیچھے ہٹا پھر بدمعاشوں کا ایک گروہ اندر آیا۔ الخ۔

2- اس عبارت میں صاف لکھا ہوا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے اگرچہ اول گستاخی کی مگر بالآخر وہ شرمندہ ہو کر ہٹ گیا اور اپنے اس جرم وقصور پر نادم ہوا غلطی کرنے کے بعد اگر کوئی شخص توبہ کر لیتا ہے تو اس توبہ پر معافی مل جاتی ہے ایسے گزشتہ قصور پر الزام دینا کسی طرح سے درست نہیں ہوا کرتا۔ کتاب والے نے تو یہ الفاظ نشاندہی کے لیے لکھے ہیں کہ وہ شرمندہ ہو کر اپنے جرم سے باز آ گیا تھا مگر ظالم قلم کاروں نے الٹی گنگا بہانے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے جو ہر بات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔



افتراء

ابن تیمیہ حنفی نے صحابی رسول عبداللہ بن عباس کی تکفیر کی۔ (کشف الظنون)

الجواب:

یہ بھی دھوکہ دہی کا ایک نایاب نمونہ ہے کتاب میں ابن حنبل کی طرف منسوب حسنی کا نقل کیا ہوا قول رد کیا گیا ہے کہ حسنی کا یہ نقل کرنا ٹھیک نہیں غلط ہے چنانچہ کتاب مذکور کے عکسی صفحہ کالم نمبر دو سطر تین کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں لکھا ہے:

الرد علیہ: یعنی اِس قول کے نقل کی وجہ سے اُن پر رد کیا گیا ہے کہ یہ قول ٹھیک نہیں ہے۔

عجیب بات ہے کہ جو بات لکھنی ہو رافضی قوم نے اس کا الٹ ہی کرنا سمجھنا اور لکھنا اپنے اوپر لازم کیا ہوا ہے مگر یہ

دھوکہ بازی اُن کو نقصان ہی دے گی فائدہ تو کچھ بھی نہ ہوگا۔



افتراء

حضرت طلحہ وزبیر نے مقام حواب پر جھوٹی گواہی دلائی۔ (انسان العیون)

الجواب:

اتنی بات تو درست ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب مسلمان ملت میں صلح کے ارادہ سے مکہ سے بصرہ کی طرف تشریف لے چلیں اور راستہ میں اس جگہ پہنچیں تو پوچھنے پر کسی نے کہا یہ مقام حواب ہے اس پہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پرزور طریقہ سے اصرار فرمایا ردونی ردونی کہ مجھ واپس لوٹاؤ۔ مجھے واپس لوٹاؤ۔ تو وہاں کے باشندگانِ نے کہا کہ یہ مقام حواب نہیں اور اس پر ۵۰ آدمی اور بعض تاریخوں میں ۸۰ آدمی (تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۶۸۷) اس علاقہ کے کسان اور وہاں کے باسیوں نے گواہی دی کہ اس پانی کا نام حواب نہیں ہے اِن کثیر تعداد میں گواہی دینے والوں پر اعتماد کر کے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آگے کو روانہ ہوگئیں۔ مگر گواہی دینے والے جھوٹے تھے، یہ کس نے مورخ کو بتادیا اور دعویٰ کی کیا دلیل ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ بات مورخ کی اپنی ہے جو دعویٰ بلا دلیل ہے اور بلا دلیل دعویٰ کا قبول کرنا (جبکہ وہ دعوی سخت متنازعہ بلکہ جھوٹا ہو) حماقت اور نا سمجھی ہے۔ روافض کو اس کا کچھ نفع نہیں ملتا۔

- بالفرض یار لوگوں کی بات مان ہی لی جائے کہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ یہ گواہی دینے والے سارے جھوٹے تھے۔ تو بھی ان کے لئے کچھ نفع نہیں۔ اِس لئے کہ شریعت کا قانون مجرم کو سزا دینے کا ہے نہ کہ جرم کرتے وقت موجود اُن لوگوں کو سزا دینے کا جو اِس جُرم کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جرم تو جھوٹی گواہی دینے والوں کا ہے اس میں طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کرنے کا جواز کہاں سے نکل آیا۔ پنجابی کی مثال اس رافضی کرشمہ پر پوری طرح صادق آتی ہے۔ ڈھڈھ پیڑ کھوتی نوں تے ڈم دیو کمہار نوں۔ (پیٹ کا درد گدھی کو ہے اور ڈم (ایک علاج) کمہار کو دیا جارہا ہے) قصور کسی کا اور سزا کسی کو یہ عجیب تماشہ ہے جو عجیب دماغوں کی پیداوار ہے۔



افتراء

ولید بن عقبہ نے شراب پی کر صبح کی نماز چار رکعت پڑھادی۔ (تاریخ الخلفاء)

(تہذیب الاسماء واللغات، الفتاح الکبریٰ، خلافت وملوکیت، مجموع فتاویٰ لابن تیمیہ، شرح عقیدہ الطحاویہ، مدارج النبوت، شرح فقہ اکبر، الاصابہ فی تمیز الصحابہ)

الجواب:

- تاریخ خلفاء اصل کتاب کی بجائے مترجم کتاب کا صفحہ ۱۹۷ بیان الامراء۔ پیش کیا ہے مذکورہ مقام کی اصل عبارت اور ترجمہ ملا کر ملاحظہ فرمائیں اور ترجمہ کرنے والے حکیم شبیر احمد انصاری کے کمال بدیانتی کی داد دیں۔ اصل الفاظ

ہیں۔ و حُکی ان الولید صلی بھم الصبح اربعاً و ھو سکراناً ۔جس کا ترجمہ بنتا ہے کہ حکایت کی گئی ہے کہ ولید نے ان (لوگوں) کو صبح کی نماز چار رکعت پڑھا دی اس حال میں کہ وہ نشے میں تھے اور حکیم انصاری صاحب نے جو ترجمہ کیا وہ بھی ملاحظہ کریں۔

ولید شرابی آدمی تھے ایک روز صبح کی نماز نشہ میں پڑھائی تو چار رکعت پڑھ کر سلام پھیرا اور مقتدیوں سے کہنے لگا کہو تو اور زیادہ پڑھا دوں۔ (عکسی صفحہ)

ملاحظہ فرمائیں مترجم صاحب نے کس کمال سے ترجمہ کیا کہ عربی خواں تو دنگ ہی رہ گئے۔ رافضی کرم فرماؤں کو بھی ایسے ہی دیانت داروں کی بڑی ضرورت ہے پنجابی کی مثال ہے گوہ نوں ملی گوہ جہی اوہ تے جہی او (گوہ کو ملی گوہ جیسی یہ ویسی وہ) اندازہ لگائیے اصل کتاب بھی تو آخر اُن کے پاس تھی خاص طور پر اس انصاری صاحب کا ہی ترجمہ تلاش کر کے اس کا عکس دینا اور اصل کتاب کا عکس نہ دینا اسی بدیانتی کا مظاہرہ ہے جس بدیانتی کا مظاہرہ مترجم نے مذکورہ مقام پر کیا۔

- یہ واقعہ پیش آیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر دیا اور شرعی حد ان پر جاری فرمائی، اور شریعت کا قانون ہے کہ جب کسی جرم کی مقرر کردہ سزا دے دی جائے تو اسے ملامت کرنا درست نہیں رہتا اگر انہوں نے قصور کیا تو اس کی سزا بھی پائی اور اپنے منصب سے بھی علیحدہ کر دیے گئے اِس پر الزام دینے کا کیا جواز ہے۔
- اگرچہ صحابہ معصوم نہیں مگر محفوظ ضرور ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی بشری کمزوری کی بنا پر کمی کوتاہی ہو جائے تو دنیا ہی میں اس کی تلافی کر دی جاتی ہے مذکورہ کتابوں کے عکسی صفحات میں موصوف کے اوصاف وفضائل بھی بیان کیے گئے ہیں اِن اوصاف کو بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا گیا ہے کہ یہ قصور اِن سے سرزد ہو گیا تھا اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

کل بنی آدم خطاء و خیر الخطائین التوابون۔ (مشکوۃ)

ہر بنی آدم خطا کار ہے اور بہترین خطاء کار وہ شخص ہے جو اپنی خطاؤں سے توبہ کرے۔

چنانچہ منصب سے علیحدگی اور شرعی سزا کا جاری کیا جانا ان کے پاک ہو جانے کی کافی دلیل ہے۔



افتراء

حضرت قدامہ بن مظعون نے شراب نوشی کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوڑے مارے۔ (التمہید والبیان، ازالۃ الخفاء)

الجواب:

حضرت قدامہ بن مظعون سابق الاسلام بدری صحابی ہیں مگر کسی صحابی کے معصوم ہونے کا عقیدہ اہل سنت نے نہیں اپنایا بلکہ انہیں محفوظ بتایا جس کی وضاحت گزر چکی اِن سے مذکورہ قصور ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باوجود قرب رشتہ کے شریعت کے قانون کو جاری کر کے عدل و مساوات کی بے مثال تاریخ رقم کی۔ یہ واقعات طعن نہیں بلکہ فاروقی عدل کی مثالیں ہیں غلطی کا

ہو جانا کسی بھی غیر نبی سے ممکن ہے البتہ صحابہ کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں غلطی پر قائم نہیں رہنے دیتا بلکہ ان کا ازالہ کر کے انہیں پاک فرما دیتا ہے تا کہ میدانِ آخرت میں ان کا نامہ اعمال ایسے قصور و جرم سے پاک صاف ہو جو آخرت کی سزا کا سبب بنتے ہیں۔ بعض حضرات سے قصور واقع ہوئے تو آپ ﷺ نے اسی وقت شرعی قانون نافذ فرمایا اور اعلان کیا کہ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری (کا قصور) کرتی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا یہ الفاظ اس وضاحت کیلئے کافی ہیں کہ غیر نبی معصوم نہیں ہوتا۔



افتراء

حضرت ضرار بن الازور نے شراب نوشی کی۔ (اسد الغابہ)

الجواب:

مطلوبہ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ضرار سے یہ قصور واقع ہو گیا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ یہ واقعہ پیش آیا ہے امیر المؤمنین نے جواب ارشاد فرمایا کہ ضرار سے معلوم کرو اگر انہوں نے یہ قصور حلال جان کر کیا ہے (یعنی جو کچھ انہوں نے کیا وہ ان کے لیے حلال ہے) تو اُن کو قتل کر دو اور اگر انہوں نے حرام جان کر کیا ہے تو حد لگاؤ۔ جب ضرار رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا گیا تو انہوں نے فرمایا میں نے حرام جان کر ہی یہ قصور کیا ہے۔ لہٰذا ان پر حد جاری کی گئی۔

محترم حضرات! انسان سے غلطی کا ہو جانا بعید نہیں البتہ غلطی کا ازالہ نہ کرنا اور اسی پر جم جانا ہی قصور ہے موصوف نے اعتراف کیا کہ ایک حرام کام کا مجھ سے ارتکاب ہو گیا ہے اس پر حد لگا دی گئی یہ واقعہ عدل و انصاف کی عدیم المثال نشانی ہے کہ اسلامی فوج کا نامور سپہ سالار بھی جرم کر بیٹھتا ہے تو وہ بھی عدل فاروقی کے سامنے بے بس سزا بھگتا اور شرعی قانون کا سامنا کرتا ہے، مگر یہ رافضی دماغ کا فساد اور خرابی ہے جو اسے دوسرا رنگ دے کر پیش کر رہا ہے سنی کتابوں میں یہ واقعہ اسلامی عدل کی مثال کے طور پر مرقوم ہے اہانت صحابہ کے طور پر نہیں۔



افتراء

1. شریک بن سحماء نے زنا کیا۔ (اسد الغابہ)
2. عمرو بن حمزہ اسلمی نے زنا کیا۔ (اسد الغابہ)
3. خالد بن ولید نے مالک بن نویرہ کی بیوی سے زنا کیا، رجم کرنے کا حکم۔ (کتاب المختصر فی اخبار البشر)
4. خالد بن ولید نے ایک مسلمان کو قتل کرنے کے بعد اسی رات اس کی بیوی سے زنا کیا۔ (کتاب الاصابہ فی تمیز الصحابہ)

الجواب:

یہ ۴ واقعات ہیں جو دراصل اصحابِ رسول کی کردارکشی کے لیے اچھالے جاتے ہیں حالانکہ ان مذکورہ کتابوں میں ہر واقعہ کی اصل حقیقت اور اس کی تلافی کا ذکر کیا گیا ہے اس سلسلے میں قارئین کرام کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے کہ (۱) اہل

السنّت والجماعت انبیاء کے علاوہ کسی کو معصوم نہیں جانتے۔ (۲) انبیاء کے بعد سب سے بلند مرتبہ نبی کریم ﷺ کے شاگردوں کا ہے جن سے کبھی کبھار بشری کمزوریوں کی بنا پر کوئی قصور سرزد ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی تلافی کے فوری اسباب مہیا فرما دیتے ہیں۔ (۳) جب کسی قصور وغیرہ کی تلافی ہو جائے تو اُس قصور کی نشر و اشاعت کرنا جائز نہیں کیونکہ یا تو یہ غیبت ہوگی یا چغل خوری جو اسلام میں بدترین عادتیں اور سخت سزا کے مستوجب جرائم شمار کیے جاتے ہیں۔ ان ابتدائی گذارشات کے بعد جواب ملاحظہ فرمائیں۔

◆ ۱ عمرو بن حمزہ سے شیطان نے ایسا قصور کروا دیا جس کی وجہ سے عمرو کو حد کی سزا سہنا پڑی اس واقعہ کو نقل کر کے صاحب اسد الغابہ نے مذکورہ صحابیؓ کی عظمت پر تین طرح سے استدلال کیا۔

◇ ۱ ''فنزعه الشیطان'' کے لفظ سے اشارہ کیا کہ یہ غلطی شیطان کے ورغلانے کی بنا پر ہوئی جیسا کہ قرآن پاک میں ہے: ''فازلهما الشیطان عنها۔'' (البقرہ:۳۶) کہ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کو شیطان نے ورغلا بہکا دیا جو ان کے جنت سے نکالے جانے کا باعث ہوا۔ لہٰذا اسی دشمن کی یہ کارستانی ہے جو ازل سے محبوبانِ خدا کی بدخواہی میں لگا ہوا ہے بلکہ اب تو بدخواہوں کی چنگی بھلی جماعت بنا ڈالی ہے جو مقربانِ رب العالمین کی بدخواہی میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔

◇ ۲ فاتی النبیؐ فاخبرہ الخ کہ یہ قصور ہو جانے کے بعد جلد ہی غلطی کا احساس ہوا گویا زمین قدموں کے نیچے سے سرکتی نظر آئی۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا کہ اُف یہ مجھ سے کیا ہو گیا، لہٰذا فوری طور پر اپنے محبوب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ازالہ قصور کی صورت دریافت کی۔ یہ فوری طور پر حاضر ہونا اور ندامت سے خود بخود اعتراف قصور کرنا دلالت کرتا ہے کہ ''ثم یتوبون من قریب'' کے مصداق صحابی نے فوری طور پر توبہ کی اور اس قصور کا ازالہ کروانا چاہا۔

◇ ۳ ''فقام علیه الحد'' کہ شریعت کے مقرر کردہ طریقہ کے مطابق اس قصور کا ازالہ کر دیا گیا تو اب وہ صحابی اس قصور کے ہو جانے کے بعد بالکل پاکیزہ دل کا مالک ہو گیا جیسا کہ اس سے وہ قصور ہوا ہی نہیں۔

ارباب انصاف ان گزارشات سے اچھی طرح جان گئے ہوں گے کہ اسد الغابہ میں جو کچھ بتایا گیا ہے وہ اس صحابی کے مقام محفوظیت پر خوبصورت استدلال ہے نہ کہ اُس قصور کا اشتہار و اعلان۔ یہ محض شیعہ صحبان کی کج روی اور بدفہمی ہے کہ جس عبارت میں صحابہ کے مقام بلند کا تذکرہ ہوا ہے یہ بُرائی قرار دینا شروع کر دیتے ہیں۔

◆ ۲ قریب قریب اسی طرح کی فریب کاری اسد الغابہ کے حوالے سے حضرت شریک بن سحماء کے بارے میں کی گئی ہے کیونکہ مذکورہ صفحہ پر صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ ان پر یہ الزام عائد کیا گیا کہ انہوں نے یہ قصور کیا ہے تو آپ ﷺ نے الزام لگانے والے کو فرمایا کہ ''البینة والاحدٌ فی ظهرك'' کہ اس الزام کو ثابت کرنے کے لیے گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر جھوٹے الزام لگانے کی حد لگائی جائے گی۔ اب الزام لگانے والے کے پاس گواہ نہیں تھے۔ اسی لیے

تو انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ میری پیٹھ کو حد لگائے جانے سے محفوظ فرمائے گا۔ لہٰذا یہ الزام گواہوں کے ذریعہ ثابت نہیں کیا جا سکا۔ اور کتاب میں یہی بتایا گیا ہے کہ یہ الزام عائد تو کیا گیا مگر اسے ثابت نہیں کیا جا سکا۔ اور غیر ثابت شدہ الزام کو دہرانا بہتان کہلاتا ہے۔ جس کا ارتکاب روافض نے کیا۔

- زنا کا یہ الزام بدترین فراڈ اور دجل ہے اتنی بات پر تو کسی کو ذرا بھر اختلاف نہیں کہ جس کی بیوی سے زنا کا الزام حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر دہرایا جا رہا ہے وہ شخص مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے گرفتار ہو کر قتل ہوا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ عورت نہ تو آزاد تھی اور نہ ہی ذمیہ بلکہ حربی کافر کی قیدی بیوی تھی۔ اور امیر وقت قیدی عورتوں کو بحیثیت لونڈی تقسیم کر کے مجاہدین اسلام کو عطاء کرتا ہے مذکورہ عورت کو امیر لشکر اسلام نے اپنے لئے خاص کیا اور بجائے لونڈی بنا کر رکھنے کے آزاد کر کے باقاعدہ اپنی بیوی بنا لیا اور بیوی کے ساتھ مباشرت اور ازدواجی تعلق رکھنا نہ زنا ہے اور نہ حرام کہ اعتراض کیا جا سکے باقی رہا یہ سوال کہ مالک بن نویرہ کی بیوی کے ساتھ نکاح کرنے کا ثبوت کیا ہے؟ تو ملاحظہ فرمائیے تاریخ لابن الاثیر الطبری جلد ۳ صفحہ ۲۷۸ تحت ذکر البطاع وغیرہ پر عبارت ہے۔ **وتزوج خالد ام تمیم ابنة المنهال ۔**

"یعنی خالد (بن ولید) نے ام تمیم کے ساتھ نکاح کیا"۔ (بحوالہ فوائد نافع صفحہ ۱۶۰ جلد ۱)

اسی عکسی صفحہ ۸۹۸ کی سطر نمبر ۲۱ پر ذرا آنکھیں کھول کر دیکھیں جہاں لکھا ہوا موجود ہے: **و تزوج خالد بعد ذالك امرة مالك** ۔ یعنی مالک (بن نویرہ) کے بعد اس کی بیوی سے خالدؓ نے نکاح کر لیا۔

اب اگر عقل پر پردے پڑ جائیں تو علاج کوئی نہیں ورنہ سچ یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ ازدواجی تعلق کا نام زنا نہیں ہے یار لوگوں کا مزاج بھی عجیب وغریب ہے متعہ کے نام پر زنا کی کھلے بندوں اجازت ہے مگر اپنی بیوی سے جو شخص ضرورت پوری کرے تو ان کی نظر میں وہ زانی ہے اور حد لگانا ضروری ہے، خدا ناس کرے حسد کا، ایسا مرض ہے کہ جس کو لگ جائے اس کی عقل کو ایسا ماؤف کر دیتا ہے کہ حق و باطل میں تمیز نہیں رہتی۔

- یہ اعتراض بھی بے جا اور سراسر غلط ہے کہ ایک طہر جو کہ قیدی عورت کے استبرا کیلئے شریعت نے مقرر فرمایا ہے یہ بھی نہ گزرا تھا کہ خالدؓ نے اس عورت سے مباشرت کر ڈالی۔ درست یہ ہے کہ خالدؓ نے مذکورہ عورت سے ایک طہر کی مدت تک کوئی ازدواجی تعلق قائم نہیں کیا چنانچہ آپ عکسی صفحہ پورا کا پورا ملاحظہ فرمالیں پورے صفحہ میں یہ دونوں باتیں بالکل نہیں۔ (۱) اسی رات (۲) بلاعدت۔ بلکہ اس عکسی صفحہ کی آڑ بنا کر شیعہ لوگوں نے اپنے اندر کی بھڑاس نکالی ہے ورنہ سچ یہی ہے کہ حضرت خالدؓ نے ایک طہر گزرنے کے بعد ازدواجی تعلق قائم کیا تھا۔ ملاحظہ ہو:

و ترکها ینقضی طهرها ۔

"کہ اس عورت کو چھوڑے رکھا" (کوئی ازدواجی تعلق قائم نہیں کیا) یہاں تک کہ ایک طہر اس کا گزر گیا۔

(تاریخ لابن الاثیر الطبری جلد ۳ صفحہ ۲۷۸ طبع [illegible])

لہٰذا قبل از طہر از دواجی قائم ہی نہیں کیا تو اعتراض کرنے کا کیا جواز بنتا ہے۔

کرم فرماؤں نے مذکورہ مقام پر جو اعتراض اٹھایا اس کا ضروری جواب تو ہو گیا تفصیلی جواب کا موقع اس لئے نہیں کہ کتاب کا طول بڑھتا جا رہا ہے جبکہ راقم اختصار کا خواہش مند ہے۔ البتہ چند ضروری باتیں عرض کی جاتی ہیں جن کا جان لینا فائدہ سے خالی نہیں کہ خالدؓ نے جس مالک بن نویرہ کو قتل کیا تھا یہ وہی شخص ہے جس کے گھر میں خاتم المرسلین ﷺ کے انتقال پر ملال پہ خوشی منائی گئی تھی۔ دف بجائی گئی۔ عورتوں نے مہندی لگائی اور لوازم شادی ادا کیے گئے۔ (تحفہ اثنا عشریہ) ایسے شخص کا قتل خالد بن ولیدؓ کی ایمانی غیرت اسلامی حمیت اور جذبہ حب رسول کا کھلا ثبوت ہے اور اس محبت رسول ﷺ پر اعتراض کرنا اور الزام دینا جس چیز کا پتہ دیتا ہے وہ کسی ایماندار سے ذرا مخفی نہیں شرط یہ ہے کہ کوئی ناخن بھر انصاف کی رتی بھی ہو۔

- کتاب المختصر فی اخبار البشر صفحہ ۶۶ عکسی صفحہ کی جس سطر پر اعتراض کی لکیر کھینچی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے: (جب مالک بن نویرہ قتل ہوا تو اس کی برادری نے خاصا شور شرابہ کیا اور اس نے بوجوہ مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کی) جب یہ خبر حضرت ابوبکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہم کے پاس پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ (اس خبر سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ) خالد نے زنا کیا ہے لہٰذا اس کو تو رجم کرنا چاہئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (سرسری معلومات کے بعد) فرمایا اُس نے زنا نہیں کیا بلکہ اُس نے تاویل کرنے میں غلطی کی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (ان بتانے والوں سے تو یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ) خالد نے مسلمان شخص کو قتل کیا ہے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اس نے مسلمان کو قتل نہیں کیا بلکہ تاویل کرنے میں غلطی کی ہے (عکسی صفحہ سطر نمبر ۵-۶) اندازہ فرمائیے جس عبارت میں خلیفہ وقت خالد بن ولیدؓ کی صاف برأت کا اعلان فرما رہے ہیں اسی سے یار لوگ خالد بن ولیدؓ کو مجرم قرار دے کر رجم کا مستحق ظاہر کر رہے ہیں جو کہ سراسر شیطانیت اور بدترین دجل ہے۔

نوٹ: مالک بن نویرہ کے قتل اور اس کی بیوی سے زنا کے بارے میں سیف من سیوف اللہ خالد بن ولید پہ جو الزامات رافضی امت نے جاری کیے ہیں ان کے جوابات علامہ ابن تیمیہ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حضرت مولانا مہر محمد صاحب حضرت مولانا محمد نافع صاحب، حضرت مولانا اللہ یار خان ارشد رحمہ اللہ اور اکابرین علماء ارشاد فرما چکے ہیں ان جوابات کے باوجود رافضی امت عوام کو بہکانے اور گمراہ کرنے اور عوام کو پروپیگنڈے میں مبتلا رکھنے کا مشغلہ جاری رکھے ہوئے ہے۔



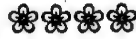
افتراء

حضرت خوات بن جبیر انصاریؓ نامحرم عورتوں سے نازیبا حرکات کرتے تھے۔ (مقامات حریری)

الجواب:

مقامات حریری عربی ادب کی ایسی کتاب ہے جس سے عقائد وعبادات کا علم حاصل نہیں کیا جاتا عربی ادب کے بارے

میں معلومات حاصل کی جاتی ہیں صاحب مقامات حریری کے مقامے سچے واقعات پر مشتمل نہیں ہیں ہر شخص جانتا ہے کہ کتاب میں موجود مقامے یا وہ گوئی اور فرضی کہانیوں پر مشتمل ہیں اس کتاب کے پڑھنے پڑھانے سے مقصود صرف اتنا ہیں کہ عربی زبان کے الفاظ کا مختلف طریقوں سے استعمال اور زبان دانی کے بہترین قواعد واصول اس سے حاصل کیے جائیں۔ باقی رہا کہانیوں کا واقعاتی حال تو وہ کسی پر مخفی نہیں کہ عجیب وغریب قصوں سے لوگوں کو فریب زدہ کر کے اشرفی ودرہم دینار کا حاصل کرنا اور معیشت کو مضبوط کرنا ہی اِن مقاموں کا مرکزی خیال ہے۔ لہٰذا اس کتاب کی ایسی باتیں کسی مسلمان کے نزدیک بھی معتبر نہیں۔



افتراء

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا قاتل ابو الہادیہ اولین سابقین اور بیعت رضوان میں شامل صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھا۔

(منہاج السنہ۔ لابن تیمیہ)

الجواب:

1- ابن تیمیہؒ نے مذکورہ مقام پر من کنت مولاہ الخ حدیث پر جرح کی جسے شیعہ کرم فرما خوب بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں اِس حدیث کو ضعیف قرار دینے کے بعد دلائل ووجوہ ذکر کئے ایک وجہ یہ بھی بیان کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مسند خلافت پر براجماں ہونے کے بعد باہمی جنگوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ۳ حصوں میں تقسیم ہو گئے ایک گروہ الگ تھلگ ہو کر بیٹھ گیا اور سب سے بڑی جماعت سابقین اولین کی اسی عمل پر تھی۔ دوسری جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر شریک جنگ ہوئی اور تیسری جماعت قصاص عثمانؓ کا مطالبہ کرنے والوں کے ساتھ مل کر شریک جنگ ہوئی۔ ابن حزم کا قول ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو ابو الہادیہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا جو بدری صحابی اور شریک بیعت رضوان تھے۔ (عکسی صفحہ) اسی آخری جملے پر کرم فرماؤں نے اعتراض کی دکان سجائی ہے۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ

① یہ ابن تیمیہ کا قول نہیں جو یہاں منقول ہے۔
② یہ حدیث رسول بھی نہیں ہے کہ قوت اعتماد میں اضافہ ہو سکے۔
③ یہ کسی صحابی کا قول بھی نہیں ہے۔
④ یہ قول ایسے شاہد کا بھی نہیں جس نے قتل ہوتے ہوئے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہو۔
⑤ اس قول کو صاحب کتاب نے بلا سند ذکر کیا ہے جو اس قول کی کمزوری پر دال ہے۔
⑥ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو ابو الہادیہ نے قتل کیا۔ ''یہ دعویٰ ہے'' اور دعویٰ کا ثبوت بلا دلیل ہرگز نہیں ہوتا اسلام نے دعویٰ کے اثبات کیلئے شہادت وگواہی کا نصاب مقرر فرما کر اس کے اوصاف بھی بیان فرمائے ہیں کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں جو گواہی کی اہلیت رکھتے ہوں تو دعویٰ ثابت ہوتا ہے یہاں یہ دعویٰ اس لئے ثابت نہیں ہوتا

کہ شہادت ادھوری ہے۔

⑦ جو ایک گواہ پیش کیا گیا ہے یا گواہ کا وکیل ونمائندہ کھڑا کیا گیا ہے اس نمائندہ کا بوقت واقعہ وہاں موجود ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

⑧ ابن حزم جو یہ دعویٰ پیش کر رہے ہیں یہ صاحب خود متنازعہ بزرگ ہیں ان کے بہت سارے کام ان کا تفرد کہلاتے ہیں۔

⑨ ابن حزم کے قول اور مذکورہ دعویٰ کا باطل ہونا باوجوہ معروف ومشہور ہے۔ لہٰذا یہ قول درست نہیں۔

درست صورتحال یہ ہے کہ ان باغیوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کیا جو ابن سباء کے تربیت یافتہ اور دونوں قافلوں میں خفیہ طور پر چھپے ہوئے مسلمانوں کی جمعیت تباہ کرنے کے درپے تھے یہی وہ لوگ تھے جو کچھ سفر کر چلنے کے بعد حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے بغاوت کر کے خارجی کے نام سے منسوب ہوئے۔ لہٰذا ہمارے نزدیک یہ دعویٰ خلافِ حقیقت اور غیر ثابت شدہ ہے ہماری طرف سے اس کا جواب یہی ہے کہ یہ محض ابن حزم کا ذاتی خیال اور تفرد ہے جو ہمارے لئے حجت نہیں۔

◆ مزید وضاحت کی غرض سے عرض کیا جاتا ہے کہ

(الف) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ عمار کو میرے صحابی قتل نہ کریں گے بلکہ ان کو باغی ٹولہ قتل کرے گا۔ (بخاری ومسلم)

(ب) ''شریک بیعت رضوان میں کوئی شخص نہ باغی ہوسکتا ہے اور نہ ہی قاتل۔'' اس لیے کہ شرکائے بیعت کے لیے حکم ربانی اپنی رضاء کے عطاء کرنے کا ہے اور اللہ تعالیٰ جس سے راضی ہو جائے اس سے دوبارہ ناراض نہیں ہوتا خود اللہ پاک کا ارشاد ہے: لا تبدیل لکلمات اللّٰہ ۔ اللہ کے کلمات تبدیل نہیں ہو سکتے نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے خلاف نہیں فرماتا۔ (القرآن) پھر ان شرکائے بیعت کی بابت لسانِ نبوت سے ایسی احادیث منقول ہو چکی ہیں جن کی موجودگی میں ابن حزم کا مذکورہ قول حرف غلط کی طرح مٹتا نظر آتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ ابن حزم کا قول قرآن و سنت متواترہ کے صراحتاً خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

(ج) ارباب علم کا فرمانا ہے کہ حضرت عمارؓ کے قاتل یمنی مجوسی ہیں جو ابن سباء پارٹی کے سرگرم لوگ تھے چنانچہ امام اہل السنّت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کی تقریر بخاری میں اس حوالہ سے فاضلانہ بحث کی گئی ہے وہاں رجوع فرما لیا جائے۔



افتراء

بارہ صحابہ رضی اللہ عنہم منافق ہیں جو جنت میں نہیں جائیں گے۔ (مسلم، مسند احمد، مشکوٰۃ، ترجمان السنہ، کنز العمال)

الجواب:

یہ اعتراض بھی یار لوگوں کا عامۃ الناس کو خوبصورت طریقے سے دھوکہ میں مبتلا کرنا ہے ورنہ یہاں لفظ صحابی سے مراد

ہے الذین ینتسبون الی صحبتی کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو میری صحابیت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

(حاشیہ امام نووی صحیح مسلم صفحہ ۳۶۹ جلد ۲)

ورنہ یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ منافق صحابی نہیں ہوتا صرف نام کے التباس کی وجہ سے یہ کہہ دینا کہ وہ منافق جو اپنے آپ کو صحابی کہہ کر اپنی نسبت ان سے جوڑنے کی کوشش کرتے تھے وہ بھی ویسے ہی ہیں جن کو صحابیت کا شرف عطا کیا گیا تو پھر یہ بھی ملاحظہ فرمالیں کہ منافق لوگوں نے مدینہ میں مسجد بنائی اور اس کو مسجد ہی کا نام دیا قرآن پاک نے بھی مسجداً ضراراً کہہ کر اس کا تعارف کروایا اور ساتھ ہی حکم دیا گیا کہ اسے گرا دیا جائے اب اگر فی الحقیقت وہ معروف معنیٰ کی مسجد تھی جو کہ مسلمانوں کی عبادت گاہ اللہ کا گھر اور بیت اللہ کی بیٹیاں کہلاتی ہیں تو اسے گرانا سخت گناہ اور بڑا ظلم ہے قرآن کریم نے ارشاد فرمایا و من اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہٗ و سعٰی فی خرابھا۔ الخ (بقرہ) کہ اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو لوگوں کو اللہ کی مسجدوں سے روکتا ہے کہ اُن میں اللہ کا ذکر کیا جائے اور اُن کو خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اگر یہ مسجد ضرار بھی مسجد جیسی ہے تو پھر اس کا گرانا کیسے درست ہے؟ معلوم ہوا کہ منافقین بعض ایسی چیزوں کی نسبت اپنا لیتے تھے جو دھوکہ دہی کا باعث بنتی تھیں وہ نسبتیں محض دھوکہ ہوتی تھیں حقیقی معنیٰ اُن پر صادق نہ آتا تھا بعینہٖ اسی طرح جس طرح منافقین نے مسجد ضرار بنا کر اسے مسجد کا نام دیا اور قرآن نے بھی مسجد کہہ کر اس کی نشاندہی کی ہے مگر اس کا معنیٰ مسجد نہیں بلکہ یہ معنیٰ ہے الذی ینسب الی المسجد۔ وہ جگہ جس کو وہ مسجد کی طرف منسوب کرتے ہیں اسی طرح حدیث پاک کے مذکورہ مقام پر صحابی کا لفظ ہے کہ اس کا معنیٰ جیسا کہ امام نووی نے فرمایا ہے یہ ہے الذین ینسبون الی صحبتی۔ کہ وہ اپنے کو میری صحابیت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ درحقیقت وہ صحابی نہیں ان کی یہ نسبت اختیار کرنا محض دھوکہ دہی کے لیے ہے ورنہ حقیقت میں یہ منافق ہیں۔

- ۲ محترم قارئین کرام آپ اندازہ لگائیں جو منافقین کے دھوکہ کی طرح اب بھی بعینہٖ اسی طرح دھوکہ دیتے ہیں جس طرح منافق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دھوکہ دیا کرتے تھے ان کی پوزیشن کتنی واضح اور ایمان کا دعویٰ کتنا غیر ثابت ہے؟ ہم عرض کرتے ہیں کہ جس طرح ملت اسلامیہ اطاعت صحابہ رضی اللہ عنہم پر پوری طرح قائم ہے اسی طرح مسجد ضرار والوں کے ورثاء بھی اپنے مورچے پر پوری طرح جمے ہوئے ہیں وہ منافق اپنے آپ کو صحابی کہہ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کم عقل بے وقوف کہتے تھے اور دور حاضر کے مہربان بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اُن کی طرح بلکہ اُن سے بھی بڑھ کر برا بھلا کہتے ہیں۔

- ۳ خط کشیدہ روایت کا حاصل یہ ہے کہ یہ مذکورہ ''بارہ منافق اپنے کو صحابی کہتے تھے۔'' (عکسی صفحہ)

اور یار لوگوں نے مطلب یہ کشید کر لیا کہ ۱۲ صحابہ منافق ہیں۔ حالانکہ ۱۲ صحابہ منافق نہیں تھے۔ ۱۲ منافق صحابیت کا دعویٰ کرتے تھے۔

جولوگ انصاف کی نظر رکھتے ہیں وہ ان دونوں لفظوں کا فرق بخوبی جان لیں گے۔ کہ صحابہ کی جگہ منافق اور منافق کی جگہ صحابی کو رکھ کر کس طرح سے یار لوگوں نے عامۃ الناس کو دھوکہ اور فراڈ میں مبتلا کیا۔

جہاں تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کا اور سابقین اولین، بدری اور شریک بیعت رضوان کی عند اللہ قبولیت وعزو شرف کا تعلق ہے تو اس پر بے شمار ارشادات ربانی اور فرمودات محبوب سبحانی موجود ہیں یہاں تفصیل کا بیان کرنا تو ممکن نہیں البتہ چند مقامات کا حوالہ لکھ دینا فائدہ سے خالی نہیں مذکورہ مقامات کی آیات قرآنی انصاف پسند طبیعت رکھنے والوں کی تسلی کیلئے کافی ہوں گی اور ضدی لوگوں کا تو علاج ابھی دریافت ہی نہیں ہو سکا۔

سورت	رکوع	آیت نمبر
البقرہ	2	13
التوبہ	13	100
النساء	17	115
المجادلہ	3	22
الکہف	4	28
الانعام	6	52
الاحزاب	3	22
الاحزاب	......	25
آل عمران	2	13
الحشر	1	8
الفتح	3	18
التوبہ	14	117 تا 119
الحجرات	1	7+10
العبس	1	1 تا 12
النساء	11	83
الفتح	4	آخری آیت
آل عمران	10	173
الاحزاب	3	23

الفتح	1	5+4
التوبہ	14	111
الفتح	3	18
التحریم	1	4
الحشر	1	10
الحجرات	1	3

چند آیات کی طرف ہم نے نشاندہی کر دی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق اللہ تعالیٰ کے ارشادتو بہت ہیں صحاح ستہ اور مشکوٰۃ شریف کے ابواب المناقب دیکھ کر محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جو انکا مقام ہے وہ بھی معلوم کیا جا سکتا ہے۔

۵ یہاں جن بارہ آدمیوں کو منافق بتلایا گیا یہ وہ ۱۲ افراد ہیں جو غزوہ تبوک سے واپسی کے موقع پر عقبہ کے مقام پر رات کے وقت گھوڑوں پر سوار ہو کر آئے۔ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنا اور سواری سمیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھائی میں گرانا چاہتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو زوردار آواز سے ڈرایا ادھر حضرت حذیفہؓ کو ان حملہ آوروں کا پتہ چلا تو انہوں نے ڈنڈے مار مار کر اُن کو دم دبا جانے پر مجبور کر دیا۔ اگر چہ یہ لوگ رات کی تاریکی میں پہچانے نہ گئے مگر خدائی کلام نے اُن کا پردہ چاک کر دیا اور وحی سے اطلاع پا کر ان منافقوں کے نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ کو ارشاد فرما دیے تھے۔اور حضرت حذیفہؓ نے یہ نام تو ظاہر نہ فرمائے صیغہ راز میں رکھے البتہ حضرت عمرؓ کو فرما دیا تھا کہ آپ ان میں سے نہیں ہیں۔



افتراء

صحابہ کی نگاہوں میں ہوس بس گئی ہے اور انہیں اپنی ذاتی مفاد عزیز ہے،نعوذ باللہ۔ (کتاب الخراج)

الجواب:

جس صفحہ کا عکس دے کر یہ افترا گھڑا گیا کہ صحابہ کرامؓ کی نگاہوں میں ہوس بس گئی تھی العیاذ باللہ! اس صفحہ پر دراصل نصیحت اور اصلاح نفس کا ذکر ہے یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا گیا:

یا ایھا الذین امنوا لا تکونوا کالذین اذوا موسیٰ۔

''اے ایمان والو! تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے (حضرت) موسیٰ کو تکلیف دی۔''

اور ایک جگہ فرمایا:

''تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو کہتے ہیں کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔''

یعنی عمل نہیں کرتے۔ اب بظاہر حضرت موسیٰ کو تکلیف دینے والے ان کی قوم کے تھے مگر وہ اُن کے حقیقی وارث نہ

تھے اور قرآن کے وہ مخاطب جو کلام اللہ سن کر کہتے تھے کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ سنتے نہیں تھے یہ بظاہر تو آپ پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے تھے مگر وہ صحابی نہیں تھے بلکہ منافق اور زبانی جمع خرچ پر گزارا کرنے والے لوگ تھے جن کو صحابہ کرام کی طرح ایمان لانے کو کہا جاتا تو وہ بدک پڑتے اور تبرا کرنے لگتے تھے جس کی مختصر روئیداد سورۃ البقرہ کے دوسرے رکوع میں بیان کی گئی ہے۔ یہاں پر سیدنا صدیق اکبرؓ نے حضرت عمرؓ کو نصیحت کی کہ تم اُن لوگوں کی طرح مت ہو جانا جو زبانی دعویٰ تو صحابی ہونے کا کرتے تھے مگر اُن کا حال احوال عجیب تھا وہ منافق جنگ میں کوشش کرتے تھے مگر ایمان کیلئے کوئی محنت نہیں کرتے۔ اس مقام پر بیان کردہ چند قرینے اس بات کی صاف وضاحت کر رہے ہیں کہ یہاں پر لفظ صحابہ کا لفظ اپنے معروف اور اصلاحی مفہوم میں استعمال نہیں ہو رہا بلکہ محض لغوی معنیٰ کے لحاظ سے یہ لفظ استعمال ہو رہا ہے۔



افتراء

جنگ احد میں صحابہ بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گئے تھے۔ (طبری)

الجواب:

① کیا خوب اعتراض سوجھا۔ آپ ﷺ بھی اُحد پہاڑ پر چڑھ گئے تھے اور پہاڑ کے ایک حصے نے آپ ﷺ کو کافروں سے پناہ دے دی تھی وہ حصہ جس میں آپ جا کر آرام فرما ہوئے اور زخم صاف کیے سیدہ ؓ نے اپنے ابا کا خون بند کرنے کے لئے کپڑا جلا کر خاک زخموں پر ڈالی یہ جگہ احد کے ایک جانب اب بھی موجود ہے کیا دبے لفظوں میں پہاڑ پر چڑھنے کا طعنہ دے کر رحمت عالم ﷺ کی ذات اطہر پر اپنے ہم مذہب رشدی کی طرح ہاتھ صاف کرنے کا ارادہ تو نہیں؟ ہم مزید کچھ عرض کرنے کی ہمت نہیں رکھتے سوا اس کے کہ

خود اپنی اداؤں پہ ذرا غور کرو ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

محترم حضرات! جنگ کے دوران ہمیشہ حفاظتی تدابیر اختیار کی جاتی ہیں جب صحابہ کرام ؓ پر عجیب اور اچانک پریشانی لاحق ہوئی تو صحابہ کرام ؓ نے دشمن کی نقل وحرکت دیکھنے کے لئے پہاڑی پر چڑھ کر نئی صف بندی شروع کی۔ یہ جنگ سے بھاگنا نہیں کہلاتا پلٹ کر حملہ کرنا کہلاتا ہے۔

② اِس عکسی صفحہ پر قابلِ اعتراض کوئی بات نہیں البتہ صحابہ کرام کے بلند مقام کی طرف ضرور رہنمائی موجود ہے۔ اربابِ انصاف مکمل صفحہ کا ترجمہ ملاحظہ فرما کر تسلی کر سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن کفار سے ٹکراؤ ہوا اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی۔ ۷۰ کافر مارے گئے اتنے ہی قیدی ہوئے۔ آپؐ نے اُن قیدیوں کے بارے میں مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فدیہ لے کر چھوڑنے اور حضرت عمرؓ نے قتل کا مشورہ دیا۔ آپ نے نرم طبیعت کی بنا پر فدیہ لیا اور اُن کو چھوڑ دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن (ما کان لنبی الخ) نازل کیا پھر احد کا موقع آیا تو اب مسلمانوں کے ساتھ وہ احوال پیش آگئے اور اہلِ ایمان بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گئے اللہ تعالیٰ نے اس

پر قرآن اتارا (او لما اصابتکم مصیبة الخ اور اذ تصعدون الخ) نازل ہوئیں۔



افتراء

میدان جنگ میں صحابہ رسول کو تنہا چھوڑ کر دور تک بھاگ گئے۔ (طبری)

الجواب

دور تک بھاگ گئے، یہ رافضی قلم کار کا ذاتی تصرف ہے ورنہ کتاب میں ''و تفرق عنه اصحابه'' لکھا ہے کہ صحابہ آپ ﷺ سے ادھر ادھر ہو گئے نیز یہاں ''اصحابه کلهم'' نہیں کہ جس کا یہ مطلب بنے کہ تمام صحابہ چھوڑ کر چلے گئے کوئی ایک بھی آپ ﷺ کے ساتھ نہ رہا آپ تنہا رہ گئے بلکہ عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اکثر حضرات اچانک حملہ کی وجہ سے حفاظتی مقامات کی تلاش میں ادھر ادھر ہو گئے جبکہ شیخین حضرت علی رضی اللہ عنہ و دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپ ﷺ کے ساتھ جما رہنا روایت سے ثابت ہے۔ اگر چہ یہاں عبارت مجمل ہے مگر دیگر مقامات پر وضاحت موجود ہے کہ آپ ﷺ کے صحابہ میں سے کچھ حضرات ثابت قدم رہے۔ لہذا یہ عنوان اختیار کرنا کہ آپ کو تنہا چھوڑ گئے یہ محض یار لوگوں کا دھوکہ اور عامة الناس کو گمراہ کرنے کی مذموم جسارت ہے۔

اس طرح کے اعتراضات کا جواب گذشتہ اوراق میں گزر چکا ہے، مزید وہاں دیکھ کر تسلی فرمائیں۔



افتراء

صحابہ کرام ایک دوسرے کو منافق سمجھتے تھے۔ (طبری)

الجواب

بلاشبہ یہ قابل نفرت، گندی اور غلیظ بلکہ نجس و پلید عبارت مذکورہ صفحہ پر موجود ہے مگر خدا آنکھیں دے تو سمجھنے کی قوت اور کوئی رتی حیاء اور انصاف کی بھی ساتھ عطاء فرمائے تا کہ وہ یہ جان سکیں کہ یہ غلیظ اور نجس عبارت ابو مخنف کے ناپاک منہ سے نکل کر آتی ہے جو جلا بھنا رافضی، اخباری، قصہ گو اور کہانی باز تھا لہذا یہ گندا اور بھیانک نقشہ رافضیوں کے گھر سے برآمد ہو کر سنیوں کی کتابوں میں گھس آیا ہے۔ رافضیوں کو لکھتے اور کہتے ہوئے شرم آنی چاہئے جو اپنی گندی عبارتیں ہمیں کھاتے ڈال کر عامة الناس کو گمراہ کرتے ہیں آنکھیں کھول کر ذرا اس واقعہ کی سند بھی ملاحظہ کر لی جائے تا کہ اس آئینہ میں وہ کالے رنگ کا گھناؤنا چہرہ نظر آ جائے جس حسد کی آگ میں جل کر کوئلہ ہو جانے والے غیرت و حیاء سے عاری نے یہ عبارت کتاب میں داخل کی ہے ہم گذشتہ اوراق میں اس ابو مخنف کا تعارف بقدر ضرورت عرض کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرما لیا جائے۔



افتراء

بدری صحابہ گانا بجانا سنتے تھے۔ (سنن النسائی)

الجواب:

گانا عرف میں ایسے عورت یا مرد کے منظوم عشقیہ اشعار کو کہتے ہیں جو ساز کی دھن پہ پڑھا جائے اب یہاں روایت کو بنظر انصاف ملاحظہ فرمایا جائے روایت میں الفاظ ہیں ''جواری'' یہ جاریہ کی جمع ہے جاریہ اس نابالغ اور کم سن بچی کو کہتے ہیں جو سن بلوغ کو نہ پہنچی ہو۔ یہاں مسئلہ یہ ہے کہ شادی کے موقع پر دف بجا کر چھوٹی بچیاں خوشی کیلئے تعریفی اشعار گایا کرتی تھیں خود آپ ﷺ نے چھوٹی بچیوں کے اشعار سنے اور اس پر انکار نہیں فرمایا خوشی کے موقع پر ایسے کام جو خوشی اور مسرت کو جلا دیں مگر گناہوں کی طرف پھسلنے کا موقع پیدا نہ ہو تو اس کی اجازت دی گئی ہے مذکورہ موقع پر بھی چھوٹی معصوم بچیوں نے کچھ اشعار گائے جس کو یارلوگوں نے معروف گانا بنا دیا حالانکہ یہ معروف گانا نہیں اس روایت میں صاف صاف یہ الفاظ موجود ہیں: **و اذا جواری یغنّین**۔ کہ چھوٹی معصوم بچیاں گا رہی تھیں اندازہ فرمایئے چھوٹی معصوم بچیاں خوشی میں جو گیت گائیں یارلوگوں کے ہاں وہ بھی گانا ہے اور اس کی بنیاد پر پروپیگنڈہ کرنا یارلوگوں کا ایمان ہے اگرچہ اپنے مذہب میں وہ کچھ جائز بنا ڈالیں جو ایمان تو کیا شرافت انسانی کیلئے بھی باعث ننگ و عار ہو۔



افتراء

صحابہ کرام کی بیان کردہ تفسیر وتشریح قابل قبول نہیں ہے۔ (بدور الاھلہ من ربط المسائل بالادلہ، نواب صدیق حسن)

الجواب:

غیر مقلدین کے باوا آدم جناب نواب صاحب اہل سنت کے ہاں معتبر شخصیت نہیں بلکہ یہ لوگ شیعہ مذہب سے قریب کا رشتہ رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں بہت سارے امور شیعہ قوم سے حاصل شدہ ہیں لہٰذا الزام میں خارج از اہل سنت و الجماعت کی کتابیں پیش کرنا دجل اور فساد دماغ کی علامت ہے۔



افتراء

بعض صحابہ کرام پر زنا چوری وغیرہ کی حدیں جاری ہوئیں۔ (تحفہ اثناعشریہ)

الجواب:

شاید یارلوگوں کو اس لئے اعتراض پیدا ہوا کہ متعہ کی عبادت پر زد پڑنے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے وہ بے چارے برداشت نہ کر سکے ہوں ورنہ حدود کا جاری کرنا توہین نہیں تطہیر ہے۔ اب توہین وتطہیر میں فرق تو وہ جانے جو طالب تطہیر ہو جس کا تطہیر سے دور کا بھی رشتہ نہ ہو اسے کیا ضرورت کہ وہ اس طرح کی مشکلات میں قدم رکھے۔ سچی بات یہ ہے زندگی

میں بھی کوئی کمی کوتاہی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی ان کی تطہیر و تلافی فرما دی جس کی مختلف صورتیں ہوئیں یا تو حدود وغیرہ کے اجراء سے اور یا پھر نیک اعمال کی کثرت اور توبہ استغفار سے حضرت شاہ صاحب نے مذکورہ عکسی صفحہ پر اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو اللہ تعالیٰ نے معصوم نہ ہونے کے باوجود محفوظ فرما دیا کہ اگر غلطی ہو جائے تو اجرائے قوانین شرعیہ سے ان کو پاک کر دیا گیا لہٰذا یہ بات کوئی قابل اعتراض نہیں۔



افتراء

❶ بعض صحابہ حوض کوثر سے دھکیلے جائیں گے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، بدور السافر، فی امور الاخرہ، کتاب البدع والنہی عنہا)

❷ بعض صحابہ مرتد ہو کر پچھلے پاؤں پھر گئے۔ (البدع والنہی عنہا مرویات الصحابہ، جامع ترمذی، الهیان الاعظم)

الجواب:

❶ مہربانوں کو دھوکہ دینے کا کوئی موقع ہاتھ آئے سہی وہ دھوکہ دیے بغیر آگے کو قدم سرکانا حرام جانتے ہیں یہاں بھی وہی فراڈ اور دھوکہ جڑ دیا جو صحابی کے لفظ پر منافقین کے باب میں جڑ چکے ہیں۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ صحابی کی تعریف یہ ہے کہ اس نے ایمان کی حالت میں بیداری کے اندر آپ ﷺ کی زیارت کی اور کچھ صحبت حاصل ہوئی ہو اور ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں صحابی کی تعریف یہ ہے: **من يقيد، في حياته مؤمنا به وفات عليه** (نخبۃ الفکر لابن حجر عسقلانی) کہ جس نے آپ ﷺ سے ان کی حیات میں ان پر ایمان لانے کی حالت میں ملاقات کی اور اسی (حالت ایمان) پر وفات پائی۔ لہٰذا صحابی کی تعریف میں ۳ امور شامل ہیں:

① آپ کی حیات طیبہ میں اسلام قبول کیا۔

② کچھ دیر کے لیے صحبت نبوی سے فیض یاب ہوا ہو۔

③ خاتمہ ایمان پر ہوا ہو۔

صحابہ کی یہ تعریف اسد الغابہ، الاستیعاب، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، نخبۃ الفکر تدریب الراوی وغیرہ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ اب یہ تعریف پیش رکھ کر غور کر لیا جائے کہ جن لوگوں کا خاتمہ ایمان پر ہی نہیں ہوا اسے صحابی قرار دینا کیسے درست ہوا؟

پس اگر ایمان کی حالت میں زیارت کی مگر خاتمہ ایمان پر نہ ہوا ہو تو اس کو صحابی نہیں کہتے۔

❷ مذکورہ روایت کا تعلق بنو حنیفہ وغیرہ کے اُن لوگوں سے ہے جو بذریعہ ایلچی مسلمان تو ہوئے مگر آپ ﷺ کے وفات پا جانے پر ارتداد کو اختیار کیا اور ایمان کا لباس اُتار پھینکا ایسے لوگوں کو کوئی بھی صحابی نہیں کہتا مگر یہ فراڈ اور دھوکہ دینا کہ اس سے مراد فلاں فلاں صحابی ہیں اور نام لینا اُن بزرگان امت کا جو سابق الایمان شرکائے بدر وغیرہ ہیں یہ پرلے درجہ کی تلبیس اور بدترین دھوکہ ہے نہ یہ دین ہے اور نہ ہی مذہب۔ دنیا کا ہر واقف احوال ماضیہ جانتا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں سے قتال کیا جو مرتد ہوئے یا انکار زکوٰۃ کا وطیرہ اختیار کیا لیکن اِن احادیث

کی بنا پر صحابہ کرام ؓ کے درمیان جو رائے کا اختلاف ہوا اس کو نہ کسی نے کفر قرار دیا اور نہ ہی کسی نے اسلام کی سرحد کراس کرنے کا فتویٰ جاری کیا۔ لہٰذا ان احادیث کا صاف صاف مطلب وہی ہے جو اکابرین امت ارشاد فرما چکے ہیں۔ حضرت شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہ حدیث صریح ناطق ہے کہ مراد ان شخصوں سے مرتد ہیں جو کفر پر مرے کوئی اہل سنت اُن کو صحابی نہیں کہتا اور نہ ان کی بزرگی اور خوبی کا عقیدہ رکھتا ہے اور اکثر بنی حنیفہ اور بنی تمیم جو ایلچی کے ذریعہ آپ ﷺ کی زیارت سے فیض یاب ہوئے اور پھر اس ارتداد کی مصیبت میں گرفتار ہو گئے اور گنہگار وزیاں کار ہو گئے اہل سنت تو ان صحابہ کرام کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں جو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے الخ۔ (تحفہ اثناعشریہ صفحہ ۷۰۰ اردو)

- جن صحابہ کرام ؓ کے بارے میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ وہ ایمان پر ہی دنیا سے تشریف لے گئے اُن کی تعریفیں قرآن کریم میں موجود ہیں اور احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ ان کی عظمت کا نشان بنا ہوا ہے۔ ارشاد ہے:

و عد اللّٰه الذین امنوا منکم و عملو الصالحات یستخلفنکم فی الارض ۔ (النور)

کہ اللہ تعالیٰ نے (اے صحابہ کرام) تم میں سے اُن لوگوں کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ جس کا ایمان اور نیک عمل پسند آجائے گا تو وہ تم کو زمین میں خلافت عطاء فرمائے گا جیسے کہ تم سے پہلے ایمان لانے والوں کو عطاء فرمائی۔ اسی طرح فرمایا: رضی اللّٰه عنهم و رضو عنه و اعدلهم جناتٍ تجری من تحتها الانهار الخ ۔ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے اللہ تعالیٰ نے اُن کیلئے ایسے باغات تیار فرما رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ الخ۔ وغیرہ آیات ان حضرات کے ایمان کی واضح شہادات ہیں۔



افتراء

بعض صحابہ جادہ حق سے ہٹ کر ظلم و فسق کی حد تک پہنچ گئے۔ (المقاصد فی الکلام)

الجواب:

صاحب کتاب عبارت/اور معترضین کے قول کو نقل کر کے جواب دینا چاہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جو کچھ قابلِ اعتماد لوگوں نے بیان کیا ہے وہ بظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ یہ لفظ صراحتاً رافضی دجل کا شیرازہ فضاء میں بکھیر رہا ہے کہ:

یدل بظاهره ۔ (عکس صفحہ)

جس کا مطلب یہ ہے کہ بظاہر یہ واقعات گناہ اور فسق وغیرہ پر دلالت کرتے ہیں مگر حقیقت حال وہ نہیں جو ظاہری مطلب لے جائی جا رہی ہے تو صاحب کتاب نے ان لوگوں کے اعتراض کی طرف اشارہ کیا جو بظاہر ان واقعات کو دیکھ کر اعتراض داغ رہے تھے لہٰذا اس مقام پر صاحب کتاب نے وضاحت کی ہے اور معترضین کا جواب ارشاد فرمایا ہے کہ تمہارا اشکال ظاہری صورت کی بنا پر ہے جبکہ صحابہ کرام کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ بالکل صاف اور واضح ہے اور قرآن کریم ان

لوگوں کی خالص نیت کا خود اعلان فرما چکا ہے: یبتغون فضلًا من اللہ و رضوانا۔ کہ وہ اپنے رب کی رضاء اور اس کا فضل چاہتے ہیں۔ اب غور فرمایا جائے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یعنی نیت اور دل کی حالت اس پر حملہ آور ہونے والوں سے صاحب مقاصد اگر دفاع کر رہے ہیں اور صحابہ کرام کی عزت وتوقیر کو دلیل سے واضح فرما رہے ہیں تو اس پر بھی کرم فرماؤں کو اعتراض ہے۔

◆ اگر کوئی صاحب بضد ہو کہ نہیں جی صحابہ کرامؓ کا آپس میں جمل، صفین وغیرہ میں لڑنا اگرچہ بظاہر ہی پر لڑائی تو ہے ناں پھر ''بظاہر ہو یا باطن'' جیسے بھی ہو پر یہ تو معلوم ہو گیا کہ وہ جادہ حق سے ہٹ گئے تھے۔ تو ہم جواباً عرض کرتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مکا مار کر قبطی کو قتل کر دیا تھا۔ یہ قتل نہ قصاصاً تھا نہ رجم تھا اور نہ ہی بوجہ ارتداد کے تھا تو اس کے بارے میں کیا کچھ ارشاد فرمائیں گے؟ ''ما ھو جوابکم فھو جوابنا'' باقی رہا یہ مسئلہ کہ یہ بظاہر جرم کا کام ہو تو اسے جرم کے علاوہ کیا نام دیا جا سکتا ہے؟ تو ہماری گزارش ہے کہ بہت دفعہ بعض کام ظاہری طور پر جرم نظر آتے ہیں مگر حقیقت اس کے علاوہ ہوتی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے معصوم بچے کی گردن مروڑ دی۔ اچھی بھلی چلتی کشتی کے پھٹے توڑ دیے حضرت موسیٰ علیہ السلام بول بھی پڑے مگر اللہ کی نظر میں یہ جُرم نہ تھا اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو جو علم عطا فرماتا ہے۔ وہ اس کی روشنی میں اللہ تعالیٰ ہی کی رضاء جوئی کے لیے کرتے ہیں اس لیے جب نص قطعی سے صحابہ کرامؓ کی خالص نیتوں کی شہادت حاصل ہو گئی تو اب اس کے خلاف کچھ لکھنا محض اپنے ایمان کو برباد کرنا ہے۔



افتراء

بیعت رضوان میں منافقین صحابہ بھی شریک تھے۔ (قاسم العلوم)

الجواب:

پرانا دھوکہ اور نیا جال ہے۔ ہم عرض کر چکے ہیں کہ منافق کو صحابی کہنا یہ رافضی کے دماغی بخار اور اندرونی حسد کا چنگارا ہے صحابی منافق نہیں ہوتا منافق صحابی کا نام چرانے کی کوشش کرتا ہے یہاں بھی گذشتہ اوراق کی طرح صحابی ﷺ کا لقب بگاڑنے اور اسے غلط استعمال کرنے کی کوشش کی گئی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ بیٹھنے والوں میں ابوجہل وغیرہ کفار بھی تھے مگر پاس بیٹھنے کی وجہ سے وہ کافر مسلمان یا صحابی نہیں کہلاتے اسی طرح کوئی منافق اگر آپ ﷺ کے پاس بیٹھ جائے تو وہ بھی صحابی نہیں بن جائے گا بلکہ کافر یا منافق جب تک حقیقی ایمان قبول نہ کریں کے منافق و کافر ہی رہیں گے صحابی نہ کہلا سکیں گے۔ مگر یہ مرض حسد کا کرشمہ ہے جو وہ منافق کو بھی صحابی قرار دینے پر تلے ہوتے ہیں۔

حوالہ میں پیش کی گئی کتاب کی آڑ لے کر اپنے مریض دل کو ٹھنڈا کیا جا رہا ہے۔ ورنہ یہ بات کتاب میں صاف لکھی ہے کہ اس قافلہ میں صرف دو منافق شریک تھے جو بیعت میں شریک نہ ہوئے تھے اُن میں سے ایک سرخ ٹوپی والا جد بن قیس

تھا جو الگ بیٹھا ہوا تھا اور دوسرا معتب تھا یہ بھی بیعت میں شریک نہ ہوا تھا۔ ان دو منافقین کا تذکرہ حضرت نانوتوی نے کیا ہے مگر اس کا الٹ مطلب بیان کیا جا رہا ہے۔



افتراء:

براء ابن عازب نے کہا ہم نے بعد از رسول بہت سی برائیاں کیں (بخاری)

الجواب:

ہم گذشتہ سطور میں عرض کر چکے ہیں کہ معصوم ہونے کا شرف سوا انبیاء کے کسی کو بھی حاصل نہیں اور غلطی نہ ہونا خاصہ پیغمبری ہے صحابی ہو یا غیر صحابی اگر انبیاء کی جماعت کے علاوہ کوئی بڑے سے بڑے مرتبہ پر بھی فائز ہو تو وہ معصوم نہیں ہوتا البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ پاک نے محفوظ ہونے کا شرف عطا کیا ہوا ہے کہ غلطی تو ہو جاتی ہے مگر صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ غلطی پر قائم نہیں رہنے دیتا حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک صحابہ معصوم نہیں ہیں بلکہ یہ انبیاء کا خاصہ ہے۔ اس لئے بعض مقامات پر اگر کہیں صحابہ کرامؓ سے کوئی قصور ہوا بھی تو وہ عقیدے میں خرابی ہرگز نہ تھا عملی کوتاہی یا اجتہادی غلطی تھی جس کے معاف کرنے کا اللہ تعالیٰ نے خود وعدہ فرما رکھا ہے رضی اللّٰه عنهم و رضوا عنه ۔اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔ اور لقد رضی اللّٰه عن المؤمنین (الفتح) اللہ تعالیٰ راضی ہوا ان مؤمنین سے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی آپ ﷺ کے ہاتھ پر۔

نیز عفو گناہ کی اور بھی کئی صورتیں دنیا میں رونما ہوئیں جیسے تکلیفوں کا آنا، مختلف سزاؤں کا پانا وغیرہ الغرض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاملہ یہی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے درست فرما دیا اب اُن پر الزام دینا اور مطعون کرنا سراسر حماقت اور خسران ہے۔

- یہاں عکسی عبارت کا جھوٹا ترجمہ گھڑ کر پیش کیا گیا خط کشیدہ عبارت کا ترجمہ پیش کرتے ہوئے **اصل بات چھوڑ دی گئی۔ اصل بات یہ ہے** کہ حضرت براء نے فرمایا: تجھے نہیں معلوم کہ آپ کے بعد ہم نے کیا نئی باتیں کیں۔ اس جملے کو اپنے خاص مزاج کے مطابق مہربانوں نے اپنے جیسا مطلب پہنا دیا اور پھر یہ خبر نشر کر دی کہ حضرت براء نے یہ کہا کہ ہم نے بہت برائیاں کیں۔ **لا حول ولا قوۃ۔**
- بالفرض اگر کرم فرماؤں کا جدید مشینوں پر تیار کردہ مطلب ہی پیش نظر رکھا جائے تو بھی یہ اعتراف و اقرار افسوس و ندامت کے ساتھ ہوگا اور اپنے قصور کا اعتراف و اقرار توبہ کے لیے ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ عبارت گویا توبہ اور طلب معافی کی درخواست ہوگی جو بالیقین بارگاہِ ایزدی سے رد نہیں کی جا سکتی کیوں کہ یہ اس کا اپنا اعلان ہے کہ جو مجھ سے توبہ کرے میں اس کی توبہ کو قبول کرتا ہوں جب انہوں نے توبہ کر لی تو اس پر الزام باقی نہ رہا لو اب تو کی کرائی ساری محنت ہوا ہوگئی۔

آٹھواں باب:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مواد

افتراء

چار آدمیوں نے امیر معاویہ کا باپ ہونے کا دعویٰ کیا۔ (ربیع الابرار)

الجواب:

1. خدا تعالیٰ نے آنکھوں کی نعمت دے رکھی ہو وہ بشرطیکہ پڑھنا جانتا ہو تو اسی صفحہ پر لکھا ہوا پڑھ سکتا ہے۔ لکھا ہے:

ان هذا الخبر و لذی بعده موضوعان و ضعه الذين يكرهون بنی امیه۔

(عکسی صفحہ نمبر ۱۵۵ تحقیقی دستاویز صفحہ نمبر ۹۵۳ حاشیہ سطر نمبر ا سے آخر دو لفظوں تک)

مطلب یہ ہے کہ بے شک یہ روایت اور اس کے بعد والی روایت یہ دونوں گھڑی ہوئی روایتیں ہیں جو لوگ بنی امیہ کے دشمن ہیں انہوں نے یہ من گھڑت روایتیں اڑائی ہیں۔

محترم قارئین! اندازہ لگائیے جھوٹی اور من گھڑت کہاوتیں اڑا کر اور اپنی گھر کی مشین میں یہ کہانیاں تیار کر کے پھر اہل سنت کو الزام دیتے ہیں۔ جب کہ کتاب پر صاف لکھا ہوا موجود ہے کہ یہ رافضی اور بنو امیہ کے دشمن ٹولوں کی من گھڑت کہانیاں ہیں۔

2. علامہ زمخشری صاحب کے بارے میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ یہ صاحب فاسد العقیدہ بزرگ ہیں اُن کی کتاب سے اہل سنت پر الزام قائم کرنا خالص دجل اور بدترین ظلم ہے۔

3. نسب کی بنا پر طعن کرنا اس کو بھی زیب نہیں دیتا۔ جو خود محفوظ النسب ہو اور جس کے ہاں متعہ کے بغیر جنت کا داخلہ ہرگز ممکن نہ ہو اور اسی خاص عبادت کے حصول کیلئے شام غریباں اور مجالس عزا کا انتظام و اہتمام کیا جاتا ہو وہاں پر کون کہہ سکتا ہے میرا خاندانی نسب پوری طرح محفوظ ہے اس کا حساب کس کے پاس ہے کہ متعہ کا ثواب پانے کی دوڑ میں میرا تھن ریس کے کتنے قلعے اس نے فتح کیے ہوں گے افسوس اپنا خاندانی نظام محض اپنی خرافات کی نذر کر کے عزت و ابرو کے خرمن کو آگ لگا کر دبے لفظوں اپنی بے بسی کا ایسے لفظوں میں ماتم کرتے ہیں جس میں اپنا درد سہ تو سکتے ہیں بتا نہیں سکتے لہٰذا اسلام کی عطاء کردہ خاندانی شرافت اور عزت کی حفاظت بے شک بڑی دولت ہے اور غیر تو آج تک اہل اسلام کے محفوظ نسب پر حسد کرتے آ رہے ہیں اور دبے لفظوں اپنا دکھڑا اوروں کا نام لے لے کر سناتے ہیں۔

4. امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایسے لوگوں کے طعن کی کیا حیثیت جو اپنے عقیدے اور بتائے ہوئے خیال کی روشنی میں ہمیشہ

39A

ارزل اور خواری کی زندگی بسر کرتے رہے ہوں جبکہ آج کے دن تک پوری کرہ ارض پر مسلمانوں کی سب سے بڑی حکومت جو قائم رہی ہے وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہی قائم رہ سکی ۲۰ سال تک جس نے آدھی سے زیادہ دنیا پر حکومت کی اُس کونسب کی گالی دینے کیلئے جھوٹی روایتیں گھڑ کر کتابوں میں رلا ملا دینے والوں کی حالت اس جولاہے سے زیادہ مختلف نہیں جو مامون الرشید حاکم وقت کو کہہ رہا تھا کہ یہ مأمون میری نظروں سے گر گیا ہے۔ (نفحۃ العرب) اب بھلا مامون کا ایک جولاہے کی نظر سے گرنا کیا حیثیت رکھتا ہے۔ یہی حالت اس جھوٹی روایت کے بل بوتے پر اعتراض کرنے والے کرم فرما کی ہے۔



افتراء

امیر معاویہ نا معلوم باپ کا بیٹا تھا۔ (انسانیت موت کے دروازے پر، شہادت حسین از ابو الکلام آزاد)

الجواب:

◆ انسانیت موت کے دروازے پر اور شہادت حسین دونوں کتابیں ابو الکلام آزاد کی تصنیف ہیں ان دونوں میں ایک ہی جملہ ہے جس کی بنا پر یہ طعن کیا گیا۔ ہم ارباب انصاف کی توجہ کے طالب ہیں ذرا غور فرمائیں۔ قطع نظر اس کے کہ وہ واقعہ سچ ہے یا جھوٹ اور اس کی واقعاتی صورت حال کیا ہے ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں یہ الفاظ قاتلانِ حسین کی نشاندہی کرنے اور دشمنانِ آل رسول کی تلاش میں بڑے مفید اور بے حد مؤثر ہیں یہاں یہ وضاحت بھی ملتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان دشمنیاں ثابت کرنے والے کون لوگ ہیں؟ ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیے۔ کربلا میں دو فوجوں کا آمنا سامنا ہوا ایک لشکر خاندانِ رسول کے عظیم المرتبت نفوس قدسیہ پر مشتمل تھا جس میں ۷۲ پاک بازوں کا پتہ دیا جاتا ہے علاوہ ازیں آسمان عفت کی تاجدار مقدسہ و مطہرہ عزت مآب خواتین بھی شریک قافلہ تھیں جبکہ دوسری جانب ہزاروں خطوط لکھ کر کوفہ آنے کی دعوت دینے والوں پر مشتمل کوفہ کے دعویدارانِ حب آل رسول کا جم غفیر تھا۔ (جس کی تفصیل: قاتلانِ حسین کون؟ اور مولانا اللہ یار خان ارشد کی شہادت حسین پر لکھے ہوئے پمفلٹ سے معلوم کی جاسکتی ہے) انجام کار اس لڑائی کا یہ ہوا کہ جو آل رسول کی جانب سے لڑ رہے تھے وہ تمام حضرات سمیت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید ہو گئے سوا حضرت زین العابدین کے جو کہ علیل تھے۔ گویا خاندانِ رسول کے مقدس قافلہ میں شریک تمام حضرات شہید ہو گئے۔ حضرت زین العابدین اور رشک حورانِ جنت خواتینِ سادات زندہ بچیں اب یا تو حضرت زین العابدین مقدسہ و مطہرہ عزت مآب خواتین کے ساتھ اس میدان میں تھے یا پھر دشمنانِ آل رسول کربلا کے میدان میں کھڑے تھے اب سوال یہ ہے کہ یہ مذکورہ جملہ جو یہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نقل کیا ہوا موجود ہے ابو الکلام آزاد صاحب تک کیسے پہنچا؟ دوستوں نے بتایا یا دشمنوں نے بتایا۔ یہ جملہ سننے والے دو ہی طرح کے لوگ ہو سکتے ہیں یا اپنے قافلہ والے یا دشمنوں کے قافلہ والے۔ جب دوستوں میں سے کوئی بھی باقی

نہ رہا ایک ایک کر کے سب حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر فدا ہو گئے۔ اور یہ بھی بالکل واضح ہے کہ یہ جملہ کہ ''امیر معاویہ نامعلوم باپ کا بیٹا ہے'' نہ حضرت زین العابدین نے ارشاد فرمایا اور نہ ہی خاندانِ محبوب کبریا ﷺ کی مقدس ومنزا عالی مرتبت رشکِ حورانِ جنت خواتین نے ارشاد فرمائے۔ تو یہ جملہ جو منقول ہو کر آیا ہے لامحالہ دشمنوں نے ہی اسے نشر کیا ہوگا کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی گفتگو سننے والے اب صرف قاتلانِ حسین ہی بچے تھے۔ جب یہ بات متعین ہو گئی کہ امیر معاویہ کو یہ گالی ان قاتلانِ حسین نے دی تھی جو بدبخت و بدقماش ظالم تھے۔ تو اس سے کئی سوال حل ہو گئے۔

(الف) جو قاتلانِ حسین تھے وہی حضرت معاویہ پر یہ الزام عائد کر رہے تھے۔

(ب) ایک طرف انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی جان تلف کی تو دوسری طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عزت پر حملہ آور ہوئے اور نسبی الزام لگائے۔

(ج) جو حضرت حسین کے دشمن تھے وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اس کے خاندان کے بھی دشمن تھے۔

(د) خاندان رسول ﷺ کے قاتل جھوٹی روایات گھڑنے اور اُن کو حضرت حسین سمیت آل رسول کی طرف منسوب کرنے میں ماہر تھے۔ لہٰذا ہماری اِن گزارشات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت امیر معاویہ کے دشمن اور اُن پر دو دو گز لمبی زبان دراز کرنے والے ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی جان کے دشمن تھے کیوں کہ جن لوگوں نے حضرت معاویہ کو یہ گالی دی ہے حضرت حسین کو بھی انہوں نے ہی شہید کیا تھا۔ اگر کوئی مائی کا لال انصاف کا خون نہ کرے اور ہماری اِن گزارشات پر سنجیدگی سے غور کرے تو وہ جان لے گا کہ دور حاضر میں موجود کون لوگ ہیں جن کے آبا و اجداد نے ہمارے محبوب کریم ﷺ کے خاندان کو اجاڑا تھا۔

- اِس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اِس الزام کی حیثیت کیا ہے اور یہ کتنا ثابت اور محفوظ واقعہ ہے، ہم اہل سنت و الجماعت عرض کرتے ہیں کہ یہ جملہ سراسر جھوٹ جھوٹے راویوں کا گھڑا ہوا کربلائی قصہ گو لوگوں کی کہاوت اور مجرمانہ حرکت ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔
- آزاد صاحب موصوف کوئی محتاط قلم کار نہیں بلکہ غیر محتاط رطب و یابس کے جمع کرنے والے غیر معتبر بزرگ ہیں کئی باتوں میں ان کے تفردات پائے جاتے ہیں جن کو اہل سنت نے ہرگز قبول نہیں کیا یہ واقعات جو موصوف نے نقل کیے ہیں یہ بھی رافضی قلم کی ایجاد اور ان کے خیالات کی کمائی ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا گزارشات میں عرض کیا گیا ہے۔



افتراء

امیر معاویہ نے بت فروشی کر کے کفار کیلئے بت پرستی میں مدد کی ہے۔ (کتاب المبسوط)

الجواب:

بعض قیمتی قسم کے بت مال غنیمت میں حاصل ہوئے تو حضرت امیر معاویہ نے کفار کے ہاتھ ان کو بیچنے کا حکم دیا جن

کفار کو یہ بت فروخت کیے گئے وہ کفار اِن بتوں سے قبل بھی بتوں کی پوجا ہی کرتے تھے اگر بالفرض یہ بت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہ فروخت کرواتے تو بھی وہ بت پرستی کو چھوڑنے والے نہ تھے الغرض ہندوستان کے بت پرستوں کا یہ عمل نہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بت بیچنے سے بڑھا اور نہ کم ہوا البتہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بت پرستوں کو اُن کے بت فروخت کر کے حاصل شدہ رقم سے مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور فقراء، وغریبوں کی ضروریات کو پورا فرمایا نہ یہ فعل حرام ہے اور نہ ہی قرآن پاک کی یا حدیث پاک کی اس سے مخالفت لازم آتی ہے بلکہ گندے لوگوں کو ان کی گندی چیز دے کر اس سے مسلمانوں کی کفالت کی گئی اس میں کون سی قباحت ہے؟



افتراء

معاویہ کے معنیٰ کتیا کے ہیں جو کتوں کے ساتھ مل کر بھونکتی ہے۔

(تہذیب الکمال، فی اسماء الرجال، شرح عقائد النبراس، ربیع الابرار ونصوص الابرار، تاریخ الخلفاء)

الجواب:

مذکورہ کتابوں میں لغوی معنیٰ کا بیان مذکور ہے حضرت مولانا محمد نافع صاحب نے اس کا خوبصورت جواب ارشاد فرمایا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں:

◆ سب سے پہلے اس کے لغوی معنی اور مادہ کے اعتبار سے بعض چیزیں پیش کی جاتی ہیں اس کے بعد دیگر امور پیش خدمت ہوں گے۔

اہل لغت نے لکھا ہے کہ ''معاویہ'' اگر معرف بلام ہو تو اس کا معنی ''سگ مادہ آواز کنندہ'' کے ہیں اور بغیر الف لام کے لوگوں کے علم کے طور پر مستعمل ہے جیسے معاویۃ بن ابی سفیانؓ اور اس کو اصطلاح لغت میں ''اسم منقول عنہ'' کہتے ہیں''۔

(القاموس صفحہ ۸۹۶ طبع قدیم تحت عوی)

صاحب قاموس مجد الدین فیروز آبادی نے اسی مقام میں اسی مادہ (عوی) سے ایک محاورہ دعاواھم ای صاحھم (یعنی اس شخص نے لوگوں کو آواز دی) بھی ذکر کیا ہے۔ اس محاورہ کے اعتبار سے ''معاویہ'' کا معنی ''لوگوں کو آواز دینے والا'' بھی درست ہے۔ (القاموس صفحہ ۸۹۶ طبع قدیم تحت مادہ عوی)

(لغت کی بعض کتابوں میں معاویۃ کا معنی سردار بھی لکھا ہوا ہے۔ از راقم)

یاد رہے کہ اگر کوئی شخص یہ شبہ پیدا کرے کہ اسم ''معاویۃ'' میں ''ۃ'' تانیث ہے تو مذکورہ بالا محاورہ اس میں کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

تو اس شبہ کو رفع کرنے کے لئے یہ پیش کر دینا کافی ہے کہ رجال کے اسماء اور اعلام میں بعض دفعہ ''ۃ'' تانیث کے لئے نہیں ہوتی جیسے ''یا ساریۃ الجبل'' میں اسم ''ساریۃ'' ایک معروف شخص کا مشہور نام ہے۔ اسی طرح طلحہ، عکرمۃ، وغیرہ بھی

۱۰۰۰ اسماء مذکر ہیں۔ اوران میں ''ۃ'' پائی جاتی ہے جو کسی طرح بھی تانیث پر دلالت نہیں کرتی۔ اسی طرح اسم ''معاویۃؓ'' میں ''ۃ'' تانیث کیلئے نہیں۔

نیز اہل لغت کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ اسماء اور اعلام میں ان اسماء کے اصل مادہ کا لغوی معنی مراد نہیں لیا جاتا اور علم بن جانے کی صورت میں لغوی معنی اور اس کا اصل مفہوم متروک ہو جاتا ہے مثلاً ''عباس'' اور ''جعفر'' جب کہ علم ہوں تو ان کے لغوی معنی اور مفہوم مراد نہیں لئے جاتے۔ کیونکہ ''عبوسیت'' کا لغوی معنی ''برامنہ بنانا'' اور تیوری چڑھانا ہے اور اسی طرح ''جعفر'' کا لغوی معنی ''شتر'' بھی ہے جبکہ عباس اور جعفر اکابر بنی ہاشم حضرات کے اسماء ہیں اور ان کا لغوی معنی و مفہوم بھی مراد نہیں لیا جاتا۔ نیز حضرت علیؓ کے نسب شریف میں یعنی ساتویں پشت میں ایک نام کلاب ہے جو مرہ کا بیٹا ہے وہاں بھی لغوی معنی مراد نہیں بلکہ وہ مفہوم متروک ہے ٹھیک اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ بن ابی سفیان کے نام میں لغوی معنی و مفہوم مراد نہیں لیا جاتا۔

اعلام میں طریقہ کار نبویؐ:

مزید گزارش یہ ہے کہ نبی اقدس ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ قبیح اسماء کو تبدیل فرما دیا کرتے تھے چنانچہ وہ اسماء جو نبی اقدس ﷺ نے متغیر فرمائے ان میں سے چند ایک بطور نمونہ ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں۔

1. ایک لڑکی یعنی (بنت عمر بن خطاب) کا نام ''عاصیہ'' تھا اس کا نام آنجناب ﷺ نے تبدیل کرتے ہوئے فرمایا ''انت جمیلۃ''۔
2. ایک لڑکی کا نام ''برہ'' تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کا نام ''زینب'' رکھو ''سموھا زینب''۔
3. ایک شخص سے جناب نے نام دریافت فرمایا تو اس نے کہا ''حزن'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''انت سہل''۔
4. محدثین نے ذکر کیا ہے کہ آنحضور ﷺ نے ''العاص'' کا نام تبدیل فرما دیا تھا اسی طرح عتلہ، شیطان اور غراب وغیرہم جیسے متعدد اسماء متغیر فرمائے۔
5. ایک شخص عبد شر جناب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جناب نے ارشاد فرمایا تیرا نام عبد خیر ہے۔ مطلب یہ ہے اگر معاویہ کا نام قبیح تھا تو آنجناب حسب دستور اس کو تبدیل فرما دیتے لیکن اسے تبدیل نہیں فرمایا تو یہ چیز اس کے صحیح ہونے کی تائید ہے اور اس کو محدثین کی اصطلاح میں تقریر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(ابوداؤد شریف صفحہ ۳۲۹ جلد ۲ طبع دہلی، تحت کتاب الادب باب فی تغیر الاسم القبیح)

''معاویۃؓ'' کا نام صحابہ کرامؓ میں:

نیز نبی اقدس ﷺ کے عہد مبارک میں متعدد صحابہ کرامؓ کا نام ''معاویہ'' تھا اور آنجناب ﷺ نے اپنی زبان مبارک پر اسی اسم کو استعمال فرمایا اور اسے تبدیل نہیں فرمایا۔ لہٰذا آنجناب ﷺ کا ان اصحاب کے نام ''معاویہ'' کو تبدیل نہ فرمانا صحت

اسم کی قوی دلیل ہے۔

ذیل میں بطور مثال چند ایک صحابہ کرام ؓ کا نام ذکر کیا جاتا ہے جن کے اسماء گرامی **"معاویہ"** تھے۔

① معاویہؓ بن ثور بن عبادہ بن البکاء العامری البکائی۔

② معاویہؓ بن حارث بن المطلب بن عبد مناف۔ (الاصابہ لابن حجر صفحہ ۴۱۰ جلد ۳ تحت اسم معاویہ)

ابن حجر العسقلانیؒ نے الاصابہ میں بہت سے صحابہ کرامؓ "معاویہ" کے نام سے ذکر کیے ہیں۔

اسی طرح حافظ شمس الدین الذہبیؒ نے تجرید اسماء صحابہ میں بہت سی جماعت صحابہ کرامؓ کی "معاویہ" کے نام سے ذکر کی ہے۔ صاحب "تاج العروس" نے لکھا ہے کہ "معاویہ" نام کے سترہ (۱۷) صحابہ کرامؓ حضرت امیر معاویہ کے علاوہ پائے جاتے ہیں۔ (تجرید اسماء الصحابہ صفحہ ۸۹-۹۰/ جلد ۲ تحت اسماء معاویہ، تاج العروس الزبیدی صفحہ ۲۵۹-۲۶۰ جلد ۱۰ تحت مادہ عوی)

بصورت الزام شیعہ حضرات کی کتب میں "معاویہ" بطور اسماء الرجال

① معاویہ۔ صحابی رسول:

معاویة بن ام السلمی عده الشیخ فی رجاله من اصحاب رسول اللّٰه۔

② معاویہ۔ شاگرد امیر المؤمنین حضرت علیؓ:

معاویة ابن صعصعة ابن اخی الاخنف عده الشیخ فی رجاله من اصحاب امیر المومنینؑ۔

③ معاویہ۔ ہاشمی حضرات میں:

معاویة بن عبد اللّٰه بن جعفر الطیار ذاك ولد بعد وفات امیر المؤمنین۔ (عمدۃ الطالب صفحہ ۳۸ تحت عقب جعفر طیار)

4- معاویہ۔ حضرت جعفر صادقؒ کے شاگردوں میں:

① **معاویة بن سعید الکندی الکوفی عده الشیخ فی رجاله ثارة مثل ما فی العنوان فی اصحاب الصادق۔** (تنقیح المقال للمامقانی صفحہ ۲۲۲ جلد ۳ تحت باب معاویۃ)

② **معاویه بن سلمة النضری عده الشیخ من رجال الصادق۔** (تنقیح المقال للمامقانی صفحہ ۲۲۳-۲۲۴ جلد ۳ تحت باب معاویۃ)

مندرجہ بالا مقامات میں معاویہ کا نام مستعمل ہے اور اس پر کسی قسم کا طعن معترضین نہیں کیا کرتے تو امیر معاویہ بن ابی سفیان کو کیوں مطعون کیا جاتا ہے۔ اس حکمت عملی کی وجہ کیا ہے؟

ایک لطیفہ:

ناظرین کرام نے مذکورہ بالا اسماء کو شیعہ کتب سے ملاحظہ فرما لیا ہے کہ عبد اللہ بن جعفر الطیارؓ کے ایک فرزند کا نام معاویہ تھا۔

یہاں ہم ناظرین کرام کی ضیافت طبع کے لئے ایک لطیفہ پیش کرتے ہیں۔ جو شیعہ کے اکابر علماء نے اس مقام میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ کتاب عمدۃ الطالب میں جمال الدین ابن عنبہ الشیعی ذکر کرتے ہیں کہ

(فولد) عبد الله عشرين ذكراً و قيل اربعته و عشرين منهم معاوية بن عبد الله كان وصى ابيه و انما سمى معاوية لان معاوية بن ابى سفيان طلب سنه ذالك ـ فبذل له مائته الف درهم و قيل الف الف ـ
(عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب صفحہ ۳۸ تحت عقب جعفر الطیار ـ طبع ثانی ـ نجف)

یعنی عبد اللہ کے بیس یا چوبیس لڑکے پیدا ہوئے ـ ان میں سے ایک کا نام معاویہ بن عبد اللہ تھا اور وہ اپنے باپ کا ''وصی'' تھا اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ امیر معاویہ بن ابی سفیان نے عبد اللہ بن جعفر کو ایک لاکھ درہم اور بقول بعض دس لاکھ درہم دیئے تا کہ وہ اپنے بیٹے کا نام معاویۃ رکھے ـ

فلہٰذا عبد اللہ بن جعفر الطیار نے اس وجہ سے اپنے بیٹے کا نام معاویۃ رکھا ـ

مندرجہ بالا روایت کی روشنی میں اکابر شیعہ کے نزدیک آل ابی طالب حضرات کی یہی کچھ حیثیت ہے کہ وہ چند دراہم لے کر اپنی اولاد کے اسماء اپنے دشمنوں کے نام کے مطابق رکھ دیتے تھے ـ (سبحان اللہ)

یہ چیز واضح طور پر ہاشمی حضرات کی کردار کشی ہے جو شیعہ کے اکابر علماء نے بڑے عجیب طریقے سے درج کر دی ہے مگر یہ چیز ہمارے نزدیک ہرگز صحیح نہیں ـ

علمائے انساب کے نزدیک:

علمائے انساب نے حضرت علی المرتضیٰؓ کی صاحبزادی رملۃ کا نکاح اور شادی مروان بن الحکم کے لڑکے معاویۃ کے ساتھ ذکر کی ہے ـ عبارت ذیل ملاحظہ فرمائیں ـ

1- و تزوج (معاويه بن مروان بن الحكم) رملة بن على بن ابى طالب بعد ابى الهياج عبدالله بن ابى سفيان بن الحارث بن عبد المطلب ـ (جمہرۃ انساب العرب لابن حزم صفحہ ۸۷ تحت اولاد الحکم بن ابی العاص)

2- رملۃ بنت علی المرتضیٰؓ ابو الہیاج کے نکاح میں تھیں اس کے بعد ـ

ثم خلف عليها معاوية بن مروان بن الحكم بن ابى العاص ـ (نسب قریش لمصعب الزبیری صفحہ ۴۵ تحت ولد علی بن ابی طالب)

مذکورہ بالا ہر دو حوالہ جات سے حضرت علی المرتضیٰؓ کی صاحبزادی رملۃ کا معاویۃ بن مروان کے نکاح میں ہونا بین طور پر ثابت ہے ـ فلہٰذا معاویۃ کا نام قابل طعن و تشنیع نہیں ـ

مختصر یہ ہے کہ ائمہ کرام کی اولاد، رشتہ داروں، تلامیذ اور خدام وغیرہ میں معاویہ کا نام مروج و مستعمل اور متداول ہے ان حقائق کے بعد حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے نام پر اعتراض وطعن قائم کرنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا ـ انصاف درکار ہے ـ

افتراء

امیر معاویہ نے اپنی والدہ کی توہین کی ـ (کتاب روض الاحبار)

الجواب:

- خط کشیدہ واقعہ بالکل بے اصل اور من گھڑت ہے یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں بلا سند اس کو نقل کر دیا گیا ہے۔
- اس قصہ کے جھوٹے اور بے بنیاد ہونے کی ایک یہ وجہ بھی ہے کہ جس شخص کے حضرت معاویہؓ کے پاس آنے کا ذکر کیا گیا ہے وہ مجہول ہے اس کا نام وغیرہ کچھ بھی معلوم نہیں۔
- یہ الزام کہ ''امیر معاویہؓ نے اپنی والدہ کی توہین کی'' بالکل جھوٹ اور بہتان عظیم ہے بلکہ توہین آمیز حرکت اس بدبخت شخص نے کی تھی۔ جس نے حضرت معاویہؓ کے سامنے عبرانی زبان استعمال کی تھی کہ اپنی والدہ کا مجھ سے نکاح کر دے! لہٰذا حضرت امیر معاویہؓ پر یہ بہتان باندھنا سراسر جھوٹ ہے۔
- البتہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اس توہین کرنے والے بدترین انسان کو سزا کیوں نہ دی تو اس سلسلے میں گزارش ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کا یہ رویہ انتہائی مدبرانہ اور حکمت سے لبریز تھا کہ جس شخص میں حیاء نام کی کوئی چیز ہی نہ تھی اُس کو سزا دینے سے نہ تو وہ حیا والا بن سکتا تھا اور نہ ہی اس بدزبان شخص کی ایذا رسانی سے بچا جا سکتا تھا حضرت امیر معاویہ کے تدبر نے حکیمانہ طرز عمل سے اس کی بدزبانی کا علاج کر دیا۔
- اگر یہ کہا جائے کہ باوجود اختیار وقدرت کے اپنی والدہ کی توہین کرنے والے کو معاف کرنا اور سزا نہ دینا بھی جرم ہے جس کا حضرت امیر معاویہ نے ارتکاب کیا تو ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ قومی رہنماؤں کی سوچ وفکر محدود دائرہ کار میں کام نہیں کرتی بلکہ ان کے نزدیک لوگوں کی اصلاح اہم مسئلہ ہوا کرتا ہے۔ سکندر بادشاہ کو کسی نے کہا کہ فلاں شخص تیری بیٹی پر عاشق ہے لہٰذا اس کو قتل کر دو تو اس نے جواب دیا کہ اگر ہم اسی طرح قتل کا سلسلہ شروع کریں تو بچے گا کون! (عکسی صفحہ)

لہٰذا امیرِ معاویہؓ کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوا مگر سزا دینے کی بجائے انہوں نے درگذر کیا۔



افتراء

امیر معاویہ کی والدہ ایک فاحشہ عورت تھی۔ (دیوانِ حسان)

الجواب:

- یہ ہجو اس وقت کی مرتب کی ہوئی ہے جب کہ حضرت ابوسفیان اور ان کی اہلیہ نے ابھی اسلام قبول نہ کیا تھا۔ اور اسلام قبول کرنے والے کیلئے اصول اللہ پاک کی طرف سے یہ مقرر ہے کہ **الاسلام یھدم ما کان قبلہ** ''کہ اسلام حالت کفر میں کیے گئے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے لہٰذا جب یہ دونوں حضرات مسلمان ہو گئے تو ماقبل کے تمام گناہوں کو اللہ پاک نے مٹا دیا۔ اب اُن گزرے کاموں پر الزام دینا سوا خیانت نفس کے کچھ بھی نہیں۔
- شاعروں کا کلام بالخصوص جبکہ وہ کسی کی مذمت اور ہجو پر مشتمل ہو تو وہ افراط اور تفریط سے خالی نہیں ہوتا ایسے کلام

میں مخالف کی مذمت کا عام طور پر انتہائی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے جو محض مخالفت ہوتی ہے ایسی چیزیں عقلمندوں کے ہاں لائق اعتماد نہیں ہوتیں۔

- اسلام قبول کرنے کے بعد اِن حضرات کے اسلامی کارنامے اور قربانیاں نیز رحمت عالم ﷺ کے نزدیک ان کا فضل و مرتبہ ارباب علم سے مخفی نہیں خود رحمت عالم ﷺ نے اِن حضرات کے بارے میں فرمایا کہ جو زمانہ جاہلیت میں سردار تھا وہ اسلام لانے کے بعد بھی سردار ہوگا۔ بشرطیکہ وہ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرے۔ لہٰذا ان کو رحمت عالم ﷺ نے خود عزت و شرف اور سرداری کا منصب عطاء فرما دیا اگر مذکورہ باتیں واقعی درست ہوتیں تو آپ ﷺ اُن کو یہ مقام عنایت نہ فرماتے۔



افتراء

امیر معاویہ کی فضیلت میں ایک روایت بھی صحیح نہیں۔

(فتح الباری اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ منہاج السنہ، فوائد المجموعہ فی بیان الاحادیث الموضوعہ، شرح السفر السعادات مشکوۃ قاری۔ تنزیہ الشریعہ المرفوعہ، کتاب الموضوعات، کشف الخفا منہاج السنہ، ضیاء النور، احیاء السنہ)

الجواب:

بعض اہل علم کی طرف سے کتابوں میں یہ قول دستیاب ہوتا ہے کہ **لم یصح فی فضائل معاویه شیئی** اور عدم فضیلت کے طعن کا مدار اس نوع کے اقوال پر ہے۔ یہ قول بعض اہل علم کا ہے نہ فرمان نبویؐ ہے نہ صحابہ کا فرمان ہے نہ تابعی کا نہ جمہور علمائے امت کا یہ بیان ہے بلکہ یہ اس عالم کا اپنا ذاتی خیال ہے۔

اس وضاحت کے بعد اب اس مسئلہ کے متعلق علماء کرام نے جو چیزیں ذکر کی ہیں ذیل میں ایک ترتیب سے ذکر کی جاتی ہیں۔

اگر عدم صحت روایت سے مراد یہ ہے کہ ان کی فضیلت میں کوئی حدیث ثابت نہیں تو یہ قول درست نہیں کیونکہ متعدد روایات جو درجہ حسن میں ہیں وہ حضرت امیر معاویہؓ کی فضیلت میں موجود اور ثابت ہیں اگرچہ ان کا اسناد اصطلاحی صحت کے درجہ سے کم ہے اور جو روایات درجہ حسن میں ہوں وہ محدثین کے نزدیک مقبول ہیں اور ان سے شرعی احکام ثابت ہوتے ہیں۔ یہ قاعدہ عند العلماء تسلیم شدہ ہے۔

فلہٰذا حسن روایات کا حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں پایا جانا عدم صحت روایت کے قول کے جواب میں مکتفی ہے۔

چنانچہ مولانا عبدالعزیز پرہاروی لکھتے ہیں کہ

فان ارید بعدم الصحة عدم الثبوت فهو مردود لما مربين المحدثين فلا ضير فان فسحتها فيقته و عامة الاحكام و الفضائل انما تثبت بالاحاديث الحسان لعزة الصحاح و لا ينحط ما في المسند و

السنن عن درجة الحسن۔

اور کبار علماء نے متعدد روایات حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں درج کی ہیں جن کو درجہ حسن میں شمار کیا جاتا ہے۔ مثلاً

① بقول (عرباض بن ساریۃ السلمی) سمعت رسول اللہ ﷺ یقول اللھم علم معاویة الکتاب و الحساب وقه العذاب۔ یعنی عرباض بن ساریہ صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے سردار دو جہاں ﷺ سے سنا آنجناب ﷺ معاویہؓ بن ابی سفیان کے حق میں فرماتے تھے کہ اے اللہ! اس کو حساب و کتاب کا علم عنایت فرما اور عذاب سے محفوظ فرما۔

(① فضائل الصحابہ لامام احمدؒ صفحہ ۹۱۳، ۹۱۴/ جلد ۲ تحت فضائل معاویہؓ، ② المسند امام احمد صفحہ ۱۲۷/ جلد ۴ جلد رابع تحت مسندات العرباض بن ساریۃ السلمی، ③ الصحیح لابن حبان صفحہ ۱۲۹-۱۷۰/ جلد ۹ تحت ذکر معاویہؓ بن ابی سفیانؓ، ④ موارد الظمان لنور الدین الہیثمی ۵۶۶ باب فی معاویۃ بن ابی سفیانؓ، ⑤ کتاب المعرفۃ والتاریخ للفسوی صفحہ ۳۴۵/ جلد ۲، ⑥ مجمع الزوائد للہیثمی صفحہ ۳۵۶/ جلد ۹ باب ما جاء فی معاویۃ بن ابی سفیانؓ)

② عبد الرحمن بن عمیرة المزنی یقول سمعت النبی صلی اللہ علیه وسلم یقول فی معاویة بن ابی سفیان اللھم اجعله ھادیا مھدیا واھده و اھد به۔ (قال الترمذی حدیث حسن غریب)

(① التاریخ الکبیر للبخاریؒ صفحہ ۳۲۷/ جلد ۴ القسم الاول تحت معاویہ بن ابی سفیانؓ، ② کتاب فضائل الصحابہ الامام احمدؒ صفحہ ۹۱۳، ۹۱۴/ جلد ۲ تحت فضائل معاویہؓ، ③ موارد الظمان لنور الدین الہیثمی صفحہ ۵۶۶ باب فی معاویہ بن ابی سفیانؓ، ④ مشکوۃ شریف صفحہ ۵۷۹ بحوالہ ترمذی شریف باب جامع المناقب الفصل الثانی، ⑤ ترمذی شریف صفحہ ۵۴۷ ابواب المناقب، تحت مناقب معاویہ بن ابی سفیانؓ)

یعنی عبد الرحمٰن بن عمیرہ المزنیؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے معاویہ بن ابی سفیانؓ کے حق میں ارشاد فرماتے سنا۔ اے اللہ! معاویہؓ کو ہادی اور ہدایت یافتہ فرما۔ ان کو ہدایت دے اور ان کے ذریعے دوسروں کو ہدایت فرما۔

③ عن ابی ادریس الخولانی عن عمیر بن سعد قال لا تذکروا معاویة الابخیر فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم یقول اللھم اھده۔

((۱) التاریخ الکبیر للبخاریؒ صفحہ ۳۲۸/ جلد ۴ القسم الاول تحت تذکرہ معاویہ بن ابی سفیانؓ طبع حیدر آباد دکن، (۲) جامع الترمذیؒ صفحہ ۵۴۷ ابواب المناقب تحت مناقب معاویہ بن ابی سفیانؓ، (۳) تاریخ بلدۃ دمشق صفحہ ۶۸۷/ جلد ۱۶ تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیانؓ (عکسی قلمی))

یعنی عمیر بن سعد الخولانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ معاویہ بن ابی سفیانؓ کا تذکرہ خیر خواہی کے بغیر مت کرو کیونکہ نبی کریم ﷺ سے میں نے سنا ہے کہ حضرت معاویہؓ کے حق میں فرمایا۔ اے اللہ! انہیں ہدایت عطا فرما۔

یہ چند ایک روایات ہم نے پیش کی ہیں جو علماء کے نزدیک درجہ حسن سے کم نہیں اور علماء کرام اس طرح بھی فرماتے ہیں کہ یہ روایات حسن لغیرہ کے درجہ کی ہیں۔

امام ترمذیؒ نے عبد الرحمٰن بن عمیرہ سے مروی روایت کو حسن غریب سے تعبیر کیا ہے۔

یہ قاعدہ عند العلماء تسلیم ہے کہ ''درجہ حسن'' کی روایات کو قبول کیا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: **الحسن کالصحیح فی الاحتجاج به۔** (شرح نخبۃ الفکر) حسن حدیث مسائل کی دلیل ہونا ہی صحیح کے درجے میں ہے۔ اور اس سے احکام شرعی ثابت ہوتے ہیں جیسا کہ گزشتہ سطور میں بیان کیا گیا ہے۔ فلہٰذا مذکورہ بالا روایات کی موجودگی میں حضرت

معاویہؓ کی فضیلت کے متعلق صحت روایت کے فقدان کا قول کرنا درست نہیں۔

تائیدات

حافظ ابن عساکرؒ نے تاریخ بلدۃ دمشق میں تحت ترجمہ معاویہؓ بن ابی سفیانؓ روایت فضیلت کی عدم صحت کا جواب ذکر کرتے ہوئے درج ذیل قول کیا ہے:

1. و اصح ماروی فی فضل معاویة حدیث ابی حمزة عن ابن عباس انه کان کاتب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقدا خرجه مسلم فی صحیحه و بعده حدیث العرباض "اللّٰهم علمه الکتاب و الحساب و بعده حدیث ابن ابی عمیرة اللّٰهم اجعله هادیا مهدیا۔

(تاریخ بلدۃ دمشق لابن عساکر جلد سادس عشر مخطوط عکس شدہ صفحہ ۶۹۷ / جلد ۱۶ تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیانؓ)

اور علامہ السیوطیؒ نے بھی مندرجہ بالا قول نقل کیا ہے جو حافظ ابن عساکرؒ کے قول کی من وعن تائید ہے۔

2. و قال السیوطی الشافعی اصح ماورد فی فضل معاویة حدیث ابن عباس انه کاتب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقد اخرجه مسلم فی صحیحه و بعده حدیث العرباض رضی اللّٰه عنه اللّٰهم علمه الکتابة و بعده حدیث ابن ابی عمیرة اللّٰهم اجعله هادیا مهدیا۔

((۱) تنزیہ الشریعۃ لابن عراق الکنانی صفحہ ۸/ جلد ۲ تحت باب فی طائفۃ من الصحابۃؓ الفصل الاول، (۲) ذیل اللآلی للسیوطی صفحہ ۷۵ (کتاب المناقب) مطبع علوی لکھنؤ طبع قدیم)

مندرجہ بالا تائیدات کی روشنی میں یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کے کاتب نبوی ﷺ ہونے کی فضیلت کو جو امام مسلمؒ نے ذکر کی ہے علماء کرام ''اصح'' چیز فرما رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ علماء کے نزدیک فضیلت کتابت نبوی حضرت معاویہؓ کے حق میں صحیح تر فضیلت ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے فلہٰذا ان کی فضیلت کی عدم صحت کا قول کرنا اپنی جگہ پر درست نہیں۔

اور جو روایات اس سے کم درجہ کی ہیں ان کے حق میں اکابر علماء ''حسن'' ہونے کا حکم درجہ بدرجہ لگا رہے ہیں فلہٰذا یہ بھی اپنے مقام میں مقبول اور لائق اعتماد ہیں اور قابل حجت ہیں۔ اور مردود نہیں۔

اور قاعدہ یہ ہے کہ حسن روایات سے شرعی مسائل اور فقہی احکام ثابت ہوتے ہیں فلہٰذا ان سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا اثبات بلاشبہ درست ہے۔

مزید تائید

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے متعلق جہاں دیگر چیزیں دستیاب ہیں وہاں ایک اور بہترین فضیلت صحیح روایات میں پائی جاتی ہے۔

وہ اس طرح ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے بحر میں پہلے غزوہ کرنے والے جیش کے متعلق جنت کی خوشخبری ذکر فرمائی اور اس جیش کے امیر اور سپہ سالار خود حضرت امیر معاویہؓ تھے۔

چنانچہ اس پیش گوئی کا مختصر واقعہ بخاری میں اس طرح ہے:

ان عمر بن اسود العنسی حدثه انه اتی عبادة بن الصامت و هو نازل فی ساحل حمص و هو فی بناء له معه ام حرام قال عمیر فحدثتنا ام حرام انها سمعت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یقول اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا قالت ام حرام قلت یا رسول اللّٰه انا فیهم قال انت فیهم قالت ثم قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینة القیصر مغفور لهم فقلت انا فیهم یا رسول اللّٰه قال لا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ عمیر بن اسود العنسی کہتے ہیں کہ حمص کے ساحل پر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اپنے مقام پر فروکش تھے اور آپ کے ساتھ آپ کی زوجہ محترمہ ام حرام رضی اللہ عنہا بنت ملحان بھی رفیقہ سفر تھیں اس موقع پر جناب ام حرامؓ نے واقعہ بیان کیا (نبی اقدس ﷺ مدینہ طیبہ میں میرے مکان پر تشریف فرما تھے خواب سے بیدار ہوئے) تو ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے پہلا جیش جو بحر میں جہاد اور غزوہ کرے گا اس نے اپنے لئے جنت واجب کر لی ہے (یعنی انہوں نے ایسا عمل کیا ہے جس سے ان کو جنت ملے گی) ام حرامؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرما دیں کہ میں ان لوگوں میں شامل ہوں تو جناب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ان میں داخل ہو۔

پھر دوسری بار جناب نے ارشاد فرمایا کہ میری امت سے اول جیش جو مدینہ قیصر پر غزا اور جہاد کرے گا ان کے لئے مغفرت ہے تو پھر میں نے دوبارہ عرض کیا یا رسول اللہ میں ان میں داخل ہوں؟ فرمایا کہ نہیں (بلکہ تم پہلے جیش میں ہو)

(بخاری شریف جلد اول صفحہ ۴۰۹، ۴۱۰/ کتاب الجہاد تحت باب ما قیل فی قتال الروم)

محدثین کے نزدیک یہ ایک مسلم امر ہے کہ پہلی بار غزوہ بحر جو ۲۷ھ میں پیش آیا تھا اور جس کو غزوہ قبرص کہتے ہیں اس میں حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ محترمہ ام حرامؓ شامل تھیں۔ اس بحری غزوہ کے امیر جیش حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے اور ان کی زوجہ محترمہ فاختہ بنت قرضۃ نامی ان کے ہمراہ تھیں۔ اس جیش کے حق میں زبان نبوت سے مژدہ جنت ثابت ہے۔

فلہذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ ایک بہت بڑی فضیلت ہے اور اس عالم فانی میں جنت کی خوشخبری اور وہ زبان نبوت سے یہ ایک نہایت سعادت مندی کی بات ہے پس حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں عدم فضیلت کا قول کسی طرح درست نہیں۔

مذکورہ بالا فضیلت کی صحت میں کوئی اشتباہ نہیں محدثین کے نزدیک یہ بالکل صحیح ہے۔ اور کوئی شخص اگر تعصب کی بنا پر اس کی صحت کا انکار کر دے تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ لیکن یہ بات یاد رکھئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تحاسد اور تعاند کرنا

آخرت میں نقصان دہ ثابت ہوگا۔ ارشاد نبوی ہے کہ

لا تحاسدوا و لا تباغضوا و لا تدابروا و کونوا عباد اللہ اخوانا۔ (الحدیث)

یعنی اے ایماندارو! آپس میں حسد مت رکھو! باہم بغض مت کرو! ایک دوسرے سے روگردانی مت کرو! اے اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو کر رہو۔



افتراء

جنگ صفین میں معاویہ کی گمراہی ظاہر ہوگئی۔ (اسد الغابہ)

الجواب:

یہاں بھی روایتی ہتھکنڈا استعمال کرتے ہوئے حضرت عمارؓ کی شہادت کو آڑ بنا کر حضرت معاویہؓ کو مطعون کیا ہے کہ حضرت عمارؓ کو صفین میں شہید کیا گیا۔ یارلوگوں کا اشارہ اس طرف ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا تھا کہ عمارؓ کو کوئی صحابی نہیں بلکہ باغی ٹولہ قتل کرے گا اور مذکورہ صفحہ پر لکھا ہوا ہے کہ قیل قتلہ ابو العادیہ المازنی و قیل الجھنی کہ کہا گیا ہے کہ العادیہ بدری صحابیؓ نے اُن کو شہید کیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان (حضرت عمارؓ) کو جہنیؓ نے شہید کیا۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ حضرت معاویہؓ کی جماعت فیۂ باغیہ ہے۔ ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ

1. یہاں کتاب کے الفاظ رافضی شیطانیت پر چھرا چلا رہے ہیں کہ قیل کے ساتھ درج کی جانے والی عبارت دلالت کرتی ہے کہ یہ دعویٰ شاخ نازک پر ٹنوں وزن لادنے کی طرح ہے۔ یعنی انتہائی ضعیف اور کمزور بات ہے۔ اور ایسی کمزور و بے اصل بات کی بنا پر حضرت امیر معاویہ کو طعن کرنا بد دیانتی کی دلیل ہے۔

2. امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفر مدظلہ تقریر بخاری صفحہ ۸۰۷ پر ارشاد فرماتے ہیں جیسے حضرت عثمانؓ کے قاتل یمن کا مجوسی سیاسی ٹولہ ہے اور از روئے حدیث صحیح منافق اور باغی ہیں، اسی طرح عمارؓ کا قاتل بھی یہی ٹولہ ہے حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے دونوں گروہوں کا کوئی صحابی نہیں ہے کیونکہ نحوی قاعدہ کے مطابق الباغیہ الفئہ کی صفت ہے اور یہ صفت موصوف تقتلک کا فاعل ہے اور فاعل کا وجود فعل سے پہلے ہونا ضروری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ گروہ پہلے سے ہی باغی ہے۔ حضرت عمارؓ کو قتل کرنے کی وجہ سے باغی نہیں ٹھہرا اور اس گروہ کی پہلی بغاوت امام برحق حضرت عثمانؓ ذو النورینؓ کے خلاف ہوئی۔ مصباح اللغات صفحہ ۶۷ بغی کے تحت ہے فئہ باغیہ امام عادل کی اطاعت سے نکلنے والی جماعت۔'' تو اس امام برحق سے بغاوت کرنے والی وہی جماعت ہے جنھوں نے امام برحق سیدنا حضرت عثمانؓ کو شہید کیا اور پھر اس گروہ نے امام برحق حضرت علیؓ کی اطاعت نہ کی آپ نے جب تفتیش کرنے اور اپنی فوج سے قاتل نکالنے کا حکم دیا تو انہوں نے آپ کو قتل کرنے اور حکومت ختم کرنے کی دھمکی دے دی۔

3. حضرت امیر معاویہؓ کو جب یہ کہا گیا کہ آپ کے لشکر نے حضرت عمارؓ کو شہید کیا ہے تو حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا:

انحن قتلناه. و انما قتله الذین جاء به ۔ (طبری وغیرہ) کیا ہم نے قتل کیا ہے؟ اس کے سوا کچھ نہیں کہ عمار کے قاتل آپ کو لانے والے ہیں۔

لہٰذا معلوم ہو گیا کہ حضرت امیر معاویہؓ کے لشکریوں نے حضرت عمارؓ کو شہید نہیں کیا بلکہ سیاسی ٹولے نے یہ گندا طریقہ اختیار کیا کہ حضرت عمارؓ کو شہید کر کے پھر امیر معاویہؓ کی طرف یہ الزام پھینک دیا کہ انہوں نے قتل کیا ہے۔

◆ ۲ حضرت عمارؓ کے قاتل وہ سبائی ہیں جو حیدر کرارؓ کے قافلہ میں گھسے ہوئے تھے اس کی تائید اِس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو طبری میں موجود ہے کہ جب صلح کی گفتگو چل رہی تھی اور حضرت علیؓ کی طرف سے کچھ حضرات مذاکرات کیلئے تشریف لائے اور وہ طرح طرح کی الجھنے والی باتیں کہہ رہے تھے اور حضرت امیر معاویہ تحمل وصبر سے برداشت فرما رہے تھے اس موقعہ پر حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ ہم حضرت علیؓ کو حضرت عثمان کا قاتل نہیں کہتے مگر یہ تو بتاؤ قاتلانِ عثمانؓ تم جیسے لوگ ہیں تم اُن کو جانتے ہو وہ تمہارے صاحب کے فوجی ہیں وہ قاتل ہمارے حوالے کر دے کہ ہم بدلہ میں ان کو قتل کر دیں پھر ہم تمہاری اطاعت کر کے جماعت میں شامل ہو جائیں گے۔ تو ابن ربیعہ بولا اے معاویہ کیا تجھے پسند ہے کہ موقع پائے تو عمارؓ کو بھی بدلہ میں قتل کر دے۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۳)

ابن ربیعہ کے یہ آخری الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں کہ اگر موقعہ پائے تو عمارؓ کو بھی بدلہ میں قتل کر دے۔ حالانکہ حضرت عمارؓ نہ تو حضرت عثمانؓ کے قاتل ہیں اور نہ ہی اِس قتل پر راضی ہیں اس کے باوجود حضرت عمارؓ کا نام لینا کسی خاص وجہ سے ہے۔ دراصل وہ نشانہ تاک کر بیٹھے تھے اور حضرت عمارؓ کے قتل کا الزام حضرت امیر معاویہؓ کے لشکر پر ڈالنے کا الزام پہلے سے طے شدہ منصوبے کا حصہ تھا اِس سے بھی یہ بات صاف طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ حضرت عمارؓ کو قتل کرنے والے وہی باغی اور سبائی لوگ تھے جو خاص منصوبہ کے تحت ملت اسلامیہ کو برباد کرنے پر تل چکے تھے۔



الافتراء

امیر معاویہؓ نے اسلامی شرع سے انحراف کیا۔ احکام قرآن وسنت سے روگرانی کی۔

(حضرت علی تاریخ اور سیاست کی روشنی میں)

الجواب:

◆ ۱ یہ تحریر ایک آزاد خیال صحافی ڈاکٹر طہٰ حسین مصری کی ہے جو شیعہ زبان بولتا ہے ہم چونکہ اِس کتاب کو اہلِ سنت کی کتاب نہیں جانتے لہٰذا اس کا جواب دینا ہمارے ذمہ نہیں ہے کہ یہ الفاظ ایسے ہی ہیں جیسے شیعہ کی زبان وقلم سے نکلے ہوئے الفاظ۔

◆ ۲ ڈاکٹر صاحب کے بارے میں دورِ حاضر کے اربابِ دانش کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ یہ صاحب کوئی قابلِ اعتبار شخص نہیں زیادہ سے زیادہ افسانوی اسلوب میں ان کی تحریرات معتبر ہوسکتی ہیں مگر واقعات کے بیان اور تاریخی کتابوں

کے طور پر ان کی کتابیں نہیں لی جا سکتیں چنانچہ ہمارے دورِ حاضر کے بزرگ عالم دین محقق اہل سنت والجماعت حضرت مولانا مہر محمد صاحب میانوالوی دامت برکاتہم العالیہ نے ایک نجی محفل میں فرمایا کہ میں نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے نصاب تعلیم میں شامل ایم اے علوم اسلامیہ کی عربی زبان وادب پڑھی ہے جس کے صفحہ ۲۲۶ پر ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری کا تعارف لکھا ہوا ہے جس میں کتاب کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ واقعات تو تاریخی سند تو حاصل ہے مگر ان کا بیان ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے افسانوی اسلوب کا پرتو ہے اس لیے اس کتاب کو تاریخی ماخذ کے طور پر نہیں لیا جا سکتا۔



افتراء

امیر معاویہ دشمنانِ رسول میں سے تھے۔ (تاریخ الامم الاسلامیہ)

الجواب:

- ❶ مذکورہ عکسی صفحہ کی بنا پر یہ سرخی جمانا کہ "دشمنانِ رسول میں سے تھے" یہ سراسر رافضی دماغوں کا اپنا بخار ہے ورنہ کتاب میں ایسا کوئی لفظ موجود نہیں جس کا یہ معنی ہو کہ وہ دشمن رسول تھے۔
- ❷ مذکورہ صفحہ پر حضرت امیر معاویہؓ کے وہ احوال لکھے گئے ہیں جو قبل از اسلام سے تعلق رکھتے ہیں اور اس وقت کے احوال پر طعنہ زنی کرنا (کہ جس وقت وہ احکامِ شرعیہ کے مخاطب نہ تھے) محض حاسدانہ کاروائی اور بیمار ذہنیت کی علامت ہے۔ خود رحمت عالم ﷺ نے بزبانِ وحی اعلان فرمایا تھا "لا تثریب علیکم الیوم" کہ آج کے دن تم پر کوئی باز پرس نہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آج سے قبل جو کچھ ہو چکا سو اس سے درگزر کیا جاتا ہے۔ اب جن معاملات کو رحمتِ عالم ﷺ نے صاف فرما دیا تاریخ کی کتابوں سے وہ پرانی تے ڈھونڈ کر چاٹنا، کس حکیم کا بتایا ہوا نسخہ ہے؟
- ❸ عکسی صفحہ کے جن الفاظ کو بطور ہتھیار کے استعمال کیا گیا اس میں صرف اتنا ہے کہ امیر معاویہؓ اپنے آپ کو قریش کا بڑا سردار جانتے تھے اس وجہ سے کہ وہ سردار مکہ ابوسفیان بن حرب کے بیٹے تھے جیسا کہ حضرت علیؓ بنو ہاشم کے بڑے بیٹوں میں سے تھے پس دونوں حضرات بزرگی اور نسبی شرافت میں برابر تھے پھر نبی کریم ﷺ اور خلفائے ثلٰثہ نے حضرت امیر معاویہؓ پر بھرپور اعتماد فرمایا یہاں تک کہ بلاد اہل اسلام میں سب سے بڑے علاقے شام پر ان کو گورنر بنا دیا۔ الخ (عکسی صفحہ)

اربابِ انصاف ملاحظہ فرمالیں کہ جس مقام پر یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے اور بعد کے تینوں حضرات خلفائے کرام نے امیر معاویہؓ پر بے حد اعتماد کیا اور انہیں ثقہ جانا یار لوگ اسی صفحہ پر یہ اعلان لکھ کر نشر کر رہے ہیں کہ "وہ دشمنانِ رسول میں سے تھے" **لا حول ولا قوۃ الا باللہ**۔ اس فہم وفراست پر اور سمجھ داری پر قربان جائیں جو محبت، اعتماد اور دوستی و پیار کو بھی دشمنی وعداوت کے روپ میں پیش کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے۔



افتراء

امیر معاویہ کی نسبت حضرت اور رضی اللہ عنہ کہنا بڑی جرات اور بے باکی ہے۔ (حیات وحید الزمان)

الجواب:

بلا شبہ یہ جواب نہ صرف قابل اعتراض بلکہ گندی سوچ اور غلیظ ترین اسلام دشمنی پر مشتمل جملہ ہے مگر اس کا قائل کون ہے؟ وہی وحید الزمان جو غیر مقلد تھا بالآخر شیعہ ہو مرا تھا۔ جس نے متعہ کو حلال اور منی کو پاک بلکہ کھانا جائز قرار دیا تھا جو بالغ غیر محرم مرد کیلئے عورت کے پستانوں کا چوسنا جائز قرار دیتا ہے جی ہاں یہ قابل اعتراض بلکہ قابل نفرت نظریہ شیعہ قلم کار نواب وحید الزمان کا ہے اور رافضی اپنے گند کو ہماری طرف انڈیلنے کی حیرت ناک اور بدترین کوشش میں مصروف ہیں۔



افتراء

معاویہ کی جبری حکومت تھی، معاویہ نے زبردستی تشدد سے یزید کی بیعت لی۔ (تہذیب وتمدن اسلامی)

الجواب:

یہ تحریر کسی سنی عالم کی ہے یا امام وفقیہہ کی جو اہل سنت کی طرف منسوب کر کے الزام دیا جا رہا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک ازاد خیال اور دین سے بے زار شخص کی تحریر ہے جو کچھ شیعہ کی وضع کردہ من گھڑت روایات سے اس نے پڑھا وہی کچھ یہاں رقم کر دیا لہٰذا ایسے غیر معتبر شخص کی تحریر سے اہل سنت کو الزام دینا درست نہیں۔



افتراء

- ① امیر معاویہؓ نے حکومت جبراً لی تھی۔
- ② معاویہ نے حکم رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہوئے ایک ولد الزناء کو اپنا بھائی بنالیا۔

(مسلمانوں کا عروج زوال الکوکب الدری)

الجواب:

اس جگہ دو سوال زیر بحث ہیں۔

- ① امیر معاویہ نے حکومت جبراً حاصل کی۔ حالانکہ یہ اعتراض یار لوگوں کا گھڑا ہوا بے اصل ہے حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ فرماتے ہیں۔

ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہئے کہ جس طرح امیر معاویہ کے محاسن کو نظر انداز کرتے ہوئے معائب اور مطاعن کے متعلق بہت کچھ پروپگنڈا کیا جاتا ہے یہ طعن اور اعتراض بھی اسی درجہ میں ہے۔ (سیرت امیر معاویہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۰)

- ② مذکورہ کتاب کوئی مستند کتاب نہیں کہ جس کی ہر بات آنکھیں بند کر کے بلا تحقیق مان لی جائے۔ بلکہ انگریزی ...

کے سرکاری ملازموں کی یہ تحریر اور کاشت شدہ فصل ہے۔ یہاں اِس موضوع پر دعویٰ تو کیا گیا ''کہ حکومت جبرا لی ہے'' مگر نہ تو اس کی دلیل پیش کی گئی اور نہ ہی اِس دعویٰ کی کوئی سند ذکر کی گئی جس سے ارباب علم باخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ دعویٰ کس قدر مکڑی کا جالا اور بے قیمت شے ہے۔

دوسرا اعتراض یہ کہ حکم رسول اللہ کی مخالفت کرتے ہوئے امیر معاویہؓ نے ایک ولد الزناء کو اپنا بھائی بنالیا۔

1. ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ یار لوگوں نے ایک جھوٹ تو یہ بولا کہ مذکورہ شخص ولد الزنا ہے حالانکہ اس پورے صفحہ پر کہیں یہ نہیں لکھا ہوا کہ یہ شخص ولد الزناء ہے۔
2. یہ واقعہ بلا سند ذکر کیا گیا ہے۔
3. یہ واقعہ مختصراً اس طرح ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اپنی ضرورت کیلئے ابوسفیان طائف جایا کرتے تھے چنانچہ انہوں نے وہاں کے رسم و رواج کے مطابق سمیہ نامی ایک عورت سے نکاح کرلیا جس کے پیٹ سے زیاد بن سمیہ پیدا ہوا سمیہ نے دعویٰ کیا کہ یہ بیٹا ابوسفیان کا ہے اور ابوسفیان نے اقرار کرلیا کہ یہ میرے سمیہ سے نکاح کرنے کی بنا پر پیدا ہوا ہے مگر چونکہ یہ نسب مشہور اور معروف نہ تھا اس لئے بہت ہی کم لوگ اِس بات سے واقف تھے کہ یہ زیاد ابوسفیان کی اولاد ہے۔

مشہور مورخ عبدالرحمٰن ابن خلدون نے اپنی تصنیف تاریخ العلامہ ابن خلدون میں اس کا ذکر کیا ہے۔

(تاریخ علامہ ابن خلدون جلد۳ صفحہ۱۴ تحت استلحاق زیاد طبع بیروت بحوالہ سیرت معاویہ جلد۲ صفحہ۲۲۱)

اس نسبی تعلق اور زیاد کے ابن ابوسفیان ہونے پر کافی لوگوں نے گواہیاں پیش کی ہیں چنانچہ الاصابہ لابن حجر عسقلانی نے جلد ا صفحہ ۵۶۳ پر اُن حضرات کے نام شمار کئے ہیں جنہوں نے زیاد کے ابن ابوسفیان ہونے پر شہادت دی تھی ان میں کچھ حضرات کے نام درج ذیل ہیں زیاد بن اسماء حرمازی، مالک بن ربیعہ سلولی، منذر بن زبیر، جویریہ بنتِ ابوسفیان، مسور بن قدامہ الباہلی، زید بن نُفیل ازدی، شعبہ بن علقمہ بازنی، عمرو بن شیبان وغیرہ۔

ابن خلدون کے علاوہ ابن جریر طبری نے بھی اس واقعہ کو وضاحتاً نقل کیا ہے۔ اِن وجوہ کی بناء پر زیاد کی نسبت ابو سفیان کی طرف کی گئی ہے لہٰذا اس بنا پر امیر معاویہؓ کو الزام دینا محض ہٹ دھرمی ہے۔



افتراء

معاویہ کا دور حکومت ظلم واستبداد کا دور تھا۔ (تحفہ اثنا عشریہ)

الجواب:

1. ذرا انصاف کے ساتھ عبارت ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کریں کہ جو مطلب یار لوگوں نے کشید کیا ہے وہ واقعی انصاف پر مبنی اور درست ہے؟ ملاحظہ ہو:

حضرت امام حسنؓ نے صلح کی معاویہؓ کے ساتھ اور ترک خلافت کی باوجود اس کے کہ استحقاق خلافت کا منحصر انہیں کی ذات عالی صفات میں تھا اور جانب خلاف کے بے استحقاقی ظاہر یہ ہے کہ حضرت امامؑ نے جانا تھا کہ زمانہ خلافت کا گزر چکا اور دور ظلم و بیداد کا آ پہنچا۔ اگر میں اس ریاست کا کام اپنے ذمے رکھوں گا تو تقدیر الٰہی میں تو ہے نہیں، منتظم یہ ہوگی او. فتنے اور فساد اور غضب اور عناد درمیان میں پیدا ہوں گے اور جو مصلحتیں کہ امامت میں ملحوظ و منظور ہوتی ہیں بالکل فوت ہو جائیں گی ناچار اس وقت کی ریاست سے کنارا کیا اور معاویہؓ و تحکم سپرد کر دیا کہ اس وقت کی ریاست کے لائق تھے۔ (تحفہ)

محترم حضرات عبارت کو بار بار ملاحظہ فرمائیں اور غور سے پڑھیں کیا کہیں یہ معنیٰ اور مطلب آپ حضرات کو نظر پڑتا ہے جو دلالت کرے اس بات پر کہ حضرت امیر معاویہؓ کا دور حکومت ظلم و استبداد کا دور تھا؟

- حضرت امام حسنؓ کے بارے میں یہ خیال فرمانا تو اپنی جگہ حق ہے کہ وہ زمانہ جیسے آپ ﷺ نے اپنا زمانہ قرار دیا تھا اور جس میں اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت تھی وہ دور اب گزر چکا لہٰذا اب اگر میں حکومت سنبھالوں گا تو فتنے اور عناد و دشمنی و عدوان بڑھے گی لہٰذا ان چیزوں پر کنٹرول کرنے کی استعداد حضرت معاویہؓ میں موجود تھی اسی لئے حضرت امام حسنؓ نے امامت اقتدار اُن کے حوالے کر دیا اور خود ان کے معین بن گئے۔ اِس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ امیر معاویہؓ کا دور ظلم و استبداد کا دور تھا؟ مگر بُرا ہو بغض و حسد کا جو انسان کے اعصاب پر سوار ہو جائے تو عقل و فکر پر کالی چادر ڈال دیتا اور سمجھنے بوجھنے کی صلاحیت سے محروم کر دیتا ہے یہی حال اِس وقت یار لوگوں کا بھی ہے۔



افتراء

معاویہؓ نے سنت بدایجاد کی قوت اور رشوت کے ذریعے بیعت لی۔ (امامت عظمیٰ)

الجواب:

حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ فرماتے ہیں:

طعن اور دفع طعن کے باب میں ضابطہ یہ ہے کہ اگر کسی صحیح روایت سے طعن پیش کیا جائے جو اصول روایات کے اعتبار سے قابل قبول ہو تو اس کا ازالہ کیا جائے گا اور جس طعن کی روایت قواعد فن کے اعتبار سے قابل رد اور نا قابل اعتماد ہو اس سے پیدا کردہ الزام قابل سماعت نہیں ہوتا اور حسب قاعدہ اس کا جواب دینا ہمارے ذمہ نہیں۔ چنانچہ اکابر علماء فرماتے ہیں کہ

فترد كل من روايات التاريخ ما يعود فيها علی شين و عيب في بعض اصحاب الرسول صلی الله عليه وسلم ـ (احکام القرآن از مفتی محمد شفیع جلد ۴ صفحہ ۲۷۴ تحت بحث خاتمہ الکلام فی مشاجرات الصحابہ)

''یعنی وہ تاریخی روایات جن سے بعض صحابہ کرامؓ پر عیب اور طعن پیدا کیا گیا ہے وہ روایات قابل رد اور قبول کرنے کے لائق نہیں۔''

مزید برآں یہ چیز علماء کرام نے موقعہ میں تو ویسے ہی ذکر کر دی ہے کہ جو روایات خلاف عقل ہوں اور اصول شرعی سے

معارض ہوں ان کے متعلق یقین کر لینا کہ وہ بے اصل ہیں ان کے رواۃ کا کوئی اعتبار نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جو روایات حس اور مشاہدات کے خلاف پائی جائیں اور کتاب وسنت کی نصوص متواترہ سے متباین ہوں اور اجماع قطعی کے خلاف ہو تو ایسی روایت بھی قبول نہیں کی جاتی چنانچہ علامہ سخاوی کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ روایت جو عقل کے خلاف اور اصول (دین) کے مقابل ہو تو اچھی طرح جان لو کہ وہ موضوع (من گھڑت) ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ایسے ہی جو خلاف مشاہدہ اور کتاب وسنت واجماع امت کے مقابل ہو تو وہ بھی مردود ہے۔

(فتح المغیث شرالفیہ الحدیث للعراقی از علامہ السخاوی صفحہ ۲۴۹ جلد ۱)

حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں افترا اور الزامات پر مشتمل روایات کے بارے میں علمائے امت نے نام لے کر تصریح فرمائی ہے کہ وہ جھوٹ کا پلندہ ہیں اور کچھ نہیں چنانچہ علامہ ابن قیم نے المنار میں لکھا ہے۔

و من ذالك الاحاديث في ذم معاوية رضي الله عنه ..... و كل حديث في ذمه فهو كذب۔

(المنار المنیف فی الصحیح والضعیف لا بن قیم صفحہ ۱۱۷)

کہ وہ تمام احادیث و روایات جو حضرت امیر معاویہؓ کی مذمت میں پیش کی جاتی ہیں وہ کذب محض ہیں۔

(از سیرت معاویہ جلد صفحہ ۲۷)

ان گزارشات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مصر کے ادیب ہوں یا پاکستان کے قلمکار وصحافی اور سکالر، جو تاریخ کی گھسی پٹی کہانیاں چن چن کر کاغذ سیاہ کرتے اور سیاہ لباس کی بہتات میں انعام پاتے ہیں وہ نہ تو اہل سنت کے نمائندہ ہیں اور نہ ہی قابل اعتماد شخصیتیں۔ ایسے لوگوں کی باتوں کا اہل سنت کے نزدیک اتنا بھی وزن نہیں جتنا کہ بی بی سی کی خبروں کا ہوتا ہے۔ لہٰذا الزام میں صحافت وقلم کی قیمت وصول کرنے والوں کی تحریریں لانا انصاف کا خون کرنا ہے۔



افتراء

امیر معاویہؓ نے قیصر و کسریٰ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے یزید کو نامزد کیا۔ (کلیات شبلی)

الجواب:

◈ کلیات شبلی منظوم کلام کا مجموعہ اور اردو ادب کی کتاب ہے۔ گویا موصوف نے اپنے ذوق شاعرانہ کو تسکین دینے کے لیے یہ مجموعہ مرتب کیا۔

قرآن کریم کا ارشاد ایسے ہی شاعروں کے بارے میں ہے:

والشعراء يتبعهم الغاوون ۔ (الشعرآ: ۲۲۴)

◈ یزید کی نامزدگی کو سنت قیصر و کسریٰ کہنا مولانا مرحوم کا اپنا ذاتی خیال ہے اہل سنت کا نظریہ ہرگز یہ نہیں کہ بیٹے کو جانشین بنانا قیصر و کسریٰ کی سنت ہے بلکہ حضرت امیر معاویہؓ نے سنت حیدر کرارؓ پر عمل کرتے ہوئے یہ اقدام کیا ہے

کیوں کہ امیر معاویہ کے یزید کو جانشین بنانے سے پہلے یہ واقعہ پیش آ چکا تھا کہ حیدرِ کرارؓ کے جانشین حضرت حسنؓ مقرر فرمائے گئے۔ حالانکہ حضرت حسنؓ حیدرِ کرارؓ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ پس امیر معاویہؓ نے حیدرِ کرارؓ کی سنت پر عمل کیا جو خلفائے راشدین میں سے ہیں اور خلفائے راشدین کی سنت اپنانے کا حکم خود رحمت عالم ﷺ نے دیا ہے۔ جواب کا مختصر خلاصہ درج ذیل ہے:

① یہ محض شاعری کا ذوق اور اظہار ادب ہے۔
② جو اعتراض امیر معاویہؓ پہ تراشا گیا وہ بالکل بے سند ہے۔ جس کی کوئی حیثیت نہیں۔
③ یہ الزام محض بے اصل ہے کیونکہ حضرت معاویہؓ سے قبل حضرت علیؓ کی مسند خلافت پر ابن علیؓ حضرت حسنؓ کا براجمان ہونا کسی کے نزدیک بھی قابل انکار واقعہ نہیں۔
④ یہ واقعہ بھی انہیں یار لوگوں کی ناپاک فکروں کا حاصل ہے جو اہانت صحابہؓ کو اپنا دین اور ایمان جانتے ہیں۔
⑤ ایسی بے سروپا باتوں پر اعتماد کرنا اور بلا تحقیق کسی خبر کو اڑانا از روئے حدیث جھوٹ کی ایک قسم ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ماسمع ـ

''کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات کو (تحقیق کے بغیر) نقل کردے''۔



افتراء

معاویہ نے احکامات رسالتؐ کی خلاف ورزی کی۔ (مومن کے ماہ و سال)

الجواب:

الزام کی بنیاد جس پتھر پر قائم کی گئی ہے ذرا اسے بھی ملاحظہ فرما لیا جائے۔ لکھا ہے: اسی سال یعنی ۴۳ھ میں امیر معاویہؓ نے زیاد بن امیہ کو اپنا نائب بنایا اور یہی وہ پہلا عمل ہے جس کے ذریعہ احکامات رسالت مآبؐ کی خلاف ورزی کی گئی۔ (عکسی صفحہ)

زیاد کو نائب بنانے کی صورت میں رسالت ماب ﷺ کے وہ کون سے احکامات ہیں جن کی خلاف ورزی ہوگئی؟ اس کی نشاندہی کہیں نہیں کی گئی۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے زیادہ کو نائب بنانے سے روکا تھا؟ حالانکہ زیادہ صحابی نہیں جب آپ ﷺ کا زمانہ ہی نہیں پایا تو آپ ﷺ نے اس کی نیابت سے کہاں منع کیا ہوگا؟ بالفرض یوں کہا جائے کہ آپ ﷺ نے پہلے سے ہی خبردار کر دیا ہو کہ ایک شخص جس کا یہ نام ہوگا خبردار اسے نائب یا والی و معاملات حکومت کا کارندہ مت بنانا تو حضور ﷺ کے فرامین واحادیث ذخیرہ روایات میں محفوظ و موجود ہیں کیا کسی کونہ میں ایسی روایت کا وجود بھی ہے؟ کم از کم اتنی بات تو ارباب علم اچھی طرح جانتے ہیں کہ کوئی روایت ایسی موجود نہیں کہ آپ ﷺ نے زیاد کا نام لے کر اسے والی بنانے یا حاکم و نگران یا نائب بنانے سے منع فرمایا ہو؟ ممکن ہے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی ہو جیسے حضرت فاطمہؓ کے کان

میں آپ ﷺ نے ایک بات کہی تو وہ رونے لگیں پھر دوسرے کان میں ایک بات کی تو وہ ہنسنے لگیں۔ اگرچہ کان میں کہی ہوئی اس بات کا بھی امت کو علم ہو گیا مگر ممکن ہے اِس بات کی خبر کسی کو نہ ہوئی ہو تو کم از کم حضرت علیؓ یا حضرت عباسؓ جو گھر کے افراد تھے اُن کو تو علم ہو گا اگر زیاد ایسا شخص تھا جو قابل اعتبار نہیں لہٰذا نائب یا والی وغیرہ نہ بنانا چاہئے تو پھر سوال یہ ہے کہ اس زیاد کو حضرت علیؓ نے اپنا والی کیوں بنایا؟ جبکہ یہ نا قابل انکار واقعہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے زیاد کی صلاحیتوں کے پیش نظر اسے والی بنانے کا مشورہ دیا تو حضرت علیؓ نے ابن عباسؓ کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے زیادہ کو کرمان اور فارس کا والی بنا دیا''۔ (تہذیب الاسماء للنووی صفحہ ۱۹۸-۱۹۹ جلد اتحت زیادہ بن سمیہ)

شیعہ مورخین نے بھی زیاد بن سمیہ کی صلاحیتوں اس کی کارکردگی اور حضرت علیؓ کا ان کو والی بنانا اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ بہر حال اتنی بات واضح ہے کہ زیادہ کو حضرت علیؓ اور پھر حضرت علیؓ کی اتباع کرتے ہوئے حضرت امیر معاویہؓ نے زیاد کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھایا۔

اس وضاحت سے یہ بات صاف ہوگئی کہ یہ بے دلیل بات محض حضرت معاویہؓ سے دشمنی کا اظہار ہے جو کسی اہل سنت والجماعت کے خیر خواہ کا کام نہیں ہے۔



افتراء

معاویہ اور ان کی جماعت سنت رسول کے دشمن تھے۔ (اسد الغابہ)

الجواب:

❶ اس پورے صفحہ میں ہرگز ایسی کوئی بات نہیں نہ حضرت معاویہؓ یا ان کی جماعت کو اللہ کے نبیؐ نے یا صحابہ کرام وغیرہ نے سنت کا دشمن کہا اور نہ ہی کسی اور نے ایسی کوئی بات کہی جو اس صفحہ میں کسی کو نظر آ سکے بلکہ جب حضرت ہاشم بن عتبہ شہید ہو گئے تو حضرت واثلہ نے شعر پڑھے جس کا ترجمہ ہے اے ہاشم الخیر تو جنت کی جزا دیا جائے تو نے اللہ کی راہ میں سنت کے دشمنوں سے جنگ کی ہے۔

اس پوری عبارت میں نہ حضرت معاویہ کا نام ہے اور نہ ہی طلحہ وزبیرؓ کا جو حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ تھے مگر یار لوگوں نے اس شعر کو گھسیٹ کر اِن نفوس قدسیہ پر فٹ کر ڈالا۔

❷ اِس شعر میں اُن لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو سبائی ملت کے تربیت یافتہ دونوں جماعتوں میں گھس کر قومی شیرازہ بکھیر رہے تھے یہ سبائی ٹولہ دونوں طرف سے تاک تاک کر اولوالعزم صحابہ کرامؓ کو نشانہ بنا رہا تھا اُن لوگوں کو اِس شعر میں سنت کا دشمن کہا گیا ہے اس بات کی شہادت یہ ہے کہ امیر معاویہؓ اور اُن کے لشکر کو کسی بھی صحابی نے تارک سنت یا دشمن سنت قرار نہیں دیا بلکہ ان کیلئے کلمات خیر ارشاد فرمائے ہیں چنانچہ خود حیدر کرارؓ نے فرمایا:

① سعد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت علیؓ اپنے مقام استراحت سے باہر تشریف لائے عدی بن حاتم الطائی

آپ کے ساتھ تھے قبیلہ طئی کا ایک مقتول پڑا ہوا تھا حضرت علیؓ کی جماعت کے لوگوں نے اسے قتل کر دیا تھا تو اس کو دیکھ کر عدی کہنے لگے افسوس کل تک تو یہ مسلمان تھا اب یہ کافر ہو کر مرا پڑا ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا: مھلاً کان امس مؤمنا و ھو الیوم مؤمن۔

کہ ٹھہرو: یہ کل بھی مومن تھا اور آج کے دن بھی مومن ہے۔ (تاریخ ابن عساکر کامل جلد ۱ صفحہ ۳۳۰ طبع دمشق)

(۲) مکحول کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقتولوں سے متعلق حضرت علیؓ سے ان کے ساتھیوں نے سوال کیا تو فرمایا: ھم المؤمنین کہ وہ مؤمن ہیں۔ (منہاج السنۃ لابن تیمیہ جلد ۳ صفحہ ۶۱ المنتقیٰ للذہبی ۳۳۵ طبع مصری)

عقبہ بن علقمہ الیشکری کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ صفین کی جنگ میں حاضر تھا حضرت علیؓ کی خدمت میں امیر معاویہؓ کے ساتھیوں میں سے ۱۵ قیدی قید کر کے لائے گئے اِن میں سے جو فوت ہو گیا اس کو غسل دے کر کفن دیا گیا اور اُن پر حضرت علیؓ نے نماز جنازہ پڑھی۔ (تلخیص ابن عساکر جلد ۱ صفحہ ۷۴)

اِس باہمی جنگ میں نہ تو مسلمان قیدیوں کو غلام اور عورتوں کو لونڈیاں بنایا گیا نہ ہی مسلمان قیدی عورتوں کے پردے اتارے گئے اور نہ کسی کا مال لوٹا گیا نہ مقتولوں کے سامان پر قبضہ کیا گیا یہ صورتحال اِس بات کی کافی وضاحت ہے کہ دونوں طرف کے حضرات کسی کو سنت کا دشمن سمجھ کر جنگ نہ کر رہے تھے بلکہ محض مجتہدانہ اختلاف رائے تھا جس کی پاداش میں سبائیوں نے جنگ کی آگ بھڑکا ڈالی۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمایئے۔

(المصنف لابن ابی شیبہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۱۸ فتح القدیر شرح ہدایہ جلد ۴ صفحہ ۴۱۲، باب البغاۃ۔ نصب الرایہ للذیلعی جلد ۳ صفحہ ۴۶۳، الاخبار الطوال للدینوری الشیعی صفحہ ۱۵۱ تحت واقعہ الجمل)

اسی طرح حضرت علیؓ نے دونوں طرف کے مقتولوں کو جنتی قرار دیا جس کی تفصیل درج ذیل کتابوں میں مرقوم ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۳۶ مجمع الزوائد للہیثمی جلد ۹ صفحہ ۳۵۷، کنز العمال، جلد ۶ صفحہ ۸۷، سیر اعلام النبلاء للذہبی جلد ۳ صفحہ ۹۵)

ہماری اِن گزارشات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت علیؓ کے نزدیک صفین میں شریک دونوں طرف کے صحابہ کرامؓ نہ تو دشمن سنت تھے اور نہ ہی العیاذ باللہ دشمن خدا و رسول یا جہنمی بلکہ یہ سب حضرات جنتی تھے اختلاف مجتہدانہ بصیرت کا تھا۔ البتہ سبائی ٹولہ جو بیچو بیچ دشمنی کے بیج بو رہا تھا اور اِس لڑائی کی آگ بھڑکانے میں پیش پیش تھا وہ دشمن سنت تھا اور اس شعر کا مصداق بھی وہی ہو سکتا ہے۔



افتراء

معاویہ اور عمرو بن العاص نے امام حق کے خلاف بغاوت کی۔ (ما قال اصحاب الانابہ۔)

الجواب:

اِس قول کی نسبت حضرت حسن بصری کی طرف کی گئی ہے جو سراسر غلط اور صریح بہتان ہے حضرت حسن بصری تا مسلک

صحابہ کرامؓ کے باہمی مشاجرات کے بارے میں ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ اُن احوال سے وہ واقف تھے اور ہم واقف نہیں ہیں لہٰذا اُن کے بارے میں رائے قائم کرنے کا حق ہم نہیں رکھتے، گذشتہ اوراق میں وضاحت سے اس بارے میں ہم عرض کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں اس مقام پر اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ یہ جھوٹی کہانیاں تاریخ کے جنجال سے نکال کر ایسے نفوس قدسیہ کی طرف منسوب کی گئی ہیں جو واقعی بزرگانِ دین تھے مگر ان کی طرف یہ نسبت جھوٹ کا پلندہ ہے۔



افتراء

معاویہ نے بغض علی سے سنت کو ترک کر دیا۔ (نسائی)

الجواب:

❶ اس روایت کی سند میں ایک راوی کا نام خالد بن مخلد ہے۔ (تقریب التہذیب جلد ۱ صفحہ ۲۶۳)

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں، "تشیع" کہ یہ صاحب شیعہ ہیں۔ اس کے بارے میں مانا کہ یہ روایت اہل السنہ و الجماعۃ کی کتاب میں مذکور ہے مگر اس کتاب میں یہ روایت شیعہ کی طرف سے داخل کی گئی ہے اور شیعہ قوم سے خیر کی توقع کہاں ہو سکتی ہے۔ لہٰذا یہ روایت حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف الزام دینے کے لئے قابل قبول نہیں ہے کیونکہ اس کا راوی شیعہ ہے۔

❷ یہاں جو واقعہ منقول ہے وہ سعید بن جبیر سے یوں نقل کیا گیا ہے کہ میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے ساتھ میدانِ عرفات میں تھا انہوں نے فرمایا کیا بات ہے کہ میں لوگوں سے تلبیہ اونچی آواز سے نہیں سن رہا تو میں نے جواب دیا کہ لوگ امیر معاویہؓ سے ڈرتے ہیں اس لیے اونچی آواز سے نہیں پڑھتے تو ابنِ عباسؓ اپنے خیمہ سے نکل آئے اور با آواز بلند تلبیہ لبیك اللهم لبيك الخ پڑھنے لگے۔ لوگوں نے بغض علی کی وجہ سے سنت چھوڑ دی۔ (عکسی صفحہ)

① اس روایت میں دو جملے (۱) لوگ معاویہ سے ڈرتے ہیں۔ (۲) بغض علی کی وجہ سے سنت ترک کر دی، قابلِ غور ہیں۔ شیعہ راوی خالد بن مخلد نے یہ دونوں باتیں اپنی طرف سے گھڑ کر روایت میں ملا دی ہیں۔ ورنہ نمبر (۱) تلبیہ پڑھنا حکم خدا اور سنت رسول ہے بلند اور آہستہ دونوں طرح سے پڑھا جا سکتا ہے۔ کسی کے ڈر سے صحابہ کا سنت کو ترک کرنا بعید از عقل ہے۔

② بلند آواز سے نہ پڑھنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انہوں نے سرے سے تلبیہ پڑھا ہی نہیں۔

③ سنت تو رسول اللہ ﷺ کی ہے نہ کہ حیدرِ کرارؓ کی پھر ترک تلبیہ کا بغض علی سے کیا تعلق؟

بہر حال ان تصرفات کی بنا پر یہ روایت اہل السنّت کے ہاں مقبول نہیں۔ بالخصوص اس وقت جبکہ یہ روایت راوی سے غلط نظریے کی مؤید بھی ہے۔



افتراء

معاویہ نے حد سرقہ کو ترک کیا۔ (احکام السلطانیہ)

الجواب:

1. یہ واقعہ نقل کرتے ہوئے لفظ لکھے ہیں دحکی یعنی یہ حکایت نقل کی گئی ہے نقل واقعہ میں کوئی سند ذکر نہیں کی گئی نامعلوم نقل کرنے والا دوست ہے یا دشمن اپنا ہے یا پرایا مسلمان ہے یا کافر؟
2. حکایت کے الفاظ یہ ہیں کہ **ان معاویة اتی الصوص فقطعھم حتی بقی واحد**۔ کہ حضرت امیر معاویہ کے سامنے چوروں کو پیش کیا گیا تو ان کے حکم سے تمام چوروں کے ہاتھ کاٹے گئے۔ حتیٰ کہ ایک چور باقی رہ گیا۔ اُس آخری چور نے معافی کی درخواست دائر کی اور چند اشعار پڑھے جس پر اس کے ہاتھ نہ کاٹے گئے۔

اس واقعہ اور حکایت سے تو قطع ید کی سزا نافذ کرنے اور چوروں کے ہاتھ کاٹنے کی صراحت موجود ہے مگر یار لوگ پھر بھی اسی پال چلتے ہوئے اعتراض کناں ہیں کہ معاویہ نے حد سرقہ کو ترک کر دیا حالانکہ اسی مجلس میں کئی عدد چوروں کے ہاتھ کاٹنے کا ذکر موجود ہے۔

3. البتہ آخری چور کو معاف کر دیا گیا چنانچہ عکسی صفحہ پر ہے کہ جب بے حد اصرار سے اس چور نے معافی چاہی تو امیر معاویہؓ نے فرمایا میں تجھے کیسے معاف کر سکتا ہوں جبکہ تیرے باقی ساتھ والوں کو اسلامی قاعدہ کے موافق سزا دی جا چکی ہے تو چور کی ماں نے بارگاہِ الٰہی میں معافی کی خواستگاری کے ساتھ درگزر کرنے کی التجا کی تھی۔
4. تعجب کی بات ہے کہ امیر المومنین نے اپنے گناہ سے توبہ کرنے والے کو سزا معاف کر دی تو اعتراض داغ دیا۔ حالانکہ گھر کا حال یہ ہے کہ نائب امام کو خود روافض نے یہ اختیار دے رکھا ہے کہ وہ جیسے گناہ گار کو چاہیں معاف کر سکتے ہیں چنانچہ ماضی قریب کے بانی شیعہ انقلاب جناب خمینی صاحب نے اپنی کتاب تحریر الوسیلیہ کتاب الحدود میں نص ہے کہ جب مجرم اپنے گناہ سے توبہ کرے تو نائب امام کو اختیار ہے کہ وہ اسے معاف کر دے۔



افتراء

معاویہ نے خلاف سنت کافروں کو مسلمانوں کا وارث قرار دیا۔ (البدایہ والنہایہ، المغنی)

البدایہ نے اس روایت کی جو سند ذکر کی ہے اس میں ایک راوی کا نام جعفر بن برقان ہے جس کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں:

یھم فی حدیث الذھری۔

کہ زہری سے جو روایات یہ نقل کرتا ہے اُن میں وہم کا شکار ہوتا ہے۔ (التقریب التھذیب جلد ۱ صفحہ ۱۶۰)

اور البدایہ کے مذکورہ مقام پر یہ روایت **جعفر بن برقان حدثنی عن الذھری**۔ کی سند سے مذکور ہے۔ لہٰذا یہ روایت

قابل اعتبار نہیں۔

◆ المغنی میں بھی یہ مسئلہ لکھنے کے بعد لکھا ہے:

و حکی ذالك عن محمد بن الحنفیة، و علی بن الحسین، و سعید بن المسیب، و مسروق، و عبد اللہ بن مغفل و الشعبی، و النخعی و یحییٰ بن یعمر و اسحاق، و لیس بموثوق به عنهم۔

''کہ جس طرح حضرت معاویہ سے منقول ہے کہ کافر مسلمان کا وارث بن سکتا ہے۔ اسی طرح محمد بن حنفیہ حضرت علی بن حسینؓ وغیرہ حضرات سے بھی یہی حکایت نقل کی گئی ہے کہ ان حضرات کا مسلک بھی یہی ہے مگر (حضرت معاویہ سمیت ان حضرات سے یہ مسئلہ صحیح سند اور ثقہ راویوں کے ذریعے سے منقول نہیں ہے۔ (عکسی صفحہ)

معلوم ہوا کہ غیر معتبر اور نا قابل تسلیم سند کے ذریعہ یہ روایت نقل ہوئی ہے۔

◆ یہ ایک فروعی مسئلہ ہے جس پر اختلاف مجتہدین کو یہاں نقل کیا گیا ہے کہ بعض حضرات کا قول یہ بھی ہے جس کا تذکرہ عکسی صفحات میں ہوا یہاں مجتہدین کی آرا نقل ہوئی ہیں اور کسی فروعی مسئلہ میں مجتہد کے قول کو خلاف سنت کا تمغہ دینا روافض کی بے باکی ہے ورنہ اہل اسلام کا یہ مسلمہ قاعدہ اور مانا ہوا اصول ہے کہ مجتہد کا وہ اجتہادی مسئلہ صواب ہو تو دو اور خطاء ہو تو ایک اجر ضرور ملتا ہے مگر اس اجتہادی اختلاف کو سرخی میں خلاف سنت قرار دے کر تحقیق دستاویز والوں نے اندر کی بیماری اور مرض حسد کو غذا مہیا کی ہے۔



افتراء

معاویہ نے سود کھایا ہے وہ حلق تک جہنم میں ہے۔ (شرح معانی الاثار، تکبیرات الاعیان)

الجواب:

بُرا ہو اُس عینک کا جو حسد و بغض کی مشین پر تیار ہوئی ہے کہ جب وہ ناک پر چڑھ کر آنکھوں کے آگے اپنے تصرف کا اظہار کرتی ہے تو پھر سمجھ و عقل جواب دے جاتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ شرح معانی الاثار میں ایک روایت ہے کہ حضرت معاویہؓ نے ایک قلادہ (ہار) خریدا اس میں سونا ہیرے جواہرات وغیرہ بھی کچھ تھا، حضرت امیر معاویہؓ نے 600 سو دینار میں وہ خریدا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ جب منبر پر چڑھے یا جب ظہر کی نماز پڑھی تو حضرت عبادہ بن الصامت نے فرمایا خبردار معاویہؓ نے سود کا سودا کیا اور سود کھایا اور وہ حلق تک آگ میں ہے۔ (شرح معانی الآثار عکسی صفحہ)

اس روایت میں قابل غور باتیں درج ذیل ہیں۔

◆ وہ حلق تک آگ میں ہے، اگر مراد اس سے جہنم ہے جیسا کہ یار لوگوں نے سرخی چڑھائی ہے تو یہ درست نہیں کیونکہ جہنم کی سزا دنیا میں نہیں بلکہ مرنے کے بعد آخرت میں ملے گی اور اگر مراد یہ ہے کہ سود کھانے کا انجام آگ میں جانا ہے تو یہ درست ہے مگر اس آگ کو بجھانے کے لئے آنکھوں کی فائر بریگیڈ ابھی تک سلامت موجود ہے

ندامت سے بہنے والا ایک آنسو کا قطرہ ہی اس آگ کو چشم زدن میں بجھا کر فنا کر دے گا۔ اس بنا پر یہ سرخی جو یار لوگوں نے قائم کی ہے یہ سراسر جھوٹ اور بغض کی بدبو ہے۔

◆ سود کس مال کو کہتے ہیں؟ سونے چاندی وغیرہ چھ اشیاء کا نام لے کر رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مثلاً بمثل یدا بید و الفضل رباء کہ ان چھ چیزوں کو انہی کی جنس کے بدلے خریدنا برابر سرابر تو جائز ہے مگر اضافہ سے لینا دینا درست نہیں وہ قلادہ جو حضرت معاویہؓ نے خریدا تھا اس میں سونا کے علاوہ باقی چیزیں ہیرے جواہرات بھی تھے اور مشترک چیزوں کو دیناروں کے بدلے خریدا تھا جس کی صورت یوں ہوئی کہ مثلاً ایک دینار کے بقدر سونا ہے تو سونا ایک دینار کے برابر ہو گیا اور باقی ہیرے جواہرات وغیرہ ۵۹۹ دیناروں کے بدلے میں ہو گیا لہذا یہ سود نہ ہوا کیونکہ جو سونا اس قلادہ میں ہے وہ اس کی جنس کے بدلے برابر سرابر لیا ہے کمی زیادتی کے ساتھ نہیں لیا۔ یہ حضرت امیر معاویہؓ کا خیال تھا اور حضرت عبادہ بن الصامتؓ نے یہ خیال فرمایا کہ یہ سونا بھی ساتھ شریک ہے لہٰذا جیسے دوسری چیزوں میں منافع حاصل کیا گیا ہے اسی طرح سونے پر بھی کمی زیادتی ہوئی ہو گی اور یہی سود ہے اس لئے انہوں نے وضاحت فرمائی کہ اس ہار کے خریدنے میں اصل صورت حال کیا ہے جب اس ہار کے خریدنے کی اصل صورت حال سامنے آ گئی تو معترض خاموش ہو گئے۔ اب قائل حضرت معاویہؓ کو سودی یا جہنمی بتانا چاہتا ہے بلکہ وہ اصلاح کے جذبہ سے یہ اعتراض کر رہا ہے کہ خدانخواستہ یہ تجارت نقصان کی نہ بن جائے۔ اور نہ ہی حقیقت میں حضرت امیر معاویہؓ نے جان بوجھ کر سودی معاملہ کیا اور وہ آگ کے مستحق ہوئے اس جذبہ اصلاح کی بنا پر حضرت عبادہ بن صامت کے قول کو لے کر حضرت امیر معاویہؓ کو جہنمی کہنا خود یار لوگوں کے اپنے گھر اور مسکن کا پتہ بتانا ہے ورنہ یہ تو ایک شرعی مسئلہ ہے جس پر جانبین کو بعد از وضاحت تسلی ہو گئی تھی مگر یار لوگوں کو تسلی اس وقت ہو گی جب اپنے گھر کے بتائے ہوئے پتہ کے مطابق اپنے مسکن و منزل میں بسیرا کر لیں گے مگر وہ رہنے کی بہت بُری جگہ ہے کاش کرم فرما اپنے حال پر کچھ ترس کھا کر تعصب کی عینک اُتار پھینکتے!



افتراء

معاویہ ظالم اور حد سے بڑھنے والا باغی تھا۔ (الجواہر المضیہ)

الجواب:

یہ قول کئی وجوہ سے ناقابلِ استدلال ہے۔

اول تو اس روایت میں راوی نے "عمّی" کا لفظ بولا مگر جس چچا سے روایت نقل کی ہے اس کا نام ذکر نہیں کیا۔

◆ یہ قول نہ تو صحابی کا ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ بلکہ یہ قول بہت بعد کے لوگوں سے نقل کیا گیا ہے جس کی حیثیت حدیث کی نہیں جو کہ یقین کا فائدہ دے سکے۔

◆ اس کے مقابلے میں اصحابِ رسول سے ایسے بہت سارے ارشادات نقل کیے گئے ہیں جن میں حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں نہایت وضاحت سے یہ صفائی بیان کی گئی ہے کہ نہ تو وہ العیاذ باللہ ظالم تھے اور نہ ہی حدود سے تجاوز کرنے والے۔

چنانچہ اکابرین امت کی کتابوں میں حضرت امیر معاویہؓ کے لیے جو ارشادات منقول ہیں ان کی طویل فہرست بنتی ہے تسلی وتشفی کے طالب اس موضوع کی دیگر تصنیفات کے علاوہ حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ کی سیرت امیر معاویہ جلد ا صفحہ ا تا ۱۳۱ مطالعہ فرمائیں۔ ہم یہاں پر حضرت امیر المؤمنین سیدنا حضرت علیؓ و دیگر چند حضرات کے حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں خیالات نقل کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ نے صفین سے واپسی پر فرمایا کہ

حضرت معاویہ کی امارت وحکومت کو بُرا مت جانو کیونکہ اگر یہ امارت وحکومت نہ رہی ختم ہوگئی تو تم دیکھو گے کہ تمہارے سروں کو تمہارے کندھوں سے (اندرائن) حنظل کی طرح زائل کردیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۱۰ صفحہ ۲۹۳-۲۹۴ کتاب السنہ لامام احمد صفحہ ۱۹۴ مطبوعہ مکہ مکرمہ، انساب الاشرف للبلا زری جلد ۴ صفحہ ۴۰ طبع یروشلم تاریخ لابن عساکر (مخطوطہ) صفحہ ۲۰۷ جلد ۱۶ تحت ترجمہ معاویہؓ البدایہ لابن کثیر صفحہ ۲۷۸ جلد ۶ تحت اخبارہ علی مالخ، کنز العمال لعلی متقی الہندی صفحہ ۸۷-۸۸ جلد ۶ تحت الصفین طبع اول تاریخ اسلام للذہبی ۳۲۰ جلد ۲ تحت معاویہ بن ابی سفیان۔ بحوالہ سیرت حضرت امیر معاویہ للشیخ محقق العصر مولانا محمد نافع حفظ اللہ جلد ا صفحہ ۶۱۸)

حضرت حسنؓ نے ارشاد فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: دن ورات نہ گزریں گے یہاں تک کہ امیر معاویہ حکمران ہوں گے۔ (البدایہ لابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۱۳۱ طبع اول تحت معاویہؓ)

اِن ارشادات کے مقابلے میں محمد کا قول قابلِ قبول نہیں ہے حضرت علیؓ و دیگر اکابرین امت میں سے کسی نے یہ الزام حضرت امیر معاویہ پر عائد نہیں کیا یہ قول بھی وضع کیا ہوا ہے جس کو سنی کتابوں میں داخل کر دیا گیا ہے۔



افتراء

امیر معاویہ خطاء کار اور امام حق پر بغاوت کرنے والہ تھا۔ (التمہید ابو الشکور السلمی)

الجواب:

تلبیس ابلیس کے مصنف کو اگر تحقیقی دستاویز پیش کی جاتی تو وہ اس جتنی نہ سہی مگر ایک آدھ جلد کا اضافہ کے ابلیس کے طریقہ واردات پر مزید کئی معلومات امت تک پہنچا جاتے اور ہر واردات ورغلانے کا نمونہ اور مثال تحقیقی دستاویز سے حاصل کی جاتی۔ محترم حضرات عبارت کا مطلب گھڑ کر ایسا تیار کیا گیا کہ صاحب کتاب کو معلوم ہو جائے تو وہ شرمندہ ہوں کہ اس سے اچھا تھا میں کتاب ہی نہ لکھتا۔ مذکورہ مقام پر صاحب کتاب تو یہ کہنا چاہتا ہے کہ حضرت علیؓ بھی امام برحق ہیں اور حضرت امیر معاویہؓ بھی مستحق خلافت ہیں مگر حضرت امیر معاویہؓ کا استحقاق خلافت حیدر کرارؓ کے بعد ہے۔ حضرت امیر

معاویہ کا قصاص عثمان کیلئے نکلنا یہ اجتہادی مسئلہ ہے۔ اس اجتہادی کو حقیقی خطا بمعنی معصیت بنا کر پیش کرنا یار لوگوں کا کارنامہ ہے۔

اسی طرح امام برحق کے خلاف بغاوت کا لفظ ہے۔بغی کا معنی ہے تجاوز کرنا، زیادتی کرنا، ظلم کرنا، بغی علیہ مخالفت کرنا، فساد برپا کرنا۔ (القاموس الوحید صفحہ ۱۷۴)

یہاں پر معنی تجاوز کرنا اور زیادتی کرنا ہے۔ وہ اصطلاحی بغاوت مراد نہیں ورنہ تو باغی پر جو احکامات عائد ہوتے ہیں وہ یہاں لاگو کرنا ضروری ہوں گے۔ جبکہ صورت حال ایسی نہیں بلکہ حضرت علیؓ نے دونوں فریقوں کو مومن مقتولوں کو جنتی اور قیدیوں کو آزاد قرار دیا نہ عورتوں کو لونڈیاں بنایا گیا نہ ہی مال کو مال غنیمت قرار دیا گیا اگر باغی سے وہی باغی مراد ہوتا جو شریعت کی اصطلاح میں استعمال ہوتا ہے تو یقیناً باغیوں والے احکام نافذ کرنا ضروری تھے۔ ورنہ شرعی احکامات کی خلاف ورزی لازم آئے گی جو حیدر کرار جیسی ہستی سے بہت بعید ہے۔لہٰذا واضح ہو گیا کہ یہاں جو مطلب کرم فرماؤں نے تراشا وہ سراسر ظالمانہ اقدام اور خبث باطن کا اظہار ہے۔ اربابِ علم کا فرمانا یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے جو اجتہاد کیا وہ خطاء تھا اور مجتہد اگر اجتہاد میں غلطی بھی کرے تو اجر کا مستحق ہوتا ہے۔فرق اتنا ہے کہ جو اجتہاد میں راہِ حق پر ہو وہ دو اجر پاتا ہے اور جو مخطی ہو تو اسے ایک اجر حاصل ہوتا ہے۔



افتراء

معاویہ ظالم اور خارجی تھا۔ (ادب القاضی)

الجواب:

محترم قارئین یار لوگوں کے انصاف اور سچ گوئی کی داد دیجئے اور نرالے ترجمہ پر جھوم جایئے۔ کتاب کے الفاظ ہیں۔ ''الخارجین علی علی علیہ السلام''۔ جس کا ترجمہ حضرت علیؓ پر خروج کرنے (نکلنے) والے۔ اس الخارجین جو خرج یخرج کا اسم فاعل ہے کو خارجی مذہب بنا دینا ایسا انوکھا کارنامہ ہے جس پر ابلیس بھی کئی بار شرما سا گیا ہوگا۔ یہی وہ انوکھا طرزِ الزام ہے جو شیعہ قوم کا وطیرہ اور پرانا کارنامہ ہے۔ یہاں الخارجین کا معنی خروج کرنے اور لڑائی کے لیے نکلنے والا ہے نہ کہ خارجی اور خارجی ایک مذہب ہے جو اول اول شیعان حیدرِ کرار کے نام سے معروف تھا۔ پھر جب صلح کے لیے اجتماعی کوششیں شروع ہوئیں اور حضرت علیؓ نے مسلمانوں کے فیصلہ پر رضامندی کا اظہار فرمایا کہ یہ منصف جو فیصلہ کر دیں مجھے منظور ہے تو یہ لوگ بگڑ کھڑے ہوئے اور لشکرِ حیدری سے نکل کر الگ تھلگ ایک دوسری جماعت بنا نکالی جن کو خارجی کہا جاتا ہے۔ جن عقل دشمنوں کو خروج اور خارجی کا فرق معلوم نہ ہو سکا وہ کتابوں کو کیا سمجھیں گے جبکہ یہ الخروج والی بات تو ایسی عام فہم اور سادہ سی ہے کہ ہر ابتدائی درجے کا طالب علم بھی اس کا معنی جانتا اور فرق کو از بر کیے ہوتا ہے مگر تحقیقی دستاویز کے نام سے تحقیق کے بگل بجانے والے محققین کا یہ حال ہے کہ وہ ثلاثی مجرد کے اِن مشہور و معروف ابواب سے بھی واقف نہیں جن سے صرف کی

ابتدا ہوتی ہے جب مذہب شیعہ کے محققوں کا یہ حال ہے تو پھر مرثیہ خوانی پر گزارا کرنے والی امت کا کیا عالم ہوگا؟ ہم قارئین کی خدمت میں یہ عرض گزار ہیں کہ رافضی امت، ہمیشہ دھوکہ فراڈ سے اپنا کام چلاتی اور عامۃ الناس کو لفظوں کے پھیر میں گمراہی کا سودا بیچتی ہے یہی وہ کارنامہ ہے جو سوا شیعہ برادری کے کسی کو نصیب نہیں۔



افتراء

معاویہ راہِ حق سے ہٹا ہوا ائمہ پر خروج کرنے والا تھا۔ (ادب القاضی)

الجواب:

❶ یہ بات یار لوگوں کا سنی کتابوں میں تصرف اور مہربانوں کے ہاتھوں کی صفائی ہے۔ ورنہ حضرت امیر معاویہؓ نہ تو حق سے دور تھا اور نہ ہی ائمہ پر انہوں نے خروج کیا۔ یہ جھوٹ کا سیاہ لباس ہے جو صرف صحابی رسول کو بدنام کرنے کے لیے خاص طور پر تیار کیا گیا ہے۔ اگر معمولی سی آنکھیں کھولیں تو ادب القاضی میں حضرت علیؓ کے اسم گرامی پر علیہ السلام کا جملہ لکھا ہوا ہے جو رافضی مذہب کا علامتی شعار ہے۔ اہل السنّتِ والجماعت حضرت حیدرِ کرارؓ کے لیے عام طور پر کرم اللہ وجہہ اور رضی اللہ عنہ کے دعائیہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

❷ اس جملہ کے جھوٹا ہونے کے لیے خود یہی جملہ دلیل ہے۔ وہ اس طرح کہ ائمہ جمع ہے امام کی اور امیر معاویہؓ کے زمانہ میں نبی مکرم ﷺ کے بعد سیدنا صدیق اکبرؓ سیدنا فاروق اعظمؓ سیدنا عثمان غنیؓ کا دور گزرا۔ ان ادوار میں امیر معاویہ ان حضرات کے نہ صرف قابلِ اعتماد بلکہ ان حضرات کا بازو اور آنکھ، کان بنے رہے۔ یعنی امیر معاویہؓ ان حضرات ائمہ ہدیٰ کے عامل کامل اور وفادار رفیق بنے رہے۔ جن اہم خدمات پر ان تمام حضرات نے امیر معاویہ کو مقرر کیے رکھا ان کو لکھنے کا یہ موقعہ نہیں۔ ان حضرات کے بعد حضرت علیؓ مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو صورتِ حال یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ کا خون مدینہ کی گلیوں میں قصاص کی صدا لگا رہا تھا چنانچہ امیر وقت کے قتل پر قصاص کا مسئلہ طول پکڑ گیا۔ بلاشبہ اہلسنت کا قول ہے کہ حضرت علیؓ خلیفہ برحق تھے مگر قصاص کا مسئلہ حل نہ ہو سکنے کی وجہ سے امت کا شیرازہ بکھر گیا اور اختلاف لمبا ہوگیا۔ حضرت امیر معاویہ بار بار یہ کہتے تھے کہ میں حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہوں مگر امیر برحق کو شہید کیا گیا ہے۔ لہٰذا اُن کے قاتل ورثاء کے حوالے کیے جائیں تاکہ وہ قصاص لے سکیں۔ اب زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے امام برحق سے مطالبہ قصاص کے لیے خروج کیا مگر ائمہ میں وہ کون کون سے حضرات ہیں جن کے خلاف خروج کیا گیا ہو؟ یہ بات تو ساری دنیا کے ہاں مسلم ہے کہ امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کا اختلاف رہا۔ حضرت علیؓ ایک امام ہیں ان کے علاوہ اور کون سا امام ہے جن کی امیر معاویہؓ نے مخالفت کی۔ اگر کوئی حضرت حسنؓ کا نام لے تو حضرت حسنؓ نے تو خلافت خود اپنے مبارک

ہاتھوں سے امیر معاویہؓ کے حوالے فرمادی تھی۔ ائمہ کا یہ لفظ یہاں استعمال کرنا تو کسی کے ہاں بھی سچا نہیں جب اس کا جھوٹ ہونا بدیہی دلیل سے ثابت ہو گیا تو نقل سے مزید رد کرنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔



افتراء

1. معاویہ آگ کے ایک صندوق میں ہے۔
2. نبی اکرمؐ نے ابوسفیان، معاویہ، مروان بن حکم پر لعنت کی ہے۔ (خلافتِ بغداد کا دورِ انحطاط)

الجواب:

1. کرم فرماؤں نے بالخصوص سیدنا حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے خاندان کو نشانے پر رکھا اور اپنے خبث باطن کے توپ خانہ سے خوب گولہ باری کی جس کی بدبو سے پورا معاشرہ متعفن اور اللہ کی زمین غلاظت سے پُر ہو گئی۔ اربابِ علم اِس توپ خانہ کی گولہ باری سے حیران و پریشان ہو کر رہ گئے۔ بالآخر انہیں وضاحت کرنا پڑی کہ سبائی بارود کی یہ گندی مشین جتنا نجس مادہ اُگل رہی ہے وہ سب ان کے بدباطن خیالات کا مجموعہ اور جھوٹ کا مرکب ہے۔ چنانچہ ابنِ قیم نے اپنی کتاب میں نقل کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو روایات امیر معاویہؓ کی تنقیص اور مذمت میں منقول ہیں وہ سب دروغ گوئی اور جھوٹ کا پلندہ ہیں۔ (المنار المنیف فی الصحیح والضعیف صفحہ ۱۱۷)

ملاعلی قاریؒ نے فرمایا:

''ان جعلی روایات میں وہ ہیں جو امیر معاویہؓ کی مذمت میں گھڑی گئی ہیں اور عمرو بن العاصؓ (صحابی) کی مذمت میں گھڑی گئی ہیں۔'' (موضوعاتِ ملاعلی قاری صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ مجتبائی دہلی)

حضرت مولانا محمد نافع مدظلہٗ فرماتے ہیں:

اِس فن کے مشاہیر علماء نے امت مسلمہ پر واضح کر دیا ہے کہ بنو امیہ کے مشہور مشہور حضرات کے حق میں لعن طعن و مذمت و تنقیص دکھلانے والی روایات راویوں نے ازخود تصنیف فرما کر قوم میں نشر کر دی ہیں۔ اب اس قسم کے ذخیرہ روایات پر نظر کرنے سے لوگوں کو کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر ان کے حق میں بدظنی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ علماء نے احقاق حق کا اپنا فریضہ خوب ادا فرمایا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص حق بات کو قبول نہیں کرتا اور خواہ مخواہ زیغ عن الحق کی راہ اختیار کرتا ہے تو یہ تعصب ہوگا جس کا انجام بخیر نہیں ہے۔ (رحماء بینھم حصہ چہارم حصہ ۳۱۰)

اربابِ انصاف اہل اللہ کے مذکورہ ارشاد کی الٹرا ساؤنڈ مشین لے کر ان روایات میں موجود سب کچھ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ طبری صاحب کی یہی وہ روایات ہیں جن کی بنا پر اہلِ علم نے ان کے شیعہ ہونے کا یقینی حکم صادر کیا ہے۔ کچھ بھی ہو ہم نے اِن روایات کے لیے جانچنے کا پیمانہ وضاحت کے ساتھ اکابرینِ امت کی زبانی بیان کر دیا۔

آئے پائے روشنی جس کا جی چاہے ہم نے تو دل جلا کر سرِ عام رکھ دیا

❷ طبری حصہ نہم کے عکسی صفحہ ۳۰۰ اور ۳۰۱ پر درج روایات شیعہ خیال رکھنے والے حاکم وقت معتضد باللہ کی تحریر سے نقل کی گئی ہیں یہ عباسی حکمران بنوامیہ بالخصوص حضرت امیر معاویہؓ سے بے حد دشمنی رکھتا تھا چنانچہ اسی دشمنی اور بغض کے اظہار کے لیے یہ روایات تراشیں جسے طبری نے تاریخ کے نام سے جمع کر دیا تو بتلائیے اب بھلا شیعہ حاکم اور وہ بھی دشمن بنوامیہ محض دشمنی میں کوئی جھوٹی کہانی تیار کرے اور طبری جیسا میٹھا کڑوا سب کچھ جمع کرنے والا صاحب اسے نقل کر دے تو ایسی روایت کی بنا پر الزام دینا درست ہے؟ اربابِ انصاف نوٹ فرمالیں، طبری کی یہ روایات شیعہ دماغوں کی تراشیدہ کہانیاں ہیں۔

اگرچہ طبری میں ہیں مگر اس کھیتی کے کاشت کار شیعہ لوگ ہیں اور شیعہ لوگوں کی کاشت کردہ زقوم کے ذمہ دار اہل سنہ تو نہیں!



افتراء

امیر معاویہ مجبوراً اسلام میں داخل ہوا اور بخوشی اسلام سے نکل گیا۔ (الکامل)

الجواب:

❶ الکامل فی اللغۃ والادب عربی ادب کی معروف کتاب ہے لیکن اس کتاب سے ادب عربی کے قواعد معلوم کیے جاتے ہیں مطاعن صحابہ نہیں۔

❷ اس کتاب کے مصنف کے بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جا سکتی کہ یہ کس خیال اور عقیدے کا شخص ہے۔ سنی ہے یا شیعہ! اتنی بات بہرحال واضح اور معلوم ہے کہ یہ شخص کوئی راسخ العقیدہ سنی یا عالم نہیں عام ادیبوں کی طرح یہ بھی ایک ادیب ہے لہٰذا اہلسنّت کے ہاں اس کی باتیں قابلِ اعتبار نہیں ہیں۔

❸ جو واقعہ یہاں نقل کیا گیا ہے اس کا ماخذ بھی وہی تاریخی کتابیں ہیں جن میں شیعہ کرم فرما اپنے ہاتھوں کی صفائی دکھا چکے ہیں۔ گذشتہ اوراق میں ان روایات کے متعلق اربابِ علم کے بیان کردہ اصول ہم نقل کر چکے ہیں اُن اصولوں کی روشنی میں ان تاریک روایات کے چہرے پر چھائی اداسیاں اور بدحواسیاں بہت اچھی طرح سے دیکھی جا سکتی ہیں۔



افتراء

معاویہ ظالم اور باطن میں باغی تھا۔ (مرقات)

الجواب:

حضرت عمارؓ کو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا، اور حضرت علیؓ کے ساتھ مل کر یہ صفین کی جنگ میں شریک تھے کہ اس جنگ میں حضرت عمارؓ شہید کر دیے گئے اس حدیث کی شرح میں بعض حضرات کا یہ قول ہے کہ چونکہ حضرت معاویہؓ کے لشکر والوں نے حضرت عمارؓ کو شہید کیا ہوگا لہٰذا یہ فئہ باغیہ ہوا"۔

محترم حضرات ابھی کچھ ہی اوراق اوپر ہم وضاحت سے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عمارؓ کے قاتل حضرت معاویہؓ یا ان کے لشکری ہرگز نہیں تھے بلکہ وہی لوگ تھے جو حضرت علیؓ کے قافلہ میں گھس آئے تھے اور طرح طرح کی ریشہ دوانیوں میں مصروف و مشغول تھے۔ انہوں نے یہ سیاہ کارنامہ سرانجام دیا تھا جس کے شواہد ہم گذشتہ صفحات میں عرض کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمالیں۔ لہٰذا جس بنیاد پر یہ الزام دہرایا جارہا ہے وہ بالکل غلط ہے۔



افتراء

اصحابِ جمل وصفین (حضرت عائشہ ومعاویہ وغیرہ) ظالم ہیں۔ (دراسات للبیب)

الجواب:

ادب کی اِس کتاب میں بھی تاریخی مواد کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ جن کے بارے میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ وضاع اور اسلام کے دشمن لوگوں نے جھوٹی روایات گھڑ کر تاریخی کتب میں ان کو بھر دیا ہے ان روایات کے جھوٹا ہونے کی یہ دلیل کافی ہے کہ خود حضرت علیؓ نے ان کو عادل اور پاک طینت جنتی اور صالح قرار دیا جو قیدی اِن جنگوں میں گرفتار ہوئے اُن میں سے اگر کوئی فوت ہو جاتا تو اُن کو غسل کفن کے بعد جنازہ کے لیے لایا جاتا اور حیدرِ کرار بنفس نفیس اُن پر نمازِ جنازہ پڑھتے اور مغفرت کی دُعا فرماتے تھے۔ (تلخیص ابن عساکر جلد ۷ صفحہ ۲۷ طبع اول)

علامہ تفتازانی نے شرح المقاصد المبحث السابع میں اہل صفین سے متعلق یہ تصریح کی ہے کہ

(کہ صفین وجمل میں شریک حضرات میں سے) کوئی بھی نہ کافر ہے نہ فاسق ہے اور نہ ہی ظالم ہے کہ انہوں نے تاویل کے ذریعے یہ عمل سرانجام دیا۔ (شرح مقاصد صفحہ ۲۲۳ جلد ۲ المبحث السابع)

حضرت مولانا محمد نافع دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

مختصر یہ کہ مجدد الف ثانی، ابوشکور سالمی، تفتازانی، ملاعلی قاری وغیرہم کبار علماء نے اہل صفین کے حق میں فسق اور ظلم کی نسبت کرنے کی نفی کر دی ہے۔ (رحماء بینھم حصہ چہارم صفحہ ۱۸۰)

اِن ارباب علم کے بیانات آجانے کے بعد مذکورہ کتاب کی حیثیت زیرو کے ہندسہ سے بھی گر جاتی ہے۔



افتراء

معاویہ نے غلبہ سے حکومت حاصل کر کے پھر سنت سیہ کو ایجاد کیا بڑا گناہ کیا ہے۔ (ابوالکلام آزاد زعیم السیاسی)

الجواب:

ڈاکٹر عبدالمنعم النمر مصری کا مقالہ جو سیاسی لیڈر کی سیرت پر لکھ رہا ہے پر عادت سے مجبور انہیں گھسی پٹی من گھڑت تاریخی موضوع روایات کی بیساکھیوں پر امیر معاویہؓ کے خلاف یہ خرافات رقم کر رہا ہے۔ یہی وہ مصر اور مصری سکالر ہیں

جنہوں نے باطل اور نفس پرستوں کی تائید میں فتویٰ دینے کا ٹھیکہ اُٹھا رکھا ہے۔ چنانچہ خاندانی منصوبہ بندی کے حق میں، سودی کاروبار کے جواز پر اور بنک کاری نظام کے درست قرار دینے پر انہیں کرم فرماؤں کے قلم ہی سیاہی انڈیلتے چلے گئے ہیں۔ ایسے آزاد خیال لوگوں کی تحریرات سے اہلسنّت کو الزام دینا بد دیانتی کے سوا کچھ نہیں۔



افتراء

معاویہ باغی تھا حضرت علیؓ اور دیگر جلیل القدر بدری صحابہؓ سے جنگ کی ہے۔ (احکام القرآن)

الجواب:

1. ہم گذشتہ اوراق میں عرض کر چکے ہیں کہ روایت میں جو فئۃ باغیہ کے الفاظ آئے ہیں اس کا مطلب وہ باغی نہیں جو اصطلاح شرع میں مقرر ہے ورنہ تو باغی کے خلاف سخت احکام مقرر فرمائے ہوئے ہیں اُن کو جاری نہ کرنے اور احکامِ شرع سے روگردانی کا الزام حیدرِ کرار کی ذات پر آئے گا اور جو بالکل بعید ہے لہٰذا فئۃ باغیہ کا یہاں لغوی معنی مراد ہے جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں۔
2. اہلِ علم نے اس کی ایک اور توجیہہ بھی ذکر فرمائی ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ ان (صفین والوں) کا حضرت علیؓ کے خلاف کھڑے ہونا ان کے اجتہاد کی بنا پر تھا اور وہ ان کے حق میں معاف ہے۔

(الناہیہ عن طعن المعاویہ صفحہ ۳۸ تحت الجواب التاسع)

معلوم ہوا کہ یہ فئۃ باغیہ کا لفظ ان کی اجتہادی غلطی پر دلالت کرتا ہے جو حضرت علیؓ کے مقابل نکلے تھے۔

3. یہ بات عجیب ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضرت معاویہؓ حضرت علیؓ کے خلاف لڑے اور یہ کہ حضرت علیؓ کے ساتھ بدری صحابہ کرامؓ بھی تھے۔ حالانکہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ بھی بدری صحابہ کرام شریک تھے۔ اگرچہ حضرت معاویہؓ کا تقابل حضرت علیؓ کے ساتھ کرنا وزن کے اعتبار سے حیدرِ کرار کے پلڑا کو بھاری کرتا ہے کہ بلاشبہ جو مرتبہ و مقام حیدرِ کرارؓ کی ذاتِ گرامی کو حاصل ہے وہ حضرت امیر معاویہؓ کو حاصل نہیں۔ لیکن ایک دوسری بات بھی قابلِ غور ہے کہ جمل میں سیدہ عائشہ صدیقہؓ شریک تھیں وہ صلح کروانے اور لڑائی کی آگ کو بجھانے کے لیے ہی تشریف لائیں تھیں مگر ایک سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ ماں ہیں اور ماں کو یہ حق شریعت نے دیا ہے کہ وہ بغیر قصور کے بھی اولاد کی تادیب و تضریب کا حق حاصل ہے مگر اولاد کو یہ حق قطعاً نہیں کہ وہ قصور کی موجودگی میں بھی ماں کو اُف تک کہے۔

اگرچہ اُن نفوسِ قدسیہ کے درمیان میں یہ تقابلی جائزہ پیش نظر رکھنا خطرناک اور خوفناک راستہ پر چلنا ہے مگر ناچار اُن لوگوں کو الزام کی حد تک یہ بات کہنے کے لیے عرض کیا جا سکتا ہے کہ محض ایک جانب نظر رکھنے کی بجائے دونوں اطراف پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ دونوں طرف عظیم المرتبت ذوات قدسیہ تھیں مگر اس حقیقت سے انکار ہرگز ممکن نہیں

کہ دونوں طرف کے حضرات اپنی اپنی جگہ خلوصِ نیت کے ساتھ محض مسلمانوں کی خیر خواہی چاہتے تھے۔ دونوں طرف کے حضرات جنتی اور عفوالٰہی کے تمغہ سے نوازے ہوئے لوگ ہیں البتہ اجتہاد میں راہِ صواب بہر حال حضرت علیؓ کے دامن میں ہے۔



افتراء

معاویہ امام حق پر خروج کرنے والے ظالم بادشاہ تھا۔ (تبیین الحقائق)

الجواب:

حضرت علیؓ تو اس صفحہ پر ان حضرات کو اپنا بھائی قرار دے رہے ہیں۔ ان کو اخوانت کہہ کر ان کا تذکرہ کر رہے ہیں مگر یارلوگ اس پر سرخی جمائے کھڑے ہیں کہ وہ ظالم بادشاہ تھا۔ ذرا انصاف کی نظر جما کر غور سے دیکھا جائے اگر عبارت کا وہی مطلب ہے جو کرم فرماؤں نے تراشا ہے تو ذرا اس کے بارے میں بھی بیان کیجئے کہ ظالم کو بھائی کہنے والوں کے لیے آپ کی زنبیل میں کیا فتویٰ رکھا ہے؟ نیز یہ کہ حضرت حسنؓ نے ان کی بیعت کی تھی تو ظالم کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرنے والے کو آپ کیا کہیں گے۔ جو طویل کرۂ ارض پر پھیلی ہوئی حکومت اسی حاکم کے سامنے پیش کر دیتا ہے؟

حق یہ ہے کہ یہاں حضرت علیؓ کو امام حق قرار دے کر ان کے مقابلے میں امیر معاویہؓ کے اجتہاد کو غیر صواب قرار دیا گیا ہے۔ اس سے حضرت امیر معاویہؓ کا نہ تو ظالم بادشاہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی اُن کا انجام کار ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جو کہ ظالم اور زور اقتدار کو ناجائز طور پر استعمال کرنے والے ہیں۔



افتراء

معاویہ باغی اور سلطان جابر تھا۔ (البحر الرائق، فتح القدیر، لسان الاحکام فی معرفۃ الاحکام، الھدایہ، فتاوی جامع الفوائد)

الجواب:

① ہم عرض کر چکے ہیں کہ باغی سے مراد تجاوز کرنے والا ہے۔ تفصیل گذشتہ اوراق میں ملاحظہ فرمالی جائے۔

② حضرت امیر معاویہ سلطان جابر نہیں بلکہ سلطان عادل تھے ان کے عادل و انصاف پسند ہونے پر اُن کے دور کے حضرات کی کئی شہادتیں موجود ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جو اختلاف کے زمانے میں یکسو ہو کر ایک طرف بیٹھ گئے تھے اور اپنی طاقت کسی پلڑے میں نہ ڈالی تھی۔ پوری طرح غیر جانبدار رہے وہ فرماتے ہیں کہ

''حضرت عثمانؓ کے بعد حق کو پورا کرنے والا انصاف پر قائم میں نے حضرت معاویہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

(تاریخ الاسلام للذہبی جز ثانی صفحہ ۳۲۱ تحت ذکر معاویہ، البدایہ لابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۱۳۳ تحت ذکر معاویہ طبع اول)

③ بلند پایہ تابعی اور عظیم المرتبت محدث الاعمش فرماتے ہیں۔ جبکہ ان کی موجودگی میں عمر بن عبدالعزیز کا تذکرہ ہوا تو فرمایا:

41B

''امیر معاویہ عمر بن عبدالعزیز سے حلم میں نہیں بلکہ عدل و انصاف میں فائق تھے۔''

(منہاج السنہ لابن تیمیہ جلد ۳ صفحہ ۱۸۵، المنتقی للذہبی صفحہ ۳۸۸ مطبوعہ مصر بحوالہ رحماء بینہم حصہ چہارم صفحہ ۱۵۶)

اِن شہادتوں سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حضرت امیر معاویہ سلطان جابر نہ تھے جیسا کہ گھڑی ہوئی تاریخی کہانیوں سے بیان کیا جاتا ہے بلکہ وہ عادل امیر المؤمنین تھے یہ الزام محض فریب خوردہ کرم فرماؤں کا گھڑا ہوا ہے کہ حضرت معاویہؓ جابر و ظالم تھے ہم نے صحابی و تابعی کا قول تسلی کے لیے نذر قارئین کر دیا ہے تا کہ نظرِ انصاف رکھنے والے دوست ان جھوٹے الزامات سے آگاہ ہوسکیں۔



افتراء

امیر معاویہ کی حکومت غیر قانونی اور ظالمانہ تھی۔ (ادب القاضی)

الجواب:

پورا ہی صفحہ دیکھ کر قبر حشر کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جائے ''غیر قانونی'' حکومت کا تصور کہاں سے حاصل کیا گیا۔ اس موقع پر کتابؒ میں نہ تو حضرت امیر معاویہؓ کو ظالم کہا گیا اور نہ ہی ان کی حکومت کے لیے کوئی ''غیر قانونی'' حکومت کا لفظ استعمال ہوا۔ البتہ یہ بات صاف صاف مذکور ہے کہ صحابہ کرامؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کی معاونت کی ان کے منصب کو قبول کیا اور تعاون کرنے میں پیش پیش رہے۔

یہ لفظ کہ ''صحابہ کرام نے امیر معاویہؓ کی جانب سے ذمہ داریاں قبول کیں۔'' (عکسی صفحہ)

حضرت امیر معاویہؓ کے منصف اور عادل ہونے کی بیّن دلیل ہے کیونکہ خود صاحب کتاب اسی عکسی صفحہ پر یہ قانون واضح طور پر لکھ چکے ہیں کہ جب یہ اندیشہ ہو کہ قاضی انصاف قائم نہ رکھ سکے گا تو ایسی صورت میں عہدہ قضاء قبول کرنا جائز نہیں۔ ہاں البتہ انصاف کر سکنے کی توقع ہو تو پھر عہدہ قبول کرنے میں حرج نہیں۔ اس ضابطہ کی روشنی میں صحابہ کا امیر معاویہؓ سے عہدہ قبول کرنا اور ذمہ داریوں کو حاصل کر کے پورا کرنا امیر معاویہ کے عادل ہونے کی بذاتِ خود دلیل ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت امیر معاویہ کے عادل ہونے پر صرف یہی دلیل ہے۔ بلکہ اس کے علاوہ دیگر کئی دلائل واضح طور پر موجود ہیں جو امیر معاویہؓ کے عدل پر دال ہیں ہم نے گذشتہ صفحوں میں بطور نمونہ کے صحابہ کرامؓ سے ان کے عادل ہونے کی شہادت پیش کر دی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔



افتراء

- ۱۰ امیر معاویہ نے دینار پر اپنی تصویر بنا کر قیصر و کسریٰ کا اتباع کیا۔ (امیر معاویہ از انیس زکریا نصولی)
- ۲۰ معاویہ اور اس کا باپ مؤلفۃ القلوب میں سے تھے جو کفر کو چھپاتے تھے۔ (الحسن والحسین رضاء مصری)

- رسولِ پاک نے معاویہ، اس کے بھائی عتبہ اور ابوسفیان پر لعنت کی۔ (الحسن والحسین رضا مصری)
- رسولِ پاک نے سات مقامات پر ابوسفیان پر لعنت کی۔ (ایضاً)
- معاویہ خود گمراہ تھا اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا تھا۔ (طبری)
- معاویہ باطن میں باغی تھا ظاہر میں دم عثمان کا نام لے کر اپنی بغاوت پر پردہ ڈالتا تھا۔ (البیان الاظہر)

الجواب:

اِن چھ فریبوں کے نمبروار جواب ملاحظہ فرمائیں:

- انیس زکریا نصولی نے عکسی صفحہ پر لکھا ہے:

نقد کی ڈھلائی صرف دمشق میں نہیں ہوتی تھی جیسا کہ آج کل یورپین حکومتوں میں ہے کہ مرکز ہی سکہ سازی کرتا ہے بلکہ بعض گورنروں کو سکہ سازی کا اختیار تھا۔ عکسی صفحہ ۶۰، ۱۰۷۔

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ پوری اسلامی حکومت میں صرف ایک ہی سکہ جاری نہ تھا اور نہ ہی مرکزی حکومت کی سکہ سازی پر اجارہ داری تھی بلکہ گورنر خود سکہ سازی کرنے کے مجاز ہوتے تھے جبکہ اس کے مقابلے میں روم وغیرہ کے سکہ جات ان کی حکومت کے زیرِ تسلط تھے تو پھر سکہ سازی میں امیر معاویہؓ نے قیصر و کسریٰ کا اتباع کیسے کیا جبکہ سکہ سازی کے باب میں امیر معاویہ کا طریقہ کار کسریٰ و قیصر سے بالکل مختلف تھا۔

نیز یہ بات بھی محض آزاد خیال قلم کار کا شوشہ ہے کہ امیر معاویہؓ نے سکوں پر اپنی تصویر جاری کی تھی، یہ کہانی اُن لوگوں کی تراشی ہوئی ہے جو حضرت امیر معاویہؓ سے اللہ واسطے کا بیر رکھتے تھے ورنہ عالم واقعات میں اس کی کوئی شہادت موجود نہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ نے سکوں پر اپنی تصویر جاری کی۔ اربابِ علم نوٹ فرمالیں جس صاحب کی کتاب الزام میں پیش کی ہے وہ کوئی صاحب علم ہیں اور نہ ہی اہل السنّت کی معتبر شخصیت۔ اور مسلمہ اصول ہے کہ الزام میں ایسی کتاب پیش کی جاتی ہے جو اس مسلک کیلئے قابل اعتبار ہو۔

- رضاء مصری کی الحسن والحسین سے جو 3 قابل نفرت الزام لکھے گئے ہیں (الف) یہ ابومخنف رافضی، قصہ گو نے ایجاد کیے اور طبری وغیرہ سے ہوتے ہوتے رضا مصری کا ذریعہ معاش بنے (ب) جیسا کہ نام سے ظاہر ہے "رضا" کوئی سنی عالم اور دینی راہنما نہیں بلکہ عام طور پر رافضی لوگ رضاء وغیرہ کے نام سے پکارے جاتے ہیں لہٰذا اگر مصنف رافضی نہیں تو کم از کم اُن کے ہم نوا ضرور ہیں" لہٰذا رافضی موجد کی کہانی رافضی یا نیم رافضی کی کتاب سے الزام دینے کیلئے پیش کرنا بالکل ہٹ دھرمی کی بات ہے جس گھر کا یہ فاسد میٹریل ہے اسی گھر میں ہی اس کو رکھا جائے اہل سنت کے نزدیک ان کی کوئی حیثیت نہیں۔
- طبری کے حوالہ سے حضرت امیر معاویہؓ پر جو الزام داغا گیا ہے رافضی ٹھیکے دارانِ طریق الضلالہ کو وہ عکسی صفحہ آنکھیں کھول کر پڑھنا چاہئے" ہمیں انتہائی حیرت ہے کہ رافضی دجل اور فریب کاری میں کتنے بے باک اور جری ہیں کہ

دھوکہ دیتے ہوئے ذرا حیاء نہیں آتی، ارباب انصاف متوجہ ہوں عکسی صفحہ پر جتنی روایات درج ہیں اس کے شروع میں جلی حروف سے موٹے بریکٹ میں (قال ابومخنف) لکھا ہوا ہے یہ جملہ ''قال ابومخنف'' اتنا لکھا ہوا ہے کہ 3 نمبر کی عینک لگانے والا عینک اتار کر پڑھ سکتا ہے مگر حیاء کے سرمہ سے بالکل خالی تحقیقی دستاویز کے لکھاریوں کی آنکھیں یہ الفاظ پڑھ کر یوں گزر گئیں کہ جیسے کچھ بھی لکھا ہوا نہ ہو۔

محترم قارئین کرام! حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں یہ اور اس طرح کے دیگر ریمارکس شیعہ اجتہاد فیکٹری کے بانی و رئیس ابومخنف کے ہیں جس کا تعارف اِس کتاب میں کئی جگہ ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا چکا ہے۔ یہ مجتھد اکبر جلا بھنا رافضی اور من گھڑت قصے تراشنے میں اپنی مثال آپ تھا اِس کا بہترین مشغلہ چراغ ایمان پر کالا جالا چڑھا کر تاریک کرنا اور نور ایمان کو فنا کرنا تھا اگرچہ طبری نے یہ روایات جمع کی ہوئی ہیں مگر آپ نے دیکھ لیا کہ طبری کے کالے کاغذوں میں کالے لباس والا ابومخنف روشن و تابناک سیرت و کردار کے مالک امیر معاویہؓ پر اپنے گندے ضمیر کی کالک ملنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اب بھلا اِن روایات کے سہارے شیعہ لوگ سنیوں کو الزام دیں تو کس درجہ حماقت کی بات ہے؟

- سید لعل شاہ بخاری کی البیان الاظہر سے بھی الزام پیش کیا گیا ہے ہم جواباً اتنا عرض کرتے ہیں کہ حضرت مدنیؒ کے خلیفہ اجل حضرت اقدس سیدی مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ صاحب کی خوب خبر لی تھی اور اس کی گمراہی و بے اعتدالی سے پردہ چاک کیا تھا اہل السنّت والجماعت کی ترجمانی حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی اور سنی نظریات سے بے بہرہ جناب لعل شاہ صاحب کئی مقامات پر اہل حق کے وصف امتیاز یعنی طریق "اعتدال پر قائم نہیں رہ سکے لہٰذا اِن کی تحقیقات محض ان کے اپنے تصورات ہیں اہل حق و ارباب علم کا فرمانا وہی ہے جو قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت اقدس حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے لہٰذا افراط وتفریط کے شکار لعل شاہ بخاری صاحب کی کتاب اہل السنۃ والجماعۃ پر حجت نہیں ہے۔



افتراء

معاویہ نے اہلِ بیت کی قدر نہ پہچانی۔ (عون المعبود)

الجواب:

عکسی صفحہ پر حضرت حسنؓ کا امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا ذکر ہے۔ اس پورے صفحہ کو پڑھنے سے قطعاً یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت معاویہؓ نے آلِ رسول کی قدر نہیں کی یا اُن کی عزت وتکریم میں کوئی دقیقہ چھوڑ دیا ہو۔ مذکورہ اعتراض تو اِس صفحہ کی عبارت سے نکل نہیں سکتا۔ باقی حضرت معاویہ کا اہلِ بیتِ رسول کے ساتھ جو قدردانی کا لگاؤ تھا وہ کوئی پوشیدہ اور ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اِن حضرات کی آپس میں قرابتیں اور رشتہ داریاں بھی تھیں اور محبت وقربت کا تعلق بھی جس کی تفصیل سیرت امیر معاویہ از حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ اور ان کی کتاب سیرت علی المرتضیٰ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ جیسے:

1. حضرت معاویہ آپ ﷺ کے برادر نسبتی ہیں کہ ام حبیبہ آپ ﷺ کی زوجہ اور امیر معاویہ کی ہمشیرہ تھیں۔
2. امیرِ معاویہ آپ ﷺ کے ہم زلف تھے کہ زوجہ رسول ام سلمہ کی بہن قریبۃ الصغریٰ امیرِ معاویہؓ کی زوجہ تھیں۔
3. امیرِ معاویہؓ کی ہمشیرہ ہند بنت ابوسفیان علی المرتضیٰ کے چچازاد حارث بن نوفل کے گھر تھیں۔
4. علی اکبر بن امام حسین کی والدہ لیلیٰ بنتِ ابی مرہ کی ماں میمونہ حضرت ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔
5. حضرت عباسؓ کی پوتی لبابہ بنتِ عبیداللہ امیر معاویہ کے بھتیجے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کی زوجہ تھیں۔

(از سیرت امیر معاویہ)

یہ تو تھا حضرت معاویہؓ کی رشتہ داری کا خاندانِ رسول سے تعلق۔ حضرت امیر معاویہؓ کو بنو ہاشم کی عزت و تکریم کا بڑی شدت سے احساس تھا۔ اپنے آپ کو یا کسی دوسرے شخص کو وہ خاندانِ رسول ﷺ پر فائق نہ جانتے تھے۔ چنانچہ ابوالحسن المدائنی نے سلمہ بن محارب سے حضرت امیر معاویہؓ کا ایک بیان ذکر کیا ہے کہ

''امیر معاویہؓ سے سوال کیا گیا کہ تم بنو امیہ شرف و عزت میں زیادہ ہو یا بنو ہاشم تو حضرت امیر معاویہؓ نے جواب یوں ذکر کیا کہ ہم دونوں قبیلے صاحبِ شرافت تھے لیکن ہاشم جیسا بنی عبد مناف میں کوئی نہیں تھا۔ جب ہاشم فوت ہو گئے تو ہمارے قبیلہ کا عدد زیادہ تھا ہم بنی امیہ عز و شرف میں زیادہ تھے لیکن عبدالمطلب جیسا ہم میں کوئی فرد نہیں تھا پھر جب عبدالمطلب فوت ہوئے تو ہم عدد میں اکثر تھے ہم اسی حال میں تھے کہ بنی ہاشم نے کہا کہ ہم میں نبی مبعوث ہوئے ہیں۔ پس ایسے نبی تشریف لائے کہ اولیں و آخریں نے ان جیسا نہیں سنا وہ جناب حضرت محمد ﷺ ہیں۔ پس اس شرفِ فضیلت کو اور کون حاصل کر سکتا ہے؟ کوئی نہیں۔

(البدایہ والنہایہ لابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۱۳۸ تحت ترجمہ معاویہ)

صاف معلوم ہوا کہ امیر معاویہؓ خاندانِ محبوبِ کائنات ﷺ جیسا کسی کو بالکل نہ جانتے تھے۔

حضرت علیؓ نے جب امیر معاویہؓ کو خط لکھا تو اس کے جواب میں امیر معاویہؓ نے لکھا کہ:

''جو فضیلت و شرف آپؓ کو اسلام میں حاصل ہے اور جو نسبی قرابت آپ کو نبی اقدس ﷺ کے ساتھ نصیب ہے اور جو بنو ہاشم میں آپ کا مقام ہے، میں اس کو رد نہیں کرتا (بلکہ میں اس کو تسلیم کرتا ہوں)۔''

(درہ نجفیہ شرح نہج البلاغہ صفحہ ۲۰۱ تحت و من کلامہ)

ان دونوں گزارشات سے یہ بات بے حقیقت بن کر رہ گئی کہ حضرت امیر معاویہؓ نے اہلِ بیت کی قدر نہ پہچانی۔ حالانکہ یہ بات بالکل بے اصل اور خلافِ حقیقت ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ اہلِ بیت کی محبت سے دل لبریز رکھتے تھے۔ جب ہی تو دشمن آلِ رسول دشمن بنو امیہ بھی ہے۔ نیز عون المعبود نیم رافضی غیر مقلد شمس الحق ڈیانوی کی تصنیف ہے) مشہور غیر مقلد عبدالرشید عراقی نے شمس الحق ڈیانوی کی تصانیف میں نمبر ۲ پر اس کو گنوایا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

عون المعبود فی شرح سنن ابی داؤد (عربی) ۴ جلد مطبع انصاری دہلی ۱۳۱۸ھ تا ۱۳۲۲ھ یہ شرح دراصل غایۃ المقصود کی

تلخیص ہے اس میں اسناد و متن سے متعلق اشکالات کے حل و ایضاح کی طرف پوری توجہ دی گئی ہے۔ الخ

(حدیث کی نشر و اشاعت میں علمائے حدیث کی خدمات ص۹۰، مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور)



افتراء

حضرت معاویہؓ جاہلیت کے بتوں میں سے ایک بت ہے۔ (البدایہ والنہایہ)

الجواب:

ان اڑائی ہوئی کہانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے جو گھڑ تراش کر عامۃ الناس میں نشر کر دی گئی اور تاریخ کی کتابوں میں گھسیڑ کر الزام دینا شروع کر دیا گیا ورنہ حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ و حسینؓ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ وغیرہ خاندانِ رسولؐ جس عظیم المرتبت شخص کی تعریف سے زبان تر رکھے ہوئے ہیں اس کے لیے یہ الفاظ ان کی مبارک زبانوں سے صادر ہونا ممکن نہیں جس طرح کی سرخی جھوٹی روایت کے بل بوتے پر یار لوگوں نے جمائی ہوئی ہے۔



افتراء

لوگ معاویہؓ پر اسی طرح تبرا کرتے تھے جس طرح حضرت علی کرتے تھے۔ (احکام القرآن)

الجواب:

جب یار لوگ اپنے پن کا مظاہرہ کرنے پر اُتر آئیں تو سب کو مات دے جاتے ہیں۔ محترم حضرات آپ اس پورے صفحہ کا مطالعہ کر لیجئے حضرت امیر معاویہؓ پر تبرا کرنے کا کوئی ایک لفظ بھی نہ پائیں گے۔ نامعلوم دھوکہ کی جدید ترین صورتیں اُن کو کہاں سے سوجھتی ہیں۔ جس پورے صفحہ پر تبرا کا ایک لفظ ہی نہیں اسی صفحہ پر تبرا نکال کر ثابت کر دکھایا۔ حالانکہ یہاں پر بات صرف اتنی ہے کہ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد لوگ اسی راستے پر قائم رہے جس پر حضرت علیؓ قائم تھے۔ اور یہ کہ بنوامیہ کے حکمرانوں کے لیے جائز ہے کہ وہ عمال، قضاہ اور افسروں کی تقرری کریں ان کے احکام نافذ ہوں گے ان سے عطایا اور تنخواہیں وغیرہ لینی جائز ہیں۔ صحابہ و تابعین ان کے ماتحت کام کرتے اور وظائف لیتے تھے..... جب حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہؓ حکومت پر غالب آ گئے تو حضرت حسن و حسینؓ ان سے عطایا لیتے تھے نیز صحابہ کرام بھی اُن سے انعامات لیتے تھے (ملخصاً) یہاں تو واضح طور پہ امیر معاویہ کی عظمت کا اعلان ہے اب امیر معاویہؓ کو گالی دینے کا فلسفہ معلوم نہیں کیسے اور کہاں سے پیدا کر لیا گیا۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد جو چاہے تیرا حسن کرشمہ ساز کرے



افتراء

سب سے پہلے امیر معاویہؓ نے نماز کی تکبیرات کو گھٹایا۔ (موطا امام مالک: کتاب الصلوٰۃ)

الجواب

1. یہ عبارت اصل کتاب کی نہیں بلکہ حاشیہ کی عبارت ہے۔ اول عبارت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ امام احمد کی روایت ہے کہ سب سے پہلے (اٹھتے بیٹھتے) تکبیر حضرت عثمانؓ نے کم کیں جب وہ بوڑھے ہو گئے چنانچہ جب حضرت عثمانؓ ضعیف ہو گئے تھے تو آواز کمزور ہو گئی تھی ممکن ہے بلند آواز سے نہ پڑھتے ہوں بلکہ آہستہ آواز سے پڑھتے ہوں اور طبرانی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ پہلے معاویہؓ نے تکبیریں کہنا چھوڑیں۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ پہلے زیاد نے تکبیریں کہنا چھوڑیں تھیں یہ پہلی بات کے خلاف نہیں کہ زیاد نے حضرت معاویہؓ کو دیکھ کر اور حضرت معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کو دیکھ کر چھوڑیں ہوں۔ (عکسی صفحہ)

اتنی بات مذکورہ بالا صفحہ سے واضح ہے کہ حضرت معاویہؓ کا تکبیر (اونچی آواز سے) چھوڑنا حضرت عثمانؓ کی اتباع میں تھا اور حضرت عثمانؓ کا عمل سنت خلفائے راشدین کا حصہ ہے۔ لہٰذا اس صفحہ میں کہ جہاں واضح طور پر حضرت عثمانؓ کا ذکر موجود ہے اس کے باوجود حضرت معاویہؓ کے ذمہ لگانا ''کہ انہوں نے تکبیریں (بلند آواز سے) چھوڑیں'' درست نہیں۔

2. نماز میں تکبیرات سوا تکبیر اولیٰ کے فقہاء کے نزدیک فرض نہیں سنت ہیں اور اگر سنت نماز یا کسی دوسرے عمل میں متروک ہو جائے تو بھی نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ اگر چہ ترک سنت کا نقصان ہوگا۔ اگر کبھی حضرت امیر معاویہؓ سے نماز میں جہراً تکبیر عندالسجود وغیرہ رہ گئی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہوں نے تکبیریں ہی چھوڑ دیں اور اگر بالفرض رہ بھی گئیں تو عذر پر یہ واقعہ محمول ہوگا کیونکہ آخری وقت میں امیر معاویہؓ علیل ہونے کی وجہ سے معذور ہو گئے تھے۔ ایسی صورت میں جب کہ ترک قیام وغیرہ کی نماز میں اجازت ہے۔ تو سنت کو عذر کی وجہ سے چھوڑنے سے بھی نماز باطل نہ ہوگی۔



افتراء

ایک گواہ اور ایک قسم کے ساتھ فیصلہ کی بدعت معاویہ نے پیدا کی۔ (موطا امام محمد، شرح الوقایہ، التوضیح)

الجواب

1. ان کتابوں میں ''اول من قضی بہ معاویہ'' کا جملہ ابن شہاب زہری کا منفردانہ قول ہے اس کا کوئی موید نہیں۔ لہٰذا اس تفرد تابعی کی بنا پر صحابی رسول کو مطعون کرنا سراسر خلاف انصاف و دیانت ہے۔ (المبسوط لسرخسی صفحہ ۳۴ جلد ۱۷)

2. کتاب الدعویٰ میں حضرت علیؓ کا مذہب منقول ہے کہ وہ شاہد کے ساتھ حلف بھی لیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ ایک گواہ اور ایک قسم کا مسلک اور عمل حضرت معاویہؓ سے قبل حضرت علیؓ کا تھا اگر اس عمل کو غلط قرار دیں تو ذرا غور کر لیں کہ یہ الزام کس سمت کو جاتا ہے۔

3. اکابر صحابہ کرامؓ بھی اس عمل کو جائز قرار دیتے ہیں جیسے حضرت زید بن ثابتؓ اور ابی بن کعبؓ وغیرہ۔ ان حضرات کی دلیل یہ روایت ہے۔ سیدنا معاویہ بھی مجتہد تھے لہٰذا ان کو گنجائش ہے کہ وہ ایسا کریں۔

ان رسول اللہ ﷺ قضیی بیمین و شاھد۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی صفحہ ۱۷۲،۱۷۳ جلد ۱۰ باب القضا)

کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ایک گواہ اور قسم کے ساتھ (بھی) فیصلہ فرماتے تھے۔

معلوم ہوا کہ یہ عمل نبی مکرم ﷺ سے شروع ہوا ہے۔ لہٰذا اس بنیاد پر اعتراض کرنا اللہ کے نبی ﷺ پر سے اعتماد کو ختم کرنا ہے۔

◆ تعجب کی بات ہے رافضی لوگوں کو ایک گواہ مع الیمین کے ساتھ کیا جانے والا فیصلہ بدعت نظر آ رہا ہے جبکہ خود ان کے اپنے مجتہدوں نے ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کو درست مانا اور قبول کیا ہے چنانچہ ماضی قریب کے نائب امام جناب خمینی نے اپنی کتاب تحریر الوسیلہ جلد ۲ صفحہ ۴۲۴۰ پر باقاعدہ باب باندھا ہے۔ ''ایک گواہ اور قسم کا بیان'' مگر حیرت ہے کہ اپنے باوا جی فرما دیں تو سب درست ورنہ غلط۔



افتراء

معاویہؓ نے حجرؓ بن عدی کو محض محبت علیؓ کی وجہ سے قتل کیا۔ (تتمہ المختصر فی اخبار البشر)

الجواب:

◆ صاحب کتاب نے جو روایت ذکر کی ہے وہ شیعہ مہربانوں کی کرم فرمائی ہے۔ حاشیہ میں جس ابنِ جوزی کا حوالہ نقل کیا گیا ہے۔ یہ بھی شیعہ نظریات کا حامل شخص ہے۔ لہٰذا شیعہ مہربانوں کی روایات سے اہلسنّت کو الزام دینا انصاف کو سولی چڑھانے کے مترادف ہے۔ اِس روایت کے جھوٹا ہونے کی ایک یہ بھی دلیل ہے کہ حسن بصریؒ جیسا شخص جو کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں انتہائی محتاط اور کلمات خیر کے علاوہ مثالب صحابہ کے بارے میں خاموش رہنے والے تابعی ہیں ان کی طرف ایسی باتوں کی نسبت کر دی گئی ہے جو سراسر خلاف حقیقت اور ان کی ذات سے بعید ہے۔

◆ یہ الزام کہ ''حضر بن عدی کو محض محبت علی کی وجہ سے قتل کیا'' عدالت و امانت کا قتل ہے۔ اس شخص کو دہشت گردوں کے جتھہ کے ساتھ جامع مسجد میں گورنر کی تقریر کے دوران حملہ کرنے کی وجہ سے باقاعدہ گواہوں کے ثبوت کے ساتھ سزا دی گئی۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۲۱۸)



افتراء

سانحہ کربلا کی بنیاد امیر معاویہ نے رکھی۔ (تشکیل جدید البیان اسلامیہ)

الجواب:

علامہ اقبال نے یہاں تقدیر کا غلط مطلب بیان کرنے والوں پر نکیر کی ہے جو تقدیر کی بنا پر قوت عمل سے دوری اختیار کرتے اور اسباب کو اختیار کرنے سے عاجز ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ تقدیر کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ قوت عمل سے عاجزی اختیار

کر کے بزدلی کو گلے کا ہار بنالیا جائے۔ بلکہ قوت عمل اور اسباب کا اختیار کرنا اور جہد و کاوش و کوشش کرنا بذاتِ خود تقدیر کا حصہ ہے، علامہ اقبال نے اس بزدلی کا علاج کرنے اور سستی و کاہلی کا جو مرض عامۃ الناس میں سرایت کرنے لگ گیا اس نظریاتی زخم پر مرہم لگانے کی کوشش کی ہے۔ البتہ علامہ اقبال کا تمام تر مواد تاریخ کی وہی روایات ہیں جو رطب و یابس کا مجموعہ ہیں۔ علامہ اقبال کوئی اسماء الرجال کے فن سے واقف شخص کا نام نہیں جو تاریخی روایات میں ابومخنف وغیرہ جیسے کذاب اور جھوٹی روایات کو گھڑ گھڑ کر تاریخ میں بکھیرنے والے شخص کے مکمل احوال سے آگاہ ہوتے۔ اس لیے انہوں نے تاریخ کی کتابوں پر اعتماد کر کے جو جانا سو لکھ دیا۔ اب روایات میں کون سی بات غلط اور کون سا راوی جھوٹا اور کذاب ہے اُس سے آگاہی فن رجال کے ماہر اور محقق کو ہے۔ اس کا کام ہے کہ وہ وضاحت کر دے کہ علامہ نے یہ بات تاریخ سے نقل کر دی ہے مگر تاریخ سے حاصل شدہ یہ مواد غیر معتبر لوگوں کا وضع کیا ہوا اور خود تراشیدہ ہے۔ واقعات کی دنیا میں اس کا وجود ایسا ہی ہے جیسا کہ عنقاء کا وجود۔



افتراء

امیر معاویہ کی بیوی کے غیر مردوں سے ناجائز تعلقات تھے۔ (حیات الحیوان)

الجواب:

محترم قارئین کرام اِس الزام کے الفاظ نوٹ فرمالیں اور ذرا اپنے ہی ضمیر سے پوچھ لیں کہ یہ عنوان کون شخص اپنے لئے برداشت کرنے کی ہمت رکھتا ہے؟ لیکن پہلے آپ عربی عبارت کا اردو میں ترجمہ ملاحظہ فرمالیں تا کہ وطن عزیز کے امن کو برباد کرنے والوں کے بھیانک چہرے آپ صاف دیکھ سکیں۔ طرطوشی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک ہاتھی دمشق شہر میں آ گیا لوگ اس کو دیکھنے کیلئے شہر سے باہر چلے گئے کہ انہوں نے اتنا بڑا ہاتھی کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس وقت معاویہؓ اپنے محل کی چھت پر چڑھ گئے۔ پس جب گھر پر نظر پڑی تو ایک شخص اُن کی باندیوں کے پاس موجود نظر آیا تو وہ گھر کی طرف اتر آئے اور دروازہ کھٹ کھٹایا۔ پوچھا گیا کہ دروازہ کھٹکھٹانے والا کون ہے تو آپ نے فرمایا امیر المؤمنین لہٰذا دروازہ کھولا گیا وہ اندر داخل ہوئے اور اس آدمی کے سر کے پاس جا کر کھڑے ہوئے وہ شرم و ندامت سے سر کو جھکائے ہوئے تھا امیر معاویہؓ نے فرمایا: اے شخص تو میرے محل میں داخل ہو کر میری حرم (باندھیوں) کے پاس کیسے آیا کیا تجھے میرے انتقام کا ڈر نہیں تھا یا میری گرفت کا خوف نہیں تھا تجھے کس چیز نے برانگیختہ کیا یہاں آنے پر تو وہ کہنے لگا مجھے آپ کی بردباری نے اس کام پر ابھارا۔ الخ...... آپ نے اس سے درگزر کیا۔ (عکسی صفحہ) اِس واقعہ کو پھر اپنی زبان میں ملاحظہ فرمائیے اور غور کیجئے وہ شخص۔

① باندھیوں کے پاس نظر آیا۔ یہاں پر لفظ خطایا ہے جو جمع ہے الحظیۃ کی جس کا معنیٰ ہے باندھیاں، نوکرانیاں، اس کی مؤنث الحظی آتی ہے، بمعنی بادشاہ کی معزز باندھی۔ (منجد ۱۳۶)

- وہ نوکرانیاں وغیرہ حضرت معاویہ سے الگ جگہ رہتی تھیں جہاں امیر المؤمنین کا عام طور پر آنا جانا نہ تھا۔
- چھت پر چڑھے تو نظر پڑھ گئی فوراً تشریف لائے اور اس معاملہ کی تحقیق وتفتیش کی۔
- یہ واقعہ امیر المؤمنین کی بردباری پر دلالت کرتا ہے کہ باوجود اختیار کے سزا دینے کی بجائے معاف کر دیا اور درگزر سے کام لیا۔

اِن احوال کو سامنے رکھیے اور اب وہ عنوان جو دشمن اسلام نے قائم کیا ہے اسے بھی پیشِ نظر رکھیے۔ کیا کتاب میں بیویوں کا ذکر ہے جہاں اچانک کوئی شخص داخل ہوا؟ اگر ایسا نہیں بلکہ وہ نوکرانیاں تھیں جس طرف کو وہ شخص آیا تھا تو پھر ''بیوی کے غیر مردوں سے تعلقات'' کا یہ عنوان اختیار کرنا رافضی دجل اور ان کی فکری غلاظت پر دلالت نہیں کرتا؟''

کیا اب بھی حاکم وغیر حاکم یہی راگ الاپیں گے کہ اجی شیعہ تو کسی کو کچھ نہیں کہتے ایسا جملہ کسی بھی غیرت مند آدمی کو کہا جائے تو کیا وہ زبان بند کیے خاموشی سے سب کچھ برداشت کر جائے گا کلیجہ منہ کو آتا ہے کس کو صدا دی جائے اور کون اس ملت دشمنی کا مداوا کرے۔ وہ سانپ قومی املاک سے پرورش پاتے اور وطن کی پاک مٹی سے حاصل شدہ قیمتی اثاثے سے پالے پوسے جا رہے ہیں اور لبالب بھرے دودھ کے پیالے پلا کر انہیں موٹا تازہ اور طاقتور کیا جا رہا ہے تاکہ وہ ملی نظریات اور قومی خیالات کے خوبصورت جسم کو ڈس ڈس کر موت کے گھاٹ اُتار دیں تاکہ وطن عزیز کا نظریہ زہریلے اثرات سے مسلسل مفلوج کیا جاتا رہے اور یہاں کا کوئی باسی اپنے نظریاتی سرمایہ کو محفوظ نہ رکھ سکے کاش کلیجہ کے کٹتے پیش کوئی محسوس کر سکتا۔ کوئی نہیں ملک کا وارث، پاکستان کا محافظ، پاک مٹی کا محب اور حقیقی محبت کرنے والا جو اس پاک مٹی کا نظریہ اور اسلامی اثاثہ بچا سکے اے وطن عزیز کے آزاد باشندو یہ پاک وطن لا الہ الا اللہ کی خوبصورت آواز پر معرض وجود میں آیا اور یہ پاکیزہ نعرہ حضرت امیر معاویہؓ سمیت اصحاب رسولؐ کی قربانیوں کا ثمر اور ان کی امانت ہے اور وہ قوم بھی عزت و وقار کی راہ پر قدم نہیں رکھ سکتی جو اپنے اسلاف کی عزت و امانت کی پاسبانی و پاسداری نہ کر سکے۔'' کیا ہے کوئی صدائے ضعیف کو سننے والا۔



افتراء

معاویہ نے محمد بن ابی بکر کو قتل کر کے لاش گدھے کی کھال میں رکھ کر جلا دی۔ (خلافت وملوکیت)

الجواب:

خلافت وملوکیت کسی معتبر سنی عالم کی تصنیف نہیں بلکہ ایک آزاد خیال سیاسی راہنما کی تحریر ہے جو نہ تو باقاعدہ عالم ہیں اور نہ ہی اہل سنت کے نزدیک کوئی قابل اعتبار شخصیت، اس لئے ایسی کتاب کا الزام میں پیش کرنا دیانت کے خلاف ہے اہل علم نے مودودی صاحب کے اِن اعتراضات کا جواب رقم کر دیا ہوا ہے طالب احوال واقعیہ امیر معاویہ اور تاریخی حقائق، از جسٹس شیخ الاسلام تقی عثمانی مدظلہ، عادلانہ دفاع از حضرت مولانا نور الحسن شاہ بخاریؒ وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔



افتراء

امیر معاویہ شہادت امام حسنؓ پر خوش ہوا اور سجدہ شکر بجا لایا۔ (ربیع الابرار و نصوص الاخیار)

الجواب:

- بے شک مذکورہ کتاب میں یہ عبارت موجود ہے جس سے ان حضرات کا آپس میں اس حد تک اختلاف نظر آتا ہے کہ سیدنا حضرت حسنؓ کی وفات پر خوشی کا اظہار جو انتہائی درجہ کی بُری حرکت ہے وہ معلوم ہوتی ہے مگر یہ سب کچھ کہاں سے آیا ہے۔ علامہ زمخشری معتزلی شیعہ کی یہ کرم فرمائیاں ہیں جو کرتوت شیعہ کرتے ہیں اہل سنت کے کھاتے ڈالنے کی مذموم کوشش کی جاتی ہے جو کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ یاد رہے یہ کتاب علامہ زمخشری کی ہے اور زمخشری کے بارے میں ارباب علم کا فرمانا یہ ہے کہ یہ شخص معتزلی شیعہ ہے۔ محض دھوکہ دینے کیلئے اپنے ہم مذہب کی کتاب کو اہلسنت پر الزام دھرنے کیلئے اٹھالائے ہیں ورنہ زمخشری کا شیعہ ہونا تحقیقی دستاویز والوں سے بھی مخفی نہیں ہے۔ نیز اخبار الطوال کا مواد بھی اسی مذکورہ کتاب سے حاصل شدہ ہے۔
- ان دونوں کتابوں میں درج روایات کے راوی بھی شیعہ ہیں اور شیعہ کی روایت اہل السنت کے ہاں مقبول نہیں ہے۔
- درست بات یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کو جب حضرت حسنؓ کے انتقال کی خبر ملی تو آپ افسردہ ہوئے۔ قدرتی طور پر اس وقت حضرت عبداللہ ابن عباسؓ بھی وہاں پر موجود تھے۔ چنانچہ آپؓ نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے تعزیت کی اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے بھی بہت اچھے انداز میں اس کا جواب دیا۔ تحقیقی دستاویز کے صفحہ ۱۱۰۸ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔



افتراء

امیر معاویہ کی ماں ہندہ کے سینے میں حضرت علیؓ اور حضرت حمزہ کی دشمنی بھری ہوئی تھی۔ (شاہنامہ اسلام)

الجواب:

مذکورہ عکسی صفحہ پر زمانہ جاہلیت کے واقعات درج کر کے طعن کیا گیا ہے حالانکہ اسلام لانے سے قبل جو کچھ گناہ انسان سے سرزد ہو جائیں اسلام لانے کے بعد اُن کا نام و نشان ختم ہو جاتا ہے خود رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان الاسلام یھدم ما کان قبلہ ۔ کہ اسلام لانا مٹا دیتا ہے ان تمام گناہوں کو جو اسلام لانے سے قبل انسان سے سرزد ہو گئے ہوں۔ لہٰذا یہ تمام باتیں اسلام لانے سے قبل کی ہیں جو لائق التفات نہیں۔ ورنہ خود بنو ہاشم کے وہ حضرات جو بعد میں اسلام لائے مگر اسلام لانے سے قبل اہل اسلام کے خلاف ان کا کردار بڑا نامناسب اور سخت دشمنی پر مبنی تھا حضرت حمزہ اور سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب انہیں حضرات میں سے ہیں جو اسلام سے سخت عداوت رکھتے تھے مگر اسلام لانے کے بعد اسلام کیلئے ان کی لازوال قربانیاں ان کی عظمت کی دلیل بن گئیں۔

اسی طرح کا معاملہ ابوسفیان ؓ ان کی بیوی کا ہے لہٰذا دورِ جاہلیت کی خطاؤں اور لغزشوں کو دورِ اسلام میں پھر گنوانا اور تکرار و تسلسل سے دہراتے رہنا اسلامی آئین وضوابط کے خلاف ہے جاہلی دور کی ان باتوں کو طعن میں شمار کرنا فسادِ عقل اور قساوتِ قلبی کی دلیل ہے۔



افتراء

سمرہ بن جندبؓ نے امیر معاویہؓ پر لعنت کی۔ (الکامل)

الجواب:

علامہ محب الدین الخطیب لکھتے ہیں:

بلاشبہ اسلامی تاریخ کی تدوین بنوامیہ کے زوال اور (بنوعباس کی) سلطنت قائم ہونے پر (جن کو بنوامیہ کے محاسن و مفاخر کا ذکر بالکل نہیں بھاتا تھا) شروع ہوئی تاریخ اسلامی کی تدوین تین قسم کے گروہوں نے شروع کی ایک گروہ وہ تھا جو اعداء بنوامیہ کے تقرب کے پیش نظر اشعار کہتا اور کتابیں لکھا کرتا تھا دوسرا گروہ، وہ تھا جو اپنے زعم باطل میں یہ خیال کرتا تھا کہ دین مکمل نہیں ہوتا اور نہ قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے جب تک کہ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان اور تمام عبد شمس، بنوامیہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی شہرت کو داغدار نہ کیا جائے، اور تیسرا گروہ اہل انصاف و اہل دین کا تھا جیسے طبری، ابن عساکر و ابن اثیر و ابن کثیرؒ ان کے نقطہ نظر میں انصاف یہ تھا کہ ہر مذہب و مسلک کے اہل خبر مثلاً جلے بھنے رافضی ابومخنف لوط بن یحییٰ اور معتدل قسم کے سیف بن عراقی کی خبریں جمع کر دی جائیں اور شاید ان میں سے بعض ارباب اقتدار کی رضا جوئی کے پیش نظر اِس پر مجبور ہو گئے ہوں اور ان میں سے اکثر نے اپنی خبر راویوں کے نام ذکر کر کے لکھی ہے تاکہ ہر خبر کے راوی پر بحث کر کے (اس کی صحت یا عدم صحت) پر بصیرت حاصل کر لی جائے۔ (العواصم من القواصم حاشیہ صفحہ ۱۷۷)

علامہ محب الدین الخطیب کی اِس بات سے باخوبی واضح ہوتا ہے کہ بنوامیہ کے بارے میں تاریخی روایات کا مواد محض دشمنی پر مبنی اور خلاف حقیقت گھڑا ہوا ہے اِن تینوں گروہوں میں جن کی نشاندہی علامہ محب الدین نے فرمائی کوئی بھی بنوامیہ کے خلاف لکھنے سے محفوظ اور بچا ہوا نہیں اقتدار کی طاقت نے تاریخ میں یہ جو تصرف کیا ہے اِس کے بعد کم از کم بنوامیہ کے اخبار و احوال پر یہ تحریرات ضرور اعتماد سے خالی ہو گئی ہیں۔ مذکورہ اعتراض بھی الکامل فی التاریخ سے حاصل شدہ ہے۔ جو جھوٹ کا پلندہ اور روایت و درایت کے پیمانہ پر بے کار ثابت ہوتا ہے۔ روایتاً تو اِس طرح کہ یہاں مکمل صفحہ پر اس کی سند موجود نہیں اور بے سند خبر اور وہ بھی تاریخ کی، جبکہ وہ خبر بھی اموی صحابیؓ کے خلاف ہے اور یہ معلوم ہے کہ جس عہد میں یہ تاریخ لکھی گئی وہ بنوعباس کا دور تھا جو بنوامیہ کے خلاف سخت عداوت رکھتے تھے۔ تو ایسی صورت میں بے سند روایت کے جھوٹا اور موضوع ہونے کی یہی کافی دلیل ہے اور درایتاً اس طرح کہ ایک صحابی پر لعنت کرنا جبکہ لعنت کرنے سے اللہ کا دین سختی کے ساتھ منع کرتا ہے بھلا ایک صحابی یہ کام کرے عقل اس کو قبول نہیں کرتی کہ صحابہ رحمت عالم ﷺ کے تربیت یافتہ لوگ تھے جو دین کا درد اور

پاس لحاظ اُن کو تھا وہ اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ خود ہی احکامات الٰہی کے پاس دار نہیں تھے تو پھر اور کون ہو سکتا ہے؟



افتراء

امیر معاویہ نے امام حسنؓ کو شہید کروایا۔ (مروج الذہب سیر الاولیاء)

الجواب:

راس العلماء سید نور الحسن شاہ بخاری ؒ جناب مودودی صاحب کے خرافات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: امام ابن کثیرؒ تو مؤرخین حتیٰ کہ ابن جریر کی اخبار و روایات کو مردود قرار دے کر ان اخبار کے قائلین و ناقلین کے منہ پر مار رہے ہیں ادھر ایک ہمارے امام (مودودی) ہیں کہ ابن ابی الحدید اور المسعودی ایسے لادین مورخین کی تمام روایات کو امت کے سر مونڈھنے پر مصر ہیں۔ (عادلانہ دفاع مکمل صفحہ ۳۶)

یہ امام جعفر کی مذکورہ روایت بے سند اور بے سر و پا کو نقل کرنے والے صاحب وہی المسعودی ہیں جن کے بارے میں آل رسول سید نور الحسن شاہ صاحب کا فرمان ہے کہ یہ بد دین لوگ ہیں بد دین لوگوں نے بد دینی کا راستہ ہموار کرنا ہوتا ہے نہ کہ دین داری کا۔ اتنی بات تو بالکل واضح ہے کہ المسعودی نے حضرت جعفرؒ کا زمانہ نہیں پایا۔

تقریب التہذیب میں حضرت جعفرؒ بن محمد کا سن وفات یوں لکھا ہے:

مات سنة ثمان و اربعين۔ (۱۴۸ھ التقریب التہذیب لابن حجر عسقلانی جلد اصفحہ ۱۶۳)

اور المسعودی کا سن وفات ۳۴۶ھ ہے: تو صدیوں کا درمیان میں فاصلہ حائل ہے کس فرشتہ نے مسعودی کو یہ ارشاد جعفر بن محمد سنایا؟ وہ بیان کرنے والے صاحب کون ہیں؟ عکسی صفحہ اور جس کتاب کا یہ صفحہ ہے وہ کتاب ان سوالوں کا جواب دینے سے عاجز ہے۔ لہٰذا جان لینا چاہئے کہ بے دین لوگوں کی یہ تحریریں ہیں جن کو الزام میں لانا درست نہیں کیونکہ اہلسنت کے تاریخی روایات کو قبول کرنے یا رد کرنے کا ایک معیار مقرر ہے صحابی رسول ﷺ پر تاریخ کے سہارے الزام دینا اہل سنت کے اصول سے کھلا ہوا انحراف ہے۔

شیخ العرب والعجم امیر المؤمنین فی الحدیث مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ اپنے مکتوبات میں رقم فرماتے ہیں:

یہ مؤرخین کی روایتیں تو عموماً بے سر و پا ہوتی ہیں۔ نہ راویوں کا پتہ ہوتا ہے۔ نہ ان کی تخریج و توثیق کی خبر ہوتی ہے۔ نہ اتصال و انقطاع سے بحث ہوتی ہے اور اگر بعض متقدمین نے سند کا التزام بھی کیا ہے تو عموماً ان میں ہر غث و سمین سے اور ارسال و انقطاع سے کام لیا گیا ہے خواہ ابن اثیر ہوں یا ابن قتیبہ ابی الحدید ہوں یا ابن سعد، اِن اخبار کو مستفاض و متواتر قرار دینا بالکل غلط ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم کے متعلق اِن قطعی اور متواتر نصوص اور دلائل عقلیہ و نقلیہ کی موجودگی میں اگر روایات صحیحہ احادیث کی بھی موجود ہوتیں تو مردود یا مؤول قرار دی جاتی چہ جائے کہ روایات تاریخ۔

(مکتوبات شیخ الاسلام مکتوب نمبر ۸۹ صفحہ ۲۶۶)

انداز: فرمائیے اہل السنہ والجماعت صحابہ کرامؓ کی توقیر و تعظیم کتاب اللہ سے ثابت ہے اس کے مقابلے میں اگر روایت حدیث بھی لائی جائے تو وہ اُن مضبوط براہین کے مقابلے میں مؤول قرار دی جائے گی جو دلائل صحابہ کرام کی عزت و توقیر پر دلالت کرنے والے ہیں جب حدیث پاک کا یہ معاملہ ہے تو مسعودی کی بلا سند روایت کا اعتبار کس طرح سے کیا جا سکے گا۔



افتراء

اسلام میں پہلا باغی امیر معاویہ ہے۔ (شرح مقدمہ)

الجواب:

یہاں باغی کا معنیٰ بغاوت نہیں بلکہ تجاوز کرنے والا ہے۔ گذشتہ اوراق میں ہم قاموس کے حوالے سے اس کا معنیٰ اور مسئلہ کی وضاحت کر چکے ہیں۔ وہاں رجوع فرمائیں۔



افتراء

معاویہ نے ناحق مال کھانے اور لوگوں کو ناحق قتل کرنے کا حکم دیا۔ (مسند ابی عوانہ)

الجواب:

① یہ روایت سند کے اعتبار سے محدثین کے ہاں مجروح غیر مقبول اور مردود ہے کیونکہ اِس کی سند میں ایک راوی زید بن وہب الجہنی الکوفی ہے جس کے بارے میں جرح و تعدیل کے حضرات ارباب علم کا فرمان ہے۔ (**فی حدیثہ خلل کثیر**)

کہ اس کی روایت میں بہت زیادہ خلل ہے۔

(① تہذیب التہذیب لابن حجر جلد ۳ صفحہ ۴۲۷ تحت زید بن وہب، ② کتاب المعرفۃ والتاریخ للبسوی جلد ۲ صفحہ ۶۸ ۷-۶۹ ۷ تحت زید بن وہب)

معلوم ہوا یہ روایت ارباب علم کے معیار قبول پر پوری نہیں اترتی۔

② یہی روایت دیگر کئی محدثین نے بھی نقل فرمائی ہے مگر یہ جملہ (یا مرنا ان ناکل اموالنا بالباطل و تقتل الضنا) انہوں نے نقل نہیں کیا جیسے السنن لابن ماجہ صفحہ ۲۹۲ آخر باب السواد الاعظم من ابواب الفتن۔

السنن النسائی صفحہ ۱۶۴-۱۶۵ جلد ۲ کتاب البیعہ تحت ذکر ما علی من بایع الامام میں یہی روایت مذکور ہے لیکن جو الفاظ اضافی طور پر یہاں نقل کیے گئے ہیں وہ الفاظ (یا مرنا......) انہوں نے ذکر نہیں کیے جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ راویوں نے اپنے ذاتی تصرف سے الفاظ روایت میں کمی پیشی کی ہے اصل روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں اور اندراج راوی کی بنا پر صحابہ کرامؓ کو مجروح نہیں کیا جا سکتا یہ الفاظ راوی کا اپنا گمان ہیں جس کو اس نے روایت میں ملا دیا۔

③ درایت کے اعتبار سے بھی اِس روایت میں کوئی وزن نظر نہیں آتا کیوں کہ اگر اس جملہ (**اکل اموال الباطل الخ**)

کا حکم درست ہے تو جو حضرات امیر معاویہؓ کے ساتھ تھے شرف صحابیت و مراتب کثیر اُن کو حاصل تھے انہوں نے امیر معاویہؓ کو اِس جرم سے کیوں نہ روکا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تکمیل سے وہ کیوں عاجز رہے؟ بالفرض یوں کہا جائے کہ وہ امیر معاویہ کے جبر سے خوف زدہ تھے تو سوال یہ ہے کہ اُن کے ساتھ مل کر جنگوں میں شریک کیوں ہوئے اور ان کی جمعیت وقوت میں اضافے کا باعث کس لئے ہوئے؟ جبکہ یہ بات صحابہ کرامؓ کی شان کے بالکل خلاف ہے کہ وہ نا انصاف شخص کی قوت و طاقت میں مزید اضافہ کا باعث بن کر اس کے جُرم میں شریک ہو جائیں جب یہ بات صحابہ کرامؓ سے بعید تر ہے تو پھر عقل اس روایت کے غلط ہونے کا فیصلہ صادر کرتی ہے۔
(وهو السراد، و العلم عند الله)



افتراء

معاویہ اذان میں شہادت رسالت کوختم کرنا چاہتا تھا۔ (مروج الذہب للمسعودی، الاخبار الموفقیات)

الجواب:

مطرف بن المغیرہ کی روایت لے کر ان دونوں کتابوں کی بنا پر یہ الزام جڑا گیا ہے۔ محترم قارئین کو جان لینا چاہئے کہ مطرف بن المغیرہ شیعہ لوگوں کی تحریر کردہ نہج البلاغہ کا راوی ہے تو شیعہ کتاب کے راوی کیا سنی ہوں گے؟ نہج البلاغہ جس میں صحابہ کرام کے بارے میں خطرناک حد تک الزامات گھڑے گئے ہیں اسی سے اخذ شدہ یہ روایت ہے ملاحظہ ہو الاخبار الموفقیات کا عکسی صفحہ ۵۷۶ اور ۵۷۷ اِن دونوں صفحات کے تحت حاشیہ میں اِن روایات کا ماخذ لکھا ہوا ہے۔ صفحہ ۵۷۶ کا حاشیہ۔ 1 شرح نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۶ اور صفحہ ۵۷۷ کے تحت حاشیہ نمبر 1 شرح نہج البلاغہ ۲/ ۱۷۶۔

اِس ماخذ سے ہر تھوڑی سی معلومات رکھنے والا جان لے گا کہ یہ روایت کس فیکٹری میں تیار کی گئی ہے شیعہ کرم فرماؤں کو کم از کم اتنی شرم ضرور آنی چاہئے کہ اپنی مشہور زمانہ کتاب النہج البلاغہ کی روایات کو الزام میں پیش نہ کریں کہ یہ دیکھو سنیوں کی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے یہ جرم کیا اور فلاں قصور کیا وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ اس طرح کی گندی خرافات شیعہ لوگوں کی طرف سے اِس طرف کو آئی ہیں۔ ورنہ کوئی سنی عالم یارانِ رسول ﷺ کے بارے میں ایسی خرافات لکھنا تو درکنار حاشیہ وہم میں بھی نہیں لا سکتا۔ مگر حیرت ہے کہ اپنے گندے اور ناپاک نظریات ہماری طرف دھکیلنے کی کوشش کرنے میں رافضی لوگ تمام حیاء وغیرت کی حدود کو کراس کر گئے اور اس پر مزید مزے کی بات یہ کہ ہمیں الزام دینے لگ گئے کہ یہ عقیدے تو تمہارے اپنے ہیں ہمیں الزام کیوں دیتے ہو۔ واہ وا کیا خوب سوچ وفکر ہے۔ ہم برملا اور صاف لفظوں میں عیاں کرتے ہیں کہ یہ گند جو تاریخ اور غیر محتاط سنی لکھاریوں کی کتابوں میں انڈیلا گیا اور صحابہ کرامؓ کی ذوات قدسیہ کو مجروح کرنے کی جسارت کی گئی یہ سب اہل السنّت والجماعت کے خیالات اور عقائد ونظریات ہرگز ہرگز نہیں حاشا وکلا اہل سنت صحابہ کرامؓ کی ذوات قدسیہ کے بارے میں بدگمانی کر کے ایک لحظہ گزارنا بھی حرام جانتے ہیں ارباب علم کے لاکھوں صفحات

اصحاب نبی ﷺ پر اعتماد کو مضبوط رکھنے اور ان کے معیارِ حق پر ہونے کے دلائل و براہین سے لبریز ہوئے پڑے ہیں۔ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ اہلسنت کے بزرگ جہنم کی طرف دعوت دینے پر اقدام کریں ہاں اہلسنت جنتی جماعت صحابہ کرام کا پلہ تھام کر اور پوری امت کو اسی پلہ سے جوڑ کر اور اللہ کی رسی کو داڑھوں میں مضبوط پکڑ کر جنت میں جانے کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ جو حزب الشیطان نے حزب اللہ کو مطعون کرنے کا سلسلہ روا رکھا ہوا ہے رب کعبہ کی قسم اِس میں اہلسنت کا رائی برابر بھی حصہ و اشتراک نہیں۔ اب تک گذشتہ صفحات میں الزامات کے غبار کو ہم نے کمزور سی ہوا کے ساتھ ایسا اڑا دیا ہے کہ دیکھنے والا بخوبی جان لے گا اور پڑھنے والا درجہ یقین میں داخل ہو گا کہ یہ رافضی الزامات ایسا ہی دھوکہ ہیں جیسے حضرت حسینؓ کو کربلا میں ان رافضی لوگوں نے دیا تھا ان تمام الزامات سے اہلسنت کا پاکیزہ دامن ہرگز داغدار نہیں اور نہ ہی ایمان کا یہ سفید لباس داغدار ہو سکے گا انشاء اللہ انشاء اللہ انشاء اللہ۔



افتراء

معاویہ بدعتی امرا میں سے ایک ہے۔ (المستدرک؛ تاریخ دمشق الکبیر)

الجواب:

1. اِس روایت میں مسلم بن خالد راوی ہے تقریب التہذیب میں اس کے بارے میں یہ الفاظ ہیں۔ (کثیر الاوہام)
اسے بہت زیادہ وہم ہو جاتا تھا۔ (تقریب التہذیب لابن حجر صفحہ ۱۷۹ جلد۲)

علامہ ذہبی نے اس کا تعارف کرانے کے بعد لکھا ہے کہ اس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ امام ابوحاتم نے کہا اس سے احتجاج نہ کیا جائے۔ امام ابوداؤد نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ یہ شخص تقدیر کا منکر تھا۔
(میزان الاعتدال جلد۴ صفحہ ۱۰۲ مطبوعہ مصر)

اس روایت میں ایک راوی علی بن عبدالعزیز فزاری ہے یہ شخص شیعہ ہے۔ (تقریب صفحہ ۲۴۸)
المستدرک کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

2. روایت میں فلاںؓ کا لفظ کہہ کر کچھ کہنا یا لکھنا شیعہ راویوں کی عادت ہے۔ شیعہ ماخذات کا مطالعہ کرنے سے بخوبی یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ راوی اکثر کسی کے خلاف بات کرتے ہوئے نام لینے کی بجائے فلاں کہہ دیتے ہیں چونکہ اس مقام کی روایت کا طرز بھی بالکل وہی ہے، لہٰذا اِس قرینہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت بھی تصرف سے خالی نہیں ہے۔

3. ''ای معاویہ'' کی تعیین و تصریح راوی کی طرف سے ہے صحابی کا قول معلوم نہیں ہوتا۔
ان مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر یہ روایت قابل اعتبار نہیں ہے۔



افتراء

امیر معاویہؓ کو گدھے سے تشبیہ دی گئی۔ (طحاوی فیض الباری)

الجواب:

فیض الباری کی مذکورہ روایت میں یہ تشبیہ تو نظر آ گئی مگر اسی روایت کی آخری سطر پر جا کر شیعہ ناظر کی آنکھیں اندھی ہوگئیں روشنی کا نور جاتا رہا دیکھنے کی قوت سلب ہوگئی اور بالکل اندھے کے اندھے رہ گئے۔

اے کاش ذرا سی آنکھوں کی روشنی اور بھی اسے نصیب ہو جاتی اور وہ یہ الفاظ بھی اسی روایت کے پڑھ لیتا و راجع تمام السخت تکشف الستزفان الکلمة شدیدة۔ اور اسی روایت سے قبل لکھے ہوئے یہ الفاظ ہیں "تسامح عنہ" کہ اُن سے تسامح ہوا ہے۔ ایسے ہی طحاوی کی جو روایت یہ الزام لگانے کیلئے شیعہ ناظر کو دیکھنا نصیب ہوئی صرف ایک سطر مزید آگے کی بھی پڑھ لیتے جس میں دوسری سند سے روایت لکھ کر بتایا گیا ہے:

فذکر باسنادہٖ مثله الا انه لم یقل الحمار۔

کہ یہ لفظ اِس دوسری سند کی روایت میں نہیں ہیں۔

مگر صد افسوس اللہ تعالیٰ کی یہ محبوب عطا اور اتنی پیاری آنکھیں دھوکہ دینے کیلئے اور راہِ حق سے ورغلانے کی کوشش میں تو دیکھتی اور بینا ہیں مگر دیانت اور حق بات کے دیکھنے میں اندھی اور بے نور ہیں۔ اور بے چاری آنکھیں کیا کریں جن کو نور بصیرت نصیب نہ ہو نور بصارت سے وہ ناجائز اور غلط کام ہی لے سکتا ہے۔

ارباب بصیرت نوٹ فرمالیں کہ روایت ہذا کا اضطراب وضعف مذکورہ عکسی صفحوں پر انہیں حضرات نے رقم فرمادیا ہے مگر اِس روایت کے مطلوبہ الفاظ لے کر یار لوگوں نے الزام داغ دیا اور انہیں صفحوں پر جو روایت کی صورت حال تھی اسے چھوڑ دیا اسے کہتے ہیں امانت و دیانت کا قتل عام۔



افتراء

معاویہ کی جنگ و جدل جذبہ نفسانی، تعصبِ امویت کے باعث تھی۔ (انوار الباری)

الجواب:

نہ یہ قول کسی صحابی یا تابعی کا ہے اور نہ ہی خود صاحب کتاب کا بلکہ ایک اختلاف کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ

حضرت معاویہ ایک صحابی تھے ان کے حق میں بعض احادیث بھی وارد ہیں اور علمائے اہل السنت ان کے بارے میں مختلف ہیں۔ علمائے ماوراءالنہر اور مفسرین وفقہاء ان کی تمام حرکاتِ جنگ و جدال کو جو حضرت علیؓ سے کیں خطاء اجتہادی پر محمول کرتے ہیں۔ (عکسی صفحہ)

42B

پھر دوسرے بعض علماء کا قول نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ حرکات جنگ جذبہ نفسانی اور تعصب اموبت وقریشیت سے خالی نہ تھیں۔ اس عبارت کو ملاحظہ فرما کر شیعہ قلم کاروں کی بددیانتی بھی ملاحظہ فرمائیے کہ:

- اختلاف نقل کرنے کی بجائے یہ تاثر دیا کہ صاحب کتاب کا یہ قول ہے۔
- علماء اہل سنت کا بھی یہی کہنا ہے۔
- امویت کا لفظ تو نقل کر دیا اور قریشیت کو حذف کر دیا۔

حالانکہ یہ بعض حضرات کا قول ہے جو درست نہیں درست وہی مسلک ہے جو اسی صفحہ پر فقہاء مفسرین علمائے ماوراء النہر وغیرہ کا لکھا ہوا ہے کیونکہ جمہور حضرات اہل سنت نے اسی کو اختیار کیا ہے اور بعض محدثین کے قول کو قبول نہیں لیا گیا۔

اس قول کے قابل قبول نہ ہونے کی قوی دلیل یہ ہے کہ یہ جنگ کس جذبہ سے وقوع پذیر ہوئی؟ اور ان کا ارادہ کیا تھا؟ یہ دل کا فعل ہے اور کسی کا دل اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور نے نہیں دیکھا ہاں اگر یہ بات کہ حضرت امیر معاویہؓ کی حضرت علیؓ سے یہ جنگ جذبہ نفسانی وتعصب امویت وقریشیت کی بنا پر تھی یہ خبر اللہ تعالیٰ یا اس کے نبی ارشاد فرماتے تو بالکل قابل قبول اور درست ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کے احوال کو جانتے ہیں کہ کس نے کون سا کام کس جذبہ وتعصب کی بنا پر کیا ہے اور اللہ کا نبی اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے خبر دیتے ہیں۔ لہٰذا یہ دعویٰ سو فیصد ثابت ہوتا مگر نبی مکرم ﷺ کے علاوہ حضرات جو یہ حکم لگا دیتے ہیں کہ ان کا اس جنگ سے یہ جذبہ تھا وہ سراسر بے دلیل دعویٰ ہے کہ کبھی جذبہ خیر وشر کا علم اور باطن کے جذبات اللہ پاک ہی جانتے ہیں کوئی دوسرا انہیں جان سکتا اسی وجہ سے انکا یہ قول اہل سنت میں جاری نہیں رہ سکا۔ بلکہ رد کر دیا گیا ہے۔ اسی مردود قول کو مردود لوگوں نے دفن کیے جانے کے بعد پھر سے زندہ کر ڈالا حالانکہ کسی جماعت کے چار لوگوں کا قول پوری جماعت کے لاکھوں لوگوں کا قول شمار نہیں ہوتا۔



افتراء

امیر معاویہ سود خور تھا۔ (ابن ماجہ، السنن الکبریٰ، طحاوی)

الجواب:

خوفِ آخرت نہ ہو تو بندہ بڑے سے بڑا جھوٹ بول کر بھی مطمئن ہی رہتا ہے کہ کس نے دیکھا اور کس کو پتہ! ورنہ آخرت کا ڈر رکھنے والے یوں بے خوفی سے جھوٹ پر جھوٹ نہیں بولتے ملاحظہ فرمائیے بات کو توڑ موڑ کر الزام دھرنے کی کیسی کیسی کوششیں کی جاتی ہیں۔ امام ابو جعفر الطحاویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ نے سونے کو سونے کے مقابلے میں فروخت کرنے پر اعتراض کیا اور نکیر فرمائی مگر حقیقت میں امیر معاویہؓ نے جس کی بیع کی تھی وہ ایک ہار تھا جس میں صرف سونا نہیں تھا بلکہ سونے کے علاوہ دیگر ہیرے جواہرات وغیرہ بھی تھے تو حضرت امیر معاویہ نے اس کو 600 کے بدلے خریدا اس میں سود کا تصور بھی نہیں چہ جائے کہ سود ہو۔

۲. اگر کوئی ایسی چیز ہو جس میں سونا اور اس کے علاوہ دوسری کوئی چیز جڑی ہوئی ہو تو اس کی بیع کمی بیشی سے جائز ہے اس کی دلیل میں امام طحاوی نے ابن عباسؓ کا عمل بھی پیش کیا ہے کہ ایک تلوار جس کے دستے پر سونے کا کام کیا ہوا تھا وہ خریدی تھی اس کی قیمت اس سونے کے برابر نہ تھی۔ معلوم ہوا کہ ایسی چیز جس پر سونا کے علاوہ اور بھی کچھ ہو تو اس کی بیع کمی بیشی سے جائز ہے اور حضرت امیر معاویہ نے ایسا ہی کیا تھا جس پر یار لوگوں نے تعصب سے یہ الزام تراش نکالا ہم اس مسئلہ پر گذشتہ اوراق میں چند معروضات پیش کر چکے ہیں، وہاں ملاحظہ فرمالی جائیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کو یار لوگوں نے سود قرار دیا ہے وہ سود ہے ہی نہیں۔ محض سینہ زوری سے الزام کی بڑھ ماردی ہے۔



افتراء

امیر معاویہ میں چار برائیاں مہلک تھیں۔ (تاریخ ابو الفدا، محاضرات الادباء، النجوم الزاہرہ، الامام زید لابی زہرہ، نظام الاولد فی الاسلام)

الجواب:

ابن جوزی شیعہ کی یہ بڑھ جو حسن بصریؒ کے کندھے پر سوار ہو کر کہی جا رہی ہے سراسر جھوٹ اور کائنات کا بدترین بہتان ہے جن چار باتوں کا یہاں تذکرہ کیا گیا ہے ایک ایک کر کے ہم گذشتہ اوراق میں ریت کے ذروں کی طرح اڑا چکے ہیں۔ بالکل بے اصل اور جھوٹی کہانی ایک جھوٹے دجال نے وضع کی ہے اور اس پر بے شرمی کی حد یہ کہ اہل سنت کو الزام بھی دیتے ہیں۔ واہ تمہاری طاقتیں بھئی! کیسی حیرت ناک بلکہ افسوس ناک ڈھٹائی اور بے حیائی ہے کہ شیعہ کا قول لکھ کر اہل سنت کو الزام دینا کہ دیکھو یہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر فریب کاری ہے۔ ارباب انصاف ہی فرمائیں اس فریب کاری یا فریب خوردگی پر انہیں کن لفظوں سے داد دی جائے؟



افتراء

معاویہ باغی اور متغلب تھا اور وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا۔ (فتاوی عزیزی، تحفہ اثنا عشریہ)

الجواب:

یہ وہی اہل السنہ والجماعت کے اختلاف کا ذکر ہے جو دو صفحات قبل ہم عرض کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے۔



افتراء

امیر معاویہ شراب پیتا تھا۔ (مسند الامام احمد بن حنبل)

الجواب:

۱. دو وجہوں سے یہ روایت مردود ہے۔

(الف) روایت کے کچھ راوی ایسے ہیں جن پر اربابِ علم نے جرح کی اور نا قابل اعتماد بتایا اُن میں زید بن الحباب مختلف الخبر ہے۔ ابن معین کہتے ہیں کہ امام سفیان ثوری سے اس کی احادیث الٹ پلٹ کی ہوئی ہیں۔ امام احمد کہتے ہیں کہ صدوق بہت غلطیاں کرنے والا ہے۔ ابنِ عدی کہتے ہیں اس کی احادیث انوکھی قسم کی ہیں۔

(میزان الاعتدال جلد۲ صفحہ۱۰۰)

حافظ ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ہیں: "یخطئُ فی حدیث الثوری"

(تقریب التہذیب جلد۱ صفحہ ۳۲۷ تحت حرف الزای نمبر ۲۱۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

دوسرا راوی "حسین" ہے یہ راوی مجہول ہے۔ میزان الاعتدال جلد۱ صفحہ ۵۵۰ پر اسے بعض روایات میں منکر بتایا گیا ہے امام ابوحاتم نے فرمایا ہے کہ یہ قوی نہیں ہے۔

(ب) یہ روایت الحاق سے خالی نہیں کیونکہ یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ اور مجمع الزوائد میں پائی جاتی ہے مگر ما شربته منذ رسول اللہ کے الفاظ نہیں ہیں۔ (مجمع الزوائد ہیثمی جلد۵ صفحہ۴۶ بحوالہ سیرت امیر معاویہ صفحہ۲۲۶)

معلوم ہوا کہ اس میں راویوں نے اپنی طرف سے کچھ الفاظ ملا دیے ہیں۔

- ۳ یہاں جس چیز کے پینے کو بتلایا جا رہا ہے وہ نشہ والی شراب نہ تھی بلکہ نبیذ تھا جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ پانی میں کھجوریں ڈال کر رکھ دی جاتی ہیں جب وہ پانی کھجوروں کی وجہ سے میٹھا ہو جائے تو اسے پی لیتے ہیں، یہ بھی دراصل نبیذ ہی تھا جو نشہ آور نہ تھا اور نہ خود حضرت امیر معاویہؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: کل مسکر حرام۔ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ جس چیز کو وہ خود حرام بتا رہے ہیں اسے استعمال کرنا بعید از عقل ہے۔



افتراء

امیر معاویہ حضرت علیؓ اور اولادِ علیؓ سے تعصب رکھتا تھا۔ (مسند احمد بن حنبل)

الجواب:

محترم حضرات اندازہ لگایئے حدیث پاک اوپر رکھ کر یہ بدبخت کیا کیا تصرف کرتے ہیں۔ ابوداؤد کا مترجم اور فوائد لکھنے والا وہی نواب وحید الزمان ہے جس کا رفض ابلتی ہنڈیا کی طرح جوش لے رہا ہے چنانچہ لکھتا ہے۔

فائدہ: امام حسین علیہ السلام کے انتقال پر معاویہ کو یہ کہنا کہ یہ مصیبت نہیں ہے مبنی تھا اوپر تعصب کے علی اور اولادِ علی سے۔ (عکسی صفحہ) یہاں نوٹ کرنے کی چند اہم گزارشات ہیں۔

- ۱ یہ ابوداؤد کے حوالے سے نقل شدہ بات ابوداؤد کی ہے نہ ابوداؤد میں بیان شدہ احادیث کی۔ بلکہ امام ابوداؤد کی کتاب پر اردو ترجمہ کے فائدہ کے نام سے۔ بے فائدہ باتیں لکھنے والے نواب کا یہ کالا سیاہ کارنامہ ہے۔
- ۲ نواب صاحب جس کی یہ حاشیہ آرائی ہے نہ صرف شیعہ بلکہ تقیہ باز رافضی تھے جو اول مسلمانوں کی صفوں میں داخل

ہوئے اور پھر چند کاغذ سیاہ کرنے کے بعد رفض کا اعلان کیا۔ تا کہ سنت ابا، زندہ ہو جائے جو کہتے تھے صبح کو اسلام قبول کرو اور شام کو کافر ہو جاؤ۔ شاید اس طرح (مسلمان اپنے مذہب حق سے) لوٹ آئیں۔ (القرآن) اس چال سے نواب صاحب کا مقصود بھی کچھ یہی تھا کہ اول اہل سنت میں داخل ہو جاؤ پھر چھوڑ دو شاید اس طرح کمزور اہل سنت بھی اس گمان سے کہ اتنا بڑا کتابوں کا مصنف جو یہ مسلک چھوڑ گیا تو آخر کوئی بات تو ضرور ہوگی ناں۔ بہرحال یہ اس کا فریب اپنی جگہ خوب دھوکہ بھی مگر اس سے بڑا دھوکہ یہ ہے کہ اس نواب کی کتاب کو اہل السنت کا نمائندہ بنا کر الزام میں پیش کرتے ہیں جس کا اپنا کوئی دین مذہب نہ تھا۔



افتراء

دربار معاویہ میں غدر کی نسبت رسول اللہ کی طرف دی جاتی تھی۔ (الصارم المسلول)

الجواب:

نبی پاک ﷺ کی طرف یہ بدترین الفاظ منسوب کرنے والا بے ایمان یہودی تھا نہ کہ حضرت امیر معاویہؓ یا کوئی دوسرا مسلمان اس ابن یامین یہودی نے یہ کہا کہ کعب بن اشرف (یہودی) کا قتل دھوکے سے ہوا'' جب اس یہودی نے یہ الفاظ استعمال کیے تو حضرت محمد بن مسلمہؓ فوراً بول پڑے اور اس ابن یامین یہودی کو قتل کی دھمکی دی'' ایک دفعہ اس یہودی کے ساتھ لڑائی بھی ہوئی اور اسے چھڑی کے ساتھ زخمی کر دیا، اب آپ ملاحظہ فرمائیں۔ یہودی ابن یامین نے تبرا کیا حضرت محمد بن مسلمہؓ نے اسے قتل کی دھمکی دی حضرت امیر معاویہؓ موجود تھے وہ خاموش رہے اس میں فرمایئے اعتراض والی کون سی بات ہے؟ جب امیر معاویہؓ حاکم تھے اور اُن کی طرف سے انکا سپاہی محمد بن مسلمہؓ اس یہودی کو کھلے لفظوں میں قتل کی دھمکی دے رہا ہے امیر وقت نے اس دھمکی پر اطمینان کر لیا کہ اب میرے کچھ کہنے کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میرے سپاہی نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ تو اس پر اعتراض کرنا کسی ایسے شخص کا ہی کام ہو سکتا ہے جو محض تعصب کی ضرب کاریوں سے اس قابل ہو چکا ہو کہ اب عقل کے علاج کی اشد ضرورت محسوس کی جارہی ہو۔



افتراء

1. معاویہ نے خلاف سنت تسمیہ کو ترک کر دیا اور بہت سی بدعات کا ارتکاب کیا۔ (دراسات اللبیب)
2. امیر معاویہ لوگوں کو جبراً مذہب علی اختیار کرنے سے روکتا تھا۔ (دراسات اللبیب)

الجواب:

مذکورہ کتاب کے دونوں صفحات لچر اور فضول تاریخی واہیات باتوں کا مرکب ہیں۔ جو مریدان تعصب نے خاص مشن کے تحت وضع کی ہیں ارباب علم تو ان لچر باتوں کو دیکھتے ہی جان لیتے ہیں کہ کس قدر عقل دشمنی کا سلسلہ روا ہے۔ جو دلیل

رواں کی طرح بہہ رہا ہے، مگر عوام الناس کیلئے البتہ وضاحت کرنے کی ضرورت ہے یہاں پر خاص طور پر دو باتوں پر انگلی رکھی گئی ہے۔ (۱) ترک تسمیہ (۲) جبراً مذہب علی سے روکنا تو لو ملاحظہ فرماؤ حقیقت حال کیا ہے۔ بسم اللہ کو جہری نماز میں امام کیلئے جہراً (بلند آواز سے) پڑھنا چاہئے یا سراً (آہستہ) تو اس باب میں خلفائے راشدین کا ارشاد یہ ہے کہ جہری نماز میں امام سرا بسم اللہ پڑھے اور جہری قراءت کا آغاز الحمد للہ رب العالمین سے کرے۔ چنانچہ امام مسلم کے حوالے سے مشکوٰۃ شریف میں یہ روایت موجود ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نماز میں فاتحہ سے پہلے تسمیہ بلند آواز سے نہ پڑھتے تھے۔ مشکوٰۃ ص ۷۹۔ گویا رحمت عالم ﷺ کا عمل مبارک تو وہی ہے جو حضرت امیر معاویہؓ نے اختیار فرمایا تھا مگر تحقیقی دستاویز والوں کو اس بات پر اعتراض ہے دراصل طریقہ نبوی اپنانے کی وجہ سے مریضانِ حسد کی اُن سے جلن ہے کہ یہ مقدس طریقہ اُن کو ہی کیوں مل گیا اور ہمارے مقدر میں کیوں نہ ہوا بالکل اُن اہل کتاب کی طرح جو قرآن پاک کی محفوظیت وعظمت کی بنا پر قرآن والوں سے حسد کرتے ہیں کہ ان کی کتاب ابھی تک محفوظ کیوں ہے اور ہماری کیوں نہیں، رہا مسئلہ جبراً حضرت علیؓ کے مذہب سے روکنے کا تو ان کملوں کو کیا علم کہ خود امیر معاویہؓ کا مذہب وہی ہے جو حیدر کرارؓ کا ہے اگر کبھی کسی مسئلہ میں دشواری پیش آجائے اور ضرورت پڑے تو حضرت امیر معاویہ بھی حضرت علیؓ کی طرف رجوع فرماتے ہیں اُن کا تو آپس میں معاملہ اختلاف مذھب کا نہ تھا البتہ تاریخی مکھیوں کی طرح یہ بھی اسی گند کی طرف مائل ہیں جو ان کی غذا کی ضرورت کو پورا کرسکے۔ کیا ہی اچھا ہوتا جو شہد کی مکھیوں جیسا کردار ہوتا جو پھل پھول پر بسیرا کرتی اور شہد جیسی قیمتی دولت اپنے میٹھے لبوں سے تیار کرتی ہے۔

اگر وہ بھی ہر عیب والی بات پر انگلی رکھ بیٹھتی تو اِس کے لبوں سے شہد ہرگز نہ نکلتا۔ پس جو عیوب کی بجائے اچھائیاں تلاش کرتے ہیں وہ شہد کی مکھی جیسے ہیں اور جو عمدہ اخلاق اچھی صفات اور کمالات کی بجائے برائیوں پر انگشت اٹھائے ہوتے ہیں اُن کی مثال دوسری ہے۔

پسند اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا

نیز گذشتہ صفحات میں ہم عرض کر آئے ہیں کہ یہ بھی معین ٹھٹھوی شیعہ کی کتاب ہے۔ اپنے گھر کا گند اپنے گھر رکھیں۔



افتراء

- معاویہ کے دور حکومت میں حضرت علیؓ کی توہین کی جاتی تھی۔ (آثار قیامت)
- امیر معاویہ نے اسلام پر کاری ضرب لگائی۔ (سنت کی آئینی حیثیت)

الجواب:

یہ دونوں لوگ جناب نواب صدیق حسن خان اور جناب ابو الاعلیٰ مودودی صاحب نہ تو اہل سنت کے نمائندہ وترجمان ہیں اور نہ ہی ان کی کوئی قابل قبول حیثیت ہے۔ متنازعہ ترین حضرات ہیں ان کی کتابیں بطور الزام کے پیش کرنا بالکل

درست نہیں۔ اور نہ ہی ان کا جواب دینے کی ضرورت ہے۔ جو چر اعتراضات ان کتابوں میں اٹھائے گئے ہیں ان کی بنیاد بیٹے کو اپنا جانشین مقرر کرنے کا مسئلہ ہے مگر یہ لوگ بھول رہے ہیں اور غلط پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ نے سب سے پہلے اپنا جانشین بیٹے کو بنایا حالانکہ ہر دماغ رکھنے اور ماضی سے کچھ واقفیت رکھنے والا شخص بہت اچھی طرح جانتا ہے کہ حضرت حسنؓ حضرت علیؓ کے بیٹے تھے جو حیدر کرارؓ کے بعد اپنے والد گرامی کی مسند خلافت پر فائز ہوئے اگر باپ کے بعد اس کے بیٹے کا خلیفہ ہو جانا درست نہیں تو یہ کام حضرت امیر معاویہؓ سے پہلے شروع ہوا ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے حیدر کرارؓ کی سنت کو زندہ کر کے اپنے بیٹے کو اپنی جگہ امیر نامزد کر دیا لہٰذا نہ یہ بدعت ہوئی اور نہ ہی سنت خلفائے راشدین کے خلاف کوئی کام ہوا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد ہیں اور خلفائے راشدین کی سنت اختیار کرنا بالکل جائز اور اطاعت رسول ہے کہ خلفائے راشدین کی سنت اپنانے کا خود رحمت عالم ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا ہے۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الباب التاسع

فی مسائل المتفرقہ

افتراء

امام ابو یوسف کا فتویٰ کہ ماں سے نکاح جائز ہے۔

الجواب:

دنیا کے بدترین جھوٹوں میں سے ایک جھوٹ بلکہ غلیظ ترین بہتان ہے، یہاں ماں کا ذکر ہے نہ اس کے ساتھ نکاح کے حلال ہونے کا تذکرہ عادت سے مجبور تقیہ بازوں کا یہ صریح بہتان محض عامۃ الناس کو فریب دینے کی کوشش ہے۔

شاید شیعہ لوگ جاریہ کو ماں کہتے ہوں مگر عرف اصطلاح اور قواعد شرعیت میں وہ ماں نہیں بلکہ لونڈی ہے یہ کمال صرف شیعہ لوگوں کو حاصل ہے کہ وہ لونڈی کو ماں قرار دے کر بہتان تراش لاتے ہیں۔

◆ درج شدہ واقعہ یہ ہے کہ مہدی کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی ہارون الرشید کو پسند آ گئی۔ ہارون الرشید نے خواہش نفس کی تکمیل چاہی تو اُس لونڈی نے کہا کہ مہدی جو تیرا باپ ہے اس نے میرے ساتھ ایک دفعہ تکمیل خواہش کر لی تھی۔ ہارون الرشید نے امام ابو یوسف سے مسئلہ پوچھا تو امام ابو یوسف نے ارشاد فرمایا کہ لونڈی کا یہ دعویٰ مقبول نہیں کیوں کہ اسے مرتبہ شہادت حاصل نہیں، شہادت کیلئے ضروری شرائط میں سے یہ شرط بھی ہے کہ وہ آزاد ہو یہ چونکہ لونڈی ہے لہٰذا (یہ دعویٰ شرعاً) قبول نہیں ہے۔ اس پورے واقعہ میں نہ تو ہارون اُس لونڈی سے نکاح کر رہا ہے کیوں لونڈی مال ہے جسے بلا عقد تصرف میں لانا جائز ہے اور نہ ہی یہ لونڈی ہارون الرشید کے باپ کی زوجہ تھی بلکہ وہ لونڈی تھی اب فرمایئے۔ اس میں ماں سے نکاح کرنے کا حلال ہونا کہاں سے معلوم ہوا؟ مگر کیا کہا جائے جو حیاء کی چادر تار تار کر ڈالے اور غیرت کا جنازہ نکال ڈالے وہ دوسروں کو بھی اپنے جیسا ہی خیال کرتا ہے۔ امام ابو یوسف نے نہ یہ فتویٰ دیا اور نہ ہی حرام کو حلال کہا اور نہ ہی حرام کو حلال کرنے کا کسی امتی کو حق حاصل ہے یہ محض بہتان ہے جو یار لوگوں نے تراشا ہے۔



افتراء

ماں سے نکاح کرنے پر کوئی شرعی حد نہیں۔ (تفسیر کبیر الرازیؒ)

الجواب:

شریعت اسلامی میں جرائم کی سزا دو طرح کی ہے۔ (1) حدود (2) تعزیرات۔ جن گناہوں پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سزا مقرر فرما دی جیسے زانی شادی شدہ کی سزا سنگسار کرنا اور غیر شادی شدہ زانی کو سو کوڑے لگانا قتل کے بدلے میں قتل کیا جانا وغیرہ ان کو حد کہا جاتا ہے اور جن جرائم پر سزا مقرر نہیں اسے تعزیر کہا جاتا ہے مسلمانوں کا امیر اور قاضی وغیرہ جرم کی نوعیت دیکھ کر تعزیر کی سزا مقرر کرتا ہے۔ چونکہ محرمات یعنی جن سے نکاح کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اگر ان سے نکاح کیا تو یہ جرم سزا کی بہ نسبت بہت سخت ہے کہ ایک طرف حکم الٰہی اور قانونِ خداوندی کو توڑا تو دوسری طرف حدود مقررہ سے تجاوز کر کے حرام کاری کا ارتکاب کیا اگر صرف زنا کی حد جاری کر دی جائے تو یہ جرم کے مطابق سزا نہ ہوگی کیونکہ مجرم نے زنا کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے حکم الٰہی کو بھی توڑا ہے جس کی بنا پر خدشہ ہے کہ اسے مرتد قرار دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے رشتے بنائے ہیں جن سے نکاح کرنا حرام ہے اس نے اعلانیہ اس حکم سے بغاوت کی ہے ایسے مجرم کی سزا اس کے جرم کی وجہ سے سخت تر ہونی چاہئے لہٰذا سرتاج الفقہاء سراج الائمۃ سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایسے شخص کو تعزیراً قتل کیا جائے گا صرف حد زنا کی سزا اس کے جُرم کی شدت و غلظت کے پیش نظر کافی نہیں ہے۔

❸ فقہ کے اصول وقواعد بیان کرتے ہوئے تمام احکامات کو کسی ایک لفظ یا ایک جگہ بیان کرنا ممکن نہیں ہوتا جیسے مثلاً مذکورہ مقام پر فقہی اصول کے پیش نظر مختلف مسائل معلوم ہوتے ہیں ایک جزیہ بھی ہے کہ ماں جس سے نکاح کرنے کو کتاب اللہ میں حرام قرار دیا گیا ہے اُس سے اگر کوئی شخص نکاح کر لیتا ہے تو یہ شخص کس سزا کا مستحق ہے زنا کی سزا کا؟ یا ارتداد کی سزا کا؟ امام اعظمؒ نے فرمایا کہ زنا کی سزا اس پر لاگو نہیں ہوتی کیونکہ اس کا جُرم زنا ہی نہیں محرمات سے نکاح کرنے کی اعلانیہ حکم خداوندی سے بغاوت بھی ہے۔ رہا مسئلہ اس شخص کی سزا کا کہ اگر حد زنا نہیں تو پھر اس کی سزا کیا ہوگی؟ وہ دوسرے مقام پر بیان کی گئی ہے کہ ایسا شخص تعزیراً قتل کیا جائے۔ ملاحظہ ہو۔

① و يكون التعزير بالقتل كذا و جد رجلاء مع امرء ة لا تحل له و لو اكرهها فلها قتله و دمه هدرٌ۔ (درالمختار جلد۴ صفحہ ۶۲-۶۳)

خلاصہ عبارت کا یہ ہے کہ جو شخص ایسی عورت کے ساتھ (لوازم شادی ادا کرتے ہوئے) پایا جائے جو اس پر حرام ہے (جیسے ماں وغیرہ) تو ایسے شخص کو تعزیراً قتل کیا جائے گا اگرچہ وہ محرم سے نکاح کو ناپسند ہی کرتا ہو) اس کی سزا قتل ہے اور اس کا خون رائیگاں ہے۔

② طحاوی میں بھی (ماں وغیرہ محرمات سے) نکاح کی سزا تعذیراً قتل لکھنے کے بعد لکھا ہے۔

قال الامام الحافظ المحدث الفقيهه احمد بن محمد الطحاوی الحنفی ..... فهذا الذی ذكرنا فی هذا الباب هو النظر و هو قول ابی حنيفة و سفيان رحمهم الله تعالىٰ۔ (سنن الطحاوی جلد۲ صفحہ ۷۵)

مطلب اس عبارت کا ہے کہ امام حافظ محدث فقیہ احمد بن محمد طحاوی حنفی نے کہا کہ یہی وہ مسئلہ ہے جسے ہم نے اس

باب میں ذکر کیا ہے۔ اور یہی قول امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوریؒ کا ہے۔

- درالمختار جلد۴ صفحہ ۶۲-۶۳ پر رقم ہے۔

و یکون التعزیر بالقتل ۔ رائت فی الصارم المسلول الخ

کہ (ماں وغیرہ محرمات سے نکاح کرنے والے کی سزا) تعزیر بالقتل ہے۔ (صاحب کہتے ہیں) میں نے الصارم المسلول میں مسئلہ اسی طرح لکھا ہوا دیکھا ہے۔

انہوں نے بھی یہی حنفی اصول اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ایسے شخص کی (جو ماں وغیرہ محرمات سے نکاح کرے) سزا قتل ہوگی۔

- پھر امام اعظمؒ نے جو ماں وغیرہ محرمات سے نکاح کی صورت میں قتل کی سزا تعزیراً بیان فرمائی ہے یہ کوئی ان کا ذاتی خیال یا یارلوگوں کی طرح بے بنیاد سہاروں کی بنا پر قصہ گوئی نہیں بلکہ ارشاد نبوی سے ماخوذ ہے۔ خود رحمت عالم ﷺ نے محرمات ابدیہ یعنی جن کے ساتھ کبھی بھی نکاح کرنا جائز نہیں جیسے ماں بہن وغیرہ) کے ساتھ نکاح اور وطی کرنے والے پر حد زنا نہیں لگائی بلکہ ایسے شخص کو تعزیراً قتل کرنے کا حکم جاری فرمایا ہے ملاحظہ فرمایئے۔ عن براء بن عازبؓ مرفوعاً (ابوداؤد جلد۲ صفحہ ۲۵۶، ترمذی جلد۱ صفحہ ۱۶۳ نسائی جلد۲ صفحہ ۷۰ ابن ماجہ جلد۲ صفحہ ۱۹ موارد الظمآن صفحہ ۲۶۴، سنن الطحاوی جلد۲ صفحہ ۷۲-۷۳) اور عن ابن عباسؓ مرفوعاً من وقع علی ذات محرم فاقتلوہ (ابن ماجہ جلد۲ صفحہ ۱۸۷ و مستدرک للحاکم جلد۴ صفحہ ۳۵۶) ملاحظہ فرمایئے جس جرم کی سزا خود رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمادی مگر اس کا نام حد نہیں بلکہ تعزیر رکھا ہے یارلوگوں کو اس پر بھی اعتراض ہے کہ حنفی لوگ یہ طریقہ نبوی کیوں اپناتے ہیں اور ہماری طرح دعوت متعہ کے ذریعے سب کچھ حلال کیوں قرار نہیں دیتے۔ (ماخوذ از بیاض)

- ہماری اِس وضاحت کے بعد محترم قارئین کرام ذرا مہربانوں کی سرخی ملاحظہ فرمائیں "ماں سے نکاح کرنے پر کوئی حد نہیں ہے۔ اِس سرخی کے انداز سے عام لوگوں کے نزدیک یہی مطلب ہوگا کہ شاید شرعاً اِس جرم کی کوئی سزا ہی نہیں حالانکہ یہ سراسر خلاف حقیقت اور پرلے درجے کا دجل ہے یہی ایک خصوصی وصف ہمارے ان کرم فرماؤں کو حاصل ہے اگر دھوکہ بازی اور فراڈ کرنے کا وطیرہ ترک کردیں تو تحقیقی دستاویز کی شکل میں جو الزامات کی دکان بھر رکھی ہے وہ لحظہ بھر میں اُجاڑ ہو جائے۔



افتراء

اجرت پر لی ہوئی عورت سے زنا کرنے پر کوئی شرعی حد نہیں۔ (درالمختار، کنزالدقائق کا ترجمہ تحفۃ العجز)

الجواب:

درالمختار کی عبارت میں یہ الفاظ قابل غور ہیں کہ امام صاحب کے نزدیک (اس پر حد نہیں) اس واسطے کہ عقد اجارہ

مورث شبہ ہے۔ گویا اس حد کے ساقط ہونے کی وجہ شبہ پیدا ہونا ہے کیوں کہ لونڈی کو بذریعہ مال خریدا جاتا ہے جب وہ کسی کی ملک میں آگئی تو اب اس سے ہر طرح کا نفع حاصل کرنا حلال ہو گیا اگرچہ مذکورہ عورت جو مال کے عوض حاصل کی گئی ہے وہ آزاد ہونے کی وجہ سے قابل خرید و فروخت نہیں ہے مگر اس سے شبہ ضرور پیدا ہو گیا ہے اور شبہ سے حد کا ساقط ہونا حدیث رسول ﷺ میں موجود ہے یہ امام اعظمؒ کا اپنی طرف سے گھڑا ہوا یا خود تراشیدہ مسئلہ نہیں ہے جیسا کہ یار لوگوں نے تاثر دینے کی کوشش کی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

1- مسند امام اعظمؒ میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ادرؤا الحدود بالشبہات۔

''کہ حدود کو شبہات کی بنا پر ٹالو۔''

حضرت ابو یعلیؓ سے مرفوعاً روایت ہے:

ادرؤا الحدود ما استطعتم۔

''حدود کو ٹالو جب تم (شبہات کے ذریعہ) اس کی طاقت پاؤ۔''

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابراہیم نخعی سے روایت نقل کی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر میں شبہات کے سبب حدود کو معطل رکھوں تو میرے نزدیک اس سے محبوب تر ہے کہ شبہات پر اقامت حدود کروں۔

حضرت معاذ، حضرت عبداللہ ابن مسعود اور عقبہ بن عامرؓ حضرات سے ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے کہ اگر تمہیں حد میں شبہ پڑ جائے تو حد کو ٹال دو۔ (غایۃ الاوطار ج ۲ صفحہ ۴۱۰ بحوالہ حقائق الفقہ صفحہ ۳۶۵)

ان روایات سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ شبہ پیدا ہو جائے تو حد ساقط ہو جاتی ہے اور یہاں چونکہ شبہ پیدا ہو گیا ہے لہٰذا حد ساقط ہو گئی فرمایئے اہلسنت نے حدیث رسول پر عمل کر کے کون سا قصور کیا جو ان پر الزام عائد کر کے عامۃ الناس کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔

2- اتنی بات تو شیعہ قلم کاروں کو نظر آگئی کہ مذکورہ شخص پر حد نہیں ہے آگے اس کے ساتھ لگے ہوئے الفاظ سے ان کی آنکھیں کیوں اندھی ہو گئی جس میں اس مجرم کی سزا منقول ہے اور وہ کوئی صفحہ دو صفحے بعد نہیں بلکہ بالکل متصل بعد لکھا ہے طحطاوی نے حموی سے نقل کیا ہے کہ بموجب قول امام کے اگرچہ حد نہیں لیکن مرد اور عورت پر سخت تعزیر لازم ہے۔ (تمس صفحہ)

دیانت داری کا تقاضہ یہ تھا کہ سرخی یوں قائم کی جاتی کہ اجرت پر لی ہوئی عورت سے زنا کرنے پر حد نہیں بلکہ سخت تعزیر واجب ہے۔ اس عبارت کے بعد کتاب میں لکھا اعتراض دیانت داری سے نقل ہو جاتا مگر یار لوگ جانتے ہیں کہ یہ بات لکھ دیتے جو عین کتاب کے مطابق ہے تو عامۃ الناس پر اس کا نہ تو کوئی منفی اثر پڑتا تھا اور نہ ہی یہ بات فساد و بغض کی آگ بھڑکانے میں کفائت کر سکتی تھی اسی وجہ سے کتاب میں رقم پوری بات لکھنے کی بجائے مطلب کا ٹکڑا دھوکے کا مصالحہ لگا کر

لکھا اور شور مچا دیا کہ سنیوں کے مسئلے غلط اور بُرے ہیں۔

3- کتاب کے اس صفحہ پر یہ بھی نقل موجود ہے کہ یہ مسئلہ امام اعظمؒ کا ارشاد فرمایا ہوا ہے جو مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں ہے مگر صاحبین اور امام شافعی مذکور احمد کا مسلک اسی صفحہ پر لکھا ہوا ہے کہ حد واجب ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ عقد اجارہ سے وطی مباح نہیں ہوتی تو خالص زنا ہوا۔ فرماتے ہیں:

و الحق وجوب الحد کالمستاجر ۃ للخدمۃ۔

کہ حق بات (اور مفتی بہ قول) یہ ہے کہ اُس پر حد واجب ہے جیسے کہ خدمت پر لی ہوئی خادمہ سے وطی کرنے پر بالاتفاق حد واجب ہے۔ اس عبارت سے سنیوں کا مسلک یہ ثابت ہوا کہ حد واجب ہے اور امام اعظمؒ کا مسلک راجح نہیں ہے سنیوں کے تمام فقہاء سوا امام اعظمؒ کے یہی فرماتے ہیں کہ حد واجب ہے ایک ایسا مسئلہ جو صرف قول ہے اہل علم اس کے مطابق فتویٰ نہیں دیتے اس مسئلہ کی بنا پر الزام دینا کسی انصاف پسند آدمی کا کام نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ وضاحت سرخی میں کر دی جائے کہ سنیوں کے تمام ائمہ کے نزدیک تو ایسے شخص پر حد واجب ہے مگر امام اعظمؒ ان احادیث کی رو سے حد کو ساقط قرار دیتے ہیں بلکہ تعزیر کا سخت حکم نافذ کرتے ہیں تو اعتراض بھی ہو جاتا اور دیانت داری کا پلہ بھی نہ چھوٹتا مگر وہ رافضی کہاں جو دیانت داری کو ہاتھ لگا جائے۔ بہرحال رافضی لوگوں سے دیانت داری کی توقع کہاں رکھی جاسکتی ہے۔



افتراء

زبردستی زنا کرنے پر کوئی شرعی حد نہیں ہے۔ (تحفۃ العجم)

الجواب:

مجبور شخص پر سزا کا نافذ ہونا دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ایسے طور پر ثابت ہے کہ انکار کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ یہ مسئلہ تو بدیہی ہے ایک شخص حج پر جا رہا ہے اس کو روک لیا گیا تو وہ مجبور ہے اُس پر اس سال حج نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں، مجبور کر کے کلمہ کفر کہلایا گیا تو کافر نہ ہوگا جبراً حرام کھلا دیا گیا تو گناہ کار نہ ہوگا وغیرہ ایسے مسائل ہیں جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا، خود تحقیقی دستاویز کے مقدمہ میں مجبور صحابی کے کلمہ کفر کہنے کا واقعہ نقل کر چکے ہیں۔ (مقدمہ تحقیقی دستاویز)

تو یہاں اگر کوئی شخص کسی عورت کو مجبور کر کے اس سے جبراً زنا کر لیتا ہے تو عورت مجبور ہے لہٰذا اس پر حد نہ لگے گی جیسے مجبوراً کلمہ کفر کہنے والے پر کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا:

من کفر باللّٰہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ و قلبہٗ مطمئن بالایمان ۔ (نحل ۱۰۶)

جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے (تو وہ عذاب الٰہی کا شکار ہوگا) مگر جو شخص کہ مجبور کیا جائے کلمہ کفر کہنے پر اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو (تو وہ اللہ کے غضب سے مامون ومحفوظ رہے گا) لہٰذا یہ عورت مجبور ہے جس چیز پر اللہ پاک نے نہیں کی اگر اسے سزا سے محفوظ قرار دیا جائے تو اس پر الزام دینے کا کیا جواز ہے مگر یار لوگوں کو اس سے کیا انہیں

تو بس دھونس دھاندلی سے کام چلانا ہے اور بس۔

2- اس سرخی سے یہ تاثر دینے کی ناروا کوشش کی گئی ہے کہ ان دونوں میں سے کسی پر بھی حد نہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں اسی عکسی صفحہ پر زیر الزام مسئلہ کے اوپر والا مسئلہ ہے۔ اگر گواہوں نے زید کا زنا ثابت کر دیا بندہ کے ساتھ اور بندہ غائب ہے تو زید پر حد آوے گی۔ یعنی جس پر زنا ثابت ہو گیا اور وہ مجبور بھی نہیں تھا تو وہ سزا سے بری نہ ہو گا لہٰذا جب عورت مجبور ہے اور مرد نے اُس پر جبر کر کے منہ کالا کر لیا ہے تو اب اس پر سزا ہو گی لیکن عورت چونکہ مجبور تھی لہٰذا اُس پر سزا نہ آئے گی۔



افتراء

مشت زنی، مردہ اور جانور سے بدفعلی کرنے پر کوئی شرعی حد نہیں ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان)

الجواب:

محترم قارئین کرام، عکسی صفحہ پورا مطالعہ فرمائیں اور بار بار پڑھیں اگر عربی سے واقفیت نہ ہو تو کسی عربی جاننے والے سے ترجمہ کروالیں آپ حیران ہوں گے کہ تقیہ بازوں نے جھوٹ بول بول کر ایسی عادت پختہ کر لی گویا جھوٹ میں اندھے ہی ہو گئے آپ پورے صفحہ میں شرعی حد کا کوئی مسئلہ نہیں پائیں گے نہ کہیں یہ دیکھیں گے کہ مشت زنی کرنے پر حد نہیں یا مردہ سے بدفعلی کرنے پر حد نہیں یا جانور سے بدفعلی کرنے پر حد نہیں وغیرہ بلکہ اگر صفحہ ۹۷ جلد ا مذکورہ فتاویٰ قاضی خان کا صفحہ اس عنوان سے پوری طرح خالی ہے۔ اگر آپ دیکھیں گے تو صفحہ نمبر ۹۷ کے قریب اوپر اوپر ہی لکھا ہوا موجود ہوگا۔ ''کتاب الصوم، الفصل الخامس میں مسئلہ صوم کا ہی لکھا ہوا ہے مگر شیعہ بے نور آنکھیں کتاب الصوم دیکھنے سے محروم ہیں انہیں یہاں بھی کتاب الحدود کی تلاش ہے۔

2- مذکورہ صفحہ کی الفصل الخامس میں ایسی چیزوں کا بیان ہے جن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اُن میں یہ بھی ہے کہ اگر کسی نے مشت زنی کی مگر انزال نہیں ہوا تو اس کا روزہ باقی ہے ٹوٹا نہیں وغیرہ۔ یہاں مسئلہ تو روزے کا ہے مگر کرم فرماؤں کو یہ جملہ ''کوئی شرعی حد نہیں ہے۔'' ایسا پک چکا ہے کہ منہ سے چھوٹتا ہی نہیں کیونکہ اس کے ذریعے وہ لوگوں کو بآسانی گمراہ کر سکتے ہیں عام لوگوں کو بہکانے کیلئے یہ رٹا ہوا جملہ دہراتے جاتے ہیں خواہ مسئلہ کچھ ہو مگر انہوں نے اپنی بولی ہی بولنی ہے۔ بہر حال یہاں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ اگر مشت زنی سے انزال نہیں ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹا باقی تعزیر و سزا کیا ہے؟ اس کا یہاں کوئی تذکرہ موجود نہیں۔



افتراء

شوہر دار عورت سے زنا پر کوئی حد نہیں۔ (فتاویٰ قاضی خان)

الجواب:

حرام ہے جو شیعہ کسی عبارت وغیرہ نقل کرتے ہوئے دھوکہ سے کام نہ لے۔ اندازہ فرمائیے یہاں عبارت ہے۔ او تزوج امرء لها زوج ۔ یعنی یہ بات کیا ہے عورت سے جو پہلے سے شادی شدہ ہے۔ اس عبارت کی بنا پر سرخی جمائی گئی۔ شوہر دار عورت سے زنا پر کوئی حد نہیں۔ حالانکہ یہاں نکاح کرنے کی بات ہے زنا کرنے کی نہیں۔ مگر چونکہ یار لوگوں کے ہاں نکاح وزناء میں کوئی خاص فرق نہیں بغیر گواہوں کے خفیہ طور پر مرد عورت کا آپس میں جوڑ توڑ ہو جائے اور ایک آدھ گھنٹے یا زیادہ دیر کیلئے آپس میں معاہدہ کر لیں تو عرف میں یہ زنا اور یار لوگوں کے ہاں نکاح بجائے گناہ کے اجر وثواب حاصل ہونے کا سبب ہے۔ اس لئے انہوں نے زنا اور نکاح کو ایک ہی قرار دے ڈالا مگر اہل سنت کے ہاں نکاح وزنا میں زمین آسمان سے زیادہ فرق ہے یہاں مسئلہ شوہر دار عورت کا کسی اور سے نکاح کرنے کا ہے کہ اس شوہر دار عورت نے نکاح کر لیا اور یہ دونوں ایک جگہ جمع ہو گئے تو ان پر حد نہ ہوگی کیونکہ نکاح کی وجہ سے شبہ پیدا ہو گیا۔ اور شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں۔

◆ صرف یہی خیانت نہیں کی گئی کہ نکاح کو زنا کہہ ڈالا بلکہ اس دھریے کی طرح جو لا تقربوا الصلوۃ تو پڑھتا ہے اور آگے کا لفظ نہیں پڑھتا اور اس ادھورے قرآنی ارشاد کی بنا پر نماز پڑھنا ناجائز بتلاتا ہے اس پر شور مچا رہا ہے کہ لوگو اللہ نے ایمان والوں کو حکم بھیجا ہے نماز کے قریب مت جاؤ۔ نماز کے قریب مت جاؤ۔ یہ دیکھو قرآن میں لکھا ہوا ہے۔ یعنی اس دھریے کی طرح یہ عبارت نقل کر دی اور آگے والا حصہ چھوڑ دیا جس میں لکھا ہوا ہے کہ ایسے شخص کو سخت ترین سزا دی جائے جو قتل بھی ہو سکتی ہے اس سخت سزا کا ذکر تو نہیں کرتا اور حد نہ لگانے جانے کا اعلان گلے پھاڑ پھاڑ کر کرتا ہے جو سراسر تلبیس اور کھلا ہوا بہتان ہے۔



افتراء

ماں، بہن، بیٹی اور خالہ سے بعد از نکاح زنا کرنے کی کوئی حد شرعی نہیں ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان)

الجواب:

◆ قارئین کرام ذرا شیعہ مریض نفس کے پیچ وتاب کا اندازہ لگائیں کہ کس طرح بے چارا اندر سے سانپ کے ڈسے ہوئے جیسا تڑپ رہا ہے ان الفاظ پر غور سے نظر ڈالیے تو یہ بے چارا حسد کی آگ میں کوئلہ ہوتا ہوا بااحسن طریقے سے نظر آ جائے گا۔ بعد از نکاح زنا کرنے کی کوئی حد شرعی نہیں۔ ''بعد از نکاح زنا'' کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ نکاح صحیح ہو جائے اور جس سے نکاح ہو گیا اس سے نکاح کرنے کے بعد زنا کر رہا ہو؟ ممکن ہے شیعہ لوگوں کے ہاں صرف متعہ میں زنا نہیں ہو سکتا اس کے علاوہ نکاح کرنے کے بعد زنا ہی ہوتا ہو اور شیعہ مذہب رکھنے والے اپنی زوجہ سے نکاح کرنے کے بعد زنا کرتے رہے ہوں مگر اسلام میں نکاح کے بعد زنا نہیں ہوتا ورنہ حد زنا ساقط نہ ہوتی۔

◆ یہ تفصیل سے عرض کر چکے ہیں کہ ایسا شخص جس نے محرمات ابدیہ، ماں، بہن، بیٹی خالہ وغیرہ سے نکاح کیا اور وطی کر لی تو یہ شخص تعزیراً قتل کیا جائے گا۔ گذشتہ صفحوں میں ہم اس کی وضاحت کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمالیں۔



افتراء

مرد مرد کے ساتھ بدفعلی کرے تو کوئی حد شرعی نہیں ہے۔

الجواب:

خدا جانے رافضی لوگوں کے ہاں حد شرعی کس کو کہتے ہیں کہ ''کوئی شرعی حد نہیں'' کی رٹ لگائے جاتے ہیں۔ اللہ پاک نے جو دین اپنے نبی ﷺ کو دے کر مبعوث فرمایا اس میں حد اس سزا کو کہتے ہیں جو بعض جرائم پر اللہ کی طرف سے مقرر ہو جیسے شراب پینے کی سزا مقرر ہے اس سزا کو حد کہتے ہیں۔ زنا کرنے کی سزا مقرر ہے۔ اسے حد کہتے ہیں اسی طرح زنا کی جھوٹی تہمت لگانے پر حد مقرر ہے۔ وغیرہ مگر بہت سے ایسے گناہ ہیں جس کی سزا مقرر نہیں ایسے جرائم پر جو سزا دی جاتی ہے وہ تعزیر کہلاتی ہے جیسے ہم عرض کر چکے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایسے شخص کو تعزیراً قتل کرنے کا حکم جاری کیا جس نے محرم سے (نکاح کرنے کے بعد) دخول کیا۔ (عن ابن عباس مرفوعاً ابن ماجہ جلد۲ صفحہ ۱۸۷ وغیرہ)

بہت سارے گناہوں کی سزا جرم کی نوعیت دیکھ کر امیر المؤمنین مقرر کرتا ہے اس کو تعزیر کہا جاتا ہے قوم لوط والا عمل بھی انہیں میں سے ایک ہے۔ چونکہ یہ عمل خبیث ایسا بدترین ہے جو زنا سے کہیں زیادہ قابلِ نفرت ہے۔ لہٰذا اس پر سزا بھی اس کے حال کے مناسب ہوگی چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ حضرت علیؓ نے ایسے شخص کو (جو قومِ لوط والے عمل میں مبتلا تھا) جلا دینے کا حکم دیا تھا۔ ایسے ہی اس جرم کے مرتکب پر دیوار گرا کر مار دینے کی صورت بھی اختیار کی گئی ہے۔ لہٰذا یہ اعتراض کرنا کہ حد شرعی نہیں محض جہالت اور دھوکہ بازی کا بازار گرم کرنا ہے۔ حد شرعی نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ جائز ہے پخانہ کھانے اور پیشاب پینے پر رافضی حد شرعی دکھائے یا اس کو کھائے۔ ہم کہتے ہیں یہ گناہ ہے اس پر اگرچہ حد نہیں مگر تعزیر ہوگی۔

عامۃ الناس میں یہ لفظ استعمال کر کے محض یہ تاثر دینے کی جسارت کی جاتی ہے کہ اس جرم پر جسے کوئی سزا ہی نہ ہو حالانکہ کسی گناہ کی سزا اگر حد نہیں تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ اس جرم پر کوئی سزا ہی نہیں۔ حالانکہ اربابِ علم جانتے ہیں کہ اسلام کی راہِ اعتدال پر افراط و تفریط سے دامن بچا کر خوب احتیاط سے جانبِ منزل رواں دواں اہلسنّت والجماعت ہی ہیں جو منشاء اللہ کی تلاش میں تمام اپنی صلاحیتوں کو صرف کرتے ہیں۔ اس لیے دین کے ہر حکم کو اس کی اپنی جگہ پر ہی فٹ کرتے ہیں۔ افراط و تفریط کا شکار نہیں ہوتے۔



افتراء

عورت سے غیر فطری فعل جائز ہے۔ (ترمذی)

الجواب:

1. جس قوم کے یہ محقق ہیں اُن کے جاہلوں کا عالم تو اس سے بھی نرالا ہوگا۔ ارباب علم ذرا عبارت ملاحظہ فرما کر داد دیں۔ رسوخ فی العلم اور کمالِ تحقیق کی۔ اور شاباش دیں اُن مجتہدوں کو جنہوں نے یہ محقق تیار کر کے گمراہی کے کالے کالے سینکڑوں بیگ اُن کے گلے کا طوق بنا کر ڈالے تا کہ وہ اُن کو تقسیم کرتے پھریں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

عبارت ہے:

نساء کم حرث لکم فاتو حرثکم انی شئتم اقبل وادبر واتق الدُبر۔ (عکسی صفحہ)

جس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں بس تم اپنی کھیتی میں جیسے چاہو آیا کرو (اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں) آگے سے یا پیچھے سے اور دُبر یعنی پاخانہ والی جگہ سے بچو۔

یعنی مرد اپنی بیوی کے ساتھ اپنی ضرورت کو پورا کرنے میں یہ اختیار رکھتا ہے کہ جو صورت چاہے اپنالے۔ آگے کی طرف سے یا پیچھے کی طرف سے مگر محل استعمال ایک ہی ہے۔ آگے سے آئے تو بھی پیچھے سے آئے تو بھی روایت میں صراحت کے ساتھ یہ لفظ موجود ہے۔ الدُبر یعنی پاخانہ والی جگہ سے بچے۔ اسے ہرگز استعمال نہ کرے۔ یہ صراحتاً لکھے ہوئے لفظ جس اندھے محقق کو نظر نہ آئے اُس گمراہ نے اپنی قوم کا عقیدہ کیا خاک بچانا ہے۔

2. درمنثور کی جن روایات سے استدلال کر کے یہ سرخی قائم کی گئی ہے اس کا جواب خود صاحبِ کتاب نے نقل کر دیا ہے کہ یہ امام مالک کا قول قدیم ہے۔ نیز ابن عمرؓ نے ابتدا میں اس کا مطلب یہی سمجھا مگر جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں حرثکم فرمایا گیا ہے اور حرث یعنی کھیتی پاخانہ والا مقام نہیں ہے کیونکہ کھیتی وہی ہوتی ہے جس میں دانہ ڈالا جائے تو وہ اُگتا ہے اور وطی بھی پانی کو کھیتی میں ڈالنا ہے جس سے اولاد پیدا ہوتی ہے یہ صورت مقام دُبر میں نہیں پائی جاتی۔

3. اسی عکسی صفحہ پر یہ روایت موجود ہے کہ کسی نے حضرت عمرؓ کی موجودگی میں وطی فی الدبر کا ذکر کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: اُف اُف ایفعل ذالك وهو مؤمن او قال مسلم...... قال دارقطنی هذا محفوظ عن مالك صحيح۔ (عکسی صفحہ)

یعنی حضرت عمرؓ نے فرمایا: اُف اُف کیا کوئی مؤمن یا فرمایا کوئی مسلمان ایسا کر سکتا ہے؟ دارقطنی نے فرمایا امام مالک کا صحیح قول یہی ہے۔

یہ روایت صاف بتا رہی ہے کہ وطی فی الدبر کا عمل کسی مؤمن کا نہیں ہو سکتا۔ مگر اسی صفحہ کا عکس دے کر سرخی لکھی گئی ہے کہ عورت سے غیر فطری فعل جائز ہے۔ لا حول ولا قوة الا بالله۔

4. صاحبِ درمنثور کا یہ طریقہ ہے کہ وہ ہر طرح کی کمزور صحیح روایات درج کر دیتے ہیں۔ ارباب علم کمزور روایات کو رد کر کے صحیح قول پر اپنے مذہب کی بنا رکھتے ہیں اس مسئلہ میں بھی چند ایک روایات کمزور درجہ کی ایسی پائی جاتی ہیں مگر اُن کو نہ صاحب کتاب نے اصح قرار دیا ہے اور نہ ہی اربابِ علم کا اس پر عمل ہے۔ بلکہ خلاف فطرت فعل کو بہت

بُرا فعل قرار دیا گیا ہے۔ سنی مذہب اِس روایت کی روشنی میں محفوظ ہے جو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

لا ینظرو اللّٰہ الی رجل اتی رجلًا او مرأۃ فی الدبر۔ (فتح الباری شرح بخاری کتاب التفسیر صفحہ۲۴۱ جلد ۸)

''اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نظر بھی نہیں فرماتے جو مرد یا عورت کے مقام دبر کو استعمال کرے۔''



افتراء

کتا نجس العین نہیں ہے بلکہ پاک ہے۔ (بہشتی زیور)

الجواب:

بہشتی زیور کا بتایا ہوا یہ مسئلہ حدیث پاک سے حاصل کیا ہوا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے شکار وغیرہ کے لیے کتا پالنے کی اجازت دی ہے۔ حضرت عبداللہ بن المغفل حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ حضرات سے صحاح میں یہ روایات موجود ہیں۔

صحیحین میں حضرت عدی بن حاتم کو آپ ﷺ نے فرمایا:

اذا ارسلت کلب واذکر اسم اللّٰہ تعالٰی ھٰان امسك علیك فادر کته قد قتل ولم یاکل منه فکله فان اخذ الکلب زکوۃ۔ (بخاری ومسلم بحوالہ حقائق الفقہ صفحہ۳۲۱)

کہ جس وقت تو کتے کو (شکار پر) بھیجے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کر دے اگر اُس کتے نے شکار کو تیرے لیے روک رکھا اور وہ شکار ہلاک ہو گیا اور کتے نے اس شکار کو کھایا نہیں تو (وہ تیرے لیے حلال ہے) اس کو تو کھا کیونکہ کتے کا تیرے لیے شکار کو پکڑنا (ایسے ہی ہے جیسے اس کو) ذبح کرنا۔

اس روایت سے کتے کا شکار کیا ہوا جانور حلال بتایا گیا ہے اگر وہ نجس العین ہے تو پھر اس کا شکار کیا ہوا جانور کیسے حلال ہوگا؟

علامہ شوکانی (جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تفضیلی شیعہ تھے) نیل الاوطار میں لکھتے ہیں:

و استدلال باحادیث الباب علی طھارۃ الکلب الماذون۔

''اور احادیث باب سے استدلال کیا گیا ہے کلب ماذون کے طاہر ہونے پر''۔

حدیث پاک کے اِس مسئلہ کو اگر حضرت تھانوی نے بہشتی زیور میں لکھا دیا تو کیا جرم ہوا؟ اب یہ معلوم نہیں کہ بہشتی زیور کے بیان کردہ مسئلہ کو آڑ بنا کر حدیثِ پاک کے ساتھ دشمنی سے یار لوگوں کو کیا حاصل ہوگا؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ حدیثِ پاک کا ہے۔ روافض کی طرح اپنی طرف سے خانہ ساز نہیں ہے۔



افتراء

کتے کی کھال پر نماز پڑھنا جائز ہے۔ (مغیث الخلق)

الجواب:

نماز کی شرائط میں یہ شرط بھی ہے کہ جس جگہ نماز ادا کر رہے ہیں وہ پاک ہو۔ چونکہ کتا حرام جانور ہے اور اس کی حرمت اتنی معروف ہے کہ عامی شخص بھی اس کے حرام ہونے کا کامل یقین رکھتا اور اس سے گھن محسوس کرتا ہے۔ اس لیے شیعہ کرم فرماؤں نے اس مسئلہ کو اچھالا ہے۔ حقیقت حال کو جاننے کے لیے جاننا چاہیے کہ ایک ہے حلال ہونا اور ایک ہے پاک ہونا یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ انسان پاک ہے لیکن اس کا کھانا حلال نہیں، مٹی پاک ہے مگر کھانا حلال نہیں وغیرہ۔ گویا یہ کوئی ضروری نہیں کہ جو چیز حرام ہے وہ ناپاک بھی ہو۔

اسلامی شریعت نے جانور کے چمڑے کو اُس وقت پاک قرار دیا ہے جب نجس رطوبات وغیرہ ختم ہو گئی ہوں۔ خواہ دباغت دینے سے یا خشک ہو جانے کی وجہ سے چنانچہ کتے کا چمڑا جب دباغت دے کر صاف کر لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے اور جو جگہ پاک ہو یا جو چیز کپڑا چمڑا مصلی وغیرہ طاہر و پاک ہو اور اُس پر نماز پڑھی جائے تو وہ نماز ہو جاتی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ

ایما اھاب دبغ فقد طھر۔

یعنی جب چمڑے کو دباغت دے دی جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ (مسلم بحوالہ حقائق الفقہ ۳۰۳)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ:

''**ایما اھاب دبغ فقد طھر۔**'' (ترمذی بحوالہ حقائق الفقہ صفحہ ۳۱۵)

''کوئی سا چمڑا ہو جب دباغت دیا جائے تو پاک ہو جاتا ہے۔''

ان روایات نے یہ بات واضح کر دی کہ یہ مسئلہ سنی ملت نے اپنی طرف سے وضع نہیں کیا۔ نبی کریم ﷺ کے مبارک ارشاد سے ماخوذ ہے۔ اب اربابِ انصاف ہی فرمائیں۔ حدیثِ پاک کے اس مسئلہ پر اعتراض کرنا درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی ذات اطہر پر اعتراض کرنے کے مترادف نہیں؟ دراصل اُز تو اس کتاب کو بنایا گیا مگر اصل درد اور ناقابل برداشت شے تو دین اسلام کا وہ حکم ہے جو رحمتِ عالم ﷺ نے اپنی ملت کو دیا''۔



افتراء

حضرت ابوبکر کی بیٹی اسماء نے متعہ کیا۔ (العقد الفرید، ابوداؤد طیالسی، منحۃ المعبود، تفسیر مظہری)

الجواب:

قبل اس کے کہ مذکورہ روایت کا جواب عرض کیا جائے۔ دیکھنا چاہیے کہ یہ متعہ کیا بلا ہے۔ تفصیل کا تو یہ موقعہ بالکل نہیں مگر اجمالاً متعہ کا تعارف از حد ضروری ہے۔ شیعوں کے نزدیک متعہ:

① عارضی عقد ہوتا ہے جس میں نہ گواہ ہوتے ہیں نہ نکاح خواں وغیرہ۔ ایک خفیہ جنسی تعلق کا معاہدہ ہے جس کو صیغہ کے

الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

- ② علی العموم جائز ہے۔ سفر و حضر میں جہاں چاہیں ہو سکتا ہے۔
- ③ ہر مومن مرد ہر حالت میں اس فعل کو کر سکتا ہے۔
- ④ یہ فعل محض رخصت نہیں بلکہ عزیمت ہے۔ اس فعل کے مرتکب کو بڑا ثواب اور عالی درجات ملتے ہیں۔
- ⑤ اس میں بوقتِ ضرورت اور بوجہ ضرورت کی کوئی قید نہیں یہ امر ''تعبدی'' ہے اور یہ ہمیشہ کے لیے کار خیر اور موجب ثواب ہے۔ (تفسیر صافی تحت فما استمتم بحوالہ فوائد نافع جلد ا صفحہ ۲۸۸)

متعہ کے احکام و اوصاف شیعہ کے نزدیک یہ ہیں:

- ① متعہ میں گواہوں کی ضرورت نہیں۔
- ② اجرت ادا کرنا لازم ہے۔
- ③ مدت طے کرنا لازم ہے۔
- ④ متعہ میں عورت کے ذریعے عفت کی حفاظت مطلوب نہیں ہوتی بلکہ شہوت رانی اور خواہش نفس کو پورا کرنا مطلوب ہوتا ہے۔
- ⑤ طلاق کی ضرورت نہیں (مقررہ وقت ختم ہوتے ہی خود بخود جدائی ہو جائے گی)
- ⑥ عدت (معروف) نہیں ہوتی (بقول بعض)۔
- ⑦ متعہ میں ایلا نہیں ہوتا۔
- ⑧ لعان نہیں ہوتا۔
- ⑨ ظہار نہیں ہوتا۔
- ⑩ ترکہ میں وراثت نہیں ہوتی۔
- ⑪ ولی کو حق نہیں کہ متعہ سے عورت کو روکے۔
- ⑫ متعہ کرنے والی عورت کا نفقہ نہیں ہوتا۔
- ⑬ متعہ سے ہونے والی اولاد سے مرد انکار کر سکتا ہے۔
- ⑭ ممتوعہ عورت، زوجہ نہیں بلکہ ''انما ھی مستاجرۃ'' یعنی وہ کرایہ کی عورت ہے۔

(از فروع کافی جلد ۲ ابواب متعلقہ متعہ مطبوعہ نول کشور لکھنو، جامع رضوی از سید عبدالغنی تحت ابحاث متعہ مطبوعہ کشور لکھنو، عجالہ حسنہ مترجم از سید محمد جعفر قدسی جائسی، رسالہ متعہ از باقر مجلسی طبع دہلی بحوالہ فوائد نافع جلد ا صفحہ ۲۸۵)

اگرچہ شیعہ لوگ اس متعہ کو نکاح موقت یا نکاح منقطع قرار دیتے ہیں مگر یہ سراسر غلط بیانی ہے کیونکہ نکاح موقت میں

نکاح موقت میں	متعہ میں
① گواہ ضروری ہیں	نہیں

- ۲ حفظ مال وعزت مطلوب ہے — متعہ میں نہیں
- ۳ عدت لازم ہے — متعہ میں نہیں
- ۴ اولاد ثابت النسب ہوگی مرد انکار نہیں کرسکتا — متعہ میں انکار کرسکتا ہے

وغیر ذالک بنیادی طرح کے ان دونوں نکاحوں میں فرق ہیں کہ جو احوال کرم فرماؤں نے اس نکاح متعہ کے وضع کیے ہیں ان احوال سے متصف کوئی متعہ اسلام میں کبھی رائج اور جائز نہیں رہا بلکہ یہ عمل مزاجِ اسلام کے خلاف ہے کہ متعہ میں سراسر خفیہ طور پر جنسی آگ کو تسکین دینے کا سامان کیا جاتا ہے جس میں کوئی فائدہ، ضرورت یا مجبوری نہیں بلکہ اس نام سے عزت و ناموس کے خرمن کو نذرِ آتش کر کے فساد و قتال کا بھانبھڑ بھڑکانا ہے۔ جس کو اسلام کا مزاج گوارا نہیں فرماتا۔ اسلام عزتوں کا محافظ ہے قاتل نہیں آبرو کی حفاظت کرتا ہے خفیہ طور پر مرد و زن کے اجتماع سے غیرتوں کا جنازہ نہیں نکالتا اب ان گزارشات کے بعد جواب ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت اسماء کی روایت:

جو کلمات حضرت اسماء کی روایت میں منقول ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ جس دور میں نکاح مؤقت کی اباحت تھی اُس دور میں یہ فعل مسلمان خواتین سے صادر ہوا۔ لہٰذا ان الفاظ سے حرمت نکاح مؤقت کے بعد جائز ہونے پر استدلال کرنا ایسا ہی ہے جیسے تحویلِ قبلہ کے بعد بیت المقدس کی طرف عملاً منہ کر کے نماز پڑھنے کا جواز بیان کرنا۔ کیونکہ جو عمل منسوخ ہوگیا اب گذرے وقت کی روایات اس منسوخ شدہ فعل کو ثابت نہیں کرسکتی۔

- ۲ یہ الفاظ رافضیوں کے موجودہ متعہ کے بارے میں بالکل نہیں ہیں کیونکہ یہ اور شے ہے اور جو دورِ نبوت میں عارضی طور پر جائز قرار پانے والا نکاح تھا وہ اور تھا کہ نکاح بغیر گواہوں کے منعقد نہیں ہوتا اور متعہ بلا شہادت کے منعقد ہوتا ہے اس لیے یہ روایت متعہ معروفہ کے بارے میں بالکل نہیں ہے۔ رافضی کرم فرماؤں کی ہمیشہ سے عادت رہی ہے کہ وہ مسلمانوں کی اصطلاحات استعمال کر کے ایک نیا طریقہ ایجاد کرتے تھے اور اس کو گذشتہ دور کی وہی عبادت شمار کرتے ہیں جو کسی دور میں جائز تھیں تفصیل کے لیے تحفہ اثنا عشریہ کا باب عقائد شیعہ ملاحظہ کیا جائے۔

باقی رہا نکاح موقت یا وہ نکاح متعہ جو قدیم زمانہ اسلام میں رائج تھا اس کے منسوخ ہونے کی دلیل! تو قرآن کی سورہ نساء پانچویں پارے کی ابتدائی آیات ۱۸ویں پارے کی ابتدائی آیات کا مطالعہ کرلیا جائے۔ محدثین نے اس پر مستقل ابواب قائم کر کے روایات جمع کی ہیں۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد فصل الخطاب طبرسی ۳۳۰ کے حوالہ سے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے دن گھریلو گدھوں کے گوشت اور متعہ کو حرام قرار دیا۔ لہٰذا متعہ کی حرمت قرآن پاک، حدیث پاک اور خود حیدرِ کرارؓ کے ارشاد سے ثابت ہو چکی ہے جیسے ہم مقدمہ و دیگر کئی مقامات پر بیان کر چکے ہیں۔ اب دیانت داری کا تقاضا تو یہی تھا کہ اس فعل قبیح کو ترک کر دیا جاتا مگر م بخت اپنی عادت پڑی کہ

چھوٹنے کا نام نہیں لیتی اور ویسے بھی اگر ذاکر لوگ اس صحیح مسئلہ کا اعلان کر دیں تو تمام غریباں کی آتش فشاں مجلسیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔



افتراء

یزید چھٹا خلیفہ رسول ہے۔ (شرح فقہ اکبر)

الجواب:

1. شرح فقہ اکبر کے مذکورہ عکسی صفحہ پر ملا علی قاری رافضیوں کے باطل قول کی تردید اور حدیث پاک سے غلط استدلال کی توضیح فرما رہے ہیں کہ حضرت جابر بن سمرہ کی وہ روایت جو بخاری و مسلم میں ہے کہ میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے اور وہ تمام کے تمام قریش سے ہوں گے اس روایت سے یار لوگوں نے بارہ امام تیار کر لیے اور کہا کہ یہی بارہ امام ذنیا جہاں کے مالک اور اقتدار کے حق دار ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس مردود استدلال کے رد میں ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ استدلال سراسر باطل ہے بلکہ اس حدیث میں جن بارہ خلفاء کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ چار خلفائے راشدین ان کے علاوہ حضرت معاویہ ان کا بیٹا اور عبدالملک اور اس کے چاروں بیٹے ان میں عمر بن عبدالعزیز، یہ حضرات اس حدیث کا مصداق ہیں۔
2. خلیفہ اس شخص کو کہتے ہیں جو امیر وقت کے بعد اس کا مسند نشین ہو جائے جب وہ اس مسند پر بیٹھ جائے گا تو وہ خلیفہ کہلائے گا اگر چہ وہ عمل میں اپنے پیش رو کے قدموں کی خاک بھی نہ ہو جو چیز واقعہ و مشاہدہ میں آ چکی ہے اس کے وجود وظہور سے انکار کرنا شیعہ کرم فرماؤں کا جگرا ہے کہ خلیفہ اول کو مصلی نبوی پر دیکھ رہے ہیں اور یہ بھی کہ حیدر کرار ان کے پیچھے نمازیں ادا فرماتے ہیں مگر پھر بھی باڑوں میں اذان کے اندر اعلان بھی ہو رہا ہے۔ علیاً ولی اللہ خلیفۃ بلا فصل۔ عبادت خانے میں یہ صاف جھوٹ اور دن رات بولا جانے والا افترا کس چیز کا پتہ دیتا ہے؟



افتراء

1. یزید کی خلافت شرعی نقطہ نظر سے بالکل درست ہے۔
2. یزید بھی خلفائے راشدین میں سے ہے۔ (سیدنا معاویہ)

الجواب:

حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی صاحب کی کتاب سید معاویہ شخصیت و کردار سے یہ حوالے نقل کیے گئے ہیں۔ چونکہ یہ کتابیں اہلسنت پر الزام دینے کے لیے نقل کی گئی ہیں لہٰذا الزام میں پیش کی جانے والی کتاب کے مصنف کا سنی العقیدہ ہونا ضروری ہے اور اس کتاب کے مصنف صاحب خارجیت کی طرف جھکاؤ رکھتے ہیں۔ علمائے اہلسنت نے جیسے رافضیت کے خلاف

اپنے زور قلم کو استعمال کیا ہے اسی طرح خارجیت کے خلاف بھی الحمدللہ اہلسنّت نے اپنی توانائیاں صرف کی ہیں اگر صحابہ کرامؓ کے خلاف زبان دراز ہوتو ایمان کی بربادی اور کفر کی وادی میں داخل ہونا ہے۔ بعین اسی طرح آلِ رسول اور خاندانِ پیغمبر کے بارے میں منفی نظریہ اور غلط عقیدہ بھی مفضی الی النار ہے۔ لہٰذا ارباب علم نے ایسے لوگوں کا بھی تعاقب فرمایا ہے جو آلِ رسول کے باب میں حدود سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ امام اعظم کا یہ جملہ مذہب اہلسنّت کی خوبصورت تعریف ہے کہ تفضیل الشیخین، حب الختنین مسح الخفین، جس دامن میں یہ تینوں اشیاء مل جائیں وہ اہلسنّت ہے ورنہ نہیں۔ بہرحال مذکورہ کتاب متنازعہ ہے تفصیل کے طالب قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین کی فتنہ خارجیت کا مطالعہ فرمائیں۔



افتراء

یزید کافر نہیں بلکہ سنی تھا۔ (شرح قصیدہ امالی)

الجواب:

کسی شخص کے کفر یا ایمان کا مسئلہ عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے اور عمل کی خرابی فسق پر دلالت کرتی ہے نہ کہ کفر پر۔ پھر اہلسنّت کے ہاں اگر کسی کلمہ میں ۹۹ احتمالات کفر کے اور صرف ایک ایسا احتمال پایا جائے جو اسلام پر دلالت کرتا ہو تو ایسا شخص کافر نہیں کہلاتا بلکہ اس ایک علامت ایمان کا اعتبار کر کے اسے وادی کفر سے بچانے کی کوشش کی جائے گی۔ مذکورہ مقام پر یزید کو کافر نہ کہنا اس کے اعتقاد کی درستگی کی بنا پر ہے اگرچہ اس کے عمل کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں مگر کسی نے یہ قول نہیں لکھا کہ اس کا عقیدہ خراب تھا یا وہ ارتداد کا شکار ہو گیا اور دین حق کو چھوڑ گیا تھا جنہوں نے ان کے بارے میں لکھا ہے تو یہی لکھا ہے کہ وہ فاسق تھا۔

افتراء

دیوبندیوں کا کلمہ ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ اشرف علی رسول اللّٰہ'' ہے۔

الجواب:

اس کا قدرے وضاحتاً جواب قبل ازیں ہم مقدمہ کے آخر میں لکھ چکے ہیں یہاں اس کی مختصر وضاحت کی جاتی ہے۔

- ➊ ایک خواب ہوتا ہے اور ایک اس کی تعبیر ہوتی ہے اصل چیز خواب نہیں بلکہ اس کی تعبیر ہوتی ہے۔ (مقدمہ میں اس کی وضاحت ملاحظہ ہو)۔
- ➋ تعبیر میں بتائی جانے والی چیز اس خواب کی حقیقت ہوتی ہے۔ اسی لیے ہر شخص کے سامنے بالخصوص بدمذہب، جاہل، عورت اور فاسق کے سامنے خواب بیان کرنے سے باز رہنا چاہیے۔ یہاں خواب کے ساتھ خواب کی تعبیر بھی بیان کر دی گئی ہے۔ مگر بغض کے ماروں کو سب کچھ نظر آتا ہے۔ سوا اس بات کے جو دھوکہ دہی کی راہ میں رکاوٹ اور جھوٹ بولنے کی عادت مستمرہ کی راہ میں روڑے اٹکائے۔

۳ یہاں شخص مذکورہ کا مجبور اور بے اختیار ہونا صاف صاف لکھا ہوا موجود ہے۔ لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں (عکسی صفحہ) اور جو شخص مجبور ہو اس پر اس کے مجبوری میں کیے ہوئے جرم پر کوئی سزا نہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

من کفر باالله من بعد ایمانه الامن اکره و قلبه مطمنن بالایمان۔ (النحل صفحہ ۱۰۶)

''جو شخص ایمان لانے کے بعد کافر ہو جائے (تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے) مگر وہ شخص جو کہ کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے اس حال میں کہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو (تو اس پر کوئی مواخذہ سزا وغیرہ نہیں ہے)

مجبوری کی حالت میں کیے ہوئے جس عمل کو اللہ تعالیٰ درگزر فرما رہے ہیں اس کے خلاف رافضی بدباطنوں کا ہرزہ سرائی کرنا خود قانون الٰہی کے پہاڑ میں ٹکریں مارنے کے سوا کچھ نہیں۔

۴ اسی عکسی صفحہ پر رقم ہے کہ دوسرے روز بیداری میں رقت رہی، خوب رویا۔ (عکسی صفحہ) یہ رونا ندامت افسوس اور غلطی ہو جانے پر دُکھ کی وجہ سے تھا جو بذاتِ خود توبہ ہے اور آنسو کا ایک قطرہ پہاڑ سے بڑے گناہوں پر جلنے والی جہنم کی آگ کو بجھا دینے کے لیے کافی ہے۔ یہاں تو ''خوب رویا'' کے لفظ میں وضاحت ہے کہ دسیوں بلکہ بیسیوں بلکہ سیکڑوں قطرہائے آنسو ندامت کے سمندر سے نکل کر آنکھوں کے دریا سے بہہ رہے تھے۔ ایسی صورت میں اگر کوئی غلطی ہے بھی تو اس کا معاف ہو جانا ایک یقینی سی بات نظر آتا ہے اس ملامت توبہ کے بعد بھی تحقیقی دستاویز میں الزام کا سجا دینا اربابِ انصاف ہی بتائیں کہ کیا ہے اور تلاشِ حق میں کس قدر مفید اور مناسب ہے۔

ایک انصاف پسند شخص تعصب کی عینک اتار کر اردو میں لکھی اس تحریر کو دیکھ کر وہ مطلب ہرگز نہیں سمجھ سکتا جو یار لوگوں نے اس مقام پر نشر کیا ہے، اور جو کرم فرما اللہ واسطے کا بیر لے کر بیٹھے ہوں اُن کو کیا تعلق انصاف سے اور حقیقت حال سے وہ تو صرف اپنی دشمنی کا لحاظ رکھیں گے۔ مگر کیا یہ بے انصافی اور بدنام کرنے کے لیے دھوکہ بازی اور بہتان تراشی اللہ کے غضب و جلال اور آخرت کے دردناک عذاب سے بچا سکے گی؟

ہر شخص نے مرنا ہے اور مر کر اپنی قبر میں داخل ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی زندگی میں کی ہوئی کمائی کا جواب دینا ہے اس لیے محض دجل و فریب کا راستہ چھوڑ کر موت سے پہلے ہی موت کے بعد کی فکر کر لی جائے تو بے حد مفید اور بہت بہتر بات ہوگی۔ ہم تو صرف دعوت انصاف ہی دیتے ہیں اور غور و فکر کرنے کی ترغیب بھی۔

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

(۳:۳۰ بعد الظہر جمعرات ۲۲ شوال ۱۴۲۹ھ ۲۳ اکتوبر ۲۰۰۸ء)